

### نہد حقوقِ بچی شیادالقرآن بجلی کیشنز محفوظ ہیں

- مطبع \_\_\_\_\_ تحقیق مرکز پختونخواہ لاہور فن  
 کتابت \_\_\_\_\_ اقبال اختر۔ عبدالرحمن نامتہ۔ خوشی گوشتہ  
 متن \_\_\_\_\_ جگر یہ تاج کہنی لپیڈ۔ کراچی  
 فوٹوگرافی \_\_\_\_\_ حاجی محمد بخش (ایف آر پروڈیونگ)  
 تعداد \_\_\_\_\_ تین مسد  
 تاریخ طباعت \_\_\_\_\_ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ  
 ناشر \_\_\_\_\_ شیادالقرآن بجلی کیشنز۔ لاہور

# فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۵	سورة الاحزاب	-۱
۱۰۷	سورة سبا	-۲
۱۳۷	سورة فاطر	-۳
۱۶۵	سورة يس	-۴
۱۹۵	سورة الضمّت	-۵
۲۲۳	سورة ص	-۶
۲۵۵	سورة زمر	-۷
۲۸۷	سورة مؤمن	-۸
۳۲۷	سورة حم السجده	-۹
۳۵۹	سورة شوری	-۱۰
۳۹۷	سورة زخرف	-۱۱
۴۳۱	سورة الدخان	-۱۲
۴۴۷	سورة الجاثیہ	-۱۳
۴۶۷	سورة الاحقاف	-۱۴
۴۹۹	سورة محمد	-۱۵
۵۲۳	سورة فتح	-۱۶
۵۷۵	سورة حجرات	-۱۷
۶۰۵	سورة ق	-۱۸
۶۲۳	سورة الذریت	-۱۹
۶۴۳	سورة الطور	-۲۰



# فہرست نقشہ جات

نمبر	نقشہ
۱	عمد تہمت میں عرب تہاکی کے حالات
۲	نقشہ جنگ خندق
۳	صورتے الامکان
۴	نقشہ مشرف سورۃ الامکان

## التحقيقات اللغوية

سورة	سورة	سورة	سورة
نمبر	نمبر	نمبر	نمبر
حاشية	حاشية	حاشية	حاشية
		و	
		اسوه	٣٣
		اهل البيت	٣٤
		اكل	٣٢
		اشل	٣٢
		تؤفكون	٣٥
		اجاج	٣٥
		اساور	٣٥
		امام	٣٦
		امر	٣٤
		اسفونا	٣٤
		استبرق	٣٢
		افاك	٣٥
		اشيع	٣٥
		انارة	٣٤
		اسين	٣٦
		آذر	٣٨
		اقاب	٥٠
		افك	٥١
		الازفة	٣٠
		الافك	٣٠
		ب	
		بادون	٣٢
		تبج	٣٣
		يبور	٣٨
		بجد	٣٨
		بيض	٩
		بيين	١٩
		بالهم	٣٦
		بهيج	١٣ الف
		مبصرا	٣٤
		ت	
		اتراب	٣٠
		تعا	٤
		توب	٣٥
		ث	
		مثنى	٤
		اخذتموهم	٣٤
		ج	
		جاليب	٣٦

سورة نمبر	عاشية نمبر		سورة نمبر	عاشية نمبر	
٢	٥١	جناح	١١	٣٢	جنتہ
١٣	٥٢	حور	٢٠	٣٢	جفان
٤	٢١	حجاب	٤٩	٣٥	جُدُد
		خ	٢٥	٣٤	اجداث
			٥٥	٣٤	جِبَلًا
٤٣	٣٣	خاتم	٣٤	٣٨	جِياد
٢٨	٣٢	خبط	٢٠	٢٢	اجتنبی
٢٨	٣٤	خامدون	٥٥	٢٢	الجوار
١٩	٣٩	خوله	٣	٢٣	جعل
٥٨	٢٣	فاستخف	١	٥١	جاریات
٧	٥١	خَرَّاصُونَ			ح
٢٩	٥١	خطب			
٥	٥٢	خوض	١٩	٣٣	جناجر
		د	٣٢	٣٣	حداد
			٩	٣٢	حمید
٢٥	٣٥	تدعو	٢٠	٣٢	محاریب
٢	٢٤	تدعون	٢٣	٣٢	حوت
٤٤	٢٠	الدعا	٢٣	٣٨	عرباب
٨٢	٢٠	فادعوه	٥٢	٣٨	حمیم
٥	٣٢	دحورا	٤٣	٢٢	حفیظ
٧	٣٢	داخرون	٥	٢٣	حکیم
٢٣	٣٢	مدحضین	٤٠	٢٣	تخبرون
٣٣	٢٥	الدھر	٢٤	٢٨	محلہ
١٢	٢٤	لاادری	٢٢	٢٨	الحمیة
٤	٥٢	يَدْعُونَ	١٨	٥٠	تَحِيد

سورة نمبر	حاشیہ نمبر	سورة نمبر	حاشیہ نمبر
		٢٠	٩
		ذ	ذ
٣١	٣٤	ذاریات	٥١
١٣	٢٣	ذنوب	٥١
٢٩	٢٣	ذوالعرش	٢٠
٢٢	٢٢	س	
٢٤	٢٢	مرجفون	٣٣
٢٤	٢٨	راسیات	٣٢
		س	
٢٤	٢٣	رجز	٢٥
٢٣	٢٤	رکعاً	٢٨
٢٢	٢٨	راشدون	٢٩
٢٤	٢٨	مریب	٥٠
١٥	٢٣	راغ	٢١
٢١	٢٨	برکنہ	٥١
٢١	٢٢	رقی	٥٢
١١	٢٥	ریب المنون	٥٢
٢٢	٢٤	مرکوم	٥٢
٤	٢٨	رفیع الدرجات	٢٠
٥٤	٢٨	الروح	٢٠
٥٩	٢٨	مرتاب	٢٠
٢١	٢٨	رواسی	٢٠
١	٥٢	ربت	٢١
١٨	٢٠		٢١

سورة نمبر	حاشیہ نمبر	سورة نمبر	حاشیہ نمبر
۲۸	۵۱	فصّٰت	۳۸ ۲۰
۹	۵۳	إِصْلُوْهَا	۵۳ ۲۰
۳۲	۵۲	مَصِيْطُر	۵۲ ۲۰
۲۵	۵۲	يَصْعَقُوْنَ	۸۹ ۲۰
۲۶	۲۱	صَاعِقَه	۸۹ ۲۰
۳۰	۲۱	صِرْصِرَا	۱۹ ۲۱
		ض	
۳۷	۲۷	اضْغَانِهِمْ	۳۵ ۳۳
۲۲	۲۷	اضْغَانِكُمْ	۴ ۳۸
		ط	
۲۶	۲۸	تَطْوُّهُمْ	۲۲ ۳۸
۱	۵۲	طُوْر	۳۲ ۳۹
۵	۲۰	طُوْل	۱۷ ۲۲
		ظ	
۵۵	۲۰	اِظْنَه	۶۰ ۲۲
		ع	
۲۱	۳۳	الْاَعْرَاب	۲۴ ۲۵
۸	۳۲	مِعَاجِزِيْنَ	۵۶ ۲۸
۲۷	۳۲	عِرْم	۶۱ ۲۸
۱۹	۳۵	عَذْب	۵۱ ۳۳
۱۶	۳۷	عِيْنَ	۳۶ ۳۸
۱۳	۵۲		۴ ۲۴
			۳۸ ۲۲
			۱ ۲۷
			۲۸ ۵۱
		سلطان	
		مسرور	
		اسباب	
		يسجون	
		يسجرون	
		استوى	
		ش	
		اشحه	
		شقاق	
		لا تشط	
		متشاكسين	
		شرع	
		شورى	
		شريعة	
		اشداء	
		شطاء	
		ص	
		صياصى	
		صافنات	
		صفحا	
		صَبَّوْا	
		صدوا	
		صدرة	

سورة نمبر	جائزہ نمبر	سورة نمبر	جائزہ نمبر
		٣	٣٨
		٤	٣٨
٤	٣٢	٣٤	٣٨
٢	٣٥	٥٥	٢٢
١٩	٣٥	٤٤	٢٢
١٤	٣٨	٢١	٢٣
٤	٢٢	٤٤	٢٣
٩	٢٤	٣٨	٢٢
		٢٢	٢٥
٢٠	٣٢	٢٠	٢١
٢٥	٣٥	٢٤	٢٨
٤	٣٤	٢٤	٢٨
١٤	٣٨	٢٢	٥٠
١٥	٢٣	١٤	٥٠
٢٢	٢٣	٣٤	٥١
١	٥٠	٤٩	٢١
		١٠٢	٣٣
٢٨	٣٢	١١	٣٥
١٥	٣٤	٣٩	٣٥
١٢	٣٩	١٥	٣٤
٣٩	٣٩	٥٢	٣٨
٩	٢٨	٢	٢٩
٢٢	٥٠	٨	٥١



سورۃ نمبر	حاشیہ نمبر	سورۃ نمبر	حاشیہ نمبر
		ن	۴۷ ۵۲
		نبی	۷ ۴۱
۱	۴۴	نوح	
۳۶	۴۴	منسأته	۴۷ ۴۵
۲۴	۴۶	تناوش	۴۴ ۴۷
۶۹	۴۶	نصب	۴۷ ۴۲
۳۷	۴۵	ینسلون	۴۵ ۵۱
۳۵	۴۶	ننكسۃ	۱۵ ۵۲
۶۰	۴۶	ینزفون	۵۶ ۴۱
۱۶	۴۷	اندادا	۶۴ ۴۱
۲۰	۴۵	ینتصرون	
۶۱	۳۲	نقبوا	
۴۴	۵۰	انذرتكم	۱۰ ۴۳
۲۶	۳۱	ینزغناك	۲۰ ۴۳
۵۷	۳۱		۲۶ ۴۵
		و	۵ ۴۷
		وَقَرْن	۵ ۴۷
۶۱	۴۴	وجيهاً	۴۷ ۴۴
۱۰۹	۴۴	واصب	۶۰ ۴۸
۵	۴۷	یتوفی	۶ ۴۹
۳۵	۴۹	وجی	۲ ۵۰
۷۶	۳۶	اوزعنی	۶ ۵۰
۲۶	۳۶	اولی	۲ ۵۲
۴۱	۳۷	وقرا	۱۶ ۴۱
۱	۵۱		

مکیدون  
آکتہ

ل

لغوب  
ملیم  
لطیف  
ملیم  
التناهم  
یلقاها  
یلحدون

م

مزقتم  
تمائیل  
مواخر  
مارد  
ملاً اعلیٰ  
المهل  
مثل  
امتحن  
مجید  
مربح  
مورا  
ممنون

سورة نمبر	حاشیہ نمبر	سورة نمبر	حاشیہ نمبر
۳۱	۴۱	۲۲	۵۱
۲۲	۴۱	۷	۴۱
		۳۳	۴۱
۲۳	۳۷		
۲۹	۴۰	۲۹	۳۹
۱۵	۲۵	۲۶	۲۸

## التحقیقات النخویہ

سورة نمبر	حاشیہ نمبر	سورة نمبر	حاشیہ نمبر
۲	۴۱	۱۰۲	۳۳
۴	۴۱	۲۸	۳۲
۲۲	۴۱	۱	۳۲
۲۲	۴۱	۱۳	۳۵
۳۹	۴۶	۲	۳۸
		۷۰	۳۸
۵	۴۷	۲۲	۴۲
۲۳	۴۷	۲۶	۴۳
۵	۴۹	۳۸	۴۵
۱۶	۵۰		
۲۳	۵۰	۳۱	۴۵
		۲	۴۰
۴۰	۵۰	۱۵	۴۰



# الدُّجُلُ مَجْدُ عَرَشَانَا

سورۃ نمبر	آیت نمبر		سورۃ نمبر	آیت نمبر	
۶۲	۴۰	اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے			<b>توحید</b>
۶۵	۴۰	" " " " " " " " " " " " " "	۱	۳۲	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔
۶	۴۱	" " " " " " " " " " " " " "			
۴	۴۷	تمہارا معبود ایک ہے	۱	۳۳	سب تعریفیں فاطمہ السموات والارض کے لیے جس نے نعمت قوت کے فرشتے پیدا کیے۔
۶	۴۱	" " " " " " " " " " " " " "			
۵	۳۷	وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے			
۵	۳۷	وہ مشارق کا رب ہے	۱۸۲	۳۷	سب تعریفیں اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے
۱۰	۴۲	وہ میرا رب ہے	۳۶	۴۵	" " " " " " " " " " " " " "
۳۷	۴۵	آسمانوں اور زمین میں بڑائی اسی کے لیے ہے۔	۶۲	۴۰	ساری برکتیں اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے
۹	۴۲	اللہ ہی کا رساڑ ہے	۶۵	۴۰	ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے۔
۶	۳۹	وہی تمہارا رب ہے	۳۶	۴۵	" " " " " " " " " " " " " "
۸۲	۴۳	آسمانوں میں اور زمین میں وہی خدا ہے	۳	۳۳	اُس کے بغیر نہ کوئی خالق ہے نہ رازق
۱۲	۴۰	خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو	۴	۳۵	اُس کے بغیر کوئی معبود نہیں
۶۵	۴۰	وہی زندہ ہے	۶	۳۹	" " " " " " " " " " " " " "
۱	۳۴	بُت کسی ذرہ کے مالک نہیں	۶۶	۳۸	اُس واحد و قہار کے سوا کوئی معبود نہیں
۱	۳۴	زمین و آسمان میں اُن کا کوئی ہمت نہیں	۴	۳۹	وہ اللہ ہی واحد و قہار ہے
۷	۴۰	حاطینِ عرش اور دوسرے فرشتے اُس کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں	۸	۴۴	اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔
۱۲	۴۰	حکم کا اختیار اللہ کے لیے جو علیٰ کبر ہے۔	۱۹	۴۷	" " " " " " " " " " " " " "
			۳	۴۰	" " " " " " " " " " " " " "

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۶	حاشیہ آیت بالا ۴۰	۳۴	۲۴
۳۶	۴۰	۳۵	۲
۳۶	۴۰	۳۵	۹
۳۶	۴۱، ۴۲، ۴۳	۳۵	۱۲
۳۶	۴۱، ۴۲، ۴۳	۳۵	۱۳
۳۶	۴۳	۳۵	۲۷
۳۶	۸۰	۳۵	۳۴، ۳۳
۳۶	۶	۳۵	۳۵
۳۶	۲۷	۳۶	مع ۳۶
۳۶	۳۹	۳۶	حاشیہ
۳۶	۳۹	۳۶	حاشیہ آیت بالا
۳۶	۳۹	۳۶	۳۸، ۳۷
۳۶	۳۹	۳۶	۳۹

## دلائل توحید

کفار سے پوچھو رازق کون ہے کہیں گے اللہ جو نعمت کسی کو دینا چاہے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے روکنا چاہے کوئی دے نہیں سکتا۔  
ہو ایں، بادل، بارش اور مژدہ زمین کا زندہ ہونا۔  
بیسے پانی اور کھاری پانی کے ذخائر تشریح شمس و قمر، ساری بادشاہی اللہ کی ہے بارش کا برسا، مختلف رنگوں کے پھل، پہاڑوں کے مختلف رنگ کوئی سفید، کوئی سُرخ، کوئی سیاہ۔  
انسانوں، چارپایوں اور جانوروں کے مختلف رنگ اور روپ۔  
مردہ زمین کو زندہ کرنا، اجناس اور پھلوں کا پیدا ہونا، چشموں کا جاری ہونا تاکہ تم کھاؤ اور ان سے مریے، اچار، چٹنیاں وغیرہ بناؤ۔  
وہ ہر عیب سے پاک ہے جس نے زمین سے اُگنے والی ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا تاہم نخل کا اعتراض اور جواب  
رات کا آنا، سورج کا چلنا، عزیز و علیم کا مقرر کردہ ہے  
چاند اور اُس کی مختلف منزلیں

چاند کی منزلوں کے نام نہ سورج چاند سے آگے نکل سکتا ہے اور نہ رات دن سے۔  
سب سیارے اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں سفینہ نوح بھی اُس کی قدرت کی نشانی ہے۔  
سمندر اور دریا تمہارے لدے ہوئے جہازوں کو اٹھاتے ہوئے ہیں۔ یہ شخص ہماری رحمت ہے  
جانور بنائے سواری کے لیے انھیں مسخر کیا، اُن کے گوشت کو خوراک بنایا اور دیگر فوائد  
اُس نے سبز درختیں اُگ رکھے دی آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا ہم نے آسمان و زمین کو باطل پیدا نہیں کیا۔  
آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا گردش میل و نہار، تشریح شمس و قمر  
تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا تمہاری خدمت کے لیے آٹھ قسم کے جانور پیدا کیے۔  
شکرِ مادر کے تین اندھیروں میں تمہیں پیدا فرمایا

سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۱۲	۴۱	ذالک تقدیر العزیز الحکیم	۲۱	۳۹	عینہ کا برسا اچھوں کا جاری ہونا، کھیتوں کا اگنا پھر کینا، اہل عقل کے لیے اس میں نصیحت ہے۔
۳۷	۴۱	رات دن، سورج، چاند اُس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔	۲۹	۴۲	آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اس میں گوناگوں جانور اُس کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔
۳۹	۴۱	بجز زمین پر عینہ کا برسا، کھیتوں کا کھلنا اُس کی قدرت کے نشان ہیں	۳۳، ۳۴	۴۲	برصبار و مشکور کے لیے کشتیوں، ہواؤں اور سمندر کی لہروں میں نشانیاں ہیں
۵۳	۴۱	آفاق و انفس میں اللہ کی نشانیاں ہیں	۳۴	۴۲	اُس کی قدرت کی نشانیاں، آسمان سے برزق کا نزول
۱۱۰، ۱۰	۴۳	اُس نے زمین کو گہوارہ بنایا اس میں راستے بنائے، وہ بارش برساتا ہے	۱۳	۴۰	رات کو آرام کے لیے بنایا اور دن کو کام کے لیے روشن بنایا
۱۲		و غیر آیات قدرت، زمین و آسمان کی تخلیق	۱۶	۴۰	اُس نے زمین کو تمھارے لیے قرار اور آسمان کو چھت بنایا۔ تمھیں حسین صورت دی، پاکیزہ برزق دیا۔
۴۳	۴۵	تمھاری اپنی پیداوار، حیوانات گردش میل و نہار، بارش، ہوا میں سب اُس کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں	۶۴	۴۰	اُس نے زمین کو تمھارے لیے قرار اور آسمان کو چھت بنایا۔ تمھیں حسین صورت دی، پاکیزہ برزق دیا۔
۵		تسخیرِ بحر	۸۰	۴۰	کھانے کے لیے اور سواری کے لیے جانور بنائے اور ان میں دیگر فوائد ہیں کشتی پر تم سوار ہوتے ہو۔
۱۲	۴۵	تمھارے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز کو مسخر کر دیا	۸۱	۴۰	اُس کی قدرت کی دیگر نشانیاں
۱۳	۴۵	اہل فکر کے لیے ان میں اُس کی قدرت کی آیات ہیں۔	۱۰، ۹	۴۱	زمین کی تخلیق و دو دن میں کی، اس میں پہاڑ بنائے، ہر قسم کی خوراک کا انتظام چار دن میں کیا۔
۶	۵۰	آسمان کی طرف دیکھو اُسے کیسا بنایا اور آراستہ کیا۔	۱۱	۴۱	دخان سے سات آسمان دو دن میں بنائے
۷	۵۰	زمین کو کیسے بچھایا، پہاڑ کھڑے کیے ہر قسم کی چیزیں اگائیں	۱۲	۴۱	ہر آسمان کو اُس کے حسب حال وحی فرمائی
۸	۵۰	ہر فرمانبردار بندے کے لیے اس میں بصیرت افزونی اور یاد دہانی کا سامان ہے	۱۲	۴۱	آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا۔
۱۱، ۱۰، ۹	۵۰	بارش کا نزول، باغات، اجناس وغیرہ			

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۴	۲۲	۳۸	۵۰
۵۴	۳۳	۲۷	۵۱
۷۶	۳۶	۲۸	۵۱
۴۳	۳۴	۲۹	۵۱
۸۵	۲۶		
۴	۴۲		
"	"		
۲۸	۴۲		
۱۱	۴۵	۱	۳۳
۲۶	۴۹	۸	۲۹
۱۸	۲۹	۳۷	۳۳
۱۸	۴۲	۲	۳۳
۲۶	۴۲	۸	۳۵
۱	۴۲	۱۱	۲۸
۵۰	۴۲	۲۴	۲۸
۳۱	۴۵	۲۰	۳۳
۲۲	۴۵	۱۹	۲۹
۷۶	۴۱	۵۵	۳۳
۱۴	۲۱	۲	۲۲
۲۶	۲۶	۵۱	۳۳
۱۱	۲۶		
۲۰	۲۶	۳۸	۴۵
		۷	۲۹

آسمانوں اور زمین کو پھر دن میں پیدا فرمایا  
 آسمان کو بنایا اور اُسے وسعتیں بخشیں  
 زمین کا آرام وہ فرش بچھایا  
 ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم غورو  
 فسر کرو

## صفاتِ الہی

(الف) علم الہی  
 اللہ علیم حکیم ہے

اللہ لطیف خبیر ہے  
 جو تم کرتے ہو اُس کو جانتا ہے

جو تمہارے دلوں میں ہے وہ جانتا ہے  
 وہ علیم اور علیم ہے

جمع شدہ



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۴۵	۴۴	۲۰	۵۶
۴۸	۹	۲۳	۸۲
۴۸	۶۶	۲۸	۲
۴۹	۵	۲۹	۸
۴۹	۱	۳۲	۶
۴۹	۳۷	۳۹	۱
۲۶	۴	۳۵	۱۱
۲۶	۲	۳۲	۲۷
۲۶	۲۸		
۲۵	۳۷	۵۰	۱۶
۲۶	۲	۵۰	۱۸، ۱۷
۲۸	۷		
۲۸	۱۹	۵۰	۲۵
۲۰	۷	۲۰	۱۹
۲۷	۲	۳۱	۲۷
۲۰	۲		
۳۳	۲۵	۳۳	۲۵
۳۲	۲	۳۲	۲
۳۲	۲۷	۳۲	۲۷
۳۵	۲	۳۵	۲
۳۶	۵۰	۳۶	۲
۳۶	۵۹		
۳۶	۷۴	۳۵	۱۰

وہ سمیع بصیر ہے

وہ حکیم عظیم ہے

" " " "

" " " "

وہ سمیع عظیم ہے

عمر کی زیادتی اور کمی لوح محفوظ میں درج ہے

وہ بندوں کو اندازے سے نرق دیتے ہیں

انہ بعد اذہ خبیر بصیر

وہ شہ رگ سے قریب ہے

دائیں بائیں دو فرشتے ہر شخص کی ہر

بات لکھ رہے ہیں

جو وہ کہتے ہیں ہم جانتے ہیں

وہ خان آنگھ اور دونوں کے بھیدوں

کو جانتا ہے

اُس کا علم محیط ہے

(ب) قوت و عزت خداوندی

وہ قوی اور عزیز ہے

وہ عزیز اور حکیم ہے

" " " "

" " " "

" " " "

جو عزت چاہتا ہے تو عزت اللہ

کے پاس ہے

اُسے کوئی ہرا نہیں سکتا

وہ عزیز و بابر ہے

وہ عزیز و بخار ہے

" " " "

وہ عزیز و حکیم ہے

وہ عزیز ذی انتقام ہے

اللہ عزیز و حکیم ہے

وہ علی و عظیم ہے

وہ ولی حمید ہے

وہ عزیز و حکیم ہے

" " " "

" " " "

" " " "

اگر اللہ چاہتا تو کفار سے خودی بدلے

لیتا لیکن اس کی حکمت ہے وہ نہیں

آذمانا چاہتا ہے

وہ عزیز و حکیم ہے

(ج) رحمت و مغفرت الہی

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

" " " "

" " " "

" " " "

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۲۸	۴۲	۵	۴۲
۳۰	۴۲	۸	۴۶
۵	۴۳	۱۴	۴۸
۲۲	۴۴	۵	۴۹
۱۲	۴۹	۱۴	۴۹
۲۸	۵۲	۲	۳۴
۳	۴۰	۲۸	۳۵
۳	۴۰	۳۰	۳۵
۲۳	۴۰	۲۳	۴۲
۲۳	۴۱	۱۹	۴۲
		۲۵	۳۳
		۲۵	۳۵
		۵۳	۳۹
		۳۹	۳۹
		۵۴	۳۹
		۵	۴۲
		۱۱	۳۵
		۱۱	۳۵
		۲۳	۴۲
		۲۲	۴۲
		۲۵	۴۲
		۲۵	۴۲
		۲۲	۴۲

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

۔ ۔ ۔ ۔

اللہ غفور رحیم ہے

۔ ۔ ۔ ۔

وہ رحیم و غفور ہے

وہ عزیز و غفور ہے

وہ غفور شکور ہے

۔ ۔ ۔ ۔

وہ اپنے بندوں کے ساتھ لطیف ہے

اگر لوگوں کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ

گرفت کرتا تو کوئی جاندار زندہ نہ رہتا

لیکن اُس نے ایک وقت مقرر فرمادیا

اُس کی رحمت سے مت ناامید ہو

تو بہ کا اسلامی فلسفہ

وقت سے پہلے توبہ کر لو

اگر اُس کی رحمت نہ ہوتی تو فرشتے اہل

زمین کے لیے مغفرت طلب نہ کرتے

اور آسمان پھٹ جاتے

جو نیکی کرتا ہے اُس کی نیکی کا حُسن و بلا

کر دیا جاتا ہے

فنا فی انشخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ

اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے ان

کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے

تو سبکی حقیقت اور شرائط

مایوسی کے بعد بارش برساتا ہے

تھاری تکالیف تھامے اعمال کا نتیجہ

ہیں۔ ویغفوا عن کثیر

تم سے ناراض ہو کر تم قرآن سے تمہیں

محروم نہیں کریں گے۔

وہ العزیز الرحیم ہے

اللہ تعالیٰ تو اَبّ الرحیم ہے

وہ البر الرحیم ہے

گناہ بخشے والا توبہ قبول کرنے والا ہے

ذی الطول

آپ کا رُخ شش والا اور در ذناک مُناب

والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے

(د) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے

وہ آسمانوں اور زمین کا فطر (پیدا

کرنے والا) ہے

۔ ۔ ۔ ۔

انسان کو مٹی سے پھر لطف سے پیدا

فرماتا ہے

پھر جوڑا جوڑا بناتا ہے

ہر عورت اُس کے علم سے حاملہ ہوتی ہے

ہر شے اُس کے قبضہ قدرت میں ہے

وہ ہر عیب سے پاک ہے۔

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیرا فرمایا

۔ ۔ ۔ ۔

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۱۶	۵۰	ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے نزدیک ہیں	۵	۳۹	رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے
۳۸	۵۰	ارض و سما کو چھ دن میں پیدا کیا پھر بھی تھکا نہیں	۶	۳۹	تم سب کو ایک نفس سے پیدا فرمایا
۴۳	۵۰	ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں تمہارا رب وہی ہے جو ہر شی کا خالق ہے	۲۴	۳۹	شفاعت کا مالک اللہ ہے
۶۱	۲۰	انسان کو پیٹے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے تخلیق کے مختلف مرحلوں سے گزارا پھر بچپن، جوانی، بڑھاپا	۲۴	۳۹	آسمان اور زمین اور ملک اُس کے قبضہ میں ہیں
۶۷	۲۰	زندگی کی مختلف منزلوں میں اُس کا سفر حیات جاری رکھا	۱۱	۴۲	وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا تمہیں جوڑا جوڑا بنانے والا بھی وہی ہے
		(۵) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے	۶۲	۳۹	ہر چیز کا خالق اللہ ہے
۲۷	۳۳	اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے	۱۲	۴۲	آسمانوں اور زمین کی کجیاں اُس کے قبضہ میں ہیں
۱	۳۲	" " " " " " " "	۶۳	۳۹	آسمانوں اور زمین میں سب کچھ اُسی کے ہے
۱	۳۵	" " " " " " " "	۲	۴۲	جس کو چاہتا ہے فراخ روزی دیتا ہے
۴۹	۲۱	" " " " " " " "	۱۲	۴۲	جس کو چاہتا ہے تنگ روزی دیتا ہے
۲	۳۲	کسی پر جو رحمت کرنا چاہے کوئی روک نہیں سکتا، جو روکنا چاہے کوئی دے نہیں سکتا	۲۹	۴۲	آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے
۴۷	۴۳	اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے	۵۳	۴۲	" " " " " " " "
۴۸	۴۴	اللہ کا حکم مقرر تقدیر ہے	۸۵	۴۳	" " " " " " " "
۲۱	۳۲	آپ کا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔	۱۲	۴۸	" " " " " " " "
۲۳	۳۲	وہ علیٰ کبیر ہے	۷	۴۸	وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے
			۳۸	۴۲	ہم نے زمین و آسمان کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا
			۳۹	۴۲	ہم نے انہیں حق کے ساتھ پیدا کیا
			۲	۴۸	آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں
			۷	۴۸	" " " " " " " "
			۱۶	۵۰	ہم نے انسان کو پیدا فرمایا

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۱۹	۴۲	جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے وہ قوی عزیز ہے	۳۷	۳۷	میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کثرتاً کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے
۲۴	۴۲	وہ باطل کو مٹاتا ہے حق کو غلبہ دیتا ہے	۳۹	۵۲	تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اُس کے بغیر تمہارا کوئی کارساز نہیں
۳۱	۴۲	وہ علیم و قدیر ہے	۳۵	۱۶	اگر چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور کوئی دوسری قوم لے آئے
۵۰	۴۲	وہ شدید العقاب ہے	۳۵	۴۱	آسمانوں اور زمین کو سرکنے سے اُس نے روکا ہوا ہے
۴	۴۰	وہ درجات بلند کرنے والا عرش کا مالک ہے	۳۵	۴۴	اُسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا
۱۶	۴۰	آج بادشاہی اللہ واحد قہار کی ہے	۳۶	۱۲	ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اُن کے اعمال کو لکھتے ہیں
۸	۴۴	وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو پیدا کر کے ٹھک نہیں گیا	۳۶	۸۲	کُنْ فَيَكُونُ
۳۳	۴۶	وہ مردوں کو پھر زندہ کرے گا۔	۳۸	۸۵	بے شک تو بہت بخشنے والا ہے
۳۳	۴۶	باتیل میں ہے وہ ٹھک گیا اور اُس نے آرام کیا۔	۳۹	۵	(الوہاب) تفسیر شمس و قمر، یہ نظام ایک تفریق تک پہنچ رہا ہے
۱۴	۴۸	جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے	۳۹	۴۲	موت اور نیند دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ رُوح کو قبض کر لیتا ہے
۵۸	۵۱	اللہ رزاق ہے قوت والا ہے	۳۹	۶۷	جسے چاہتا ہے فراخ روزی دیتا ہے جسے چاہتا ہے تنگ تقسیم رزق میں بڑی حکمتیں ہیں
۶۸	۴۰	وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے	۳۹	۶۷	اللہ کی بے پایاں قدرت، زمین اور آسمان اُس کی دائیں مٹھی میں ہے
		(و) اللہ تعالیٰ کی ہدایت دیتا ہے	۴۲	۹	وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے
۱۳	۴۲	اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لیے چُن لیتا ہے اور جو صدق دل سے جھگٹتا ہے اُس کو ہدایت دیتا ہے	۴۲	۴۲	ہر چیز پر قائل ہے اُس آیت کی تفسیر



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۲۳	۵۲	۲۲	۲۲
		۲۲	۲۲
		۲۹	۹
۲	۳۳	۲۹	۳۹
۳	۳۳	۳۹	۳۹
۲۸	۳۳	۲۳	۳۹
۶۲	۳۳	۸	۲۲
۱۰	۳۵	۲۰	۲۲
۱۵	۳۵	۱۰	۲۲
۲۳	۳۵	۳۲	۲۰
۶۸	۳۶	۲۰	۳۹
۲۷	۲۲	۸۲	۲۳
۳۸	۲۷	۲۶	۲۱
۲۳	۲۸	۱۵	۵۰
		۲۹	۵۰
۲۹	۵۰	۳۸	۵۰
		۵۷	۵۱

جن کو وہ شریک ٹھہرتے ہیں اللہ تعالیٰ  
ان سے پاک ہے

(ط) متفرق

اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے اور سیدھی راہ کی  
ہدایت دیتا ہے  
اللہ وکیل کافی ہے

اللہ کی سنت میں تو تبدیلی نہیں پائے گا  
پاکیزہ کلمے اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں  
اور عمل صالح اس کے درجے کو بلند  
کرتے ہیں

لوگ محتاج ہیں اللہ غنی ہے  
اللہ کی سنت میں تو تبدیلی نہیں پائے گا  
جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی  
قوتیں کمزور کر دیتے ہیں

اگر سب بندوں کو اللہ تعالیٰ کشادہ  
روزی دیتا تو وہ باغی بن جاتے لیکن  
وہ اندازے سے رزق دیتا ہے

اللہ غنی ہے اور تم فقرا رہو  
اللہ کی سنت ہے کہ آخر کار حق غالب  
آتا ہے اور باطل شکست کھاتا ہے  
اس سنت میں رد و بدل نہیں ہو سکتا  
میرا فیصلہ میرے نزدیک بدلتا نہیں

شانِ اجتماع کی تشریح  
جم جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں  
اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے  
محبت کرتا ہے

(ز) وہ کسے ہدایت نہیں دیتا اور  
محبت نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ تجھ کو اورنا شکرے کو ہدایت  
نہیں دیتا

جسے خدا گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت  
نہیں دے سکتا

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں  
وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا

اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا  
ہر سنگ تیرے سرش کے نل پر وہ ٹہر لگا دیتا ہے

(ح) وہ ہر عیب سے پاک ہے

وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا  
زمین و آسمان اور عرش کا رب ان کے

بیان کردہ خرافات سے پاک ہے  
اب کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا

کائنات کو پیدا کر کے ہم تم تک نہیں گئے  
ہم بندوں پر ظلم نہیں کرتے

ہمیں تم کا وٹ نہیں ہوتی  
میں ان سے رزق طلب نہیں کرتا

# سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

سورۃ نمبر	آیت نمبر	موضوع	سورۃ نمبر	آیت نمبر	موضوع
۵۱	۴۲	انبیاء پر نازل وحی اور خطابِ الہی کے مختلف طریقے			(الف) نبوت و رسالت
۲۹	۴۸	مضمون کی رسالت کا اعلان	۳۳	۳۳	نبوت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف
۵۵	۵۱	آپ نصیحت کیا کریں کیونکہ نصیحت کرنا مومنین کے لیے نفع مند ہے	۴	۳۳	رسولوں سے تبلیغ حق کا پختہ وعدہ لیا گیا جو کام اللہ تعالیٰ نبی پر فرض کرے اس کو بحالانا ضروری ہوتا ہے
۲۹	۵۲	آپ نصیحت کیا کریں اللہ کے احسان سے نہ کاہن ہیں نہ جنوں	۳۸	۳۳	مضمون کی کثرت ازواج پر یہود و نصاریٰ کا اعتراض اور اس کا جواب
۱۴	۴۱	کفار کا عقوبہ کو تحقیق حق کے لیے بھیجنا قرآن کریم سن کر اس کا دنگ رہ جانا	حاشیہ	۳۳	انبیاء و رسل اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے
		(ب) رحمت و خلقِ عظیم	۳۹	۳۳	حق آیا باطل کی قوت کا خاتمہ ہو گیا بر امت میں ڈیلنے والا بھیجا گیا ہے
۶	۳۳	اپنی امت کے ساتھ مضمون کی حد و حجت میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر اللہ کے ہاتھ	۲۹	۳۴	قسم ہے قرآن کی آپ رسولوں میں سے ہیں
۲۷	۳۲	آپ بدکاروں کے لیے آزر دہ خاطر نہ ہوں	۳۳	۳۵	آپ سیدھی راہ پر ہیں
۸	۳۵	میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تمکلف کرنے والوں سے ہوں	۳	۳۶	آپ کی بعثت کا مقصد
۱۵	۴۲	آپ بھی دین حق کی طرف دعوت ہی بھیجئے عظیم آیت = دس میں دس احکام ہیں	۱۷۲، ۱۷۱	۳۷	اللہ کے رسول ہی آخر کار فتح یاب ہوتے ہیں
۱۵	۴۲	کیا آپ بہرہ وں اور اندھوں کو راہ دکھانا چاہتے ہیں	۱۷۳		سب انبیاء روحِ ہدایت ہیں، جیسے علیہم السلام کو حکم ہے کہ دین کو قائم کریں
۴۰	۴۳	ہم ان منکرین کو جلدیاد باریضہ و رمزا دیں گے	۱۳	۴۲	آپ کا فرض تبلیغ حق ہے آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔
۴۱	۴۳		۲۸	۴۲	

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۳۳	۴۰	۴۴	آیت نمبر ۱۲
۳۳	حاشیہ آیت ۴۰		کاشیہ
۳۳	۴۶	۴۷	۱۹ مع حاشیہ
۳۳	حاشیہ آیت ۴۶	۴۷	۵۵
۳۳	۵۰ مع حاشیہ	۴۷	۴۹، ۴۰
۳۳	۵۱	۴۷	۴۰
۳۳	۵۲	۴۷	۴ مع حاشیہ
۳۳	۵۳		
۳۳	۵۶	۳۳	۵ مع حاشیہ
۳۳	۵۶	۳۳	۶
۳۳	حاشیہ	۳۳	۶
۳۳	آیت نمبر ۵۶	۳۳	۶ مع حاشیہ
۳۳	۵۷	۳۳	۲۱
۳۳	۵۷	۳۳	آیت ۱۲ کا حاشیہ
۳۴	۲۸	۳۳	۳۷
۳۵	۲۷	۳۳	۳ مع حاشیہ

کہ میں شدید قحط، اوسفیان کا درتیں  
حاضر ہو کر اتمام رسد عاکرنا حضور کی  
دعا اور بارش

واستغفر ل ذنب و للمؤمنین  
اپنی اُمت کی مغفرت کے لیے دعا

مانگئے اور صبح شام تسبیح و تحمید کیجئے  
کفار کی اذیت رسائی پر صبر کی تلقین اور

ہر لحظہ ذکر الہی کی تاکید  
حضور کوئی اجر نہیں مانگتے

صبر کی تلقین محض تائیس و دہجونی کے  
لیے ہے

### ح) شانِ مصطفویٰ

حضرت زید کی محبت بے پایاں اور  
اُس کی برکات

الذبی اولیٰ بالمؤمنین

حضور کی ازواجِ مؤمنوں کی باتیں ہیں  
انبیاء کے ذکر میں حضور کو مقدم کیا کیونکہ  
حضور اول المخلوق ہیں

اہل ایمان کے لیے رسول کی ذات  
بہترین نمونہ ہے

اُسوۃ حسنہ کی تشریح

حضرت زید کے بارے میں فرمایا جس پر اللہ  
نے انعام فرمایا اور آپ نے انعام فرمایا

اس واقعہ کا تفصیلی تجزیہ

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۶	۸	۳۶	۸
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۸	۳۵	۳۸	۳۵
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۸	۳۹	۳۸	۳۹
۳۹	۱۲	۳۹	۱۲
۳۹	۳۶	۳۹	۳۶
۴۲	۴۳	۴۲	۴۳
۴۲	۵۲	۴۲	۵۲
۴۲	۵۳، ۵۲	۴۲	۵۳، ۵۲
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۳	۴۴	۴۳	۴۴
۴۳	۸۸	۴۳	۸۸
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۴	۳۵	۴۴	۳۵
۴۸	۲	۴۸	۲
۴۸	۲	۴۸	۲
۴۸	۸	۴۸	۸

ابو جہل کا حضور کو پتھر مارنے کے ارادہ سے آگے بڑھنا اور اس کا انجام قرآن کی قسم حضور سچے نبی ہیں حضور کی حکومت کا دائرہ سلطانی حکومت سے کہیں وسیع تھا جب حضرت یسماں کو اختیار کیا دیا تو تیرہ الرسل کو کیا نہ دیا ہوگا میں ڈرنے والا ہوں حضور اقول المسلمین ہیں وہ آپ کو اپنے بتوں سے ڈرتے ہیں کیا اللہ آپ کی مدد کے لیے کافی نہیں میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا الا المودۃ فی القربی (اس کی وضاحت) اعلان نبوت سے پہلے کیا حضور کو کتاب و ایمان کا علم نہ تھا؟ فیصلی بحث آپ صراط المستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں الخ

لے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے وجہ عزت و شرف ہے حضور کے قول کی قسم (وقیلہ) مزاج پر انوار سید البراءت سے افضل ہے شیخ ابو کرب کا مشرف باسلام ہونا حضور کی خدمت میں عرض نہ کریں حضور کے پہلے پہلے غلاموں سے ہوں مجھے روز قیامت

فراموش نہ فرمائیے۔ ابو ایوب انصاری کا وہ عرض پیش خدمت کرنا حضور کا تیغ کے ایمان کو قبول فرمانا اور شفاعت کا ذمہ لینا بارگاہ رسالت میں فریاد شکر نہیں عین ایمان اور پاکان امت کا معمول ہے میری رسالت کا خدا گواہ ہے لا ادری ما یفعل بنی ولا لکوالا یہ کی تشریح جنات بھی حضور کے امتی ہیں۔ ان کا بیان سُننا، اس پر ایمان لانا، اپنی قوم میں واپس جا کر تبلیغ اسلام کرنا حضرت سواد ابن کارب کا ایک جن کے کہنے پر ایمان لانا اور بارگاہ رسالت میں یہ قصیدہ پیش کرنا و اناک ما ہون علی کل غائب آپ صبر کیجئے جس طرح اولو العزم رسول اللہ نے صبر کیا عصمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وامستغفر لذنوبک وللمؤمنین) ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی عصمت نبوت (لیغفر لک اللہ ما لقد) من ذنوبک وما تاخذ حضور بر اللہ نے اپنی نعمت تمام کر دی اور آپ کی زبردست مدد فرمائی آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۲۹	۲۶	۲۸	۹ مع حاشیہ
۳۰	۲۷	۲۸	۱۰
۲۹	۲۹	۲۸	۱۰
۹ مع حاشیہ	۲۹	۲۸	۱۸
۷۸ مع حاشیہ	۲۰	۲۸	۲۷
۳۳	۳۳	۲۸	۲۸
۳۳	۳۳	۲۸	۵۲
۲۹	۳۳	۲۸	۳۴
۲۹	۲۹	۲۹	۳۶
۲۹	۲۹	۲۹	۳۶
۳	۲۹	۲۹	۳۶

### (۵) آداب نبوت

۲۹	۲۶	۲۸	۹ مع حاشیہ
۳۰	۲۷	۲۸	۱۰
۲۹	۲۹	۲۸	۱۰
۹ مع حاشیہ	۲۹	۲۸	۱۸
۷۸ مع حاشیہ	۲۰	۲۸	۲۷
۳۳	۳۳	۲۸	۲۸
۳۳	۳۳	۲۸	۵۲
۲۹	۳۳	۲۸	۳۴
۲۹	۲۹	۲۹	۳۶
۲۹	۲۹	۲۹	۳۶
۳	۲۹	۲۹	۳۶

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۳	۳۳	حاشیہ آیت نمبر ۳۳	۲۹
حاشیہ ۳۳	۳۳	۳۳	۲۹
حاشیہ ۳۳	۳۳	۳۳	۲۹
۳۳	۳۳	حاشیہ آیت نمبر ۳۳	۲۹
۳۳	۳۳	۵	۲۹
۳۳	۳۳		
حاشیہ آیت نمبر ۳۳	۳۳		
۵۹	۳۳	۲۹، ۲۸	۳۳
حاشیہ ۵۹	۳۳		
حاشیہ ۲۳	۴۲		
۲۱	۳۳	۳۰	۳۳
۳۶	۳۳	۳۱	۳۳
۳۶	۳۳	۳۲	۳۳
۷۱	۳۳	۳۳	۳۳
۱۸	۴۵	حاشیہ آیت نمبر ۳۳	۳۳

بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا حکم  
 علماء صلحاء کا ادب  
 حجرات کے باہر سے آواز دینا نادانی ہے  
 و قدر نبی مہتمم کی آمد اُن کا طہ نہ عمل  
 اور فریادیں  
 حضورؐ کی آمد کا صبر سے انتظار کرو

**(د) اہل بیت نبوت**

فتوحات سے پہلے ازواج مطہرات کی  
 درویشانہ زندگی، فتوحات کے بعد  
 اُن کے مطالبات، ارشادِ الہی کہ اگر  
 تمہیں مال و اسباب چاہتے تو آؤ تمہیں  
 رخصت کر دیا جائے اور اگر تمہیں اللہ  
 اور اُس کا رسول چاہیے تو تمہیں اجرِ عظیم  
 ملے گا۔ ازواج مطہرات نے اللہ اور  
 رسول کو پسند کیا۔

جو تم میں سے کھلی تھلپی کرے گی اُس کو  
 دُگنی سزا ملے گی  
 جو تم میں سے فرمان بردار ہوگی اُسے  
 دُگنا اجر ملے گا اور رزقِ کریم  
 اُسے ازواجِ النبی تم عام عورتوں کی مانند  
 نہیں ہو  
 پردہ کا حکم  
 اُمّ المؤمنین صدیقہؓ پر شیعہ کا اعتراض  
 اور اُس کا رد

جنگِ جمل کے تفصیلی حالات  
 اُقتلوا النعثل والی روایت جھوٹی ہے  
 اُمّ المؤمنین اور امیر المؤمنین کے دلوں  
 میں باہمی قدر و منزلت  
 نماز، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اُس کے رسولؐ  
 کی اطاعت کا حکم  
 اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے جس دُور  
 کرنے کا ارادہ کرتا ہے

کیا ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل  
 ہیں یا نہیں تفصیلی بحث، شیعہ کا نقطہ نظر  
 اُن کے دلائل اور اُن کا رد

ازواج و بنات کے لیے پردہ کا خصوصی حکم  
 حضورؐ کی چار صاحبزادیاں تھیں  
 الا المودّۃ فی القربیٰ کی تشریح

**(ز) حضورؐ کی اطاعت**

اہل ایمان کے لیے حضورؐ کی ذات میں  
 بہترین نمونہ ہے

اللہ اور اُس کے رسولؐ کے فیصلہ کے بعد  
 کسی مومن مرد یا عورت کو کوئی اختیاریہ  
 نہیں رہتا

اللہ اور رسولؐ کا نافرمان کھلا گمراہ ہے  
 حضورؐ کا مطیع ہی فوزِ عظیم حاصل کرے گا

شریعت کی پابندی کا حکم اور ابو ایمن کی  
 متابعت کی ممانعت

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
		۴۲	۳۳
		۴۸	۱۷
۲	۳۹	۴۸	۱۷
۳	۳۹	۴۹	۱
۲۲	۳۹	۴۹	۱۴
۱۸	۴۵		
۲۸	۴۸	۳۳	۱
۱۰	۴۹	۳۳	۳۳
۱۱	۴۹	۳۳	۲
۱۱	۴۹	۳۳	۳
۱۱	۴۹	۳۳	۲۸
۱۱	۴۹	۳۹	۳۰
۱۱	۴۹	۳۹	۴۶
۱۲	۴۹		
۱۲	۴۹	۴۱	۶
۱۲	۴۹	۴۳	۴۳
		۴۵	۱۸
		۴۶	۹
۳	۴۹	۴۷	۱۹
		۵۲	۴۸
		۵۲	۴۹

## (ط) اسلام

دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے  
اُس کی عبادت کرو  
خبردار دین خالص فقط اللہ کے لیے ہے  
جس کا سینہ وہ اسلام کے لیے کھول دے  
وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے  
شریعت کی پابندی کا حکم اور جاپوں کی  
خواہشات سے اجتناب کی تاکید

دین اسلام کو سب دینوں پر اللہ تعالیٰ  
غلبہ دینا چاہتا ہے  
مکارم اخلاق کی تعلیم مسلمان بھائی بھائی  
ہیں اگر لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو  
ایک دوسرے کا مسخر نہ اڑاؤ  
ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ  
بڑے القاب سے یاد نہ کرو  
بئس الاسواق الفسوق بعد الایمان  
سورجن سے بچو  
ایک دوسرے کی جاسوسی مت کرو  
غیبت نہ کرو یہ تو مردہ بھائی کا گوشت  
کھانا ہے  
نسب اور رنگ و جبر شرف نہیں  
ان کو مکہ عندا اللہ اتقاہو جو تم میں سے  
زیادہ تقی ہے وہ اللہ کے نزدیک مت الہ ہے  
شعوب قبائل پہچان کے لیے ہیں

اطاعت خدا اور رسول کا حکم  
جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت  
کرے گا اُس کو جنت میں لے گی  
اور جو منہ پھیرے گا اُس کو عذاب الیم  
اطاعت رسول کا حکم  
اگر اللہ اور رسول کی اطاعت کر دے  
تو تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی

## (ح) اطہارِ عبادت

اللہ سے ڈرے  
کفار و منافقین کی اطاعت کی ممانعت  
اتباع وحی کا حکم  
اللہ پر توکل کا حکم  
انک میت و انہم میتون  
اللہ کی عبادت کرو اور شکر گزار بندوں  
میں شامل ہو جاؤ  
قل انما انا بشر مثلكم  
قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہیے  
شریعت کی پابندی کا حکم  
وما ادری ما یفعل بی ولا بکو  
استغفر لذنبک وللمؤمنین  
اپنے رب کے حکم پر صبر کیجیے  
اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کیجیے

۳ مع حاشیہ

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۹	۱۷	۲۹	۱۷
اُس نے تمہیں ہدایت دی		اسلام لانے کا احسان اللہ پرمت بجلاؤ۔ یہ اُس کا احسان ہے کہ	

## انبیاء علیہم السلام

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۸	۸۴	۴۰	۱۵
۸۳	۳۷	۴۰	۵۱
۸۲	۳۷	۴۰	۷۸
۸۵	۳۷	۴۰	۷۸
۳۸	۹۳	۳۸	۷۲
۳۸	۹۶	۳۸	۷۲
۳۸	۹۸	۳۸	۷۲
۳۸	۹۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۰۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۱۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۲۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۳۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۴۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۵۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۶۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۷۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۸۹	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۰	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۱	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۲	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۳	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۴	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۵	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۶	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۷	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۸	۳۸	۷۲
۳۸	۱۹۹	۳۸	۷۲
۳۸	۲۰۰	۳۸	۷۲



سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۱۱۳	۳۷	۱۱۱	۱۰۸
۱۱۴	۳۷	۱۱۲	۳۷
۴۷	۴۵	۴۵	۳۸
۱۰۵	۱۰۲	۴۶	۳۸
۳۷	۳۷	۴۷	۳۸
۱۱۱	۱۰۸	۴۷	۴۳
۴۸	۳۸	۴۸	۳۸
۴۳	۳۸	۲۵	۲۴
۴۳	۳۸	۲۶	۳۸
۴۴	۳۸	۲۸	۵۱
۴۴	۳۸	۳۰	۵۱
۴۴	۳۸	۳۰	۵۱
۴۴	۳۸	۳۱	۵۱
۱۰	۳۴	۱۲۳	۳۷
۱۱	۳۴	۱۲۴	۳۷
۱۱	۳۴	۱۲۷	۳۷
۱۴	۳۸	۱۱۲	۳۷
۱۹	۱۸		

ہم نے آپ پر اور اسٹیج پر برکت دی  
ان کی اولاد میں کچھ نیک ہیں اور کچھ ظالم  
حضرت اسحاق، آپ کی صفات حمیدہ

### اسماعیل علیہ السلام

آپ کی ذبح کا ایمان افزہ واقعہ  
کیا ذبح آپ تھے تحقیق  
آپ کا ذکر باقی رہے گا  
آپ اخبار میں سے تھے

### ایوب علیہ السلام

آپ کی آزمائش، آپ کی دعا  
آپ پر عنایات خداوندی  
قسم پورا کرنے کا طریقہ  
نعم العبد انما اواب کا خطاب

### داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام کو فضیلت بخشی، پہاڑ  
اور پرندے اُن کے ساتھ مل کر تسبیح سمیٹتے  
لوہے کو نرم کر دیا  
آپ کو زرہ بنانے کا فن سکھایا  
زرہ سازی کے ساتھ ساتھ نیک کام  
کرنے کا حکم دیا  
آپ بڑے طاقتور تھے  
پہاڑ، پرندے سب اُن کے فرمانبردار تھے

آپ کا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا  
حضرت اسحاق کی بشارت  
ابراہیم، اسحاق، یعقوب بڑے طاقتور  
اور روشن دل تھے (ادنی الاید  
والابصار)

وہ ہمیشہ یاد آخرت میں لگے رہتے  
یہ چیتے ہوتے پسندیدہ لوگ تھے  
حضرت ابراہیم کا اپنے باپ اور قوم  
کو وعظ

ابراہیم کے پاس انسانی شکل میں فرشتوں  
کی آمد، آپ کا گوشت جھون کر پیش کرنا  
فرشتوں کا بیٹے کی بشارت دینا  
حضرت سارہ کا اس پر متعجب ہونا،

فرشتوں کا جواب  
کیا اس سے ماتم کا جواز ثابت ہوتا ہے؟  
فرشتوں کا بتانا کہ وہ قوم لوط کو برباد  
کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں

### الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس رسول تھے  
اپنی قوم کو دعوت تو سعید  
قوم نے آپ کو جھٹلایا  
اُن کا ذکر خیر، اُن پر سلام  
اسحاق علیہ السلام  
آپ کی بشارت

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۱ تا ۳۳	۳۸	۲۰	۳۸
مع خواستی			آپ کو ملک، ہجرت اور فصل الخطاب کا انعام دیا گیا
۳۲	۳۸	۲۵ تا ۲۱	۳۸
			آپ کے حجرہ عبادت میں دو فرقیوں کا ایسا نیک جانا، آپ کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرنا تفصیلی تذکرہ
۳۵	۳۸	۲۵	۳۸
		آیت نمبر ۲۵	۳۸
۳۶	۳۸	کاحاشیہ	۳۸
			پائیل کی آپ پر ہمت اور اس کی تحقیق
۳۸، ۳۷	۳۸	۲۶	۳۸
			آپ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا گیا
۳۹ مع حاشیہ	۳۸	۲۶	۳۸
			آپ کو عدل قائم کرنے کا حکم اور توحش نفس کی اتباع سے ممانعت
۴۰	۳۸		
حاشیہ آیت	۳۸		
نمبر ۴			
			<b>سُليمان عليه السلام</b>
		۱۲	۳۴
			ہوا کہ آپ کے ماتحت کر دیا، صبح و شام ایک ماہ کی مسافت طے ہوتی
		۱۲	۳۴
			عین القطر جنات کو بھی ان کا تابع فرما بنا دیا گیا
		۱۳	۳۴
			جنات آپ کے لیے مختلف چیزیں بناتے، پختہ عمارتیں، جھنڈے، نعن، دیگیں وغیرہ
		۱۳	۳۴
			آپ کو شکر ادا کرنے کا حکم
		۱۴	۳۴
			جنات کو آپ کی وفات کا کیسے علم ہوا
		۱۲	۳۴
			حیات انبیاء علیہم السلام
		۳۰	۳۸
			سُليمان عليه السلام کو نعم العبادۃ اواب فرمایا گیا
		۳۳ تا ۳۱	۳۸
			آپ کا تھوڑوں کو ملاحظہ کرنا، اس لیے
			میں روایات کی تحقیق
			آپ کی آزمائش (اسرائیلی آیات کی ہمت)
			آپ کی دعا
			ہوا آپ کے ماتحت تھی
			سب شیطان (دیو) بھی ماتحت کر دیئے، (کوئی معمار کوئی غوطہ خور)
			یہ ہمارا انعام ہے چاہے پاس رکھ چاہے کسی کو دے دے عام اجازت ہے
			آپ بڑے مقرب، آپ کا انجام بہت عمدہ
			جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ شان ہے تو محبوب رب العالمین کی شان کیا ہوگی
			<b>صلح علیہ السلام</b>
			آپ کی قوم ثمود کی سرکشی اور تباہی
			آپ کی قوم نے گمراہی کو ہدایت پر ترمیم
			دی اور بچک و برباد ہوئی
			<b>عیسیٰ علیہ السلام</b>
			ابن مریم کے ذکر پر اہل مکہ کا شور و غل
			حالانکہ وہ چارابندہ ہے جس پر ہم نے انعام فرمایا
			آپ قیامت کی نشانی، تفصیلی بحث
			آپ کی آمد اور وعظ کائنات کی جہاد کیا کرد
			عیسائی فرقوں کا اختلاف

سورہ نمبر	آیت نمبر	میں تھاری سنگ باری سے اپنے لب کی پناہ مانگتا ہوں	سورہ نمبر	آیت نمبر	لو ط علیہ السلام
۲۲، ۲۱، ۲۰	۴۴	مصر سے ہجرت کا حکم، بحر احمر کو عبور کرنے کی ہدایت اور ان کے غرق ہونے کی خبر	۱۳۳	۳۷	آپ رسول تھے
۲۴، ۲۳	۴۴	فرعون کی غرقابی، اتنے باغات، محلات و وہ پچھے چھوڑ کر چلے گئے	۱۳۷، ۱۳۶	۳۷	آپ کی نجات اور منکرین کی تباہی
۲۸، ۲۵	۴۴	نہ ان پر آسمان رو یا نہ زمین	۶۹	۳۳	موسیٰ و ہارون علیہما السلام
۲۹	۴۴	ہم نے بنی اسرائیل کو تکبر فرعون سے نجات دی	۶۹	۳۳	آپ پر قوم نے جو الزام لگایا اللہ نے اس سے آپ کو بری کر دیا
۳۱، ۳۰	۴۴	بنی اسرائیل کو چن لیا	حاشیہ آیت نمبر ۶۹	۳۳	آپ اپنے رب کے ہاں بڑے معزز تھے
۳۳، ۳۲	۴۴	سلطان مہین کے ساتھ آپ کا فرعون کے پاس جانا، اس کی روگردانی اور غرقابی	۱۱۴	۳۳	قوم کا آپ کے ساتھ معاندانہ رویہ، بحوالہ یائیل
۳۹، ۳۸	۵۱	حضرت موسیٰ کو دلائل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا گیا	۱۱۴، ۱۱۵	۳۷	ہم نے موسیٰ و ہارون پر احسان فرمایا
۴۰	۴۰	فرعون ان کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور کھورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا	۱۱۸، ۱۱۷	۳۷	انھیں اور ان کی قوم کو غلامی کے عذاب سے نجات دی
۲۵	۴۰	فرعون کا عنیض و غضب، بیتھاڑین بدل دے گا۔ یہ قہنہ و فساد کی آگ بھڑکا دے گا۔	۱۲۱، ۱۱۹	۳۷	ان کے ذکر کو دوام بخشا
۲۴	۴۰	فرعون کی دھمکی کے جواب میں آپ کا ارشاد (اتی عدت برتی)	۲۶	۴۳	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ
۲۷	۴۰	قوم فرعون کا مومن حضرت کلثم کا دفاع کرتا ہے اور انھیں بڑے متواتر انداز میں نصیحت کرتا ہے	۴۹ مع حاشیہ ۵۲، ۵۱	۴۳	فرعون کا آپ کو ساعہ کہنا
۳۵، ۲۸	۴۰	فرعون کی بے بسی	۵۳	۴۳	فرعون کا اتر آنا کہ میں مصر کا مالک نہیں یہ دریا اور نہریں میری ہیں اور موسیٰ مہین ہیں
۲۹	۴۰	قوم فرعون کی گمراہی اور تباہی	۵۸، ۵۵، ۵۴	۴۳	آپ کا فرعون سے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا مطالبہ اور سرکشی سے باز آنے کی نصیحت
			۱۸، ۱۷	۴۴	
			۱۹		

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۵، ۲۴	۴۶	۳۷	۴۰
۳۲، ۳۱	۵۱	۳۸ تا ۳۴	۴۰
۱۶، ۱۵	۴۱	۴۵	۴۰
۱۳۹	۳۷	۴۶	۴۰
۱۴۰	۳۷	۴۵	۴۱
۱۴۲	۳۷		
۱۴۵ تا	۳۷		
۱۳۸			
۱۳۸، ۱۳۷	۳۷	۷۶، ۷۵	۳۷
		۷۷	۳۷
۱۶، ۱۵	۳۴	۸۰، ۷۹، ۷۸	۳۷
۱۷		۸۱	۳۷
سوحاشی		۴۶	۵۱
۱۸	۴۳		
		۲۶ تا ۲۱	۴۶
۱۹	۳۴		
۲۰	۳۴	۲۲	۴۶
۱۹ تا ۱۳	۳۶		
		۲۶	۴۶

فرعون قوم کی توجہ حضرت موسیٰ سے  
پہنانے کے لیے ہامان کو ایک بلند بنانا  
تعمیر کرنے کا حکم دیتا ہے  
مومن آل فرعون کا دوسرا وعظ  
اللہ نے اس مومن کو فرعون کے شر سے  
بچالیا  
فرعون کی تباہی، فرعون کی صبح و شام  
آگ پر پیش کیے جاتے ہیں  
موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی  
لوگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا

### نوح علیہ السلام

حضرت نوح کی فریاد اور اس کی قبولیت  
ان کی اولاد کو باقی رکھا  
ان کا ذکر خیر ہمیشہ ہوتا رہے گا  
ان کے مخالفوں کو غرق کر دیا  
آپ کی قوم بھی نافرمان تھی

### ہود علیہ السلام

حضرت ہود کی قوم عاد کے حالات ،  
احتجاج کا محفل و وقوع  
قوم کا آپ پر الزام کہ تم ہمیں ہمارے  
خداؤں سے برگشتہ کرنا چاہتے ہو  
ہم نے عاد کو زمین میں قوت بخشی انھیں  
کان، انکھیں اور دل دیئے لیکن سب بے ہود

ان کی بربادی  
آپ کی قوم عاد پر جحش کا چلنا اور ان کا  
بلیا میٹ ہو جانا

### یونس علیہ السلام

حضرت یونس رسولوں میں سے ہیں  
آپ کا اپنی قوم سے بھاگ جانا  
مچھلی کا آپ کو نگل جانا  
پھر اُس کا ساحل پر آپ کو اگل دینا  
ذخیرہ حالات

پھر قوم کے پاس واپسی اور ان کا ایمان  
بعض دوسری قومیں

قوم سب کے حالات، ان کا آب پاشی کا  
بہترین نظام، ان کے ٹکک کی زرخیزی  
ان کی نافرمانی، سیلِ عرم اور ان کی  
بربادی

ان کی خوشحالی کے دور میں رکھیں، باہتین  
تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سر آئیں

ان کی ناشکری اور تباہی  
ابلیس نے اپنا من سچ کر دکھایا

اصحاب القریہ کے پاس رسولوں کا آنا  
ان کا ایمان لانے سے انکار، رسولوں  
پر الزام تراشی



سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۱۰	۳۵	عمل صالح انسان کو بلند کرتا ہے	۲۰	۳۶	ایک مرد مومن کی آنداس کا اظہار ایمان
۱۱	۳۵	تخلیق انسان	۲۱	۳۶	پیغمبروں کی اطاعت کی تلقین
۳۸	۳۵	کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا	۲۳، ۲۲	۳۶	اپنے مومن ہونے کی وجہ
۱۸	۳۵	جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ اپنا بھلا	۲۵، ۲۴		
۱۸	۳۵	کرتا ہے	۲۷، ۲۶	۳۶	اُس کی شہادت، بارگاہِ الٰہی میں اُس
۱۹	۳۵	اندھا اور بیمار، ظلمت اور نور، سایہ اور			کی مقبولیت
		دُھوپ برابر نہیں	۲۹	۳۶	اصحابِ قریم کی بربادی (تفصیلی جائزہ)
۲۰	۳۵	زندہ اور مرے برابر نہیں	۳۷	۳۶	قومِ شیخ، ایک شیخ کا مسلمان ہونا اور
۲۸	۳۵	اللہ سے عطا ہوئی ڈرتے ہیں، عہد کی			حضور کی خدمت میں شفاعت کے
حاشیہ		حقیقت			لیے عرضیہ لکھنا
۲۷	۳۸	انسان کی تخلیق ایک بوندِ پانی سے اور			انسان اور اُس کی عظمت کا
		پھر وہ سرکشی کرتا ہے۔ زمین، آسمان اور			قرآنی تصور
		یاقہا کو عبت پیدا نہیں کیا گیا۔			
۲۸	۳۸	کیا ہم نیکیوں اور بدکاریوں کو، پرہیزگاروں	۴	۳۳	انسان کے سینہ میں صرف ایک ہی آل
		اور فاجروں کو ایک جیسا بنا دیں گے۔			ہے (اس کی حکمت)
۷۲	۳۸	میں نے انسان کو درست کیا، اُس میں	۷۲	۳۳	آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے مابین
		اپنی رُوح پھونکی، اُسے فرشتوں سے سجدہ کرو			کون اٹھایا انسان نے اٹھایا
۸۳، ۸۲	۳۸	شیطان کا اعتراف، میں تیرے منہ سے	۷۳	۳۳	اس کی حکمت
		بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا	۱۱	۳۴	دستکاری میں کوئی عیب نہیں جو کام
۷	۳۹	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ناشکری کو			کرو بڑی جہنمندی سے کرو۔
		پست نہیں کرتا اور شکر کو پست نہ کرتا ہے۔	۲۵	۳۴	ہر شخص سے اُس کے اعمال کے بارے
		(مشیت اور رضائیں فرق)			میں باز پرس ہوگی
۷	۳۹	کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا	۲۶	۳۴	سب منکرین کو خوردِ فکر کی دعوت۔
۴۹	۳۹	تخلیق کے وقت انسان فرمایا کرتا ہے			دو دو مل کر یا اکیلے اکیلے کھڑے ہو کر سوچو
		اور نعمت کے وقت شکر کرنے لگتا ہے			کیا یہ نبی کریم مومن ہے

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
حاشیہ آیت نمبر ۵	۴۹	۴۳	۳
۱۲	۴۹	۳۳	۴۰
۵۰	۵۱	۳۹	۱۰
		۳۹	۲
۶۹	۳۳	۳۹	۱۴، ۱۳، ۱۱
حاشیہ ۶۹	۳۳	۳۹	۱۲
۱۱۶، ۱۱۵	۳۷	۴۲	۲۷
۱۸، ۱۷	۴۲	۴۵	۱۴
۲۴، ۲۳	۴۲	۴۵	۱۹، ۱۸
۳۱، ۳۰	۴۲	۴۶	۱۵، ۱۴
۳۲		۴۶	۱۶
۳۳	۴۲	۴۶	۳۵
۱۶	۴۵	۴۷	۳۸
۱۷	۴۵	۴۹	۹
		۴۹	۹
		۴۹	۹
		۴۹	۹
		۴۹	۱۰
۸	۳۵		
۱۰، ۳۷	۳۶		
۸	۴۲		

## اوامر

اللہ پر توکل کرو

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بات  
کہا کرو

اپنے رب سے ڈرتے رہو

دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے  
اس کی عبادت کرو

" " " " " " " "

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے  
پہلے ایمان لاؤں

موت سے پہلے اپنے رب کا حکم مانو  
اہل ایمان کو تقار سے درگزر کرتے رہتے

کا حکم  
شرعیہ کی پابندی کا حکم، اللہ تمہارا  
مددگار ہوگا

مال باپ کی خدمت اور حسن سلوک  
کا فرزند کا اپنے والدین سے سلوک

اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر فرمائیے  
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم

مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں  
تو صلح کروادو

جو زیادتیاں کرے اُس کے ساتھ سب لڑو  
صلح عدل و انصاف سے کراؤ

اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

باہمی مصالحت کی فضیلت

سورنمن سے بچو بعض نمن گناہ ہیں  
اللہ کی طرف دوڑ کر جاؤ (فرار کا مفہوم)

## بنی اسرائیل

قوم نے حضرت کلیم پر الزام لگایا اللہ نے  
انہیں بلند کر دیا

قوم کا آپ کے ساتھ معاندانہ برتاؤ  
بحوالہ بنی اسرائیل

انہیں غلامی سے نجات دی  
بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ

مصر سے ہجرت کا حکم  
ہم نے بنی اسرائیل کو متکبر فرعون سے

نجات دی  
بنی اسرائیل کو چین لیا

بنی اسرائیل کو کتاب حکومت اور توبت  
بخشی اور عالمین پر فضیلت دی

ان کا باہمی اختلاف دانستہ تھا اس کی  
وجہ یعنی بینہم

## جبروت

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مگرہ کرتا ہے  
اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے  
اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۱۱	۴۹	۳۹	۴۹
۱۱	۴۹	۳۹	۹
۱۱	۴۹	۳۹	۱۸
۱۳	۴۹	۳۹	۲۲
۱۴	۵۰	۳۹	۴۱
۱۸، ۱۷	۵۰	۳۹	۴۱
۳۷	۵۰	۳۹	۴۱
۵۶	۵۱	۳۹	۴۱
۲۱	۵۲	۳۹	۴۲
۵۸	۴۰	۳۹	۴۲
۴۶	۴۱	۳۹	۴۲
۴۶	۴۱	۳۹	۴۲
۴۹	۴۱	۳۹	۴۲
۵۰	۴۱	۳۹	۴۲
۵۱	۴۱	۳۹	۴۲

کہتا ہے یہ میرے علم کی برکت ہے۔  
شب بیدار، ہر وقت ڈرنے والا اُس  
کی رحمت کا اُمیدوار اور جاہل کبھی برابر  
نہیں ہو سکتے۔  
جو اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں دُری  
ہدایت میں ہیں، دُوسری دانشمندی ہیں۔  
جس کا سینہ دُورہ اسلام کے لیے کھول  
دے تو وہ نورِ ہدایت پر ہے۔  
جو ہدایت قبول کرتا ہے وہ اپنا بھلا  
کرتا ہے۔  
جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے  
اب فرصت ہے اچھے قول کی پیروی  
کرو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔  
اگر اُسے راحت پہنچے تو چھوٹے نہیں مانتا  
تکلیف پہنچے تو مایوس ہو جاتا ہے  
زمین و آسمان کی ہر چیز تمھارے لیے  
مسخر کر دی  
اہل فکر کے لیے اس میں نشانیاں ہیں  
جو اچھا عمل کرتا ہے وہ اپنے لیے  
کرتا ہے جو بُرا کرتا ہے اپنے لیے  
کرتا ہے  
بدکاروں اور نیکیوں کی زندگی اور  
موت یکساں نہیں  
کیا راہ ہدایت کا مسافر اور اعمال بد پر فریفتہ  
اور خواہشات کا غلام یکساں ہیں

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۲۸	۱۶	۳۳	۲۳
۲۸	۱۷	۳۳	۲۵
۲۸	۱۹	۳۳	۲۶
۲۸	۲۰	۳۳	۲۷
۲۸	۲۱	۳۳	۲۸
۲۸	۲۲	۳۳	۲۹
۲۸	۲۳	۳۳	۳۰
۲۸	۲۴	۳۳	۳۱
۲۸	۲۵	۳۳	۳۲
۲۸	۲۶	۳۳	۳۳
۲۸	۲۷	۳۳	۳۴
۲۸	۲۸	۳۳	۳۵
۲۸	۲۹	۳۳	۳۶
۲۸	۳۰	۳۳	۳۷
۲۸	۳۱	۳۳	۳۸
۲۸	۳۲	۳۳	۳۹
۲۸	۳۳	۳۳	۴۰
۲۸	۳۴	۳۳	۴۱
۲۸	۳۵	۳۳	۴۲
۲۸	۳۶	۳۳	۴۳
۲۸	۳۷	۳۳	۴۴
۲۸	۳۸	۳۳	۴۵
۲۸	۳۹	۳۳	۴۶
۲۸	۴۰	۳۳	۴۷
۲۸	۴۱	۳۳	۴۸
۲۸	۴۲	۳۳	۴۹
۲۸	۴۳	۳۳	۵۰
۲۸	۴۴	۳۳	۵۱
۲۸	۴۵	۳۳	۵۲
۲۸	۴۶	۳۳	۵۳
۲۸	۴۷	۳۳	۵۴
۲۸	۴۸	۳۳	۵۵
۲۸	۴۹	۳۳	۵۶
۲۸	۵۰	۳۳	۵۷
۲۸	۵۱	۳۳	۵۸
۲۸	۵۲	۳۳	۵۹
۲۸	۵۳	۳۳	۶۰
۲۸	۵۴	۳۳	۶۱
۲۸	۵۵	۳۳	۶۲
۲۸	۵۶	۳۳	۶۳
۲۸	۵۷	۳۳	۶۴
۲۸	۵۸	۳۳	۶۵
۲۸	۵۹	۳۳	۶۶
۲۸	۶۰	۳۳	۶۷
۲۸	۶۱	۳۳	۶۸
۲۸	۶۲	۳۳	۶۹
۲۸	۶۳	۳۳	۷۰
۲۸	۶۴	۳۳	۷۱
۲۸	۶۵	۳۳	۷۲
۲۸	۶۶	۳۳	۷۳
۲۸	۶۷	۳۳	۷۴
۲۸	۶۸	۳۳	۷۵
۲۸	۶۹	۳۳	۷۶
۲۸	۷۰	۳۳	۷۷
۲۸	۷۱	۳۳	۷۸
۲۸	۷۲	۳۳	۷۹
۲۸	۷۳	۳۳	۸۰
۲۸	۷۴	۳۳	۸۱
۲۸	۷۵	۳۳	۸۲
۲۸	۷۶	۳۳	۸۳
۲۸	۷۷	۳۳	۸۴
۲۸	۷۸	۳۳	۸۵
۲۸	۷۹	۳۳	۸۶
۲۸	۸۰	۳۳	۸۷
۲۸	۸۱	۳۳	۸۸
۲۸	۸۲	۳۳	۸۹
۲۸	۸۳	۳۳	۹۰
۲۸	۸۴	۳۳	۹۱
۲۸	۸۵	۳۳	۹۲
۲۸	۸۶	۳۳	۹۳
۲۸	۸۷	۳۳	۹۴
۲۸	۸۸	۳۳	۹۵
۲۸	۸۹	۳۳	۹۶
۲۸	۹۰	۳۳	۹۷
۲۸	۹۱	۳۳	۹۸
۲۸	۹۲	۳۳	۹۹
۲۸	۹۳	۳۳	۱۰۰



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
		۴۲	۴۲
		۴۵	۲۳
۹	۳۳	۵۱	۹
۱۲	۳۳		
۱۴	۳۳		
۱۵	۳۳	۳۳	۱۴
۱۸	۳۳	۳۳	۱۸
۱۹	۳۳	۳۳	۱۹
۲۲، ۲۳، ۲۴	۳۳	۳۳	۱۹
۲۳	۳۳		

جس کو اللہ گمراہ کر دے اُس کا کوئی کلمہ سزا نہیں  
کفار کی بہانہ سازی، اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم تمہوں کی عبادت نہ کرتے جو اپنی خواہش کو خدا بنا لیتا ہے اور علم کے باوجود اللہ اُسے گمراہ کرتا ہے تو اُس کے کان اور دل پر مہر اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا بدست ہی قرآن سے گمراہ ہوتا ہے

## جہاد

غزوہ خندق

تفصیلی جائزہ

یہودی قبائل کی اہل مکہ کے ساتھ ٹھہرنے سے باز

اہل مکہ اور قبائل عرب کی مدینہ پر یلغار خندق کھودنے کی تجویز

خندق کھودنے وقت رُوح پروردگار چٹان کو تین ٹکڑے فرما دیا اور ایران روم اور یمن کی فتوحات کی خوشخبری

بشیرہ کتب کے حوالے سے حضرت فاروق اعظم کے عہد میں ان

بشارتوں کی تکمیل

شیر خدا اور عمر و ابن عبدود کا معرکہ بنی قریظہ کی سازش میں شمولیت

انصار کا کفار کو محاصرہ اٹھانے کے لیے ایک مجبور بھی دینے سے انکار  
نعیم ابن مسعود کا اسلام اور کفار و یہود میں پھوٹ ڈالنے کا کارنامہ  
آخر میں نصرت الہی آمدھی کی صورت میں نمودار ہوئی  
کفار کے کیمپ میں کھلبلی بد جو اسی کے عالم میں اُن کا فرار

کفار کی یلغار کے وقت اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ نے جو انعام فرمایا اُس کو یاد رکھو

اُس وقت منافقین کا طرز عمل وہ کہتے اللہ اور رسول نے فتح کا جو وعدہ کیا تھا

وہ محض دھوکا تھا

منافقین نے میدان جنگ سے کھسکنا شروع کر دیا

سرفروشی کی پیلے بڑی ڈینگیں مارتے تھے اب بھاگ رہے ہیں

یہ فراتھیں موت سے نہیں بچا سکتا

بہانے سے روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے

یہ نخیل اور حریص جنگ کے وقت بزدل اور امن کے وقت زبان دراز

اہل ایمان کا جذبہ ایمان و تسلیم اور خلفروشی اور ان کی جزا

شہداء کے مزارات کی زیارت انھیں

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۳۸	۲۸	۳۸	۳۵
۳۸	۲۲	۳۸	۳۸
۳۰	۲۴	۳۹	۳۹
۲۸ تا ۲۵	۲۴	۴۳	۴۳
۲۹	۲۴	۴۳	۴۳
۲۲	۲۴	۴۶	۴۶
۳۵	۲۴	۵۱	۵۱
۳۸	۲۴	۵۲	۵۲
۳۸	۲۴	۵۲	۵۲
۳۸	۲۴	۴۰	۴۰
۳۸	۲۴	۴۰	۴۰
۱	۲۸	۴۰	۴۰
۴	۲۹	۴۰	۴۰
۹	۲۹	۴۰	۴۰
		۲۵	۳۳
		۲۴	۳۸

## دُعائیں

حضرت سلیمان کی دُعائے استغفر لی

بڑی پیاری دُعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ

سو تے وقت جو دُعا مانگنی چاہیے

گھڑے وغیرہ پر سوار ہوتے وقت کی دُعا

سفر پر روانہ ہوتے وقت کی دُعا

رَبِّ أَدْرِغْنِيْ اِنْ اَشْكُوْا

بڑی جامع دُعا

نماز تہجد کے بعد کی دُعا

کسی مجلس سے اُٹھتے وقت کی دُعا

رات کو سوتے سوتے آنکھ کھل جائے تو کیا

دُعا مانگیں

مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا

شرائط قبولیت دُعا

جو عبادت سے نکتہ کرتے ہیں وہ دونوں کا

اینی دن نہیں گے۔ شر شیطان سے اللہ

کی پناہ مانگ

## سیاسیات

شرعیّت نبوی کی پابندی کیوں ضروری ہے؟

مؤمنوں کو جنگ کے بغیر فتح

خلیفہ کون ہوتا ہے؟

عدل قائم کرنے اور نوابوں سے جتنا کج حکم

خلیفہ اور بادشاہ میں فرق، حضرت عمرؓ  
کا اپنے باپ سے میں استفسار پر براہِ مملکت  
کے لیے خلیفہ کا لفظ کیوں پسند کیا گیا۔اُن کے کام مشورے سے طے ہوتے ہیں  
(دوامِ رسمِ شوریٰ بینہم)

غلامی رسوا کن عذاب ہے

خاتم فرعون سب کچھ چھوڑ کر ہلاک ہو گیا

خاتم کی بربادی پر کوئی آنکھ نہ ناک نہ ہوتی۔

ایمان کامل نہ ہو تو برسرِ اقدار لوگ فتنہ

برپا کرتے ہیں اور قطعِ رحمی شروع کر

دیتے ہیں

شدید ضرورت کے بغیر کفار کو صلح کی

پیش کش درست نہیں

اگر جہاد میں نکل کر دو گے تو اپنے اوپر ظلم

کر دو گے

اگر تم اپنے فرائض انجام نہیں دو گے تو

اللہ تعالیٰ تمہیں پشاکرسی اور قوم کو

تمہاری جگہ کھڑا کر دے گا

صلح حدیبیہ کو فتح سمین فرمایا گیا

اس کی وجہ، حالات کا تفصیلی جائزہ

فاسق کی خبر بغیر تحقیق کے مت مانو ایسا

نہ ہو کہ بھٹانا پڑے

دو مسلمان گروہ آپس میں لڑیں تو

اُن میں صلح کرادو اور جو زیادتی کرے

اُس کے ساتھ سب لڑو

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
		۴۹	۹ مع غاشیہ
		۴۹	۹
۲۷	۳۴	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۱۳	۳۵	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۲۷	۳۴	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۱۴	۳۵	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۱۴	۳۵	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۶	۴۶	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۴۰	۳۵	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۴	۴۶	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۲۹	۳۹	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۳۸	۳۹	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۹	۴۳	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۸۷	۴۳	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۳۸	۳۹	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۴۰	۳۹	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
۶۴	۳۹	غاشیہ آیت نمبر ۹	۹
		۴۹	۱۰
		۴۰	۲۶
		۳۷	۱۱۶، ۱۱۵
		۴۳	۲۹ مع غاشیہ
		۴۳	۵۳، ۵۲، ۵۱
		۴۴	۱۸، ۱۷
		۴۴	۲۸، ۲۵
		۴۴	۲۹
		۴۰	۲۵

## شُرک کا اعلان

اُن کے معبود ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں

بُتِ تھمبلی کے بھلکے کے بھی مالک نہیں

اللہ کا کوئی شریک نہیں

نرودہ پکار سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں

قیامت کے دن اپنے بھائیوں کی پوجا

کا انکار کریں گے

معبودانِ باطل اپنے پرستاروں کے

دُشمن ہوں گے

تمہارے معبودوں نے کیا بنا یا ہے؟ دکھاؤ

باطل معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ دکھاؤ

ایک مثال سے شرک کی قباحت

اگر پوچھا جائے زمین و آسمان کا خالق کون

ہے تو تمہیں گے اللہ

اگر اُن سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان

کا خالق کون ہے تو کہیں گے عزیز و

علیمِ خدا

اگر اُن سے پوچھا جائے کہ انہیں کس نے

پیدا کیا ہے تو کہیں گے اللہ نے

نرودہ تکلیف دہ کر سکیں نرودہ انعام

روک سکیں

تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کروں گا پھر

دیکھو عذاب کس پر آتا ہے

اُسے جاہلو کیا تم غیر خدا کی عبادت کا مجھے

سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

یا نبیؐ گر وہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے

حضورؐ کا حکم، حضرت علیؓ کا عمل اُن

کے زخمیوں اور مقتولوں کے ساتھ برتاؤ

کیا ظالم حکمران کے ساتھ جنگ جائز ہے

باطنی گروہ کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک

کیا جائے

حضرت امام حسنؑ کی مصالحت

حضرت علیؑ رحمہ اللہ و جہدِ الکریم سے باغیوں

کے باپ سے پوچھا گیا۔ کیا وہ شکر کریں؟

کیا وہ منافق ہیں؟ آپ کا جواب

مسلمان بھائی بھائی ہیں ان میں صلح کراؤ

فرعونی سیاست جس نے حضرت موسیٰؑ پر

فتنہ و فساد برپا کرنے کا الزام لگایا

بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات

دلا کر اُن پر احسان کیا

فرعون نے آپ پر سحر ہونے کا الزام لگایا

فرعون کا غرور و تکبر

حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے مطالبہ کیا

کہ وہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے

فرعونی سیاست کا انجام

تباہی و بربادی

اُن کی تباہی پر کوئی آنکھ بھی نمنا نہیں ہوتی

فرعون نے بنی اسرائیل کی کثرت سے ڈر کر

اُن کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر
۶	۳۳	۴۴	۳۹
۳۸	۳۳	۴۵	۳۹
۴۸	۳۸	۶۱	۴۲
۲۹		۲۲	۴۲
۴۱	۳۳	۲۵	۴۳
۴۲	۳۳	۸۱	۴۳
۱۷	۵۱	۸۶	۴۳
۱۸	۵۱	۵	۴۴
۴۹	۵۰	۸	۴۴
۲۰	۵۰	۵۱	۵۱
۶۱	۳۴	۶۶	۴۰
۶۰	۴۰	۶۶	۴۰
۳۳	۳۳		
۳۳	۳۳	۵	۳۳
۳۹	۳۴		

یہ شریعت ایسے نبی کی ہے جو اولی  
بالقربانین ہے  
شریعت میں حیلہ کا حکم  
جس چیز کا اصل ثابت ہو اس کی پابندی  
سے وہ بدعت نہیں بن جاتی

### عبادات

کثرت ذکر کا حکم  
صبح و شام اُس کی تسبیح کرو  
متبقی رات کو بہت کم سوتے ہیں  
وہ سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں  
طلوع شمس اور غروب شمس سے پہلے  
تسبیح و تحمید کا حکم  
رات کے وقت تسبیح کا حکم  
بیری عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے  
جو عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ  
ذلیل و خوار ہوں گے اور وہ دوسرے میں  
پھینک دیئے جائیں گے  
ازواجِ مطہرات کو نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے  
کا حکم

### نماز، زکوٰۃ و صدقات

ازواجِ مطہرات کو نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے  
کا حکم  
اُس کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ اُس

حکم دیتے ہو۔  
علاوہ مجھے بتایا گیا ہے کہ شرک سے  
اسارے عمل برباد ہو جاتے ہیں  
اُن کے شرکوں کے من گھڑتین کی  
اجازت اللہ نے نہیں دی  
ظالموں کے لیے عذاب الیم ہے  
ظالم اپنے کرتوتوں کے باعث لرزایں  
ہوں گے  
گزشتہ رسولوں سے پوچھو کیا اللہ نے  
کوئی اور خدا بنائے  
اگر زمین کا کوئی بیٹا ہو تو میں سب سے  
پہلے اُس کی عبادت کرنے والا ہوں۔  
تمہارے محبوبوں کو شفاعت کا حق نہیں  
غیروں کو خدا سمجھ کر پکارتے اور اگر ہے  
جب عذاب آیا تو بتوں نے ان کی  
یکوں مدد نہ کی  
اللہ کے ساتھ کسی غیر کو خدا نہ بناؤ  
غیر خدا کی عبادت سے مجھے منع کیا گیا ہے  
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اُس کی عبادت کرو

### شریعت

(الف) شریعت کی خصوصیات

خطا سے غلطی سرزد ہو تو مواخذہ نہیں؛  
دائستہ پر مواخذہ ہے



آیت نمبر	سورہ نمبر	شیتان	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۲۰	۳۴	شیطان نے قوم سبا کو گمراہ کرنے کا وعدہ پورا کر دیا	۳۴	۳۹	کا معاوضہ تمہیں دے گا
۲۱	۳۴	شیطان کو لوگوں پر قابو حاصل نہیں ہوتا۔ وہ محض انہیں بہلاتا ہے اور یہ پھسل جاتے ہیں	۳۴	۲۹	جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، نماز پڑھتے اور پوچھ سیدہ ہمارے دینے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں اُن کی تجارت میں گھانا نہیں۔
۶	۳۵	شیطان تمہارا دشمن ہے اُسے دشمن ہی سمجھا کرو	۳۴	۴۷	کافروں کو اگر خرچ کرنے کے بارے میں کہا جائے تو کہتے ہیں جن کو خدا نے نہیں دیا ہم انہیں کیوں دیں
۶	۳۵	وہ اپنے گروہ کو جہنمی بنانے کے دہلے رہتا ہے	۳۴	۱۹	اُن کے مالوں میں مسائل اور محروم کا حق ہے۔
۱۰ تا ۶	۳۷	شیطانوں کی شہاب ثاقب سے خبر لی جاتی ہے۔ وہ ملازم اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے۔	۳۷	۱۸	عورتوں کے لیے ریشم اور سونا حلال ہے
۸۵ تا ۷۴	۳۸	شیطان کا سجدہ نہ کرنا در رحمت سے رائدہ جانا، اللہ سے مُہلت طلب کرنا مُہلت کا بل جانا اس کا چیلنج	۳۷	۵، ۴	دیگر شرعی احکام
۶۲	۴۳	شیطان تمہارا دشمن ہے تمہیں راہ حق سے روک نہ دے۔	۳۷	۵	متبشٹی کے بارے میں زمانہ جاہلیت کا رواج جس میں قرآنی اصلاح ہر شخص کی نسبت اُس کے باپ کی طرف کرو
۶۰	۳۶	ہم نے بنی آدم کو تاکید کی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے	۳۷	۶	ادولوا الارحام بعض بعض سے تقدم ہیں۔
۶۲	۳۶	اُس نے بڑی قوموں کو گمراہ کیا	۳۷	۱۵	ماں باپ سے حُسن سلوک

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۴	۴۷	۲۵	۴۱
۴	۴۸	۳۷	۴۳
۵	۴۸	۲۵	۴۷
۱۰	۴۸	۳۶	۴۳
۱۸	۴۸		
۱۸	۴۸		
۱۹، ۱۸	۴۸		
۲۶ مع حاشیہ	۴۸	۳۳	۳۳
۲۶ مع حاشیہ	۴۸		
		۲۲	۳۳
		۲۳	۳۳
۲۹	۴۸	۳۳	۳۳
		۳۳	۳۳
		۳۶	۴۶
		۳۹	۴۶

ان کے گناہ مٹا دیئے گئے۔ ان کے حالات سنوار دیئے گئے

صلح حدیبیہ سے صحابہ کے دلوں کو تسکین اور قوت ایمان میں اضافہ

صحابہ پر مزید عنایات تکفیر سیئات بیعت رضوان کا پس منظر

شیعہ کتب سے بیعت رضوان کرنے والوں کے فضائل

صحابہ کرام کا جذبہ سرفروشی اور رضائے الہی کا تاج رضی اللہ عنہم

صحابہ کے مومن برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی

دیگر بشارتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کے غلاموں پر سکینہ اتارا

اور انہیں متقی بنایا والذمہم کلمۃ التقویٰ وکانوا الحق بہا و اہلہا

صحابہ کرام کے خصائل حمیدہ حضور کی ہمراہی

کفار پر سخت آپس میں رحیم و شفیع

بکثرت رکوع و سجود کرنے والے فضل الہی کے تلاش

چہروں پر نور عبادت قورات اور انجیل میں ان کی مثالیں

بدکاروں پر ہم نے بڑے ساری مستط کر دیئے۔ خذینوالہ

وہ انہیں سیدھے راستے سے روکتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ خیال کرتے ہیں

شیطان فریب دیتا ہے اور لمبی زندگی کی آس دلا کر گمراہ کر دیتا ہے جو رحمان کے ذکر سے آنکھیں بند

کرتا ہے ہم شیطان کو اس کا ساتھی مقرر کر دیتے ہیں

صحابہ کرام اور امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت زید کے فراق میں ان کے الد عارث کی بے تابی، پرورد اشعار ان کا بل جانا، آپ کا باپ کو چھوڑ کر حضور کو اختیار کرنا

غزوہ خندق کے وقت صحابہ کا جذبہ ایمان و تسلیم اور بڑھ گیا

ان جو افرادوں نے جان دے کر اپنی نذر پوری کر دی بعض منتظر ہیں

صحابہ کرام کی جانفروشیوں کے مناظر شیعین کے ایمان کی دلیل

حضرت سواد بن قارب کا ایمان لانا اور قہیدہ پیش کرنا



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۲۷	۲۷	۲۸	۲۸
۲۸	۲۸	۲۹	۲۹
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰
۳۰	۳۰	۳۱	۳۱
۳۱	۳۱	۳۲	۳۲
۳۲	۳۲	۳۳	۳۳
۳۳	۳۳	۳۴	۳۴
۳۴	۳۴	۳۵	۳۵
۳۵	۳۵	۳۶	۳۶
۳۶	۳۶	۳۷	۳۷
۳۷	۳۷	۳۸	۳۸
۳۸	۳۸	۳۹	۳۹
۳۹	۳۹	۴۰	۴۰
۴۰	۴۰	۴۱	۴۱
۴۱	۴۱	۴۲	۴۲
۴۲	۴۲	۴۳	۴۳
۴۳	۴۳	۴۴	۴۴
۴۴	۴۴	۴۵	۴۵
۴۵	۴۵	۴۶	۴۶
۴۶	۴۶	۴۷	۴۷
۴۷	۴۷	۴۸	۴۸
۴۸	۴۸	۴۹	۴۹
۴۹	۴۹	۵۰	۵۰
۵۰	۵۰	۵۱	۵۱
۵۱	۵۱	۵۲	۵۲
۵۲	۵۲	۵۳	۵۳
۵۳	۵۳	۵۴	۵۴
۵۴	۵۴	۵۵	۵۵
۵۵	۵۵	۵۶	۵۶
۵۶	۵۶	۵۷	۵۷
۵۷	۵۷	۵۸	۵۸
۵۸	۵۸	۵۹	۵۹
۵۹	۵۹	۶۰	۶۰
۶۰	۶۰	۶۱	۶۱
۶۱	۶۱	۶۲	۶۲
۶۲	۶۲	۶۳	۶۳
۶۳	۶۳	۶۴	۶۴
۶۴	۶۴	۶۵	۶۵
۶۵	۶۵	۶۶	۶۶
۶۶	۶۶	۶۷	۶۷
۶۷	۶۷	۶۸	۶۸
۶۸	۶۸	۶۹	۶۹
۶۹	۶۹	۷۰	۷۰
۷۰	۷۰	۷۱	۷۱
۷۱	۷۱	۷۲	۷۲
۷۲	۷۲	۷۳	۷۳
۷۳	۷۳	۷۴	۷۴
۷۴	۷۴	۷۵	۷۵
۷۵	۷۵	۷۶	۷۶
۷۶	۷۶	۷۷	۷۷
۷۷	۷۷	۷۸	۷۸
۷۸	۷۸	۷۹	۷۹
۷۹	۷۹	۸۰	۸۰

## عورت

دیئے جاتے ہیں اور اس کے حالات درست  
کردیئے جاتے ہیں  
حسن عمل کا نور حبشی کے چہرہ کو بھی لٹکا دیا  
بنادیتا ہے

نیک مومن کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے

ظہار کی تشریح اور اس کے احکام  
متنبی کے بارے میں کفار کا رواج اور  
قرآنی اصلاح

متنبی کی سببی سے بکاح کی اجازت  
پردے کا حکم

آرائش کی نمائش کی ممانعت  
مومن عورت کی صفات

حضور کے متنبی زید کی طلاق کے بعد  
حضرت زینب سے حضور کا بکاح

اس واقعہ کے بارے میں قدیم و جدید  
معاندین کے شکوک و شبہات اور ان  
کا ازالہ

غیر مذکورہ کو طلاق ہو تو اس پر عدت نہیں  
اس کو خوبصورتی کے ساتھ زینب سے بکاح  
کا حکم

کون سے مرد محرم ہیں جو عورت کے پاس  
آجاسکتے ہیں

پردے کے فضائل احکام اور اس کی حکمت

کفار اسلام کے باغ کو ہر بھرا دیکھ کر  
عصہ سے بے قابو ہو جاتے

منہجوں کے لفظ سے صحابہ کے ایمان،  
شیعہ کا اعتراض اور ان کی کتب سے  
اس کا رد

احادیث میں صحابہ کی شان اور ان کے  
گستاخوں پر اللہ کی پھینکار

بارگاہ رسالت میں صحابہ کا ادب  
استاد کا ادب و احترام

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو صحابہ کرام کی نگاہوں  
میں محبوب اور مرتین کر دیا اور کفر و مشق  
کو مکروہ بنا دیا

یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (الولئک  
ھم الراشدون)

یہ اللہ کا ان پر فضل و انعام ہے  
حضرت فاروق اعظم کا اپنے ایک  
دوست کو نصیحت آموز خط

انبیاء، شہداء اور اولیاء کے اجسام کو  
زمین نہیں کھاتی

## عمل صالح

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک  
ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق  
درجات پر فائز کیا جاتا ہے

جو عمل صالح کرتا ہے اس کے گناہ مٹا

سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورۃ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۹	۲۳	یہ عمدہ کلام اللہ نے نازل کیا ہے	۳۳	۵۹	بے پردگی کی سخت ممانعت (احادیث)
۳۹	۲۴	قرآن میں ہر قسم کی مثالیں ہیں	۳۳	۱۸	عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال ہے
۳۹	۲۸	یہ عربی زبان میں ہے اس میں فرا کچی نہیں	۳۶	۴۴	ماں کا ادب اور حسن سلوک
۳۹	۴۱	ہم نے آپ پر قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا	۳۶	۱۵	دودھ پلانے کی مدت
۴۲	۷	یہ قرآن عربی میں ہم نے آپ پر نازل کیا ہے	۳۶	۱۵	حمل کی مدت
۴۲	۱۷	قرآن کو اللہ نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے	<b>قرآن کریم</b>		
۴۴	۳۷	ہم نے انہیں سمجھانے کے لیے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے	۳۵	۳۱	یہ کتاب بذریعہ وحی آپ کو عطا فرمائی گئی ہے
۴۳	۴	قرآن لورج محفوظ میں ثبت ہے۔ وہ ہمارے نزدیک اعلیٰ اور پُر از حکمت ہے۔	۳۵	۳۱	یہ کتاب حق ہے
۴۳	۳۱	کفار کا اعتراض، مکتہ اور طائف کے کسی رئیس پر کیوں نازل نہ ہوا اور اس کا رد	۳۵	۳۶	اپنے جن بندوں کو وہ چن لیتا ہے ان کو اپنی کتاب کا وارث بنا لیتا ہے
۴۳	۳۲	کیا رب کی رحمت وہ بانٹنے والے ہیں قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے وجہ عزت و شرف ہے	۳۵	۳۶	بعض لوگ ظالم ہیں بعض متوسط بعض نیکیوں میں آگے بڑھنے والے۔ یہی فضل کبیر ہے
۴۴	۴۴	ہم نے قرآن کو مبارک رات میں نازل فرمایا اس سے مراد کونسی رات ہے؟ اشعبان کی رات کے فضائل۔ گنبد خضراء عرش سے افضل ہے	۳۶	۵	یہ کتاب عزیز و رحیم نے نازل کی ہے
۴۴	۵ تا ۲	سواشی آیات مذکورہ	۳۶	۶	تاکہ ظالموں کو ڈرایا جائے
۴۵	۲	یہ کتاب عزیز و رحیم نے نازل کی ہے	۳۶	۷۰، ۶۹	قرآن زندوں کو ہدایت دیتا ہے
۴۶	۲۰	قرآن بصائر ہدایت اور رحمت ہے	۳۸	۳۰	ہم نے آپ پر مبارک کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس میں تدبر کریں اور نصیحت پکڑیں۔
۴۵	۲۰	قرآن بصائر ہدایت اور رحمت ہے	۳۸	۴۹	قرآن نصیحت ہے
			۳۸	۸۷	یہ سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے
			۳۹	۱	یہ عزیز و رحیم خدا نے نازل کی ہے
			۳۹	۲	ہم نے اسے حق کے ساتھ اتارا ہے

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۱۲	۳۶	۸	۳۶
		۱۲	۳۶
		۳۴، ۳۳	۵۲
۴۳	۳۳	۲	۲۰
۵۰، ۴۸	۳۶	۲	۲۱
مع حاشیہ		۲	۲۵
۳	۳۴	۲	۳۶
۵۹	۲۰	۵	۳۶
۵	۳۴	۱	۳۹
۷	۳۴	۲۲	۲۱
۹	۳۵	۳	۲۱
		۴	۲۱
۵۱	۳۶	۲۰	۲۱
		۲۴	۲۱
۵۲	۳۶	۲۵	۳۵
۵۴	۳۶	۵۴	۲۰
۷۹، ۷۸	۳۶		
۸۱، ۸۰	۳۶		
۸۴، ۸۲	۳۶		
۹۹، ۹۸	۳۹		
۷۰، ۶۹	۳۹		

## قیامت

یہ اہم و رحمت ہے

قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے

قیامت کب آئے گی۔ احادیث سے

اس کی تفصیل

قیامت ضرور آئے گی

قیامت یقیناً آئے گی

اس کی حکمت

انکار قیامت

دلیل قیامت

مردہ زمین کو زندہ کرنا

کذالک النشور

جب صور پھونکا جائے گا تو قبروں سے

نکل نکل کر اپنے رب کے پاس جانے

لگیں گے

اُس وقت پہلا میں گے

اُس روز کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا

بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا

جس نے پہلے پیدا فرمایا

دلائل قیامت

اس کی قدرتِ قاہرہ

صور پھونکا جائے گا سب غش کھا کر

گریں گے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ

منظر قیامت، دفتر عمل، نبی اور گواہ

قرآن کو رسولؐ نے نہیں گھڑا

قرآن کتب سابقہ کا مصدق و محسن ہے

یہے مژدہ اور بدکاروں کے لیے تیبیہ ہے

قرآن اگر خدا کا کلام نہیں تو اس جیسا

بنا کر دکھاؤ

یہ کتاب معجز و عظیم کی نازل کردہ ہے

یہ زمین و رحیم کی نازل کردہ ہے

یہ معجز و حکیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

یہ معجز و رحیم نے نازل کی ہے

## دیگر آسمانی کتب

انجیل - یہ کتاب مُنیر ہے

تورات - یہ ہدایت اور نصیحت ہے

(ہدی و ذکر مٹی)

سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۱۰-۹	۵۲	۳۹	۷۰، ۶۹
۱۶	۵۲	۴۰	۱۷
۲۵	۳۳	۴۰	۱۸
۶۴	۳۳	۴۰	۱۸
۶۵	۳۳	۴۴	۳۶، ۳۴
۶۶	۳۳	۴۴	۴۰
۶۸-۶۷	۳۳	۴۴	۴۱
۵	۳۴	۴۵	۲۵
۲۲	۳۴	۴۵	۲۶
۲۳	۳۴	۴۵	۲۷
۳۰-۲۹	۳۴	۴۵	۲۸، ۲۹
۳۱	۳۴	۴۵	۳۲
۳۱	۳۴	۴۵	۳۳
۳۳-۳۲-۳۱	۳۴	۴۵	۳۴
۳۵-۳۴	۳۴	۴۵	۳۵
		۴۷	۱۸
		۴۷	۳-۴
		۵۰	۱۱
		۵۰	۲۰-۲۱-۲۲

## منظرِ قیامت

### قیامت کے روز مکذبین کی حالت

## کفار و مشرکین

غزوہ خندق سے شکر کفار کی ناکام داپسی  
کفار پر لعنت اور ان کے لیے کھڑی آگ  
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کا کوئی  
مددگار نہ ہوگا

آگ میں ڈالے جاتیں گے۔ کہیں گے  
کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی  
اطاعت کی ہوتی

کہیں گے ہمارے لیڈروں نے ہمیں گمراہ  
کیا انھیں دو گنا عذاب دیا جائے

جو ہماری آیات کو جھٹلا کر ہمیں ہرا دینا  
چاہتے ہیں انھیں عذاب الیم

کفار کے مجبور ایک ذرے کے مالک نہیں  
اور زمین و آسمان ہیں ان کا کوئی حصہ ہے

اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت  
نہیں کر سکے گا

کفار کا قیامت کے باکے میں سوال کر ڈہ  
کب ہوگی۔ ان کا جواب

کفار کا قرآن کو ماننے سے انکار

قیامت کے دن ان کی حالت زار

سرداروں اور ماتحتوں کا باہمی تکرار

مترقبین نے انبیاء کا انکار کیا کیونکہ ان

پیش ہوں گے اخصان سے فیصلہ ہوگا  
قیامت کے روز سب کو بدلے گا۔ ظلم  
نہیں ہوگا

مارے خوف کے دل لگے میں اب تک  
رہے ہوں گے

اُس روز ظالموں کا کوئی دوست اور  
شفیع نہیں ہوگا

کفار کہتے ہیں بس ہی زندگی ہے ہشر  
نہیں ہوگا

روزِ قیامت سب جمع ہوں گے

جن بندوں پر اللہ نے رحم فرمایا ہے  
ان کے سوا کوئی دوست کام نہیں آئے گا

انکارِ قیامت، ہمارے باپوں کو زندہ کر دکھا  
اس کا رتہ

روزِ قیامت باطل پرست خسارے  
میں ہوں گے

ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوگی اور  
اُسے اپنے دفتر عمل کی طرف بلایا جائے گا

انکارِ قیامت  
ان کا انجام

روزِ قیامت انھیں فراموش کر دیا جائے گا  
قیامت کی نشانیاں

انکارِ قیامت اور اس کا رتہ

دیلِ قیامت

منظرِ قیامت



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۳۷-۳۶	۳۵	۳۴-۳۵	۳۴
		۳۴	۳۴
۱۱ تا ۷	۴۵	۳۷	۳۴
۴	۴۰		
۴	۴۰	۳	۳۴
۶-۵	۴۰	۸-۷	۳۴
۱۰	۴۰	۴۱-۴۰	۳۴
۱۲-۱۱	۴۰	۴۲	۳۴
۲۲-۲۱	۴۰	۴۴-۴۳	۳۴
۸۴-۸۳-۸۲	۴۰		
۴۶	۴۰	۴۵	۳۴
		۴۶	۳۴
۲۸-۲۷	۴۰	۵۴ تا ۵۱	۳۴
۵۰-۴۹	۴۰	۴	۳۵
۵۳	۴۰	۸	۳۵
۵۴	۴۰		
۵۶	۴۰	۱۰	۳۵
		۲۶-۲۵	۳۵

کے پاس مال و اولاد انبیاء سے زیادہ ہے  
ان کے اس شبہ کا رد  
اموال و اولاد قرب الہی کا ذریعہ نہیں

### اُن کا عقیدہ

انکار قیامت  
منکرین کو عذاب اور ضلال بعید  
کفار ملائکہ کی نہیں بلکہ جنات کی پوجا  
کرتے ہیں  
کفار کسی کو نفع و ضرر نہ پہنچا سکیں گے  
بارگاہ رسالت میں کفار کی گستاخی  
یہ نہیں اپنے آباء کے دین سے روکتا ہے  
یہ کلام خود گھڑتا ہے - سحر میں  
پہلے کفار نے بھی ایسا ہی کیا اور برباد  
ہوتے  
ان کو غور و فکر کی دعوت  
روزی قیامت کفار کی حالت  
کفار نے آپ سے پہلے انبیاء کی  
تکذیب کی  
کفار کے لیے اُن کے بُرے اعمال میں  
کردتے گئے  
کفار محو کرتے ہیں لیکن اُن کا کرتابہ  
جو کر رہے گا  
کفار نے اپنے انبیاء کا پہلے بھی انکار  
کیا اور تباہ ہوئے

اُن کا حال زار - نہ موت آئے گی نہ عذاب  
میں تخفیف  
جھوٹا اور بدکار آیات الہی کا مذاق اڑاتا  
سے اس کا انجام  
اللہ کی آیتوں میں کفار ہی جھگڑا کرتے ہیں  
ان کی آمد و رفت، جاہ و جلال انہیں  
دھوکہ میں نہ ڈالے  
پہلے کفار کا بھی یہی دستہ تھا ان کا انجام  
روزی حشر کفار کو سزائیں  
اُن کا اعتراف مجرم - اظہارِ ندامت  
پہلی کافروں میں طاقت اور آماج میں ان  
سے زیادہ تھیں لیکن برباد ہو گئیں  
اس کی وجہ  
فرعون غرق ہوئے - صبح و شام اگل پر  
پیش کیے جاتے ہیں - قیامت کے روز  
اشد العذاب میں داخل کیے جائیں گے  
دوزخ میں اُن کا آپس میں تکرار  
دوزخ کے داروغوں کی منت سماجت  
اور اُن کا جواب  
موسیٰ کو ہدایت عطا فرمائی  
ایسی کتاب دی جو ہدیٰ و ذکویٰ  
لاولی الالباب ہے  
کفار محض ہوس اقدار کے لیے  
ایمان نہیں لائے۔ لیکن وہ کامیاب  
نہیں ہوں گے

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۲۴	۴۵	وہ صرف دنیوی زندگی کے قابل ہیں کہتے ہیں ہمیں دہر ہلاک کر دے	۴۰	۶۹ تا ۷۶	اللہ کی کتاب اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کا ہولناک انجام
۷	۴۶	کفار قرآن کو سحر کہتے ہیں	۴۰	۸۵	حالت یاس میں ایمان منظور نہیں
۱۱	۴۶	کفار کہتے اگر یہ دین سچا ہو تا تو یہ لوگ اسے قبول کرنے میں ہم سے سبقت شے جاتے	۴۱	۵	کفار کہتے ہیں۔ قلوبنا فی اکتہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے
۲۰	۴۶	روزِ حشر کفار کو کہا جائے گا جو اچھے مفید کام تم نے کیے اُن کا اجر تم دنیوی زندگی میں لے چکے ہو	۴۱	۶-۷	مشرکین جو زکوٰۃ نہیں دیتے ان کے لیے ہلاکت ہے
۱	۴۷	کفار نہ خود حق قبول کرتے ہیں اور دُشمنوں کو بھی روکتے ہیں	۴۱	۱۴	وہ کہتے اللہ چاہتا تو فرشتے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجتا
۱۰	۴۷	کفار کی بربادی	۴۱	۱۴ مع خاتمہ	قلب کی ہٹ دھرمی
۱۶	۴۷	کفار عیش و عشرت اور ڈنگروں کی طرح کھانے میں مصروف ہیں	۴۱	۱۵	قوم عاد نے ناحق تکبر کیا اور ہلاک ہوئے
۳۴	۴۷	کفر کی حالت میں مرنے والوں کی بخشش نہیں ہوگی	۴۱	۱۴-۱۸	قوم ثمود نے بدایت پر گمراہی کو پسند کیا
۲۶	۴۸	کفار کے دلوں میں حمیت جاہلیہ	۴۱	۱۵	روزِ حشر کفار گردہوں میں بانٹ دیتے جائیں گے
۲	۵۰	انھیں اعتراض ہے کہ رسول ان میں سے کیوں آیا	۴۱	۲۰ تا ۲۲	اُن کے کان۔ استنحیوں اور جلو دیا چڑھے اُن کے خلاف گواہی دیں گے
۲۶، ۲۵	۵۰	کفار خیر سے منع کرنے والے، حد سے بڑھنے والے، شک میں گرفتار وغیرہ	۴۱	۲۶	قرآن مت سنو۔ اس میں شور مچاؤ
۸-۷	۵۱	قرآن کریم کے بارے میں کفار کا باہمی اختلاف	۴۱	۲۸-۲۷	انکار آیات کی سزا
۱۳ تا ۱۱	۵۱	قیامت کا انکار اور عذاب	۴۱	۲۹	کفار اُن لوگوں کو رکھنا چاہیں گے جنہوں نے انھیں گمراہ کیا
۳۰-۲۹	۵۲	وہ تصور کو کبھی کاہن کبھی جنوں اور کبھی شاعر کہتے ہیں	۴۵	۷ تا ۱۱	جھوٹا اور بدکار آیاتِ الہی کا مذاق اڑاتا ہے اس کا انجام
۳۶-۳۵	۵۲	یہ اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے	۴۵	۲۳	جو اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا تا ہے اور جان بوجھ کر گمراہ ہوتا ہے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۶-۳۵	۳۷	مجنون کے لیے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں	۳۷	۵۲	کسی درسیں کو نبی کیوں نہ بنایا
۶۲ مع حاشیہ	۳۷	زقوم کے ذکر پر کفار کا مذاق	۳۹	۵۲	اللہ کے لیے بچیاں، ان کے لیے بیٹے
۷۰-۶۹	۳۷	وہ اپنے گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہیں	۳۵	۳۵	ان کے اطوار
۱۵۴ تا ۱۴۹	۳۷	کیا اللہ کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے	۳۵	۳۵	کفار پہلے تمہیں کھایا کرتے کہ اگر ان کے پاس کوئی رسول آیا تو وہ اُس پر ضرور ایمان لائیں گے۔ لیکن جب آیا تو تکبر کرنے لگے
۴	۳۸	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساحر و کذاب کہتے	۳۶	۳۶	مجرموں کو الگ کر دیا جائے گا۔ ان کو سزائیں
۵	۳۸	بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا۔ یہ عجیب و غریب بات ہے	۳۶	۳۶	ان کے لبوں پر مہر ہے، ان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے
۶	۳۸	اپنے عقیدہ مشرک پر پختہ ہونے کی تاکید	۳۶	۳۶	انہیں چاہتے تو ان کو اندھا کر دیتے۔ ان کے چہرے مسخ کر دیتے
۷	۳۸	کتنے عقیدہ توحید من گھڑت سے ہم رہیوں کو چھوڑ کر تہم عبدالمطلب کو نبی بنانے میں کیا تمکاب ہے	۳۶	۳۶	انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے خدا بنائے
۸	۳۸	کیا آپ کے رب کے خزانے وہ بانٹ رہے ہیں	۳۶	۳۶	کہتے بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا
۹	۳۹	پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور تباہ ہوئیں	۳۷	۳۷	اس کا جواب نصیحت قبول نہیں کرتے، آیات کا سخر اڑاتے ہیں، قرآن کو سحر کہتے ہیں قیمت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا رد
۱۴-۱۳، ۱۲	۳۸	کفار فوری نازل عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں	۳۷	۳۷	قیامت کے روز ان کی حالت
۱۶	۳۸	سرکشوں کا انجام، دوزخ، کھولنا پانی، پیپ، آپس میں ٹوٹوٹیں ہیں	۳۷	۳۷	ایک دوسرے پر الزام تراشی
۶۰ تا ۵۵	۳۸	جن کو ہم شہر بر اور ذلیل (مسلمان) کہا کرتے تھے وہ آج نظر نہیں آ رہے	۳۷	۳۷	جب ان کو کہا جانا لا الہ الا اللہ تو تکبر کرتے اور کہتے ہم ایک شاعر اور
۶۱	۳۸	ماغبدھو اکیقرتو نوالی اللہ	۳۷	۳۷	
۶۴ تا ۶۲	۳۹				
۳ مع حاشیہ	۳۹				

سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۲۱	۴۲	۳۹	۳ مع حاشیہ
۲۲	۴۲	۳۹	۱۴-۱۵
۳۶، ۳۵، ۳۴	۴۲	۳۹	۲۶، ۲۵، ۲۴
۸-۷-۶	۴۲	۳۹	۲۲
۱۵	۴۳	۳۹	۲۵
۱۶	۴۳	۳۹	۲۵
۱۸-۱۷	۴۳	۳۹	۲۵
۱۹	۴۳	۳۹	۲۵
۲۰	۴۳	۳۹	۲۵
۲۳-۲۲-۲۱	۴۳	۳۹	۲۸-۲۷
۳۴، ۳۳	۴۳	۳۹	۲۹ تا ۵۲
۳۵		۳۹	۶۰
۳۶	۴۳	۳۹	۴۲-۴۱
۳۸	۴۳	۴۲	۹
۷۸ تا ۷۴	۴۳	۴۲	۱۶
۸۳	۴۳	۴۲	۱۷
۹	۴۴	۴۲	۲۰ مع حاشیہ

زلفی اس کی تشریح، ناروا الزام  
 اور اس کا ازالہ  
 مُشْرک کھلے کھائے میں ہیں ان کے  
 اوپر نیچے آگ ہی آگ ہوگی  
 تکذیب کرنے والوں کا حشر

### ان کا عبرتناک انجام

بڑا ظالم و فسق ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا  
 ہے اور قرآن کو جھٹلاتا ہے  
 جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو  
 کڑھنے لگتے ہیں اور جب بتوں کا ذکر کیا  
 جاتا ہے تو خوش ہوتے ہیں

ایک ناروا الزام اور اس کا رد  
 کفار دُنیا بھری دولت سے فدیہ ادا کرتا  
 چاہوں گے حقیقت سے پردہ اس روز  
 اُٹھے گا

جب ہم اسے کوئی نعمت بخشتے ہیں تو  
 کہتا ہے کہ یہ تو میرے علم و ہنر کا ثمر ہے  
 روز قیامت کفار کے مُنہ کالے ہوں گے۔  
 کفار کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا

فرشتوں سے ان کی بات چیت  
 کفار نے بتوں کو اپنا کارساز بنا لیا ہے  
 جو لوگ جنت بازی کرتے ہیں ان کا انجام  
 کفار قیامت کے لیے جلدی مچاتے ہیں  
 دُنیا کے طلب کار کو صرف دُنیا بیٹے گی



سورہ نمبر	آیت نمبر	سورہ نمبر	آیت نمبر
۳۷	۳۴	۴۴	۱۰-۱۱
۲۹	۳۵	۴۴	۱۲-۱۳
۳۰	۳۵	۴۴	۱۴
۳۳	۳۵	۴۴	۱۵-۵۰
۳۵-۳۴	۳۵	۳۳	۲۲
۱۱	۳۶	۳۳	۲۳-۲۴-۲۵
۲۷-۲۰	۳۶	۳۳	۲۶-۲۷
۵۶، ۵۵	۳۶	۳۳	۲۸
۵۷	۳۶	۳۳	۲۹-۳۰
۴۹-۴۰	۳۷	۳۳	۳۱
۵۷-۵۰	۳۷	۳۳	۳۲
۶۱-۵۸	۳۷	۳۳	۳۳
۵۴-۴۹	۳۸	۳۳	۳۴
۹	۳۹	۳۳	۳۵

تھپ سال کا عذاب

بدخاں مبین

عذاب معاف کرنے کی دعا وقتی طور پر

منظور پھر عذاب الیم

حضور کو معلم اور مجنون کہنا

کفار کا دردناک انجام

**مؤمنین و متقین**

غزوہ خندق کی روشنی میں اہل ایمان

کا کردار

تکالیف کے وقت ان کا جذبہ ایمان

فزون تر ہو جاتا ہے۔ ان کی جانفشانی

اور اجر

اہل ایمان مردوزن کی صفات

اللہ کا ذکر کرنے والوں کی شان

اہل ایمان کو کثرت ذکر اور تسبیح کا حکم

اللہ تعالیٰ مؤمنین پر اپنی رحمتیں نازل

فرماتا ہے۔ اس کے فرشتے ان کے لیے

دُعائیں مانگتے ہیں

انھیں سلامت رہی کی دعا اور اجر کریم

ملے گا

مؤمنین کو فضل کبیر کی بشارت

مؤمنین کے لیے مصفرت اور رزق کریم

جنھیں اذن ہو گا وہ شفاعت کریں گے

اموال و اولاد نہیں بلکہ ایمان اور

سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ	سورہ نمبر	آیت نمبر	ترجمہ
۳۵	۲۳	آخرت متقین کے لیے ہے۔	۳۹	۹	اُس کی رحمت کی آس لگائے رہتا ہے
۶۷	۲۳	قیامت کے روز بجز پرہیزگاروں کے	۳۹	۱۰	وہ اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے
۶۷	۲۳	سب دوست دشمن ہوں گے۔	۳۹	۱۰	صابروں کو بغیر حساب اجر ملے گا
۶۹-۶۸	۲۳	(الاشکلاء یوہیضون)	۳۹	۱۰	جو دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں انھیں
۷۰	۲۳	انھیں اُس روز خوف و حزن نہ ہوگا	۳۹	۱۸-۱۷	اچھا صلہ ملے گا
۷۰	۲۳	دیگر نعمات	۳۹	۲۰	اہل ایمان کو مژدہ
۲۲	۲۲	جن پر اللہ رحم فرمائے گا ان کی دوستی	۳۹	۲۰	قرآن سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو
۵۷	۲۲	کام آئے گی	۳۹	۲۳	جاتے ہیں
۵۷	۲۲	متقین پر نوازشات	۳۹	۲۳	ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں
۳	۲۵	اہل ایمان کے لیے زمین و آسمان میں اللہ	۳۹	۲۳	حضور پر ایمان لانے والوں کی شان
۳	۲۵	کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں	۳۹	۲۱	متقیوں کو نجات ملے گی۔ کوئی تکلیف
۵-۴	۲۵	تمھاری پیداوار، حیوانات، گردش میل	۳۹	۲۱	نہ ہوگی
۵-۴	۲۵	نہا یہ نشانیاں ہیں	۳۹	۲۱-۲۰	متقیوں کو جنت کی طرف لے جائیں گے
۱۳	۲۶	جو اللہ کو رب مانتے ہیں۔ پھر استقامت	۳۹	۲۱	وہاں ان کی عزت افزائیاں
۱۳	۲۶	اختیار کرتے ہیں انھیں نہ خوف اور نہ	۳۹	۲۱	اہل ایمان قیامت سے خوفزدہ نہیں ہیں
۱۳	۲۶	حزن ہوگا و دیگر نعمات	۳۹	۲۱	جو آخرت کا طلبگار ہے اس پر مہربانی
۱۱	۲۷	جو اللہ کے محبوب پر ایمان لائے ان کے	۳۹	۲۱	نیکیوں پر فضل کبیر
۱۱	۲۷	گناہ بٹا دیئے۔ ان کے حالات کو درست	۳۹	۲۱	اہل ایمان کی دعائیں قبول فرماتا ہے
۱۱	۲۷	کر دیا اللہ اہل ایمان کا مددگار ہے کفار	۳۹	۲۱	و یزید ہم من فضلہ
۱۱	۲۷	کا کوئی مددگار نہیں	۳۹	۲۱	اہل ایمان کے لیے خیر و ابقی
۱۲	۲۷	اہل ایمان جنت میں	۳۹	۲۱	اہل ایمان کی صفات
۱۵	۲۷	اہل ایمان کے لیے جنت جس میں شہدو	۳۹	۲۱	جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو بدلہ
۱۵	۲۷	شراب کی نہیں	۳۹	۲۱	لیتے ہیں
۱۷	۲۷	جوراء ہدایت پر ہیں ان کے نور ہدایت میں	۳۹	۲۱	لیکن بخش دینا افضل ہے
۱۷	۲۷	اضافہ کر دیا جاتا ہے، اتقوی بخشا جاتا ہے	۳۹	۲۱	من عذرہا کما عور



سورۃ نمبر	آیت نمبر	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۴۷	۱۶	۴۲	۳۸
۴۷	۲۱-۲۰	۴۲	۳۶
۴۷	۲۲	۴۵	۳۴، ۳۳
۴۷	۲۸، ۲۷، ۲۸	۳۵	۳۵
۴۸	۴	۴۳	۳۵
۴۸	۱۱	۵۱	۱۹
۴۸	۱۲	۴۱	۱۰-مع حاشیہ
۴۸	۵۰	۳۳	۲۰، ۲۱، ۲۲
۴۸	۱۶-مع حاشیہ	۳۳	۴۲-۴۱-۴۰
۳۵	۵	۴۴	۱۶
۳۵	۵		

مَسَارِدًا هُمْ يَفْقَهُونَ

ہم نے کسی کو رزق کم دیا، کسی کو زیادہ، درجات میں فرق کر دیا۔ اس کی حکمت، ایک دوسرے سے کام لے سکو

سب کے گمراہ ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم کفار کے دروازے اور پھتیں سونے اور چاندی کی بنا دیتے آخرت تیرے رب کے پاس تحقیق کے لیے ہے

ان کے مالوں میں مسائل اور محروم کا حق ہے (متقیین کی صفات)

زمین پیدا فرمائی۔ اس نے رزق کا انتظام کیا۔ سب کے لیے برابر موقع سواء للثاثلین

### مُتَّقِينَ

مُتَّقِينَ کے کردار کا تفصیلی تجزیہ غرہ و خندق کی روشنی میں مُتَّقِينَ کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا اُنھیں قتل کر دیا جائے گا۔ ان کا انجام تباہی ہے

مُتَّقِينَ جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں

اُن کے دلوں پر ٹھریں، وہ نفس کے پیروکار ہیں

جہاد پر جانے کا حکم سن کر موت کی غشی طاری ہو گئی

اگر انھیں حکومت مل جائے تو فتنہ برپا کر دیں اور قطع رحمی کرنے لگیں

موت کے وقت مُتَّقِينَ کی حالت صلح حدیبیہ سے مُتَّقِينَ کو عذاب

مُتَّقِينَ کی جہاد سے پیچھے رہنے کی بہانہ سازیاں

یہ سمجھتے تھے کہ اب اللہ کا رسول اور مسلمان اہل مکہ سے بچ کر واپس نہیں آئیں گے

غنیمت کے لالچ کے لیے جہاد میں شرکت کی خواہش کریں گے لیکن انھیں اجازت نہیں

فرمایا تمہیں پھر موقع دیا جائے گا جب جنگجو قوم سے لڑنے کی نوبت آئے گی جنگجو قوم سے کون مُراد ہیں

### نَوَاسِيَ

تمہیں دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے

شیطان تمہیں اللہ سے فریب میں مبتلا نہ کر دے



آیت نمبر	سورۃ نمبر		آیت نمبر	سورۃ نمبر	
۱۱	۴۹	(اہل پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ) نفاق مت کرو عیب چینی مت کرو۔ بڑے نقاب سے مت مبلّو	۳	۴۲	آپس میں تفرقہ نہ ڈالو
۱۲	۴۹	ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو	۱۴	۴۲	تفرقہ بازی کی وجہ یعنی بدینہلو جاہلوں کی طرح خواہشات نفس کی
۵۱	۵۱	اللہ کے ساتھ کسی کو خدا نہ بناؤ	۱۸-۱۹	۴۵	پیروی نہ کرو۔ وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے

# تعارف

## سورة الاحزاب

نام : اس سورۃ پاک کا نام الاحزاب ہے۔ جو اس سورت کی آیت میں مذکور ہے۔ نیز اس میں غزوہ احزاب کا تفصیلی تذکرہ ہے، لہذا تاریخ کے اعتبار سے ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس لیے اس سورت کو اسی نام سے منون کیا گیا۔ اس میں نو رکوع، تہتر آیتیں اور ایک ہزار و صد اسی کلمات اور پانچ ہزار سات صد نوے حروف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں جن واقعات کا تذکرہ ہے یعنی غزوہ احزاب، بنی قریظہ اور نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وہ اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا نزول سٹھ میں ہوا۔

مضامین : اس سورۃ مبارکہ میں تاریخ اسلام کے اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ عرب کے جاہلانہ رسم و رواج میں دُور رس اور انقلابی فرحیت کی اصلاحات کی گئی ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خانگی زندگی کے کئی گوشوں کو آشکارا کیا گیا ہے۔ ازدواجِ مطہرات اور خاندانِ رسالت کو خصوصی ہدایات اور ارشادات فرمائے گئے ہیں۔ مسلم معاشرہ میں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو روکا گیا ہے۔ پردہ کے نظام کو بروئے کار لانے کے لیے ابتدائی ہدایات دی گئی ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام انبیین ہونے کا اعلان فرما دیا گیا ہے۔ ان تمام امور نے اس سورت کو بڑی اہمیت بخش دی ہے۔ ہر چیز کا تفصیلی بیان تو اپنے اپنے مقام پر آئے گا، اس تعارف میں صرف اجمالی اشارات کیے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام سورت کا مطالعہ کرنے سے پہلے ان امور کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں اور حسب ان کے تفصیلی ذکر کے مقام سے ان کا گزر ہو تو وہ بے خبری میں ہی نہ گزر رہیں بلکہ وہاں توقف کریں، غور و تدبیر کریں اور قرآن کریم کی روشنی سے اکتسابِ نور کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

اس سورت کے آغاز میں حمدِ جاہلیت کی رسوم و عادات پر ضرب کاری لگائی گئی ہے لیکن اس سے پہلے یہ فرما دیا کہ بندہ مومن پر لازم ہے کہ اپنے خداوندِ ذوالجلال کے مہرِ حکم کی بے چون و چرا تعمیل کرے اور اگر ایسا کرتے ہوئے اُسے لوگوں کی کلمات کا ہدف بننا پڑے یا لوگوں کی برسی اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑے تو ذرا نہ گھبرائے بلکہ اپنے رب کریم پر توکل کرے اور اپنے سائے کام اس کے سپرد کر دے اس سے بہتر کارساز اور کون ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ نکتہ بھی بیان کر دیا کہ دل ایک ہی ہوتا ہے یا اس دل میں دُنیا اور اہل دُنیا کی محبت خیرِ زین ہوگی یا خدا کی بندگی کا جذبہ اپنا پریم لہرائے گا۔ ان دو میں سے ایک کا انتخاب ناگزیر ہے۔ اگر انسان کے پہلو میں دو دل ہوتے تو ممکن تھا کہ ایک دل میں خدا اور دوسرے میں دُنیا کو وہ جگہ دے دیتا۔ اور ایک وقت دُنوں



نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حملہ کا محاصرہ کر لیا۔ کوئی منافق ان کی امداد کے لیے نہ آیا۔ آخر انہوں نے جان بخشی کی التباکی جو قبول کر لی گئی اور ایک ایک اونٹ پر قبضہ کر لیا۔ وہ لے جا سکتے تھے، انہیں لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ لوگ خیر اور ہادی اقربیٰ میں جا کر آباد ہو گئے۔ انہوں نے مشرکین عرب کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا اور عرب کے بدو قبائل کے پاس بھی ان کے وفد گئے۔ انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ دس بارہ ہزار کے لشکر نے ایک چھوٹی سی بستی پر بڑ بول دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ناصب و ناسر کیا اور اپنے رسول مکرم کو فتح مبین عطا فرمائی۔ تفصیل حالات آیات کے ضمن میں مذکور ہیں۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ کفار کے غبار سے ہمیشہ کے لیے ہوا اچل گئی۔ پہلے وہ حملہ آور تھے اور مسلمان حرف دفاعی جنگ لڑ رہے تھے۔ اب مسلمان آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی پوزیشن میں ہو گئے اور کفار صرف دفاع اور وہ بھی تباہی دہلی سے کرنے پر قانع ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس روز اعلان فرمایا: "لن تغزوکم قریش بعد ما حکمہم ہذا لکنکم تغزوہم" یعنی آج کے بعد قریش تم پر لشکر کشی نہ کر سکیں گے، اب تم ہی ان پر لشکر کشی کرو گے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ منافق بے نقاب ہو گئے۔ اس نازک مرحلہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بے نقاب کر دیا۔ اب مسلمان ان کو خوب سچان گئے اور ان کی اذیت رسائیوں سے محتاط ہو گئے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ سنی قرظیہ یسودی قبیلہ جس کے مسلمانوں کے ساتھ عدم و پیمان تھے اس نے جنگ کے دوران میں محمد گنی کی اور دشمن کے ساتھ مل گیا، لیکن حضور کی حکمت علی سے مشرکین اور یسودی اجتماعی کششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ آخر کار یہ قبیلہ بھی کینز کردار کو پہنچا۔ تفصیلات اپنے اپنے مقام پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمنان حق کے دلوں پر اسلام کی دھاک بٹھا دی۔ عرب کے سارے قبائل سم گئے۔ ان کے دلوں میں مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے جو فاسد خیالات وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے تھے وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ مدینہ طیبہ کی نصاب یسودی اذیت رسائیوں سے محفوظ ہو گئی۔

عام طور پر سیاسی رہنماؤں کی خانگی زندگی اور سبک زندگی الگ الگ ہوا کرتی ہے۔ ان میں تین تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو تو سادگی اور کفایت شکاری کی تلقین کرتے ہیں اور ان کے اپنے گھروں میں تکلفات اور سامان عشرت کی بھرا ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو اعلیٰ کردار اور پاکیزہ سیرت کی تلقین کرتے ہیں، لیکن ان کے اہل خانہ کا دامن غفلت، اسلہ نگاری اور طرح طرح کی آلودگیوں سے قورث ہوتا ہے۔ لیکن رہبر انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہلیت کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں دنیا کی آسائشیں اور آرائشیں عزیز ہیں تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کے گھر کی زینت نہیں ہو سکتی ہو۔ سارے خاندان نبوت کے لیے اخلاق، عبادات، تزکیہ باطن اور پاک فہمی کا ایک مخصوص مشورہ پیش کیا جا رہا ہے۔ انہیں ان کے مقام رفیع کا احساس دلا کر اس کی عظیم ذمہ داریوں کو نبھانے کا تاکید بھی حکم دیا جا رہا ہے۔

پڑوسے کا جو حکیمانہ نظام قرآن کریم سارے مسلم معاشرہ میں نافذ کرنا چاہتا ہے اس کے ابتدائی احکامات بھی یہاں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن کردار کی بلندی، اخلاق کی پاکیزگی، عبادات الہی میں ذوق و شوق صرف خالوادہ نبوت تک ہی محدود نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ہر فرد کو جن خوبیوں سے متصف ہونا چاہیے آیت ۳۵ میں بڑی تفصیل سے ان کو بیان کر دیا گیا۔





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِٖ وَرَحْمَتِكَ اِنَّكَ رَءِیْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲﴾

سورۃ الاحزاب مدنی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمشیرم فرزند دلچسپ ہے۔ اگلی آیتیں ۲۳ تک دیکھ کر ۹

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ

لے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ڈرتے ہیے اللہ تعالیٰ سے نہ اور نہ کفار مانسے کفار اور منافقین کا تھے بے شک اللہ تعالیٰ

لے اس مبارک سورت کا آغاز یا یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ کے پُر صلال کلمات سے کیا گیا ہے براہ راست اس خصوصی خطاب کی وجہ سے کہ اس سورت میں چند ایسی اصلاحات کا حکم دیا جا رہا ہے جو قدامت پرست اہل عرب کے رجم و روان کے سراسر خلاف تھیں۔ معاشرہ میں جب کوئی فعل رواج پکڑ جاتا ہے اور پشت با پشت سے لوگوں کا اس پر تعلق ہوتا ہے تو لے ایک تقدس اور احترام حاصل ہو جاتا ہے وہ لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس بارے میں اتنے جذباتی ہو جاتے ہیں کہ اس میں کسی اصلاح اور ترمیم کو برداشت نہیں کرتے۔ اور کسی بڑی سے بڑی آہستی کو بھی اس میں رد و بدل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ قوموں کی اصلاح کا بڑا اہتمام والوں کے لیے سب سے صبر کرنا ملے وہی ہوتے ہیں جب وہ اپنی قوم کے غلط اور حضرت رساں رجم و روان کے خلاف مجاہد بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سورت میں عرب کے قدامت پسند معاشرہ اور ان کے غلط رویوں کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور قوم کے شدید رد عمل کا اندیشہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی طور پر خطاب فرما کر چند ہدایات سے سرفراز کیے ہیں۔ تاکہ حضور کے خلاف کذب و افتراء کے جو طوفان اٹھنے والے ہیں ان میں کٹ پھٹت ہو اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔

دوسرے انبیاء کو ہمیشہ ان کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے یا آدم یا نوح یا ابراہیم۔ لے آدم، اے نوح، اے ابراہیم۔ لیکن اپنے حبیب کو جب بھی خطاب فرمایا تو نام سے نہیں بلکہ اسمِ معنی سے۔ اس مقصود حضور کی عظمت شان اور جلالت قدر کا اظہار ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے: نَادَاۤهُ جَبَلٌ وَعَلَانَ بِوَصْفِهِ دُونَ اِسْمِهِ تَعْظِيْمًا لِّهٖ وَ تَفْخِيْحًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم و تحکیم اور انظار شان کے لیے وصفِ نبوت سے یاد فرمایا اور نام کے کرنا نہیں چاہا۔ صاحب لسان العرب لفظ "نبی" کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس کے ماخذ اشتقاق کے متعلق اہل لغت کے تین قول ہیں۔ ۱۱۔ یہ نَبَا سے مشتق ہے (۲)۔ یا نَبُوۃ سے (۳) یا نَبَاوۃ سے مشتق ہے۔ پہلے قول کے مطابق نَبِيٌّ بَرَزَانٍ فَعِيْلٌ بمعنی مفعول مجرب ہو گا یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہو۔

علامہ جہرہمی اور قرآن و دونوں کی رائے یہی ہے کہ یہ نَبَا سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا۔ الجوهري: والنَّبِيُّ الْمُخْبِرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِذٰلِكَ اَنْبَاۤءُ عَنْهُ وَهُوَ فَعِيْلٌ بمعنی مفعول۔

قَالَ الْفَرَّاءُ: النَّبِيُّ هُوَ مَنْ اَنْبَاۤءَ اللّٰهُ فَفَعْلٌ كَهَمْرَةٍ

اور اگر اس کا ماخذ اشتقاق النبوۃ یا النباۃ ہو تو اس کا معنی ہے بلند اور اُدنی چیز کیونکہ نبی دوسروں سے ہر



كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۰ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

خوب جاننے والا، بڑا دانہ ہے۔ اور پیروی کرتے رہیے جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی طرف اپنے رب کی جانب سے۔ عیناً اللہ تعالیٰ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۱۱ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۱۲

جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اس سے اچھی طرح باخبر ہے اللہ اور (لے مجھ کو) مجھ سے رکھے اللہ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (بڑا) کارساز ہے

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ

نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لیے دو دل اس کے شکم میں ہے اور نہیں بنایا اس نے تمہاری بیویوں

الْمَوءِ تَطْهُرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ

کو جن سے تم تمہارے ہو تمہاری مائیں ہے اور نہیں بنایا اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند

نے فرمایا کہ میں انہیں پہلے امان دے چکا ہوں۔ پھر ان کو حضور نے مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار اور منافق اس قابل نہیں کہ ان کی بات مان لی جائے۔ آپ صرف ان احکام کی پیروی فرمائیے جو علیم و حکیم خدا نے آپ پر نازل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو تمہاری انفرادی، اجتماعی، سیاسی اور معاشی ضرورتوں سے باخبر ہے اور اس کا حکم جھٹولنے پر ہے۔ ایسے علیم و حکیم خدا کی فرمانبرداری سے ہی تم دونوں جہانوں میں سرفراز ہو سکتے ہو۔

لے آپ صرف ان احکام کی پابندی کریں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ پر نازل فرمائے ہیں اور وہ تمہارے عمل کو جانتا ہے۔ باقی رہیں کفار کی دھمکیاں اور منافقین کی ریشہ دو انیاں اور شرارتیں تو آپ ان کی قطعاً پروا نہ کریں، اپنے رب پر چھوڑ کریں۔ اپنے سارے کام اسی کے سپرد کر دیں، اس کارساز کی تائید و نصرت کے بعد آپ کو کسی بداندیش کی ایذا رسانی کا ہرگز کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔

لے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو دو ہاتھ، دو پاؤں، دو کان اور دو آنکھیں دی ہیں لیکن دل صرف ایک ہی دیا ہے۔ یہاں متفاد خیالات اور عقائد کی گنہائش نہیں۔ ایک دل میں ایک ہی عقیدہ سما سکتا ہے یا انسان خدا کا بندہ بن جائے یا لے مسجد کو خیر کی بندگی اختیار کر لے۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ کفر اور اسلام دونوں کے علمبردار بنیں، حق اور باطل دونوں سے رشتہ عقیدت جوڑے رکھیں۔ زندگی کے اس پُرشور سمندر کو دو کشتیوں میں سوار ہو کر جو عبور کرنا چاہتا ہے وہ عفرق ہو جاتا ہے یا صدیقی و فاروقی کی صف میں شامل ہو جاؤ یا ابولہب سے ابرو جمل کی سبقت اختیار کر لو۔ عبد اللہ بن ابی جہشے منافق لوگوں کی یہاں قطعاً کوئی گنہائش نہیں۔

لے یہ بتا دینے کے بعد کہ یہاں دورنگی کی گنہائش نہیں۔ اسلام کو سن دین اس کے سارے تقاضوں کے ساتھ قبول کرنا ہو گا یا



ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاكِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَحْدِي السَّبِيْلَ

وہی ہے جس نے تم کو اس کی بات سے روکا ہے اور وہی ہے جو تم کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے گا

اُدْعُوهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اَبَاءَهُمْ

تو ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ کے پاس سب سے زیادہ ان کے باپوں کے نام سے پکارنا

وَالْحَوَاكِمُ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيكُمْ وَاَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا

اور جو لوگ دین میں تمہاری مدد سے دوستی کر لیں، اور انہیں سے تم کو کافر نہ کہے

اُدْعُوهُمْ بِاَسْمَاءِ اَبَائِهِمْ وَرَبِّكَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ رَّبُّكُمْ فَسَبِّحْهُمُ  
بِاسْمِ رَبِّكُمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ  
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مَتَّعْتُمُوهُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

انہیں اپنے باپوں اور تمہارے رب کے نام سے پکارو، جو تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے، تمہارا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس لیے تم ان کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ کے پاس سب سے زیادہ ان کے باپوں کے نام سے پکارنا

اُدْعُوهُمْ بِاَسْمَاءِ اَبَائِهِمْ وَرَبِّكَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ رَّبُّكُمْ فَسَبِّحْهُمُ  
بِاسْمِ رَبِّكُمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ  
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مَتَّعْتُمُوهُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

انہیں اپنے باپوں اور تمہارے رب کے نام سے پکارو، جو تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے، تمہارا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس لیے تم ان کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ کے پاس سب سے زیادہ ان کے باپوں کے نام سے پکارنا

اُدْعُوهُمْ بِاَسْمَاءِ اَبَائِهِمْ وَرَبِّكَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ رَّبُّكُمْ فَسَبِّحْهُمُ  
بِاسْمِ رَبِّكُمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ  
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مَتَّعْتُمُوهُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

انہیں اپنے باپوں اور تمہارے رب کے نام سے پکارو، جو تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے، تمہارا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس لیے تم ان کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ کے پاس سب سے زیادہ ان کے باپوں کے نام سے پکارنا

اُدْعُوهُمْ بِاَسْمَاءِ اَبَائِهِمْ وَرَبِّكَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ رَّبُّكُمْ فَسَبِّحْهُمُ  
بِاسْمِ رَبِّكُمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ  
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مَتَّعْتُمُوهُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

انہیں اپنے باپوں اور تمہارے رب کے نام سے پکارو، جو تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے، تمہارا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس لیے تم ان کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ کے پاس سب سے زیادہ ان کے باپوں کے نام سے پکارنا

اُدْعُوهُمْ بِاَسْمَاءِ اَبَائِهِمْ وَرَبِّكَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ رَّبُّكُمْ فَسَبِّحْهُمُ  
بِاسْمِ رَبِّكُمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ لَمْ تَعْلَمُوْا اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ  
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي اَسْمَاءَ اَبَائِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مَتَّعْتُمُوهُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

## اَخْطَا تُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

نادانستہ کر بیٹھو۔ البتہ وہ کام جو تمہارے دل قصداً کرتے ہیں وہ ان پر ضرور گرفت ہوگی، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے تلے

کسی چیز کا بیشک کے علاوہ قرطبی نے اس موقع پر بہت سی احادیث نقل کی ہیں جن میں مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ہے: "تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔"

تلے گفتگو میں جو بات ارادہ اور نیت کے بغیر زبان سے نکل جائے۔ اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ البتہ جو خلاف شریعت باتیں تم جان بوجھ کر قصد کرو گے اس کی سزا تمہیں ضرور دی جائے گی لہذا غلطی کرنے کے بعد تمہیں ندامت ہو اور تم سچے دل سے توبہ کرو، تو تمہاری توبہ قبول ہوگی۔ بیشک اس کی بخشش بڑی عام ہے اور اس کا دامن رحمت بڑا وسیع ہے۔

تمام علماء تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ شام کے باشندے تھے۔ تمہارے چند سرداروں کا ادھر سے گزر ہوا، یہ ابھی بچے ہی تھے انہوں نے انہیں پکڑ لیا۔ اپنے ساتھ لائے اور انہیں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام بن غولید نے جو ائمہ المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے بھتیجے تھے انہیں خرید لیا اور خرید کر اپنی بیچھی صاحبہ کو تحفہ پیش کیا۔ حضرت ائمہ المؤمنین نے زید کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور نے انہیں آزاد کر دیا اور اپنا بیٹے بنا لیا۔

زید کے والد حارثہ اپنے لڑکے کے فراق میں دیوانہ ہو گئے اور اس کی تلاش میں ملک ملک کی خاک چھان ماری۔ اپنے بیٹے کے فراق میں جو قصیدہ انہوں نے لکھا اسے پڑھ کر آج بھی دل بیسج جاتا ہے۔ چند شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور ایک بدو کی بلاغت اور اس کے درد و سوز سے آگاہی حاصل کیجیے۔

بِكَيْفِ تَحْتَلِي زَيْدًا وَ لَعْنًا ذَرِيَّةً مَا فَعَلْتَ اَسَى فَيَزِيحُ عَنِّي اَمْرًا اَتَى دُونَهُ اَلْاَجَلَ

میں زید کے فراق میں روتا رہتا ہوں، مجھے اس کے حال کا کوئی ٹولم نہیں۔ کیا وہ زندہ ہے تاکہ اس کے لوٹ آنے کی امید کی جائے یا موت کی آنکوش میں سوچا ہے۔

تَذَكَّرْنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا وَ لَعْنَتِي ذِكْرًا اِذَا غَرَجْنَا اَفَلَ

سورج جب طلوع ہوتا ہے تو وہ اسکی یاد تازہ کرتا ہے اور جب وہ غروب ہونے لگتا ہے تو پھر بھی اسکی یاد مجھے تازے لگتی ہے۔

وَ اِنْ هَبَّتِ الدَّرِّيَا حُفَّتِي ذِكْرًا فَيَا طُورِي مَا حُزِنِي عَلَيْهِ وَ مَا وَ حَبَلِي

جب ہوا میں مٹی ہیں تو اس کی آتش شوق کو بھرا دیتی ہیں، اس کی ہڈائی میں میرا رسم اور اس کے متعلق میرے اندیشوں کا سلسلہ کتنا طویل ہے۔

سَا حَوْلِي نَعْسُ الْعَيْنِ فِي الْاَرْضِ جَاهِدًا وَ لَا اَسْأَلُ السَّطُورَ اِنْ اَوْقَسَا مَرَا اِلَيْ

میں اپنی اسلحہ کی ساندھی کو زمین میں چلاتا رہوں گا اور نہ میں اسکی تلاش میں طواف گھرنے سے تنگوں گا اور نہ ہی میری دشمنی۔



## أُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ

قربی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کتاب اللہ کی رو سے مام

يَقْنَعُنَ ذِيهِ وَأَنَا أَخَذْتُ بِحَبْلِ جَزْكَوْهُ وَأَنْشُرُ لَقَعِي حَمْرًا فِيهِ (قرطبی) یعنی میری اور میری اُمت کی حالت اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ بجلائی ہو اور مختلف ہانڈ اور پروانے اس میں گرنے کے لیے دوڑتے چلے آ رہے ہوں۔ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔

صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَآئِنَا أَوْلَىٰ بِهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْآخِرَةُ أَقْرَبُ إِلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْفَسْهَمِ وَإِنَّمَا مَوْتٌ وَمَاتٌ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيُرْثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا وَمَنْ تَرَكَ دِينًا أَوْ ضِياعًا فَلْيَبْنِ فَإِنَّا مَوْلَاهُ۔

یعنی کوئی ایسا مومن نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں والی نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو انسابی اولیٰ بالمؤمنینؑ اور جو مومن فوت ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے وارث ہوں گے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے، میں اس کا والی ہوں۔

حضور کی شانِ کریمی پر انسان قربان جائے کتنی شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمارے ساتھ ایسا تعلق ہے، حضور کی خیر خواہی اور کف و کرم کا یہ عالم ہے تو پھر حیف ہے ہم پر اگر ہم حضور کی شریعت کو چھوڑ کر اپنے نفسوں کی خواہشات کی پیروی میں لگ جائیں اپنے دوستوں کو خوش کرنے کے لیے اعلیٰ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم اپنے نبی پاک کی اطاعت سے سرتابی کریں۔ نیز اسلامی حکومتوں اور قانون ساز اداروں کو بھی اس امر کا پورا پورا احساس ہونا چاہیے کہ وہ کس رؤف و رحیم کا دامن چھوڑ رہے ہیں اور کس کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہیں۔ وكونه عليه السلام اولیٰ بالمؤمنین من الفسهم ای اذ ان ہمہم واعطف علیہم اذ هو یدعوہم الی النجاة والفسهم تدعوہم الی الهلاک۔ یعنی حضور کے اولیٰ بالمؤمنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ان پر ان کے نفسوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں کیونکہ حضور انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں نفس انہیں ہلاکت کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں: من لعیر نفسه فی مملکت الرسول ولعیر ولایتہ علیہ فی جمیع احوالہ لعیر یدق حلاوة مملکتہم؛ یعنی جو شخص اپنے آپ کو حضور کا غلام نہ سمجھے اور اپنے تمام حالات میں اپنے آپ پر حضور کی حکمرانی تسلیم نہ کرے اس نے سنت کی شیرینی کا مزہ ہی نہیں چکھتا۔

اے حضور رسالتاً علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی عزت افزائی ذہانی جا رہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی مائیں ہیں اس تعلق کے باعث ہر مومن کا فرض ہے کہ ان کا اسی طرح احترام کرے جس طرح اپنی ماں کا احترام کرتا ہے۔ اگر ان جسمانی ماؤں



الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ إِلَّا أَنْ تَقْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَٰكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ

مومن اور مومنوں سے کہے۔ مگر اگر تم کسی ایسے ایسے سے نکلتے ہو تو ان کے اولیاء سے مروتاً

ذَلِكَ فِي الرِّكَابِ مَسْطُورًا ۗ وَإِذَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْهَا مَهْرًا

(م) کتاب دانی سے لیا جاتا ہے کہ اور اس لیے کہ ہم نے تم سے ان سے لیا

مِنْكَ وَمِنْ نِّسَاءِ ذُرِّيَّتِهِمْ وَمَوْلَىٰ وَعَيْشَىٰ ابْنِ مَرْثَمٍ وَأَخْدَانَا

کتاب سے لیا اور نساء، ابنا، عیسیٰ، مرنم اور خدانا سے لیا اور ہم نے ان سے

کھری اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے اولاد سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے عورتوں سے لیا اور ان کے

مِنْهُمْ مِّثْلًا قَوَّامًا ۚ لَيْسَ لَ الصُّدِّقِيْنَ عَن صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ

سب سے پختہ عہد لیا تھا۔ یہ کہ (آپ کا رب) پورے بچوں سے اسے سچ کے متعلق اور اس نے

لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ

تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے دردناک عذاب۔ اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جس نے

تھے ان آیات میں اس تائید اور عنایت کی طرف اشارہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے غزوہ خندق میں مسلمانوں کو سرفراز فرمایا تھا۔ ان آیات کے معنی کو سمجھنے کے لیے ان نازک حالات کا جائزہ لینا از حد اہم ہے جن سے مسلمانوں کو واسطہ پڑا تھا، اس لیے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا پس منظر پیش خدمت ہے۔

مدینہ طیبہ میں یثرب کے دو مشہور قبیلے آباد تھے بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں نیچتے ہی ان سے دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا، لیکن ان کے دلوں میں اسلام سے عداوت کے شعلے بجھتے رہتے تھے۔ وہ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتے جب کہ وہ اپنی اس باطنی خباثت کا مظاہرہ کر سکیں۔ غزوہ احد میں جب گھائی پر متین تیر اندازوں کی حملت اور فطلی کے باعث اسلامی لشکر کو سخت جانی نقصان ہوا، تو یثرب کے حوصلے بڑھ گئے۔ دوستی کے معاہدہ کے باوجود بنی نضیر نے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی جس میں وہ بڑی طرح ناکام ہوئے۔ اس عمدہ شہنی اور فکاری کے باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عبد اللہ بن ابی نے انہیں جا کر شہ دی کہ وہ اپنے گھروں میں ڈٹے رہیں۔ اگر لڑائی کی فوج آئی تو وہ اپنی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے گا اور اس نے یقین دلایا کہ دوسرے کئی بدو قبائل بھی ان کی امداد کے لیے مدینہ پر دھاوا بول دیں گے، اس لیے بنی نضیر نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور صاف صاف کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ آپ جو کچھ ہو سکتا ہے کر لیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلت کی مدت ختم ہوتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا۔ عبد اللہ بن ابی دیک کر اپنے گھر میں بیٹھا رہا کسی کوشش نہ ہوئی کہ ان کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ جب بنی نضیر نے حالات کو اپنی توقع کے خلاف پایا تو انہوں نے مدینہ طیبہ چھوڑنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ تین آدمیوں کو ایک اونٹ پر بٹنا سامان وہ لاد سکتے تھے لاد کرے جانے کی حضور نے اجازت دے دی۔ بنی نضیر جلد وطن کے بعد کچھ خیبر میں آکر آباد ہو گئے اور بعض وادی القرظی میں فزوکش ہو گئے۔ لیکن انہوں نے یہاں آکر بھی اسلام کے خلاف سازش کرنی شروع کر دی۔ ان کا ایک وفد جس میں سلام بن ابی الحقیق، کننا بن ریح بن ابی الحقیق، سلام بن مضمک اور عی بن اخطب، قبیلہ بن نضیر سے اور بنی وائل سے ابو عمارہ شریک تھے، مکہ پہنچا اور قریش کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جنگ پر ابھارنا شروع کیا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اس جنگ میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اسلام اور بانی اسلام کو ختم کر کے دم لیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا کہ اے علامہ یثرب! تم صاحب کتاب ہو اور علم و فضل

۱۷







ہیں، تھکاوٹ سے چڑھیں، لیکن اپنے محبوب تامل کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم عمل ہیں۔ شمع توحید کے ان پروازوں کو اللہ تعالیٰ کے پیار سے حبیب نے جاننازی اور غنائیت کا یوں مظاہرہ کرتے ہوئے دکھیا تو فرمایا:

إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَأَعْضِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُحَاجِرَةَ

یعنی زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ میرے پروردگار انصار اور مساجرین کو بخشن دے۔

اپنے حق میں یہ دو عائن کر صحابہ کرام پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، کیف و سرور سے بے خود ہو کر یہ گانے لگے:

تَحْنُ الَّذِينَ يَا يُعْمُو أَحْسَدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

یعنی ہم منزل عشیق و محبت کے وہ مسافر ہیں جنہوں نے اپنے ہادی و مُرشد کے دست مبارک پر اس بات پر بیت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے کلام حق کو بلند کرنے کیلئے مصروف جہاد رہیں گے۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی اپنے شیریں اور دلنواز لہجہ سے اپنے ایک غلام حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے یہ

شعر بھی پڑھتے: لا لله لولا انت ما هتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

فانزلن سكينتنا علينا وثبت الاقدام ان لا قينا

یعنی اے میرے مولا اکرم! اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہ ہدایت پر گامزن نہ ہوتے، نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہمیں نماز

کی ترفیق ملتی۔ اے اللہ! ہم پر اطمینان و سکون نازل فرما اور اگر ہمارا مقابلاً دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

عروبن حوت کہتے ہیں کہ میں، سلمان، صدیق، نعمان بن قریظ، لولان اور حبیہ انصاری اپنے جسد کی پائیس گز خندق کو دوہے تھے، تو اتفاق سے ایک چٹان آگئی۔ ہم نے سارا زور لگایا۔ بڑے عین کیے لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمان سے کہا کہ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کریں تاکہ جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت سلمان خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چٹان کے متعلق گزارش کی کہ ہمارے بازو ٹل ہو گئے ہیں۔ ہماری کدالیں کند ہو گئی ہیں لیکن وہ ٹوٹے کا نام نہیں لیتی۔ یہ سن کر حضور فرما

اٹھے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر حضرت سلمان کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس سے اتنی روشنی پیدا ہوئی جیسے کسی نے گھپ اندھیرے میں اجا تک چراغ جلا دیا ہو۔ اور اس کا تیل جسد ٹوٹ کر الگ جاگرا۔ حضور نے فرمایا اللہ اکبر اعطیت

مغایع الشام۔ مجھے ملک شام دے دی گئیں۔ دوسری مرتبہ چہرہ حضور نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ضرب لگائی، پھر اسی طرح روشنی نمودار ہوئی اور تیل جسد ٹوٹ گیا۔ حضور نے فرمایا: اللہ اکبر اعطیت مغایع فارس۔ مجھے ملک ایران کی کنیاں

بخش دی گئیں۔ تیسری مرتبہ چوٹ لگائی، باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو گئی اور حضور نے فرمایا اللہ اکبر اعطیت مغایع الیمن۔ مجھے یمن کی کنیاں مرحمت کر دی گئیں۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ضربوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا، بلکہ دنیا کی دو بڑی عالمی طاقتوں روم اور ایران کے سنگین قلعوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا اور ان ممالک کی فتح کی زبید بھی اپنے غلاموں کو سنا دی۔ قلابی

ممالک کی نزاکت کسی سے مخفی نہیں۔ سارا عرب اُتار کر رہا ہے۔ مدینہ کا ماحول بھی ساہ گار نہیں۔ یہاں بھی یہودیوں اور منافقوں کی یکے بعد دیگرے

جمعیت موجود ہے۔ فرج کے لیے نہ ساز و سامان ہے اور نہ خوراک کا معقول انتظام ہے۔ ان حالات میں جب اظہار دشمنی کے اس فریب



سبب را چنین گفت ریح الامین کہ بعد از من اعراب و انصار دین  
 جبرئیل علیہ السلام نے اس کا سبب یہ بیان کیا کہ میرے بعد دین اسلام کے مددگار اور جان نثار  
 بریں خلقت با مسلط شوند بآئین من اہل آل بکر وند  
 ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں میری شریعت کا قانون نافذ کریں گے۔  
 بریں مژدہ و شکر و لطف خدا بسد بار تجسیر کردم ادا  
 اس بشارت اور اللہ تعالیٰ کے لطف پر میں نے ہر بار تجسیر کیا۔  
 شنیدند آن مژدہ چون مومنان کشیدند تکبیر شادی کنان  
 مومنان نے جب یہ مژدہ سنا تو سب نے خوش ہو کر نعرہ بھیج دیا۔

اسی طرح دیگر کتابوں میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

شب و روز کی محنت شاقہ سے کفار کے لشکر کے آنے سے پہلے خندق تیار کر لی گئی۔ مدینہ طیبہ کے تین اطراف ایسے تھے،  
 جہاں سے عمومی حملہ کی توقع نہ تھی۔ جنوب کی طرف گھنے باغات تھے۔ مشرق اور مغرب کی طرف پتھر پلا علاقہ اور سخت چٹانیں تھیں۔  
 جہاں جگہ جگہ گہری اور چوڑی دراڑیں تھیں۔ صرف شمال کی سمت ہی کھلی اور غیر محفوظ تھی اور حملہ کا اسی جانب سے خطرہ تھا، چنانچہ کرہ  
 سلع کو پشت کی طرف رکھ کر شہر کی شمالی جانب پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھود کر مکمل کر لی گئی۔ دشمن کے وہاں پہنچنے سے پہلے  
 حضور تین ہزار جان نثاروں کو لے کر موزوں مقامات پر خیمہ زن ہو گئے۔ کفار کا لشکر جو ایک ٹونان کی صورت میں آگے بڑھا چلا آ رہا تھا  
 اسے یہ خیال تھا کہ وہ مدینہ کی بسنی کو پہلے ہڈیں ہی نیست نابود کر کے رکھ دے گا۔ انہوں نے جب اپنے سامنے اتنی چوڑی اور گہری خندق  
 دیکھی تو حیرت زدہ ہو کر رہ گئے ان کی جنگی منصوبہ بندی میں ایسی تدبیر کا سان گمان بھی نہ تھا۔ مہمور خندق کی دوسری طرف ہی انہوں نے  
 اپنے خیمے نصب کر لیے اور مسلمانوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

ایک روز ابو جہل کا بیٹا حکمر، عمرو بن عبدود و حرب کا مشورہ سوار اور جہگوار اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر  
 خندق کا پیکر کاٹنے لگے۔ ایک جگہ خندق نہایت تنگ تھی، اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا بجلی کی سرعت کے ساتھ گڑ گڑ خندق کے  
 دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بلند آواز سے لکھارا: هل من مبارز۔ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔  
 کافروں نے یہ لکھا تو اس کے رسول کا شیر علی المرتضیٰ رحمہ اللہ و جہا اپنی تلوار ہوا میں لڑتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا:  
 "اے عبدود کے بیٹے! میں نے سنا ہے کہ تو نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو تو ان دو چیزوں  
 سے ایک ضرور دے گا۔ اس نے بڑی عزت سے کہا ہاں، میں نے ایسا عہد کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں  
 کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔ ادعوت الی اللہ والی رسولہ والی الاسلام۔

اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ شیر خدا نے فرمایا: پھر میری دوسری درخواست یہ ہے کہ آ اور میرے ساتھ مقابلہ کر۔ وہ کہنے لگا:  
 میرے آپ کے والد ابو طالب کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ میری تلوار سے قتل ہوں۔ اسلام کے

بیت المقدس کی تہذیب و تمدن کی ایک خوبصورت تصویر ہے۔ یہاں پر مختلف مذاہب کی لوگوں نے اپنی اپنی تہذیب و تمدن کا رشتہ بنایا ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کی مسجد اقصیٰ اور عیسائیوں کی کلیسا اور یہودیوں کی سینکڑوں خانقاہیں ہیں۔ یہاں پر ایک ایک عمارت اپنے اپنے رنگ اور انداز میں تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی پیروی کرتا ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے تمدن کو اپنی طرف راغب ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے تمدن کو اپنی طرف راغب ہے۔

یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے تمدن کو اپنی طرف راغب ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے تمدن کو اپنی طرف راغب ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اپنے اپنے تمدن کو اپنی طرف راغب ہے۔

۱۴

سورۃ احد

بنی مغان اور دیگر قبائل کے لشکروں کا پڑاؤ

خندق

خندق

جانب مشرق پھرتی چٹانیں

سید ذباب

سید ذباب

بکھر چکا

حرم نبوی

سیدہ زینب

جنت البقیع

باغات انجمن

کوہِ حیر

فدائے عین

جانب مغرب

جانب مغرب پھرتی چٹانیں

داری

بنی قریظہ

نقشہ جنگِ خندق

مستقر سورۃ الاحزاب آیات نمبر ۲۷ تا ۲۹

جنوب



نہیں لائے بلکہ جہاں بھری ذلت اور رسوائی لے کر آئے ہو۔ اور جو لشکر تمہارے ساتھ ہے یہ ایسا بادل ہے جو صرف گر خیا اور کڑکنا جانتا ہے۔ اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں پہنچے اسلام سے ہمارا دوستی کا معاہدہ ہے اور آج تک ان کی طرف سے اس کی معمولی خلافت نہی بھی نہیں ہوئی۔ میں اس معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن تمہی اس کو بھونکنی پر برا بیگینہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو گیا اور کعب لے آفر کار مسلمانوں سے دوستی کے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ دیا اور تمہی اور لشکر کفار کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کر دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو اس کی تصدیق کے لیے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ کو چند خاص آدمیوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر یہ اطلاق غلط ہو تو جوہرے مجمع میں آکر تبا دینا۔ لیکن اگر درست ہو تو کناہ نہ بتانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس حادثہ سے مسلمانوں کے صحیفے پست ہو جائیں۔ یہ حضرات جب بنی قریظہ کی گڑھی میں پہنچے تو وہاں کا سماں ہی بالکل مزلاتھا۔ جنگ کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی تھیں۔ تلواریں، سجالے، تیرکچیاں اسلوحانے سے نکال کر تقسیم کی جا رہی تھیں۔ انہوں نے کعب سے گفتگو کرنا چاہی اور اسے سمجھانا چاہا، لیکن وہاں تو یقینوں میں خور پینا ہو چکا تھا، وہ کوئی معقول بات سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ ٹوٹو، میں میں تک نوبت پہنچی۔ بنی قریظہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کے درمیان قطعاً کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے ساتھ اٹھنے سے روکا اور فرمایا اب یہ معاملہ کالی گھونچ سے طے نہیں ہوگا، اب معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ وہاں آکر انہوں نے اس عہد شکنی کی اطلاع حضور کی خدمت میں اشارتاً کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ بات عام ہو گئی مسلمانوں کی پریشانی کی حد ہو گئی پہلے تو صرف بیرونی حملہ آور سے مقابلہ تھا اب گھر بھی محفوظ نہ رہا۔ بنی قریظہ کے فوجانہ کسی وقت بھی عقب سے حملہ کر کے حالات کو سنگین بنا سکتے تھے منافقین جو اب تک مصلحت بینی کے پیش نظر بادل سخاوت اسلامی لشکر میں شامل تھے انہوں نے برا بھلا کھینکا شروع کر دیا وہ طبع طرح کی بہانہ سازیاں کرنے لگے، لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب کے سچے خاتم ان حالات میں بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی جمعیت اور طاقت کو منتشر کرنے کے لیے بنی غطفان کے سرداروں عینہ اور ابو العاص بن عمرو سے بات چیت شروع کی۔ اگر تم محاصرہ اٹھا کر چلے جاؤ تو مدینہ کی گھجڑوں کا تیرا حصہ تمہیں دیا جائے گا انہوں نے آمادگی کا اظہار کیا۔ ابھی یہ بات منقل نہیں ہوئی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو انہیں ساری گفتگو سے خبردار کر دیا گیا۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے آنا! اگر یہ معاہدہ حضور کو پسند ہے اور غرضی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو ہمیں ہمال آسکا نہیں۔ اگر حضور محض ہماری سلامتی کے پیش نظر یہ معاہدہ کر رہے ہیں، تو جوہر ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب ہم کافر اور مشرک تھے اس وقت میں ہم ان قبائل کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بطور مسلمان یا فوجی کہ تو یہ مدینہ کی گھجڑوں کما سکتے تھے تو بے زبردستی کسی کو گھجڑا کا ایک دانہ لینے کی بھی جرأت نہیں تھی۔ اب تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے عزتِ اسلام سے مشرف کیا ہے۔ ہماری غیرتِ ایمانی اور حریتِ اسلامی کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ یونہی ہماری گھجڑوں میں حصہ دار بن جائیں۔ رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے محض تمہاری سلامتی کے پیش نظر ان سے یہ بات چیت شروع کی ہے۔ اس تاہیک ماسوں میں، ان صبر آرزو مشکلات میں غیرتِ وجہات کا یہ مظاہرہ دیکھ کر حضور کی غرضی کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے عرض کی: واللہ لا نعطيہم الا السيف

من بعد از این که در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است  
در این کتاب در بیان این که هر کس که در این کتاب است

کے پاس روانہ کیا۔ اور انہیں کھلا بھیجا کہ تم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ حالت سفر میں ہمارے جانور ہلاک ہوئے ہیں خود بھی ہم طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ محاصرہ کو اب مزید طول دینا ہمارے لیے ممکن نہیں، اس لیے اب مزید تاخیر کیے بغیر یہیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے۔ کل ہم سامنے سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور تم پیچھے سے بدہول دو تاکہ اس شخص سے جان چھوٹے اور ہم فارغ ہو کر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ یہود نے جواب دیا کہ کل یوم سبت دہشتہ ہے اور ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مسلمانوں سے دشمنی کا خطرہ مول لینے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم کسی وقت نہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے نہیں جاؤ گے اور ہمیں تب یقین آئے گا جب چند معجزہ آدمی تم ہمارے پاس بطور رزق بھیج دو۔ اگر تمہیں یہ شرط منظور نہیں تو پھر ہم محمد (فداء الہی وادی) کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے تم تو کل گھروں کو چلے جاؤ گے۔ ہم یہاں سے جھاگ کر کہاں سر چھپائیں گے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گشتگر ابو سفیان وغیبہ کو باکراتی، تودہ کئے گئے کہ بھلا انہیں جو اطلاع ہیں وہی تمہی وہ درست ہے۔ ابو سفیان نے ان کی یہ شرط ماننے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ اس طرح بنی قریظہ کو یقین ہو گیا کہ نسیم نے جو مشورہ دیا تھا وہ صحیح تھا۔ انہوں نے حملہ آور لشکر کو کھلا بھیجا کہ جب تک تم اپنے آدمی بطور پر فعال ہمارے پاس نہیں بھیجے گے ہم تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور اسلام کے خلاف ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

جاڑے کا موسم تھا۔ بلا کی سردی پڑ رہی تھی سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔ یہود کے ساتھ تعلقات بھی ٹوٹ چکے تھے۔ سو صلہ پست اور جنت ٹوٹ چکی تھی۔ ایک رات کو سخت آندھی آئی۔ ان کے خیروں کی مٹاپیں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں اٹ گئیں۔ گھوٹے رستے تڑا کر جھاگ بچھے رساے بشکر میں سر بسیگی بھیل گئی۔ وہ سمجھے کہ یہ شدید تیز آندھی انہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ابو سفیان جو اس ساری شہرت کا سرخشا تھا اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا یارو! میں تو جا رہا ہوں تم بھی کونج کرو۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ تھکڑا کیا قیامت ڈھا رہا ہے۔ ابو سفیان پر ایسی بدحواسی طاری تھی کہ اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کا عقاب (رسی) اکھوٹا یاد نہ رہا۔ جب اُس نے اُسے اڑ لگا کر اٹھانا چاہا تب اُسے پتہ چلا کہ اس کا پاؤں رستے سے بندھا ہوا ہے۔ اسی حالت میں اُس نے عقاب کو تھوڑے سے کاٹا اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے جھاگ نکلا۔ قریش اور غطفان نے جب اپنے کمانڈرا انجین کو یوں بُزدلی کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی جھاگ جاتے ہیں عافیت سمجھی۔

حضرت حذیفہ نے ابو سفیان اور اس کے لشکر کے فرار کا آنکھوں دیکھا حال بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو رحمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشی سے ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ حضور کے دندان مبارک کی سپیدی ظاہر ہو گئی۔ مسلمان جب صبح بیدار ہوئے اور لشکر کفار کے پڑاؤ کی طرف دیکھا تو وہاں ٹوٹی ہوئی مٹاپوں، اٹلی ہوئی ہانڈیوں، اچھی ہونے آگ اور بچھے ہوئے سامان کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئی۔ لشکر کالی گشتا پید ہو چکی تھی۔ یشر بنگر کا مطلع صاف ہو چکا تھا۔ جہاں سرور کی سنہری کرنیں مسرت، کامیابی اور اطمینان کی زبردستاری تھیں۔ یہ ان حالات کا اجمالی خاکہ ہے جن میں یہ آیات نازل ہوئیں اس کی روشنی میں اگر آپ ان آیات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو ان کا مفہوم سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی۔

ملائمہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر حضور کو رحمت للعالمین بنا کر نہ بھیجا ہوتا تو یہ آندھی لشکر کفار کے ہر سپاہی کو ہلاک



أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَ

تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کیسے منکر آگئے تھے اور تم

تَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۗ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زَلْزَالًا

اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کھنکھنے لگے تھے اس موقع پر خوب آزمایا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے چھوٹے

شَدِيدًا ۗ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

گئے۔ اے اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ممتا کر

مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۗ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ

میں وعدہ کیا تھا ہم سے (دُجھ کا) اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف مکر دینے کیلئے اے اور یاد کرو جب کہتی پھر آئی تھی انہیں سے یہ بات

۱۹ یعنی دشمن نے ہر طرف سے تمہیں گھیر لیا تھا۔ صورت حال اتنی مبیناں تھی کہ دہشت کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں خوف و ہیبت سے کیلئے منکر آ رہے تھے۔ حنا جرمع ہے۔ اس کا واحد حنجرہ، جنم کی پہلی طرف کہ جنرہ کہتے ہیں۔ جب انسان مدد پر غور فرماتا ہو تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل اچھل کر باہر نکل رہا ہے۔ واشارۃ الی ما یداخلہم من الجنون حتی اظلمت البصاہم (مفردات) یعنی خوف کی وجہ سے آنکھوں کا پتھرا ہانا۔

۲۰ اے ان کلمات سے پتہ چلتا ہے کہ سب لوگوں کی سوچ اور اندیشہ کیسا منہ تھے منافق تو یہ خیال کر رہے تھے کہ اب اسلام کا دہشت جڑوں سے اکھڑ جائے گا۔ یہ آندھی اس چرخ کو گھما دے گی۔ بزدل لوگ میدان جنگ سے بھاگنے کی تدبیریں کرنے لگے تھے طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرنے لگے تھے۔ بعض نے تو اجازت مانگنے کو بے مبالغہ خیال کیا۔ جو نبی صریح ملامت و کوفال پھیر کر چلے سے کھسک گئے۔ لیکن مردان پاکباز کا ایک ایسا گروہ بھی تھا جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں پر پکا یقین تھا۔ معاملات بدیگ حوصلہ شکن تھے۔ فضا خطرات کے مہیب بادلوں سے آئی ہوئی تھی، لیکن ان وفا کی شہوں کے عزم و شہادت میں ذرا فرق نہ آیا۔ ان اندھیروں میں ان کے یورقیوں کی تابندگی دید کے قابل تھی۔

۲۱ آزماتش بڑی سخت تھی ایک مجبور خیال تھا۔ ہر چیز پتھر پتھر کا پربھی تھی، آسمان کی اس سختی سے مسلمان گندن بن کر نکل رہے تھے جن لوگوں نے نفاق کا لباس پہنا ہوا تھا، وہ ننگے ہو کر سامنے آ رہے تھے۔

۲۲ منافق دل میں تو خوش تھے کہ اچھا ہوا مسلمانوں کی بربادی کی گھڑی آگئی جس کا وہ بڑی بتیابی سے منتظر کر رہے تھے۔ انہوں نے پہلے سرگوشیاں کیں اور پھر لوگوں کے سامنے رملایا کہنا شروع کر دیا کہ وہ فتح اور کامیابی کا وعدہ کہاں کیا اگلے روز تو یہ خوشخبری انسانی ہمارے قیام کو قہر و



يَا قُلُوبَ يَرْبِ لَا مَعَاذَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَكَتَابُنَا قُرْآنُ وَمِنْهُمْ

النَّبِيُّ يَقُولُونَ إِنْ بَيَّنَّا عَوْرَةَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ

الْإِفْرَاقَ ۚ وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ آفَاطِهَا ثُمَّ سَبَلُوا

لِقِتْنَةٍ لَاتُواهَا وَمَا كُنْتُمْ بِهَا إِلَّا بَيْرًا ۚ وَالْقَدَّكَ إِنَّا

کتاب کی تفسیر: اے قلوب! تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔

تو تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔

تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔

تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔

تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔

تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔ تم کو اپنے آپ سے بے خبر کرنا ہے۔

عَاهِدُوا لِلّٰهِ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْلَوْنَ الْاَدْبَارُ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھے نہیں پھیریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے

مَسْئُولًا ۝ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوْ

اُسکے متعلق غمخوار نہیں کیا جاتی ہے ۹۔ فرار دیکھنے والے بھگڑو! تمہیں فتح نہیں دے گا جہاں اگر تم جہاں چاہتے ہو موت سے یا

الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تُمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ

قتل سے اور اگر بھاگ کر تم نے جان بچا لی، تو تم کھٹ اندازہ ہو سکو گے مگر تمہاری مدت تلے فرمایاے کون بچا سکتا ہے تمہیں

اپنے ہاں بچنے کا خیال ستائے گا اور نہ اپنے گھروں کی حفاظت کا فرض یاد رہے گا۔ تمام چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلام کو ملنے کے جوش میں کفار کے لشکر میں شریک ہو جائیں گے۔

ان آیات میں کفار و منافقین کی ذہنیت کا کتنا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جا رہا ہے اور ان کے اندازہ فکر اور طبعی کارکنی کی صحیح تصویر کھینچی جا رہی ہے۔

عسے کفار کی دعوت پر لبیک کہنے میں وہ صرف اتنی مُہلت مانگیں گے کہ گھروں میں رکھتے ہوئے ہتھیار لے آئیں اور پوری طرح مسلح ہو کر اسلام کو نشانے کے لیے ان کے لشکر میں شریک ہو جائیں۔

۱۰۔ آج تو ان کا یہ عالم ہے کہ بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں لیکن پہلے تو بڑے بڑے چوڑے دعوے کیا کرتے تھے اور خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم اسلام کے لیے جان دے دیں گے، خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ سر نکا دیں گے مگر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں گے۔ کہاں گئے ان کے وعدے اور کہاں گئے ان کے دعوے۔ مگر ان کا ہمیشہ یہی شمار ہوتا ہے کہ حسب باتیں بنانے کا وقت ہوتا ہے تو زمین و آسمان کے قلابے ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور اپنے اخلاص اور بہادری کے بارے میں ایسی ڈیگیں مارتے ہیں کہ سننے والا حیران ہو جاتا ہے لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو ان کی قلبی کھل جاتی ہے اور ان کا غلیظ باطن آشکارا ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ وہ یہ گمان نہ کریں کہ جو وعدے انہوں نے خداوندِ عالم سے کیے تھے انہیں بخلا دیا جائے گا۔ اور ان سے کسی قسم کی بازپرسی نہیں ہوگی ان کا یہ خیال غلط ہے اللہ تعالیٰ ان سے ہر بات کے متعلق بازپرسی کرے گا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محبوب! انہیں کہیے کہ اگر تم موت اور قتل سے بچنے کے لیے میدانِ جنگ سے بھاگ جانا چاہتے ہو تو تمہارے جیسا نادان اور کون ہو گا۔ یاد رکھو! موت سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں میدانِ جنگ میں قتل ہونے سے اگر آج تم بچا بھی گئے تو کیا پھر ہمیشہ کے لیے زندہ رہو گے؟ آج نہیں تو کل بہر حال تم نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس لیے چند روزہ زندگی کے لیے اپنے نام پر بزدلی اور نامردی کی نعمت نہ لگنے دو۔

قَبْلِ اللَّهِ إِنَّ آرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ آرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَ

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَذِّبِينَ وَمُكَذِّبِيهِمْ وَأَخْلَاءَ الَّذِينَ لَا يُحِبُّونَهُمْ فَلَا

يُؤْتِيهِم مِّنْ فَضْلٍ ۚ وَلَا يَلْمِزُكَ الْإِسْلَامَ وَلَا يَلْمِزُكَ الْكُفْرَ ۚ

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ يَلْمِزُونَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيكَ مِن شَيْءٍ

جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي

جب خوف (دردہشت) چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوڑ رہی

يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالسِّنَةِ

ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہوگئے پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمہیں سخت ذہبت پہنچاتے ہیں یعنی تیز زبانوں سے

حَدَادِ أَشْحَىٰ عَلَى الْخَيْرِ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَجْبِطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ

بڑے حد تک ہیں۔ مالِ نہایت کے حصول میں شک (درحقیقت) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لے آئے تھے۔ پس اللہ نے ان کے اعمال کو ٹھیک

البتل اور بعض ملاء نعت نے شیخ اور کھنڈ کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مال خرچ کرنے میں کجوسی کو تو مکمل کہتے ہیں لیکن مال خرچ کرنے اور کسی کے ساتھ مبتلائی کرنے میں کجوسی کو شیخ کہتے ہیں۔ البخل بالمال والشح بالمال والمعروف یعنی غریب اور مسکین مسلمانوں کی امداد کے لیے یا جہاد کی تیاری کے لیے انہیں مال دینے کی دعوت دی جاتی ہے تو ایک دوسری خرچ کرنا بھی ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر اسے درجہ کی کجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

تیس اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو پھر ان کی حالت دیدنی ہوتی ہے۔ آنکھیں گھومنے لگتی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ موت کے فرشتے نے اپنا ہاتھ ان کی شرگ پر رکھ دیا ہے اور وہ ڈوب رہا ہے۔ مرنے والے کی جو حالت ہوتی ہے وہی ان بزدلوں کا حال ہوتا ہے۔ کجوسوں کی بزدلی کی کتنی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔

اپنے ہاں کے دو ہتھروں کو دیکھیے کہ انہیں اپنے پڑوس میں بسنے والے مسکینوں اور اپنے خاندان کے خستہ حال بیٹیوں اور بیواؤں پر کبھی ترس نہیں آتا۔ ان کے لیے ایک کوڑی خرچ کرنا بھی انہیں مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن جب اشتر اکبیت کے طبرداران کی ٹیکڑوں پر دھاوا لڑا دیتے ہیں اور ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اس وقت ان کا حال ہمیں وہی ہوتا ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ کاش اُمت کے افسیاء اپنے غریب اور محتاج بھائیوں کی امداد فیاضی سے کریں اور تقیم بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کریں تو قطعاً انہیں ان رُوح فرساعات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

تیس جب جانناز مجاہدین کی کوششوں سے دشمن ہتھیار ہٹا دیا ہے تو ان کے ہوش ٹھکانے لگتے ہیں۔ اس وقت ان کی خیس فطرت دوسرے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔ مالِ نہایت میں سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لیے جھپٹنے لگتے ہیں۔ ان کی جھوک لچائی ہوتی نظریں ہر چیز کو ہٹپ کرنے کے لیے بے چین ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ جانناز مجاہدوں پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے لگتے ہیں۔ یوں پتہ چلتا ہے کہ اس فتح و کامیابی کا سہرا صرف ان باتورنی لوگوں کے سر ہے۔ وہ مجاہدین جو فریادی چٹان بن کر دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہے اور دشمن کے ہر قدم کو پسپا کرتے رہے ان کا اس فتح میں کوئی حصہ ہی نہیں کہیں کہتے ہیں کہ تمہارا جی منسوبہ ناقص تھا۔ تم نے اپنا فرض

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ

یَذْهَبُوْا وَاِنْ یَاْتِ الْاَحْزَابُ یُوْذُوْا وَاَنْهٰهُمْ بِاَذْوٰنٍ فِی

الْاَحْزَابِ یَسْأَلُوْنَ عَنِ اَنْبِیَآئِكُمْ وَاَلَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ مَا فَتَلَوْا

مَعَدَّةَ الْحٰیۡۤهٖ سِوَ مَا تَلَوْنَا ۚ وَتَلٰوْا حٰزِیْمًا ۚ لَوْلَا اَنْزَلْنَا

سُورَةَ الْاَحْزَابِ لَفَسَدَتْ السَّمٰوٰتُ وَرِیَاضُ الْجَنَّةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ

وَالْحَرَامِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ وَرِیَاضُ الْمَدِیْنَةِ



## إِلَّا قَلِيلًا ۖ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن

کرتے مگر برائے نام - بیچک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے ﷺ نیز ان کے لیے ہے

لحائات اور ان مریں آرام وہ مملکت کے بھانے وہ کسی صحرا میں بدوؤں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ جہاں دشمن کے حمل کا ہر وقت خطر کا لگا نہ ہوتا۔ آہیت میں بآؤ ذؤنابدو سے ہے۔ اس کا معنی جنگل میں نکل جانا اور وہاں آباد ہو جانا ہے۔ یقال بندا یبدو و بدأ بدأؤ اذا خرج الی البادية = الاعراب، سحقان البادية حنا صة والواحد منجر الاعرابی نسبة الی الاعراب۔ والحمد لله یعنی جنگل میں رہنے والوں کو اعراب کہتے ہیں اس کا اصد اعرابی ہے۔

ﷺ نظریات جب تک صفتہ نظریات ہوں نہ ان کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے نہ ان میں کیشش اور جاذبیت پائی جاسکتی ہے کہ وہ کسی کو عمل پر ابھار سکیں۔ دلائل کے آپ انہار لگا دیجیے، فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیجیے لوگ تجھیں و آفرین ضرور کریں گے، لیکن ان نظریات کو اپنانے اور اس اپنانے کی جو قدر داریاں ہیں اور ان قدر داریوں کو نہا بننے کی راہ میں جو خطرات ہیں ان کو وہ اٹھانے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اسلام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں کہ آپ اپنے ذرا رنگ روم میں آرام دہ صوفیوں پر بیٹھ کر انہیں موضوع بحث بنائیں۔ اپنے ذہن رسا سے طرح طرح کی ترمیمیں پیش کریں مجلس مذاکرہ مستدرک کے مقالے پڑھیں اور صحیحہ سمجھ لیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا، بلکہ یہ تو ایک نظام حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر راہنمائی کرتا ہے اور ہر عمل پر بنیام دیتا ہے اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات پر کار بند ہونا اس وقت تک آسان نہیں جب تک ایک عقل نمونہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے صرف قرآن نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کی تبلیغ کرنے کے لیے اپنے محبوب کو منتخب فرمایا تاکہ وہ اشکات خداوندی پر نمودار عمل کر کے دکھائے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی میں جو زیاری اور بھاری پیدا ہوتا ہے اس کا عملی نمونہ پیش کرے تاکہ جو حق کے متلاشی ہیں وہ قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ کر اس کو اپنے سینہ سے لگائیں۔

یہ آیت اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے۔ اسے زندگی کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جس موقع پر اس کا نزول ہوا، اس نے اس کی اہمیت کو بجا رکھا تاکہ دیکھنے میں۔ یہ آیت طرہ خندق کے ایام میں نازل ہوئی جب کہ دعوت حق پیش کرنے والوں کے راستے میں پیش آنے والی ساری مشکلات اور آلام و مصائب پوری شدت سے رونا ہونے لگی۔ دشمن سارے عرب کو ساتھ لے کر آدھکا ہے۔ یہ حملہ اتنا اچانک ہے کہ اس کو پسپا کرنے کے لیے جس تیاری کی ضرورت ہے اس کے لیے خاطر خواہ وقت نہیں۔ تعداد کم ہے۔ مسلمان رسد کی اتنی قلت ہے کہ کئی وقت فائدہ کرنا پڑتا ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے مین وقت پر دوستی کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ ان کی تعدادی کے باعث حالات مزید پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ دشمن سیلاب کی طرح بڑھا چلا آ رہا ہے، ماس کے پیچھے سے قبل مدینہ طیبہ کی مغربی سمت کو خندق کوڑ کر محفوظ بنا دینا از حد ضروری ہے۔

ان حالات میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے دوش بدوش موجود ہیں۔ خندق کھودنے کا موقع آتا ہے تو ایک عام سپاہی کی طرح خندق کھودنے لگتے ہیں۔ مٹی اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ دوسرے مجاہدین کی طرح فائدہ کسی کی تکلیف بھی

كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَكَرِهَ اللَّهُ عَدُوًّا وَكَلِمَاتٍ كَثِيرًا وَأْتَىٰ

وہاں تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔

یہ حالت تو سنی کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔

پھر اللہ نے اس کو سزا دی کہ وہ اپنے رب سے ڈرنا شروع کرے اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کرے اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگے اور کئی کئی باتیں کہنے لگے۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔

اس کے بعد اس کو سزا دی کہ وہ اپنے رب سے ڈرنا شروع کرے اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کرے اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگے اور کئی کئی باتیں کہنے لگے۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔

اس کے بعد اس کو سزا دی کہ وہ اپنے رب سے ڈرنا شروع کرے اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کرے اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگے اور کئی کئی باتیں کہنے لگے۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔

اس کے بعد اس کو سزا دی کہ وہ اپنے رب سے ڈرنا شروع کرے اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کرے اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگے اور کئی کئی باتیں کہنے لگے۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے رب سے ڈرنا شروع کیا اور آخرت کو بھی ڈرنا شروع کیا اور اللہ سے بے حد نفرت کرنے لگا اور کئی کئی باتیں کہنے لگا۔

الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۖ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ وَ

اور یہ بیان والوں نے انہما کے لشکروں کو دیکھا تو فرطِ جوش سے اچکا اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۗ

تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے۔ اور دشمن کے لشکر بھڑانے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا تاکہ اہل

الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

ایمان میں ایسے جو امر وہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تاکہ ان جو امر وہوں سے کچھ

قَضَىٰ نَحْبَهُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ ۚ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۗ لِيَجْزِيَ

تو اپنی نذر پوری کر سکے تاکہ اور بعض (اس ساعتِ سعید کا) انتظار کر رہے ہیں تاکہ (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے دُشمنوں میں ذرا تبدیلی نہ ہونے

تاکہ ان خوفناک حالات میں منافقین کی بزدلی اور بد باطنی کا ذکر ہوا۔ اہل ایمان کے ایمان افزہ حالات اور جذبات کا بیان شروع ہوا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کے قدموں میں اپنی جان اور اپنا دل نثار کر دیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ کفار کا لشکر بڑھ کر اور دیکھ کر اور اپنے آپ کو مہیب خطرات میں گھرا دیکھ کر مسلمانوں کے یقین اور ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ کور ایمان میں اور جلا پیدا ہو گئی تھی۔ انہی کے سامنے تسلیم و رضا کا جو درس انہیں دیا گیا تھا وہ پھر تازہ ہو گیا اور کہنے لگے یہ تو بعینہ وہی چیز ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا۔ جس طرح اس وعدہ پورا ہوا اسی طرح غلبہ اسلام کا وعدہ بھی یقیناً پورا ہو گا جس وعدہ کا یہاں ذکر ہے، گزشتہ صفحات میں آپ ﷺ کے ہیں کہ جب خندق کھودتے ہوئے پٹیان نمودار ہوئی تو حضور نے تین صخرے لگا کر اسے پارہ پارہ کر دیا نیز شام ایران اور یمن کی فتح کی خوش خبری بھی دے دی۔

۵۱۱۱ رجالاً پرستون تسلیم کی ہے، اس سحر او وہ لوگ ہیں جو قوت و مردانگی میں بے نظیر تھے۔ يقال فلان رجل فلان رجال ای حکامل الرجولية بينتمعد المتجدد، یعنی اہل ایمان میں ایسے جو ان مواد اور پاکباز عشاق بھی ہیں جنہوں نے اپنے رب کریم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ خندق کھودتے ہوئے مل کر وعدہ آفرین لہجوں میں وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

نحن الذين بايعوا محمداً  
على الجهاد ما بقينا ابداً

وہ صرف لاف زنی نہ تھی بلکہ جب وقت آیا تو انہوں نے سرگنا کر، جان دے کر اپنے دعویٰ محبت کی لاج رکھ لی اور قیامت تک آئیوں کے عاشقان باعفا کے لیے ایک زندہ مثال تمام کر دی۔ کسی قیمت پر انہوں نے اپنے ایمان پر عرصت نہیں آنے دیا۔

۱۱۱۱ نحب کہتے ہیں نذر اور عہد کو۔ لہذا کاشع ہے :





## اللَّهُ الصُّدِّقِينَ يَصِدُقَهُمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ

اور ان جہاد میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے پیغمبروں کو اپنا وعدہ سچا کرنے والوں کو ان کے سچ کے باعث نیک اور عذاب سے محفوظ کرے اور منافقوں کو اگر اسکی

## أَوْ تَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ

مرضی ہو یا ان کی توبہ قبول فرمائے تو کئے بیکیک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور ردنا کام، لڑنا دیا اللہ تعالیٰ نے

بھیجا تھا کہ ان کی پہچان ہو سکے۔ ان کی اہمیت و نفع نے ان کی انگلیوں کے پورے دیکھ کر انہیں پہچانا۔

تپیدیک دم و گردن زیب فرمائش

خوش نصیب غزائے کوزخم اذکار سیت

۱۷۷ اور جو لوگ میدان جہاد سے سلامت واپس آئے انہیں اپنے صحیح و سلامت واپس آنے پر خوشی نہیں ہے، بلکہ وہ شہادت کی شہادت کے باعث مجھے غمزدہ اور دل گرفتہ ہیں اور وہ اس سہانی گزری کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں جب وہ خون شہادت سے سرخ و سرور ہو کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوں گے۔

انہی جانثاروں کی بے لوث اور بے دریغ قربانیوں کے باعث اسلام کو یہ عزت و شوکت نصیب ہوئی۔ انہوں نے اپنے خونِ ناب سے آبیاری کر کے شجر اسلام کو سدا بہار بنایا، انہی کی کوششوں کی برکت سے آج ہمیں ایمان کی نعمت نصیب ہے، لیکن اُنّت میں ایک ایسا بد قسمت فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو خود تو اسلام کے لیے کچھ کر نہیں سکتے، اُلٹا اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اسلام کے لیے ہاشنگ و تگ و عار ہیں، مہر قدم خلاف شریعت اُٹھاتے ہیں، سنت نبوی صلی علیہا وسلمہ و السلام کے تارک ہیں، نیک عمل، سیرت اور کردار سے اسلام کا منہ چڑا رہے ہیں، لیکن ان دفاتر اُٹھانے والے مصطفیٰ علیہ السلام و آلہ وسلمہ اور دین کے جو افراد سپاہیوں پر زبان طعن دراز کرنا کمال ایمان خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان اولوالعزم ہستیوں کو عقاب برائیں گے، اتنا ہی ان کے گناہ مجرمین کے اور ان کے تہمتے بلند ہوں گے۔ لاجل و لا قوت الا باللہ۔ زبان قدرت تو ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے، قرآن کے صفحات تو ان کی پاک باطنی کی شہادت دے رہے ہیں فرشتے ان کی شجاعت، بسالت، سخاوت اور عدالت کی قسمیں کھا رہے ہیں، خوریاں فردوس ان کی راہیں اپنی آنکھیں بچھانے کے لیے بے بنیاب ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا بے عمل انسان ان پر کھینچا اچھالنے سے باز نہیں آتا۔

۱۷۸ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اپنی شانِ کریمی کے مطابق انہیں جزا دے گا۔

۱۷۹ باقی رہے منافقین تو ان کے متعلق جیسی اس کی مرضی ہوگی ایسا کرے گا، چاہے تو ان کی بد اعمالیوں کے باعث انہیں قرضت میں گرا ہوا چھوڑ دے۔ اسی حالت میں انہیں موت آجائے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں پھینک دیئے جائیں۔ اور چاہے تو اپنی رحمت اور مہربانی سے انہیں خواب غفلت سے بیدار کر دے اور راہِ حق پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ اس کی شانِ پوزیشن پذیر ہی اور اس کی صفتِ رحمت سے یہ چنداں امید بھی نہیں کہ وہ ایسا کم فرادے اور ڈوبتے ہوؤں کا بازو بچھ کر

كُفَرُوا بِغَيْرِ ظَهْرٍ لَمْ يَبَالُوْا خِيَرَةً وَكَفَى اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِقْتَالَ

کفر کیا بغیر ظہر کے اور نہ اس کا پتہ لگا سکتے تھے اور نہ اس کو اختیار کیا اور کفایتی اللہ نے ایمان والوں کو قتل کرنے سے روکا

وَكَانَ اللهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۗ وَانْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمُ مِنْ اَهْلِ

اور قوی اور عزیز تھا اور ان کے اہل سے ان کے اہل کو اتار دیا اور ان کے اہل کو اتار دیا اور ان کے اہل کو اتار دیا

الْكِتَابِ مِنْ صِيَاحِهِمْ وَقَدَفَتْ فِي قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

ان کے کتاب سے ان کے اہل کو اتار دیا اور ان کے اہل کو اتار دیا اور ان کے اہل کو اتار دیا اور ان کے اہل کو اتار دیا

تَقْتُلُوْنَ وَكَائِسُوْنَ فَرِيْقًا ۗ وَاورِثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَاِيَّاهُمْ وَاَنْتُمْ

اور تم ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو اور ان کے اہل کو قتل کرو

کھلنے لگے حضور گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام "لویف" تھا۔ صلوا صحابہ کے ایک دستے نے گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد معلق بنا لیا جن کے پاس سواری کا انتظام نہ تھا وہ پیادہ چل پڑے۔ اس روز لشکر اسلام کا پرچم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تلوکیم کو عطا فرمایا گیا یہ لشکر جلد ہی بنو قریظہ کی گڑھی کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت علی نے قلعہ کی دیوار کے نزدیک پرچم کاڑ دیا۔ یہودیوں نے جب مسلمانوں کو آتے ہوئے دیکھا تو دروازے بند کر دیے اور وہ دن چمت پر چڑھ گئے اور مسلمانوں پر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ حضرت اسید بن حنیف نے ان کی اس حرکت پر غضبناک ہو کر فرمایا: يَا اَعْدَاءَ اللّٰهِ لَنْ نَبْرَحَ عَنْ مَحْصُوْرِكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا جَوْعًا۔ کہ لے لے اللہ کے دشمنو! تم ہمارے قلعوں کا ایسا محاصرہ کریں گے کہ تم بھوکے مر جاؤ گے۔ انہوں نے اپنی دیرینہ دوستی کا واسطہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان سب تعلقات منقطع ہو گئے ہیں۔ حضور نے رات وہاں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی ان کے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مختلف مقامات پر تیرپڑا۔ شہادہ پیشے۔ یہودی بھی پتھر اور تیر برساتے رہے۔ مسلمان بھی ان کا ٹوٹا جواب دیتے رہے۔ جب ان کی ضرارت شدت اختیار کرنے لگی تو حضور کے ارشاد سے مسلمانوں نے انہیں باقاعدہ اپنی زد میں لے لیا، انہوں نے پتھر برساتے بند کر دیئے اور گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی جو انہیں بخشی گئی۔

یہود نے نباش بن قیس کو اپنا نمائندہ بنا کر بارگاہ رسالت میں بھیجا۔ اس نے اگر کہا کہ جن شرائط پر آپ نے بنو نضیر کو یہاں سے کھلنے کی اجازت دی تھی، انہی شرائط پر ہمیں بھی یہاں سے نکل جانے کی اجازت دیجیے۔ ہم اپنی عورتوں، بچوں اور بارگاہ شتر کے ساتھ مدینہ چھوڑ جاتے ہیں باقی ہر چیز آپ سنبھالیے۔ حضور نے انکار کر دیا۔ پھر اُس نے کہا ہم سارا مال و متاع یہاں چھوڑ جاتے ہیں صرف ہماری جان بخشی کی جائے۔ یہ تجویز بھی مسترد کر دی گئی حضور علی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنے متعلق میرا فیصلہ کرمانے کے لیے تیار ہو تو تمہارے ساتھ منافست کی بات چیت کی جاسکتی ہے۔ وہ مشورہ کرنے کے لیے قلعہ میں داخل ہو گیا اور سارا ماجرا انہیں کہہ دیا۔ ان کے شہزادہ کعب بن اسد نے کہا: اے میری قوم! تین تجویزیں ہیں ان میں سے کوئی ایک پسند کر لو۔ انہوں نے پوچھا بتائیے۔ اُس نے کہا سب سے بہتر تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اب اس امر میں ذرا شبہ نہیں رہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہی رسول مکرّم ہے جس کی بشارت اور ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ آج تک محض حسد کے باعث ہم ان کی مخالفت کرتے رہے۔ اب وقت ہے ایمان لے آؤ تم۔ تمہارا مال اور مال و متاع سب بچ جائیگا اور نعمتِ ہدایت سے بھی مالامال ہو جاؤ گے۔ یہی تو مسلمانوں سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ اس بد بخت دہنی بن احطب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، کی خوست نے جہیں اس مصیبت میں مبتلا کیا۔ قوم نے کہا کہ ہم ایمان تو کسی قیمت پر لانے کے لیے تیار نہیں، اُس نے کہا دوسری تجویز یہ ہے کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالو اور پھر مسلمانوں پر لوٹ پڑو۔ یہودی دیکھا جائے گا۔ قوم نے کہا ان موصوم بچوں اور عورتوں کو بلا گناہ ذبح کر دینا کہاں کی انسانیت ہے ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس نے کہا تیسری تجویز یہ ہے کہ آج سبت کی رات ہے مسلمانوں کو ظلم ہے کہ یہودی آج حملہ نہیں کریں گے وہ بالکل مطمئن اور بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے۔ آؤ ان کی اس بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک ان پر ہلہ بول دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں شکست دے دیں انہوں نے اس سے کہا کہ تو ہمیں سبت کی بے مہمی کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ پہلے جن لوگوں نے اس کی بے مہمی کی تھی انہیں اس کی بھرتنگ سزا ملی۔ ان کے سردار کعب نے کہا: مَا بَاتَ مَنْعَكَ مِنْذُوْلِكَ تَهَامَةٌ اَوْ لَيْلَةٌ وَّاحِدَةٌ تَجَاوِزُهَا، تم سب ہمیشہ سے گوگھو کا شکار رہتے



# أَمْوَالُهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیئے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے ۲۱ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

## يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا

لے نہی مکتوم: آپ فرما دیجیے اپنی بیویوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اسکی آرائش (و آسائش) کی خواہاں ہو

تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے چنانچہ ان کو ان کی نقداری، عمدگنی اور دشمن سے ساز باز کرنے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ ظاہر: عاؤن، مدوکرنا۔ صیاحیہ جمع ہے اس کا واحد صیحتہ ہے اس کا معنی قلعہ اور گڑھی ہے۔ ۲۲ تمہیں ان کی زمینوں اور کھازوں اور مال و متاع کا وارث بنا دیا اور ایسی زمین کی فتح بھی تمہارے مقدر میں لکھ دی جہاں تک ابھی تم نہیں پہنچے۔

۳۳ غزوات، باعث ایجاد عالم، سلطان دنیا و دین علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی صرف آرام و آسائش کے اسباب ہی بنالی نہ تھی بلکہ ضروریات زندگی بھی اکثر فراہم نہ ہوتی تھیں۔ مسلسل کئی کئی دنوں تک چولے میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی اور کھجور وغیرہ پر بسر و وقت جاتی اکثر جو کہ روٹی یا آندم کے ان چھتے آئے کی روٹی دسترخوان کی زینت سموتی۔ لباس کا معاملہ بھی خوراک سے مختلف نہ تھا۔ مٹا مٹا جھوٹا ملبہ تیار کیا خود بھی پہن لیا اور اموات المؤمنین کو بھی دے دیا۔ مسلمانوں کے مالی حالات جب تک ناسازگار تھے۔ اہمات المؤمنین بڑے صبر و شکر سے یہ سب کچھ برداشت کرتی رہیں۔ کوئی مطالبہ نہیں کوئی فرمائش نہیں۔ کسی چیز کے نہ ملنے کا شکوہ نہیں۔ نکلاہت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی رفیقہ حیات بننے کی سعادت پر زندگی کی ساری مستیوں اور راحتیں انہوں نے قربان کر دی تھیں۔ اگرچہ وہ سب کی سب امیر والدین کی بیٹیاں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابو بکر صدیق کی فرزند تھیں جو مکہ کے خوشحال اور کامیاب تاجر تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت فاروق اعظم کی نسبت بگڑ تھیں جو اپنے قید کے سردار تھے۔ اسی طرح دیگر ازواج مطہرات کا بھی حال تھا۔ ماں باپ نے انہیں بڑے ناز و نعم سے پالا تھا۔ اس وقت وہاں کے معاشرہ میں جن آسودگیوں کا تصور کیا جا سکتا تھا وہ سب انہیں میسر تھیں اور ان کی پہلی ازواجی زندگی بھی امیرانہ بلکہ شاہانہ ماحول میں بسر ہوئی تھی۔ یکا یک اس فرحت انیچہ اور آرام بخش زندگی کو ترک کر کے اہمات المؤمنین نے درویشانہ زندگی کو جس خوشگئی اپنایا اور جس ضرورتوں سے اُسے نبھایا وہ انہی کا حصہ تھا۔ وہ اس فقر و درویشی کی زندگی پر ناز کرتیں اور ان ساری گلختوں کو اپنے لیے دارین کی سعادوں کا باعث سمجھتیں۔

لیکن جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور مالِ غنیمت کثرت سے تقسیم ہونے لگا۔ عام مسلمانوں کی معاشی حالت تیزی سے بدنے لگی۔ خصوصاً مدینہ کے یہودی قبائل، بنی نضیر، قبیقاع اور قریظہ کا مال و متاع، ان کی زندگی زمینیں، باغات اور رہائشی مکانات مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کیے گئے، تو مسلمانوں کی سابقہ محرومیاں اور تنگ دستیائیں تقصیر ماضی بن گئیں۔ مسلمان خواتین کی بُوڈ و باش اور لباس و خوراک میں بھی خوش آمد تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ اس وقت اہمات المؤمنین نے فقیر و غنا کے تباہی کے سامنے درویشی طلب کی یا۔ علاء مرابو حیان کہتے

۴۰





فَتَعَالَى أُمَّتُكُمْ وَأَسْرَحَكُنَّ سَرَّاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ

تو اُو تمہیں مال و متاع دینے میں اور پھر تمہیں نصحت کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ۱۳۳ اور اگر تم چاہتی ہو

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالِدَارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا

اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے انہی لیے جو تمہیں سچے سچے کامیاب

عَظِيمًا ۝ يَنْسَاءُ النَّبِيُّ مِنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ

اجرِ عظیم ۱۳۴ اسے نبی کریم کی بیویاں جن کسی نے تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی کی تو اس کے لیے

يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

عذاب کو دو چندان کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے ۱۳۵

۱۳۳ یعنی اگر تم دنیا اور متاع دنیا کو پسند کرو گی تو پھر کاشا نہ نہبت کی زینت نہیں بن سکتیں۔ تمہیں علیحدہ کر دوں گا، لیکن علیحدگی بڑی خوبصورتی سے اور آبرو مندانه طریقے سے ہوگی۔ یہاں سے یہ سب بھی دیا گیا کہ اگر تعلقات منقطع کرنے کا موقع آجائے، تو اس وقت بھی تمہارے ہاتھوں سے شائستگی کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

۱۳۴ تمام ازواجِ مطہرات نے بعد سترت اپنے مطالبات ترک کر دیئے اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دارِ آخرت کو پسند فرمایا اور وہ اس بشارت کی سختی ہو گئیں جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

صدیف! ان کم نعموں اور بد بختوں پر جو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پڑھ کر بھی ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخی اور ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے۔

۱۳۵ تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں ہو۔ ساری امت کی بچیوں اور خواتین کے لیے تمہاری زندگی ایک نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا بڑا اُونچا مقام ہے، لیکن اس رفعتِ شان اور عظمتِ مقام کے تقاضے پورا کرنا بھی تم پر لازم ہے۔ خیر خواہی تمہارے اُچلے دامن پر کوئی داغ لگنے نہ پائے۔ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو یاد رکھو تمہیں اس کی سزا بھی دگنی دی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ پر ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں۔

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنكُنَّ رِجْسًا فَرِيضًا وَمَا كُنَّا بِمُعْجِزِينَ عَنْ عَمَلِكُمْ

اور جو عورتیں سے ایسی ہو جائے جو رنج و کینہ سے پاک ہو اور ہم تم کو اپنے عمل سے نہیں مٹا سکتے۔

أَجْرَهَا مَوْزُونًا ۚ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۚ إِنَّمَا النِّسَاءُ لَكُمْ

ان کے اجر کو موازنہ کے ساتھ اور ہم نے ان کے لیے کرمی رزق تیار کیا ہے۔ عورتیں تم کو

كُلَّهَا بَدَنٌ مِّنَ النِّسَاءِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِالْقَوْلِ الَّذِي أُنزِلَ

تمام عورتیں تم کو عورتوں کے جسم سے ہیں اگر تم اس قول پر ایمان رکھو جو اتارا گیا ہے

لَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَقَرْنَ فِي

اس کے دل میں جو بیمار ہے اور کہو ایسی بات کہ تم کو سزا دینا ہے کہ تم

تلك الامور ان من من من الامور واما قوله ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور ان من من الامور

# بُيُوتِكُمْ وَلَا تَبْرَجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ

گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دور جاہلیت میں رواج تھا اور نماز قائم

۱۔ آیت میں جو اہم الفاظ ہیں پہلے ان کا مفہوم ذہن نشین کر لیجیے۔ اس کے بعد اس آیت کا مقصد اور مفہوم سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔ وَ قَرْنَ : یہ لفظ یا قرار سے یا نواز سے دونوں سے مقصد یہ ہے کہ اہمات المؤمنین کو اپنے گھروں میں سکون و تندر سے ٹھہرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور بلا ضرورت گھروں سے نکلنے کی ممانعت فرمائی جا رہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں جس طرح بن مٹھن کر بازاریوں میں بے حجاب بھرا کرتی تھیں اور اپنے حسن و جمال کی نمائش کیا کرتی تھیں اس سے سختی سے روکا جا رہا ہے اگرچہ یہاں خطاب صرف ازواج الرسول سے ہے لیکن امت کی ساری خواتین کے لیے یہی حکم ہے۔ تَبَرُّج : تفریح، تزیین، تکرار اور غور اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر اور نئی چیز جو دور سے نمایاں ہو، اس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ و حَكْلٌ ظَاهِرٌ مَرْتَعٌ وَقَدْبَرَجٌ - (لسان العرب) بَرُوجٌ کو بھی بَرُوج اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی سے تَبَرُّج مانا جاتا ہے۔ اس کا معنی ہے عورت کا اپنے حسن و جمال اور آرائش کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔ التَّبَرُّجُ اِظْهَارُ الْمَرْأَةِ زِينَتِهَا وَمَحَاسِنِهَا لِلرِّجَالِ۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں ناز و داد سے مصحفی اور لگتی ہوئی سر بازاریاں لگاتی تھیں۔ اس سے باز رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اسلام کے نزدیک عفت و عصمت کی جو قدر و منزلت ہے۔ اس کے پیش نظر یہ احکام صادر فرمائے جا رہے ہیں۔ ان راستوں کو ہی بند کیا جا رہا ہے۔ ان اسباب کا ہی قطع کیا جا رہا ہے جن کے ذریعہ اس متاعِ گرانمایہ کے لٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کوئی زینک قیمتی ہوا ہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے پر دروں کے لیے نہیں کھولتا، جو لوگ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین، ان کی بیٹیاں، بہنیں پچھتہ کردار کی مالک ہیں وہ اگرچہ قیمتی اور بھریے بھوسات پن کر رہے پڑے گھومتی رہیں تو ان کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں بھولا کر کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کا یہ بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ فطرتِ انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے ان کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیاک نتائج سے دوچار کر دے گی کہ ان کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا اس وقت وہ بچھتا نہیں گئے جب چڑیاں کھیت پگ گئی ہوں گی۔ اس وقت وہ زار زار روئیں گے، لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا۔

اسلام نے مسلمانوں کو جو ثقافت اور تہذیب عطا کی ہے، وہ تو ان آیات میں مذکور ہے۔ اب اگر ہمارے قائدین اپنی ملت کی بچیوں کو کوئی دوسری ثقافت سکھانا چاہیں اور مغربی تمدن و معاشرت کے آداب کی تعلیم دینا چاہیں تو ان کی مرضی۔ اسلام نے، قرآن نے اور صلِ قرآن نے تو مسلمان عورتوں کے لیے اس حیا سوز اور غیرت بانتمہ طرز معاشرت سے سختی سے روکا ہے۔ بڑا زور حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ عورتیں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوں اور عرض کی :

یا رسول اللہ! مرد ساری فضیلتیں لے گئے۔ جماد میں شرکت کا شرف بھی صرف انہیں نصیب ہوتا ہے۔ کیا کوئی عمل ایسا ہے

بمگر در بعضی مواردی که در این کتاب

ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب  
توسط بعضی از نویسندگان که در این کتاب

در بعضی موارد که در این کتاب  
ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب

بمگر در بعضی مواردی که در این کتاب  
ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب

بمگر در بعضی مواردی که در این کتاب  
ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب

بمگر در بعضی مواردی که در این کتاب  
ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب

بمگر در بعضی مواردی که در این کتاب  
ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب

بمگر در بعضی مواردی که در این کتاب  
ملاحظه می شود که در بعضی موارد که در این کتاب



عمرہ رضی اللہ عنہم کئی دوسرے صحابہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ آگئے اور اگر بتایا کہ حضرت عثمان کو شہید کرنے کے بعد باقیوں نے بڑی ڈیگیں لڑنی شروع کر دیں اور غلیفہ شہید کر گالیاں بکنے لگے۔ جس سے یہ لوگ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور ان ظالموں کو ان کی تبیح اور مذہب و مکتب پر سزائیں کی دہ بائی اپنی طاقت کے نشہ میں اس قدر غمور تھے کہ انہوں نے ان حضرات کا صفایا کرنے کا بھی منصوبہ بنا کر شروع کر دیا۔ انہیں اس امر کا بھی احساس ہوا کہ اگر وہ باغی انہیں قتل کرنا چاہیں گے تو ان کو کوئی روک نہیں سکے گا۔ اس لیے وہ مکر چلے آئے حضرت ام المؤمنین نے فرمایا کہ جب تک حالات پر سکون نہ ہو جائیں اور حضرت علی ان ظالموں کو اپنے ہاں سے دور نہ بھگا دیں اس وقت تک ہمیں واپس نہیں جانا چاہیے۔ فی الحال کسی محفوظ مقام پر بٹھ کر حالات کے رد و اصلاح ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ سب سے اس لئے کو پسند کیا اور اپنے عارضی قیام کے لیے بصرہ کو منتخب کیا۔ کیونکہ یہاں مسلمانوں کے مشکوک موجود تھے۔ ان حضرات نے حضرت ام المؤمنین کو بھی بصرہ جانے پر مجبور کیا تاکہ انہی کمیّت سے حالات کو معمول پر لانے میں مدد ملے کیونکہ ہر دل میں ان کی حکمت اور ان کا احترام موجود ہے۔ آپ بھی صرف اس خیال سے ان کے ساتھ بصرہ جانے پر آمادہ ہوئیں کہ ان کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی جلیل القدر صحابہ باقیوں کی دست درازی سے محفوظ رہ جائیں گے۔ ان باغیوں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے بڑے غلط رنگ میں پیغمبر امیر المؤمنین کی خدمت میں پیشیں کی اور آپ کو چڑھائی کرنے پر برا بھلا کہنے لگے۔ و حملوہ علی ان یخرج الیہم و یعا قبجہم حضرت امام حسن، امام حسین، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہنوز یہ اقدام مصلحت کے خلاف ہے اور میں انتظار کرنا چاہتیے تاکہ صحیح حالات معلوم ہو جائیں لیکن تقدیر الہی میں کچھ اور تھا حضرت علی نے اپنے فرزندوں اور مخلص بھتیجوں کے اس مشورہ کو قبول نہ فرمایا اور بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب بصرہ کے قریب پہنچے تو امیر المؤمنین نے قفقاع کرام ام المؤمنین کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کی: یا أمّنا ہما اشخصک و اقد ملک هذه البلدہ۔ اے مادر محترم! آپ کا اس شہر میں آنے کا مقصد کیا ہے، یعنی کیا آپ اس پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئی ہیں۔ فقالت ای بئنی الاصلاح بین الناس۔ میرے فرزند! میرے یہاں آنے کا مقصد تو اس آتش فساد کو بجھانا اور لوگوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔ آپ نے وہیں حضرت طلحہ اور زبیر کو بھی بلا لیا۔ قفقاع نے ان حضرات سے پوچھا صلح کی بھر کیا صورت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اقامۃ الحد علی قتلۃ عثمان و تطیب قلب اولیائہ۔ قاتلان عثمان سے قصاص اور آپ کے وارثوں کے دلوں کو خوش کرنا۔ قفقاع نے کہا یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک باہمی انتشار ختم نہیں ہوتا ہم سب متحد ہو جائیں، فتہ و فساد کی آگ بجھ جائے۔ حالات معمول پر آجائیں تو پھر ان باغیوں سے انتقام لیا جاسکے گا۔ اس لیے پہلے آپ لوگ صلح کے لیے اپنی آمادگی کا اظہار کریں۔ قالا آھبنت و احسنت۔ طلحہ و زبیر نے کہا اے قفقاع تم نے بھلا کہا ہے اور نہایت عمدہ بات کی ہے۔ ہم صلح کے لیے کلینت آمادہ ہیں۔ قفقاع نے واپس جا کر حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا اور ان حضرات کے صلح کرنے کی خواہش سے حضرت امیر المؤمنین بڑے خوش ہوئے۔ فخریہ و استبشر۔ صلح ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہا۔ اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

تین راتیں گزر گئیں۔ اگلے روز صلح کا اعلان ہونے والا تھا اور صبح سویرے حضرت امیر المؤمنین اور حضرات زبیر و طلحہ کی ملاقات کا پروردگار ہم بچھا تھا۔ جب قاتلان عثمان کو ان حالات کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی سلامتی مسلمانوں کے



سے جیک جا۔

حضرت امیر المؤمنین کو بھی اس اچانک لڑائی پر ازمدافوس تھا۔ اس معرکہ میں اپنے لشکر کی فتح پر آپ کو قطعاً کوئی خوشی تھی۔ جنگ ختم ہوئی۔ آپ میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ قدم قدم پر بہا اور غیور جوانوں کی لاشوں کے ڈھیر دیکھے تو فرط غم سے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ یا لیتنی میت قبل هذا و کنت نسیاً منسیاً۔ کاش! اس سے پہلے میری زندگی کا چرچ بھگ گیا ہوا اور میں بھلا دیا گیا ہوتا۔ دشمنان اہل بیت کی طرف سے حضرت صدیق پر یہ الزام بھی بڑی شد و مد سے لگایا جاتا ہے کہ پہلے آپ نے گوں کو حضرت عثمان کے قتل پر اٹھارہ گرتی تھیں اور آپ کو ایک یہودی نعل کے نام سے پکارا کرتی تھیں اختلفوا غشلاً فقد غفر نعلک کو قتل کرو وہ ناسخ ہو گیا ہے اور جب ان کے اگسائے پر لوگوں نے حضرت عثمان کو شدید کر دیا اور حضرت علی رضی کو اپنا منیف منتخب کر لیا تو آپ قصاص کا مطالبہ کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین سے جنگ شروع کر دی۔ اس اعتراض کو دود کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس روایت کی تحقیق کی جائے۔

حضرت علامہ ترمذی و البخاری الاوسی اپنی شہرہ آفاق تفسیر شرح المعانی میں لکھتے ہیں کہ کذب لا اصل له وهو مفتريات ابن قتیبة وابن اعثم الکوفی و السامطی و کانوا مشهورین بالکذب و الافتراء۔ یعنی یہ روایت سراپا کذب و افتراء ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن قتیبة، ابن اعثم الکوفی اور سامطی کی گھڑی ہوئی روایتوں میں سے ہے اور یہ لوگ مجبور اور افتراء پر ازسی میں شور مچانے ایک جھوٹی روایت کو نہ بنا کر حضرت ام المؤمنین پر اعتراض کرنا مدد دینے کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اسی طرح یہ الزام بھی اصلاً بے بنیاد ہے کہ حضرت صدیق کے دل میں امیر المؤمنین سے بغض و عناد تھا اسی وجہ سے آپ نے ان سے جنگ کی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت صدیق کبھی حضرت امیر المؤمنین کے مناقب اور اوصاف جمیلہ بیان نہ کرتیں۔ حالانکہ آفرود تک حضرت سیدنا علی کے اوصاف جمیلہ بیان کرتی رہیں۔

دلیلی نے یہ حدیث حضرت ام المؤمنین سے ہی روایت کی ہے۔ انھا قالت قال رسول الله صلی الله تعالی علیہ و آلہ وسلم حبب علی عبادة که حضرت علی سے محبت عبادت ہے۔ اس واقعہ کے بعد بھی آپ مصلیہ بیان فرمایا کرتیں۔ واللہ بعد یکن بینی و بین علی الاما یکون بین المودة و اسماها۔ یعنی خدا کی قسم میرے اور علی رضی کے درمیان قطعاً کوئی ناراضگی یا دشمنی نہ تھی بجز اس کے کہ جو عورت اور سسرال دونوں کے درمیان ہو کرتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اس جنگ کے اختتام کے بعد حضرت ام المؤمنین کو بڑی عزت و تکریم اور ادب و احترام کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ اس بات کا پورا اظہار کیا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ بصرہ کی معزز و محترم خواتین کو آپ کے ہمراہ روانہ کیا۔ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی ساتھ بھیجا اور سب کو تاکید فرمائی کہ اُم المؤمنین کو راستے میں کسی طرح کی بھی تکلیف نہ پہنچے۔ اس برتاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ امیر المؤمنین کے دل میں حضرت صدیق کا کتنا احترام تھا۔

جنگ جمل کا واقعہ جنگ تاریخ اسلام کے ان المناک واقعات میں سے ایک ہے جس پر قلب سلیم آج بھی گریاں اور سوگوار ہے۔ لیکن ان انسانی ناخوشگوار حالات میں بھی ان حضرات کے باہمی عزت و احترام کا یہ حال تھا۔

الْحَلْوَةَ وَاتَيْنَ الزَّكَاةَ وَاطْعَنَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ

کہ جو لذت چاہے اور نیکوئی اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کو

اللَّهُ لِيُدْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تہ پاک کرے اور گندہ ہٹا دے اور آپ کے گھر والوں کو

تَطَهِّرَهُمُ اللَّهُ وَيُذَكِّرَهُمْ فِي يَوْمٍ يُبَيِّنُ لِمَنْ لَبِيَ اللَّهُ وَالْحَمْدُ

تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری

تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری

تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری  
تہ پاک کرے اور یاد دہا کرے کہ انہوں نے جس وقت کی بات کی اور پوری جاتی ہیں اللہ کو پوری

تھنا نظر مرسوم نہیں ہوتی، لیکن تمہارے انہی سادہ سادہ مجروحوں کو اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کے لیے چن لیا ہے اور یہ وہ اعراب ہیں جس سے شاہی مملکت محروم ہیں، اس لیے اس نعمت کی قدر کرو اور جو وحی نازل ہوتی ہے اور حضور کی عملی زندگی کے جو حسین مناظر نہیں دیکھے نصیب ہونے ہیں ان کو روح دل پر نقش کرو اور اللہ تعالیٰ کی بندگیوں کو سیرت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگاہ کرتی رہو۔ یہ ہے اس آیت کا سیاق و سباق۔ اسے دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ آیت کے اس جملہ داغنا میرید اللہ ہیں بھی وہی مخاطب ہیں جن سے پہلے اور بعد میں خطاب ہو رہا ہے اور وہ انوارِ مطہرات ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل بیت سے بھی انوارِ مطہرات مراد ہیں۔

فرقہ دارانہ تعصب سے بلند اور عالی الذہن ہو کر اگر ان آیات کا مطالعہ کیا جائے تو ان آیات کا یہی مفہوم ہے جو بلا تکلف سمجھ آتا ہے خدا نے جملہ کسے فرقہ دارانہ تعصبات کا کہ وہ حق فہمی کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شیعہ حضرات کو اس بات پر اصرار ہے کہ اہل بیت میں انوارِ مطہرات داخل نہیں اس سے مراد فقط حضرات خمسہ ہیں یعنی اہم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم و آلہم و سلم، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ طاہرہ اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لہذا اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل انہوں نے پیش کیے ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔ انہیں پڑھیے، سمجھ لیں کہ ان میں غور کیجیے اور از روئے انصاف یہ فیصلہ کیجیے کہ راہ حق سے کون بہک گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

① آیت کے اس جملہ میں ضمیریں مذکور ذکر کی گئی ہیں۔ (عسک اور یطہر کھ) اگر ان کا مزج انوارِ مطہرات ہو تو منشت کی ضمیریں ذکر کی جائیں۔ عسک کی بجائے عسکن اور یطہر کھ کی بجائے یطہرکن ہوتا۔

② آیت کے اس حصہ میں "بیت" واحد مذکور ہے۔ جیسے وَقُرْآنٌ فِیْہِ یُنکِنُ اور وَاذکُرْنَ مَا بَیْنَہُنَّ فِیْ بَیوتِنَّ وہاں بیت کی جمع ہیوت مذکور ہے۔ جیسے وَقُرْآنٌ فِیْہِ یُنکِنُ اور وَاذکُرْنَ مَا بَیْنَہُنَّ فِیْ بَیوتِنَّ

③ اس سلسلہ میں جو بڑی و ذنی بات انہوں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ "انما" حصر کے لیے آتا ہے یعنی جو چیز اس کے بعد مذکور ہے اس کے لیے یہ فعل ثابت ہے اور جو مذکور نہیں اس سے یہ فعل منقذ ہے۔ نیز ارادہ کی دو قسمیں ہیں ارادہ محض یعنی وہ ارادہ جس کو مراد کا پایا جانا یا نہ پایا جانا مستلزم نہیں، دوسرا وہ ارادہ جس کے ساتھ مراد کا پایا جانا ضروری ہے یعنی ایسا ارادہ جس پر تطہیر اور اذہاب جس ضرور مرتب ہوگا۔ اس مقام پر ارادہ محض نہیں ہے کیونکہ ایسا ارادہ تو ہر مومن کے لیے ہے کہ وہ ہر ناپاکی سے منترہ ہو، ظاہری اور باطنی نجاستوں سے اس کی دامن حیات پاک ہو۔ اہل بیت کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں حالانکہ یہ مقام مدح اہل بیت کا ہے۔ یہاں تو کسی ایسی چیز کا ذکر ہونا چاہیے جو ان کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ ارادہ کا دوسرا معنی ہے جس سے ان حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن انوارِ مطہرات کی عصمت کا کوئی بھی قائل نہیں، یہاں وہی لوگ مراد ہوں گے جن کی عصمت ثابت ہے اور وہ یہ حضرات خمسہ ہی ہیں۔ اس لیے ثابت ہوا کہ یہاں اہل بیت سے مراد انوارِ مطہرات نہیں ہیں، امید ہے یہ بیچ در بیچ دلیل آپ نے سمجھ لی ہوگی۔

④ کتب اہلسنت میں بھی ایسی امادیت بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد انوارِ مطہرات نہیں بلکہ حضرت محمد ہیں۔ شیخ الطائفہ طوسی نے التبیان میں اور شیخ طبری نے فتح البیان میں اور اسی فرقہ کے دوسرے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں ہی دلائل





مانتے ہیں کہ آیت اس طرح نہیں ہے۔

ان صاحبان نے جو صحیح دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس سنت کی کتب میں بھی کثرت ایسی احادیث ہیں جو اکابر صحابہ اہل بیت وغیرہ سے مروی ہیں، ان میں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مروی احادیث نامتہ، ائمہ المؤمنین، ائمہ الراشدين، ائمہ سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مروی احادیث نامتہ ہی ہیں اور ازواج اہل بیت میں داخل نہیں۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ وہ احادیث جن میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیت فقط ان حضرات قدسی صفات کے حق میں نازل ہوئی ان کے رد میں مبرور اور ساقط الاعتبار ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے اور جن کے رد میں ثلثہ اور قابل اعتماد ہیں۔ ان میں کوئی شخص نہیں مذکور نہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث المؤمنین اور یہ حضرات سب اہل بیت ہیں۔ یہی حق ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔

پہلی حدیث : حضرت انس سے مروی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لیے تشریف لائے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس سے گزرتے اور فرماتے الصلوٰۃ یا اهل البيت انما یرید اللہ حبیبہ عنکم الرجس اهل البيت و یطہرکم تطہیرا۔ چھ ماہ تک حضور کا یہ معمول رہا۔

گزارش ہے کہ حضرت انس سے روایت کرنے والے کا نام علی بن یزید ہے۔ اس کے بارے میں علماء ہرج و مرج و تعدیل کی رائے ملاحظہ فرمائیے : لیس بالقرنی۔ منکر الحدیث عن الثقات و قال ابن عدی احادیثہ لا تشبہ احادیث الثقات (تندیب التہذیب) یعنی یہ قوی نہیں ہے۔ ثقات سے منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی مرویات ثقات کی احادیث سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں۔

اسی مضمون کی ایک حدیث اور مروی ہے جس کے راویوں میں ابو داؤد ہے۔ علماء ابن کثیر نے اس کے بارے میں لکھا ہے ابو داؤد الامعی ہو نسیج بن حارث کذاباً۔ اندسے ابو داؤد کا نام نسیج بن حارث ہے وہ کذاب ہے بہت بڑا مجرم ہے۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں : متروک الحدیث ضعیف یعنی بشیٰ مکان یعلو فی الرضف۔ یعنی محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے یہ ضعیف ہے اپنی طرف سے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ یہ کوئی چیز نہیں ہے رفض میں بڑا غالی تھا۔ (تندیب التہذیب) تیسری حدیث وائتہ بن اسحق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ان سے یہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت سیدہ کے ہاں گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ سیدہ نے بتایا کہ بارگاہ رسالت میں گئے ہیں۔ میں بیٹھ کر انشمار کرنے لگا۔ اسی اثنا میں حضور تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی اور دونوں شہزادے بھی تھے۔ حضور نے دونوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ گھر تشریف لائے۔ پس شہزادوں کو اپنی رازوں پر بٹھایا اور سیدہ نامی اور حضرت سیدہ کو اپنے قریب کیا۔ چھان پر اپنی ہادر ڈالی پھر یہ آیت پڑھی : انما یرید اللہ اللہ اللہ پھر فرمایا : اللہم ہولاء اهل بیعتی و اهل بیعتی احق۔ یا اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہلیت زیادہ محتار ہیں۔ وائتہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! کیا میں بھی آپ کی اہلیت میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا : "وانت من اہل" تو بھی میری اہل سے ہے۔ وائتہ کہا کرتے : "انما من ادینی ما ادینی" یعنی حضور کا یہ رساؤ وائتہ من اہلیتی۔ میرے لیے سب سے بڑی امید ہے۔



قرآن کریم کی اس نفل کا انکار کر دیا جائے اور سیاق و سباق سے جو سمی سمجھا جاتا ہے، اس کی نفی کر دی جائے۔ اماریت اگر صحیح بھی ہو تو وہ قرآن کریم کے مفہوم کی ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ نہ ان کی وجہ سے قرآن کریم کی نصوص میں تفسیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔ چہ جائیکہ جب وہ ایسے راویوں سے مروی ہوں جو پائیدار اعتبار سے ساقط ہیں۔

اب آئیے ذرا یہ دیکھیں کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں اہل کے لفظ کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے یا نہیں۔

ایک آیت تو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارا کا ذکر ہے۔ مگر میں کوئی بچہ ہے نہ بچی۔ صرف حضرت سارا زوجہ خلیل ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد ہے: وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔ (ہود) کوئی آدمی بھی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ یہاں اہلیہ کے لفظ سے حضرت سارا کو نکال سکے۔ اسی طرح حضرت کلیم علیہ السلام کے لیے اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے بچوں کے ہمراہ مصر واپس جا رہے ہیں۔ ان کا گزر وادی سینا سے ہوتا ہے۔ رات کی تاریکی ہے۔ ہمارے کاموس ہے، ٹخنڈی ہوا چل رہی ہے۔ دُور سے ایک آگ جلتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس منظر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: "فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا۔ قَالَ لَأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا۔" یعنی جب اُس نے علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ مقرر کی ہوئی مدت پوری کر لی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ روانہ ہوئے تو کوہ طور کی ایک سمت میں اُنہوں نے آگ دیکھی اور اپنے اہل کو کہا کہ تم ذرا یہاں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔ یہاں بھی اہل سے بیوی کو نچے سب مراد ہیں۔

سورہ طہ میں ہے: وَقَالَ لَأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سفر میں آپ کی زوجہ آپ کے ہمراہ نہ تھیں۔ قرآن کریم کی ان متعدد آیات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اہلیہ کے لفظ سے ازواجِ مطہرات کو خارج کرنے پر مُصر ہو تو اس کی جہٹ و دھرمی کی داد دینی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے: ان النسبى صل الله تعالى عليه وسلم اعطى الاهل حظين والعزب حظًا۔ الاهل الذى له زوجة و عیال۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل کو مالِ نفیث میں دو حصے دیئے اور اکیلے آدمی کو ایک حصہ دیا۔ اہل کا منی بتایا گیا ہے کہ جس کی بیوی بھی ہو اور نیچے بھی ہوں۔

آخر میں اہلِ نفث کی توضیح بھی ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ جوہری لکھتے ہیں: اهل الرجل، اهل الدار..... وقد اهل فلان یا اهل و یا اهل اهلًا اسی تزوج و كذلك تا اهل قال ابو زيد آهلك الله فى الجنة اى ادخلك بها و زوجك فيها و صلح ہم اپنے عماروں میں بھی بیوی کو اہل خانہ یا گھروالی کہتے ہیں۔ یہ حضرات فرمائیں کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ آپ کی اہلیہ کے تھیں یا نہیں؟ حضرت شہر بانہ حضرت سیدنا شہداء کے اہل خانہ میں سے تھیں یا نہیں؟

آپ کی اپنی بیوی صاحبہ آپ کے اہل خانہ میں سے ہے؛ ذرا آپ اپنی بیگم صاحبہ کو یہ کہہ کر تو دیکھیں کہ وہ آپ کی اہل خانہ یا گھروالی نہیں ہے تو آپ کو آٹے وال کا عجاؤ معلوم ہو جائے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کی بیگم صاحبہ تو آپ کی اہل خانہ ہیں۔ ائمہ کبار کی ازواجِ طاہرات قرآن کے اہل میں شمار ہوں۔ کیا آپ کو صرف حضور پُر ذرِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا إِنَّ السُّلَيْمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ

جنگ سلاطین اور سلطانانہ اور سلاطین و سلطانانہ۔ ایک مسلمان جو اور مسلمان جوئی

وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْغَنِيِّينَ وَالْقُرْبَىٰ وَالصَّادِقِينَ

مسلمان جو مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالشُّعْبَةَ مِنَ الْيَتَامَىٰ

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالْحَائِلِينَ وَالْأَسْرَىٰ وَالْعُقُوبِينَ

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی

مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی مسلمان جوئی



## فَرُوجَهُمْ وَالْحَفِظَتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ

کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں تیار کر رکھا

## اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمًا ۝ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا

ہے اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ۳۳ نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچنا ہے اور نہ کسی

۳۳ یہ اُمت جسے خیر الام کے لقب سے نوازا گیا ہے اس کے انکار اور اس کا گروا اور نظریات اور اعمال کیسے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں انہیں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ بتا دیا کہ یہاں مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کے ہر مرد اور ہر عورت کو ان صفات عالیہ سے متصف اور مطلق اور علیٰ لحاظ سے اس مقام رفیع پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔ یہاں حکم کی صورت میں ان صفات کو ذکر نہیں کیا کہ یوں کرو اور ایسے بنو، بلکہ حکایت بتایا گیا کہ اسلام کو قبول کرنے والے مرد اور عورتیں ایسی ہوا کرتی ہیں ① مسلمین اور مسلمات، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ سامنے سر جھکا دینے والے، اپنے ہر کام کو اپنے رب کریم کے سپرد کر دینے والے، سراپا اطاعت و انقیاد، پیکر ان تسلیم و رضا۔

② مومنین اور مومنات = یعنی اس دین قیم کے ہر حکم کی صداقت اور سچائی کو دل سے ماننے والے، ان کے عمل اور عقائد میں تضاد کی بڑھک نہیں جس ضابطہ حیات کے مطابق وہ زندگی بسر کر رہے ہیں، دل کی گمراہی سے وہ اس کی عظمت اور افادیت کے قائل ہیں، ان کے ہاں کسی ذہنی تشکیک کا نام و نشان تک نہیں۔ اس اُمت کے مردوں یا عورتوں میں ان کا عقیدہ بھی ایک ہے اور ان کا عمل بھی یکساں ③ قاتلین اور قاتلات = وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کر رہی ہیں آیا تو دست بستہ حاضر ہو گئے اور جی نہ چاہا تو ہفتوں غیر حاضر رہے۔ قنوت ایسی اطاعت کہتے ہیں جس میں نافروانی کی آمیزش نہ ہو۔

الفنوت، انقیاد، الطاعة المتقی لیس معہا معصیۃ (لسان العرب) ④ صادقین اور صادقات = وہ قول میں بھی سچے ہیں اور عمل میں بھی کھڑے ہیں۔ نہ ان کی زبان پر ایسی بات آتی ہے جس میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اور نہ ان کے عمل میں کھوٹ پن کی ملاوٹ پائی جاتی ہے ⑤ صابرين اور صابرات: جس راہ کو انہوں نے حق یقین کر لیا ہے اور جو منزل انہوں نے اپنے لیے مقرر کی ہے اس کی طرف ثابت قدمی سے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ راہ میں پیش آنے والی مشکلات نہ انہیں ہراساں کر سکتی ہیں اور نہ منزل سے رُخ موڑنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ نہ وہ نیک اعمال میں سستی کرتے ہیں اور نہ اپنا دامن گناہوں سے آلودہ ہونے دیتے ہیں۔ وہ بڑی سختی سے اپنے طے کیے ہوئے لائحہ عمل پر کار بند ہیں اور بڑے ذوق شوق سے اپنی منزل کی طرف متوجہ ہیں ⑥ ناشین اور ناشات: اس کے باوجود غرور و نخوت کی انہیں ہر آنک نہیں لگی۔ عجز و انکسار ان کا شیوہ ہے۔ جلالت و عظمت میں یہی ان کا شعار

⑦ متصدقین اور متصدقات = اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرنے اور صدقات فیضیہ میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے اس کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لیے باعث سعادت تصور کرتے ہیں۔

# مُؤْمِنَةً إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

جو ایسی عورت کہ سب سے پہلے اسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کی مصلحت کا اور پھر ان کی اپنی مصلحت کا پتہ چلے

# مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صِلًا

ساتھ میں سے اور جو ان سے ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف کوئی گمراہی میں مبتلا

① صالحین اور صالحات۔ جو جو سنت اور حکم کی پیروی کرتے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ① اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ② اور ان کے  
 کہ عورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ③ اور ان کے  
 ④ اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑤ اور ان کے  
 کہ وہ ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑥ اور ان کے  
 ایسے ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑦ اور ان کے  
 عورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑧ اور ان کے

داعوت کے واسطے ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑨ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑩ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑪ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑫ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑬ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑭ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑮ اور ان کے

آپ نے ان عورتوں کو اختیار کیا ہے اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑯ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑰ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑱ اور ان کے

یعنی عورتوں کو، اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑲ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ⑳ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ㉑ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ㉒ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ㉓ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ㉔ اور ان کے  
 اور ان کے ساتھ ایسی عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے لیے ہیں، ان کے لائق ہیں، ان کو یہ ہے ㉕ اور ان کے

مُبِينًا ۵۷ وَاذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

ہو گیا ۵۷ اور یاد کیجیے جب آپ نے فرمایا اس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ نے بھی

أَمْسِكَ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ

احسان فرمایا اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ کو مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے ہی میں وہ آپ

مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَىٰ

جسے اللہ ظاہر فرمائے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کے ظن و فتنے کا حال اللہ تعالیٰ زیادہ محتاط رہے کہ آپ اس

زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ

ڈریں ۵۷ پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اسکا آپ نکاح کر دیا تاکہ (اس عمل سے قبل) ایمان والوں

حضرت زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ نے سنا تو فوراً زید سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے خود ان کا نکاح حضرت زید سے پڑھا جس دینار مہر ادا کیا کچھ پارچات، گھر طبریز ورت کا سامان اور خورد و نوش کی چیزیں

ان کے ہاں بھیج دیں۔

اگرچہ یہ آیت اس خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ عام ہے کسی مسلمان فرد، قوم، حکومت یا حکومت

اسلام کے مقرر کیے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول بحکم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لیے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں

ایک طرف ہم سب مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لیے ہم احکام اسلام

کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی روش کے باعث اسلام زسوا ہو رہا ہے اور ہم اس پتہ فیض

سے فیضیاب نہیں ہو رہے بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں۔

تلقہ یہاں صاف فرمادیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کے رسول بحکم کے حکم سے سر تابی کی وہ کان کھول کر سن لے کر وہ

راہ راست سے جھٹک گیا۔ ریشہ و ہدایت کے اُبلے سے نکل کر گرا ہی کے اندھیروں میں بسک رہا ہے اللہ تعالیٰ اس خودی سے چکا آہن

۵۷ جو رسب کسی معاشرہ میں بڑھ چکا جاتی ہیں لوگ ان کے لئے گرویدہ ہو جاتے ہیں کہ ان سے دست کش ہونا پسند نہیں کرتے۔

خواہ وہ رسبیں لغو اور ہیودہ کیوں نہ ہوں۔ عوام الناس تو محض قدامت پسندی اور گورائے تقلید کے باعث ان رسوم کو ترک کرنے پر آمادہ

نہیں ہوتے اور اہل دانش و فہم اس خوف سے ایسا کرنے کی عزادت نہیں کرتے کہ اس طرح ان کا معاشرتی نظام درہم برہم ہوجائے گا۔



واقعہ کی صحیح صورت تو یہ ہے جو آپ کے سامنے ہلک و کاست پیش کر دی گئی۔ لیکن یورپ کے مستقرب اور تنگ نظر پادریوں نے جنہوں نے دُنیا کو دھوکا دینے کے لیے ٹوٹے، محقق اور مستشرق کا لباس اوڑھ رکھا ہے تاریخ اسلام کے اس سادہ سے واقعے کو یوں اچھالا اور اُسے ایسا رنگ دیا کہ اچھے اچھے سمجھ داران کے دماغ فریب میں پھنس گئے اور دولت ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آئیے قرآن کریم کے کلمات طینبات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور جہاں جہاں انہوں نے ٹھوکر کھائی یا دانستہ اپنی بدباطمی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نشاندہی کریں تاکہ حقیقت اپنی رعنائیوں کے ساتھ آشکارا ہو جائے۔

بعض غلط اور باطل روایات کا سہارا لے کر یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے ہو گیا۔ تو ایک روز اچانک حضور ان کے گھر تشریف لے گئے وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت زینب بے وحیانی کے عالم میں بیٹھی تھیں۔ اچانک جب ان پر نظر پڑی تو حضور ان پر فریفتہ ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے: سبحان اللہ مقلب القلوب۔ پاک ہے دلوں کو بدلنے والا۔ یہ آواز حضرت زینب نے سُن لی۔ زید آئے ساری بات کہ سنائی۔ حضرت زید نے یوں ہی مناسب سمجھا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے دیں تاکہ حضور ان سے نکاح کر سکیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ ظاہر کیا حضور نے زبان سے تو یہ فرمایا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دے دے اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے لیکن حضور کی خواہش یہی تھی کہ زید طلاق دے دے تو حضور ان سے نکاح کریں محض ظاہر داری کے طور پر نبی کریم نے انہیں طلاق دینے سے منع فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر عتاب فرمایا اور کہا کہ تم زبان سے کچھ کہہ رہے ہو اور دل میں کچھ چھپاتے ہو۔ میں تمہارے دل کے پڑیہ رازوں کو ظاہر کر دوں گا۔ چنانچہ ان بد باتوں نے اس آیت کے ان جملوں "امسکت عینک زوجک و اتق اللہ و تخفی فی نفسک ما اللہ مہدیہ" کا یہی معنی لیا ہے اور اپنی خبیث باطنی کے باعث بارگاہ رسالتکتاب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں گستاخی کی جرأت کی دل ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ ان کی اس یادہ گوئی کو لکھنے کی جرأت کرے لیکن جب تک اسے لکھا نہ جاتا اس کا رد ممکن نہ تھا۔ میں آپ کو ایک عقیدہ مند کی حیثیت سے نہیں ایک حقیقت پسند کی حیثیت سے ان کی اس ہرزہ سرائی میں غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں، صداقت خود بخود نکھر کر سامنے آجائے گی۔

اگر حضرت زینب ایک امینی خاتون ہوتیں کسی غیر قبیلہ کی فرد ہوتیں جنہیں حضور نے کبھی نہ دیکھا ہوتا، تو پھر ان کی اس بے شرمی حکایت کو ماننے کی وجہ بھی ہوتی کہ اچانک دیکھا اور دل میں ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر جذبہ العفت پیدا ہوا۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں آپ حضور کی چھوٹی زادہ ہیں، حضرت عبدالمطلب کی نواسی ہیں، حضور کے سامنے ولادت ہوئی، حضور کے گھر کے صحن میں ان کا بچپن گزرا، حضور کی آنکھوں کے سامنے وہ جوان ہوئیں۔ صبح و شام اپنی چھوٹی کے ہاں آمد و رفت رہتی۔ کونسی ایسی بات تھی جس کو حضور کو علم نہ تھا۔ ان کی زندگی کا کونسا ایسا پہلو تھا جو حضور پر مضمین تھا اور اس روز اچانک آشکارا ہوا اور محبت کا طوفان اُٹھایا، لغو زبانہ اور سنیے۔ حضرت زینب ان سعادتمند خواتین میں سے تھیں جو اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہوئیں پھر حضور کی ہجرت کے بعد مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں آگئیں۔

مزید غور فرمائیے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں حضرت زید کے لیے شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے اور



یہ کہ ہونے سے پہلے ہی ایک طرف اپنے ذات نفس کے لیے راز غیب ہوا ہے ہی اس بیان کے بغیر غرض نہیں ہے  
 یہ صورت اس پر ہم کرتی ہیں کہ ایک صوبہ چار صوبہ چار کے لیے خاص طور پر صورت حالت پر انہوں میں کار  
 انکار کا ہے۔

جب مختلف حال سے آواز آتے ہیں ہزار مختلف ہند نفس میں انہوں میں انہوں کا تو کیا کہنا کہ جب یہاں  
 ہے کہ جب صورت نہ ہو تو ہی جس اور جس کے ہر کی نسبت ہے کہ اپنے لیے اپنے کہہ کے لیے اپنے ہر صورت  
 ہوں کہ جن میں اس وقت اس کے ہر کی شکل پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت

اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت

صورت غیب نے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 کہہ دیں انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اور انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت

اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت  
 اس پر ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت پر انہوں میں اس کے ہر کی صورت

باطل کر دیتا ہے۔ ارشاد ہے: ما اللہ مبدیہ یعنی آپ وہ چیزوں میں پھیلا ہے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے معلوم ہوا ہے حضور پھیلا ہے تو وہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو ظاہر فرمایا ہے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا وہی وہ چیز ہے جس کو حضور پھیلا ہے تھے۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور کرنا باطل، کذب اور محض افواہ ہے، خود تالیف کسی جگہ اللہ تعالیٰ نے اس عشق و محبت کو ظاہر کیا صراحتاً نہ کسی کنایتاً نہ کسی اشارتاً۔ اگر ایسی کسی بات کا نام و نشان نہیں تو میری تحقیق فی نفسک کا یہ معنی بیان کرنا جو ان لوگوں نے کیا ہے کتنی بڑی گستاخی ہے۔

وہ بات جسے حضور پھیلا ہے تھے اور جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا وہ کیا تھی اس کے متعلق وضاحت سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ ارحم اللہ تعالیٰ ما اوحی الیہ تعالیٰ بہ ان زینب سبطتہ ما زید و تکرر وجہا بعد علیہ الصلوٰۃ والسلام الی ہذا ذہب اہل التحقیق من المفسرین کالزہری و بکر بن علاء و القشیری و العاصمی ابو بکر بن العربی و غیرہم (روح المعانی، قرطبی، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر یہ وحی فرمائی تھی کہ زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ ان سے نکاح فرمائیں گے مفسرین میں سے اہل تحقیق کا یہی قول ہے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زینب کو کہا سے تمہیں فرمایا ہے اور اسکی حکمت بھی خود ہی بیان فرمادی کہ پہلے جو رسم علی آرہی ہے کہ اپنے متبنی کی زوجہ سے نکاح حرام ہے اس کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ لوگ اس رسم قبیلہ کے باعث جن پر شایرنا سے دوچار ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

ایک بار پھر و تحقیق است اس کے کلمات پر بھی غور کیجیے اللہ تعالیٰ نے حضور کو بتا دیا کہ اس رسم بد کو ختم کرنے کے لیے اس کا فیصلہ یہ ہے کہ زید طلاق دے گا اور آپ ان سے نکاح کریں گے حضور جانتے تھے کہ کفار و منافقین اس پر بہتان طرازی کا طوطا برپا کر دیں گے۔ حقیقت کو سچ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کریں گے اور پراپیگنڈہ کا جو مؤثر موقع انہیں ملا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کی زبان درازوں کے باعث ہو سکتا تھا کہ بعض کمزور ایمان والے پھسل جائیں۔ یہ اندیشہ تھا جو حضور دل ہی دل میں محسوس فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند نہیں کہ ایسے اندیشوں کو اس کا محبوب رسول پر کاکھ کی جہی وقعت دے جسے طوفانِ باندھ والے باندھا کریں۔ دین اسلام کا پرچم سرنگوں نہیں ہو گا۔ حضور کی حرمت و عظمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اگر کوئی بد بخت ان کی ہرزہ سرائی سے متاثر ہو کر اسلام سے اپنا رشتہ توڑتا ہے تو آپ کو میرے محبوب! کیا پروا ایک بار نہیں سو بار! انہیں روتھنے دو۔ اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

فلما قضی زینباً منہا وطراً کا مطلب یہ ہے کہ جب زید طلاق دے دے اور وہ عدت گزار لیں اور زید کا ان کے ساتھ رابطہ کلی طور پر منقطع ہو جائے۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ زید حضرت زینب کو طلاق دینے کے لیے بڑے بے چین ہیں وہ اپنی اس خواہش کو پورا کریں۔ فضاہد الوطری کتایۃ عن الطلاق۔

آخر میں ایک چیز کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم خواہ مخواہ یورپ کے مستشرقین اور مؤرخین پر برس رہے ہو یہ باتیں انہوں نے اپنے پاس سے تو نہیں گھڑیں تفسیر کی کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں اس میں ان کا کیا قصور؟ جو اب ان کی

فِي زَوَاجٍ أَدْعَىٰ بِهِمْ لِكُلِّ أَتَّصُوا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۖ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ

ہرگز سب سے زیادہ اہم ہے۔ ہرگز سب سے زیادہ اہم ہے۔ ہرگز سب سے زیادہ اہم ہے۔ ہرگز سب سے زیادہ اہم ہے۔

مَفْعُولًا مِمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ الْأَنْبِيَاءُ مِنْ قَبْلِهِ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ فِيهَا مِنْ حَرَجٍ فَمَا آقَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ

اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

سُكَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا

اللہ کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

چراغ کی روشنی ہے۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔ اور ان سے پہلے ان کے لئے جو ان کے لئے تھا۔

**مَقْدُورًا ۱۰۱۱ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ**

ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں وہ نہیں ڈرا کرتے کسی

**أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۱۰۱۲ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ**

سے اللہ تعالیٰ کے سوا نہیے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب لینے والا نہیں ہیں محمد (فداہ زوجی) کسی کے باپ تمہارے

**رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ**

مردوں میں سے لٹھ مکدوہ اللہ کے رسول تمہارے اور خاتم النبیین ہیں تمہارے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو

ملا ل کی ہیں کسی کو حرف گیری کا حق نہیں پہنچتا حضور سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو خصوصی رخصت عطا فرمائی تھی۔

۱۰۱۱ جن اولوالعزم ہستیوں کو اللہ تعالیٰ منصب رسالت پر فائز کرتا ہے اور اپنے پیغامات پہنچانے کی ذمہ داری سونپتا ہے وہ حضرات صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور کسی سے ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں لوگوں سے خوفزدہ ہونے لگیں تو وہ رسالت و نبوت کی ذمہ داریوں سے عمدہ برائیاں ہو سکتے۔ اگر وہ کسی کی خاطر احکام الہی کی تبلیغ میں کوتاہی کریں، تو ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کون بچا سکتا ہے۔

۱۰۱۲ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب حریم نبوت میں رونق افروز ہوئیں تو بہتان تراشی کے جس طوفان کا اندیشہ تھا وہ اشد کر گیا اور بد باطن یہودیوں اور منافقین نے کتنا شروع کر دیا کہ وہ کبھی اپنے بیٹے کی بہو کو اپنی زوجہ بنا لیا کبھی ایسا اندھیرا چھوڑتا جیسے آنسوؤں نے گرد دکھا یا چلو چلا سے رسم و رواج کو تو رہنے دو اور خود بھی آج تک یہی بتاتے رہے کہ بیٹے کی بہو سے باپ نکاح نہیں کر سکتا۔ اب پھر خود اپنے بیٹے زید کی مطلقہ اہلیہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

ان کی اس ہرزہ سرائی کو قرآن حکیم نے اس ایک جملہ سے ختم کر کے رکھ دیا کہ تم میں سے حضور کسی مرد کے باپ نہیں۔ جب باپ نہیں ہیں تو زید بیٹا کیسے بن گیا۔ وہ تو اپنے باپ عارض کا بیٹا ہے۔ تمہارا یہ اعتراض محض تمہارے خبیث باطن کی پیداوار ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۱۰۱۳ باپ ہونے کی نعمی کی اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کا اعلان فرما دیا۔ بیٹک باپ اپنی اولاد پر بڑا مہربان اور شفیق ہوتا ہے لیکن رسول کو جو قلبی تعلق اپنی امت کے ہر ہر فرد سے ہوتا ہے اور جو لطف و کرم وہ فرماتا ہے اس کے مقابلہ میں باپ کی ساری شفقتیں بیچ ہیں۔ باپ کی مہربانیاں اولاد کی جسمانی اور مادی دنیا تک محدود ہوتی ہیں۔ رسول کی نگاہ و کرم سے امتی کا جسم اور روح، ظاہر اور باطن، دل اور عقل سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ باپ کی شفقتیں روزِ حشر کسی کام نہیں آئیں گی بلکہ سارے دنیاوی رشتے اس دن ٹوٹ جائیں گے۔ یہ صرف المرء من اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبہ و بنیہ لیکن رسول کی لطف





کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی تیرہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سرچشمے نے مطالعہ آزمایا یا فقہ پر دازنے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرات کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

انگریزی غلامی کے دور میں بڑی اسلام کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا، اسی طرح ایک محبوبی نبوت قائم کر کے اُمت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے خاطرے کرتا تھا۔ اس کے باوجود انگریز کا پڑے درجے کا وفادار تھا، مگر انھوں نے اس کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باخیرت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انگریزی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹا۔ سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے۔ انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں پردان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لیے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ ہرمزانی کے لیے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے بڑھنے کی کوشش کی گئی۔ بیک وقت عیسائیت کے خلاف لکھتا اور لڑتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ اُمت مسلمہ میں ایک نئی اُمت پیدا کی اور ان کے متفق علیہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دور رس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے۔ اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ عیسائیوں کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دل جمعی سے انجام دے سکتا تھا، اگر وہ عیسائیوں کے خلاف کچھ نہ کرتا تو اس کی بات کوئی آدمی سُننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزا نے مبلغ اسلامی ممالک میں گئے وہاں ان کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کئی ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دے کر توپ سے اڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق اس مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

یہ عرض کرنے کا مقصد صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر گونا گوں اختلافات کے باوجود تیرہ صدیوں تک اُمت کا کئی اتفاق اور قطعی اجماع رہا ہے جس طرح ایک مسلمان کھیلے اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت، حضور کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لیے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و محصل کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھا جس کی جرأت آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی تھی، اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر شرح و بسط سے لکھا جائے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آقائے کریم سے کٹ کر نہ رہ جائے۔ رہے وہ لوگ جو شک کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کے حصول کی خاطر اپنا دین بدلنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کمال ہوشیاری سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ جنہیں ان کے لیے طول نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ایسے ابن الوتوں کی خدا کو ضرورت ہے اور نہ اس



آخرہم و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ وادی کے آخری کوثر کو خاتم الودی کہتے ہیں۔ قوم کے آخری فرد کو خاتم خاتم اور خاتم کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ لسان العرب میں التذیب کے حوالے سے لکھا ہے: والحاقہ والحاقہ من اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ویف التذیل العزیز وکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای آخرہم ومن اسماء العاقب ایضاً ومعناہ آخر الانبیاء۔ یعنی خاتم اور خاتم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا۔ اور حضور کے اسماء میں سے العاقب بھی ہے اس کا معنی آخر الانبیاء۔ اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی تائید پر زیر مہربا زبر اس کا معنی آخری ہے۔ اس معنی کی تائید کے لیے اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے بھی استدلال کیا ہے وختامہ یشک ای آخرہ یشک۔ یعنی اہل جنت کو جو مشروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انہیں کستوری کی خوشبو آئے گی۔

نعم نبوت کے مکرین اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سائل دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ نے بیان کیا ہے (آخری) وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس کا دوسرا معنی مراد ہے اور یہ معنی بھی ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر اصرار ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیق حق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم بھی اس آیت کو ملتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں گھومتے تاکہ ہم پر تحریر قرآن کا الزام لگایا جائے بلکہ لغت عرب کے مطابق ہی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

صحاح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہربا مہر لگانے والا مذکور ہے۔ آیت کا یہی معنی ابغ اور شان رسالت کے شایان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انبیاء پر مہر لگانے والے ہیں جس پر حضور نے مہر لگا دی وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہوگا اور جس پر مہر لگائی، وہ نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ بیک لغت کی کتابوں میں خاتم کا معنی مہربا مہر لگانے والا رقم ہے لیکن انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ مذکورہ آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے۔ یہاں فقہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مصر ہوں کہ یہاں خاتم کا دوسرا معنی مراد ہے تو اس سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کرتے ہوئے خود تندر سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے مہر سے مراد ڈاکخانہ کی مہر یا کسی افسر کی مہر بھی ہے کہ لفاظ یا کارڈ پر مہر ٹھپے لگایا اور اسے آگے بھیج دیا یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر ثبت کی اور اسے مناسب کارروائی کے لیے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا۔ حالانکہ مہر کا مفہوم اہل لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ کاش انہیں بے جا تعصب اس امر کی اجازت دینا کہ وہ اہل لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔ آئیے! ہم آپ کی خدمت میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں۔ لسان العرب میں ہے: ختمہ یختمہ ختماً وختاماً طبعہ فہو مخنوم ومختمٌ مشدّد للمبالغۃ۔ یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگا دی جائے اس کو مخنوم اور مبالغہ کے طور پر مختم کہتے ہیں۔



جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کی ایک ہی ضرورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اس باس میں کسی اور نبی کی گنہائش نہیں۔ بجز اسکے کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا غلام احمد کے لیے جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گزار کرے گی۔

قصر نبوت کی اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور البرادہ و طیبہ میں اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی۔ (۱) مجھے جوامع احکم سے وازا گیا۔ یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے پیمانہ (۲) رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی (۳) میرے لیے عنیت کا مال حلال کیا گیا۔ (۴) میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کی اجازت دی گئی۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنا دیا گیا اور میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

۲- ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحللت لي الغنائم وجعلت لي الارض مسجدا وطهورا وارسلت الى الخلق كافة وختمت بي النبيون۔

(مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

۳- حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا رسول بعدى ولا نبى۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور کلمہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی اُمت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ وہ حضور تمہارے اندر ہی نکلے گا۔

۴- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لم يبعث نبيا الا حذرا متة الدجال وانا آخر الانبياء وانتع آخر الامم وهو خارج فيكم لا محالة۔

(ابن ماجہ)

اس حدیث سے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

۵- امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے :



۱۔ تالیف "تاریخ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی" کی اس کتاب میں مولانا صاحب مدظلہ العالی کی زندگی اور خدمات کا ایک جامع اور تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ تالیف "مولانا صاحب مدظلہ العالی کے علمی خدمات" میں مولانا صاحب مدظلہ العالی کی علمی خدمات کا ایک جامع اور تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ تالیف "مولانا صاحب مدظلہ العالی کے علمی خدمات" میں مولانا صاحب مدظلہ العالی کی علمی خدمات کا ایک جامع اور تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ تالیف "مولانا صاحب مدظلہ العالی کے علمی خدمات" میں مولانا صاحب مدظلہ العالی کی علمی خدمات کا ایک جامع اور تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ تالیف "مولانا صاحب مدظلہ العالی کے علمی خدمات" میں مولانا صاحب مدظلہ العالی کی علمی خدمات کا ایک جامع اور تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ تالیف "مولانا صاحب مدظلہ العالی کے علمی خدمات" میں مولانا صاحب مدظلہ العالی کی علمی خدمات کا ایک جامع اور تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

ہے۔ آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں بھی فقہاء میں سے ایک شخص نے شہر  
ماترین نبوت کا دعویٰ کیا تو اُمدت کے بادشاہ نے غرناطہ میں اس کا سر قلم کر دیا اور اس کی لاش کو شولی چڑھا دیا، وہ اسی حالت میں  
نکارا یہاں تک کہ اس کا گوشت گل کر گر پڑا۔

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے اُمت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مدعی نبوت کو  
گردن زدنی قرار دیا۔ آخر میں ہم ختم نبوت پر عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔

### ختم نبوت کے عقلی دلائل (مُدررت کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت بملا اقوم عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے، جب حضور پر نازل شدہ  
کتاب بجز کسی ادنیٰ تحریف کے جو ان کی توں ہمارے پاس موجود ہے، جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ  
اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے، جب کوششِ نبوتِ اسلامیہ روزِ اقل کی طرح آج بھی انسانی زندگی  
کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے، جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے: **الیوم اراکم حکمت لکم**  
**دیکمہ و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام ہدیناً۔** تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس  
مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتابِ محمدی طلوع ہو چکا، عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے۔ تو پھر دن کے اجالے میں  
کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں ہے۔

مزید عرض فرمائیے۔ نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات  
ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔ کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا اور عالم باعمل  
ہو گا وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فرست سے خارج کر دیا جائے گا۔ اور کفار و مشرکین کے زہر  
میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

اب ذرا عقلی دُنیا میں مرزا صاحب کی آمد کا جائزہ لیجیے:

مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد و شمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔  
قرآن کریم کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ تمام انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے  
ہیں۔ قیامت کی آمد کے قائل ہیں۔ عملی طور پر غافل و کاہل سہی البین احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے  
ہیں۔ ضروریاتِ دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس اُمت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگانِ خدا  
بھی ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر پوری طرح کار بند، عبادات کے سختی سے پابند ہے ہیں انکے اخلاص و ولایت پر فرشتے  
رک رک کرتے ہیں اور ان کے کاربائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے۔

اسی پاک اُمت میں آکر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ان کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے۔ چلو بعض



نزول فرمائیں گے۔ جن احادیث میں نزول مسیح کے مسکن مسیح کی گئی ہے وہ اس کثرت سے مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ درجہ تو اتر کر پہنچی ہوئی ہیں۔ آئیے آپ بھی ان احادیث کی جھلک ملاحظہ کیجیے۔ آپ کو پہل جانے گا کہ نبی برحق نے کوئی بہم پیش کوئی نہیں کی۔ کسی ایسے مسیح کی آمد کی اطلاع نہیں دی جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاطر کا جی چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے، بلکہ نبی کریم نے اپنی امت کو اس کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا، اس کے لقب سے خبردار کیا، اس وقت اور مقام کی نشاندہی کی جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا۔ جو کارہائے نمایاں وہ انجام دے گا، اس کی تفصیل بیان فرمادی اور اس کے مدفن کا بھی تعین فرمایا اور اس کا خلیفہ بھی بیان کر دیا۔ اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں جن میں حضرت عیسیٰ کی آمد کی خبر دی گئی ہے تو ان تفصیلات کو بھی من و عن صحیح اور صحیح تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے گا تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جن میں ان کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا میاں ہے کہ ایک روایت کی مفید مطلب آدمی بات تو مان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا۔

ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔

پہلی حدیث جسے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے:

حضرت البربرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا اُس خدا کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم عادل عم کی حیثیت سے۔ پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا اور (دینداری کا یہ عالم ہوگا) کہ آپ پروردگار کی جناب میں ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلّم والذی نفسی بیدہ لیوشکّ ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقیلہ احد حتی ینکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیہا۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ مسند باب بیان نزول عیسیٰ۔ ترمذی، ابواب الفتن باب فی نزول عیسیٰ۔ مستجد مرویات ابی ہریرۃ)

۲- امام بخاری نے کتاب المظالم باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم

لا تقوہ الساعة حتی ینزل عیسیٰ

کا نزول نہ ہو۔

بن مریم۔

۳- مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابی ہریرہ سے منقول ہے:

حضور علیہ السلام نے خروجِ دجال کے ذکر کے بعد فرمایا۔ اس اثنا میں کہ مسلمان اس سے بڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور ناز کے لیے آقا مت کسی جاہلی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی امامت

فینا ہمدیدون للقتال لیؤذون الصفوف اذا قیمت الصلوة فینزل عیسیٰ بن مریم فامسحوا ذراہ عدو اللہ یندب حکما یدوب المسیح فی الما فلو ترکہ اذاب حتی

بیت و بستان چنانکہ وہ بیوہ و یر بچہ مدہ  
تہ مرتہ۔

کوشی کے روز ان کا ہول ہی کہ کے لا کھینے کے لیے  
کسوا کی بی بی بچشہ کے آپ سے کہ کئی مانتی یہ بی بی بیٹ  
ان الزورہ از زور ان کو روئے کے گزرتی سنی اس کو ان کے واقف سے گفتار کرتے کہ اس آپ اپنے بی بی سے کہ ان کو  
دیکھ کر کہتے تھے

۴۔ عروا کی عروہ یا اس نسو منقہ علیہ و  
سنگہ قال این ہول ویبہ لہا ارجل جزیلہ و اسنہ  
تاہل غلا راہیہ و فارض و بیلا عروہ یا انی عروہ  
و ایسا من بین مسعرین طمان راسہ بقطر وان  
لہو بیہ جان فیما کن انما س۔ علی الاستبر  
تہ لہ علی العلیب و یسئل الخزیو و یبع الخزیو  
بیت لہ فی ریانہ اعلیٰ مطلقا الا الاستبر  
بیت لہ المسبح لہ حال بیٹکت لہ الزرع  
اربعین سنہ لہ یزنی فی بیس علیہ المسلمون۔

سیرت النبی سے یہ ہے کہ ایک روز ان کا ہول ہی کہ کے لا کھینے کے لیے  
کسوا کی بی بی بچشہ کے آپ سے کہ کئی مانتی یہ بی بی بیٹ  
ان الزورہ از زور ان کو روئے کے گزرتی سنی اس کو ان کے واقف سے گفتار کرتے کہ اس آپ اپنے بی بی سے کہ ان کو  
دیکھ کر کہتے تھے

۱۔ عروہ و انما انما لہ ما  
الجال۔ سنہ احمد عروہ و انما عروہ

۵۔ عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم..... فیقول جابر بن عبد  
صلی اللہ علیہ وسلم فیقول عروہ و انما انما لہ ما  
فیقول ان انما لہ ما لہ من عروہ و انما لہ ما لہ  
انما۔ و مسعود بن قول جابر علیہ السلام  
عروہ منہ ما عروہ جابر علیہ السلام

سیرت النبی سے یہ ہے کہ ایک روز ان کا ہول ہی کہ کے لا کھینے کے لیے  
کسوا کی بی بی بچشہ کے آپ سے کہ کئی مانتی یہ بی بی بیٹ  
ان الزورہ از زور ان کو روئے کے گزرتی سنی اس کو ان کے واقف سے گفتار کرتے کہ اس آپ اپنے بی بی سے کہ ان کو  
دیکھ کر کہتے تھے

۶۔ عن حفص بن غسان بنی حنظلہ بنی امیہ  
فروکت انما لہ ما لہ من عروہ و انما لہ ما لہ  
انما العروہ شرقی و منقول جابر علیہ السلام  
و منقول جابر علیہ السلام انما لہ ما لہ من عروہ و انما لہ ما لہ

سیرت النبی سے یہ ہے کہ ایک روز ان کا ہول ہی کہ کے لا کھینے کے لیے  
کسوا کی بی بی بچشہ کے آپ سے کہ کئی مانتی یہ بی بی بیٹ  
ان الزورہ از زور ان کو روئے کے گزرتی سنی اس کو ان کے واقف سے گفتار کرتے کہ اس آپ اپنے بی بی سے کہ ان کو  
دیکھ کر کہتے تھے



# شَيْءٌ عَلَيْهَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝۱۱

غروب جاننے والا ہے اللہ کے ایمان والو! یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے **شعہ** اور

وإذا رفعه فقد رفته جمان كاللذو فلا يحل لكافر  
يجدر مع نفسه الامات ونفسه ينتمى الى حيث  
ينتمى طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب ليدفنته  
(مسلم، ذكر الدجال - ابوداؤد، كتاب الامام  
ترمذی، ابواب الفتن)

آخر میں ایک اور حدیث سماعت فرمائیے:

عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم  
عن النبي صلى الله عليه وسلم عما بان من امتي احرزها  
الله تعالى من النار عصاة تغزو الهند وعصاة تكفون  
مع عيسى بن مريم عليه السلام - (سنن، كتاب الجهاد  
مسند احمد، مرويات ثوبان)

ہوئے آریں گے۔ جب وہ مرجھائیں گے تو ان محسوس ہونے کا قطر  
ٹپک رہے ہیں اور جب مر جائیں گے تو موتیوں کی طرح ٹپکنے سے  
نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کا ذبح پہننے کی اور وہ ان  
کی مد نظر تک جانے کی اور زندہ نہ بنے گا۔ پھر ابن مریم و جلال کا بیچا  
کریں گے اور آدھے کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ثوبان سے یہی  
ہے کہ حضور نے فرمایا میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ  
نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان  
پر حملہ کرے گا، دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمایا۔ ان میں مسیح موعود کا خلیفہ نام، والدہ کا نام، مقام اور وقت نزول، آپ کے کارہائیاں  
سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں، حالانکہ ہزاروں  
مسلمان اس نام کے موجود ہیں۔ اس کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں، حالانکہ ہزاروں مسلمان عورتیں اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں  
اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی۔ صلیب کو توڑنا، خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کہاں جی ساری عمر عیسائی حکومت  
کے عجول چمک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پتے رہے اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے  
ساری دنیا کو دارالاسلام بنا کر جزیرہ ختم کرنا تو بڑی دور کی بات، خدا نے مصطفیٰ نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔  
اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں، ان کی نادانی قابلِ صدا فوس ہے۔

اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب کو اپنا رسول بنایا اور پھر اس کی ذات پاک پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا وہ ہر چیز کو اچھی  
طرح جانتا ہے۔ دنیا کے حالات ہزاروں پہلے کھائیں۔ معاشی اور سیاسی میدانوں میں لکھتے ہی انقلاب کیوں نہ برپا ہوں ہر  
قوم کے لیے ہر زمانہ میں فلاح دارین کا راستہ دکھانے کے لیے اب کسی دُور سے نبی کی ضرورت نہیں، بڑوں نہیں ہے کہ سلسلہ نبوت بند  
کرنے کا فیصلہ کسی ایسی ہستی نے کیا ہو جو آنے والے حالات سے بے خبر ہے۔ مختلف قوموں اور ملکوں کی ضرورتوں سے ناواقف ہے  
بلکہ یہ فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے اور ان تمام امور سے بھی ناخبر ہے جن پر عالم انسانیت

سَيُؤْتُهُمْ بَکْرَةً وَآجِیْلاً ۗ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَبَلَکُمْ لَئِیْ  
اِس کی اگر چنان کہ کونسا دوسرا

خدا ہے اور اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

یُخْرِجْکُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ ۗ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْماً  
نکستی اور اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

نکستی اور اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

حِجَابِہُمْ یَوْمَ یَقُومُ یَقْوٰنُہُ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَہُمْ اَجْرًا کَرِیْماً ۗ یٰۤاَیُّهَا  
اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

اس کے لئے کہ اس کے لئے کہ ہر ایک کے لئے اس کی طرف سے

## النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا اِلَىٰ

اجر لے نبی (مکرم) ! ہم نے بھیجا ہے آپ کو دسب سچائیوں کا گواہ بنا کر شہداء اور نوحی نکلنے والا نئے اور بروقت ڈرانے والا اور ڈر دینے

حسن نے گفت کہ شہداء نے پذیرد سحر  
عشق نے گفت تب و تاب دو لمے دارم  
کون کتا ہے حسن کو عشق عزیز نہیں یا مجرب کو اپنے ماشق و لفظ کار کی پروا نہیں۔ یہاں جمال خلق اور حسن کامل دُعا میں سے رہے کہ لے عشق کی بے چینیاں اور بے تابیاں! تم سلامت رہو! لے چشم شوق تو سدا بینا ہے! لے دل درد مند تیرے ارفاق کی خیر تیری حسرتوں کی خیر!

عشق کو یہ پذیرائی حاصل تو ہوتی ہے لیکن امتحانوں کے کئی مرحلے ذوق و یقین سے طے کرنے کے بعد بکریں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حسن بے نقاب کی بر ملا دُعا میں، تو اسی وقت سامع نواز ہوتی ہیں لیکن جب کرنی نیاز مند درد و سوز سے بے چین ہو کر سوسے منزل چل پڑتا ہے تو اسی وقت سے حسن کی نوازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اُسے بڑا خیال رہتا ہے کہ عاشق ناز دل شکستہ نہ ہو جائے۔ لہذا ہر تفاعل ہوتا ہے۔ حقیقت میں اس تفاعل میں بھی توجہ کی کشش صاف معلوم ہوتی ہے جو مایوس نہیں ہونے دیتی۔ ہر لمحہ قدم قدم پر اوردرد عشق کی خبر گیری کی جاتی ہے کہ کوئی راہ زن اس کی متاع شوق کو ٹوٹ نہ لے۔ یہ نوازشیں ہوتی ہیں تب ہی کوئی مسکین بے وا بھر کی طویل راتوں کو کاٹتا ہوا عیدانی کے عزیز صحراؤں کو طے کرتا ہوا سر نیا ز قیم یار پر رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ واللہین جاحدا و فینا المنہدین ہم سبنا وان اللہ مع المحسنین میں اسی طرف اشارہ ہے۔

سچ تو یہ ہے عشق بھی حسن کا فیصل ہے۔ عشق کی بے تابیاں بھی حسن کی عطا ہیں۔ عاشق کے صبر و استقامت میں بھی اکی دنگی اور اس کی کرم فرمائی شامل ہوتی ہے۔ عہد نامہ کے دروازے عشق میں کھولتا اور نہ کھول سکتا ہے بلکہ حسن کی دلتوازیوں آگے بڑھ کر اپنے آبلہ پامافوں کا استقبال کرتی ہیں اور خود ہی اندر و بندہ پروری اپنے رخ سے نقاب اُلٹ دیتی ہیں۔ تب ہی وہ گھڑی آتی ہے جب کوئی خسرو یوں زمر نہ سچ ہوتا ہے۔

نخست خسرو مسکین ازین ہو سس شبہا کہ بر سہ بر کعب پائنت ہند پنجاب ردد

۹ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے محبت بھرے انداز سے خطاب فرماتا ہے اور اس کے بعد ان بلبل اللہ خطاب کا ذکر کرتا ہے جن سے اُس نے اپنے محبوب کو سرفراز فرمایا۔ ان کے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے رسول کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ گھبراؤ۔ ان تند تیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ نہ گھولے ہوئے گرواب تیار رکھیں بگاڑ سکتے۔ اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے طالع کے سپرد نہیں کیا جو کم ہمت، دون حوصلہ، نا اہل اور ناتجربہ کار ہو۔ بلکہ اس گشتی کا نانا خدا وہ نبی برحق ہے جس کو ہم نے ان صفات بلبل سے مستف کیا ہے۔ تم صبر و استقامت سے اس کا دامن اطاعت مضبوطی سے پکڑ لے رہو۔ یقیناً تمہیں ساحلِ مراد تک رسائی نصیب ہوگی۔ ساتھ ہی دشمنانِ اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فردوزاں

کو بچانا چاہتے تھے۔

ارشاد فرمایا اے میرے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لیے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ چنانچہ علامہ راعب صفحہ ۱۱ نے مفزوات میں لکھا ہے:

الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اقاماً بالبصر او البصيرة یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے ذریعے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت بہت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اندازہ مطلوب ہے یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کا لہذا یہ کہہ کر کہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ لا الہ الا اللہ، تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت، حکومت، شخصی وجاہت، علم اور فضل و کمال

یہ ایسے عجائبات ہیں جن میں لوگ کھویاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں حضور کی اس شہادت سے وہ سارے مجاہد تار تار ہو گئے اور اس سبب المرتبت نبی کی شہادت توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام، اس کے عقائد، اس کے نظام عبادات و اخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضرب ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں ہمارا جادو الٰہی کھتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ آئینوں کو انکار کر دیں گی کہ زمان کے پاس کوئی نیچا اور کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا۔ اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الٰہ العالمین! تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا ہرے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے۔ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں کو تختہ دار پر بھیج دیا۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی مرتد ہوئی۔ چنانچہ علامہ راعب صفحہ ۱۱ نے فرمایا کہ رحمة اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شاهدًا علی امتك" یعنی حضور اپنی امت پر گواہی دینگے اپنی اس تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے: اخبر ابن المبارک عن سعید بن المسيب قال ليس من يوم الا ويقرض على النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم امته غدوة وعشيرة فيعرضهم بسياهم ولذلك يشهد عليهم (مغلطی) یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور کی امت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اسی لیے حضور ان پر گواہی دیں گے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فقرله تعالى، شاهدًا على الله بالوحدانية وانه لا اله غيره وعلى الناس باعمالهم يوم القيامة۔



یعنی حضور اللہ تعالیٰ کی توجیہ کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی ممبر زمینیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دینگے۔  
 علامہ آؤسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شاهد اعظم من بُعثت الیہم تراقب احوالہم و  
 تشاہد اعمالہم و..... وتؤدیہما یوم القیامۃ اداء مقبولاً فی مالہم وما علیہم (روح المعانی) یعنی  
 حضور گواہی دیں گے اپنی اُمت پر کیونکہ حضور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت  
 ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہ صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی اعمال العباد فنظر ایھا الذلک اطلق علیہ شاهد۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو بندوں  
 کے اعمال پر آگاہ فرمادیا ہے اور حضور نے انہیں دیکھا ہے، اس لیے حضور کو شاہد کہا گیا۔  
 اس قول کی تائید میں علامہ آؤسی نے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:  
 در نظر و دشمن مقامات العباد زان سبب ناش خدا شاہد بناؤ  
 کہ بندوں کے مقامات حضور کی نگاہ میں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں فتأمل ولا تغفل کہ اس بیان کردہ حقیقت میں غور و فکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو  
 مولانا بشیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لکھتے ہیں: اور مشر میں بھی اُمت کی  
 نسبت گواہی دینگے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا؟ الغرض وہ تمام اُبدی صدائیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے، عالم غیب  
 کی وہ حقیقتیں جو عقل و فطرت کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں۔

نہ آحضرت کا دوسرا لقب "بشیر" ہے۔ یعنی خوشخبری دینے والے۔ جو اس دین پر ایمان لانے والا، اس کے ارشادات پر عمل  
 کرے گا وہ دوزخ جانوں میں کامیاب و کامران ہوگا۔

علامہ اسماعیل حق فرماتے ہیں: مبشراً لاهل الایمان والطاعة بالحقۃ ولا لاهل المحیة بالرزویۃ کہ اہل ایمان اور  
 اہل طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیدار محبوب کی۔

تیسرا لقب "نذیر" ہے۔ نذیر کا معنی ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کر دینا۔ یہ بھی حضور کی شان ہے۔  
 وداعی الی اللہ باذنه: یہ حضور کا چوتھا لقب ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں  
 اور یہ کام کیونکہ بہت ہی دشوار ہے۔ کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کے لیے باسانی تیار نہیں ہوتا۔ خصوصاً مسیح کے  
 مشرک جو کورانہ تقلید اور باہ پرستی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے جنہوں نے غور و فکر کے سارے دیے گل کر دیئے تھے ان کو کفر و شرک  
 کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا۔ یہی حالت بیہود اور دوسرے اہل کتاب کی تھی، اس لیے ساتھ ہی  
 "باذنه" کا کلمہ بڑھا دیا۔ یعنی اے محبوب! ہم نے اس دشوار کام کو آپ کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ باذنه ای بتسمیلہ وتبسیرہ  
 تعالیٰ (روح المعانی) اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان گوناگوں فریاد



اللّٰهُ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝۱۷ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّن

والا اللہ کی طرف اسکے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا ہے اور آپ مرادہ سادیں مومنوں کو کہ ان کے لیے اللہ کی

اللّٰهُ فَضْلًا كَبِيرًا ۝۱۸ وَلَا تَطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعُوْا

جناب سے بڑا ہی فضل ہے اور نہ کہنا مانر کافروں اور منافقوں کا اور پروا نہ کرو ان کی

اور لقمہ پیوں سے ممتاز فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طلعت زریا کی طرف کھینچے چلے جاتے تھے۔ وہ لوگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا بھی  
ملکہ موجود تھا وہ اس شمع جمال پر پروانہ وار شمار ہوتے تھے اور دنیائے دیکھا کہ عرب کے اجداد و سنت مزاج لوگ کس طرح اپنے بچوں  
اپنے آباؤ گروہوں قیمتی مال و متاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر درمصلحت علیہ الطیب التیقہ و الثناء کی طرف کشاں کشاں جا رہے ہیں۔ ابھی چند  
روز پہلے خالد بن ولید نے میدان احد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا لیکن وہی فاتح خالد مکہ کو امداد کہہ رہا ہے اور  
اپنے گلے میں غلامی کا قلابہ ڈال کر سرکارِ مدینہ کی ماضی کے لیے کوہ و دمن، دشت و صحرا کو عبور کرتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ یہی  
داعیاء الی اللہ باذنہ کی شان کا ایک ٹھور ہے۔

۱۷ فرمایا: اے محبوب! میں نے تجھے سراجاً منیراً بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات  
لطائف کی بارش فرمائی ہے اس کی بیجا نہیں کا کرنا اندازہ لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی مالکتاب، روشن اور آفتاب روشن کر  
دوسروں کو بھی نور و ضیا، کاشف و مصدر بنا دینے والا۔ اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے۔ یہیں حضرت عارف باللہ مولانا شاہ  
پانی پتی کا ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں: انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکان ہلسا نہ داعیاء الی اللہ تعلق  
و قبلیہ و قابلہ مکان مثل السراج یتلون المؤمنون بالوانہ و یتنورون بالفوارہ یعنی حضور زبیران فیض تریمان سے تو داعی  
تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر تھے! اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے  
انوار سے درخشاں و تاباں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہیں بھی اس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار سے درخشاں راہ حق پر چلنے کی  
ترغیب عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۸ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے جو لطف و کرم اپنے حبیب کریم اور محبوب و نواز صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرمایا، اس کا ذکر ہوا۔ اب  
اس اہر و رحمت کا بیان ہو رہا ہے جو امت مسلمہ پر برسیا جانے والا ہے۔ ارشاد ہے: اے میرے نبی! اپنے غلاموں کو بھی یہ نشارت  
فے دو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان پر بھی ہوگا اور وہ فضل و کرم قلیل اور محدود نہیں ہوگا بلکہ فضلاً کبیراً ہوگا۔ آپ خود ہی نور فریشے  
کوہ رب العزت جس کے سامنے ساری دنیا متاع قلیل ہے یعنی محتوی اسامان، تو جن فضل کو وہ کبیر فرما رہا ہے اس کی دستور کا اندازہ  
کرن کر سکتا ہے۔ یہ سب صدقہ ہے محبوب کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جن کی غلامی کے باعث ہمیں یہ شرف حاصل ہے  
کاش! ہم اس غلامی کی قدر کو پہچانتے اور اس جمال جہاں افروز پر اپنی جان، اپنا دل اور ہوش و غرور قربان کرتے جو صحابہ کرام کا طریقہ

اذْهِمُّمُ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اذہیت رسالتی کی اور مجھ و سرگمرا اللہ پر تم سے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (آپ کا) کارساز اسے ایمان والو!

أَمْنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

جب تم نکاح کرو مومن عورتوں سے پھر تم انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں

تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمِ تَعُوهُنَّ

بانٹھ لگاؤ پس تمہارے لیے ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں جسے تم شمار کرو لہذا انہیں کچھ مال

وَسَرَ حَوْهِنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۳۴﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ زَوْجَكَ

نے دو اور انہیں رخصت کر دو خوبصورتی سے کٹھے لے نبی اکرم! ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لیے آپ کی ازواج

الَّتِي اتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ

جن کے سہرا آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کینزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں

تھا۔ تب ہمیں اس فضل کبیر کا صحیح احساس ہوتا۔

۳۳۔ اے محبوب! جب ہم نے آپ کو ان عظمتوں سے نوازا ہے تو آپ کو کفار و منافقین کا کٹنا ماننے کی کیا ضرورت ہے آپ ان کی اذیت رسالتوں سے غافلت کیوں ہوں۔ آپ انہیں پرکھاہ کی وقعت بھی نہ دیں اور یہ صاف صاف اعلان کر دیں کہ جو تکلیف اور اذیت وہ پہچانا جاتے ہیں اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ آپ کا پروردگار آپ کے ساتھ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقتی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتی اور آپ کے دین کی ترقی میں روڑا نہیں اٹکا سکتی۔

۳۴۔ یہاں شرعی حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنی کسی ایسی منکوحہ کو طلاق دو جس سے تم نے غفلت صحیحہ نہیں کی تو اس مطلقہ کا عدت گزارنا لازمی نہیں۔ لیکن جب ان کو اپنی قید نکاح سے آزاد کرو تو بے مروتی کا شہرت نہ دو۔ طلاق سے کر تم نے ان کا دل توڑا ہے۔ ان کی کچھ مالی اعانت کر دو، تاکہ ان کی دہکوتی ہو جائے۔ اگر ایسی عورت کا مہر مقرر تھا تو نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں ایک جوڑا کپڑوں کا دینا لازمی ہے۔

۳۵۔ اسلام نے مردوں کو شرط عدل کے ساتھ چار شاہدیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ جس کی حکمتیں سورہ نساء میں بیان ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمتوں کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت مرحمت

وَبَدَنْتِ عَمَّكَ وَبَدَنْتِ عَمَّتِكَ وَبَدَنْتِ خَالِكَ وَبَدَنْتِ خَلِيكَ

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی چھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالوں کی

الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَأُمْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی آپ کے ساتھ اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے۔

إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ (اجازت) صرف آپ کے لیے ہے اور دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

ہمیں خوب علم ہے جو ہم نے مفروضہ کیا ہے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں

فرمانی۔ دشمنان اسلام نے اس بات کو بھی ہدف تنقید بنایا خصوصاً عیسائی پادریوں نے لیکن اگر نظر انصاف دیکھا جائے تو یہ اجازت کلمہ حکمت نظر آتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے جس خاتون کو حضور نے شرف زوجیت بخشا ان کا اہم گرامی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اس وقت حضور کا معنوان شباب تھا مگر مبارک پچیس سال تھی حضرت خدیجہ دوبار بیوہ ہونے کے بعد اپنے چالیسویں سال میں تھیں لیکن ان کے ساتھ زوجیت کے تعلقات اتنے خوشگوار تھے کہ ان کے وصال تک حضور نے کسی دوسری کا کبھی خیال ہی نہیں فرمایا اور ان کے وصال کے بعد بھی اکثر ان کا ذکر خیر فرمایا کرتے یہاں تک کہ حضرت عائشہ بھی رشک کرنے لگیں۔ حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد ایک سن رسیدہ خاتون حضرت سودہ بنت زمرہ سے نکاح فرمایا حضرت عائشہ سے عقد اگرچہ پچیس برس پہلے ہو چکا تھا۔ لیکن رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوئی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت فاروق اعظم کی صاحبزادی تھیں جن کی شادی خنیس بن حذافہ سے ہوئی تھی وہ اٹھارہ برس شدید زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ حضرت عمر اپنی اس صاحبزادی کے مستقبل کے متعلق بڑے پریشان تھے حضور کا انہیں شرف زوجیت بخشا نہ صرف ان کی دلجوئی کا باعث ہوا بلکہ اس سے حضرت فاروق اعظم کی بہت بڑی پریشانی دور ہوئی۔ حضور کی عقبی شادیاں ہوئیں ان سے دین کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں بڑا فائدہ ہوا۔ ان سے مقصود یا تو اپنے غلاموں کی دلجوئی تھی اور یا دشمن قبائل کے ساتھ محبت اور مؤذنت کے تعلقات قائم کرنے تھے۔ ان شادیوں میں سے کسی شادی کو عشرت کو شہ کی علامت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۷۶ اس کا تعلق یا تو ان و ہبت کے ساتھ یعنی کوئی مومن عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے پیش خدمت کرے اور حضور سے قبول فرمائیں تو اس کا مہر اور اگر ضروری نہیں یہ حکم صرف حضور کے ساتھ مخصوص ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے بغیر مہر کے نکاح جائز



لَكَيْلًا يَكُونُ عَلَيْكَ حَرْجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ تَرْجِي

تاکہ آپ پر کسی قسم کی تلخی نہ ہو اور اللہ تمہارے بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ (آپ کی امتیاز ہے) دُور

مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤَيِّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنْ ابْتَغَيْتَ

کردیں جس کو چاہیں اپنی ازواج سے اور اپنے پاس رکھیں جس کو آپ چاہیں۔ اور اگر آپ (دوبارہ) طلب کریں جو

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنَهُنَّ

آپ نے علیحدہ کر دیا تھا تب بھی آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔ اس (رضعت) سے بڑی ترشح ہے کہ انہی آنکھیں غنڈھی ہونگی

وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلَّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

اور وہ آزرده خاطر نہ ہوں گی اور سب کی سب خوش رہیں گی جو کچھ آپ انہیں عطا فرمائیں گے اور اسے (لوگو!) اللہ تعالیٰ

مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ

جاننا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے۔ حلال نہیں آپ کے لیے

النِّسَاءَ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ

دوسری عورتیں اس کے بعد اور نہ اس کی اجازت ہے کہ آپ تبدیل کر لیں ان اندراج سے دوسری بیویاں

نہیں، لیکن اس رضعت کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک کا نہرا دیا اور یا اس لفظ کا تعلق چار سے زیادہ

شادیاں کرنے کی رضعت ہے یعنی یہ اجازت صرف حضور کو ہے اور کسی کو نہیں۔

۴۴ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کریں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس

حکم سے محض مستثنیٰ قرار دیا تاکہ آپ پر کوئی پابندی نہیں لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہر بیوی کے ساتھ مساویانہ اور

عادلانہ سلوک فرماتے۔ اس رضعت کی دو وجوہیں ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضور کی طبع مبارک اتنی عادلانہ اور انصاف پسند تھی کہ حکم نہ ہونے

کی صورت میں بھی بے انصافی ممکن نہ تھی۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ ازواجِ طاہرات میں باہمی نزاع پیدا نہ ہو۔ حضور ہی حضور ہی بات کو بڑھا کر

گھر کے سکون کو کمزور نہ کریں۔ اب جب حضور پر پابندی نہ رہی تو جس کو بھی حضور شرف بخشیں اور نبیانا وقت شرف بخشیں اسی کو وہ غنیمت

سمجھے گی اور کسی قسم کا مطالبہ کرے یا شکوہ کرے خاطر خاطر گوشوں نہ کرے گی۔ اسی چیز کی طرف اللہ تعالیٰ نے آیت کے ان کلمات میں

أَعَجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ

اگرچہ آپ کو پسند آئے ان کا حسن۔ بجز کینوں کے ۵۷ اور اللہ تمہارے ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ۗ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ

پر نگران ہے۔ ۵۸ لے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی کریم کے گھروں میں جبکہ بجز اس

النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرٍ نَبْرِئِنَ إِنَّهُ وَلَكِن

(مضرت) کے کہ تم کو کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا پچنے کا انتظار کیا کرو

إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ

لیکن جب تمہیں بلایا جائے، تو اندر چلے آؤ پس جب کھانا کھا چکے، تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے

لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ

کہنے باتیں شروع کر دیا کرو تمہاری یہ حرکتیں (کھسے) نبی کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہیں پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں (اور چسپ بستے ہیں) اور

تصریح فرمادی: ذلک ادفا ان تقرا عینہن۔

۵۸ جب اللہ تعالیٰ نے آسمات المؤمنین کو اجازت دیدی کہ چاہے تو وہ اس فقرہ فاقہ کے ساتھ اس کے رسول کی خدمت

میں رہیں، چاہیں تو لگ بھگ ہو جائیں۔ ان سب سے دنیا اور آسائش دنیا کو ٹھکرا کر کاٹنا نہوت میں عسرت اور تنگی کی زندگی کو فرضی سے قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ ایشار بہت پسند آیا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اب کسی اور کو شرفِ زوجیت نہ بخشا جائے۔

چنانچہ اس کے بعد حضور نے کسی دوسری آزاد عورت کے ساتھ نکاح نہیں فرمایا، البتہ کینوں کے متعلق رخصت بدستور باقی رکھی گئی۔

۵۹ یہاں مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ہدایات دی جا رہی ہیں۔ فرمایا

جب تک حضور اجازت نہ دیں تمہارا داخل ہونا قطعاً ممنوع ہے اور جب اجازت ملے تو داخل ہو سکتے ہو اور وہ بھی اتنے وقت کے لیے

کہ کھانا کھاؤ اور اس کے بعد فوراً اٹھ کر چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگو اور حضور کو اس طرح تمہارے دیر تک بیٹھنے سے

تکلیف پہنچے حضور تو اپنے شرم کی وجہ سے تمہیں اٹھ کر چلے جانے کا حکم نہیں فرمائیں گے اور نماز میں رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی

باتوں پر خبردار کرنے سے حیا نہیں کرتا جن کا جاننا تمہارے لیے ضروری ہے۔ آیت میں غیر ناظرین انہ کا فقرہ تو جرح طلب ہے۔ ان کی

تحقیق کرتے ہوئے صاحبِ تامل سے کہتے ہیں، انی الشی یاتی اینا وانما وانا ذہو انی کعبنی حان وادوک یعنی بلغ غایتہ او



لَا يَسْتَحْيُ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ

اللہ تعالیٰ کسی کا شرم نہیں کرتا حق بیان کرنے میں۔ اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو

وَرَاءَ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ

پس پردہ ہو کر نہ یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لیے نیز ان کے دلوں کے لیے لے لے اور تمہیں یہ

أَنْ تُوذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِ آبَائِهِ

زیب نہیں دیتا تم ازیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو نہ اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو انہی ازواج سے کہ بعد سے لے

إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۚ إِن تَبَدُّوا أَمْثَلًا أَوْ تَخْفَوْهُ

بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ چاہے تم کسی بات کو ظاہر کر دیا اسے چھپاؤ

فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۗ لَاجِنَا عَنْ عِيَالِهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ

یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔ کوئی عروج نہیں ان پر اگر ان کے ہاں آئیں ان کے باپ

نصفہ یعنی کمانے کے پک کر تیار ہو جانے کو کافی کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی مجرہ شریف سے منواں اٹھتا دیکھتے تو باہر آکر اس انتظار میں بیٹھ رہتے کہ کبھی کھانا تیار ہوگا اور ہمیں بھی کھانے کی دعوت دی جائیگی۔ بن بلانے ممان بننے کی ممانت کی جاتی تھی۔ یہاں دوسرا ادب سکھایا جا رہا ہے کہ تمہیں حضور کے اہل خانہ سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے نیچے کھڑے ہو کر مانگو۔ اللہ گھس آنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ ۱۹۹ یہ طریقہ کار تمہارے لیے اور امتات المؤمنین کے لیے قلب کی پاکیزگی کا باعث ہے۔

یہاں اس تساہل کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ جو کبھی استاذ کی اہل خانہ اپنے شاگردوں سے پردہ کرنا ضروری نہیں سمجھتیں اس آیت سے تنبیہ فرمادی کہ جب مسلمانوں کو ازواجِ مطہرات کے ہاں گھس آنے کی اجازت نہیں تو اور کون ہے جو اس رخصت کا مستحق ہو شیطان کسی وقت بھی دل میں فاسد خیال پیدا کر سکتا ہے۔ پردے کا حکم جو نہیں دیا گیا ہے اس میں ہرگز تساہل نہ کرو بلکہ سختی سے اس پر عمل کرو۔

۲۰۰ ارشاد فرمایا کہ تمہیں کسی ایسے کام کے کرنے کی اجازت نہیں جس سے میرے رسول کو تکلیف پہنچے۔ تمہارا فرض ہے کہ ہر ایسے کام سے اجتناب کرو جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گرانی طبع کا سبب بن سکتا ہو۔

۲۰۱ یہاں ایک اور حکم بیان فرمایا کہ حضور کے وصال کے بعد حضور کی ازواجِ مطہرات سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ تمہاری مائیں ہیں اور تم پر قطعاً حرام ہیں۔ تم اس چیز کو معمولی بات مت خیال کرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی بڑا جرم ہے کہ یہ لگاؤ ہے

وَلَا ابْنَآئِهِنَّ وَلَا إِخْوَانَهُنَّ وَلَا ابْنَآءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا ابْنَآءَ

ان کے بیٹے ان کے بھائی ان کے بیٹے اور ان کے

أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَاءً لَهُنَّ وَلَا مَمْلُوكَاتُ إِيْمَانُهُنَّ وَالتَّقِيْنَ اللّٰهُ

بھانجے اسی طرح مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی آمدورفت پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ دلے عورتوں، ڈرا کر اللہ

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۹۴ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهُ

کی نافرمانی سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ ۹۴ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے

يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا

درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر ۹۵ اسے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (جیسے ادب و محبت) سلام عرض کیا

۹۴ اس آیت میں ان مردوں کا ذکر کیا گیا جو محرم ہیں اور جن سے پردہ کی ضرورت نہیں۔

۹۵ اسلام کو دشمنانے کے لیے کفر کے سارے حربے ناکام ہو چکے تھے۔ مکہ کے بے بس مسلمانوں پر انہوں نے مظالم کے پہاڑ توڑے لیکن ان کے جذبہ ایمان کو کم نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے وطن، گھر، بار، اہل و عیال کو خوشی سے چھوڑنا گوارا کیا، لیکن دامن مصطفیٰ علیہ الطیب التہیت و التناہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ کھانے بڑے کروڑ خوراک و سکونہ و مطہرات کے ساتھ مدینہ طیبہ پر بار بار رویش کی گئیں انہیں ہر بار ان مٹھی بھرا اہل ایمان سے شکست کھا کر واپس آنا پڑا۔ اب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس و الطہر پر طرح طرح کے بیجا الزامات تراشے شروع کر دیئے تاکہ لوگ رشد و ہدایت کی اس نورانی شمع سے نفرت کرنے لگیں اور یوں اسلام کی ترقی ٹک جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی ان امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ بتایا کہ یہ میرا حبیب اور میرا پیارا رسول وہ ہے جس کی وصف و ثنا میں اپنی زبان قدرت سے کرتا ہوں اور میرے سارے ان گنت فرشتے اپنی نورانی اور پاکیزہ زبانوں سے اس کی جناب میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں تم چند لوگ اگر اس کی شان عالی میں ہرزہ مرائی کرتے ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جس طرح تمہارے پہلے منشر بے خاک میں مل گئے اور تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں اسی طرح اس نایاب مہم میں بھی تم ناکام و خاسر ہو گے۔

اس آیت کریمہ کی مبالغہ شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لیے پہلے اس کے کلمات طیبات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آیت کریمہ میں فعل صلوة (۱) ود کے تین فاعل ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اہل اسلام۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری بھفل میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ فیہ منہ عز وجل شادہ علیہ عند الملائکۃ و تعظیہ۔ رواہ البخاری من ابی العالیہ۔

علاوہ انہی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: و تعظیمہ تعالیٰ ایہاہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظہار دینہ و ابقاء العمل بشرعہ و فی الآخرة بتشفیعہ فی امتہ و اجرہ و اجدالہ و ابداء فضلہ للاقربین و الآخین بالمقام المحمود و تقدیمہ علی کافة المقربین بالشہود (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجے گا یہ مہم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کرے اس کے دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھے اس دنیا میں حضور کی عزت و شان بڑھاتا ہے اور روزِ محشر اس کے لیے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر و ثواب عطا کر کے اور مقام محمود پر نازل کرنے کے بعد اولین اور آخرین کے لیے حضور کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور تمام مقررین پر حضور کی سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرماتا ہے۔

اور حسب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہر توجیہ کا معنی دہلیہ ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول کے ربات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لیے دست بدعا ہیں۔ اس جلد میں ان اللہ و صد لکنتہ الخ میں اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ جملہ اسمیہ ہے لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے۔ تو یہاں دونوں جملے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ مترادف دوم پر دلالت کرتا ہے اور فعلیہ متحد و دعویت کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم، ہر گھڑی اپنے نبی کریم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور آپ کی شان بیان فرماتا ہے اسی طرح اس کے فرشتے بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ عراقی نے نجیاً ثوب لکھا ہے: سے شانکے زلف در رخسار تو لے ماہ ملائک در صبح و شام کرند

جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے پر ہمیشہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے اس کی شان، گزشتی میں زمر میں رہتے ہیں اور اس کی رفعت، شان کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں تو اسے اہل ایمان تم بھی میرے محبوب کی رفعت، شان کے لیے دعا مانگا کرو۔ علامہ ابن منظور، صلوٰۃ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حسب مومن بارگاہ الہی میں عرض کرتا ہے: اللہم صل علی سیدنا محمد معناه عظیمہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ و اظہار دعوتہ و ابقاء شریعتہ و فی الآخرة بتشفیعہ فی امتہ و تفضیہ اجرہ و متوثبہ یعنی اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما۔ اس کے دین کو غلبہ دے اور اس کی شریعت کو باقی رکھ کر اس دنیا میں ان کی شان بلند فرما اور روزِ محشر ان کی شفاعت قبول فرما۔ اجر اور ثواب کو بھی گننا کر دے۔

اگرچہ صلوٰۃ بھیجے گا ہمیں حکم دیا جا رہا ہے لیکن ہم نشان رسالت کو کاٹنا جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اس لیے اعترافِ عجز کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں: اللہم صل علی الخ یعنی مولا کریم تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے اس لیے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایاں ہے۔ وقیل المعنی لما امرنا اللہ تعالیٰ سبحانہ بالصلوٰۃ علیہ ولم ینبع قدر الواجب من ذلک احلنا علی اللہ و قلنا اللہم صل انت علی محمد لانک اعلم بما ینبغ بہ (لسان العرب)

اس آیت میں ہمیں بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور امام دین کثیر و صحیح میں بھی درود شریف کی شان بیان فرمائی گئی ہے۔ چند امام دین تبرکاً ذکر دیتا ہوں تاکہ آپ کے دل میں بھی اپنے رسولِ مکرم، ہادیِ اعظم، مرشدِ اکمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے گا شوق پیدا ہو۔



① عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لحاجة فلما احداً يتبعه ففزع عمر واتاه بمطهرة من خلفه فوجد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ساجداً في مشربة فتخى عنه من خلفه حتى رفع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأسه فقال احسنت يا عمر حين وجدته ساجداً تحثت عن ان جبرئيل أتاني فقال من صلى عليك من أمته واحدة صلى الله تعالى عليه عشر صلوات ورفعه عشر درجات .

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھکنے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ حضرت عمر نے پانی سے بھرا ہوا لٹا لیا اور پیچھے چل دیئے۔ جب آپ باہر آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک وادی میں سر بسجود پایا اور پچھلے سے ایک طرف ہٹ کر پیچھے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضور نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اسے عمر! تُوں نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سر بسجود دیکھا تو ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر یہ بتایا کہ جو اتنی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔

② عن عبد الله بن ابی طلحة عن ابیہ ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جاء ذات يوم والسرور يري في وجهه وقالوا يا رسول الله! انالزرى السرور في وجهك وقال انه اتاني الملك فقال يا محمد اما يرضيك ان ربك عز وجل يقول انه لا يصل عليك احد من امتك الا صليت عليه عشراً ولا يسلم عليك احد من امتك الا سلمت عليه عشراً قلت بلى۔ (ترجمہ) ایک دن حضور سرور کا نساٹ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ رخ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج تو چہرہ مبارک خوشی سے تاباں ہے۔ فرمایا میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے آکر کہا کہ اے سراپا حسن و خوبی! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کے رکنے فرمایا ہے کہ آپ کو جو اتنی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا اور آپ کو جو اتنی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام بھیجے گا۔ میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے مولا کریم کی اس فرازش پر از حد خوش ہوں۔

③ عن انس قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من ذكرك عنده فليصل علي ومن صلى علي مرة واحدة صلى الله تعالى عليه عشراً۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔

④ عن عبد الله بن علي بن الحسين عن ابیہ ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال ابخيل من ذكرك عنده ثم لم يوصل حتى۔ حضرت عبد اللہ بن حضرت زین العابدین کے فرزند نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد کی سیدنا امام حسین سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے

⑤ عن طفيل بن ابي بن كعب عن ابیہ قال كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا ذهب ثلثاه اقبل قام وقال يا ايها الناس اذكروا الله۔ اذكروا الله۔ جاءت الراجفة تتبعها الرادفة۔ جاء الموت بما فيه۔ جاء الموت بما فيه۔ قال ابی قلت

یا رسول اللہ اتی اکثر الصلوة علیک فکلما جعل لک من صلواتی قال ما شئت قلت الربیع قال ما شئت وان زدت فهو خیر لک قلت قال نعمت لک انما جعل لک صلواتی کلما قال اذا نکف عنک ویغفر لک ذنبک۔

ابن کعب کے لڑکے طفیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب رات کے دو بجتے گزر جاتے تو حضور اُمّہ کھڑے ہوتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ پھر ادا دینے والی آگئی۔ اس کے چہچہے اور آنے والی ہے موت اپنی تمہیں کے ساتھ آتی ہے۔ موت اپنی تمہیں کے ساتھ آتی ہے۔ میرے باپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حضور پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں ارشاد فرمائیے کہ میں کس قدر پڑھا کروں۔ فرمایا: جتنا دل چاہے ہیں نے عرض کیا کیا وقت کا پورا تھا لیکن فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ عرض کیا نصف وقت۔ فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی۔ فرمایا: جتنا تیرا جی چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو افضل ہے۔ میں نے عرض کی میں اپنا سارا وقت حضور پر درود شریف پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا:

”تب یہ درود تیرے رنج و الم کو دور کرنے کے لیے کافی ہے اور تیرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

عن الطفیل بن ابی عن ابیہ قال قال رجل یا رسول اللہ۔ اذ رأیت ان جعلت صلواتی کلما علیک قال اذا یکفیک اللہ ما اہمک من دنیاک و آخرتک۔ طفیل کہتے ہیں میرے والد نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اگر اپنا تمام وقت حضور پر درود پڑھنے میں صرف کر دوں۔ حضور نے فرمایا: تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی مشکلیں آسان کر دے گا۔

آیت طیبہ اور ان احادیث مبارکہ سے درود شریف کی برکتیں اور فضیلتیں معلوم ہو گئیں۔ ایسا کم فہم اور نادان کون ہو گا جو رحمتوں کے اس خزانے سے اپنی جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے لیکن بعض اوقات اور بعض مقامات ایسے ہیں جہاں درود شریف پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے اور وہاں پڑھنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے بھی چند اہم مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ما جلس قوم مجلساً ولم یدکروا اللہ فیہ ولم یصلوا

ہر محفل اور مجلس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت علی نبیہم الاکان علیہم ترة یوم القیامة وان شاء عدہم وان شاء عفر لہم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے نبی پر درود پڑھتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لیے وبال ہوگی چاہے تو ان کو عذاب سے اور چاہے تو ان کو بخش دے۔

ہر محفل کے اتمام کے وقت حضرت ابو سعید سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جب لوگ بیٹھے ہیں اور پھر کھڑے ہوتے ہیں اور حضور پر درود نہیں پڑھتے تو قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لیے باعثِ حسرت ہوگی اور وہ جنت میں داخل ہو بھی جائیں تو ثواب سے محرومی کے باعث انہیں ندامت ہوگی۔

اذان کے بعد: حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جب مؤذن کو تم اذان دیتے ہو تو وہی مجلس



دہرا وجودہ کہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اذا سمعتم  
المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علی فانه من صل علی صلی اللہ علیہ بجا عشراً۔ الخ

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلنے وقت حضرت عبداللہ بن حسن اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اپنی  
داوی صاحبہ حضرت خاتونِ جنت سے روایت کرتے ہیں: قالت قال رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل المسجد صلی علی محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک  
واذا اخرج صلی علی محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك۔

دُعا کرتے وقت: حضرت فاروق اعظم سے مروی ہے کہ دُعا میں جب تک درود پاک نہ پڑھا جائے وہ قبول نہیں ہوتی اور  
زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔

نماز کے بعد دُعا سے پہلے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیق  
اور حضرت فاروق اعظم تشریف فرما تھے۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ تعالیٰ  
کی ثنا کی پھر میں نے درود پاک پڑھا پھر اپنے لیے دُعا مانگنے لگا، تو حضور نے فرمایا: اب مانگ! تجھے دیا جائے گا۔

عن عبد اللہ قال كنت اصلي والنبي صلي الله تعالى عليه وسلم وابوبكر وعمر معه فلما جلست بدأت بالثناء على  
الله تعالى ثعبا بالصلاة على النبي صلي الله تعالى عليه وسلم ثم دعوت لنفسي فقال النبي صلي الله تعالى عليه وسلم سل تعطه  
امام ترمذی اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں:

بينما رسول الله صلي الله عليه وسلم قاعد اذ دخل رجل فضلى فقال اللهم اغفر لي وارحمني فقال رسول الله  
صلي الله عليه وسلم صحبت ايها المصل اذ اصيلت فتعدت فاحمد الله بما هو اهله وصل على ثم ادعه قال ثم وصل  
رجل آخر بعد ذلك فحمد الله وصل على النبي صلي الله عليه وسلم فقال له النبي صلي الله عليه وسلم ايها المصل  
ادع تجيب (ترمذی سے، ابو داؤد)

ترجمہ: ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور دُعا مانگی یا اللہ مجھے بخش دے  
مجھ پر رحم فرما حضور نے ارشاد فرمایا: اے نمازی کو نے بڑی بلبلا بازی سے کام لیا ہے۔ جب نماز پڑھ چکے تو بیٹھو اللہ کی حمد و ثنا کرو اور  
مجھ پر درود پڑھو پھر دُعا مانگو پھر دوسرا آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر حضور پر درود پڑھا۔ حضور نے فرمایا: اے  
نمازی اب دُعا مانگ قبول ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہم اہل سنت نماز کے بعد جو ذکر اور درود و شریف پڑھتے ہیں۔ یہ سنت ہے اور  
قبولیت دُعا کا باعث ہے۔ نیز اس سے باواز بند ذکر اور درود و شریف پڑھنا ثابت ہوا۔ ۱۲

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کام مبارک لیا جائے تو درود و شریف پڑھے۔ جب نام گرامی لکھے تو ساتھ دُعا  
پاک لکھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ خلف نے بیان کیا کہ ان کا ایک دوست حدیث کا طالب علم تھا۔ وہ فوت ہو گیا میں  
نے اسے خواب میں دیکھا کہ سبز پرشاک پہنے خوش و خرم گھوم رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم تو وہی میرے ہم مکتب نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں

تَسْلِيًا ۵۱ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي

کرو۔ بیک بزرگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۵۲ وَالَّذِينَ

ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے سزا کن عذاب ۵۲ اور جو لوگ دل

يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِنَا كَتَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا

دکھاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی ذمہ نبیوں کا کام کیا ہو تو انہوں نے اٹھایا

بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۵۳ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ

(اپنے سر پر) بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ ۵۳ اے نبی مکرم! آپ فرمائیے اپنی ازواج مطہرات کو، اپنی صاحبزادیوں کو

میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال بنا رکھا ہے، اس نے کہا میری یہ عادت تھی کہ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا

نام نامی لکھا وہاں درود شریف بھی لکھتا۔ نکافانی رفیق ہذا اللہ تری علی۔ یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے میرے رہنے مجھے اس عمل کا بدلہ دیتا ہے

حضرت عبداللہ بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت ام شامیہ کو دیکھا پوچھا فرمائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا

آپ نے فرمایا: رحمتی وغفرتی و زقنی الی الجنۃ حکما تزکت العروس و نشر علی حکما یتز علی العروس میرے رہنے مجھ

پر رحم فرمایا۔ مجھے بخش دیا، مجھے دامن کی طرح آراستہ کر کے جنت میں بھیجا گیا اور مجھ پر جنت کے پھول نچا اور کیے گئے جس طرح دامن پر درہم

دینا رنچا اور کیے جاتے ہیں۔ میں نے اس عزت افزائی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اپنی کتاب "الرسالہ" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میں نے

جو درود لکھا ہے اس کا یہ اجر ہے۔ عبداللہ بن حکم کہتے ہیں میں نے امام سے پوچھا۔ وہ خاص درود شریف کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ میں نے

وہاں یہ درود شریف لکھا ہے: وصلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما عفل عن ذکرہ العافلون۔

میں سیدار ہوا اور کتاب الرسالہ کو کھولا تو وہاں بعینہ اسی طرح درود شریف لکھا ہوا تھا۔

۵۲ سابقہ آیت میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو یہیم رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اس کا ذکر فرمایا۔

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت اور بد نصیبی کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کو اپنی بد اعمالیوں یا نازیبا اقوال سے ذلت

پہنچاتے ہیں۔

۵۳ ساتھ ہی ان لوگوں کو سزا سنائی کہ وہی جو اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی قصور کے ستایا کرتے ہیں کبھی ان پر پھولی تہمتیں لگاتی

ہیں، کبھی راہ چلتے ان کی بے عزتی کرتے ہیں، کبھی انہیں زد و کوب کرتے ہیں۔ وہ سُن لیں کہ وہ بہتان تراشی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر

## وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِدِهِنَّ ذَلِكُمْ

اور نجد اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلوں سے اس طرح

لا دیر ہے ہیں جب ہم مسلمانوں کی ولا زاری کا یہ حکم ہے تو جو بد نصیب ازواج مطہرات آل پاک اور صحابہ کرام مسلمہ رضوان کی جناب میں گستاخیاں کرتا ہے اور ان کے دلوں کو دکھاتا ہے اس کا انجام کیا ہوگا یہاں ایک حدیث پاک سماعت فرمائیے:

عن عبد الله بن مغفل رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله في اصحابي الله في اصحابي لا يتحدوهم غرضاً من بعدى فمن احبهم فحببى احبهم ومن ابغضهم فبغضى ابغضهم ومن اذا هم فقد اذاني ومن اذا نى فقد اذى الله ومن آذى الله فيوشك ان ياخذہ -

ترجمہ: اللہ کے رسول نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں ظمن و تشنیع کا ہدف نہ بنا لینا پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے جس نے انہیں اذیت دی وہی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جو ایسا کرتا ہے اُسے بڑھایا جاتا ہے۔ (منظری)

۹۵ تمام جاہلی تمدنوں میں خواہ شرقی ہوں یا مغربی، قدیم ہوں یا جدید، عورت کو ایک گھلنا ہی سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جاتا ہے ہوسناک تھا ہیں اس کا تعاقب کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کرتیں جب تک عورت اپنے حقوق سے بے خبر اور محروم تھی اس وقت تک گھلنا اسے محفلِ رض و سرور کی زینت بننے پر مجبور کیا جاتا رہا۔ اور جب اُسے اپنے حقوق سے آگاہی ہوئی تو پڑنے شکار یوں نے اُس کو بچانے کچلے نیا جال بچھا دیا۔ انہوں نے اپنا سارا فلسفہ اور زور و ظلم اس کو یہ باور کرنے میں صرف کر دیا کہ اب تو آزاد ہے۔ تجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ تو ان ستمگر کرامت سنگھار کر کے گھر سے نکلے۔ اس کے بعد تیرا جی چاہے تو بازاروں اور شاہراہوں پر بھجور غلام رہے، چاہے کسی قبوہ خانے کی آرائش میں ضا و کئے چاہے کسی شبیہ کلب میں یا بزعم عیش و طرب میں اپنے حسن کی نمائش کئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ تیری اس آزادی میں وڑا اٹکلے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح مردوں کا نفاق ہے اسی طرح عورتیں بھی اس کی مخلوق ہیں، وہ دونوں سے پیار کرتا ہے اور اُسے دونوں کی غیر خواہی مطلوب ہے۔ وہ جس طرح مردوں کو آبرو و مندانہ اور باوقار زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح وہ عورت کو بھی خدمتِ عصمت اور شرم و حیا کا پیکر بن کر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

ہدینہ طیبہ میں یہود و مشرکین کی کافی تعداد تھی جن کے ادب و باش فرجوان شرم و حیا کی قدروں سے ناواقف اور فحش و فخر کے دلدادہ تھے۔ ان کی دوسری کمینہ حرکات کے علاوہ ایک رذیل عادت یہ بھی تھی کہ جب عورتیں اپنے گھروں سے کسی ضروری کام کے لیے نکلتیں تو وہ ان کا دوز تک تعاقب کرتے خصوصاً شام کے دُھندکے میں سبب مستوراتِ فتنائے حاجت کے لیے باہر جاتیں تو راستوں پر نشیبی جگہوں پر درختوں کی اوٹ میں کھڑے ہو جاتے اور جب کوئی عورت اُدھر آنکلتی تو اس کو بچانے کی کوشش کرتے یہ ان کے ہاں عام دستور تھا اسکو زیادہ میسر بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ان کے بڑے بڑے بھی ایسی عورتوں کو جوانی کی فرستیاں کہہ کر مال ٹول کر دیا کرتے



جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یشرب کی سرزمین کو اپنے قدم مینت لزوم سے مشرف کیا اور مسلمان خواتین کو بھی ضروری کاموں کے لیے گھر سے نکلا پڑتا، تو وہ اوباش ہی رذیل حرکتیں کرتے۔ اگر انہیں روکا جاتا، تو وہ کہتے ہم یہ جان نہیں سکتے کہ یہ مسلم خاتون ہے ورنہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ایسا کرتے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی اس تکلیف کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس نے نبی محرم! آپ اپنی ازواج مطہرات، اپنی دختران پاک نسا اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں پھر اس کا ایک پورا اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بدباطن کو تمہیں سستانے کی جرأت نہ ہوگی۔

جلابیب جمع ہے اس کا واحد جلابیب ہے اور جلابیب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سارے جسم کو ڈھانپ لے۔ انہ انشاب الذی یستر جمیع البدن۔ علامہ زعفرانی یزین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یُرِحِنِهَا عَلَیْھِمْ وَ یُعْطِیْنَ بِھَا وَ جِوہِمْ وَ اعْطَا فِھِمْ یعنی اپنی چادروں کو اپنے اوپر ڈال لیا اپنے چہروں اور کندھوں کو چادر سے چھپا لیا۔ علامہ زعفرانی کے اس قول سے معلوم ہو گیا کہ لغوی طور پر یہ بدین ملیں کا یہ مفہوم ہے کہ چادر کو اپنے اوپر اس طرح ڈالا جائے کہ سارا جسم ڈھک جائے۔ کندھے اور چہرہ بھی برہنہ نہ رہے۔ علامہ ابرحیان لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں اندس میں مسلمان خواتین اس طرح پردہ کرتی ہیں کہ سارا چہرہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ صرف ایک آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ وکذا عادیة بلاد الاندلس لا یظہرون من المرأة الا عینہا الواحدة (بحر)

پردہ کے احکام بالتفصیل آپ سورہ ذر میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں بھی واضح طور پر آیتات المؤمنین اور دختران رسالت اب کو خصوصاً اور تمام مسلمان عورتوں کو خصوصاً حکم دے دیا گیا کہ وہ باہر نکلیں تو بڑے وقار اور آبرو مندانہ طریقے سے نکلیں، ایک بڑی چادر سے اپنے سارے جسم اور اکثر چہرہ کو ڈھانکا ہوا ہو۔ آج ہمارے معاشرے کا جو حال ہے اور فوجان عورتوں نے جس طرح شرم و حیا کی چادر کو اتار کر چھپکے یا ہے۔ نئے نئے عریضے لباس جن طرح وہ بن سوز کر بازاروں میں بھرتی اور عام محفلوں میں شرکت کرتی ہیں انہیں دیکھ کر ان کو یاد آئے گا کہ یہ تو مسلمان خاتون اسلام ہیں۔ ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں بتوہم قبیلہ کی چند عورتیں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے باریک لباس پہنا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر ام المؤمنین نے فرمایا: ان کنتن مومنات فلیس ہذا بلباس المؤمنات وان کنتن غیر مومنات فہمتعن قرطی، یعنی اگر تم عورتیں ہوتی ہو تو یہ لباس مومن خواتین کا نہیں ہوتا اور اگر تم مومن نہیں ہو تو پھر چھپا ہو کر رہو۔ آخر میں نبی محرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی نہ بھولیں: نساء کاسیات عاریات مائلات مہیلات رؤسہن مثل اسنت البخت لا یدخلن الجنة ولا یجدن ویحبا یعنی نبی عورتیں جنہوں نے لباس پہنا ہوتا ہے لیکن وہ ننگی ہوتی ہیں تاکہ وہ اسے چھتی ہیں اور جھکاتی ہیں انکے سر اس طرح ہیں جس طرح تخت نسل کے ڈنڈوں کی کوہان بیٹھتی ہیں جنت میں نہیں جاسکتی اور نہ انہیں اسکی ہوا لگے گی۔

اب آپ دیکھیے کہ ہماری عیاشی پرست لڑکیاں جو لباس پہنتی ہیں کیا وہ اس لباس کے باوجود ننگی نہیں ہوتیں۔ وہ کس طرح ٹھک کر چلتی ہیں اور سروں پر جراتوں نے مصنوعی بوڑھے (wigs) رکھے ہوتے ہیں، کیا وہ اونٹ کی کوہان کی طرح نظر نہیں آتے۔ وہ اپنا انجام دیکھ لیں۔ حضور نے اپنے ذر بتوت سے چودہ سو سال پہلے ہی آج کی مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت کی کس طرح نشاندہی فرمادی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرم و حیا عطا فرمائے۔

## اَدْنَىٰ اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۹۹

وہ آسانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا ۹۹ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہر دم فرشتے والا ہے نکلے

یہاں حضور کی صاحبزادیوں کا جب ذکر آیا تو قرآن نے بہت ایک صاحبزادی نہیں کہا بلکہ جمع کا لفظ نبات استعمال کیا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور کی ایک صاحبزادی نہ تھی بلکہ متعدد صاحبزادیاں تھیں اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت خدیجہ کے لہن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ یہاں فقط دو حوالے پیش کرتا ہوں۔ (۱) مولیٰ کافی، جو اس فرقہ کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں:

وتزوج خدیجہ و هو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبثته عليه السلام القاسم ورقية وزینب و ام کلثوم وولد له بعد المبعث الطیب والظاهر وفاطمة علیہا السلام۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ سے شادی کی جب کہ حضور کی عمر مبارک نہ پچیس سال کے قریب تھی اور حضرت خدیجہ کے لہن سے حضور کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ بیست سے پہلے تمام رقیہ، زینب اور ام کلثوم اور بیست کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ (المول کا ج ۱، ص ۳۳۹۔ مطبوعہ تہران)

ان کی دوسری کتاب حینۃ القلوب میں علامہ مجلسی رقمطراز ہیں:

”در قرب الاسناد بدینہ معتبر حضرت صادق روایت کر رہے است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ تزلزل شد طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ (حینۃ القلوب ص ۸۳۳)

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر سند سے حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے لہن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ اولاد پیدا ہوئی: طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب (رضی اللہ عنہا)۔

ان روشن تصریحات کے باوجود جو لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ خاندان نبوت کے ان کی بے مہری اور بے مروتی محتاج بیان نہیں۔

۹۹ یعنی اگر وہ اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ ڈھانک کر باہر نکلیں گی، تو انہیں دُور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عفت، آب اور عصمت شمار ہو منہ سے کسی کو جرات نہیں ہوگی کہ اسکی طرف بڑی نظر اٹھا کر دیکھے سکے۔ نیز اگر عورت شرم و حیا کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے اور بن سُوَر کر باہر نہ نکلے اپنے لباس اپنی چال سے کسی کو دعوتِ نفاق نہ دے تو کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ اس کی طرف ہوسٹک لگا ہو سکے دیکھے اس جملہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر تم اس طرح چادر اوڑھ کر نکلو گی تو تمہارے سامنے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا اور تم ہر قسم کی اذیت سے بچ جاؤ گی اسلام نے پردہ اور شرم و حیا کے جو اصول تمہیں بتائے ہیں ان پر عمل کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔

نتیجہ یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے جو غلطیاں تم سے سرزد ہوئیں یا اب ناوانستہ کوئی لغزش ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ تم توبہ کرو گے وہ توبہ قبول فرمائے گا تم اظہارِ ندامت کرتے ہوئے حاضر ہو گے تو تمہاری خطا میں بخش دی جائیں گی۔



لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ

اگر (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور شرمیں سمجھتی افواہیں

فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا

اڑائے دلے، تو تم آپ کو مسلط کر دیں گے ان پر پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ کے پاس مدینہ طیبہ میں مگر

قَلِيلًا ۝۲۱ مَلْعُونِينَ اَيْنَمَا ثُقُفُوا اخذُوا وَقْتِلُوا تَقْتِيلًا ۝۲۲

چند روز تک وہ بھی اس حال میں کہ ان پر لعنت برس رہی ہوگی جہاں پائے جائیں پھیلے جائیں اور جان سے مار ڈالے جائیں گے

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ

اللہ کی سنت ان (دو قبائل) کے متعلق بھی یہی حکم جو پہلے گزر چکے۔ اور آپ سنت الہی میں کوئی تغیر و تبدل

تَبْدِيلًا ۝۲۳ يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

ذہابئیں گے سائلے لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پڑھتے ہیں۔ فرمائیے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ

۲۱۔ اگر منافقین، مشرکین، کفار اور کفاروں کے خلاف سمجھتی افواہیں اڑائے والوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں، تو وہ یاد رکھیں انہیں من مانی کرنے کے لیے آزاد نہیں چھوڑا جائے گا۔ بلکہ ہم آپ کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمائیں گے اور وہ آپ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

۲۲۔ المرجفون: ارجاف سے ہے۔ اس کا معنی ہے سمجھتی اور غلط افواہیں پھیلانا۔ الاحزاب: اشاعت الحذب والباطل لغریک اسی تسلطتک علیہم فتأصل بالقتل دقتیں، یعنی ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے اور آپ ان کے قتل کا حکم دے کر انہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ قلیلًا ترکیب میں کیا ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں: پہلا یہ کہ مجاوروں میں ہند ضمیر کا حال ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا کہ وہ نہایت قلیل تعداد میں کچھ عرصہ یہاں رہیں گے۔ پھر انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اسی لاجواب دونوں الفاظی حال قلة۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قلیلًا وقت مذبذب کی صفت ہے۔ ان کیوں المعنی الا وقتًا قلیلًا یعنی وہ بہت قلیل عرصہ مدینہ طیبہ میں رہیں گے۔ اس کے بعد انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

۲۳۔ منافقوں اور بد باتوں والوں کے لیے اسے عجیب! تیرے پڑوس میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ چند روز یہاں رہیں گے۔ اس کے بعد انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ جہاں جائیں گے ان پر لعنت اور پھیلے گا۔ جہاں بھی وہ پائے جائیں گے اپنی بد باتوں

اللَّهُ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۗ إِنَّ اللَّهَ

کے پاس ہے مسئلہ اور (اے سائل!) تو کیا جانے شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو

لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۗ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۗ

نے اپنی رحمت سے محروم کر دیا کفار کو اور تیار کر رکھی ہے اس کے انکے لیے بھڑکتی آگ۔ وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں تا ابد

لَا يَجِدُوْنَ وٰلِيًا وَّلَا نٰصِيْرًا ۗ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي

نہ پائیں گے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔

النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللَّهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلًا ۗ وَقَالُوْا

آگ میں پھینکے جانے لگے (تو اصدیاس) کہیں گے اے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ تعالیٰ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول اللہ

کی پاداش میں انہیں گرفتار کر لیا جائے گا اور انہیں بڑی رسوائی اور ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔  
مسئلہ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جو لوگ اس کے رسول کے ساتھ منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور بارگاہِ نبی بن کر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور خلیفہ عظیم کے ایمان کی یہ بھی ایک قطعی دلیل ہے کہ اگر ان کے دل میں نفاق ہوتا، یا وہ اسلام کے بدخواہ ہوتے، جس طرح کئی بد باطن کہتے ہیں، تو اس ارشادِ ربانی کے مطابق وہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکتے اور ان کے ساتھ وہ سلوک روا رکھا جاتا جو پہلی آیتوں میں مذکور ہے اور حال یہ ہے کہ وہ آج بھی صرف مدینہ طیبہ میں نہیں، بلکہ عرشِ بریں سے بھی زیادہ شہرِ نبوی اور مقدس گنبدِ خضرا میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیلوں اور دامنِ کرم میں تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بیشمار رحمتیں اور برکتیں جو اس کے حبیب پر نازل ہو رہی ہیں۔ اس سے وہ بھی محظوظ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کو یوں آشکارا کرتا ہے لیکن ذیل کے اندسے ذریعہ کو چھری نہیں دیکھ سکتے۔

مسئلہ حبیب انہیں مذاپ جہنم سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ مذاق پوچھتے: جناب ذرا یہ تو فرمائیے وہ قیامت آسے گی کب؟ جس سے آپ ہیں ڈرتے رہتے ہیں۔ وہ اس لیے نہیں پوچھتے تھے تاکہ وہ تو یہ کریں اور اپنے گرتوں سے باز آجائیں، اس لیے ان کے حسب حال جواب دیا گیا۔ (علم قیامت کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔)

مسئلہ جب انہیں آتشِ جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور آگ میں جلنے کے باعث ان کے چہرے کی رنگت ہر لحظہ بدلتی رہے گی کبھی زرد کبھی سرخ، کبھی سیاہ۔ هذا التغليب تبيانا وانما مبلغ النار فتسود مرة وتختضر اخضرى، قومى، وغيره حضرات نے اس کا معنی لیا ہے

رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبْرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا ۗ رَبَّنَا

کی۔ اور عرض کر بیٹھے اے ہمارے رب! ہم نے پیروی کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑے لوگوں کی ہیں ان دشمنوں نے ہمیں بہکا دیا سیدھی اور سٹے نلے آجہائے ربنا

إِيْتَهُمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۗ يَا أَيُّهَا

ان کو دوگنا عذاب دے اور لعنت بھیج ان پر بہت بڑی لعنت کنلے - اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِنْكُمْ

ایمان والو! نہ بن جانا ان بد بختوں کی طرح جنہوں نے موسے کو ستایا۔ پس بری کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اس سچو لوگوں

قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۗ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا

نے کہا نلے اور آپ اللہ کے نزدیک بڑے شان والے تھے نلے اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو

یٰۤیٰسجود فی النار علی وجوہھم عینوں کے بل انہیں آگ میں گھسیٹا جائے گا۔ اس وقت وہ کف افسوس ملیں گے، لیکن بیسود۔

نلے معذرت خواہی کرتے ہوئے عرض کریں گے اے ہمارے رب! اس میں ہمارا اتنا قصور نہیں۔ ہمارے سردار اور پیشوا ہیں جس پر ہم پر پلاتے رہے ہم پھلتے رہے۔ انہوں نے ہمیں گواہ کر دیا۔

نلے الہی ہم بے قصور ہیں ہمیں معافی ملنی چاہیے لیکن اگر ہمیں معافی نہیں ملتی تو ہماری یہ درخواست ضرور قبول ہو کہ ان سرداروں اور سرداروں کو دو چند عذاب دیا جائے۔ ان ظالموں نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور ہمارا بیڑا بھی غرق کر دیا۔ ان کا وہم بھرم ہے، انہیں سزا بھی دینی چاہیے۔

نلے بنی اسرائیل اپنے پیغمبر اور اپنے نجات دہندہ موسیٰ علیہ السلام کو بات بات پر دکھ دیتے تھے، قدم قدم پر مخالفت کرتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں اپنا رسول مانتے تھے، لیکن ان کے برعکس سے سرتابی کرنا ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ تو رات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اس علیل القدر پیغمبر کی دلآزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ یہ داستان بڑی طویل ہے۔ لیکن چند جملے آپ بھی پڑھ لیں۔

بنی اسرائیل مصر میں غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربانی کے مطابق مصر سے ہجرت کا حکم دیا۔ چند قدم چلے تو چھپتے لگے اور اپنے نجات دہندہ اور اللہ تعالیٰ کے کلیم سے یوں گریا ہوئے:

”تب انہوں نے ان سے کہا کہ خداوند ہی دیکھے اور تمہارا انصاف کرے کیونکہ تم نے ہم کو فرعون اور اس کے غلاموں کی نگاہ میں ایسا گھنایا کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے۔“

(خروج باب ۵، آیات ۲۱، ۲۲)

۵۷



انہوں نے سمندر کو بھینڈو غریب عبور کر لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے اس کی بھجری ہوئی موبیں رست گئیں۔ ان کے لیے راستے بن گئے۔ یہ ساحل پر سلامت پہنچ گئے۔ فرعون اور اس کا لشکر ان کی آنکھوں کے سامنے تباہ ہوا۔ ان مہجرات کے دیکھنے کے بعد جب بیباہیں وہ پہنچے تو اپنے رسول سے یوں خطاب کیا۔

" اور موسیٰ سے کہنے لگے کیا مصر میں قربی نہ تھیں جو تو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیباہیں میں لایا۔ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا۔ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیباہیں میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ (خروج - ب ۴ : ۱۲۰۱)

دشت سینا میں جب دھوپ لگی اور پیاس نے تنگ کیا تو یوں گفتگو کرتے گئے :

" اور اس بیباہیں میں بنی اسرائیل کی ساری جماعت موسیٰ اور ہارون پر بڑبڑانے لگی اور بنی اسرائیل کہنے لگے کاش کہ ہم خداوند کے ہاتھ سے ملک مصر میں جب ہی مار دینے جاتے جب ہم گشت کی بانڈیوں کے پاس بیٹھ کر دل بھر کر روٹی کھاتے تھے، کیونکہ تم تو ہم کو اس بیباہیں میں اسی لیے لے آئے ہو کہ سارے مجمع کو مہجور کا مارو" (خروج - ب ۴ : ۲۱۲)

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو :

کتاب الخروج ۱۴ : ۵۱

کتاب غنتی ۱۱ : ۱۵ - ۱۴ : ۱۰ تا ۱۰ - ۱۴ مکمل - ۲۰ : ۵۱

اسے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم بنی اسرائیل کی روش اختیار کر کے میرے محبوب کی دلالتاری نہ کرو نہ تم کو اس گستاخی کی ایسی مزائلگی جس سے نجات کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے! اس سے ثابت ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے نبی کریم کو تکلیف پہنچے، وہ قطعاً ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اس کی صفات کمال کا انکار کرنا، حضور کی ذات اقدس و اطہر پرستانہ ہاتھ اندھنہ سے حضور کو جن کمالات سے سرفراز فرمایا ہے ان کا انکار کرنا، حضور کے دین اور شریعت کے قوانین کو ناقابل عمل کرنا، حضور کی آل اطہار پر معترض ہونا، حضور کے صحابہ پر زبان ظہن دراز کرنا، یہ سب ایسے امور ہیں جن سے حضور کے قلب مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے۔ ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے۔

۱۹؎ بنی اسرائیل کے اوباش موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیا کرتے تھے اور ان کی عیب جہان کھان کا دل دکھاتے تھے حالانکہ اللہ رب العالمین کے نزدیک ان کا مقام بہت اونچا اور مرتبہ بہت ہی بلند تھا۔ وجیہ کہتے ہیں بلند مرتبہ۔ الوجیہ ذوجاہ و منزلة (کشاف) الوجیہ عند العرب العظیم القدر والرضیع المنزلة۔ جس کی شان بہت بڑی ہو جس کا رتبہ بہت بلند ہو عربی میں اس کو وجیہ کہتے ہیں۔

اللَّهُ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اور ہمیشہ سچی (اور درست) بات کہا کرو۔ ﷺ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کرھے گا اللہ اور تمہارے

ذُنُوبِكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

گناہوں کو عیب بخش دے گا اللہ اور جو شخص حکم ماننا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو وہی شخص حاصل کرتا ہے بہت بڑی کامیابی

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ

ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے ذکر وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں، تو انہوں نے

أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ

انکار کر دیا، اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے، بے شک یہ

ﷺ اسے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کا دل دکھانا اور اس کی شان کا انکار کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے تمہیں تو تقویٰ اور پارسائی کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور جب بات کرو تو سچی اور درست بات کرو، کوئی جھوٹی بات تمہارے منہ سے نہ نکلے۔

اللہ یعنی اگر تم اپنے عمل میں تقویٰ اور راست روی کو اور اپنے قول میں حق و صداقت کو اپنا شعار بناو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو ہر گئی سے پاک فرما دے گا اور انہیں شرف قبول بخشنے کا بعض نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زہد اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

اللہ اور اس سے پہلے جو فرشتے تم سے سرزد ہوتی تھیں، وہ سب سماعت کر رہی تھیں گی۔ وہ لوگ جن کے سامنے تم سے گناہ سرزد ہوتے تھے انہیں غافلے سے بھی اٹھی یاد مٹ جائے گی، بلکہ فرشتوں نے جو دفتر عمل تمہارا تیار کر رکھا ہے وہاں سے بھی تمہارے گناہوں کی تحریر ہو کر دی جائے گی۔ انس و ملک کی آنکھوں میں تم محترم و محترم بنا دیئے جاؤ گے۔ واقعی اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر نظر لطف کو فرماتا ہے اور اس کے دل کو اپنی یاد اور ذکر کی لذت سے آشنا کر دیتا ہے، تو اس کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے اور اس کے چہرہ پر کھیا کر برستا ہوا نظر آتا ہے۔ بے ساختہ لوگوں کے دل اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

اللہ فرزند عظیم اور فلاح دارین کا تاج صرف اس کے سر پر رکھا جاتا ہے جو بیکر تسلیم و رضا بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم کے ہر ارشاد کے سامنے بعد شوق اور بہ ہزار مسرت اپنا سر نیاز و تمکین دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میں بھی اپنی بندگی کی اور اپنے پیارے حبیب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذی الہی و الہی کی تلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔



# ظُلُومًا جَهُولًا ۷۱ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ

ظلم بھی ہے (اور) چھول بھی ۱۱۲ تاکہ عذاب سے اللہ تعالیٰ نفاق کرنے والوں اور نفاق کرنے والیوں کو

۱۱۲ ارباب لغت، علماء شریعت اور عارفین نے اپنی اپنی حد فہم اور ذوق کے مطابق اس کی وضاحت کی ہے۔ قرآن کریم کے اسرار و معارف کو آشکارا کرنے میں ان حضرات نے جو مخصوصہ گوششیں کی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے اور ہمیں انکے ذریعہ سے حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیں یہاں بہرکتب حکم کا نقطہ نظر ہمیشہ کرتا ہوں۔ اہل لغت نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص امانت کو واپس کرنے سے انکار کر دے اور اس میں خیانت کرے تو عرب کہتے ہیں: جمل الامانة یعنی اس نے امانت واپس کرنے سے انکار کیا اور اس کا بوجھ اٹھایا۔ اس آیت طیبہ میں حملہ اسی معنی میں متعلق ہوا ہے۔ اس لغوی تحقیق کے پیش نظر آیت کا معنی ہو گا: ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کی پیش فرمایا۔ فَأَيُّبِنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا۔ تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا۔ جو حکم ربانی ملا ہے چون و چرا اس کی تعمیل میں لگ گئے، سرگرم و انحراف اور سستی نہیں کی۔ وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ وہ اس بات سے ڈرے کہ کہیں امانت میں خیانت کرنے سے وہ غضب الہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ فحملها الانسان لیکن انسان نے اس امانت میں خیانت کی اور اس کا بوجھ گردن پر اٹھایا۔ انہ کاں ظلوما جهولاً۔ بیشک انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔

لسان العرب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے: وَكَلَّ مَنْ خَانَ الْأَمَانَةَ فَفَدَّ حَمْلَهَا وَكَذَلِكَ كَلَّ مَنْ أَشْفَقَ حَمْلَ الْأَشْعِ وَالسُّلْمَاتِ وَالْأَرْضِ ابْنِ أَنْ يَحْمِلْنَهَا يَعْنِي الْأَمَانَةَ وَادَّيْنَهَا وَادَّيْنَهَا طَاعَةَ اللَّهِ تَعَالَى فِيهَا أَمْرٌ بَاهٍ - وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ تَمَالُ الْحَسَنِ: أَرَادَ الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ أَيْ حَمَلًا الْأَمَانَةَ أَيْ خَانَ: وَوَلَدَ يَطِيعًا: قَالَ هَذَا الْمَعْنَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ صَحِيحٌ. وَمَنْ أَطَاعَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ فَلَا يُقَالُ كَانَ ظُلْمًا جَهُولًا.

اہل لغت کی بیان کردہ تفسیر کے بعد ارباب کرام کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔ ان کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاقیات اور ہر قسم کے قوانین داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو فرمایا کہ تم تمہیں اختیار اور ارادہ کی آزادی دیتے ہیں کیا تم اس اختیار و آزادی کے ساتھ اس امانت کا بار اٹھانے کے لیے تیار ہو۔ انہوں نے اعتراف بھی کرتے ہوئے معذرت خواہی کر دی اور اپنی بے بسی کا اقرار کیا۔ یہ بوجھ بہت گراں ہے، ہم اسے اٹھانے سے قاصر ہیں، ہمیں طاقت تو اب کی امید سے عیاں و نامفرمانی کے عذاب کا اندیشہ زیادہ ہے۔ ہم تیرے مستخر اور پابند مکرمہ کر تیرے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے۔ اختیار و ارادہ کی آزادی میں جو خطرات پنہاں ہیں، ان کو برداشت کرنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔ اب یہی چیز جب انسان کے گمانے پیش کی گئی، تو اس نے اپنی ناتوانیوں اور کمزوریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امانت کو اٹھانے کی عامی بھری اور اس بار گراں کو اٹھا کر اپنے آپ کو ابتلا و آزمائش میں مبتلا کر دیا اور اس نے کسی عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس سے انسان کی مذمت مقصود نہیں، بلکہ بیان واقع کے طور پر انہ کاں ظلوما جهولاً فرمایا۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے بڑی پیاری بات فرمائی:

”شیخ جنید فرمود کہ نظرِ آدم پر عرض حق بود بر امانت، لذتِ عرض، ثقلِ امانت را برود فراموش گردانید لاجرم لطفِ ربانی بزبان عنایت فرمود کہ برداشتنِ از تو، و نگاه داشتنِ از من“۔ (ردوح البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جب یہ امانت حضرت آدم پر پیش کی تو آپ کی نظر اس وقت امانت اور ثقل پر نہ تھی، بلکہ امانت پہن کرنے والے پر تھی۔ اور اس کے پیش فرلنے میں جو لذت دسر در تھا، اُس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل کر دیا جنید فرماتے ہیں یقیناً لطفِ ربانی نے آدم کی اس نیاز مندی اور برکت سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے آدم! اٹھانا تیرا کام ہے اور اٹھانے کی توفیق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے۔

اب صوفیائے کرام کا مسک ملاحظہ فرمائیے اس کی ترجمانی کا حق حضرت علامہ پانی پتی نے ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ آیت کا سیاق اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے۔ اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اگر اس امانت سے مراد احکامِ شرعیہ ہوں تو انسان کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں۔ اس طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی، کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے: یسبحون اللیل والنهار ولا یفترون۔ وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں ٹھکتے اور انسان کی یہ حالت نہیں اس لیے صوفیاء کرام نے امانت کی تفسیر زوراقتل اور نارالعشق سے کی ہے یعنی ذراقتل استدلال کے ذریعے معرفتِ الہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ حجابات کو ہلا کر معرفتِ الہی تک پہنچاتی ہے۔ ومن ثمرات الصوفیۃ العلیہ المراد بالامانۃ نور العقل و نار العشق و نور العقل یحصل بہ معرفۃ اللہ تعالیٰ بالاستدلال و نار العشق یحصل بہ معرفۃ اللہ تعالیٰ سبحانہ بحرق الحبب بیشک فرشتے بھی اس کے کرم بندے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتا اور سوزِ عشق کے باعث غیر متناہی درجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے۔ فالترقی الی المراتب الغیر المتناہیۃ بنار العشق انما هو من خصائص الانسان۔

اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے جو نتیجے میں نے انداز کیا ہے وہ یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماہیتِ انسانی میں ودیعت کی ہے جو تجلیاتِ ذاتیہ دائمہ کو قبول کرتی رہتی ہے۔ صالح جن بھی عبادت و ریاضت سے ملائکہ کی صفات میں شامل ہو جاتے ہیں، پھر بھی ان کے حصہ میں تجلیاتِ صفاتی آتی ہیں تجلیاتِ ذاتیہ کی اہمیت نہیں ہوتی۔

آخر میں علامہ موصوف ”ظلوماً جمعولاً“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان میں دو قوتیں ہیں۔ ایک سبیل اور دوسری بہیمیہ۔ سبیل قوتوں سے اس کے دل میں تفرق اور برتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس سے وہ معرفت کی اونچی سے اونچی چوٹیوں کو سر کرتا ہے اور بہیمی طاقتوں کے باعث اس میں جنکشی اور مشقت جھیلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے باعث وہ طویل ریاضتوں اور مشکل عبادتوں کا سہرا صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہے اور منزلِ محبوب کی طرف بڑھا پہلا جاتا ہے۔ اگر یہ دو قوتیں انسان میں نہ ہوتیں تو وہ بھی ساحلِ عافیت پر نیمزدن رہتا اور کبھی آزمائش کے تند تیز طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

# وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَةَ وَتَوَّابَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

شُرک کرنے والوں اور شرک کرنے والیوں کو اور نگاهِ لطف و کرم فرمائے اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور ایمان والیوں پر

## وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، ہر دم رحم فرمانے والا ہے

مولانا جامیؒ نے بھی غلو کا جہولہ کا معنی خوب کیا ہے۔

غیر انسان کشش نکر و قبول زانکہ انسان غلو و جہولہ

(انسان کے بغیر اس امانت کو کسی نے قبول نہ کیا کیونکہ انسان غلو اور جہولہ تھا۔)

ظلم اور آں کہ ہستی خود را ساخت فانی بقائے سرمد را

(اس کا ظلم یہ تھا کہ اس نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تاکہ بقائے سرمد ہی حاصل کرے)

جہل اور آں کہ ہرچ جز حق برد صورت آں ز روح دل زرد و

(اور اس کی جہالت یہ ہے کہ حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی نور سے مٹا دیا۔)

یک ظلمے کہ عین مدلت است نغز چہلے کہ مغزے معرفت است رعد البیان

(وہ ظلم بہت اچھا ہے جو عین عدل ہے اور وہ جہالت بہت عمدہ ہے جو معرفت کا مغز ہے۔)

یہاں ان صفاتِ غلو و جہولہ کے ذکر کرنے سے دو فائدے حاصل ہوئے، ایک تو اس قلت کا پتہ چل گیا جس کی وجہ سے

انسان اس بار امانت کو اٹھانے کے لیے آمادہ ہوا، اور دوسرا اس پیکرِ خاکی کی منقبت اور توصیف کر دی گئی کہ یہ ان صفاتِ عالیہ سے

متصف ہے۔ ذہور تعلیل و منقبتہ لہ۔ اللہ تعالیٰ و رسوله اکرم اعلمہ باسراء القرآن الکریم۔

۱۱۵ یہ لامِ عاقبت ہے یعنی اس امانت کے اٹھانے کا انجام یہ ہوا کہ جن مردوں اور عورتوں نے مناقبہٴ زوروش اختیار کیا جن مردوں

اور عورتوں نے کلمہ کھلا شرک کیا وہ تو عذابِ عظیم کے مستحق ٹھہرے اور جن مردوں اور عورتوں نے ایمان قبول کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے

لطف و کرم کی نگاہ فرمائی اور اس مشکل مرحلہ کو ان کے لیے آسان کر دیا۔ یہاں تَوَّابَ اللہ کا معنی توبہ قبول کرنا نہیں بلکہ لطف و کرم سے متوجہ

ہونا ہے۔ اسی مرجع بالرحمة و المغفرة و الجذب و الاجتباء و اعطاء مراتب القرب یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت، کشش و اجتباء

اور قرب کے مراتب عالیہ عطا کر کے ان پر نگاہِ کرم فرماتا ہے۔ (مظہری)

آیت میں مؤمنین اور مومنات سے مراد وہ لوگ ہیں جو امانت کو ادا کرتے ہیں اور نخبلیات میں مستغرق رہتے ہیں المؤمنین

والمؤمنات المستغرقین فی التخلیات۔ (مظہری)

۱۱۶ اس کے بندوں سے جو لغزشیں صادر رہتی ہیں ان کو وہ معاف فرمادیتا ہے اور جو نیکی کا کام ان سے سرزد ہوتا ہے،

اس کو محض اپنی رحمت کے طفیل منزل تک رسائی کا ذریعہ بنا دیتا ہے اور وہ کہاں وہاں گاہ و ناز اور کہاں یہ پیکر عجز و نیاز۔  
 رب کریم کی انہی دو صفوں غفور اور رحیم کے صدقے ساکب راو محبت محو کریں کھاتا افعال و خیزاں آگے بڑستا چلا جاتا ہے  
 اور آخر کار وصالِ جمیب سے شاد کام ہوتا ہے۔

فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرة توفی مسلما والحقن بالصالحن . اللهم صل علی سیدنا محمد  
 وعلیٰ المرتضیٰ وعلیٰ عبدک المصطفیٰ من الصلوات الطیبات من التسلیمات ازکاهن ومن التحیات اُسناها وعلیٰ آله  
 وصحبه واولیاء ائمتہ وعلیٰ اهل بیتہ الی یوم الدین ۔

محمد کرم شاہ

۶ رجب ۱۳۹۱ھ ۲۶ اگست ۱۹۷۱ء



# تعارف

## سورہ سبأ

نام : اس سورہ پاک کا نام "سبأ" ہے۔ یہ لفظ آیت نمبر ۱۵ میں مذکور ہے۔ اس کی آیتوں کی تعداد پچھن ہے، آٹھ صد تیس گنتا اور ایک ہزار پانچ سو بارہ حروف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت کئی ہے۔ جتنی طور پر اس کی تاریخ نزول کا تعین نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورہ نزول کے دور کے وسط میں نازل ہوئی جب کہ اسلام کی دعوت سے اہل مکہ کو چھوڑ دیا گیا اور وہ محض طعن و تشنیع اور استہزا و تحقیر سے ہی اس دعوت کو ناکام بنا دینا چاہتے تھے۔ ابھی انہیں اس حقیقت کا پوری طرح احساس نہیں ہوا تھا کہ یہ دعوت ایک ایسے ہمگیر انقلاب کی دعوت ہے جو ان کے ظاہری ماحول و معاشرتی رسم و رواج اور ماضی نظام کو ہی درہم برہم نہ کر دے گی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کے دلوں اور ذہنوں کی دنیا کو بھی بدل دے گی۔

مضامین : سورت کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے کی جا رہی ہے اور اس کی کربانی اور عظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے، اس کے بعد وقوع قیامت پر گفتگو کا جو اعتراض تھا اس کا جواب بلی و رقیٰ ثنائیت کے عالم الغیب کے زوردار الفاظ سے دیا جا رہا ہے کہ اس رب کی قسم ! جو عالم الغیب ہے قیامت ضرور آئے گی۔ ساتھ ہی "لیبجزی" سے وقوع قیامت کی حکمت بھی بیان کر دی کہ اس کے بیز فدل و انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ نیک لوگوں کو ان کے اعمال خیرہ پر جزا اور بدکاروں کو ان کی سیاہ کاریوں کی سزا قیامت کے روز ہی پوری طرح مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور مقبول بندوں کو اس دنیا میں جن انعامات و احسانات سے سرفراز کرتا ہے اور عزت و شہرت و شہری بخشا ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر سے اس کا اظہار فرمادیا۔ اس بہیت و جلال کے باوجود جس طرح وہ اپنا حق زندگی داتا کرتے رہے اور اپنے منعم حقیقی کے شکر گزار بنے رہے۔ اس کا بیان کر کے ہمیں ان کے نقصان قدم پر چلنے کی ترغیب دلائی اور یہ مجاہدیا کر اللہ تعالیٰ کے بندے نعمتوں اور آسائشوں کے باوجود اطاعت و انقیاد کا طریقہ اپنائے رکھتے ہیں۔ بارگاہ الہی میں ان کی یہ سرفرازی ان کی عظمت کو کم نہیں کرتی بلکہ اسے چار چاند لگا دیتی ہے۔

ان کے ذکر کے مابعد ایک ایسی بستی کا حال بیان کیا جو شمالی کی زندگی بسر کر رہی تھی جن کا آبپاشی کا نظام بڑا ترقی یافتہ تھا۔ ان کا ملک سرسبز و شاداب و باغات اور مسلمانے ہوئے کھیتوں اور ان میں رواں نہروں کے باعث رشک فردوس بنا ہوا تھا لیکن جب وہ



اپنے رب غفور رحیم کو قبول کئے۔ نسی پروری اور شیطان کی پیروی اختیار کی تو ہر چیز علیاً میٹ کر دی گئی۔ ان کا وہ مضبوط ڈیم جو ان کی خوشحالی کا ضامن تھا وہی ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن گیا جس کی تفصیل آپ آیات کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے اس واقعہ کا بڑا دلنشین پیرایہ میں ذکر کر کے نافرمانی اور سرکشی کرنے والوں کو یہ سمجھا دیا کہ ان کا انجام بڑا حسرتناک ہو گا۔

اس سورت کی یہ آیت "ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ" اللہ بڑی غور طلب اور عبرت انگیز ہے۔ ابلیس کو حکم ہوا کہ ابوالہریرہ کو سجدہ کر دے جسے میں نے علوم لدنیہ اور معارف حقانیہ سے بہرہ ور فرما کر انہی خلافت کا منصب بخشا ہے اس نے ازراہ تکبر تعمیل حکم سے انکار کیا۔ جس کی پاداش میں اسے راندہ درگاہ بنا دیا گیا۔ اس نے جیلنج دیا کہ میں آدم کی اولاد کو تیرا نافرمان اور ناکام گزار بنا کر تھوڑوں گا۔ دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اولاد آدم اپنے اس ازلی دشمن کے مکرو فریب سے چوکتی رہتی اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری میں سرگرم عمل رہتی لیکن صد حیف! کہ انسان کرتاہ اندیش ثابت ہوا۔ اس نے اپنے بد اپیش دشمن کے درغلانے سے اپنے رب کریم کی اطاعت سے من موڑ لیا۔ اس طرح شیطان کو عزائے کا موقع دیا۔ ہر مومن کو یہ آیت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ شیطان تو صرف دلوں میں دوسو سالہ نازی کر سکتا ہے۔ اس کو کسی پر ایسا قابو ہو کر نہیں جو اس کو مجبور محض بنا دے۔ اس لیے جو حماقت اہل سب سے سرزد ہوتی اور شیطان کو اپنی کامیابی پر بھلیں بجانے کا موقع مل گیا۔ ہم ایسی حماقت سے باز رہیں اور اپنے دشمن کو خوش ہونے کا موقع نہ دیں۔

نیز بتا دیا کہ حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت تمام نوع انسانی کے لیے ہے تا قیام قیامت حضور راہنما بن کر تشریف لے آئے ہیں۔ حضور علی الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نے نبی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی نیا نبی مبعوث ہو گا۔

اکثر اہل ثروت اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ جو کرتے ہیں وہی درست ہے۔ جو وہ سوچتے ہیں وہی حق ہے۔ دوزخوں پر لازم ہے کہ وہ انکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہیں۔ انھیں اس احتیاج بھی اکثر لوگوں کو ہوش و خرد سے محروم کر دیتا ہے اور انجام سے بے نیاز ہو کر یہ لوگ اہل ثروت کے پیچھے چلنے لگتے ہیں اور ان کے اشاروں پر ایسی ایسی فرستیاں کرتے ہیں کہ انکھیں ننگ ہو جاتی ہیں۔ غلط راہ پر جو بھی چلے امیر ہو یا غریب، راہی ہو یا رعایا، المناک نسا کج سے لامحالہ اسے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ زبردست لوگ جن کی دنیوی زندگیاں محرومیوں کا شکار رہیں روزِ محشر جب دوزخ کے شعلوں کو اپنی طرف پھینکتے ہوئے دیکھیں گے تو اپنے لپیٹوں اور اپنے زعماء کو بے نقط سناٹیں گے اور ان کے لیڈر جو جواب انہیں دیں گے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں دیگر مقامات کے علاوہ یہاں بھی بڑے مؤثر انداز میں کر دیا گیا ہے تاکہ لوگ کسی کی دنیا کے لیے اپنی آخرت برباد نہ کرتے رہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ شرف انسانی کا انحصار کثرت مال و جاہ پر نہیں اور نہ محض مال و اولاد کی وجہ سے کسی کو قرب الہی نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو صرف ایمان اور عمل صالح و جہ شرف اور باعث قرب ہے جو خدا کی رضا کا طلب گزار ہے وہ ایمان کی شمع کو فروزاں کر کے اعمالِ حسنہ کے پھول کھلاتا ہوا آگے بڑھتا آئے۔ حریم کربانی کے دروازے وہ اپنے لیے کھلے ہوئے پائے گا۔

ان مضامین کے علاوہ دوسرے کئی حقائق ہیں جو آپ سورہ طیبہ کے مطالعے کے دوران میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سُورَةُ سَبَأٍ مَّا تَكْتُمُ فِي رُءُوسِهِمْ مِنْ شَيْءٍ الَّذِي آتَىٰ ذِكْرَهُمْ فَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَكُنْتُمْ تَكْتُمُونَ

سورت سب اکتیہ ہے اس کی چھن آیات ہیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهٗ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جو مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے اور ہر اس چیز کا جو زمین میں ہے اور اسی

الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۗ یَعْلَمُ مَا یَلِیْجُ فِی

کے لیے ساری تعریفیں ہیں آخرت میں سے اور وہی بڑا دانا، اہم بات سے باخبر ہے سے وہ جانتا ہے جو زمین میں

الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ

داخل ہوتا ہے۔ اور جو اس سے نکلتا ہے۔ نیز وہ جانتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتا اور جو آسمان کی طرف فرج

سے یعنی کائنات کی بنیادوں اور پستیوں میں ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ مالک بھی وہی ہے اور ہر چیز اسی کے فرمان کے سامنے سرافکندہ ہے۔ جو زمین یا جو غوبی کہیں نظر آ رہی ہے۔ اسی کے نطف و کرم کا پرت ہے۔ جو ہمال و کمال کسی میں پایا جاتا ہے اسی کے حسن ازل کی بلورہ نمائی ہے۔ اس لیے ہر قسم کی حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔

الذی (صلو) یا تو اللہ کی صفت اور مجرور ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے اور مرفوع ہے۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ هُوَ الَّذِیْ یَا یعنی فعل یہاں مقدر ہے اور صلہ اس کا مفعول ہے اس لیے منصوب ہے۔

سے اس سے یہ بتایا کہ صرف اس جان فانی کی ہر چیز اس کی نہیں بلکہ عالم آخرت کی ہر شے کا خالق و مالک بھی وہی ہے۔ وہاں بھی اسی کی حکمرانی ہوگی۔ جو نعمت کسی کو ملے گی اسی کی جو درد و عطا کا کرشمہ ہوگا۔ اس لیے وہاں بھی ہر قسم کی حمد و توصیف کا نثر اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا "خبر کو یہاں مقدم ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس دنیا میں تو کئی غلط اندیشیاں اس کو چھوڑ کر غیروں کی حمد کرتے بیٹے ہیں لیکن قیامت کے دن سارے حجاب اٹھ جائیں گے حقیقت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ عیاں ہو جائے گی۔ وہاں حمد ہوگی، تو صرف اس مالک یوم الدین کی۔

سے اللہ تعالیٰ کا ہر ارشاد، ہر کام اور اس کی شریعت کا ہر قانون بلکہ قضا و قدر کے سارے فیصلے اس کی حکمت و دانائی کے آئینہ دار

فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ﴿۶﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

خترتا ہے گمہ اور وہی ہمیشہ رم فرمائے والا بہت بخشنے والا ہے ہے اور کفار کہتے ہیں

لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ لَعَلَّ الْغَيْبَ

ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرمائیے ضرور آئے گی۔ مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے تم پر قیامت ضرور آئے گی

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا

نہیں چھپی ہوئی اس سے ذرہ برابر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور

لَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۷﴾ لِيَجْزِيَ

نہ کوئی چھوٹی چیز ذرہ سے اور نہ کوئی بڑی چیز مگر وہ کتاب مبین میں اور جہاں ہے (قیامت آگئی) تاکہ

ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کے اعمال اور ضروریات سے پوری طرح باخبر ہے۔

۶۔ اللہ کی حمد و ثناء کا بیان ہو رہا ہے۔ زمین میں جو چیز داخل ہوتی ہے۔ بارش کے قطرے، آبی، معدنیات وغیرہ اور جو چیز نکلتی ہے نیز آسمانوں سے جو چیز اترتی ہے اور جو نیچے سے اُپر جاتی ہے۔ وہ ہر چیز کو تفصیل سے جانتا ہے۔

۷۔ وہ عجیبوں اور نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ وہ سالہا سال علم بقنات بلند رکھتے ہیں اور دندناتے پھرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ انہیں سزا نہیں دے سکتا۔ یہ لوگ نریا وہ طاقتور ہیں اور اس کے قابض سے باہر ہیں، بلکہ یہ اس کی شانِ رحیمی ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہونے کے باوجود انہیں مکملت سے رہا ہے اور جب بھی کوئی اپنے لیے پریشمار ہوتا ہے تو وہ اپنی مغفرت اور بخشش کے دامن میں آ پناہ دے دیتا ہے۔

۸۔ کفار و فوج قیامت کے منکر تھے اور اس انکار میں بڑے متشدد اور متعصب تھے، وہ بڑے وثوق سے کہا کرتے کہ قیامت نہیں آئے گی، اس لیے ان کا مذہبی بڑے زوردار اور مؤثر طریقے سے فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ قسم اٹھا کر فرمائیے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ قسم کے الفاظ بھی بڑے مؤثر اور پر جلال ہیں۔ فرمایا مجھے اپنے پروردگار کی قسم! جو عالم الغیب ہے۔ قیامت ضرور آئے گی۔ "عالم الغیب" ربی کی صفت، عطف بیان اور بدل سب بن سکتے ہیں۔ یہاں "عالم الغیب" کی صفت ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ قیامت کا انکار اس وجہ سے کیا کرتے تھے کہ جب وہ مر جائیں گے اور انہیں سے بھروسے صدیاں بیت جائیں گی۔ اس طویل مدت میں ان کی ہڈیاں، ان کا گوشت پرست مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا۔ جو ان کے جھوٹے ان ذرہ کو کمال سے کہاں پھینک دیں گے۔ ان منتشر ذروں کو جمع کرنا اور پھر ہمیں اسی وجود کے ساتھ زندہ کرنا کسی طرح ممکن نہیں عالم الغیب



الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَرْزَاقٌ

اللہ تعالیٰ ہر اچھے انسان کو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کے لیے وہ (نیک بخت) لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور رزق

کَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کریم ہے اور جو (بد بخت) کوشش کرتے رہے ہیں کہ ہماری آیتوں کو ٹھٹھلا کر ہمیں ہر ادیں یہی ہیں جتنے لیے

مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٍ ۝ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ

بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے شے اور جانتے ہیں وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا کہ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا

فرما کر یہ شبہ زائل کر دیا کہ ان پھرے پھرے فزوں کو جمع کرنا تمہارے لیے ناممکن ضرور ہے جن کا علم محدود اور قدرت ناقص ہے لیکن قیامت برپا کرنے والا وہ خداوند عالم ہے جو ہر غیب کو جاننے والا ہے اور زمین و آسمان کی بیخیاں دستور میں کوئی ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں۔ لہذا اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا فزاشکل نہیں کتاب میں سے مراد نوح محفوظ ہے۔

شے قیامت برپا کرنے کی حکمت بیان کی جا رہی ہے۔

شے یعنی جو لوگ ہماری آیتوں کو غلط ثابت کرنے اور ٹھٹھلانے میں شب و روز کوشاں رہتے ہیں اور اس طرح وہ ہمیں مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ اسی فی ابطال ادلتنا والتكذيب بآياتنا۔

”مُعْجِزِينَ“ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کو مغلوب کر دے اور اس سے آگے بڑھ جائے تو عربی میں کہا جاتا ہے عاجزه واعجزه اذا غلبه وسبقه (قرطبی)

علامہ راجسب اس کے ضمن میں لکھتے ہیں: اعجزت فذلنا وعجزته وعاجزته جعلنا عاجزا۔ یعنی کسی کو عاجز کر دینا۔

علامہ ابن جبران فرماتے ہیں: اسی معجزین قدرة الله تعالى في زعمهم۔ یعنی اپنے گمان کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو عاجز کر دینا چاہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے میں نے اس کا ترجمہ ہر ادینا کیا ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم تو بار بار اس امر کا اعلان کر رہے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں ان سے باز پرس ہوگی لیکن یہ لوگ ان آیتوں کو ٹھٹھلانے میں کوشاں ہیں اور اس پر طرح طرح کی بے معنی حجت بنائیں کرتے ہیں اور اپنی طرف سے عقل و نقل و دلائل کا انبار لگاتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنا ارادہ بدل دیں گے اور قیامت برپا کرنے کا فیصلہ منسوخ کر دیں گے۔ یہ محض ان کی مطلق آرزیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہمارا یہ فیصلہ قطعی ہے اور ہماری حکمت باری کا یہ تقاضا ہے کہ قیامت قائم ہو۔ نیکیوں کو ان کی نیکیوں کا اجر ملے۔ بدکار اور سرکش اپنے کرتوتوں کی سزا پائیں۔ اس فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور نہ ہمیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے کوئی باز رکھ سکتا ہے۔

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ④

ہے آپسے رب کی طرف سے وہی (مبین) حق ہے۔ اور عزت والے، سب نمبریں سراہے (فخرا) کا راستہ دکھاتا ہے ۴

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُوكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يَنْتَبِعُكُمْ إِذَا

اور مشکین (قیامت) کہتے ہیں (اے یارو!) کیا ہم پتہ بتائیں تمہیں اس شخص کا جو تمہیں خبردار کرتا ہے کہ جب تم (مرنے کے بعد)

مُرِّقْتُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ لَّيْنَكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ⑤ أَفَتُرَىٰ عَلَىٰ

بیزہ ریزہ کر دینے جاؤ گے تو تم از سر نو پیدا کیے جاؤ گے؟ ۵ یا تو اس نے (یہ کہہ کر)

اللَّهُ كَذِبًا أَمْ بِهِ حِجَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي

اللہ پر جھوٹا بتان لگایا ہے یا یہ دیرانہ ہے۔ (میرا حسیب نہ مٹتی ہے نہ دیوانہ) بلکہ وہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ (دل)

الْعَذَابِ وَالصَّلٰى الْبَعِيدِ ⑥ أَفَلَمْ يَدْرُوا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

عذاب میں اور (آج) دُور کی گمراہی میں مبتلا ہیں ۶ کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ انہیں آگے

"حجرت البعد" و رجز؛ بدترین اور شدید ترین عذاب کہتے ہیں۔ "بین" بنیاد ہے یعنی انہیں جو عذاب دیا جائے گا وہ معمولی قسم کا نہیں بلکہ بڑا شدید اور لٹاکا ہوگا۔ علامہ زبیدی "رجز" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال ابو اسحق هو العذاب المقلقل لشدة وله تعلقاته شديدة متتابعة (تابع العروس)؛ یعنی اپنی شدت کے باعث لڑنا دینے والا عذاب۔ پے درپے جھٹکے۔

۴ یہاں تیسری معنی کیلئے مستعمل ہے: "اولوا العذر" سے مراد صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے ایماندار لوگ یا اہل کتاب کے وہ علماء جو قرآن پر ایمان لے آئے۔ "حجیتہ" کا معنی عذر آگے لے کر دینا ہے: المحمود فی جمع شئو نہ جو اپنی تمام شانوں میں تعریف و ستائش کا مستحق ہو۔ (دروس المعانی)

۵ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے پیغم انکار کے باوجود قیامت سے ڈرتے تو وہ انراہ تعجب اپنے دوستوں سے یہ باتیں کرتے اور وقوع قیامت کو محال ثابت کرنے کے لیے بڑی عہادت آرائی سے کام لیتے۔ "مہمترقی" اس کا ذرا کم معنوں کا ہے، لیکن یہ مصدر ہے۔ تمزین کہتے ہیں کسی چیز کو بچاؤ کر بارہ بارہ اور ریزہ ریزہ کر دینا۔ تمزین الشئ تخزینہ وجعلہ قطعاً قطعاً۔

۶ کفار یہ الزام لگایا کرتے کہ یا تو یہ جان بوجھ کر جھوٹ بڑھاتے ہیں اور کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں، حالانکہ یہ خود بھی جانتے ہیں کہ قیامت کا ہر پیمانہ محال ہے اور یا یہ بات ہے کہ ان کا دائمی توازن بگڑ گیا ہے اور یہ مرض جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس لیے یہ قطعاً



وَمَا خَلَقَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ لَنَا نُخُسَفَ بِهِمْ

اور پیچھے سے آسمان اور زمین نے گھیر رکھا ہے۔ اے اگر تم چاہیں تو وہ خدا ہیں انہیں

الْأَرْضِ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنَّ فِي ذَلِكَ

زمین میں یا گرا دیں۔ ان پر چند ٹکڑے آسمان سے

لَايَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۗ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا

ہر اس بندے کے لیے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ اے بے شک ہم نے داؤد کو اپنی جناب بڑی تعظیفات بخشی تھی

مقل باتیں کرتے ہیں اور جنون کے مریض کی طرح اس پر اصرار بھی کرتے ہیں علامہ جوہری کہتے ہیں: والجنة: الجنون ومنه قوله  
تعالیٰ ام بہ حقیقۃ (العلاج) یہی معنی لسان العرب اور مفردات میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے الزامات کا رد فرماتا ہے کہ میرا رسول نہ تو مجھ پر بہتان باندھتا ہے اور نہ وہ دیرانا ہے۔ وہ تو حق اور سچ فرما رہا ہے  
لیکن تم لوگ اپنے کفر کے باعث اس عذاب میں مبتلا کر دینے لگے ہو کہ تم میں عقل و فہم کی قوت مرگئی ہے اور راہ ہدایت سے بہت دور  
شوکرین کھاتے پھرتے ہو۔ علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس انکار کے باعث کل وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے اور آج کھلی گراہی  
میں ہیں۔ عذاب فی العذاب والیوم فی الضلال (قرطبی)

اے چاروں طرف سے تم نرغہ میں ہو۔ نیچے زمین ہے اوپر آسمان۔ جھاگ نکلنے کا کوئی رستہ نہیں۔ تمہاری کارستانیوں کا تقاضا تو  
یہ ہے کہ تمہیں زمین نکل جائے یا آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر تمہیں تیرت ڈنکا بڑھادیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے۔ وہ عذاب سزا  
میں عظمت نہیں کرتا۔ وہ عظیم و حکیم ہے۔ اُس کے سارے کام پُر از حکمت ہوتے ہیں۔ اس لیے اُس کے نہیں ملتا ہے رکھی ہے۔ اہی ماہدین  
اید بہعرو ما خلقہم: اٰلی ما احاط بجموا شہم۔ (مظہر)

اے یعنی ہم اپنی مختلف صفات جلیلہ کا جس طرح مظاہرہ فرماتے ہیں اس میں ایک عبد منیب کے لیے ہماری عظمت و کبریا کی  
بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ منیب: راجع الی اللہ بقلبہ و معہدی، یعنی تہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا۔

اے اب چند ان بزرگ پر یہ بندوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو انابت کی صفت سے مصطف ہیں۔ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنی  
لوازمات اور عنایات کا ذکر فرمایا یعنی ہم نے داؤد پر جو اپنا خصوصی فضل فرمایا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ گناہی سے نکال کر تاج و تخت کا مالک  
بنادیا۔ عوام کی صفوں سے چُنا اور خواص کا سردار بنا دیا اور ایسی ایسی خصوصیتوں اور کمالات سے نوازا کہ سب قوم کو ان کی عظمت کے سامنے  
سر جھکا دینا پڑا۔ فضل مضرول ہے آئینہ کا اور عینا اُس کا حال ہے اور اسی حال نے فضل کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ فضل الہی کا  
حصر مشکل ہے۔ وہ کریم جب اپنا دستِ کم کشادہ کرتا ہے تو کون ہے جو اس کی گرم بخششوں کی حد متعین کر سکے۔ نبوت، حکمت، حکومت،

۲۷

يُجَالُ أَوْ بِي مَعَهُ وَالظَّيْرُ وَالنَّالَهُ الْحَدِيدُ ۝۱۰۱۱ أَنْ أَعْمَلَ

ہم نے حکم دیا اسے پہاڑوں، صنایع کو اس کے ساتھ مل کر اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا ۱۰۔ نیز ہم نے وہ ہے کہ اس کیلئے نرم کر دیا نال اور حکم دیا کہ کٹاؤ

سِيغَتْ وَقَدَّرُ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ

نرم ہیں بناؤ اور (اسکے) حلقے جوڑنے میں اندازے کا خیال رکھو۔ اور اے آلِ دَاوُد! ایک کام کیا کرو، بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو میں

کتاب حسن صوت، ابتدائی قوت، سبھی تو اس کے فضل کے مظاہر ہیں۔ ان میں سے چند کو یہاں خصوصی طور پر بیان فرمادیا۔  
۱۰۔ پہاڑوں کو حکم ملا کہ جب میرا یہ عبد منیب میری صنایع میں مشغول ہو تو تم بھی صرف زبانِ حال سے نہیں بلکہ زبانِ حال سے بھی اسکے ساتھ مل کر میری پاکی بیان کرو۔ اور اے پرندو! تم بھی میرے اس بندے کے ساتھ مل کر تسبیح و تہلیل میں نغمہ سرا ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوش آواز کی مصنعت سے متصف فرمایا تھا۔ دل میں محبتِ الہی کے چشمے اُبلتے تھے اور شوق کی چنگاریاں دکتی تھیں جب آپ سوز و گداز میں ڈوبتی ہوئی شریں اور بیٹیھی آواز سے ذکرِ الہی میں مصروف ہوتے تو سارے ماحول پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ پہاڑوں کے پتھر چٹا ہوں اور سنگریزے سب تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتے۔ پرندے بھی اڑنا بند کر دیتے اور آپ کے ارد گرد حلقہ باندھ کر جمع ہو جاتے اور آپ کے ساتھ مل کر اپنے رب کی حمد و ثنا کے گیت گاتے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ صرف پہاڑوں اور پرندوں پر ہی یہ کیا معروف تھا۔ ہر چیز پر یہی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لہٰذا لیکن الموافق له فی التاویب مختصراً فی الجبال والظہیر۔ (کبیر)

آؤیفت کا معنی ہے تسبیحی۔

۱۱۔ دوسرا کرم یہ فرمایا کہ ان کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ کہتے ہیں کہ لوہا ان کا ہاتھ لگنے سے موم اور آٹے کی طرح نرم ہو جاتا اور جس طرح چاہتے اس کو اس شکل میں ڈھال دیتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو لوہا پچھلانے کا فن سکھا دیا گیا ہو جس سے آپ بڑی آسانی سے اسے پچھلا کر مختلف قابلوں میں ڈھال لیتے۔ ساتھ ہی زرہ سازی کا ہنر بھی سکھا دیا اور اس ہنر کی باریکیوں سے بھی باخبر کر دیا بتایا کہ زرہ میں تنگ لہجھول نہ بنائیں اور نہ پٹنے والے کی تکلیف کا باعث بھی ہوں گی اور اس کی پوری حفاظت بھی نہ ہو سکے گی نیز فرمایا کہ جب اسکے حلقوں کو جوڑنے لگو تو قدر اور اندازے کا پورا پورا خیال رہے۔ جو حلقہ چھوٹا یا بڑا، موٹا یا پتلا جیسے مناسب ہو پڑے سلیقہ اور مہارت سے اُسے وہاں جوڑو۔ ایسا نہ ہو کہ جوڑنے میں غلطی ہو جائے اور معمولی سی بے چڑھی کی وجہ سے زرہ ناکارہ ہو جائے۔

ان آیات میں ہمارے لیے بھی دو سبق ہیں۔ ۱۰۔ دستکاری میں قطعاً کوئی عیب نہیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے زرہی کمانا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ ۱۱۔ جو کام کو بڑے سلیقہ اور ہنرمندی سے کرو، جو چیز بناؤ اس میں پختگی اور نفاست دونوں کا پورا پورا خیال رکھو۔ بے غلی اور بے احتیاطی سے کوئی کام کرنا مسلمان کو زیان نہیں۔ کاش ہم قرآن کریم کی بنائی ہوئی ہدایات پر چلیں۔ ہماری مصنعت و معرفت کو چار چاند لگ جائیں۔ ہنرمندی میں ہماری مصنوعات کی مانگ بڑھ جائے۔ ہماری ہنرمندی اور فنی مہارت کی دھاک بیٹھ جائے اور ساتھ ہی ساتھ ہماری مہاشی حالت بھی قابلِ رشک ہو جائے۔ آج ہمیں سے کہتے ہیں جنہوں نے ان ہدایات پر عمل کرنے کی کبھی کوشش کی ہو۔

بَصِيرٌ ۱۱) وَاسْلَيْمِنَ الرَّيْمِ عُدُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ

انہیں خوب دیکھ رہا ہوں مکہ اور ہم نے سخر کردی سلیمان کے لیے ہوا۔ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی۔

وَاسْأَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ

اور ہم نے جاری کر دیا ان کیلئے پچھلے مجھے کہنے کا چشمہ شلہ اور کئی جن (انکے تابع کر دینے) جو کام میں جتنے رہتے انکے سامنے انکے رینگے

بِإِذْنِ رَبِّهِ ط وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُنْذِرْهُ مِنْ عَذَابٍ

افذن سے اور جو سرتابی کرتا ان میں سے ہمارے حکم کی تعمیل اسے تو ہم اسے چمکاتے مبرمختی جہرنی آگ کا

السَّعِيرِ ۱۲) يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُونَ مِنَ مَحَارِبٍ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ

غذاب ۱۲) وہ بناتے آپ کے لیے جو آپ چاہتے پختہ عمارتیں، مجھے بڑے بڑے گن جیسے

كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رُسَيْدٍ اَعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ

حوض ہوں اور بھاری دنگیں جو چاہوں پرچی زمین شہ لے داؤد کے خاندان والوں! ان جنتوں پر! شکر ادا کرو اللہ اور بہت کم ہیں

شلہ اسے آل داؤد دنیا داری کے کاموں میں ہی مشغول ہو کر نہ رہ جاؤ، بلکہ نیک کاموں کے لیے بھی وقت نکال کر۔ ایسے کام جن لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے اور تزکیہ نفس کا اہتمام بھی ہو تاکہ اللہ تعالیٰ سے قہر اور کفر کی کام نہ بنی نہیں۔ اگر نیک کام کرو گے تو اس کے اجر عظیم کے سخی قرار پاؤ گے۔ شلہ جس طرح ہم نے حضرت داؤد پر اپنا خصوصی فضل فرمایا اسی طرح ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہما السلام پر بھی اپنی خصوصی عنایات فرمائیں۔ جہنم کے لیے ہوا کہ سخر کر دیا جب آپ اپنی وسیع و عریض مملکت کے دورے پر چلتے تو آپ کے تخت کو ہوا پتے گندھوں پر اٹھا کر بڑی سرعت سے روانہ ہو جاتی اور وہ بڑی تیز رفتاری سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے۔ صبح کے وقت وہ اتنا سفر کرتے جتنا ایک سواری سوار سیرت گھوڑے پر ایک ماہ میں طے کرتا، اسی طرح شام کے وقت بھی۔ نیز ہم نے آپ کے لیے گھیلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ جاری کر دیا تاکہ وہ حسب منشا اس کو اپنے مصروف میں لائیں۔ القطر، الخناس الغائب یعنی پچھلا ہوا تانبا۔

۱۲) ہوا کے علاوہ جنتوں کی بھی حضرت سلیمان کا تابع فرمان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ جن ہر وقت ان کی خدمت بجالاتے ہیں مصروف رہتے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنی ڈیوٹی میں ذرا غفلت یا پہلوتی کیسے سرتابی کرنے والوں کو آگ سے داغ جاتا۔

شلہ حضرت سلیمان کے حکم کی تعمیل میں جو خدمات وہ انجام دیا کرتے تھے یہاں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ محاریب، اس کا واحد محراب ہے۔ اس سے مراد قلعے، اور کئی اور عبادت گاہیں اور رہنے کے لیے بہترین اور خوشنما محلات؛ ان کو محاریب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر



## عِبَادِي الشُّكُورُ ۱۵ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ

موت کا ہنگامہ زمین کے دیباغ نے جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو ۱۵۔ پس جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا نہ چستہ بتایا جنات کو آپ کی

## مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةَ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَاتِهِ فَأَلْهَا خَرَ تَبَيَّنَتْ

موت کا ہنگامہ زمین کے دیباغ نے جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو ۱۵۔ پس جب آپ زمین پر آ رہے تو

کرنی قبضہ کرنا چاہے تو انہیں بے وقعت جان کر پھینٹے دشمن کے حملے نہیں کر دیا جانا بلکہ لوگ ان کے لیے مرنے والے نے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ قصور احمیتہ و مساجد رفیعة و مساکن شریفہ سمیت بھلا نہ پایڈبٹ عنہا و یحارب علیہا (مظہر ص) تماثیل: اس کا واحد مثال ہے یعنی جنات ان کے لیے بڑے بڑے پتھر و فیروزہ کے مجھے تراشتے یا ڈھالتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے مجھ کو جواز ثابت کیا ہے حالانکہ احادیث پاک میں ان کے متعلق سخت وعید ہے، اللہ تعالیٰ ہولے نفس کے اشیاء سے محفوظ ہے۔ چنانچہ: اس کا واحد جھنڈا ہے وہ بڑے بڑے لگن جن میں کھانا ڈالا جاتا ہے اور لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ جتنا پاک ہو لکن جنات آپ کے لیے تیار کرتے تھے وہ عام قسم کے لگن نہیں ہوتے تھے بلکہ لٹے بڑے اور چوڑے ہوتے جیسے پانی کے حوض اور تالاب ہوا کرتے ہیں۔ قدور۔ راسیات۔ یعنی ایسی بڑی بڑی بجاری جہر کم دیگیں بناتے جو اپنی جسامت اور بوجھ کے باعث آسانی سے ادھر ادھر نہیں کی جاسکتی تھیں بلکہ چوڑیوں پر مضبوطی سے جمادی جاتی تھیں۔

۱۵۔ یعنی جب ہم نے داؤد اور آل داؤد علیہ السلام پر اتنا احسان فرمایا ہے اور ایسے ایسے انعامات سے نواز کیا ہے تو آپ کی اذہ پر واجب ہے کہ وہ شکر گزار ہی میں سرگرم رہے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے خاندان والوں کے لیے اس طرح اوقات تسلیم کر لیے تھے کہ آٹھ پہر میں کوئی ایسا لمحہ نہ ہوتا تھا جب کہ آپ کے خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد شکر الہی میں مصروف نہ ہو۔ ۱۶۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و احسان کی بارش تو ہر شخص پر ہر لمحہ برس رہی ہے لیکن بہت کم ایسے بندے ہیں جو شکر کا حق ادا کرتے ہوں شکر کی حقیقت اور شکر کا طریقہ، اس کے متعلق تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

۱۷۔ جنات غیب دانی کا دعویٰ کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے وہ انسانوں پر اپنا رعب بھجاتے اور انہیں طرح طرح کی ایسی باتیں بتاتے جن کا تعلق امور غیبیہ سے ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی فیرت نے ان کا بھانڈا چور رہے میں پھوڑ دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس وقت موت سے بھنکار کیا جب وہ عصا پر ٹیک لگائے مصروف عبادت تھے آپ کی رُوح پرواز کر گئی لیکن آپ کا جسم مبارک عصا کے سارے حوں کا توں کھڑا رہا۔ جنات جو آپ کے حکم سے بڑے کٹھن اور مشقت طلب کاموں میں مجھے ہوتے تھے اور آپ کے خوف سے سستی نہ کر سکتے تھے، وہ آپ کو کھڑا ہوا دیکھتے تو سمجھتے کہ آپ زندہ و سلامت ہیں، ذرا غفلت برتی تو کھال اُویٹ لیں گے۔ اسی طرح پُر رسال گزر گیا حکم الہی سے دیکھ لے عصا کو چائنا شروع کر دیا۔ نیچے سے اوپر تک لے کھوکھلا کرنے میں ایک سال کا عرصہ بیت گیا۔ جب وہ بالکل کھوکھلا ہو گیا اور آپ کا بوجھ نہ سہار کا تو ٹوٹ گیا اور آپ نیچے زمین پر آ رہے تب جنات کو پتہ چلا کہ جس کچے

الْحُجْنُ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ

جنوں پر عذاب کھل گئی کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو (اتنا عرصہ) نہ رہتے اس رسوا کی

الْمُهَيِّنِينَ ۚ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جِئْتَنَ عَنْ

غذاب میں۔ قوم سبا کے لیے ان کے مسکن میں ہی نشانی سرچر دھتی (وہاں) دوبارہ تھے ایک دائیں

يَمِينٍ وَشِمَالٍ هَٰ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلَدَةٌ

طرف اور دوسرا بائیں طرف لگے کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور اس کا شکر ادا کرو ۵۷ انا پاکیزہ

خوف سے انہوں نے اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا رکھا وہ تو سب سے وفات پا چکا ہے تو اب ان کے دعویٰ کی حقیقت ناکش ہو گئی بیزورہ لوگ ہوران جنات کے غیب دانی کے دعویٰ کو سچا سمجھ رہے تھے انہیں بھی پتہ چل گیا کہ اپنے دعویٰ میں سراسر جھوٹے ہیں۔ دابۃ الارض: دیکھ منساة: عصا۔ یہ لفظ فسائت الغنم سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے میں نے روبرو کرنا دیا۔ اسی سے منساة یعنی ہانکنے کا آلہ۔ تینتنت کا فاعل یا تو جن ہیں۔ یعنی تمام جنوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ان کے سردار جز غیب دانی کی لافیں مارا کرتے تھے وہ بالکل جھوٹے تھے اگر انہیں عیب کا علم ہوتا تو وہ سال بھر اپنی جان کو اس مصیبت میں نہ ڈالے رکھتے یا اس کا منہم یہ ہے کہ لوگوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ جنات کو غیب کا کوئی علم نہیں۔

جنات کے سرخورد کرناک میں ملانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے نشان نبوت کا مشاہدہ بھی کرا دیا عام انسان اگر عصاب پر ایک لگا کر کھڑا ہو اور وہ اُدگھ جائے تو اس کا توازن برقرار نہیں رہتا۔ اور فرما زمین پر گر پڑتا ہے۔ پھر موت کے بعد چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے جسم میں طرح طرح کی تغیرات رونما ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہاں آپ سال بھر تک لگائے کھڑے رہے، چہرہ اسی طرح چھبوں کی طرح لگھتے رہا۔ بدن بالکل تروتازہ رہا تعفن اور بوسیدگی تو کجا لباس بھی ویسے ہی پاک صاف رہا۔ نہ زومرگوا کی حدت، تو اور جس نے جلد لہم کو متاثر کیا اور نہ مومرہ کا کوئی اثر ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بے بصیرت لوگوں کو ظاہری آشکھوں سے مشاہدہ کرا دیا کہ نبی کی ظاہری زندگی کا جاہ و جلال تو تم دیکھتے رہے۔ اب اس کے انتقال کے بعد بھی اس کی شان رفیع کو دیکھو۔

۵۷ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! سبا کی مرد کا نام ہے، کسی عورت کا نام ہے یا کسی وادی کا حضور نے فرمایا: بل ہر رجل دلہلہ عشرۃ فسکن الیمن منہم ریشۃ وانشاہ منہم اربعۃ: یہ ایک آدمی کا نام ہے۔ اس کے دس بیٹے تھے چھ میں سکونت پذیر ہوئے اور چار شام میں اگر آباد ہوئے۔ صاحب ابن عرب نے اس کا نسب نامہ یوں لکھا ہے: ہوسا بن یشجب بن یغزب بن قحطان۔ علماء ابن کثیر نے علماء نسب کے حوالے سے اس کی تشریح کی ہے۔ صرف اتنا اضافہ کیا ہے کہ اس کا نام عبد الشمس تھا اور سبا اس کا لقب تھا کیونکہ اس نے جنگ میں سب سے پہلے قیدی بنا



## طَيْبَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ ۝ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرْمِ

شہر اور ایسا رب غفور! اہل سبأ تمہاری خوش بختی کا کیا کتنا اٹلے پھرانہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیجا

لذتہ اذل من سبأ فی العرب۔

ان کا واقعہ یہ ہے کہ یمن کا اکثر حصہ کوہستانی ہے۔ یہاں کوئی دریا نہیں بہتا۔ برسات کے موسم میں بارش کا پانی برساتی نالوں کے ذریعے آتا اور اس سے کہیں کہیں کھیتی باڑی کی جاتی۔ اہل یمن نے ارب کے قریب ایک وادی میں بڑا زبردست بند (DAM) تعمیر کیا۔ کہتے ہیں یہ بند ملکہ بلقیس کے زمانہ میں سنگھار چٹانوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اوپر نیچے اس کے تین دروازے تھے۔ اس سے نیچے ایک بہت بڑا وسیع تالاب تھا جس سے بارہ نہری نکالی گئی تھیں جو ملک کے ہر حصہ کو آبپاشی کرتیں۔ جب ڈیم بھرا ہوتا تو سب سے اُدھیلا دروازہ کھولا جاتا اس سے پانی نکل کر نیچے ذخیرہ میں آتا اور وہاں سے حسب ضرورت مختلف نہروں میں چھوڑ دیا جاتا۔ پانی کی سطح کم ہوتی تو درمیانی دروازہ کھولا جاتا اور جب بالکل پانی کم ہوتا تو نیچے والا دروازہ کھول دیا جاتا۔ یہ ڈیم آسان بنا تھا کہ موسم برسات میں ذخیرہ کیا جھرا پانی ان کی سال بھر کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو جاتا۔

آبپاشی کا یہ اتنا اعلیٰ نظام تھا کہ اس زمانہ میں بابل کے علاوہ کہیں اس کی نظیر نہ تھی۔ جب یمن کی زمین کو بروقت پانی دستیاب ہونے لگا تو ہر طرف سرسبز و شاداب کھیت اُگلنے لگی۔ وادی کے دونوں طرف دائیں بائیں دُور دُور تک باغات کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ امام شہیدی کہتے ہیں جنتین کا یہ مطلب نہیں کہ ملک بھر میں صرف دو باغ تھے۔ ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ بلکہ مقصد یہ ہے دائیں بائیں ہر طرف باغات ہی باغات تھے۔ پھر شاہ اعلیٰ پھلوں سے لہے ہوئے سرسبز درختوں پر ہی پڑتی۔ (دقیقی)

خود سوچئے جہاں آب رسانی کا اتنا بہترین نظام ہو ہر طرف پھل دار درخت جمبول رہے ہوں۔ باغات سے سارا ملک جنتِ ظہیر بنا ہو۔ زمین سونا آگ رہی ہو وہاں کے باشندوں کی خوشحالی کا کیا عالم ہو گا۔ شرق و غرب میں ان کی دولت و ثروت کے چرچے تھے اس وقت کے یہاں نے ان کے مکانات کی تزئین اور آرائش کے جو چشم دید حالات لکھے ہیں انہیں پڑھ کر انسان دنگ و جاتا ہے۔

۵۷ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنے رب کریم کے دیے ہوئے رزق سے کھاؤ۔ رنگارنگ خوش ذائقہ پھلوں سے لطف اٹھاؤ لیکن خیال رہے جس کے خواں کریم سے تمہیں یوں اعلیٰ اور بے حساب نعمتیں عطا کی جا رہی ہیں اس کی شکر گزاری میں سستی نہ کرنا۔ جتنا تم شکر ادا کرو گے وہ کریم اتنا ہی مزید لطف و کرم تم پر کرے گا۔

۵۸ تم کہتے خوش نصیب ہو تمہیں ملک عطا ہوا تو ایسا جو آب و ہوا کے لحاظ سے بڑا پاکیزہ ہے، زمین زرخیز ہے، پانی وافر ہے، باغ خوب پھلتے ہیں، ہوا اتنی لطیف ہے کہ اس کا ہر جو کھا کر تھیم بہا کر کی طرح غنیمت کو شگفتہ کر دیتا ہے۔ پھر سعی و غیرہ کا یہاں نام تک نہیں۔ مزید بڑا تمہارا رب بہت بڑی بخشش کرنے والا ہے اگر تمہارے کوئی گناہ سرزد بھی ہو جائے تو فوراً پکڑ نہیں لیتا تم کو کھیلے دروازہ کھٹکھاؤ۔ وہ تمہارے گناہ بخش دیتا ہے۔

۵۹ کچھ عرصہ تو وہ عنایاتِ ربانی سے لطف اندوز ہوتے رہے اور شکر بجالاتے رہے لیکن جب عرصہ دراز اس لطف و نعمت میں

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ الْأَكْلِ خُمُوطٍ وَأَثَلٍ وَشَيْءٍ

اور ہم نے بدل دیا ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے جن کے پھل تریش اور کڑوسے تھے اور انہیں جھاڑ کے بوٹے اور

مَنْ سَدَرَ قَلِيلٍ ۱۶ ذَلِكْ جَزَيْنَهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۱۷ وَهَلْ بُجِزِيَ

چند پیری کے درخت تھے ۱۶۔ یہ بدل دیا ہم نے انہیں بوجہ انکی احسان فراموشی کے ۱۷ اور بجز احسان فراموشی کے

گزارا تو ان میں سرکشی اور بے راہروی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے نبی مبعوث فرمائے مومنوں نے انہیں بہت اسامیہا یا کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہ ہو۔ یہ پیش و نشاط، یہ دولت کی فراوانی اور غلوں اور پھلوں کی بہتات تمہاری کسی ذاتی ثوابت کا نتیجہ نہیں بلکہ تمہارے پڑو گناہ کی دین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم گناہ گناہ کرتے رہو اور ناشکر گزار بنے رہو اور وہ تمہیں ان نعمتوں سے محروم کر دے لیکن شیطان نے ان کو ایسا اور غلایا تھا کہ انہوں نے اپنے مخلص نامحبین کے وعظ و نصیحت کو سننے سے انکار کر دیا اور بڑا کلمہ شروع کر دیا: ما صرف لله علينا فخره قولوا لربکم فی عیبس هذه النعمة عنان استطاع۔ یعنی میں تو کوئی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے تم جینک اپنے رب کو کہو اگر اس میں طاقت ہے تو جو انعام اس نے ہم پر کیا ہے وہ آئندہ نہ کرے جب ان کے فسق و فجور کی حد ہو گئی تو مکانات عمل کا قانون حرکت میں آیا۔ غضب الہی اور سلا و حار بارشوں کی شکل میں ظاہر ہوا اس نے اتنے خوفناک سیلاب کی صورت اختیار کر لی کہ جب اس کی موجیں اس چٹانوں سے بنے ہوئے بند سے جا ٹکرائیں تو ان کو لڑا کر رکھ دیا چند مہینوں کے بعد وہ بند جس کی پختی پر انہیں بڑا نام تھا اس میں دراڑیں نمودار ہوئے لگیں کچھ لمحوں کے بعد پانی کا شندریلا اس کے بھاری بھرم پتھروں کو تینوں کی طرح ہمالے گیا کئی روز سے موسلا دھار بارش کے باعث سارے علاقے میں بھڑپ پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ اوپر سے بند ٹوٹنے سے اس کا پانی بھی آگیا۔ جب یہ سارا پانی بلندی سے پستی کی طرف بہنے کی تیزی سے روانہ ہوا تو راستے میں چٹنے شہر تھے طیار میٹ ہو گئے۔ باغات اُجڑ گئے۔ درخت اکٹڑ گئے اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں کا تو نام و نشان تک کہیں باقی نہ رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان ناشکروں اور ان فاسقوں کو تباہی اور بربادی کی پگٹی میں پس ڈالا۔

عَرِمُ کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں ۱۵، سَدْرٌ یُعْتَرِضُ بہ الوادی وہ بند جو وادی کے سامنے تعمیر کیا گیا ہو۔ ۱۶، العرم الاحباس یعنی فی او ساط الوادی: پانی کے وہ ذخیرے جو وادی کے وسط میں جگہ جگہ بنائے گئے ہوں۔ ۱۷، العرم السیل الذی لا یطاع: ایسا سیلاب جس کو روکنے کی کسی میں طاقت نہ ہو۔ وقیل المطر انشدید، سخت بارش، یہاں یہ سارے معانی چپال ہو سکتے ہیں۔

۱۸ کچھ عرصہ پہلے جہاں جنت نظیر وادیاں دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں، جس ملک کا ہر گوشہ فردوس بر رستے زمین ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا وہاں آ کر ٹوٹنے لگے، وہاں تباہی و بربادی نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ انسان دیر لے کر دوڑوڑ تک پھیلے ہوئے تھے، پھل دار درختوں کا نشان تک نہ رہا تھا۔ وہ شہر اور گاؤں جہاں زندگی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ موزم حرم تھی

## إِلَّا الْكُفُورَ ۝ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا

ہم کے ایسی سزا دیتے ہیں جتنے اور ہم نے بسادی تھیں ان کے درمیان اور ان شہروں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی اور

## قُرَى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لِيَالِي وَإِيَّاكُمْ

کئی بستیاں سہراہ آئے اور ہم نے منزلیں مقرر کر دی تھیں ان میں آنے جانے کی آسے سیر و سیاحت کرو ان میں (جب چاہو) رات یا دن

وہاں خاک اڑنے لگی اور دکھائی دیتا جیسے یہاں کبھی کوئی آبادی تھی ہی نہیں۔ وہ جہن بندیاں، وہ روئیں، وہ خیاباں اور پھولوں سے لدی ہوئی گیاریاں سب تھمتھ ماضی بن چکی تھیں، اب خود زور دینے، غار و درجھاڑیاں اور کہیں کہیں جنگلی گھاس اگی ہوئی نظر آتی تھی، جہاں سیدھا، انار اور انٹور تھے وہاں کڑوسے اور ترش ٹھیل۔ جھاڑو کے درخت اور چند بہری کے بے رونق پودے نظر آتے تھے۔

اُکھل، پھیل، خھٹ، وہ پھیل جو ترش یا کڑوا ہو، اٹھل، جھاڑو کا درخت، سدر، پیری۔

۱۲۰ یہ تو ان کے باغات کا حال ہوا۔ اور ان ناشکروں اور نئے پندار سے مرشار مغروروں پر کیا ہتی، اس کا کیا پوچھنا۔ ایک کثیر تعداد تو سیلاب میں بہ گئی جو بچ گئے وہ اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں تشر بتر ہو گئے، ان کا شیرازہ بکھر گیا، جہاں گئے وہاں کی آبادی میں جذب ہو کر رہ گئے نہ وطن رہا نہ وقار رہا۔ باقی تھاقوم کا نام، وہ بھی مٹ کر رہ گیا۔

۱۲۱ یہ سزا ان کی نافرمانی اور ناشکری کے باعث انہیں دی گئی۔ ہم یوں ہی قوموں کو بلا وجہ تباہ و برباد نہیں کر دیتے، بلکہ یہ ان کے اعمال بد میں جو انہیں اس ہولناک انجام سے دوچار کر دیتے ہیں۔

۱۲۲ جب وہ خوش حالی اور آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے اس وقت اس علاقہ کی چہل پہل کا یہ حال تھا کہ یمن سے لے کر شام فلسطین تک سارا رات آباد تھا، جگہ جگہ پر رونق بستیاں تھیں ایک شہر سے نکلے تو دوسرے شہر کے اُونچے اُونچے مکانوں کی منڈیریں دکھائی دیتے لگیں، ابھی ایک شہر کی چہل پہل ختم نہ ہوتی تو دوسری بستی کی دلچسپیاں مسافروں کی توجہ کو جذب کرنے لگتیں۔

”بیہنہم“ سے مراد سب کا علاقہ ہے۔ ”القری الستی بارکنا سے مراد شام و فلسطین کے قبضے اور شہر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بکثرت کیا تھا۔ ”قری ظاہرہ“ سے مراد وہ گاؤں اور بستیاں ہیں جو کسی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مسافروں کو دور سے نظر آنے لگتی ہیں۔ یا وہ شہر جن میں اُونچے اُونچے محلات اور ایوان راگیروں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ ”ظاہرہ“ کا ایک معنی عامرہ بھی ہے یعنی آباد۔ قیل ظاہرہ اعمی عامرہ۔ (بحر محیط)

۱۲۳ یعنی ہم نے سفر کی منزلیں ان میں مقرر کر دی تھیں۔ کوئی شب باشی کے لیے کوئی دوپہر کا قیلولہ کرنے کے لیے، ہر گز ہر طرح کا سامان راحت میسر آرام وہ سرائیں اور شاندار ہوٹل اپنے مہمانوں کے لیے چشمہ براہ۔

۱۲۴ یہاں سفر کے لیے ضروری نہیں تھا کہ دن کے ابلے میں ہی ہو۔ رات ہو یا دن ہر مسافر امن وامان سے اپنا سفر جاری رکھ سکتا تھا۔ نہ دن کو کسی تھاق کا اندیشہ نہ رات کو ٹٹ جانے کا خوف۔



اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ

کے وقت امن و امان سے بچو رہے۔ اے ہمارے رب! دور دراز کر دے ہماری مسافتوں کو تاکہ (یہ کہیں) انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم

فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَرْقُئِهِمْ كُلُّ مُمْرِقٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

کیا۔ پس ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور ہم نے ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا۔ شے جسے اس داستان میں عبرت کی

لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهُ

نشانیاں ہیں ہر بہت صبر بہت شکر کرنے والے کے لیے تاکہ اور بیشک سچ کر دکھایا ان (شاکروں) پر شیطان نے اپنا گمان تاکہ

۱۸۔ لیکن اس آرام و زندگی سے کچھ مدت کے بعد وہ اکتا گئے، وہ خدا سے دُعا کرنے لگے کہ ہماری مسافتوں کو طویل کر دے۔ ایک پُر اُو دوسرے پُر اُو سے کافی دُور۔ ان کے درمیان وسیع و عریض سنان صحرا ہوں، غیر آباد ویرانے ہوں۔ انہیں چمپلائی دھوپ جلائے، گرم و مجلس ڈالے، پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہوں، سفر کا مزہ تو توبہ ہے چنانچہ علامہ ابن حبان سمجھتے ہیں: لَمَّا طَلَّتْ بِمَعْرَمَةَ النَّعْمَةَ لَبَطُوا وَمَلَأُوا الْعَاضِيَةَ وَطَلَبُوا اسْتِبْدَالَ الْاَذَى هُوَادِي بِالْاَذَى هُرْخِيْر... فَخْتَمُوا اَنْ يَّجْعَلَ اللهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمَفَاوِزِ - دبحس

۱۹۔ ان نعمتوں پر شکر کرنے کے بجائے انہوں نے نافرمانی کو اپنا وظیرہ بنا لیا۔ وہ قوم جو فارغ البالی اور خوشحالی کے باعث آفاق عالم میں رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی، جس کا آفتاب اقبال بڑی بلندی پر چمک رہا تھا جب ہم نے کسے پکڑا تو اسے داستان پارینہ بنا کر رکھ دیا۔ اب محض ان کی کہانیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اس قوم کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ ان کی جمعیت کو ہم نے اس طرح منتشر اور تشریح کر دیا کہ جب کوئی جماعت یا قبیلہ منتشر ہوتا ہے تو اہل عرب بطور مثال کہتے ہیں: ذہبوا ایدی سبا۔ کہ اس قبیلہ کے لوگ یوں پھیر گئے جس طرح سبا کی قوم کو مختلف راستوں نے ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا۔

وقيل للمقوم اذا اضر قوافي جمات مختلف ذهبوا ایدی سبا ای فرقتهم طرقهم التي سلكوها: واليد: الطريق (سان) علامہ زبیر مثنوی لکھتے ہیں کہ قبیلہ عثمان شام چلا گیا۔ انمار شرب میں۔ خُذَام تہام میں اور قبیلہ ازد عمان میں جا کر آباد ہوئے۔ لکن ۱۹۔ ان کی تباہی کی درد بھری داستان سے وہی لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں جو صبر و شکر کی صفات سے پوری طرح متصف ہوں تاکہ جب شیطان نے قسمت طے کرنے کے بعد خالق کائنات کے حضور میں یہ لاف زنی کی تھی۔ فَبِعَرَّتِكَ لَا غَوْبِيْهُمْ اِجْمَعِيْنَ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ؛ یعنی مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس وقت اُسے یہ یقین نہ تھا کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں پُر اُو اترے گا لیکن جب اہل سبا نے اس کی انجنت پر غروریت و ضلالت کی راہ پر چلنا شروع کر دیا اور ناشکری کی انتہا کر دی، تو اب اس کا وہ گمان درست ثابت ہو گیا۔

فَاتَّبِعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۷۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ

سورہ اس کی تابعداری کرنے لگے بجز مومنوں کے ایک گروہ کے (جو حق پر ڈنار ہوا) اور نہیں حاصل تھا شیطان کو ان پر ایسا قابو

مِّن سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا

(کہ وہ بے بس ہوں) ایشہ مگر یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ہم دکھانا چاہتے تھے کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے

فِي شَكِّكَ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۷۶﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ

متعلق شک میں مبتلا ہے اور ذلے حبیب! آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ایشہ آپ فرمائیے (اے مشرکین) تم پکارو کچھ

انہما قالہ ظننا فلما اتبعوہ واطاعوہ صدق علیہم ما ظننم فیہم (مظہری) یعنی پہلے تو اس کا یہ غالب گمان تھا کہ وہ انہیں گمراہ کرنے کا لیکن جب اہل سائنس کے اشارہ پر اپنا مشرک شروع کر دیا اور اس کی پیروی اختیار کر لی تو اب کے گمان کی تصدیق ہو گئی۔ وقال مجاہد: ظن ظننا فنکان کما ظن فنصدق ظنہ (قرطبی) کہ اس نے ایک گمان کیا تھا اور وہ گمان پورا ہو گیا تو اب گویا اس کے ظن کی تصدیق ہو گئی۔

ایشہ یعنی شیطان کے پاس ایسی کوئی قوت نہ تھی جس کے زور سے وہ انہیں جبراً اپنا پیروکار بنا لیتا اور وہ اپنی مرضی اور ارادہ کے عملی ازم اس کے پیچھے چلنے پر مجبور ہوتے۔ اس کا کام تو صرف دوسرا نمازی کرنا اور لطافت الہیل سے درغلانا اور بچانا تھا اس نے صرف لگدگایا اور یہ صاحبان وقار و متانت کو بالائے طاق رکھ کر گل کھلانے لگ گئے۔ اس نے صرف تار پلایا اور یہ رقص کرنے لگے اس کی پکنی چڑھی باتوں پر یوں فریفتہ ہو گئے کہ اپنے خالق کو بھی مٹا دیا اور اپنے مخلص راہنماؤں کی ہند و معرفت کو بھی ٹھکرا دیا۔

ایشہ یہ استثناء منتقطع ہے اور الا۔ لکن کے معنی میں استعمال ہوا ہے (قرطبی) فعلم کے معنی کی تحقیق کئی مقامات پر گزر چکی ہے مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ فعلہ نظر ظاہر کرنا، تمیز کرنا، اور متوجہ (دیکھنا) کے معانی میں متعمل ہوتا ہے۔ یہاں یہ سارا معانی چپاں ہو سکتے ہیں اور اگر فعلہ جاننے کے معنی میں ہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک علم تو وہ ہے جو کسی چیز کے ظہور پر ہونے سے پہلے اسے حاصل ہے لیکن اس علم پر جزا و سزا مرتب نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی عمل عالم واقع میں ظہور پذیر ہوتا ہے تب نیکو کار کو جزا کا اور بدکار کو سزا کا حق قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں علم سے مراد وہی علم ہے۔ یرید علمہ الشہادۃ الذی یقع بہ الثواب والعقاب (قرطبی)

لیکن علم الہی کے بارے میں جو تحقیق علماء باطنی بتی نے کی ہے۔ اہل حق کے نزدیک وہی اولی بالقبول ہے جس کا خلاصہ چند سطور میں پیش خدمت ہے:

فرماتے ہیں: "زمانہ اور زمانیات، اسی طرح مکان اور مکانیات سب حادث ہیں اور ان تمام امور کے



## زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ

جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود خیال کرتے ہو۔ یہ تو ذرہ برابر کے بھی مالک نہیں ہیں نہ آسمانوں میں

## وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ

اور نہ زمین میں اور نہ ان کا زمین و آسمان میں کچھ حصہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا ان میں سے

## مَنْ ظَهَرَ ۗ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ

کوئی مددگار ہے نہ لگے اور نہ نفع دے گی سفارش اسکے ہاں مگر جس کے لیے اس نے اجازت دی ہو لگے یہاں تک

مستحق اللہ تعالیٰ کا علم قدیم، ازلی، سرمدی ہے۔ تقدیم و تاخیر جس کا تعلق زمانہ سے ہے اور تحت و فوق جس کا تعلق مکان سے ہے یہ حادث ہے اور اللہ تعالیٰ تو زمان و مکان کا خالق ہے وہ زمانی تقدیم و تاخیر اور مکانی فرق و تحت سے مبرا اور منزہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو منظری سورہ سبأ کی آیت ص ۱ اور لگے)

نئے زعمت کا مضر ثانی الہ مقدر ہے۔ ای زعمتوہم الالہتہ عبارت یوں ہے کہ ای زعمتوہم الالہتہ۔ مظهری، یعنی جن کو تم اپنا خدا تعالیٰ کرتے ہو انہیں پکارو۔ دیکھیں وہ تمہاری کیا مدد کرتے ہیں۔ وہ بیچارے تو بے بس اور بے فراہ ہیں، وہ تو زمین آسمان میں سے کسی ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ جن مشرکوں میں تو من "زائدہ ہے اور شرک یعنی شرکت یعنی حصہ ہے۔ یعنی ان کا بیڑا آسمان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای ادعوا الذین زعمتم انہم الالہتہ (قرطبی)، یعنی انہیں پکارو جنہیں تم خدا خیال کرتے ہو۔ علامہ ابن حبان لکھتے ہیں: زعمتوہم الالہتہ من دونہ (بجر) یعنی جنہیں تم اللہ کے سوا خدا سمجھتے ہو۔ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خدا اور معبود بنائے ہوئے تھے۔ تقریباً سب مشرکین نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

۱۱۔ کفار طے سبیل النزل کہتے تھے کہ پہلو ہم مان لیتے ہیں کہ ہمارے ان بتوں کو زمین و آسمان کی کسی چیز پر اختیار نہیں اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ حصہ دار لیکن قیامت کے روز یہ ہماری شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت کے باعث ہم نجات پا جائیں گے۔ ان کے اس گمان کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ ان کا یہ خیال بھی سراسر بزدلیان ہے۔ قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے گا شفاعت کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے گا بلکہ شفاعت کے لیے صرف وہ آدمی لب کشائی کرے گا جس کو بارگاہ الہی سے شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی اور فقط ان لوگوں کے لیے وہ شفاعت کرے گا جن کی شفاعت کرنے کا اسے اذن ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی۔ وہ تو انبیاء و اولیاء ہوں گے اور انہیں صرف ان گناہگاروں کے لیے سفارش کرنے کا اذن ملے گا جو ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ ایسے تمہارے یہ بت تو انہیں مرے سے سفارش کرنے کی اللہ تعالیٰ

لَا فَرْعَ عَنْ قَلْبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ

کہ جب دور کردی جاتی ہے گھبراہٹ ان کے دل سے تو پوچھتے ہیں کیا ارشاد فرمایا تمہارے رب نے۔ وہ کہتے ہیں اس حق فرمایا ہے اور

الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۗ قُلْ مَنْ يَدْرُسُ قَلْمٌ مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ قُلْ

وہی بڑی شان والا اس کے بڑا ہے کہ آپ فرمائیے کون دڑی دیتا ہے تمہیں آسمانوں اور زمین سے خود ہی فرمائیے

اللَّهُ ۗ وَإِنَّا أَوْ أَيْنَاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۗ قُلْ

اللہ تک اور ہم یا تم (دونوں میں سے ایک) ہدایت پر ہے اور (دوسرا) گمراہی میں ہے تک فرمائیے

نے اجازت ہی نہیں دی۔ ان کی کیا مجال ہے کہ وہ شفاعت کر سکیں اور وہ بھی ان بد نصیبوں کی جنہوں نے ساری عمر کفر و شرک میں بسر کردی اور آخر دم تک ایمان نہ لائے۔

۳۲ فرع کا معنی ہے جب دل سے گھبراہٹ اور سراسیمگی دور ہو جائے گی۔ قال ابن عباس خلی عن قلبہ بعد الفزع۔ فظرب: اخرج ما بينهما من الخوف۔ یعنی قیامت کے دن جنہیں اذن شفاعت ملے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہوں گے ان کے دل گھبرا رہے ہوں گے کہ دیکھیے ان کے ساتھ آج کیا سلوک کیا جاتا ہے اور جب ملا کریم اپنے فضل و کرم سے انہیں اذن شفاعت بخشے گا اور یہ خوف و ہراس دور ہوگا۔ اس وقت وہ ایک دوسرے سے الطینان کے لیے پوچھیں گے کہ پروردگار نے کیا فرمایا۔ دوسرے انہیں بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ بات فرمائی ہے جو عین حق ہے یعنی اس نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اہل ایمان گناہوں کی شفاعت کرو۔ واقعی اس کی شان سب سے اعلیٰ و ارفع ہے اور وہ بہت بڑا ہے۔

۳۳ کفار کو لا جواب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان سے پوچھیے کہ تمہارے رزق کا ہم پہنچانے والا کون ہے۔ کون بادلوں کے ٹنگنے سے بیٹھے پانی سے بھر کر ہواؤں کے کندھوں پر لا کر لانا ہے اور تمہارے کھیتوں پر آ کر برساتا ہے یہ سورج کی کرنیں اور چاند کی شامیں کس کے حکم سے ہر چیز کی مناسب نشوونما کر رہی ہیں اور ان کو رنگ اور ذائقہ سے مسخر کر رہی ہیں۔ کون ہے جو یہ تمام انتظامات حسن و خوبی سے انجام دے رہا ہے۔ تمہارے کھانے کے لیے ہر طرح کی اجناس، سبزیاں اور پھل تیار کر رہا ہے۔ کفار کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا، وہ اگر یہ کہتے کہ ان کے بت یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو یہ سفید جھوٹ تھا اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو پھر شرک سے پیٹے رہنے کے لیے ان کے پاس کوئی وجہ بجز باقی نہ رہتی۔ اس لیے خود ہی حکم دیا۔ قُلْ اللَّهُ: اسے محبوب! یہ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ آپ فرمادیجیے اللہ تعالیٰ۔

۳۴ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں اور تم شرک میں مبتلا ہو۔ ہم دونوں تو راہ راست پر ہو نہیں سکتے۔ لازماً اگر ہم راہ راست پر ہیں تو تم گمراہ ہو۔ اور اگر تم راہ راست پر گامزن ہو تو ہم بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ توحید کے ماننے والے اور شرک کرنے والے

لَا تَسْأَلُونَ عَنَا أَعْرَمْنَا وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ

تم سے باز پرس نہیں ہوگی ان جرموں کی جو ہم نے کیے اور نہ تم سے باز پرس ہوگی تمہارے کرتوتوں کی۔ ﴿۱۵﴾ فرمائیے ہمارے سب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَنُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفِتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿۱۶﴾ قُلْ

کوئی نہ کرے گا بھروسہ فیصلہ کرے گا جس کے درمیان حق و افسانہ کے ساتھ۔ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا سب کو چاہنے والا ہے۔ ﴿۱۶﴾ فرمائیے

ارُونِي الَّذِينَ الْحَقُّمُ بِهِ شُرَكَاءُ كَلَّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۷﴾

مجھے بھی دکھاؤ تو وہ شریک جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ فقط وہی اللہ ہے جو بزرگوار ہے اور داد دے گا۔ ﴿۱۷﴾

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔ لیکن (اس حقیقت کو) کھٹ کر لوگ

دوزخ راہی پر چل رہے ہوں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ حق پر کون ہے۔ ہم یا تم۔ دلائل کس کی تائید کرتے ہیں۔ عقل سلیم کا فیصلہ کس کے حق میں ہے اور خود تمہارے دل کیا کہہ رہے ہیں۔ قیاس استثنائی کی یہ بہترین مثال ہے۔

﴿۱۵﴾ ہر شخص اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا۔ اب وقت ہے مجھے کی کرشمہ کرو اور اگر اس حقیقت کو جو سورج سے بھی روشن تر ہے، سمجھ چکے ہو تو نادان بچوں کی طرح بے جا ہٹ اور ضد نہ کرو اور نہ پھپھانا پڑے گا۔

﴿۱۶﴾ اللہ تعالیٰ ہم سب کو میدانِ حشر میں جمع کرے گا اور ہمارے جھگڑے کا خود فیصلہ فرمائے گا۔ اس سے بہتر اور کون فیصلہ کر سکتا ہے۔ کون سی بات ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔ یفتح ای بھکھو و یفصل (مظہری)

﴿۱۷﴾ مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک بنتے ہیں یا جنہیں بنایا جاتا ہے۔ "ارُونِي" کا پہلا مفعول ضمیر مشکوم منصوب متصل۔ دوسرا مفعول "الذین الحقمہ بہ" اور تیسرا مفعول "شُرَكَاءُ" ہے۔

﴿۱۸﴾ اس آیت کی تفسیر اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فُتِنْتُ حَتَّى

الانبیاء بہت۔ اُعْطِيتُ جِوَامِعَ الْعِلْمِ۔ وَ نُصِرْتُ بِالرَّعْبِ۔ وَ أُجِدْتُ لِي الْعِنَاةَ وَ جُعِلْتُ لِي

الارض مسجداً وَ طهوراً۔ وَ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ وَ حَقَّقْتُ لِي الْبَيْتُونَ"

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر جو باتوں میں فضیلت دی ہے۔ مجھے اس لئے جوامعِ العلم عطا فرمائے۔ یعنی قبیل الفلانیوں میں کثیر معانی کو بیان کر دینا۔ اس نے رعب سے میری مدد کی۔ میرے لیے بے نظیرت حلال کی



النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۵﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ

نہیں جانتے۔ اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ وعدہ (تباہی) اگر تم

صَادِقِينَ ﴿۱۶﴾ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً

سنچے ہو فرمائیے (اے مکروہ!) تمہارے لیے وعدہ کا دن مقرر ہے۔ ذمہ اس سے ایک لمحہ نیچے ہٹ سکو اور

وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ

نہ (ایک لمحہ) آگے بڑھ سکو گے۔ کفار (اب تو) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس قرآن پر لے

وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ

اور زمان کتابوں پر جو اس پہلے نازل ہوئیں۔ کاشش! تم (وہ منظر) دیکھو جب یہ ظالم کھڑے کیے جائیں گے

عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ

اپنے رب کے روبرو اس وقت یہ ایک دوسرے پر الزام دہریں گے۔ کہیں گے وہ لوگ جو (دنیا میں)

گئی۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد قرار دی گئی اور طہارت کا ذریعہ بنایا اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم کیا۔

”کافۃ“ کے مضموم اور ترکیب کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ زبان کے نزدیک کا ذکا معنی جامع ہے، قال النواج ای وما ارسلناک الا جامعاً للناس بالانذار والابلاغ۔ یعنی کے نزدیک یہ کف کا اسم فاعل ہے جس کا معنی روکنا ہے اور ”ہا“ مبالغہ کے لیے ہے یعنی ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ سب لوگوں کو کفر و عصیان سے روکیں۔ معناه کما قال الناس یحتمل عن ما ہمدانیہ من الکفر۔ اور آخرت میں آپ انہیں دوزخ میں گرنے سے روکیں گے۔ اس کی ترکیب میں بھی متذکر قول ہیں یعنی نے اسے مصدر مخذوف کی صفت بنایا ہے۔ اس تقدیر پر عبارت یوں ہوگی۔ وما ارسلناک الا ارسلناک کافۃ یعنی عامۃ شاملۃ... اور بعض نے اسے ارسلناک کی ضمیمہ خطاب کا مال بنا یا ہے اور لئلا تناس جابر مجرور اس کے ساتھ متعلق ہے اور بعض نے اسے لئلا تناس کا مال بنایا ہے۔ اگرچہ اکثر نحوی مجرور پر حال کو مقدم کرنا درست نہیں سمجھتے لیکن یہاں اہتمام کی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔ ”کافۃ“ حال من الناس قدیم علیہ لئلا تناس یعنی ارسلناک لاجل ارشاد الناس کافۃ عامۃ احمر ہمدانیہ وسود ہمدانیہ مغربی، لہ آج تک گناہ بڑے کبر و غور سے قرآن پر ایمان لانے سے انکار کر رہے ہیں اور اپنی اس امتحان مذکورہ اشد مذی قرار دے رہے ہیں لیکن

۱۰۵۹  
الاصحاح

اَسْتُضْعَفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَالْوَالَا اَنْتُمْ لَكُمْ اٰمُوْمِيْنَ ۝ قَالَ

کمزور سمجھے جاتے تھے ان سے جو بڑے بنا کرتے تھے اگر تم نہ ہو تے تو ہم ضرور ایماندار ہوتے۔ جواب دیجئے

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا وَالَّذِيْنَ اسْتُضْعَفُوا اَنْحَنُّ صَدَدُنْكُمْ عَنِ

شکر ان کمزوروں کو کیا ہم نے تمہیں روکا تھا

الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ

ہدایت قبول کرنے سے جب انہر ہدایت تمہارے پاس آیا تھا درحقیقت تم خود مجرم تھے۔ کہیں گے وہ

اَسْتُضْعَفُوا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا وَاِبْلٰ مَكْرُ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَا

کمزوروں ان مغزوروں سے دیوں نہیں بلکہ تمہارے شب روز کے مکرو فریبے ہیں ہر صبح بازرگھا جب تم ہیں

اَنْ تَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلْ لَّهٗ اَنْدَادًا وَاَسْرُوَالنَّدَامَةَ لَمَّا سَرَاوَا

پیتے تھے کہم اللہ کو شنے سے انکار کردیں اور جنوں کی اس کا ہر بنا نہیں تھے اور دل ہی دل میں پہچانتا ہیں گے جب بھیجئے

جب قیامت کے دن انہیں قبروں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جائے گا اس وقت ان کی حالت دیدنی ہوگی۔ سارا خفا آڑ چکا ہوگا، اگر یہ مسکین بنے فرطندامت سے ہونٹ کاٹ رہے ہوں گے۔ جب غضب الہی کے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھیں گے تو آپس میں اٹھنا شروع کر دیں گے۔ ان آیات کا مفہوم واضح ہے۔

شے اس کی ترکیب غر طلب ہے۔ کمزور اور ضعیف لوگ کہیں گے کہ اسے سردارو! تم رات دن اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے کہیں قرآن کی کسی آیت پر اعتراض کرتے کہیں حامل قرآن پر ہمتیاں کتے، کہیں مسلمانوں کی خستہ حالی کا مذاق اڑاتے اور ہمیں بار بار اس امر کی تلقین دہاتی کرتے تھے کہ جس راہ پر تم چل رہے ہو یہی سیدھی راہ ہے۔ مبادا کسی کے کہنے سے اس سے بھٹک جاؤ۔ دامن بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں آنکھیں بند کیے ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ تم خود سوچو اگر مسلمانوں کا مذہب سچا ہوتا تو تم جو اتنے زبیرک اور تم کے راہنما اور اپنے ملک کے لیے وجہ افتخار ہیں اسے قبول نہ کرتے تم نے اس مسئلہ پر بڑی سنجیدگی سے غور کیا ہے۔ ہم نے اس کی بڑی بڑی تحقیق کی ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمان اپنا آبائی دین چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔ لے ہمارے سردارو! ہمیں بن حق سے روکنے کے لیے تم شب و روز اسی قسم کے مکرو فریب کرتے رہتے تھے۔ کیا تمہاری بیٹھکوں پر ہر وقت اسی قسم کی گفتگو نہیں ہوا کرتی تھی۔ تم لوگوں کو کفر پر اڑے رہنے کی ہر وقت ترغیب نہیں دیا کرتے تھے؟ ہمیں تو تمہاری یہ منگاریاں لے دو ہیں اور تمہیں



الْعَذَابُ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُحْزَنُونَ

عذاب کو اور ہم ڈال دیں گے طوق ان لوگوں کی گردنوں میں جنہوں نے کفر کیا خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، کیا انہیں

إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا

بجدیا جائیگا بجز اسکے جو وہ کیا کرتے تھے اے اور ہمیں بھیجا ہم نے کسی سبقت میں کوئی ڈرانے والا۔ مگر یہ کہ (بڑھا)

قَالَ مُتَرَفُّوهَا إِنَّا إِنَّمَا أَرْسَلْنَا بِهِ كُفْرُورًا ﴿۱۷﴾ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ

کہ دیا وہاں کے آسودہ مال لوگوں نے ہم اس (دین) کا جو دیکر تم بھیجے گئے ہوا نکال کر دیتے ہیں۔ اور کہتے دم کون ہو میں ڈرانے والے، پہلا

أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِبُعْدَ بَيْنٍ ﴿۱۸﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ

مال بھی تم سے زیادہ ہے اور اولاد بھی اے اور میں عذاب نہیں دیا جا سکتا اے آپ فرمائیے بیشک میرا رب کثرت سے

اپنی عاقبت بر باد کرنے کی کیا ضرورت تھی یہاں اور نہ کہ نیکان سنگاریوں اور عیال سازوں کے لیے عرف زمان ہیں اس لیے کہ کی نسبت بطور موازنہ کی طرف کر دی گئی۔ "الغلال" اس کا واحد "غلة" ہے۔ وہ زرخیز جو گلے میں ڈالی جاتی ہے۔

اے آخر میں یہ بات واضح کر دی کہ ہر شخص کو ارادہ اور اختیار کی آزادی دی گئی ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے ارادہ اور اختیار کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صرف کرے۔ اگر کوئی نادان کسی کی خوشنودی کے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور کسی کی گردن تقلید کی وجہ سے گمراہی کے راستہ پر گامزن رہتا ہے تو وہ سن لے کہ قیامت کے دن اس کا یہ فخر ہرگز مقبول نہ ہو گا کہ اس نے فلاں شخص کے مجبور کرنے سے ایسی حرکت کی۔ اگر وہ اس کو مجبور نہ کرتا یا اسے اپنے فریب میں مبتلا نہ کرتا تو وہ ہرگز غلط نہ کرتا۔ فرما دیا جیسا کرو گے دیا مجھو گے جو جنس کاشت کرو گے وہی کاٹو گے۔ ایسا ہی طرح سوچو و تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ طبعاً امر اکامیہ سے یہی رویہ رہا ہے انہیں زندگی کے سارے عیش و آرام نصیب ہوتے ہیں۔ روپے پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے جس طرف سے گزرتے ہیں لوگ تنعم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ انہیں اور کیا چاہیے۔ اگر غریبوں پر ظلم ہوتا تو ہوا کرے۔ اگر کسی کی آبرو کھتی ہے تو کشتی رہے، اگر اقدار عالیہ کا ان کے معاشرہ میں مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کی ہلاکت۔

ان حالات میں جب کسی انقلاب کا کوئی دائمی اٹھتا ہے تو سب سے زیادہ پریشانی انہیں لاحق ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر انقلاب برپا ہو گیا تو ان کی عیش و نشاط کی بساط اٹل دی جائے گی۔ اس لیے جب کبھی عقائد کی اصلاح اور معاشرے کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ تشریف لے آیا تو اس طبعاً امر اکامیہ سے اس کی دعوت کو قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔

اے اور کہا تم کون ہو ہماری اصلاح کرنے والے، یہ مالیشان حرمیلیاں تمہاری ہیں یا ہماری، یہ باغات اور عمارتیں تمہاری ہیں

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾

رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اور ننگ کر دیتا ہے (جس کیلئے چاہتا ہے) لیکن اکثر لوگ (ان محنتوں کو) نہیں جانتے ۴۰ اور

مَا أَمْوَالِكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِآلَتِي تُقَرَّبُكُمْ عِنْدَنَا لَفِي الْإَمْنِ

دیا رکھو تمہارے اموال اور نہ ہی تمہاری اولاد ایسی چیزیں ہیں جو تمہیں ہمارا قرب بخشنیں، مگر جو ایمان لایا اور

أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ لَهُمْ جِزَاءٌ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَ

نیسا مل کر تیار ہالے ہو، پھر اگر قرب نصیب ہوگا ۴۱ پس یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا جلد ہے ان کے عملوں کا اور

هُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

وہ بالا خانوں میں امن و امان سے رہیں گے ۴۱ اور جو لوگ کوشاں ہیں ہماری آیتوں کی تعذیب میں تاکہ ہمیں ہراویں ۴۲

بہتے نہایت کس کے ہیں۔ یہ درجنوں نیچے جن کی جوانی اور طاقت کی بلائیں زمانہ لے رہا ہے۔ ان کا باپ کون ہے۔ اگر ہم گمراہ ہوتے تو ہمارے ہاں دولت کی یوں فراوانی ہوتی، سامانِ معیشہ و عشرت کی یوں کثرت ہوتی، گم کردہ راہ تو تم ہو، اسی وجہ سے نہ تمہیں کھانے کو روٹی ملتی ہے اور نہ پینے کو کپڑا، جاغڑا پانا کام کرو۔ ہماری پرسکون زندگی میں بے اطمینانی کا زہر مت گھولو۔

۴۰ پہلے تو قیامت کا تصور ہی خلافِ عقل ہے۔ اگر بضرعِ محال تمہارے کہنے کے مطابق قیامت آج ہی گئی تو کس کی مجال ہے کہ تم جیسے اکابر ملت اور زعماء قوم کی طرف کوئی میلی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

۴۱ یہ غلط فہمی صرف دورِ قدیم کے انبیاء و ائمہ کو نہ تھی، بلکہ اس روشن زمانہ کے اکثر متمول اور خدا فراموش لوگوں کا یہی حال ہے اس لیے اس آیت میں اس کا انزالہ کر دیا کہ رزق کی کمی بیشی کسی کے گمراہ یا ہدایت یافتہ ہونے کی کوئی کسوٹی نہیں۔ رزق کی تسلیم و تقاضا کے ہاتھ میں ہے وہ اپنی حکمت کے پیش نظر کسی کو رزق زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم۔ ہدایت چیز ہی الگ ہے۔ یہ نعمت انہیں بخشی جاتی ہے جن کے دل میں اس کی طلب ہو اور اس کو قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیت کو نہیں جانتے۔ وہ رزق کے چلنے سے ہدایت کو مسمیٰ رہتے ہیں۔

۴۲ یہ نہ سمجھو کہ اگر تمہارے پاس مال بکثرت ہوگا اور بچوں کی تعداد زیادہ ہوگی تو تم خدا کے مقرب بن جاؤ گے۔ یہاں تو شرف پذیرائی اسے بخشا جاتا ہے جس کے دل میں ایمان کا چراغ روشن ہو اور جو اپنے حُسنِ عمل سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی فلاح و بہبود میں لگے ہو۔ ۴۳ ایسے نیک نیتوں کو ان کے اعمال حسد کا کٹنی گنا اجر ملے گا۔ فردوسِ بریں کے بالا خانوں میں وہ قیام کریں گے کسی قسم کا تم واندیشہ ان کی راحتوں میں غلغلہ انداز نہیں ہوگا۔ ۴۴ اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو اسی سورت کی آیت ۴۵

أُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ

وہی لوگ عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے ۳۸۔ آپ فرمائیے بے شک میرا پروردگار کشادہ کر دیتا رزق

لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ

کو جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور ننگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ

فَهُوَ يَخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّزِقِينَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ

اور دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ اور جس ٹرزدہ ان سب کو جمع کرے گا پھر

يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ

فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہ لوگ تمہاری پوجا کیا کرتے تھے۔ ۴۰۔ فرشتے عرض کریں گے تو پاک ہے ہر

أَنْتَ وَلِيْنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ

شُرک سے ہمارا ملک تو ہے ہمارا ان سے کیا واسطہ بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر

بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا

ان پر ایمان رکھتے تھے۔ ۴۱۔ پس آج تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ

۳۸۔ ان بد بختوں کو جیسا کہ عذاب الہی میں مجبور کیا جائے گا۔ وہ اور اور دھرم نہیں مہاگ سکیں گے۔

۳۹۔ بعض شُرک قبائل فرشتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فرشتے (نوروز بائبل) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ عیسا

کے دن انہیں شرمندہ کرنے کے لیے فرشتوں سے پوچھا جائے گا (۱۱) یہ تیکیتا لہم، اے ملائکہ! یہ ہیں تمہارے پوجاری

تم تو انہیں خوب پہچانتے ہو گے اور ان سے تمہارے بڑے گمراہ ہوں گے۔ فرشتے کہیں گے اے ہمارے مالک! اے

معبود برحق! تو ہر قسم کے شُرک سے منزه ہے۔ ہماری بندگی بھی تیرے لیے، ہماری دوستی بھی تیرے ساتھ۔ تو ہی ہمارا آقا اور توی

ہمارا مالک۔ ان سے تو ہمارا قطعاً کوئی تعلق نہیں! اے انت رَبَّنَا الَّذِي نَسْتُلَاہُ وَنَطِيعُہُ وَنَعْبُدُہُ وَنَخْلِصُہُ فِي الْعِبَادَةِ

رَقِطِہِ، ملائم آؤں گے تیرے، اے انت الَّذِي نَزَّلَہِ مِنْ دُونِہِ لَمَوْلَاةٍ بَيْنَنَا وَبَيْنِہِمْ رُوحَ الْمَعَانِ، یہ تو شیطان اور

اس کے عماروں کی پوجا کرتے تھے اور انہیں فرشتہ سمجھتے تھے۔



خَرَّاطٌ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

نقصان کی۔ اور ہم کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا تھا کہ چھو آتشیں (جہنم) کا عذاب جس کو تم

تُكَذِّبُونَ ﴿۱۵۹﴾ وَإِذَا تَشَلَّىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا

جھٹلا کر تھے تھے اور حجب پڑھ کر سنانی جاتی ہیں انہیں ہماری آیتیں درآئیں وہ بالکل واضح ہیں کہتے ہیں نہیں یہ

رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانُ يَعْبُدُ آبَاؤَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا

ایسا شخص جس نے ارادہ کر لیا ہے کہ روک دے تمہیں ان (ممبروں) سے جسکی تمہارے باپ دادا پوجا کرتے تھے نیز کہتے ہیں نہیں یہ

إِلَّا افْكٌ مَّفْتَرِيٌّ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَلْحَقُّ لِلْبَاقِ جَاءَهُمْ لَأَنْ

یہ قرآن مگر جھوٹ بھڑا ہوا۔ اور کفار کہتے ہیں حق کے بارے میں جب وہ ان کے پاس آیا کہ نہیں یہ

هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا آتَيْنَهُمْ مِنْ كِتَابٍ يُدْرُسُونَهَا وَمَا

یہ مگر جادو کھلا کھلا ہے۔ اور نہ ہی ہم نے انہیں کوئی کتاب دیں جھکا یہ مطالعہ کرتے ہوں اور نہ

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۱۶۱﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ہی ہم نے بھیجا ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا ہے اور انبیاء کی، تکذیب کی جو ان سے پہلے گزرے ہے

۱۵۹ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی عبادت کرتے تھے اور ان کو اپنا معبود یقین کرتے تھے۔ قیامت کے دن وہ ایکہد کے

کو کوئی نفع یا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ بلکہ ہم نہ اونہی کے مطابق انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ تاکہ وہ اپنے کرتوت کی سزا چکیں۔

۱۶۰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے بارے میں ان کے بے سرو پا الزامات کا ذکر ہو رہا ہے۔ میرا نبی قرآن کی بہتری

کے لیے کو شاں ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں راہ حق سے جھٹکانا چاہتا ہے۔ قرآن کریم کا نور تو ظلمت کدہ عالم کو رنگسب طور بنا رہا ہے

اور یہ کہتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ انہیں معجزات دکھانے چاہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں یہ تو سحر میں ہے۔ ایسے اٹھی کھوپڑی کے لوگ

کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔

۱۶۱ ان کی جمالت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۶۲ ان سے پہلے بھی میرے انبیاء تشریف لائے اور ان کی قوموں نے انہیں جھٹلایا، ان کو طرح طرح سے ستایا۔ آخر کار ہم



وَمَا بَلَّغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رَسُولِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۚ

اکبر (کفار مکہ) نہیں پہنچے دسویں حصہ کو بھی جو (وقت ادبہ) تم نے ان کو دیا تھا ہمیں جبیلہ میں پہنچایا جیسے رسولوں کو رکنا ہوا کہ تمہارا خدا میرا مذہب۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْنِي وَفِرَادَى ثُمَّ

(اے حبیب!) آپ (انہیں) فرمائیے میں تمہیں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں (یہ قرمان) تم اللہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ دو دو یا ایک ایک کیلئے

تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ

میرے غم و سوچ (تمہیں ماننا پڑے گا، تمہارے اس فرق میں جنوں کا شائبہ نہیں ہے کہ تمہیں نہیں ہے وہ مگر بروقت خبردار کرنے والا تمہیں

نے ان کو برباد کر دیا۔ قریش مکہ جو آج میرے حبیب مکرم سے اکرا اکرا کر باتیں کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے ان کے پاس تو اسکا دوا

حصہ بھی نہیں جو ہم نے پہلی قوموں کو دیا تھا۔ ان کا ملک بھی زیادہ وسیع تھا، ان کی زمین بھی بڑی زرخیز تھی۔ ان کی حکومت بھی بڑی مستحکم تھی

لیکن جب انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی تو ہم نے ان پر اپنا مذہب نازل کیا جس نے انہیں بائیں جاہ و حشمت خاک سیاہ کر کے

رکھ دیا یہ بیچارے کس بارغ کی مولیٰ ہیں اور اپنے آپ کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ وغشاز اور عشر۔ ہم مومن ہیں یعنی دسواں حصہ یعنی

اہل لغت نے کہا ہے کہ عشر دسویں حصہ کو کہتے ہیں اور منشار دسویں حصہ کے دسویں حصہ کو کہتا ہے۔ المعشار والعشر

سوار لغتان، وقیل المعشار عشر العشر: قال الجوهري معشار الشئ عشرة. نکیر: اہل میں نکیری تھا۔

وقیل المعشار عشر العشر والعشر هو عشر العشر فيكون جزءا من الف جزء: قال الماوردي هو الاظہر: ان

المراد به المبالغة في التقليل یعنی بعض نے کہا ہے کہ معشار عشر کے دسویں حصہ کو کہتے ہیں اور عشر عشر کا دسواں حصہ ہوتا ہے۔

قراس طرح معشار ہزارویں حصہ کو کہیں گے۔ ماوردی کہتے ہیں: یہ معنی بہت مناسب ہے کہ چونکہ یہاں مقصد اٹھے ملک کی قلت بتانا ہے۔

۶۳ حضور فرمایا صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف جو لوگ طوفان بدقیزی برپا کیا کرتے تھے اور ناروا الزامات لگا کر سادہ لوح لوگوں کو

کو متفرک کیا کرتے تھے انہیں کہا جا رہا ہے کہ ہم اس تنازعہ کا فیصلہ تم پر چھوڑتے ہیں۔ کسی غیر کو یہاں حکم بنانے کی ضرورت نہیں۔ تم

میری صرف ایک نصیحت مان لو وہ یہ ہے کہ تم دو دو مل کر یا ایک لے کر آئیے تمہاری میں بیٹھ کر اس امر پر غور کرو کہ تم جو اپنے رفیق اور بچپن کے

ساتھی کو بھونکتے ہو۔ اس کی تمہارے پاس کوئی مقتول دیر بھی ہے۔ کیا تم نے انہیں مجبوزوں کی طرح بے سرو پا باتیں کرتے کبھی سنا

ہے؟ دیر اڑن کی طرح شور مچاتے، شگام آرائی کرتے کبھی دیکھا ہے؟ تم انہیں کتنا دق کرتے ہو، کتنی اذیت پہنچاتے ہو۔ اس کے باوجود

کبھی یہ آپلے سے باہر ہو کر تم سے دُور ہوئے ہیں۔ کبھی انہوں نے ناشائستہ بات تک بھی کی ہے۔ ان کا ہر کام مقصدیت اور معنویت کا

لا جواب نمونہ ہوتا ہے۔ ان کا ہر فعل اتنا دلربا اور رُوع افزا ہوتا ہے کہ قربان ہونے کو بھی چاہتا ہے۔ گنتی کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا

ہے کہ حکمت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ مناسبت، وقار، سہجائی اور برہناری میں ان کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ کل تک تم بھی انہیں

يَدِي عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿١٥﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ

سخت عذاب کے آنے سے پہلے فرمائیے (دوگرو!) جو معاوضہ میں نے تم سے مانگا ہے وہ تم اپنے پاس

إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٦﴾ قُلْ

رکھو میری (دوسو روپوں) کا اجر تو مجھے اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿۱۶﴾ فرمائیے

إِنَّ رَبِّي يَرَىٰ الْبَاطِلَ بِرَأْسِهِ مِنَ الْحَقِّ وَإِن كَانَ لَشَاكِرًا ﴿١٧﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا

بیشک میرا رب (باطل پر) حق سے ضرب لگاتا ہے وہ سب ٹیہوں کو تھانسنے والا ہے ﴿۱۷﴾ (اسے محبوب!) اعلان کر دیجئے حق آگیا

يُبْدِي الْبَاطِلَ وَمَا يَعْبُدُ ﴿١٨﴾ قُلْ إِنْ ضَلَّكَ فَإِنَّمَا أَضَلُّ

اور باطل کی قوت کا خاتمہ ہو گیا ﴿۱۸﴾ فرمائیے (تمہارے گمان کے مطابق) اگر میں بھک گیا ہوں تو اس کا وبال

صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اب تم ہی بناؤ کہ ان میں یکایک کون سی تبدیلی آگئی ہے کہ تم نے ان کے بارے میں اپنی رائے بدل لی ہے۔ ان امور میں اکیلے بیٹھ کر غور کرو یا اپنوں میں سے جن کو تم باشعور اور زیرک سمجھتے ہو انہیں بلا کر ان سے تبادلہ خیال کرو۔ لیکن خدا را تعصب اور ضد کو ایک طرف رکھ دو۔ محض حق سمجھنے کے لیے اگر ایسا کرو گے تو یقیناً تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ اللہ کا محبوب نہ مجنون ہے نہ اس پر آسیب کا اثر ہے۔ نہ یہ مغزی ہے اور نہ اس کے پیش نظر کوئی سیاسی مفاد ہے۔ یہ جو کچھ کر رہا ہے محض تمہاری خیر خواہی کے لیے کر رہا ہے۔ وہ تمہیں عذاب الہی سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ تمہیں بروقت خواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ دل کی آنکھوں سے انہیں دکھو، انہیں پہچاننا ان کی قدر کرو، ان کے بروقت انتباہ سے فائدہ اٹھاؤ۔ تم تو بڑے دُور اندیش اور معاملہ فہم لوگ ہو۔ ایسی ناشائستہ حرکتیں تمہیں تو زیب نہیں دیتیں۔

﴿۱۷﴾ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم کو حکم دیتے ہیں کہ آپ انہیں فرمائیے کہ اگر میں نے کبھی تم سے کوئی معاوضہ طلب کیا ہو، اپنے لیے چند فراموش کیا ہو تو وہ تم مجھ سے واپس لے لو۔ میں اس خیر خواہی کا اجر تم سے آخر کیوں مانگوں۔ تم مجھے دے کیا سکتے ہو۔ زیادہ دریا دلی دکھاؤ تو چند درہم اور چند دیناری مجھے دو گے۔ میری نگاہ میں تو دنیا بھر کے سیم و زر کی قدر چمچے پورے برابر بھی نہیں میرا اجر دینے والا میرا رب کریم ہے جو عیب بھی ہے اور سنی بھی نہ اس کے خزانے ختم ہوتے ہیں اور نہ دیتے ہوئے اس کے ہاتھ ٹھکتے ہیں۔ اور اس نے مجھے اتنا دیا ہے کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میرا رب وہ ہے جو میرے اور ہر شخص کے ظاہری اور باطنی احوال کا شاہدہ کر رہا ہے اس علیم و خیر رب پر ایمان رکھتے ہوئے میں یہ جرات کیے کر سکتا ہوں کہ ناسخ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھوں۔

﴿۱۸﴾ آپ فرمائیے میرا رب وہ جبار و قہار ہے کہ باطل کی طاغوتی قوتوں پر حق کا وار کرتا ہے اور انہیں ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتا

عَلَىٰ نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ

یہی جان پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو (صفت) اس وحی کے باعث جو میرا رب میری طرف سے بھیجتا ہے، میں اس کے سامنے

قَرِيبٌ ۝۵۰ وَكَوْتَرَىٰ اِذْ فَرَعُوْا فَلَاقُوْتَ وَاخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ

والا، باطل نزدیک ہے۔ کاشش: تم دیکھو جب یہ گمراہے ہوئے، بچنے کے لئے کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی سے پکڑیے

قَرِيبٌ ۝۵۱ وَقَالُوا اَمْتَابِهِ�ۗ وَاَنْتَ لَهُمُ التَّنَاوُسُ مِنْ مَّكَانٍ

جانیں گے ۵۱ اس وقت کہیں گے ہم ایمان لے آئے ان پر ملے لیکن اب کیوں کروہ پاکتے ہیں ایمان کو اتنی

بَعِيْدٌ ۝۵۲ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَيَقْدِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ

دور جگہ سے ۵۲ مالا نکوہ کفر کرتے رہے ان سے اس سے پہلے نئے اور دور سے بن دیکھے یا وہ گریباں

ہے۔ یہی وہ اباطل فید مغہ۔ (مظہری)

۵۰ آپ اعلان کر دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا باطل کے بیٹے کو مایہدی اباطل و مایعید سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عربی محاورہ میں جب کسی چیز کی ہلاکت اور بربادی کا ذکر کرنا ہو تو انہی الفاظ سے کرتے ہیں۔ لاییدی و لایعید: ضار قولیہ و لاییدی و لایعید مثلاً فی الملک: کہیں نہ ہو ہلاک اور فنا ہو جائے نہ وہ کوئی نیا کام شروع کر سکتا ہے اور نہ کسی کام کا اعادہ کر سکتا ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص بے بس اور کمزور ہو جائے اس وقت کہتے ہیں فلان مایعید و ماییدی اذلم لیکن نہ جینے۔ میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے یعنی اسلام کو قوت و علم نصیب ہو گیا۔ اور باطل کے مقدر میں ذلت و رسوائی لکھ دی گئی۔ اب یہ اسلام کو مٹا سکتا ہے اور مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

۵۱ اب تو بڑی ڈینگیں مار رہے ہیں۔ ذرا اس منظر کا تصور کیجئے جب روز محشر انہیں ہانک کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور ان خطاہن اڑی ہوئی، آنکھیں پٹی پٹی، گوشش کریں گے کوئی راہ مل جائے تو فرار ہو جائیں لیکن وہاں بھلا کون انہیں بھاگنے دے گا۔ اسی وقت فرشتے ہتھکڑیاں ڈال کر آگے دھکیں گے۔ اِخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ میں ایک خاص لطف ہے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ اچھی انہیں کسی نے نہیں دیکھا اب وقت ہے روپوش ہونے کا۔ کافروں کان کسی کو خبر ہی نہیں ہوگی کہ کہاں تھے اور کدھر غائب ہو گئے۔ میں اس وقت ان کے باطل قریب انہیں پکڑنے والے اچانک نمودار ہو جائیں گے اور بھاگ جانے کی جوتدیریں وہ کر رہے تھے وہ یکایک خاک میں مل جائیں گی۔

۵۲ اس وقت پکارنے لگیں گے کہ ہم تو اس نبی کو ہم پر دل و جان سے ایمان لے آئے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے رسول اور



## مَكَانٍ بَعِيدٍ ۵۲ وَحَيْلٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فَعَلْ

کرتے رہے اے اور رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جسے جو وہ

ہادی برحق ہیں۔

۱۳ کفار اب ایمان لانا چاہتے ہیں اور توبہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب وہ وقت بیت گیا۔ اب وہ گھڑیاں دُور بہت دُور یا مٹی بید میں کھولیں۔ وہ روز و شب کتنے قیمتی تھے جب انہیں حق کی طرف بلائے والا ان کے پاس آ کر دعوت دیتا تھا۔ جب سعادت و ابرین بانٹنے والا ان کے دروازوں پر آ کر دستک دیا کرتا تھا۔ افسوس انہوں نے اس وقت اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔ آج قیامت کے روز وہ چاہتے ہیں کہ ہدایت کا نور انہیں مل جائے۔ ان کی توبہ قبول ہو جائے۔ "نا ممکن از بس ممال"

تناوشش کا معنی تلستے ہوئے علامہ جوہری لکھتے ہیں۔ والتناوشن : المتداول : قوله تعالى واذى لبعده التناوش من مكان بعيد يقول اذى لبعده تناول الايمان في الآخرة وقد كفروا به في الدنيا، یعنی تناوشش کا معنی کسی چیز کو پالنا اللہ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ آج قیامت کے دن وہ ایمان کو کس طرح پا سکتے ہیں جب کہ دنیا میں وہ اس کا انکار کرتے رہے۔ قرآن کریم ہمیں ان حقائق سے اس لیے آگاہ نہیں کرتا کہ ہم دُوسروں کی نادانوں کے قبضہ خواں بنے رہیں۔ مقصد تو ہمیں پہنچانا کرنا اور ہمیں تہیہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم بیٹا عطا فرمائے۔

۱۴ یعنی آج ایمان لانے کا کیا فائدہ۔ دنیا میں تو وہ ہمارے رسول کے ساتھ کفر ہی کرتے رہے اور ان کی دل آزاری میں مشغول رہے۔ میرے نبی مکرّم کے کمالات کا انکار کرنے کے سوالن کا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا۔

۱۵ جب کوئی شخص لامبانی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں۔ يقذف بالغيث العرب فقول بكل من تكلم بما لا يحق : هو يقذف ويرجع بالغيث - (قرطبي)

کفار کا بھی یہی حال ہے۔ بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفر پر عقائد پر اڑے ہوئے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں، کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ کہتے ہیں، کبھی قیامت کے عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ "من مكان بعيد" کہہ کر ان کی بیہودہ گوئی کی مزید تہمت کر دی۔ کہ ایک تو اندھیرے میں تیر مار رہے ہیں دوسرا نشانہ سے بہت دُور کھڑے ہو کر۔ کیا ایسے تیر اندازوں کا تیر بھی نشانہ پر لگ سکتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ اس آیت میں بھی روزِ محشر کو ان کا جو حال ہو گا، اس کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۶ اس آیت میں بھی قیامت کے دن ان پر جو گزیرے گی اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۷ یعنی اس وقت ان کی بڑی خواہش ہوگی کہ ان کا ایمان قبول کر لیا جائے اور انہیں عذاب سے نجات مل جائے، لیکن آج وہ اپنی اس آرزو کو نہیں پا سکتے۔ ان کے درمیان اور ان کی آرزو کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی گئی ہے جس کو مچاندنا ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ آج بول ہی کف افسوس ملتے، انھیں ندامت بہاتے اور اپنی قسمت کو کستے دوزخ میں جھپک دینے جا رہے گے۔



## يٰۤاَشْيَاعِمْ مِّنْ قَبْلِ اِنَّهُمْ كَانُوۡا فِىْ شَكِّ مُرِيبٍ ۝۵۴

دل سے چاہتے ہوں گے جیسے انہیں ہم مشرب و لگن کیا تھا پہلے کیا گیا تھا کہ وہ ایسے شک میں مبتلا تھے جو دوسروں کو بھی شک میں ٹٹلنے والا تھا

۵۴ اشیا، جمع اشیا ہے۔ یعنی کی، اور شیع جمع ہے شیعہ کی۔ یعنی ان کے ہم عقیدہ دوسرے کفار کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا تھا۔  
۵۵ مُرِيب باب افعال کا اسم ناعل ہے اس کا معنی ہے دوسرے کو شک میں ڈالنا۔

أَرَبَّتْ الرَّجُلُ جَعَلَتْ فِيهِ رَيْبَةً، وَرَيْبَةٌ: أَوْصَلَتْ إِلَيْهِ الرَيْبَةُ (لسان العرب)

یعنی وہ کہ بخت شک میں یوں مبتلا ہوئے کہ دوسرے لوگ بھی ان کے باعوضہ شک میں مبتلا ہوتے چلے گئے، یعنی ان کا شک اتنا سنگین تھا کہ ہمتا کردہ دوسروں کو بھی لے ڈوبا اور ان کے یقین کا چراغ بھی گل کر گیا۔

ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم  
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم ورسولہ الرؤوف الرحیم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

قد فرغت بتوفیقہ تعالیٰ من ہذہ التعليقات وقد اخذ المرؤن یعنی بصوتہ الرحیم اشہدان لالہ

اللاہ و اشہدان محمد رسول اللہ

لا زالت کلمۃ اللہ ہم العلیاء

وکلمۃ الذین کفروا السفلی

اللہم ارفع ذکرة وعظم شانہ و بین برہانہ وامتنا علیہ دینہ وعلیہ و احشرنا یوم القیامہ تحت

لراہ انت یارب کریم جواد وھاب۔

محمد کرم شاہ

نظر ثانی

وقت الضحیٰ - یوم السبت

۱۵ رجب ۱۴۹۲ھ ۲۶ اگست ۱۹۷۲ء

ہردوسو دھی

وقت العصر

یوم اشلاثا، ۸ رجب ۸۹۱ھ

۱۳۱ اگست ۱۹۷۱ء

مگھال

## تعارف

## سُورَةُ فَاطِر

نام : یہ سورت دو ناموں سے مشہور ہے۔ فاطر اور ملائکہ۔ یہ دونوں لفظ پہلی آیت میں مذکور ہیں۔ اس کی آیتوں کی تعداد پینتالیس ہے۔ اس میں نو سو ست کلمات اور تین ہزار ایک سو تیس حروف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت کئی عہد میں نازل ہوئی۔ مضامین میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سورہ مسبا اور فاطر کا زمانہ نزول قریب قریب ہے۔

مضامین : کفر و شرک، فسق و فجور کے گھپ اندھیروں میں انسانیت کا کارواں عرصہ سے ٹھوکریں کھا رہا تھا وہ ان اندھیروں سے اب اتنا ماؤس ہو گیا تھا کہ اُسے ٹھوکر پٹھو کر کھانے سے گھبراٹ یا مذمت تک محسوس نہ ہوا کرتی۔ ایسے لوگوں کو ان تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی چمکتی دیکھی شاہراہ پر گامزن کرنے کا فریضہ اس سورت میں بھی انجام دیا جا رہا ہے۔ اس میں انعام و تعزیم بھی ہے اور زجر و توبیح بھی، اس میں دلجوئی اور دلداری بھی ہے اور سزائیں اور چڑک بھی، انتہائی صراحت اور بڑی وضاحت سے اپنے قارئین کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کے اعمال نیک و بد پر کیا نتائج مرتب ہونے والے ہیں۔ ویسے تو سورہ پاک کی ہر آیت گنجینہ معرفت اور مغزین ہدایت ہے لیکن چند مضامین خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔

۱۔ عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور اس کی شان کبریائی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے پہلو پہ پہلو وہ مسبودان باطل جن کی پرستش مُشرکین مکہ بلکہ دنیا بھر کے مُشرک کیا کرتے تھے ان کی بے بسی کا بڑے مؤثر پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر انسانیت دم نہ توڑ چکی ہو تو انسان کی آنکھیں ضرور کھل جاتی ہیں اور اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا قطعاً مشکل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے بغیر کسی کی عبادت عقل و غور کی رسوائی اور انسانیت کی انتہائی تذلیل ہے جو ذات یا اختیار رکھتی ہو کہ جس کو جیسے چاہے پیدا کر دے جو چاہے جتنا چاہے دے دے اور جس وقت چاہے اپنی نعمتیں واپس لے لے اور زمین و آسمان میں کوئی ایسی قوت نہ ہو جو اس کے فیصلے کو بدل دے تو وہی قوی اور عزت بزرگاری کا ثبات کا معبود اور پروردگار ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی ایسا نہیں جسے خدا سمجھا جائے یا اس کی پرستش کی جائے۔ اس ضمنوں کو مختلف انداز سے کئی بار اس سورت میں دہرایا گیا ہے تاکہ قاری کے ذہن میں توحید کا سبق پوری طرح نقش ہو جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب نبی اور برگزیدہ بندہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سراپا رافت و رحمت بن کر تشریف لایا تھا جس کے پاک دل

میں شفقت و مخلص کا سمندر موجزن تھا، جس کی اولوالعزمی کا یہ تقاضا تھا کہ انسانیت کے دامن پر کفر و فسق کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہے۔ جھولا ہوا انسان، جھٹکا ہوا انسان، منزل سے دُور، بہت دُور و اماندہ راہ انسان، پھر اپنے آپ کو پہچان لے، اس کا سینہ علوم لدنیہ کا مخزن بن جائے۔ اس کی پیشانی انسانی سلاط کا عزان بن جائے تاکہ فرشتے پھر اس کے سامنے سر جھکانے لگیں، وہ رؤف و رحیم مشعل اور الہام ہادی کفار کے عناد اور بے جا تعصب کو دیکھتا تو اسے بڑا ہی دکھ ہوتا، اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو بار بار تسلی دے رہے ہیں کہ اے حبیب! آپ نے تو اپنا فرض بہن طریق ادا کر دیا اگر یہ ہدایت قبول نہیں کرتے تو ان کی قسمت۔ آپ افسردہ نہ ہوں، آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ سے پہلے بھی جو انبیاء تشریف لائے ان کی قوموں نے بھی ان کے ساتھ اسی قہر کا سلوک کیا۔

۳۔ جو لوگ راہ راست کو چھوڑ کر کھروی اختیار کرتے ہیں، صاف ستھری پاکیزہ زندگی کے بجائے فسق و فجور سے آلودہ غلیظ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں۔ اس کے اسباب کا ذکر فرمایا، پہلا سبب تو یہ بتایا کہ دنیوی زندگی کی چمک دکھ ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے، اہل دنیا جس سرور و طینت اور جاہ و میلال سے اپنا وقت بسر کرتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی ریس پیدا ہوتی ہے، وہ بھی چاہتے ہیں کہ انہیں بھی یہ پیش و نشاط میر ہو، وہ بھی جس راہ سے گزریں زمین ان کی ہدایت سے کانپنے لگے، وہ اس ظاہری چمک دکھ کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔ ورنہ اس کی تہ میں چلنے خوفناک اندھیرے ہیں وہ انہیں نظر آجاتے اور وہ یوں اس پر نظر نہ ہو جاتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ فطرت انسانی طبعی طور پر گناہوں سے متنفر ہوتی ہے لیکن شیطان ان گناہوں کو اس طرح آراستہ پیراستہ کر کے ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ وہ اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور فطرتِ سلیمہ کے پُر زور احتجاج کے باوجود وہ گنہگاروں کی قافلہ میں پھنسے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنا اللہ دین و ایمان بلکہ ناموس و مردت کو بھی بے دریغ اس کا میں ٹلا دیتے ہیں۔ آیتِ نبرہ اور نبرہ میں بڑی واضح تنبیہ فرمادی کہ اے لوگو! کان کھول کر سن لو تمہیں دنیا کی زندگی کے یہ شٹھاٹھا باطلہ راہ حق سے برگشتہ نہ کر دیں، یہ سب اب ہے چمکتا ہوا سب، جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے۔ اٹھیں اور اس کے قیام گناشتے اپنی چمکی چمکی باتوں سے تمہیں بدکاروں کا ٹوگر نہ بنادیں۔ یاد رکھو شیطان تمہارا ازلی دشمن ہے اپنی سلاحتی چاہتے ہو تو اس کو اپنا دشمن ہی سمجھا کر، ورنہ وہ تمہیں ایسی راسخیاں دے گا کہ قہر جنم میں جا گرو گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس محبت و شفقت سے اپنے ازلی دشمن کی فریب کاریوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

۴۔ پہلے اپنی قدرت و حکمت اور کبریائی کی تشریح دلیلیں پیش فرمائیں۔ ان میں کچھ تو تدریجی دعوت دی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اس طرح اہل علم کی عزت افزائی بھی فرمادی اور یہ بھی بتا دیا کہ اہل علم وہ ہیں، جو آیاتِ ربانی میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان اسرار و رموز کا سراغ لگاتے ہیں جو کائنات کے مختلف نردوں میں عبور نما ہیں۔ آخر میں بتا دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ علیم اور کریم نہ ہو تو ہر بہ کار کچھم نردوں میں نیست و نابود کر دے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کو بار بار سنبھلنے کی نصیحت دی جائے اور ان پر قبول ہدایت کا دروازہ کھلا رکھا جائے، مقررہ گھڑی سے پہلے جو چاہے آنے اور رحمتِ خداوندی سے اپنے دامنِ حیات کو مسموم کر لے۔



سُورَةُ فَاطِرٍ ذِكْرٌ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَآمَنُوا

سورۃ فاطر لکھی ہے اس کی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمے والا ہے۔ ۴۵ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِةِ رُسُلًا

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اے جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اے جس نے بنایا ہے فرشتوں کو پیغام رساں سے

أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مَّمْثَنِي وَثُلُثَ وَرُبْعَ طَيْرٍ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

جو پرواز بازوں والے ہیں کسی کے دو کسی کے تین اور کسی کے چار سے وہ زیادہ کرتا ہے بناوٹ میں جو چاہتا ہے

سے حمد کہتے ہیں کسی کے کمالات اختیار پر اس کی توصیف اور ثنا کرنا۔ کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تمام کمالات اختیار سے مصروف ہے اس لیے حقیقی حمد و ثنا اسی کے لیے سزاوار اور اسی کے لیے مخصوص ہے۔ باقی جہاں کہیں کوئی خوبی اور کمال پایا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہے۔ اس لیے جس چیز کی بھی ثنا کی جائے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی ہی ثنا ہوگی جس نے اس شخص یا چیز کو اس کمال و خوبی سے متصف فرمایا ہے۔

سے یہاں اللہ تعالیٰ کے چند کمالات قدرت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

کسی چیز کو بغیر کسی پہلے نمونہ کے عدم محض سے موجود کرنے کو فطر کہتے ہیں۔ الفطرة: الابتداء والاختراع۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو نسبت سے بہت فرمایا ہے۔ ان کا پہلے کوئی نمونہ نہ تھا جس کو دیکھ کر اس کی نقل آسانی گئی ہو۔ اس کے علم، قدرت اور حکمت کا اندازہ کیونکر لگایا جاسکتا ہے جس نے اتنی بڑی کائنات کو یوں آراستہ پیراستہ کر کے تخلیق فرمایا اور اس کی پستی کا یہ حال ہے کہ ان گنت سال گزر گئے۔ اس میں کوئی شکاف، بوسیدگی کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فطر کے لفظ کا صحیح مفہوم مجھے اس وقت معلوم ہوا جب دو اعرابی ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑتے ہوئے میرے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا: اَنَا فَطَرْتُهَا۔ یعنی اس کنوئیں کو میں نے ابتداءً کھودا ہے۔ اے انا

ابتداءً حضرھا (رساں)

سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دوسرا کمال یہ ہے کہ اُس نے اپنے انبیاء اور رسل تک پیغام رسائی کی خدمت فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ وہ جناب الہی سے وحی لے کر انبیاء و رسل تک پہنچاتے ہیں اور امام و القاء سے اولیاء کا ملین کو مشرت فرماتے ہیں۔ یہ بڑی سنگین ذمہ داری ہے اس میں ذرا سی غیانت اور معمولی سی غفلت ناقابل برداشت ہے لیکن فرشتے اس خدمت کو اس حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں کہ غیانت و غفلت کا ان کے متعلق گمان تک نہیں کیا جاسکتا۔

سے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے احکام شریفیہ کی تنفیذ بھی ان کا کام ہے۔ اس لیے ہر فرشتہ کو اس کی ذمہ داریوں کے



إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَتِهِ

بیک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ جو عطا فرمائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اپنی) رحمت سے تو

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۝ وَمَا يُمْسِكُ إِلَّا مَا مَرَّسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۝ وَهُوَ

اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک دے تو اسے کوئی دینے والا نہیں اسے روکنے کے بعد اور

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۝

وہی سب پر غالب بڑا دانہ ہے اسے لوگو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو اس نے تم پر فرمائی ہے

پیش نظر مختلف درجہ کی قوت ازلی فرمائی گئی ہے۔ اجنہ اس کا واحد جناح و پر۔ بازو یعنی کسی کو دو کسی کو تین کسی کو چار پر پینٹے گئے ہیں اور بعض جلیل القدر فرشتے ایسے بھی ہیں جنہیں اس سے بھی زیادہ پر عنایت کیے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے: عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای جبرئیل علیہ السلام له ستمائة جناح - (مسند)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ اس سے ایک طرف فرشتوں کی قوت اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اظہار فرمادیا، دوسری طرف ان لوگوں کے زعم باطل کی تردید کر دی جو ان کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ بتا دیا کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت ہی فرمانبردار فرمائی مخلوق ہے تعین حکم ربانی میں ذرا سی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر جسامت، قوت، حسن، علم اور دیگر بے شمار کمالات میں جس طرح چاہتا ہے برتری اور بزرگی عنایت فرماتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی امر اس کے لیے دشوار نہیں اور نہ اس کی عطا پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق ہے۔ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اس کے رحمت فرمانے کے انداز نزلے ہیں۔ اپنی رحمت کا دروازہ وہ جس کے لیے کھول دے کسی کی مجال نہیں کہ اگر جبرائیل سے بند کر دے اور اگر وہ کسی پر اپنے در رحمت کو بند کر دے تو کسی کی طاقت نہیں کہ زبردستی اسے کھول سکے۔ وہ قادر مختار ہے۔ اس کا ہر کام اس کی شان حکمت کا آئینہ دار ہے۔

بیفح کا اصلی معنی تو یہ ہے کہ کسی بند چیز کو کھول دینا۔ یہاں بطور مجاز یعنی کسی چیز میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی عطا کرنا بخشش کرنا۔ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ اسی ما یعطی اطلق الفتح وهو الاطلاق واواد به الاعطاء تجوزا اطلاقا للسبب علی المسبب - دطہری

۱۳۰ قدرت الہی کے چند مظاہر ہمیشہ کرنے کے بعد روئے سخن سب انسانوں کی طرف ہے کہ اے انسانو! زندگی، صحت، علم، عزت، دولت اور غیر باطن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالا مال کیا ہے انہیں یاد رکھو اور اس نعمت حقیقی کا شکر ادا کیا کرو۔ ومعنی

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ

(بجلائیے تو بتائی کیا اللہ کے بغیر کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے آسمان اور زمین سے ۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنْتُمْ تُؤْفِكُونَ ۚ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

نہیں کوئی مہبود بجز اس کے سوا (اس سے) منہ پھیر کر کہہ جا رہے ہو کہ اور اسے جیبیہ! اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں (تو کوئی نئی

رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۗ وَالِلَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۚ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن

بات نہیں آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا اولاً آخر کار) اللہ کی طرف ہی سارے کام لوٹتے جاتے ہیں مثلاً اسے لوگو! (یاد رکھو) یقیناً

وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّتْكُمْ بِاللَّهِ

اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس دھوکہ میں نہ ڈال دے تمہیں یہ دنیوی زندگی اللہ اور نہ فریب میں مبتلا کرنے تمہیں اللہ کے

هذا الذکر الشکر (قرطبی)

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں تمہیں بھی اس نے پیدا فرمایا اور تمہارے رزق کے سارے سامان بھی اسی نے پیدا فرمائے  
تخلیق میں جب اس کا کوئی شریک نہیں تو رزق رسائی میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب خالق بھی وہی ہے اور رزق بھی وہی تو  
پھر خود انصاف کرو اور کون ہے جو عبادت کرنے کے لائق ہو۔ ہرگز نہیں سب کو۔ لا الہ الا ہو۔

تَوْفِكُونَ کے دو ماخذ ہو سکتے ہیں۔ الْأَفْكَ وَالْإَفْكَ : الْأَفْكَ کا معنی پھیرنا ہے اور الْإَفْكَ کا معنی جھوٹ ہونا۔  
علامہ قرطبی اور دیگر علماء تفسیر نے یہاں الْأَفْكَ کو تَوْفِكُونَ کا ماخذ قرار دیا ہے یعنی تم کتنے نادان ہو کہ اپنے خالق، رازق اور اپنے  
مہبود حقیقی سے منہ موڑ کر شیطان کی پیروی میں دیرانہ وار دوڑے جا رہے ہو۔ مِنْ الْأَفْكَ (بالفتح) ، وهو الصرف يُقَالُ مَا أَفَكَكَ  
عَنْ كَذَا أَيْ مَا حَرَفَكَ عَنْهُ (قرطبی)

مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب راہ حق سے ان کی روگردانی ملاحظہ فرماتے تو ازراہ اندوہ خاطر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ  
اے جیبیہ! ان کا انکار کوئی اپنی جگہ نہیں ہمیشہ سے باطل پرستوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ اس لیے رنجیدہ  
نہ رہا کریں سب معاملات آخراً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر آنے والے ہیں وہ خود فیصلہ فرمادے گا۔

پہلے یا ایہا الناس فرما کر لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے اجتناب کرنے کی تاکید فرمائی۔ اب یا ایہا الناس فرما کر ان لوگوں  
سے باخبر کر دیا جو انسان کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتے ہیں۔ اس دوسرے خطاب کا آغاز اس چیز سے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا  
ہے کہ قیامت آنے گی اور تم سے تمہارے اعمال کے ہاسے میں باز پرس ہوگی۔ یہ وعدہ کسی ہم آہنی کا نہیں جو جھوٹا وعدہ کرنے میں شرم

## الْغُرُورُ ۵۰ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا

بارے ہیں وہ بڑا فریبی۔ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھا کرو ۵۰ وہ غلط اسٹے (سرکشی کی)

محسوس نہ کرے یا اپنی کمزوری کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے۔ ایسا نہیں ہے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ زندگی کی ان ناپائیدار لذتوں میں اس حد تک نہ گھربانا کہ تمہیں قیامت کا دن سسے سے یاد ہی نہ رہے۔ نیز ہر شیا رہنا کہیں وہ فریبی اور دھوکہ باز تمہیں کوئی پکڑے کر راجح سے بھگانا دے۔ حضرت سعید بن جبیر نے پہلے جیلے کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: غرور الحیوة الدنیا ان یشغول الانسان بشغیرہا ولذا اتقوا عن عمل الآخرة۔ یعنی دنیاوی زندگی کا دھوکہ یہ ہے کہ انسان اس کی نعمتوں اور لذتوں میں یوں مشغول ہو جائے کہ آخرت کے لیے کوئی عمل کرنے کی اس کے پاس فرصت ہی نہ رہے۔ اور دوسرے جیلے کا معنی سمجھنے کے لیے غرور کا مفہوم ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ قال الاصمعی الغرور الذی یعترک: والغرور الایاطیل۔ (لسان العرب)۔ یعنی اصمعی جو فقر لغت اور ادب کے امام ہیں کہتے ہیں۔ غرور اسے کہتے ہیں جو تجھے دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دے۔ فریبی، منکار، دھوکہ باز اور غروران چیزوں کو کہا جاتا ہے جن کی محبت اور چاہت کے باعث انسان دھوکہ کھا جاتا ہے اور فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ارشاد و ربانی ہے: اے لوگو! تمہیں کوئی فریبی، کوئی دھوکہ باز دھوکہ میں مبتلا نہ کرے۔

کیونکہ سب سے بڑا دھوکہ باریشیطان ہے اس لیے مبسوط علماء نے لکھا ہے کہ آیت میں غرور سے مراد شیطان ہے۔ جب تک شیطان دھوکہ بازی کے فن میں بے نظیر ہے تو وہ ہر شخص کو ایک قسم کے دام فریب میں پھانسنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ ہر شخص کی نفسیات کو جانتا ہے، وہ ہر انسان کے کمزور پہلوؤں سے خوب واقف ہے اور ہر انسان پر اس کا حملہ اس کے کمزور پہلو سے ہوا کرتا ہے۔ عقل کے بھاریوں کو وہ ایسا پکڑ دیتا ہے کہ وہ کبھی تو خدا کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں، کبھی اس کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں اور کبھی اس کائنات کے کافرانہ سے اس کو لائق قرار دیتے ہیں اور کبھی نزولِ وحی اور وقوعِ قیامت کو عقل کے منافی ثابت کرتے ہیں اور جو لوگ علم و عقل سے اتنی دلچسپی نہیں رکھتے انہیں کبھی دولت کا لالچ دے کر کبھی اقتدار کے سامنے خواب دکھا کر کبھی شہرت و دام کے پتھر میں اسیر کر کے ان سے ایسی ہی خبیث، سفاکانہ اور مروت سے گری ہوئی حرکتیں کراتا ہے کہ اُسے دیکھنے والے جنتا کر رہ جاتے ہیں اور جو خدا پر اور قیامت پر ایمان محکم رکھتے ہیں ان کی شیعہ ایمان اگر گنجانا نہیں سکتا تو ان کے کانوں میں چپکے سے یہ افسوس بھونک دیتا ہے کہ تیرا رب غفور رحیم ہے جب تک نماز پڑھو، جب تک داؤ پیش دیتے رہو۔ اس کی مغزت کے سامنے تیرے گناہوں کی کیا حقیقت ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس جیلے کی بہترین تشریح حضرت سعید بن جبیر نے فرمائی ہے:

قال الغرور بالله ان یعمل بالمعاصی ثم یعتقنی علی اللہ تعالیٰ المغفرة ۵۰

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ غرور کا مطلب یہ ہے کہ انسان دھوکہ دھو گناہ کرتا رہے اور بتنا یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ

مجھے بخش دے گا۔

۵۰ شیطان تمہاری خیر خواہی کے ہزار دھوے کرے وہ تم سے دوستی کے عہد و پیمان کرتے ہوئے کتنی سخت قسمیں کھائے کھیناؤ



حِزْبُهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۗ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ

دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو تاکہ وہ جہنمی بن جائیں۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے سخت

شدید دہ اور اللّٰذین آمنوا و عملوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ أَجْرٌ

مذاب ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا

کبیر ۷۱۴۱ فَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنْ لَمْ يَضِلُّ

اگر ہے ہیں کیا وہ شخص جس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اسکا برا عمل اور وہ اسکو خوبصورت نظر آئے اس لیے آپ آرزو

مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ

کیوں ہوں، بیک اللہ گروہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جو چاہتا ہے۔ پس نہ گئے آپ کی جان انکے لیے

وہ چھوٹا ہے وہ تمہارا ازیں دشمن ہے۔ تمہاری وجہ سے جو چٹ اس کو لگی ہے، اس کی ٹیمیں کم نہیں ہوتیں، تم اس کی میٹھی میٹھی باتوں میں آجاتے ہو۔ وہ تو ہر لمحہ ایسے موقع کی تلاش میں ہے کہ فرصت ملے تو تمہیں ایسی لڑا سکتی دے کہ تم اپنے بلند مقام سے منہ کے بل ٹکا منٹ پر پٹاخ سے آگرو اور وہ زور سے قہقہہ لگائے اور تمہارا مذاق اڑائے، نادان نہ بنو ایسے خطرناک دشمن سے ہمیشہ چوکنے ہو۔ جب وہ تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اس کو اپنا دشمن سمجھو تب ہی تم اس کے فریب سے بچ سکتے ہو۔

۷۱۴۱ ملا قرطبی کہتے ہیں۔ افسن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا، یہ سارا جملہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے جس پر فلا تذهب نفسك دلالت کرتا ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ افسن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا ذہبت نفسك علیہم حشرات، یعنی کیا ایسے رگ جو اپنے بڑے اعمال کو خوشنما سمجھ رہے ہیں ان کے لیے آرزو تم آپ اپنی بات گھٹا رہے ہیں۔ تمہارا یہ ہے کہ وہ ایسی ہمدردی اور دوسوزی کے متحق نہیں۔

ابتدا میں جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کا دل اُسے ملامت کرتا ہے۔ اس کے رویہ کے خلاف سخت احتجاج کرتا ہے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو دل کی آواز دھم پڑ جاتی ہے یا اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں کہ فطرت سلیمہ کی صدائے احتجاج آسانی نہیں دیتی۔ اس کے بعد ایک اور جملہ آتا ہے کہ گناہ، گناہ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی عین صواب نظر آنے لگتا ہے جب کوئی شخص اس مرحلہ پر پہنچتا ہے تو وہ ایک لاعلم مریض ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دنیوی زندگی کے فریب سے بھی بچائے اور اس شاطر و عیار رکھنے والے کے شر سے بھی محفوظ رکھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔



حَسْرَتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ

فرط غم سے بیک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو ذکرِ قوت وہ کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بھیجتا ہے

الرِّيحِ فَثِيْرٌ سَكَابًا فَسَقْنَهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ

ہواؤں کو وہ اٹھا لاتی ہیں بادل کو پھر ہم لے جاتے ہیں بادل کو مردہ شہر کی طرف پھر ہم زندہ کر دیتے ہیں اس بادل

الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذَلِكَ النُّشُورُ ۝ مَنْ كَانَ يَرِيدُ الْعِزَّةَ

(کہے زمین سے زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد۔ یعنی ریشمی رانہیں) قبروں سے اٹھایا جائے گا ۵۱۔ جو عزت کا طلبگار ہو (وہ جان لے)

فِي اللَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

کہ ہر قسم کی عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ۵۲۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل

۵۱۔ تم مرنے کے بعد کی دوبارہ زندگی کو محال سمجھ رہے ہو۔ اگر تمہیں دیدہ حق بین میسر ہے تو ذرا سے کھولنے کی زحمت اٹھاؤ اور ہر طرف دیکھو کیا تمہیں ایسے مناظر بار بار دکھائی نہیں دیتے خشک سالی کے باعث زمین اجاڑ ہو جاتی ہے۔ زندگی کی کوئی رتق بھی اس میں باقی نہیں رہتی۔ یکایک خشک ہی ہوا اپنے کندھوں پر سرسئی بادل اٹھائے اٹھکیلیاں کرنے لگتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہوا لاچار میسر برسنے لگتا ہے۔ ہر طرف جل قتل ہو جاتا ہے۔ اسی مردہ زمین میں پھر زندگی انگڑائی لینے لگتی ہے اور طرح طرح کی سبزیاں اٹھانے لگتی ہیں جو قادر مطلق پانی کے چند قطرے سے زمین کو از سر نو زندہ کر دیتا ہے۔ کیا اس کے لیے یہ کوئی مشکل بات ہے کہ تمہیں مارنے کے بعد پھر زندہ کر دے۔ ذرا غور تو کرو۔ ذرا عقل سے تو کام لو۔

۵۲۔ ارشاد ہے جو عزت و آبرو کا آرزو مند ہے اُسے بتاؤ کہ ساری عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو عزت ملی ہے اسی کی بارگاہِ اقدس سے ملی ہے۔ تم بھی اس کی جناب میں حاضر ہو کر سر نیاز جھکاؤ۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شعار بنا لو۔ تمہیں بھی سرفراز کر دے گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں :

” فمن طلب العزّة من الله وهدى قدر في طلبها۔

باقتدار و ذلّ و سکون و خضوع و جدها عندہ انشاء اللہ تعالیٰ غیر ممنوعتہ ولا محجوبہ عنہ۔ (قرطبی)  
ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی جناب سے عزت طلب کرتا ہے اور اپنی اس طلب کی صداقت کو اپنے اقتدارِ ماجوسی اور نیاز مندی سے سچا ثابت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس عزت کو پالے گا اور عزت اس سے روٹی بھی نہیں جائے گی اور اس سے چھپائی بھی نہیں جائے گی ۵۱ انشاء اللہ

# يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝

پاکیزہ کلام کر بند کرتا ہے اللہ اور جو لوگ فریب کاریاں کرتے ہیں بڑے کاموں کے لیے ان کے لیے شدید عذاب ہے۔ اور

کسی نے کیا خوب کہا ہے :

تا داغ عثمانی تو داریم ہر ما کہ می رویم یادش ہم  
الحکم الطیب : یعنی پاکیزہ کلام : اس سے مراد ذکر الہی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی مسلمان یہ کتاب ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَبَارَكَ اللَّهُ۔ قرآن مجیدوں کو ایک فرشتہ اپنے پروں کے نیچے محفوظ کر لیتا ہے اور آسمان کا رخ کرتا ہے فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے اس کا گزر ہوتا ہے وہ فرشتے ان مجیدوں کے قائل کے لیے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی : (ابن کثیر) اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ پاکیزہ کلام سے مراد الذکر والتلاوة والدعاء ذکر، تلاوت اور دعا ہے۔ (ابن کثیر) ملازم کو کسی فرشتے سے مراد ہر وہ کلام ہے جس میں یا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو یا وہ کلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو جس طرح کسی کو عطا و نصیحت کرنا یا اسے علم سکھانا۔ والمختار انہ کل کلام ہو ذکر اللہ او هو لہ سبحانہ کالتصیحتہ والعلم (روح المعانی) نیز ملازم فرشتہ کہتے ہیں کہ مسود کلام سے مراد اس کی مقبولیت ہے۔ صعود الکلام الیہ مجاز مرسل عن قبولہ۔ (روح المعانی)

اللہ یرفع کا فاعل عمل صالح اور ضمیر منقول کا مرجع الحکم الطیب ہے یعنی پاکیزہ کلام کو عمل صالح ہر گاہ و الہی میں مقبولیت سے مشرف کرتا ہے۔ اگر بائیں تو اچھی ہوں لیکن عمل اس کے خلاف ہو تو وہ بائیں مشرف کر دی جاتی ہیں۔

بعض حضرات نے یرفع کا فاعل اللہ تعالیٰ کو بنایا ہے اور ضمیر کا مرجع العمل الصالح ہے اور عمل صالح سے مراد وہ اعمال ہیں جن میں ریاء نہ ہو، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جائیں۔ اسی ماحکان خالصاً لوجه اللہ لا یكون مشرباً بریاء، ومنعت یرفع اللہ تعالیٰ اسی یقبلہ۔ لیکن زیادہ راجح اور صحیح یہ قول ہے کہ المراد ان الحکم الطیب یصعد الی اللہ تعالیٰ وان کان معہ عمل صالح یرفع شأن تلك الکلمتہ ویزید فی ثوابہا۔ (مظہر ص) یعنی پاکیزہ کلام ہر گاہ و الہی میں شرف باریاں حاصل کرتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ عمل صالح بھی ہو تو اس کی شان بلند ہو جاتی ہے اور اس کے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ملازم قرطبی کہتے ہیں :  
والحق ان العاصی السارک للمغرض اذا ذکر اللہ تعالیٰ وقال کلاماً طیباً فانه مکتوباً لہ متعقبلاً  
منہ ولہ حسناۃ وعلیہ سیئاتہ (قرطبی)

یعنی حق یہ ہے کہ اگر کوئی گنہگار جو فرائض کا تارک ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اچھی باتیں کرتا ہے تو انہیں بکھ دیا جاتا ہے اور انہیں مقبول بھی کیا جاتا ہے۔ ہر شخص کی نیکیوں کا اسے ثواب ملے گا اور اس کی برائیوں کی اسے سزا ملے گی۔

مَكَرٌ أُولَٰئِكَ هُوَ يُبَوِّرُ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ

ان کا مکر (دوسرا) تباہ ہو کر رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں مٹی سے، پھر پانی کی بوند سے

ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَاتِحِلٌ مِّنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا يَعْلَمُهُ

پھر تمہیں بنا دیا جوڑے جوڑے اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت اور نہ بچہ جیتی ہے مگر اس کو اس کا علم ہوتا ہے۔

وَمَا يَعْمَرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ

اور نہ لمبی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم رکھی جاتی ہے کسی کی عمر مگر اس کی تفصیل کتاب میں درج ہے۔ بیگم

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ۝ وَفَايَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذَابٌ فَرَاتٌ

یہ بات اللہ کے لیے بالکل آسان ہے اور یکساں نہیں ہو سکتے پانی کے دو ذریعے۔ یہ (ایک) میٹھا ہے بہت شیریں لہ

عالم یعنی جو لوگ اسلام اور غیر اسلام علی الصلوٰۃ والسلام کے فلاف مکرو فریب اور سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو سخت دینے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے مہین چلاتے ہیں انہیں شدید مذاب ہوگا اور ان کا مکرو فریب ناکام ہو جائے گا۔  
یقال بآر یبوار، اذا هلك وبطل، وبارت السوق ای کسدت (قرطبی) جب کوئی چیز ہلاک و فنا ہو جائے تو عرب کہتے ہیں باریجر۔ اور جب کوئی بازار خندا پڑ جائے بے رونق ہو جائے تو کہتے ہیں بارت السوق۔

شلہ تمہارے آواز آفریش سے تمہارے سفر حیات کا اختتام تک کے تمام حالات سے اللہ تعالیٰ تفصیلاً آگاہ ہے اور تمام جزئیات اور تفصیلات لوح محفوظ میں درج کر دی گئی ہیں۔

۱۹ لہ آرد و تراجم میں عام طور پر البحران کا معنی دو سمندر یا دو دریا کہا گیا ہے۔ حالانکہ سمندر سارے کنارے ہیں کوئی میٹھا نہیں اور دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے کھاری نہیں ہوتا، اس لیے جب تک لفظ "بحر" کی لغوی تحقیق نہ کی جائے یہ الجھن دور نہیں ہوتی۔ علامہ ابن منظور نے اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے: البحر، الماء الكثير ملحا كان او عذبا۔ یعنی پانی کی کثیر مقدار اور وسیع ذخیرہ کو بھر کہتے ہیں۔ خواہ وہ نمکین ہو یا شیریں۔ بحر کو بھر کہنے کی دو جہانوں نے یہ لکھی ہے کہ اس میں وسعت اور انبساط کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہی کوئی شخص بہت سخی ہو تو اسے کہتے ہیں اِنَّهٗ لَبَحْرٌ کہ وہ تو بھر ہے۔ یہ درست ہے کہ عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے وسیع ذخیرہ کو بھی اہل عرب بھر کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مذکور نے ابن مقبل کا یہ شعر بطور استشہاد پیش کیا ہے۔

وعن معنا البحران یشر بواہ وقد كان منكم ماء بکمان

یہاں بحر میٹھے پانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ میٹھے پانی کو ہی پینے سے روکا جاتا ہے۔ (لسان العرب)



سَائِعُ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أَجَاجٌ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ لِحَمَاطَرِيَا

اس کا پینا بڑا خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) سخت نمکین، کھاری تلخ۔ اور دونوں میں سے تم کھاتے ہو تو تازہ گوشت نہ

وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفَلَكَ فِيهِ مَوَآخِرَ

اور نکالتے ہو زینت کا سامان جسے تم پہنتے ہو۔ لے اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو پانی میں کسے چرتی، شور پھارتی

لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۵﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

پہن جا رہی ہیں تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل کو لے اور یہ سب نوازنا ہے، تاکہ تم شکر ادا کرو لے وہ داخل کرنا ہے کبھی رات کے ایک حصے کو

اس تحقیق کے بعد اب وہ نیش باقی نہیں رہتی۔ عذب، میٹھا۔ فرات، شدید العذوبۃ بہت شیریں یا جو پیاس کو بجھا دے

تیل ماہو یکسر العطش (مظہری) سائغ، سہل الانذار، جس کا پینا بہت خوشگوار ہو، خود ہی گلے سے نیچے اترتا چلا جائے۔

ملح، نمکین۔ اجاج: شدید الملوحتہ، از حد کھاری۔ وقیل هو ما یحرق بملوح حتر۔ جو اپنے کھارے پن کی وجہ سے

جلا دے۔ (مظہری) علاءہ جوہری کہتے ہیں: ماء اجاج: ای مائع مراد الصحاح، یعنی کھاری تلخ۔

نہلۃ ذائقۃ کے اس تفاوت کے باوجود وہاں پھیلیوں کا تازہ گوشت منارے کھانے کے لیے دستیاب ہوتا ہے۔ طویل سمندری سفر

میں اگر خوراک کے ذخائر ختم بھی ہو جائیں تو پھیل کے گوشت پر انسان گزار داتا کر سکتا ہے پھر اس کی قدرت کا کثر ملاحظہ ہو۔ ایسا نہیں

کہ دریائی پھیلیوں کا گوشت لذیذ اور کھانے کے قابل ہو اور کھاری سمندروں کی پھیلیوں کا گوشت نمکین اور کھاری ہو، اگرچہ جس پانی

میں وہ پیدا ہوئیں، خوراک کھاتی رہیں، وہ تو کڑوا اور کھاری ہے۔ یکجا نہیں جا سکتا، لیکن اس کی پھیلیوں میں نہ سمندر کی بدبو ہے اور

نہ وہ ناپسندیدہ ذائقہ اس خالق کی قدرت کا اس سے زیادہ روشن تر ثبوت کوئی اور بھی تمہیں درکار ہے۔

نہلۃ اس کا مزید کرم ملاحظہ ہو کہ اسی سمندر میں تمہیں موتی، جواہرات اور مرجان ملیں گے جن کو زیوروں کی طرح پہن کر تم اپنی

زیب و زینت کو چار چاند لگا سکتے ہو۔

نہلۃ اس کی عنایت کا سلسلہ میں یہیں ختم نہیں ہو جاتا، تم ان کشتیوں، ان بھاری بھکم سمندری جہازوں کو دیکھو، اپنی کشتیوں پر

ہزاروں ٹنوں کو اٹھائے، ہزاروں لاکھوں من سامان سے لے کر، سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے اپنی منزل مقصد کی طرف بڑھتے

پہلے جا رہے ہیں تاکہ تم اپنے ملک سے دوسرے ملکوں میں جا کر علم اور ہنر سیکھو۔ اپنا سامان تجارت لے جا کر وہاں کی منڈیوں میں فروخت

کرو، وہاں کے نوادرات اور ضرورت کی مصنوعات خریدو اور انہیں اپنے وطن میں لاکر بیچو اور ایک سفر سے دوسرا نفع کمادو، ان تمام کو

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کا فضل کہا ہے۔ مواضع جمع ہے اس کا ادا مدافعت ہے کشتیاں، علاءہ جوہری عذک تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں

اذا اجرت تشقی الماء مع صوت صحاح، یعنی ٹھکتے ہیں پانی کو اس طرح چیرنا کہ اس سے شور پیدا ہو کشتیاں جب پانی کو چیرتی



وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ لَا وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِى

دن میں اور کبھی داخل کرتا ہے دن کے ایک حصہ کو رات میں اور اس سے پابند حکم کر دیا ہے سورج اور چاند کو گلاب ایک رواں ہے

لِاجْلِ مُسَسَّىٰ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ

مقررہ میعاد تک یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہی ہے۔ اور وہ (جنت، جن کی تم پُرجا کرتے ہو

مَنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۗ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا

اللہ تعالیٰ کے سوا وہ تو گھٹل کے چھکے کے بھی بلک نہیں ۲۵ اگر تم انہیں پکارو تو نہ سن سکیں گے

ہوئی گزرتی ہیں تو شور پیدا ہوتا ہے اس لیے انہیں مواخرا کیا گیا۔

۲۴ تاکہ تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور اپنے منعم حقیقی کا تصور بجا لاؤ یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اس کے تمام اولاد و نواسی کی سختی سے پابندی کرو تاکہ تم پر مزید لطف و کرم کی بارش کی جائے۔

۲۵ سالہ ہجر مہموم بھی ایک سال نہیں ہوتا اور دن رات بھی گھنٹے بڑھتے رہتے ہیں۔ ورنہ تم اس کیسے نیت سے اکتا جاتے۔ نیز طرح طرح کی سبزیاں گرمی اور سردی کے پھل۔ ان سے بھی تم محروم ہو جاتے! اس لیے اپنی قدرت کاملہ سے اس نے براہ نظام فرمادیا ہے کہ سب فصلوں کے بعد موسم بدلتے رہیں۔ گرمی کے بعد سردی، خزاں کے بعد بہار کی آمد کا تسلسل قائم رہے۔ دن اور راتیں گھنٹی بڑھتی رہیں۔ تاکہ اس کی قدرت کے مختلف نشووناموں پر پیر ہو سکتے رہیں۔ اس نے سورج اور چاند کے لیے بھی ایک نظام الاوقات مقرر کر دیا ہے۔ وہ اسی کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔

جو اتنی قدرتوں کا مالک جو اتنی حکمتوں والا اور سپریم لطف و احسان فرماتے والا ہے وہ ہے تمہارا خدا جو تمہارا رب ہے جو تمہیں صفت سے قوت کی طرف، نقص سے کمال کی طرف، جمالت سے علم کی طرف تدریجاً تدریجاً لیے جا رہا ہے۔ سارا مالک اسی کا ہے سب جہانوں میں اسی کی حکمرانی ہے۔

۲۶ اے کفار و مشرکین! اپنے رب کریم، معبود برحق، فہمنا شاہ حقیقی کو چھوڑ کر، اس کی عبودیت کا رشتہ توڑ کر جن بتوں وغیرہ کو تم نے خدا بنا رکھا ہے اور جن کی پوجا پاٹ میں تم مشغول رہتے ہو ان کے افلاس اور بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے تو کجا وہ تو کھجور کی گٹھلی میں جو باریک سا سفید چھلکا (پرودہ) ہوتا ہے اس کے بھی مالک نہیں۔ جو اتنے مفلح، تلویش اور بے بس ہوں ان کو اپنا معبود بنا نا، ان کی پوجا کرنا، اور رب قدیر و مجیم اور مالک الملک کو چھوڑ دینا کہاں کی دانائی اور عقلمندی ہے۔ کچھ تو سوچو۔ تم کیا کر رہے ہو۔ ذرا غور تو کرو۔ تم کہہ جا رہے ہو مختلف مفسرین نے اس آیت کی جو تفسیر کی ہے، ملاحظہ ہو:

تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ اِیْ الْاِصْنَامِ (مظہری) تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ

دُعَاءُكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ

تماری پکار اور اگر وہ بالفرض سن بھی لیں تو وہ تماری انتہا قبول نہیں کر سکیں گے اور روز قیامت (صاف انکار کر دیں گے

بِشْرِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۱۴ یَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ

تمہارے شرک کا ۱۴ اور (حقیقت حال سے) تجھے کوئی آگاہ نہیں کر سکتا نہ اے خبیر! خبیر کی مانند ۱۴ اے لوگو! تم سب محتاج ہو

إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۱۵ إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ

اللہ تعالیٰ کے اور اللہ ہی غنی ہے سب خوبیوں سر اہل ۱۵ اگر اس کی مرضی ہو تو تم سب کو نابود کر دے اور نئے

الادنان (بحر) سب کا مفہوم ایک ہے یعنی وہ بُت جن کی تم پر جا کرتے ہو۔ معلوم ہو کہ یہ آیت تہوں اور ان کے بچاریوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ قطعیں: لغافة رقيقة على النواة۔ (مظہری) وہ باریک پردہ جو شکل پر ہوتا ہے۔

۱۴ مشرکین کے معبودوں کی بے بسی کا مزید بیان ہے کہ یہ بے جان ٹود تباں تم لا کھتی ہو، فریاد کرو انہیں کیا خبر کونم کیا کبر ہے ہو اور بالفرض سن بھی لیں تو یہ تماری کیا شکل حل کر سکتی ہیں۔ تماری کیسے مدد کر سکتی ہیں۔ جب ان کے پاس ہر سے سے کوئی اختیار ہی نہیں، کوئی طاقت ہی نہیں۔ قیامت کے روز نہیں دنیا میں معبود بنایا گیا تھا وہ صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم معبود تھے نہ ہم نے ان کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی ہمارا اور ان کا باہمی کوئی تعلق تھا۔ علامہ آرسی لکھتے ہیں کہ بُت تو اس لیے جوڑا نہیں دیں گے کہ وہ بے جان نہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں، لیکن جو کم بخت فرشتوں کو یا اللہ تعالیٰ کے مقررین کو پکارتے ہیں وہ اس لیے جواب نہیں دیں گے کہ ان گراہوں نے انہیں خدا سمجھ رکھا تھا حالانکہ وہ خدا بننے سے بالکل الگ تھے پس وہ ایسے لوگوں کی فریاد کا کیوں جواب دیں گے جو ان پر اتنی بڑی شمت لگا رہے تھے۔ وكيف يحسبون زاعم ذلك فيهم وفيهم من العتمة ما فيه رذوخ المعاني

معلوم ہوا کہ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خدا اور معبود مانتے تھے ان بد بختوں کی حواں نصیبی کا یہ حال ہوگا ۱۴ اے سننے والے! صحیح حالات سے تمہیں آگاہ کیا جا رہا ہے اور آگاہ کرنے والا وہ رب ہے جو ظاہر و باطن، عملی و نفسی ہر چیز سے خبردار ہے۔ اب تو خود ہی سوچ لے کہ کوئی اور ایسی ہستی ہے جو اس خبیر و علیہم کی طرح حقائق اور صداقتوں سے تجھ کو اس طرح آگاہ کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں مفہوم کلام یوں ہے: لا ینبئک ای لا یخبرک بحقیقة الامور الا محمد بنو مثل خبیر (مظہری)

۱۵ اے لوگو! تم اپنے وجود میں، اپنی بقا میں، اپنی نشوونما میں غرضیکہ دونوں جہاں کی زندگی میں ہر ہر قدم پر اس کے فضل و کرم کے محتاج ہو۔ اگر وہ آکھ چکے کی دیر یا اس سے بھی کم کے لیے اپنی نگاہ لطف پھیرے تو تمہیں ہوش آ جائے۔ تم سب اس کے محتاج ہو اور وہ بے نیاز ہے۔ کوئی اس کی تعریف نہ بھی کرے تب بھی وہ سب خوبوں والا ہے۔

الذکر

جَدِيدٌ ۱۵ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۱۶ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ

ایک نئی مخلوق۔ اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر قطعاً دشوار نہیں۔ اور بوجھ نہیں اٹھائے گا کوئی گنہگار کسی دوسرے

اُخْرَى ۱۷ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِوَاهِرِهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا وَاوُكُو

کا بوجھ اٹھے اور اگر بلائے کا پشت پر بوجھ اٹھانے والا کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کیلئے، تو نہ اٹھائی جائے گی اس کے بوجھ سے کوئی شے اگرچہ

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۱۸ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا

کوئی قریبی شے داری ہو سہل آپ صرف ان کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور صحیح صحیح ادا کرتے

۲۹ واژه: مضمت ہے اس کا مصروف نفس ممدوف ہے۔ اس کا مطلب ہے: لا تحمل نفس آثمۃ اثم نفس اُخریٰ زودح المعانی یعنی کوئی گنہگار جو پہلے ہی اپنے بارگناہ کے نیچے دبا چلا جا رہا ہے وہ کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ کیوں کر اٹھا سکتا ہے۔ سورہ عبکبوت کی آیت ہے: ول یحملن اثقالہم و اثقالہم مع اثقالہم کہ وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے علاوہ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ دو آئین متضاد ہیں کیونکہ سورہ عبکبوت میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ وہ لوگ ہیں جو کفر اور باطل کے سرخیز تھے۔ خود بھی گمراہ، بدکار اور مشرک تھے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بٹکانا انہیں گناہوں اور شرک میں مبتلا کرنا ان کا معمول تھا۔ ایسے لوگوں پر دوسرا بوجھ ہوگا ایک اپنی بدکاریوں کا اور دوسرا ان سے بدکاریوں کا جن میں ان کے درفٹانے سے دوسرے لوگ مبتلا ہوئے یعنی خود گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے دو بوجھ ان کی گردن پر ہوں گے۔ گمراہ ہونا جس طرح ان کا فعل ہے اسی طرح لوگوں کو گمراہ کرنا بھی انہیں کا فعل ہے۔

۳۰ پہلے مفہوم کی مزید توضیح کی جا رہی ہے۔ مشقۃ: بوجھ سے لدا ہوا یا لدی ہوئی۔ یہ لفظ مذکر مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (قرطبی) ای نفس اقلتہما الذوزار۔ حمل: ماکان علی الظہر، اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ پر لدا جا رہا ہو۔ جو پیٹ میں یا دنتوں کی شاخوں میں ہوا سے حمل کہتے ہیں۔ والحمل حمل المرأة والنخلۃ (قرطبی)

حضرت فضیل بن عیاض سے منقول ہے۔ اس سے مراد وہ عورت ہے جس نے بچہ جنا ہوگا اور وہ اس دن اپنے بچے کو کہے گی: یا ولدی! العیون بطنی لذ وعاء، العیون نذی لذ سقاء، العیون تجری لذ وطاء۔ فیقول بلی یا اماء! لے میرے بیٹے! کیا میرا پیٹ تیرے لیے قرار گاہ نہ تھا، کیا میری چھاتیاں تیرے لیے مشکیزہ نہ تھیں، کیا میری گردن تیرے لیے آرام کی جگہ نہ تھی؟ وہ کہے گا ہاں میری اماں ہاں!

فتقول یا بیتی قد اقلتہ ذنوبی فاحمل عنی منها ذنبا واحدا۔ فیقول الیذ عنی یا اماء فاتی بذنبی عنک مشغول: (قرطبی) چہرہ کہے گی میرے بیٹے، میرے گناہوں نے میری گردن ڈری ہے پس اس انبار سے ایک گناہ تو اٹھا لو۔



الصَّلَاةُ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۗ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۵﴾

ہیں نماز اللہ اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے سو وہ اپنی سببائی کے لیے ہی اختیار کرتا ہے اللہ اور یاد کرو آخر کار اللہ جلیب

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿۱۶﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿۱۷﴾

ہی دُعا ہے۔ اور کیسا نہیں ہے اندھا اور بینا۔ اور نہ (کیسا) ہیں، اندھیرے اور نور اور

لَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿۱۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴿۱۸﴾

نور کیسا ہے، سایہ اور تیرہ دھوپ۔ اور نہ ایک جیسے ہیں زندے اور مردے اللہ بیک

وہ کے گناہ! دُور ہٹ جا میں اپنے گناہوں میں مشغول ہوں، میں تیری طرف توجہ نہیں کر سکتا۔

اس آیت یا اس روایت سے مطلق شفاعت کا انکار کم نہیں یا تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ شہید حافظ قرآن بیٹا اپنے والدین کو بخشنے کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام محمود پر فائز ہوں گے اور اپنی اُمت کے گنہ گاروں کی بخشش کے لیے التجا کریں گے جو قبول ہوگی اسی طرح دیگر انبیاء و اولیاء اور علماء ربانیین اپنے اپنے درجہ کے مطابق شفاعت کریں گے۔

آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ایسے لوگ جو خود گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں گے جنہوں نے اپنی ساری عمر نافرمانی میں بسر کی ہوگی، جنہوں نے اس دُنیا میں حضور کی شفاعت کا انکار کر کے اپنے آپ کو شفاعتِ محمدی سے محروم کر دیا ہوگا یہاں ایسے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ نیز انبیاء و اولیاء کی شفاعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ گناہ گاروں کے گناہ انکار اپنے سر پر رکھ لیں گے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کی بخشش کے لیے دُعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دُعا کی برکت سے ان کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور گناہوں کا بوجھ سسے سے باقی ہی نہیں رہے گا۔

۱۵۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ سب کو آنے والے عذاب سے ڈراتے تھے سب غافلوں کو بروقت تنبیہ فرماتے تھے، لیکن حضور کی اس تنبیہ سے نادمہ اٹھانے والے فقط یہی خوش نصیب تھے جن کا ذکر اس آیت میں کیا جا رہا ہے۔

۱۶۔ جو شخص اپنے دامن کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے تقویٰ اور پارسائی کو اپنا شعار بنا تا ہے کسی پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ اس میں سراسر اس کا اپنا سبب ہے۔ اسی کے مراتب بلند ہوں گے اور اسی کو بارگاہِ رب العزت میں شانِ رفیعہ بخشی جائے گی۔

۱۷۔ ان آیات میں ذرا غور فرمائیے:

اعنی سے مراد کافر۔ بصیر سے مراد مؤمن۔ ظلمت سے مراد باطل۔ نور سے مراد حق۔ ظلّ (سایہ)

سے مراد ثواب۔ حور و (سخت گرمی) سے مراد عقاب ہے۔ اسی طرح احیاء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل زندہ ہیں جن کی آنکھیں کھلتی ہیں جن کے کان آواز حق کو سن سکتے ہیں اور اموات سے مراد وہ مردہ دل ہیں جن کی ظاہری اور باطنی



اللَّهُ يَسْمَعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۚ إِنَّ أَنْتَ

اللہ تعالیٰ سنا ہے جسکو چاہتا ہے لکھ اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں ۱۵۲

إِلَّا نَذِيرٌ ۚ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ

مگر بروقت ڈرانے والے۔ ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈلانے والا۔ اور کوئی امت ایسی

إِلَّا أَخْلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۚ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ

میں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ ہو گزر رہا ہو لکھ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو کوئی تعجب نہیں) بیکس جھٹلاتے رہے

قوتیں بیکار ہو چکی ہیں۔

۱۵۲ یہاں سماع سے مراد فقط سنانا نہیں بلکہ ایسا سنا جو ہدایت پذیری کا سبب بن جائے جس سننے کے بعد انسان کفر کے اندھیوں سے نکل کر ہدایت کی روشنی کی طرف آجائے۔ ان المراد لیسع من لیشاء سماع تدبیر وقبول لآیات عزوجل

۱۵۳ یہاں بھی سماع سے مراد ظن سنانا نہیں، بلکہ وہ سنا ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ والمراد بالسماع هنا ما ارید به فی سابقہ ردح المعانی، علامہ قرطبی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں، اسی بمنزلة اهل القبور فی ائسہ لا ینتفعون بما یسمعونہ ولا یقبلونہ (قرطبی) یعنی یہ کافر اہل قبور کی طرح ہیں کہ اگر انہیں کوئی نصیحت کی جائے تو وہ اس سے نہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں۔ سماع موتی کے متعلق مفصل بحث سورہ روم آیت ۱۵۴ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۱۵۴ یعنی نبوت کا سلسلہ کسی ملک، علاقہ یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں جہاں بھی انسانوں کا کوئی گروہ آباد تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا ان کے پاس ضرور آیا۔ خواہ وہ نبی ہو یا کسی نبی کا پیروکار جس نے تبلیغ کا فریضہ اکرادیا۔ اس میں عرب مصر یا فلسطین کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہند، چین، جاپان، افغانستان اور دیگر پڑا خطوں میں بھی نذر تشریف لے آئے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اب جن انبیاء کرام کے اسماء گرامی قرآن کریم یا صحیح حدیث میں مذکور ہیں۔ ان کی نبوت پر ایمان لانا شرط اسلام ہے اور جن کے اسماء مذکور نہیں ان پر بھی ایمانی طور پر ایمان لانا ضروری ہے یعنی ان علاقوں میں کسی زمانہ میں جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہم اس کی نبوت کو ماننے ہیں، لیکن حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کہہ کر کہ سلسلہ نبوت ہی ختم ہو گیا۔ اس آفتاب عالمی کے طلوع ہونے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اس لیے اب تاقیامت کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آیت میں بھی خلتاً؛ یعنی گزر چکے ہیں انہی کا عیض استعمال ہوا ہے جو گزشتہ نطنے پر دلالت کرتا ہے۔ اب ہر قوم کے لیے ہر زمانہ میں حضور سید الانبیاء و خاتم المرسلین کی ذات پاک ہی منبع ہدایت اور اسوہ حسنہ ہے۔

اب تبلیغ کا فریضہ حضور کی امت کے اولیاء و علماء انجام دیں گے۔ حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب اور دجال ہے

قَبْلَهُمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝۲۱ ثُمَّ

جو ان سے پہلے تھے، تشریف لائے تھے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں، آسمانی صحیفے اور نورانی کتاب لے کر آئے پھر جب

أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۲۲ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ

ان کی سرکشی کی حد پہنچی تو میں نے کچھ ایسا کیا کہ میں رسائی دینا چاہتی ہے، میرا مذاق کیا تھا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ

آسمان سے پانی ہم نکالتے ہیں اس کے ذریعے طرح طرح کے پھل جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں ۝۲۳ اور

الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝۲۴

پہاڑوں سے بھی رنگ برنگ ٹھوسے ہیں کوئی سفید، کوئی سرخ۔ مختلف رنگوں میں (کوئی شروع کوئی مدہم) اور بعض جتنے سخت سیاہ ۝۲۴

جس طرح احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ نیز ان آیات میں غور کرو: یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ نیز وَمَا ارسلناک الا کافترا للناس۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ارشادِ خداوندی کے مطابق تمام نبی فریح انسان کے لیے تاقیاً رسول ہیں تو پھر کسی مزید رسول کی گنجائش نہیں رہتی۔

۲۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں۔

۲۲۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بر قلہ منیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ایک زمین ہے اور ایک ہی پانی لیکن پھلوں کی قسمیں گہنی ہی نہیں جاسکتیں۔ رنگ، ذائقہ اور نمک سب کی الگ الگ خصوصیات اور اثرات بھی ایک دوسرے سے یکسر جدا جدا۔ اس کیسانی میں ایسی نیزگی، حکمت ربانی کی کتنی بڑی دلیل ہے۔

۲۳۔ مختلف پہاڑوں کی بناوٹ، ان کی بلندی و پستی میں قدرت ربانی کے صد ہا جلوے نظر آ رہے ہیں۔ ذرا ان کے رنگوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ کہیں تو بالکل سفید صاری پھی گئی ہے، کہیں رنگت سُرخ ہے اور سُرخ ہی ایک جیسی نہیں اس رنگ میں بھی کئی رنگ ہیں۔ کوئی ہلکا سُرخ، کہیں گورھا عنائی، کہیں گلابی مائل اور کہیں سیاہ ہے تو ایسا سیاہ کہ بس حد ہی ہوگئی۔ جُدَدٌ کا معنی طر ائین، راستے بھی کیا گیا ہے یعنی پہاڑوں کا اپنا رنگ ہے، لیکن ان کی گھاٹیوں میں سے جو راستے گزرتے ہیں ان کی رنگتیں میٹھے میٹھے ہیں۔ وہی ماختلف من الطریق فی الجبال۔ اور بعض نے جُدَدٌ کا معنی قطعہ ٹکڑے کیا ہے۔ یعنی پہاڑوں کے مختلف حصوں کے مختلف رنگ ہیں۔ جُدَدٌ قطع من قولک جددت الشئ اذا قطعته یعنی جب کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے تو کہتے ہیں جددتہ۔

۱۵۳

## وَمِنَ النَّاسِ وَالذَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ

اور انسانوں ، چارپایوں اور جانوروں کے رنگ بھی اسی طرح جدا جدا ہیں۔

## إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۱۵۲﴾

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (دروہی طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔

پہاڑوں کے مختلف رنگوں کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کر کے ان معدنیات کا کھوج لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جو ان کے شکلوں میں موجود ہیں اور مدت سے کسی جو افراد باہمت انسان کی ضرب غار اشکاف کے لیے چشم براہ ہیں اور پہاڑوں کی یہ مختلف رنگتیں ان مدفن غرائف کا پتہ بنا رہی ہیں۔ افسوس وہ قوم جسے قرآن کریم صبی کتاب مزہ عطا کی گئی تھی وہ اسے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر سو گئی اور یورپ کی وحشی قومیں اس چشمہ صافی سے اپنی کشت حیات کو سیراب کرنے میں سبقت لے گئیں۔

غرابیب : غریب ای شدید السواد : یعنی بہت سیاہ۔

شکستہ قدرت کی قدرت آفرینیاں یہاں ختم نہیں ہو جاتیں۔ مصروفیت کا موقم انسانوں، چوپایوں اور جانوروں کو مختلف رنگ آمیزوں سے یوں آراستہ و پیراستہ کر رہا ہے کہ دل کچھ چلے جاتے ہیں۔ آگے میں ہزار بار دیکھنے کے باوجود یہ نہیں ہوتیں اور یکبار دیگر بینم کی آرزو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ خصوصاً انسان اپنے قد و قامت، نمود و حال، مباحثت و ملاحظت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ صرف آغا ہی نہیں، اپنی باطنی قوتوں، ذہنی صلاحیتوں، فطری استعدادوں میں بھی ایک حیرت انگیز تنوع پیش کرتی ہیں انسانوں میں اگر یہ تفاوت نہ پایا جاتا، تو عروس کائنات کے گیسو کو سنوارتا۔ ان حق و دوق صحراؤں کو چمنستان کیسے بنایا جاتا۔

لے اللہ تعالیٰ کی اعجاز آفرینیوں کا معنی وقت نگاہ سے لوگ مٹا لیں گے حکمت ربانی کے نئے نئے جلوے رُو نما ہوتے جھانکنے انہیں اس تدبیر اور مصلحہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہو گا جو انہیں عین الیقین کی منزل تک پہنچائے گا اور وہاں سے حق الیقین کی منزل زیادہ دور نہیں طلب صادق ہوگی تو فریق کا ہاتھ بڑھے گا اور انہیں ان بلندیوں پر ناز کر دے گا جہاں حق الیقین کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں شک و شبہ کا غبار نہیں۔ وہاں پہنچ کر انہیں اپنے رب فواہج اللہ والاکرام کی معرفت نصیب ہوگی، پھر جس خشیت سے ان کے دل معمور ہوں گے ہمارے لیے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ حکمائے اسلام کے نزدیک علم کی حقیقت کیا ہے، اس کے لیے چند اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: لیس العلم عن كثرة الحديث لكن العلم عن كثرة الخشيت۔

ترجمہ: زیادہ باتیں بنانا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خشیت ڈرنا، کو علم کہتے ہیں۔

۲- امام مالک فرماتے ہیں: ان العلم ليس بكثرة الروايت وانما العلم لذر يجعله الله في القلب

ترجمہ: کثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں، بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی دل میں ڈال دیتا ہے۔



إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا

بیگ بزرگوں سے) تلاوت کرتے ہیں اللہ کی کتاب کی اور نماز قائم کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اس

رِزْقِنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۗ لِيُؤْتِيَهُمُ

مال سے جو چاہتے ان کو دیا ہے رازداری سے اور علانیہ، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو بزرگوں نقصان والی نہیں لگے تاکہ اللہ

أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۗ وَالَّذِي

انہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے اور مزید اٹھائے ان کے اجر میں اپنے فضل سے۔ بیگانہ بہت بخشنے والا بلا قدر دان ہے لگے اور جو

۳۔ مجاہد فرماتے ہیں: انا العالم من خشى الله عز وجل۔ (ترجمہ) عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل سے ڈرتا ہے۔

۴۔ ریح بن اسن کا ارشاد ہے: من لم يخش الله تعالى ليس بعالم۔

ترجمہ: جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔

۵۔ حضرت ابن مسعود سے ایک قول مروی ہے: كفى بخشية الله تعالى علما وبالا غترار جهدا۔

ترجمہ: اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے تو انسان کے لیے اتنا علم ہی کافی ہے اور اس سے بڑی

جہالت اور کوئی نہیں کہ انسان خدا سے غور کرنے لگے۔

۶۔ سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ اس شری میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ فرمایا: جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

من افقر اهل المدينة قال اتقاهم لربه عز وجل۔

یہ دنیا علی مرتضیٰ کو م اللہ و رحمہ کا یہ ارشاد و گلامی آپ زرعے کھنے کے قابل ہے:

”ان الفقيه حق الفقيه من لم يقنط الناس من رحمة الله ولم يفرغ لهم في معاصي الله تعالى

ولم يؤمنهم من عذاب الله تعالى ولم يدع القرآن رغبته عن الی غیرہ“

ترجمہ: یعنی صحیح معنوں میں فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یا کوس نہ کرے اور خدا کی

نافرمانی پر انہیں جبری نہ کرے۔ خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اسے کوئی چیز اپنے

راغب نہ کرے۔ (ترجمہ)

لگے یعنی یہ لوگ ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے جس میں خسارے اور گھٹاٹے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳۳۔ ایسے پاکبازوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال بخشنے کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور صرف اسی اجر پر بس نہیں بلکہ بیسیبہم

من فضله: انہیں اپنے فضل و کرم سے مزید بخشنے گا۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا اندازہ کون لگائے، اس کو کس ترازو سے تول جائے اور



أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ

کتاب بذریعہ وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے وہی سراسر حق ہے۔ وہ تصدیق کرتی ہے پہلی کتابوں کی۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْبَادُهُ لَخَيْرٌ بَصِيرٌ ۖ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ

بیکس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سارے اعمال سے باخیر ہے اور دیکھنے والا ہے کلاک پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۖ

جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ رو ہیں

وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ۖ يُأْذِنُ اللَّهُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۗ

اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکیوں میں اللہ کی توفیق سے شانے عسی (اللہ تعالیٰ کا) بہت بڑا فضل (و کرم) ہے لاکے

کس بیان سے ناپا جانے۔ وہ مغفور بھی ہے اور شکور بھی۔ خاص عمل اگر متوراجی ہو تو وہ اس کو قبول فرماتا ہے اور اس پر ثواب بے اندازہ عطا کرتا ہے۔ یقبل القلیل من العمل الخالص ویشیب علیہ الجزیل من الثواب وقوہی،

لانکہ اس آیت میں بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ فرمایا یہ کتاب حق ہے پہلے جو کتابیں نازل ہوئیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔ اگر اس کتاب کے بعد بھی نبوت اور وحی کا سلسلہ جاری رکھنا مقصود ہوتا تو یہاں بھی یہ فرمایا جاتا کہ پہلی کتابوں کی طرح یہ بعد میں نازل ہونے والی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔

شانے علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے:

ھذا امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی جن لوگوں کو کتاب کا وارث کیا گیا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ اس امت میں ایک گروہ وہ ہے جس سے غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں بھی سستی ہوجاتی ہے اور بعض وہ ہیں جو درمیانہ رو ہیں، جو فرائض کو ادا کرتے ہیں، محرمات کے نزدیک نہیں پہنچتے، لیکن مستحبات میں سستی کرتے ہیں اور بعض معرودہ چیزیں ان سے سرزد ہوتی ہیں۔ اور تمیز اگر وہ ان پاکبازوں اور وفاشماروں کا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی ہے۔ دنیا کی لذتوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ دنیا کے مشاغل یا دحق سے انہیں غافل نہیں کر سکتے۔ ہر جگہ کام میں سب سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا سارا وقت ان کا سارا مال بیکان کا دل و جان بھی رضائے جہان پر قربان ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی ہی تفسیر لیکھی ہے علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیروں نقل کی ہے:

”ھذا امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقط الحمد یغضظہ و مقصدہم یماسب حسابا یمیرا و سابعہم

جَنَّتْ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُمَلَكُونَ فِيهَا مِنْ آسَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَ

سدا بہار باغات! یہ ان میں داخل ہوں گے۔ پسنائے جائیں گے انہیں وہاں سونے کے کلنگ اور

لُؤْلُؤًا وَ لِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۱۵۷﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ

موتوں کے ہار۔ اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی۔ (خوش قسمت کے طور پر) کہیں گے سب ستائیں اللہ کے لیے ہیں جس نے

عَمَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۱۵۸﴾ الَّذِي أَحْكَمَ آدَارَ الْمَقَامَةِ

دُور کرو یا ہم سے غم و اندوہ، یقیناً ہمارا رب بہت بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ جس نے ہمیں بسایا ہے ابدی ٹھکانے پر اپنے فضل

مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نُصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا الْغُوبُ ﴿۱۵۹﴾

(واعمال) سے۔ نہ چھوئے گی ہمیں یہاں کوئی تکلیف اور نہ چھوئے گی ہمیں یہاں کوئی تنگن گناہ

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فِيمَوتُوا وَ

اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ (تیار) ہے۔ جہان کی قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور

يدخل الجنة بغير حساب ۱

ترجمہ: کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ اُمت محمدیہ ہے۔ ان میں جو گناہگار ہیں ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۱ اور جو درجہ بنا رہے ہیں ان سے آسان حساب لیا جائے گا۔ جو سابقین ہیں ان کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

۲ لائے قرآن مجید کا وارث بنانا اور پھر تم میں ایسے گروہ کا پیدا کرنا، یہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و کرم ہے جو اس کریم نے

تم پر فرمایا ہے۔

۳ گناہ ان آیات میں اس انعام و اکرام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرمائے گا۔

چند الفاظ: اسور اس کا واحد اسورہ ہے کلنگ جو کلائیں میں پسنے جاتے ہیں۔ الحزن، غم و اندوہ۔

مکرر نے حزن کی وضاحت کی ہے، خوف الذنوب والسیئات وخوف رد الطاعات (مظہری)

یعنی گناہوں اور خطاؤں کا ڈر اور عبادتوں کے مُترو ہونے کا اندیشہ۔

دارالمقامہ: دارالاقامہ، مقامہ، صدر میمی ہے۔ دارالاقامہ کا معنی ٹھکانے کی جگہ۔ نصب، تعجب، تھکاوٹ۔

لغوب: کلال و اعیاء، من التعب، تھکاوٹ سے بدن میں جو انحرال اور ذہن میں جو پُر مروگی پائی جاتی ہے۔

لَا يُخَفُّ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۝ وَهُمْ

نہ ہٹا کیا جائے گا ان سے دوزخ کا عذاب۔ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر ناشکر گزار کو جسے اور وہ

يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا

اس میں جینے پھلاتے ہوں گے (فریاد کریں گے) اے ہمارے رب! (ایک بار) ہیں یہاں سے نکال۔ ہم بڑے نیک کام کر رہے ہیں

نَعْمَلْ ۝ أَوْ لَمْ نَعْمَلْ كُمْ قَائِلِينَ تَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرُ وَجَاءَكُمْ التَّنْذِيرُ

نہیں جیسے ہم پہلے کیا کرتے تھے۔ (جواب ملے گا) کیا ہم نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی جس میں (بہسانی) نصیحت قبول کر سکتے تھے

فَذُوقُوا فَلِلظَّالِمِينَ مِنْ تَصْدِيرٍ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ السَّمَوَاتِ

قبول کرنا چاہتا اور تشریف لے آیا تھا تمہارے پاس اور لے والا تم نے اسکی بات نہ مانی ہے اب (اپنے کیے کا) مزہ چکھنا شروع کیے کہ نہ لگا نہیں لگے

وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

تخلی جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر چہی بولی چیز کو یقیناً وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ وہی ہے جس نے تمہیں (دگر تہ توہوں کا)

۱۵۸ پہلے تو اہل ایمان اور ان کے تین گروہوں کا حال بیان کیا گیا اب کفار کے حالات کا ذکر ہو رہا ہے۔ لا یقضی علیہم اسی لا ینکحہ علیہم بالموت؛ یعنی کفار کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اس وقت وہ تمنا کریں گے کاش موت ہی آجاتی اور اس شہید سے ہماری جان چھوڑتی، لیکن نہ انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب میں تخفیف ہوگی۔ ہمیشہ اسی طرح اپنے کفر اور ناشکری کی سزا جھیلتے رہیں گے۔

۱۵۹ دوزخی جہنم میں روٹا اور چلانا شروع کر دیں گے اور یا دوزخ سے نکالے جانے کی درخواست کریں گے اور وعدہ کریں گے کہ اگر ایک بار میں موقع مل گیا تو ہم کبھی تک کام ہی کرتے رہیں گے۔ انہیں کہا جائے گا کہ اب ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم دنیا میں پل بھر کے لیے جاتے اور پھر وہاں سے رخصت کر دیے جاتے تو تم یہ فخر پیش کر سکتے تھے کہ اے ہمارے خداوند! ہم دنیا میں گئے ضرور لیکن صرف پل بھر کے لیے۔ نہ ہمیں کچھ سوچنے کا موقع ملا نہ سمجھنے کا۔ نہ کوئی ہمیں سمجھانے آیا اور نہ کسی نے ہمارے سامنے کوئی دلیل پیش کی اس لیے ہم معذور تھے خطا کار ضرور ہیں لیکن ہماری مجبوری اور معذوری بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں اے کفار! تم جانتے ہو یا ایسا تو نہیں ہوا جو صد دراز تک تم دنیا میں رہے تمہیں سوچنے اور سمجھنے کے لیے لمبی قسمت دی گئی۔ ہمارے نبیوں نے خوب سمجھوڑ چھوڑ کر تمہیں خوابِ غفلت سے بیدار کیا، لیکن تم نے کسی موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اب تم سارا روٹا اور چلانا ہے سو رہو



خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ

جانشین بنایا زمین میں۔ پس جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔ اور نہیں اضافہ کرے گا کفار

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا

کے لیے ان کا کفر۔ اللہ کی جناب میں بجز ناراضگی کے اور نہ اضافہ کرے گا کفار کے لیے ان کا کفر بجز گناہے اور

خَسَارًا ۱۹۹ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

خران، کے نہ آپ فرمائیے کیا تم نے دیکھے ہیں اپنے شریک جنہیں تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔

أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ

مجھے بھی تو دکھاؤ زمین کا وہ گوشہ جو انہوں نے بنایا ہے یا ان کی کوئی شراکت ہو آسمانوں کی تخلیق میں یا ہونے

أَتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَاتٍ مِنْهُ بَلْ إِنَّ يَعْزِلُونَ بَعْضُهُمْ

انہیں کوئی کتاب دی ہو اور وہ اس کے روشن دلائل پر عمل پیرا ہوں لہٰذا کچھ بھی نہیں بلکہ یہ ظالم محض ایک دوسرے کے ساتھ

تھیں اچھی طرح آزمایا گیا ہے۔ اب دوبارہ آزمانے کی ضرورت نہیں۔

نہ یعنی کفر و کفر کی کا جو تیرہ ان کفار نے اختیار کر رکھا ہے اس سے اور تو کچھ نہ ہوگا ابھر اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی آتش غضب

ان پر اور بھڑکے گی اور زندگی کی اس بازی میں وہ شکست پر شکست کھاتے چلے جائیں گے اور ان کا کاروبار حیات گھائے اور کھائے ہوگا

لہٰذا ان کے مشرکانہ عقائد پر ضرب کاری لگانی جا رہی ہے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم جن کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہو ان کی کمالات

اور کمالات سے ہم تو بالکل بے خبر ہیں لیکن تمہیں تو ان کے کمالات و کمالات بڑی طرح معلوم ہوں گے۔ ذرا ہمارے ان شکوک کا ازالہ تو

کرتا کہ ہم بھی تمہارے موقف کی معقولیت کا اعتراف کرنے لگیں۔ اگر تمہارے خداؤں نے زمین کا کوئی گوشہ کوئی بڑا عظیم یا کوئی چھوٹا سا

جزیرہ ہی بنایا ہو تو بتاؤ ہم بھی جا کر اسے دیکھیں اگر انہوں نے آسمانوں کی تخلیق میں کوئی اہم حصہ لیا ہو کوئی مشورہ دیا ہو کوئی نقشہ پیش

کیا ہو اور کچھ نہیں تو کوئی چھوٹا سا ستارہ ہی اس آسمان کی چھت میں آویزاں کیا ہو وہی ہیں دکھا دو اور اگر نہ زمین کے کسی گوشہ کے وہ

خالق ہیں اور نہ آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے اور تم بھی اس کو تسلیم کرتے ہو تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کسی کتاب

میں اپنے شرک کی کوئی دلیل دکھا دو۔ اور اگر تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تو پھر فساد انگیزی سے کیوں باز نہیں آتے ہو اور ایک دوسرے

کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لیے جھوٹے وعدے کیوں کرتے ہو۔



بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ۝۱۴۰ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۝

جھوٹے (دلفریب) وعدے کرتے رہتے ہیں۔ بیچک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو تاکر وہ اپنی جگہ سے سرکنے لگیں۔

وَلَكِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا

اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اللہ تعالیٰ کے بعد بیچک وہ بڑا مہم داور بخشنے

غَفُورًا ۝۱۴۱ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ

والا ہے ۱۴۱۔ اور کفار کتہ، اللہ کی سخت قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا

لَيَكُونَنَّ أَهْدَىٰ مِنْ أَهْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ كَانُوا أَكْثَرَ

تو وہ زیادہ ہدایت قبول کریں گے پہلی امتوں سے ۱۴۱۔ پس جب آگیا ان کے پاس ڈرانے والا تو ان کی

۱۴۱۔ یہ تو تم نے بھی مان لیا کہ تمہارے شرکیوں کا آسمان و زمین کی تخلیق میں کسی قسم کا برائے نام حصہ بھی نہیں ہے۔ اب ہم سے سزا ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس کا رفاہ ہستی کو بنانے والا بھی وہی ہے اور چلانے والا بھی وہی ہے۔ زمین کا یہ کشادہ فرش اسی نے بچھایا ہے۔ آسمان کا یہ عظیم و معتدل سا تیان اسی نے تانا ہے اور ہر چیز کو اپنے اپنے مقام پر بٹھرایا ہوا بھی اسی نے ہے۔ سارے آسمان اسی کے حکم سے اپنے اپنے مقام پر ایسا تہ ہیں اور کثرت زمین کو اس بیکراں فضا میں جہاں اس نے فٹ کر دیا ہے وہاں سے ایک آنچ بھجوا دے نیچے نہیں ہو سکتا۔ اگر زمین و آسمان اپنے اپنے مقدرہ مقام سے مشیت الہی کے مطابق ٹٹنے لگیں تو اس کے بغیر کوئی نذر آور اور طاقتور ہستی نہیں ہے جو آگے بڑھ کر گرتے ہوئے آسمانوں کو کندھا دے یا ڈگمگاتی ہوئی زمین کو سنبھال سکے۔

بیچک اللہ تعالیٰ بڑا بڑا بار ہے جو گناہوں سے باز نہیں آتے لیکن وہ انہیں مسلت پر مسلت دیتا چلا جاتا ہے اور بڑا بار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ غفور بھی ہے یعنی اگر کوئی توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

۱۴۱۔ واؤ ضمیر فرج متصل ذوالحال ہے۔ جَعَدَ أَيَّمَا مَنُوعٍ حال ہے یعنی جاہدین فی ایمانہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جب کفار کتہ کے سامنے ان قوموں کے حالات بیان کیے جاتے جنہوں نے اپنے نبیوں کو ٹھٹھلایا، سرکشی اور عصیان کوشی میں مگن رہے۔ جس کے نتیجے میں خدا کا عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حالات سن کر وہ ان تباہ ہونے والی قوموں پر بڑا افسوس ظن کرتے اور کہتے کہ وہ لوگ بڑے بد بخت اور بد مرشت تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عذاب الہی کا حق بنا دیا۔ وہ قسمیں اٹھاتے، سادہ سی قسم نہیں بکھانتا تھی سخت قسم کی قسمیں کھا کر کہتے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نبی آیا تو ہم اس کی پیروی کریں گے اور روادار دست پر ہوں ثابت قدمی سے کامزن رہیں گے کہ گزشتہ زمانہ میں جن قوموں نے

الْأَنْفُورِ ۝ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۖ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ

(حق سے) نفرت اور بڑھ گئی کہ وہ زیادہ سرکشی کرنے لگے زمین میں اور گناہوں کی سازشیں کرنے لگے ۵۵ اور نہیں گھیرتی گناہوں کی

السَّيِّئِ إِلَّا يَاهِلَهُ ۖ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ

سازش بجز سازشیوں کے ۵۶ پس کیا یہ لوگ انتظار کریں ہیں کہ انکے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو پہلے منافقوں کا تھا اور کیا یہ

لَسُنَّتِ اللَّهُ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۚ أَوَلَمْ يَسِيرُوا

(اگر یہ بات ہے) تو آپ نہیں پائیں گے اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی اور آپ میں پائیں گے اللہ کی سنت میں کوئی تیز ۵۷ کیا انہوں نے سیر نہیں

ہدایت قبول کی ان سے بھی بازی لے جائیں گے اور کوئی قوم راست روی اور ثابت قدمی میں ہماری ہمسر نہیں ہوگی۔

من احدی الامم الا مہم کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :

” من كان من الامم السالفة على هدى فممن يكون اهدى منهم“ (مظہری)

۵۵ اور جب وہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان میں رونق بخش ہوا اور اس کی طلعت زریا سے ہدایت کے نواز تاریکیوں کو شکست پر شکست دینے لگے تو یہ گورباطن جو پہلے لیے چوڑے دھوے کیا کرتے تھے، انہوں نے مخالفت شروع کر دی اور دن بدن ان کے عناد اور ان کی نفرت میں اضافہ ہونے لگا۔ انہیں وہ اپنی قسمیں بھول گئیں۔ انہیں یاد بھی نہ رہا کہ کل وہ مصلحی طور پر کیا کہتے تھے اور آج وہ کیا گل کھلا رہے ہیں اور اپنے عمد و پیمان کو توڑ رہے ہیں۔

۵۶ اس آیت کا پہلی آیت سے کیا تعلق ہے، اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے اسے مال بنایا اور بعض نے نفور کا بدل۔ اور بعض نے معقول لاجلہ۔ لیکن میرے نزدیک احسن یہ ہے کہ یہ نفوراً پر عطف ہو۔ یعنی فلما جاء ہمد نذیر ما زاد ہمد الا نفوراً وما زاد ہمد الا استکباراً فی الارض وما زادوا الا مکر السیئ یعنی جب وہ نذیر تشریف لایا تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے وہ اس سے نفرت کرنے لگے۔ اس کی آمد کے بعد ان کے غرور اور سرکشی میں اضافہ ہوتا گیا اور انہوں نے اس کے خلاف بڑھ چڑھ کر گناہوں کی سازشیں شروع کر دیں۔

۵۷ حاق یحییٰ کا معنی ہے، احاطہ کرنا۔ چاروں طرف سے گھیر لینا یعنی وہ سازشیں تو اسلام کے خلاف کرتے تھے لیکن اس سازش کا وبال خود ان پر پڑتا تھا۔ جو جیلہ کیا منک کھائی اسلام کے خلاف ہر منصوبہ خاک میں مل گیا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے اور طرح طرح کے برسان لگا کر بدنام کرنے کی کوششیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شان کو اور زیادہ بلند کر دیتا۔ حضور کی عظمت کا ڈنکا دُور دُور تک بچنے لگتا۔ غرضیکہ جو تدبیر بھی کی اٹھی پڑی۔

۵۸ ینظرون یعنی ینظرون ہے۔ کفار بار بار ٹھوکریں کھانے کے باوجود نہیں سنبھلتے اور اپنی خبیثی سے حرکتوں سے باز نہیں آتے۔

فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكُنُوا

نہیں کی زمین میں تاکر وہ دیکھ لیتے کہ کتنا دردناک، انجام ہوا ان (سرکشوں) کا جو ان سے پہلے گزر چکے مالا مکروہ

أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ

قوت (دطاقت) میں ان سے (کئی گنا) زیادہ تھے ۵۹ اور (سو) اللہ تعالیٰ ایسا کمزور نہیں ہے کہ اسے آسمانوں اور

وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝۶۰ وَلَوْ يَأْخُذُ اللَّهُ النَّاسَ

زمین کی کوئی چیز نیچا دکھا سکے۔ وہ ہر بات جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے ۶۰ اور اگر اللہ تعالیٰ (فوراً) پکڑ لیا کرتا تو لوگوں کو

بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ

ان کے کرتوتوں کے باعث تو نہ (زندہ) چھوڑتا زمین کی پشت پر کسی جاندار کو لیکن (اکی سنت یہ ہے) وہ ڈھیل دیتا رہتا

مُسْمًى ۚ فَإِذَا أَجَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ۝۶۱

انہیں ایک مقررہ میعاد تک پس جب ان کی میعاد آجائے گی تو جبیک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں ۶۱

کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان پر بھی ایسا عذاب نازل ہو۔ جو ان سے پہلے گزری ہوئی سرکش قوموں پر نازل ہوا تھا۔ اگر ان کی ہی منجی ہے تو پوری کر دی جائے گی کیونکہ نافرمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ ایسا ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

۵۹ گزشتہ تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات جو داستانِ عبرت سار ہے ہیں کیا ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے وہ کافی نہیں۔ وہ لوگ قوت، دولت اور وسائل ہر امت ہمارے ان سے زیادہ تھے۔ عذابِ الہی سے وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے ان بچاؤں کی کیا

حقیقت ہے۔ ۶۰ لیجزہ کا فاعل مشیٰ ہے۔ من زائدہ ہے تاکید پر دلالت کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور نہیں ہے۔ آسمان یا زمین پر بسنے والی کوئی چیز خواہ وہ کتنی گرائڈیل، طاقتور، جیلد ساز ہو اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے علم اور اس

کی قدرت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ ۶۱ عذاب دینے میں اللہ تعالیٰ عجلت اور جلد بازی نہیں کرتا۔ ورنہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی چیز سلامت نہ رہتی،

لیکن وہ بڑا علیم اور بڑا کریم درحیم ہے۔

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ وَعَلَىٰ نَبِيكَ وَصَفِيكَ وَحَبِيبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا

۵۵۷۱

محمد افضل الصلوات وازكى التسليمات واطيب التحيات واسنى البركات  
وعلى آله واصحابه واوليائه اجمعين -

رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان  
اعمل صالحا ترضه واصبح لي في ذريتي ابي تبت اليك واني من المسلمين  
اللهم آمين بجاه ظنك ودين عليه الصلوة والسلام -

محمد كرم شاه

نظر ثانی

وقت الاشراف

يوم الاحد

۱۴ رجب ۱۳۹۲ هـ

۲۴ اگست ۱۹۷۲

صلوة الظهر

يوم الخميس

۱۰ رجب ۱۳۹۱ هـ

۲ ستمبر ۱۹۷۱



# تعارف

## سُورَةُ السِّينِ

نام : اس سورہ مبارکہ کا نام سس ہے جو اس کی پہلی آیت ہے اس میں پانچ رکوع، تراسی آیات، کلمات سات سو اسی اور حروف تین ہزار۔

ترجمہ کی حدیث شریف میں ہے کہ ہر چیز کے لیے قلب ہے اور قرآن کا قلب سین ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آسمان پر سین پڑھو، اس لیے قربوت حالت نزع میں منے والے کے پاس سین پڑھی جاتی ہے۔ (خزان العرفان)

زمانہ نزول : مضامین میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ بڑی شدت اور بڑی قوت سے اسلام کی تعلیمات سے انکار کرنے لگے تھے اور اسلامی دعوت اپنے فطری حسن و جمال کے باعث مساؤند رد عمل کو اپنی طرف تیزی سے کھینچنے لگی تھی۔ اسلام کی روز افزوں مقبولیت سے مشرکین گھبرائے تھے۔

مضامین : اس میں اسلامی دعوت کے تین بنیادی اصولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے یعنی توحید رسالت اور قیامت سب سے پہلے حضور کی رسالت کو قرآن کی قسم کھا کر بیان کیا گیا اور یہ بھی بتا دیا کہ آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔ مدت دراز سے سرزمین عرب نورِ نبوت سے محروم تھی، صدیاں بیت گئی تھیں اس ملاقا میں کوئی نئی بیوٹ نہیں ہوا تھا، یہ صد دراز تک گرا رہنے کے باعث فہم و فکر کی قوتیں بانجھ ہو گئیں اس لیے انہوں نے حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایک تباہ شدہ بستی کا حال انہیں سنایا گیا۔ انہیں بتایا کہ اس بستی کے رہنے والوں نے اپنے رسولوں کو ٹھٹھلایا تھا اور وہ برباد ہو گئے تھے تم ان کی روش اختیار نہ کرنا۔ اس ضمن میں ایک بندہ مؤمن کا تذکرہ بھی آ گیا ہے جس کی قوتِ ایمانی اور جذبہ جانفروشی آج بھی ہمارے مردہ دلوں کو نئی زندگی بخشن رہا ہے۔

اس کے بعد اپنی توحید اپنی قدرت اور حکمت پر نکو بینی دلائل پیش فرمائے۔ بجز زمین پر کون مینہ برساتا ہے کس کے حکم سے فدائی اجناس اور رنگ برنگ پھل بجزرت پیدا ہوتے ہیں۔ سورج اور چاند کے طلوع و غروب اور ان کی مقررہ رفتار کی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ سب اپنے اپنے مدار میں محو خرام ہیں نہ کبھی باہمی ٹکراتی ہے اور نہ کوئی اپنے مقررہ وقت سے ایک لمحہ بھر بیٹھا ہے اور نہ کبھی کسی نے آگے گزرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بیچیدہ نظم و دست اس حمد کی

سے کس کی تدبیر سے مصروف عمل ہے و دریاؤں اور مندوں میں کشتیاں کس کے حکم سے سامان اور مسافروں کو اٹھائے جوئے ایک ٹمک سے دوسرے ٹمک کو جا رہی ہیں۔

انسان جس کی تخلیق ایک قطرہ آب سے کی گئی ہے وہ کس ڈھٹائی سے قیامت کا انکار کرتا ہے اور وقوع قیامت پر شہادت و اعتراضات کے انبار لگاتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ اسے حبیب! آپ اس ناہنجار کو بتا دیجئے وہی جس نے انہیں پہلے زندگی بخشی تھی وہی جس کے امر کن سے یہ جہان رنگ و بو معرض وجود میں آگیا، وہی جس کے دست قدرت میں زمین و آسمان کی حکومت ہے جو ہر چیز کا جاننے والا ہے وہی قیامت کے روز تمہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا اور جواب دہی کے لیے اپنی عدالت میں پیش کرے گا۔

اس سورت میں دو چیزیں آپ کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔ آیت ۱۱۴ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ جب انہیں اپنے ان ضرورت مند بھائیوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جن کو اللہ قحط لے رزق نہیں دیا ہم کون ہیں ان کو رزق دینے والے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے۔ درحقیقت ان کا یہ جواب محض اپنی کنجوسی اور تحمل پر پردہ ڈالنے کی ایک جھوٹی کوشش ہے۔ اگر وہ ایسے ہی راضی بقضا ہیں تو پھر کیوں کسبائش میں وہ کسی ضابطے اور قانون کی پابندی کو بھی گراں سمجھتے ہیں۔ دولت کے لالچ میں تمام حدود کو روندتے چلے جاتے ہیں۔ انہیں بھلا ایسی بات کرنے کا کیسے حق پہنچتا ہے کہ ان کے دلوں میں اپنی دولت کی اتنی محبت ہے کہ وہ اس سے بچھڑنا نہیں چاہتے اور کسی محروم کی محرومی پر انہیں ذرا ترس نہیں آتا۔ کسی یتیم اور بیوہ کی حالت زار کو دیکھ کر ان کے دل میں رحم کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ دوسری بات یہ ہے جس کا ذکر آیت ۶۹ میں کیا گیا ہے بتا دیا کہ میرے نبی کریم کے علوم و معارف کا ماخذ خیال فرمائیے مبالغہ آرائی اور شواہد کی کذب بیانی نہیں بلکہ ان کا سرچشمہ وہ کتاب مقدس ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جسے اس نے اپنے حبیب کو تم پر نازل فرمایا ہے تاکہ ہر اس شخص کو بروقت خبردار کرے جس میں انسانیت کی زندگی کا کچھ نہ کچھ اثر موجود ہے۔

سورة يس فكيته هي شاكث مما نون اية فخمسون ركوعا

سورة يس مکی ہے اس کی آیتیں ۸۳ - اس کے رکوع ۵

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

## یس ﴿۱﴾ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَیْسَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی

اسے سیدنا عرب و عجم! قسم ہے قرآن حکیم کی لئے بیٹیک آپ رسولوں میں سے ہیں (یقیناً، آپ

لے اس کے متعلق علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں (۱) یہ سورت کا نام ہے (۲) قرآن کے اسماء سے ہے۔ (۳) یہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ہے۔ (۴) یاسین کا معنی نعمت ملے میں یا انسان ہے اور اس سے مراد انسان کامل یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (۵) رحمت عالمیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ سے ہے۔ (۶) البرکہ و راق کہتے ہیں: یہ نفع ہے یاسین البشر کا۔

علاؤما لوسی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے:

اللہ تعالیٰ المعطی و اما القاسم فمنزلتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من العالم باسره بمنزلة القلب من البدن فما العطف اختراع قلب القران بقلب الاکوان۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "وینے والا اللہ تعالیٰ اور بانٹنے والا میں ہوں"۔ اس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور دل کی مانند ہیں اور سورۃ یاسین قرآن کریم کا دل ہے تو کتنا لطیف اور پیارا آغا ہے اس سورت کا کہ قرآن کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جا رہا ہے۔

لے گفتار مکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے الزامات اور استھائے پیش کرتے تھے یہاں مذکورہ عالم قسم اٹھا کر اپنے رسول کی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اسے انسان کامل! یا اے عرب عجم کے سردار! مجھے اس قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ ان برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

اسے صیب! جب تیرا پروردگار تیری رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر۔ اس کے بعد اگر کوئی بدعت تیری رسالت کو مانتے سے انکار کرے تو آپ کو برگزیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔

قسم اٹھاتے ہوئے صرف والقرآن نہیں فرمایا بلکہ والقرآن حکیم فرمایا یعنی قرآن جس کی قسم اٹھانی جا رہی ہے یہ کوئی عام قسم کی



صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۵ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۶ لِتُنذِرَ قَوْمًا

راہ راست پر ہیں نازل فرمایا ہے (قرآن حکیم کی عزیز اور رحیم نے سلسلے تاکہ آپ ڈرا سکیں اس قوم

مَا أَنْذَرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ

کہ جن کے باپ دادا کو (طویل عرصے) نہیں ڈرایا گیا اس لیے وہ غافل ہیں سلسلے بے شک (انکے ایم کفر و عناد کے باعث ہے

عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهَمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۷ إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ

بات لازم ہو چکی ہے ان میں سے اکثر پر کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ۷ ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق

أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ۸ وَجَعَلْنَا مِنْ

پس وہ ان کی سطرٹیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اسلئے ان کے سروں پر کواٹھے ہوئے ہیں لے اور ہم نے بنا دی ہے

کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب حکیم ہے یعنی یہ پراز حکمت ہے۔ یا یہ ایسی محکم کتاب ہے کہ ہر ایک کی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔ ظہری قرطبی  
سلسلے کی فلسفی کسی دانشور کسی صحرا بیان ادیب کی تصنیف نہیں بلکہ اسے عزیز و رحیم نے نازل فرمایا ہے۔ تنزیل نازل معذوف ابن خلدون  
کا مفعول مطلق ہے۔ اسی نزل اللہ ذلک تنزیلاً (قرطبی)

سلسلے عزیز و رحیم نے اسے کیوں نازل فرمایا؟ تاویلاً کہ اس کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی قوم کو بروقت خبردار کر دیا جائے جسکے  
پاس عرصہ دراز سے کوئی ڈر لے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا نہیں آیا۔ یہ اہل عرب تھے جن کے پاس حضرت اسماعیل  
علیہ السلام کے بعد کوئی نبی اور رسول تشریف نہیں لایا تھا۔ اور انہوں نے اپنی عقل عناد و لو سے کام لینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ انکے  
ارد گرد و دلائل توحید کا گلشن آراستہ تھا اس کی طرت بھی توجہ نہ کی۔ ان کے تجارتی کاروانوں کا گزران اجڑی ہوئی بستوں پر بھی ہوتا تھا  
جن کے اداس کندھراپنے بنائے والوں کی داستان عبرت ہر اس شخص کو سناتے تھے جو وہاں سے گزرتا تھا۔ انہوں نے اس سے بھی  
فائدہ نہ اٹھایا اور انکھیں موند کر غفلت اور بے خبری کی زندگی بسر کرتے رہے۔

۷ جن کو ڈر لے کے لیے اسے صیب آپ تشریف لے آئے ہیں جن کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے قرآن کریم نازل  
کیا گیا ہے ان میں ایسے لوگوں کی تعداد بھی کافی ہے جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن نہیں گے کیونکہ وہ تعصب اور  
ہٹ دھرم کی ایسی روش اختیار کریں گے جہاں کوئی پند و موعظت کارگر نہیں ہوگی۔ وہ ملاحظہ سننے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔  
یہاں قول سے مراد انہیں عذاب دینے کا نذانی فیصلہ ہے اور حق کا معنی واجب ہونا، لازم ہونا۔ اسی وجہ عذاب عکس اکثر ہے۔  
لے پہلے آیت کا لغوی معنی ذہن نشین فرمائیے۔ اس کے بعد اس کا مفہوم سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ اعناق جنس کی جمع ہے اس



بَيْنَ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ

ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ

فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ

تنبیہ دیکھ سکتے ہیں اور یکساں ہے ان کے لیے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں

کامنی ہے گردن۔ مقنحون: فتح الفت کے امام الاممی کہتے ہیں: يقال اقمحت العذابة اذا اخذت لجامه لترفع رأسها؛ یعنی گھوڑے کی جب ہاگ زور سے کھینچی جائے تاکہ وہ اپنا سر اُپر اٹھالے۔ تو عرب کہتے ہیں اقمحت الذآبة اور جب کسی کے گلے میں طوق ڈالا جائے اور اسے پیچ دیا جائے تاکہ اس کا سر اُپر اٹھا ہوا رہ جائے تو کہا جاتا ہے اقمحت العنق۔ درقطنی، حضرت عبداللہ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ہمیں اس لفظ کا معنی سمجھانے کے لیے اس طرح کیا کہ پہلے اپنی دائیں مبارک کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور سر کو اُپر اٹھایا کہ وہ پھر نیچے نہ ہو سکے

یعنی ان منکرین اور معاندین کی ایسی حالت ہے جیسے ان کے ہاتھوں میں زنجیر اور گلے میں طوق ڈال کر انہیں گردن کے ساتھ یوں سمیٹی سے بکڑ دیا ہو کہ ان کا سر اُپر اٹھ کر رہ گیا ہو۔ وہ یوں اڑے اور بکڑے ہوئے ہوں کہ آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہوں نہ سر اُٹھا سکیں نہ دائیں بائیں دیکھ سکیں۔ اس حالت میں جو شخص مبتلا ہو نہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہے اور نہ کسی کی بات کو کتنی سے سن سکتا ہے۔ پس یہی حال ان نابکاروں کا ہے۔

اس آیت کے شان نزول کے متعلق یہ روایت منقول ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے تم اٹھائی کہ اگر اس نے حضور کو نماز پڑھتے دیکھے یا تو پتھر سے تمہارا کوجر چر کر دے گا۔ ایک دفعہ حضور نماز پڑھ رہے تھے تو یہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر حضور کی طرف بڑھا جب پتھر مارنے کے لیے اٹھایا تو ہاتھ گردن کے ساتھ لگ کر رہ گیا اور پتھر ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا تو ہاں سے واپس لوٹنے میں ہی سلامتی دیکھی جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سارا ماجرا انہیں بتلایا۔ یہ سن کر ولید بن مغیرہ اٹھا اور کہا کہ اسے ابو جہل! تم تو جو بھی بزدل میں جاتا ہوں اور مر چھوڑ کر آیا تو بات ہوئی۔ جب وہ اس نیت بد سے نزدیک گیا تو اللہ تعالیٰ نے بنیائی سب کر لی اور اندھا ہو گیا۔ حضور کی آواز سن رہا تھا لیکن حضور نظر نہ آتے تھے۔ اس نے بھی واپس آگرا پنا قصہ سنایا تو ایک اور کا فرض قصہ سے بے تاب ہو کر اٹھا اور کہنے لگا۔ واللہ لا شد حقیق امانا سے: بخدا میں ان کے سر کو چر چر کروں گا۔ وہ پتھر لے کر نزدیک پہنچا تو گھبرا کر دیکھے بھاگا اور غش کھا کے منہ کے بل گر پڑا۔ ساتھیوں نے آکر اٹھایا۔ پوچھا تم پر کیا ہوتی۔ اس نے کہا منت پڑھو جو مجھ پر گزری ہے جب میں ان کے قریب ہوا تو ایک بہت بڑا بیل دم لہراتا ہوا میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ فواتق والنعزی لودنوت منه لا یکلنی فیلحی لات وعزیمی کی تم! اگر میں قریب جاتا تو وہ بیل مجھے کچا چاہتا۔

یہ سدا: دیوار یعنی ہم نے ان کے آگے بھی دیوار پڑھ دی ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردہ

تُنذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۱۰ اِنَّهَا تُنذِرُ مَنْ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ

وہ ایمان نہیں لائیں گے ۱۰ آپ تو صرف اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو اتباع کرتا ہے قرآن کا اور ڈرتا

الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ ۱۱ وَاجْرُ كَرِيمٍ ۱۲ اِنَّا نَحْنُ

ہے (مخداوند) رحمان سے بن دیجئے ۱۱ پس شہود سنائیے ایسے شخص کو مغفرت کا اور بہترین اجر کا ۱۲ بلکہ ہم ہی

نَحْيُ الْمَوْتِ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلُّ شَيْءٍ

زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھ لیتے ہیں (ان اعمال کو) جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار کو جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں ۱۳ اور ہر چیز کو

اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِينٍ ۱۴ وَاصْرَبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحَابَ

ہم نے شمار کر رکھا ہے لوح محفوظ میں ۱۴ اور بیان فرمائیے ان کے (بجھانے کے) لیے مثال اس

ذال دیا ہے۔ اب ان کا یہ حال ہے کہ آگے جا سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ انہیں کچھ دکھائی دیتا ہے۔

۱۰ ان کے کفر و انکار کا مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا اپنے ہاتھ سے گلا گھونٹ دیا ہے۔ اس آنکھ کو بھروسہ ڈالنا ہے جو قرآن کو دیکھ سکتی ہے اور ان کا دل میں انگلیاں ٹھونس کر مہر کر دیا ہے جو حق کی آواز کو سن سکتے ہیں۔ اب ان کو اسلام کی طرف بلانا اور ہدایت کی دعوت دینا بے سود ہے۔ جگایا تو اس کو جاتا ہے جو سو رہا ہو اور جو مہر چکا ہو وہ تو شر سے پہلے مانگے گئے تھے۔ آپ کا خبردار کرنا اور ڈرانا انہی لوگوں کے لیے سود مند ہو سکتا ہے جن میں حق پذیر کی استعداد ہو۔ جن کے دل میں راہ راست پانے کی تڑپ ہو۔ جن کو آپ نصیحت فرمائیں تو وہ اس پر عمل کرنے لگیں اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہوں۔ یہ لوگ ہی اس قرآن کو مانیں گے، آپ کی رسالت کو تسلیم کریں گے۔

۱۱ ان لوگوں کو مغفرت کا شہود سنائیے کہ بشری تقاضوں کے باعث جو قصور تم سے سرزد ہوئے ہیں، تمہارا مہربان خدا انہیں بخش دے گا اور جو نیکیاں تم نے کی ہیں ان پر تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔ صرف اجر نہیں بلکہ اجر عظیم۔

۱۲ یعنی تم سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے اور مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا جائے گا اور تم سے کسی قسم کی باز پرس کی جائے گی۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے ہم مردوں کو ضرور زندہ کریں گے اور اس روز انہیں نیک و بد اعمال کی جزا یا سزا ضرور دیں گے۔

۱۳ ہمارے لیے ان سے حساب لینا کوئی مشکل نہیں جو کام انہوں نے خود کیے ہیں ہم ان کو بھی لکھ رہے ہیں اور جو طریقے رنگ کر کے وہ آنے والی سنوں کے لیے چھوڑ جائیں گے۔ ان کو بھی ہم ضبط تحریر میں لا رہے ہیں، اس لیے جو نیک کام انہوں نے خود کیے یا جو نیک

## الْقُرْبَىٰ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۗ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

گاؤں کے باشندوں کی جب آئے وہاں اہل سے رسول آئے جب پہلے، ہم نے بھیجے ان کی طرف دو رسول تو انہوں نے رنج کیے جن پر آنے والی نسلیں گاؤں رہیں ان کی جزائے خریدنی کوئی مشکل نہیں ہو گا۔ اسی طرح جو بڑے کام کسی نے خود کیے اور جن اجتماعی اور مستعدی غریبوں کے جراثیم وہ اپنے معاشرہ کو بطور وراثت دے کر یہاں سے سدھارے ان سب کا ریکارڈ ہمارے پاس محفوظ ہے اس لیے ان کو زیادہ نہیں کوئی وقت نہ ہوگی۔

علامہ راعی لفظ امام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ انصام المؤمنہ بہ انسانا کان یقتدی بقولہ او فعلہ او کتابا او غیر ذلک محققان او مبطل او جمعة اثمة؛ یعنی امام اس کو کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا کتاب۔ وہ حق پر ہو یا باطل کا علمبردار۔ اس کی جمع اثمہ ہے۔ آیت میں امام حسین سے مراد لوح محفوظ ہے۔

۳۔ امام طور پر ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ جس گاؤں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد انطاکیہ ہے جو ملک شام کا ایک شہر ہے اور پہلے دو رسول جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسابیت کی تبلیغ کے لیے بھیجے تھے ایک کا نام صادق اور دوسرے کا نام مصدق تھا جب ان کو ستایا گیا اور تکلیف پہنچائی گئی تو ان کی مدد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تیسرا رسول بھیجا اس کا نام شمعون تھا اور وہ شخص جو شہر کے پرے کنا رہے سے دوڑ کر آیا تھا اس کا نام حبیب بنجار تھا۔

لیکن محققین نے ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ تفصیلات کئی وجہ سے قابل اعتماد نہیں۔

۱۔ جن حضرات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ اپنا تعارف لوگوں سے یوں کرتے ہیں؛ قالوا ربنا یعلم انما الیکم المرسلون۔ کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ میں صرف تمہاری طرف بھیجا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے رسول تھے یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ کے حواری اور فرستادہ تھے۔ اگر وہ حواری ہوتے تو ان کے کلام کا انداز یہ نہ ہوتا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں جس گاؤں کا ذکر ہے اس کے باشندوں نے ان رسولوں یا فرستادوں کا انکار کیا ہے ان کو طرح طرح سے اذیتیں دیں ان کو نفوس تک کا اور اپنی ساری تخلیقوں کا باعث انہیں قرار دیا۔ یہاں تک کہ ان کو لنگھار کرنے کی دھمکیاں دیں۔ ان حضرات کے بار بار بھانے کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ غلاب الہمی ایک کوک کی صورت میں نازل ہوا اور اس سستی اور اس میں بسنے والوں کو خاک سیاہ بنا دیا۔ جب ہم انطاکیہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ وہ شہر ہے جس نے سچی دین کو سب سے پہلے قبول کیا اس کی ساری آبادی حضرت مسیح پر ایمان لائی، اس لیے آج تک اس کا شمار ان چار شہروں میں ہوتا ہے جو عیسائیوں کے نزدیک مقدس ہیں۔ نیز یہ بھی کسی تاریخ میں مذکور نہیں کہ اس شہر پر خدا کا عذاب نازل ہوا اور یہ نیست و نابود ہو گیا۔ ان حقائق کے پیش نظر قرآن میں مذکورہ قریہ کو انطاکیہ اور رسولوں سے مراد حضرت عیسیٰ کے حواری لینا بعینہ از قیاس ہے۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس گاؤں کا نام ذکر نہیں کیا اور ان رسولوں کا تعین بھی نہیں فرمایا تو ہم اپنے آپ کو



فَكَذَّبُوهُمَا فَعُزِّرُنَا ثَالِثًا فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۱۵﴾ قَالُوا

انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ہم نے تقویت دی ۱۱ انہیں ایک تیسرے رسول سے تو ان تینوں کو انہیں کہا کہ لاہیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ؕ إِنْ

بستی والوں نے کہا نہیں ہو تم مگر انسان ہماری مانند اور نہیں آتاری رحمن نے کوئی چیز نہیں ہو تم

أَنْتُمْ إِلَّا التَّكْذِبُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُم لَمُرْسَلُونَ ﴿۱۷﴾

مگر جھوٹ بول رہے ہو ۱۶ رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ۱۷

اس اٹھویں میں مذکور ہیں اور دانت طور پر یورپ کے مستشرقین کو قرآن کریم پر اعتراض کرنے کا ایک نیا موقع بہم نہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسے میرے پیارے رسول! کفار مکہ اور مشرکین عرب آپ سے اُلجھ رہے ہیں۔ آپ ان کے سامنے ان لوگوں کا واقعہ بطور نصیحت پیش کیجیے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول آئے اور انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا اور انہیں تباہ کر دیا گیا۔ شاید یہ واقعہ سن کر انہیں ہجرت حاصل ہوا اپنے طریقہ کار پر نظر ثانی کریں اور گمراہی سے باز آجائیں۔

پہلے دور رسول اس شہ میں تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں کو راہ ہدایت پر چلنے کی دعوت دی لیکن وہاں کے باشندے بھگے اور انہیں جھٹلانا شروع کر دیا اور طرح طرح سے اذیت پہنچانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تقویت کے لیے ایک تیسرے رسول بھیج دیا اور انہوں نے مل کر تبلیغ کا کام زور شور سے شروع کر دیا۔ وہاں کے لوگ حقیقت شناس نہ تھے وہ اس نورِ نبوت کو نہ دیکھ سکے جو ان کی جبینِ سعادت سے چمک رہا تھا۔ وہ رُوحانیت کی ان لطافتوں کے ادراک سے قاصر تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان نفوسِ قدسیہ پر کھینچی تھیں۔ وہ ان کے ظاہر کو دیکھ کر ذیہب کھا گئے، کہنے لگے کہ تمہارا قد و قامت ہماری طرح، تمہارا چہرہ ہماری طرح، تم کھاتے پیتے باطل ہماری طرح ہو تم رسول کیسے بن گئے۔

۱۵ انہیں ان پاک ستیوں کے اس دعوے پر بھی اعتراض تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کی راہنمائی کے لیے کوئی صحیفہ ہدایت لے آئے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ پہلے تو خدا ہے ہی نہیں۔ اور اگر واقعی کوئی اتنی عظیم القدر ہستی ہے جس نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، سمندروں جیسی بڑی بڑی عظیم الشان چیزیں بنائی ہیں تو اتنی بڑی ہستی کو یہ ذیہب ہی نہیں دیتا کہ انسان جیسی حقیر مخلوق کے لیے وہ قواعد و ضوابط مرتب کرتا ہے۔ اس لیے ان رسولوں کا یہ دعویٰ ہرگز قابل قبول نہیں۔

۱۶ ان حضرات نے حلف اٹھا کر انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس نے ہی انہیں ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ اذ تشہدوا بعلمہ اللہ تعالیٰ و هو بحجری بحجری القسم (مظہری) انہوں نے اہل قریب کو بتا دیا کہ ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ پیغامِ حق سنائیں اور فراموش نہ رہیں اور پوری دلسوزی سے تمہیں پہنچا دیں۔ اس کو قبول کرنا



وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ۝۱۷ قَالُوا إِنَّا نَطِيرُ نَابِكُمْ لَئِن لَّمْ

اور نہیں ہم پر کوئی ذمہ داری بجز اس کے (کہ پیغام حق اکھول کر پہنچادیں۔ وہ کہنے لگے ہم تو تمہیں اپنے لیے نال بد سمجھتے ہیں ۱۷ اگر تم

تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لِيَمْسَكَنَّكُمْ مِنَّمَا عَذَابٌ إِلَيْهِمْ ۝۱۸ قَالُوا

باز نہ آئے تو ہم تمہیں منور سنگسار کردیں گے اور پھینچے گا تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب ۱۸ رسول صوفیایا

طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ إِنَّ ذِكْرًا لَّكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۱۹

تمہاری بدفالی تمہیں نصیب ہوئے (حیرت ہے) اگر تمہیں نصیحت کی جاتی ہے نہ (تو تم دھمکیاں دینے لگتے ہو کہ تم لوگ ہرگز سے بڑھ کر نالے ہو۔

یار ڈکرنا تمہارا کام ہے ہم نے اپنی ذمہ داری باحسن طریق پوری کر دی ہے۔

۱۷ لیکن ان لوگوں کا انکار بڑھتا چلا گیا۔ وہ کہنے لگے جس روز سے تمہارے سبقت ہماری شہر میں آئے ہیں۔ ہم طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کبھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہم قحط سالی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کبھی کوئی دبا پھوٹ پڑتی ہے۔ کبھی کساد بازاری شروع ہو جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن سب مصائب کا سبب تم ہو۔ تمہاری نحوست سے ہماری مسکراتی ہوئی زندگی غم و اندوہ کا شکار ہو گئی ہے۔ ہماری معاشی خوشحالی افلاس و تنگدستی میں بدلتی جا رہی ہے۔ تمہاری گستاخوں سے ہمارے وقت و کام پر ناز اٹھ چکے ہیں۔ اب بہتر تو یہ ہے کہ تم اپنے غظوں کا یہ سلسلہ بند کردو۔ ہمارے مجبوروں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے سے باز آنا، انہیں پھینچنے والے پر رہنے دو اور ہمیں بار بار تنگ نہ کرو۔ ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ ہمارے شہر میں تم صرف تین ہو۔ ہم تمہیں پکڑ لیں گے اور ایک چوراہے میں کھرا کر کے اتنی سنگساری کریں گے کہ تمہاری بوٹی بوٹی اٹک ہو جائے گی اور ہم تمہیں سخت المناک سزا دیں گے۔ ان حضرات نے فرمایا تمہاری بد بختی اور بدفالی تو تمہارے ساتھ ہے۔ جب تم اس دنیا میں آئے تھے تو تمہارا فائدہ مند لشکر تمہارے گلے میں لٹکا دیا گیا تھا۔ اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔ تم اپنے مقدر کو کوسو جس کے باعث تلخ و ترش حادثات کا تم شکار ہوتے ہو۔ جمالت اور توہم پرستی کا چہرلی دامن کا ساتھ ہے۔ حمد و جاہلیت میں نیک و بد لشکروں کا بڑا رواج تھا۔ کئی چیزیں ان کے نزدیک منوس تھیں۔ اگر صحیح سویرے ان میں سے کوئی چیز انہیں دکھائی دیتی تو سمجھتے تھے کہ آج کا دن بڑا منوس ہے۔ اگر سفر پر جاتے ہوئے ایسی چیز سے آنا سامنا ہو جانا تو گھبراہٹیں آجاتے۔ سفر کا ارادہ ترک کر دیتے۔ تطییر کا معنی ہے کسی سے بڑا لشکر لینا اور اسے منوس سمجھنا۔

۱۸ یہ شرط ہے اس کی جزا امدود ہے۔ ان ذکر تمہرہ تطییر تمہ بنا و تو اعدا عدتم بنا۔

یعنی ہم اگر تمہیں نصیحت کرتے ہیں تو تم ہم سے بدفالی پکڑنے لگتے ہو اور ہمیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں دینے لگتے ہو۔ تمہاری روٹی ہرگز منتقل نہیں۔ چاہے تو یہ کہ تم ہماری باتوں میں غور و فکر کرتے، لیکن تمہارے طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی معاملہ میں سنجیدگی سے غور و فکر کرنا تمہارا شیوہ نہیں۔ تم اس معاملہ میں حد سے زیادہ تمہاؤز کرنے والے ہو۔

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا

دریں اشنا آیا شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا۔ اس نے کہا اے میری قوم! پیروی کرو

الْمُرْسَلِينَ ۗ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۲۱﴾

رسولوں کی۔ پیروی کرو ان (پاکبازوں) کی جو تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے اور وہ سیدھی راہ پر ہیں اللہ

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾ أَتَأْخُذُ مِنْ

اور مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں عبادت نہ کروں اس کی جس نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف تم (سب) نے لوٹ کر جانا ہے اللہ کیا

دُونَهُ إِلَهَةٌ إِنَّ يَرُدُّنَ الرَّحْمَنُ بِضُرِّ لَا تَغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ

(میرے لیے جائز ہے، میں بناؤں اسے چھوڑ کر کوئی اور خدا؟) ہرگز نہیں، اگر تم مجھے کوئی حلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا فائدہ نہ

۲۱ جب حالات زیادہ خراب ہو گئے اور وہاں کے باشندوں نے ان حضرات کو سنگسار کرنے کی تیاری شروع کر دی تو اسی شہر کے ایک دُور دراز گوشہ میں ایک سلیم الفطرت آدمی رہتا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے میری قوم جن لوگوں کے پیچھے تم ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہو یہ کافی عرصہ سے یہاں مقیم ہیں اور بڑی دلسوزی سے تمہیں اس دعوت کو قبول کرنے کی تلقین کر رہے ہیں جسے وہ حق سمجھتے ہیں اور تم ان پر برابر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے رہتے ہو۔ میں بھی تمہارے شہر کا باشندہ ہوں اور تمہاری قوم کا ایک فرد میرا خاصاً مشورہ تو یہ ہے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ اور ان کا اتباع شروع کرو۔ ان کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ انہوں نے کبھی تم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ چندہ کی اپیل نہیں کی۔ اگر یہ سچے نہ ہوتے اور اپنی دعوت میں مخلص نہ ہوتے بلکہ کسی دنیاوی مقصد کے لیے انہوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوتا تو دو چار ماہ، سال دو سال میں ان کا بھرم کھل جاتا۔ ان کی خود غرضی سامنے آجاتی، لیکن آج اتنا عرصہ گزر گیا۔ کیا تم ان کے اخلاص پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو۔ نیز وہ خود بھی ان احکام پر بڑے اہتمام کے ساتھ عمل پیرا ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم وہ تمہیں دیتے ہیں۔ خود بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں جس پر چلنے کی وہ تمہیں دعوت دیتے ہیں۔ ایسے مخلصین کی تبت پر شک کرنا اور ان پر ایمان نہ لانا بڑی بے انصافی ہے۔

۲۲ تم اپنے لیے جو چاہو راستہ اختیار کرو۔ البتہ میں تو اپنے خالق کی عبادت سے سرتابی نہیں کر سکتا اور نہ اس کے علاوہ کسی غیر کو اپنا الٰہ اور معبود مان سکتا ہوں۔ نیز یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ تمہیں ہمیشہ اس دنیا میں زندہ نہیں رہنا ہے۔ ایک دن آنے والا ہے، جب تم یہاں سے کوچ کرو گے اور اپنے رب کے حضور پیش کر دیے جاؤ گے۔ خود سوچو اگر ساری عمر اس کی نافرمانی میں برباد ہو گئی، تو کس منہ سے وہاں حاضر ہو گے۔

بجز انہی اللہ العزیز

شَيْئًا وَلَا يُتَّقِدُونَ ﴿۲۳﴾ إِنْ أِذَا لَفِي ضَلِيلٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنْ أَمْنْتُ

پنپا کے گی اور نہ مجھے چھڑاسکیں گے ۲۳۔ اگر میں شرک کروں، تو میں بھی اس وقت کھلی گراہی میں مبتلا ہو رہا ہوں گا۔ میں ایمان لے آیا ہوں

بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونَ ﴿۲۵﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالِ يَلَيْتَ قَوْمِي

تمہارے رب پر میں دکان کھول کر میرا اعلان سن لوں کہ تمہارے حکم ہوا، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ بولا کاش! میری قوم بھی

يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمَا

جان لیتی کہ بخش دیا ہے مجھے میرے رب نے اور شامل کر دیا ہے مجھے باعزت لوگوں میں ۲۷۔ اور نہ

۲۳۔ آخر میں اپنے رب حقیقی کے بغیر کسی بے بس اور ضعیف چیز کو خدا کیونکر مان لوں۔ ان کی توبہ مجال ہی نہیں کہ اگر میرا رحمان مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو وہ اگر زبردستی مجھے اس کی گرفت سے چھڑائیں یا میری سفارش ہی کر سکیں۔ ایسے نکلے اور سیکھنا خداؤں کو مان کر میں کیا کروں گا۔

۲۴۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے اگر میں پھر شرک میں مبتلا ہو جاؤں تو مجھ سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا۔

۲۵۔ حق کا علم ہرگز کتنا نڈر اور بیباک ہوتا ہے اس آیت کو پڑھ کر ہی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سارا بشر ایک طرف ہے، قوم کے تمام رئیس اور سردار ایک طرف ہیں، سارے مذہبی پیشوا اور سارے سیاسی نظام آگ بگولا ہیں سارا مومن غم سے سے چھرا ہوا ہے۔ حالات کے بھڑکتے ہوئے اس آئندہ میں کھڑا ہو کر ایک مومن ہی یہ اعلان کر سکتا ہے: إِنْ أَمْنْتُ بِرَبِّكَ فَمَا سَمِعُونَ۔ سارے سن لو میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں اور میرا جس نے کچھ لٹا رہا ہے بیک بگاڑ لے، مجھے اس کی ذرا پروا نہیں۔ اس مرد پاکباز نے آمنت بری دین اپنے رب پر ایمان لایا ہوں، انہیں کما بلکہ برکت کما فرمایا تاکہ انہیں یہ احساس دلانے کہ جس خدا کا وہ بندہ ہے وہ صرف اس کا پروردگار نہیں بلکہ ان سب کا پروردگار بھی ہے۔

۲۶۔ لوگوں نے اس پر پتھروں کی بارش کر دی اور چند لمحوں میں اس کے جسم کو پارہ پارہ کر دیا۔

چرخوش رسے بنا کر دند بجاگ خون غلطیوں خدا رحمت کنہا میں عاشقان پاک طینت را (مزا جان جاناں) جسم کا تویہ خضر ہو رہا ہے اور ادھر سے صدا آرہی ہے اسے عاشق دلگشا را! آہاؤ جنت کی ہساریں تشارا انتظار کر رہی ہیں غیبان رحمت کے رنگین پتھروں کے ہار پر دوکر جو رہیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں اور میرا حسن ازل تیرے دل بیتاب اور چشم مشتاق کی حسرتوں کو کھڑا کرنے کے لیے نقاب اٹھنے ہی والا ہے۔

۲۷۔ قوم نے ظلم کی حد کر دی، لاش کو نکلیے ٹکڑے کر دیا، لیکن ہمدردی کا جذبہ سر نہیں ہوتا۔ کتا ہے کاش میری قوم کو پتہ چل جائے۔ اسے ہا کر کوئی بادے کو سرفروشی اور جاننازی کی راہ پر چل کر تمہارے اس قتل اور شدید جہالتی نے کچھ کمویا نہیں بلکہ بہت کچھ پایا ہے۔



أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا

اتارا ہم نے اس کی قوم پر اس کی شہادت، کے بعد کوئی لشکر آسمان سے اور نہ ہمیں اس کی

مُنزِلِينَ ۳۰ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَائِدُونَ ۳۱

مُزرت تھی۔ صیحتے نہ تھی مگر ایک گرج پس وہ بھیجے ہوئے کو ٹلے بن گئے۔

يَحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ

صد افسوس ان بندوں پر۔ نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس کے ساتھ

يَسْتَهْزِئُونَ ۳۲ أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ

مذاق کرنے لگ گئے۔ کیا انہیں علم نہیں کہ کتنی امتوں کو ہم نے ان سے پہلے ہلاک کر دیا اور وہ (آج تک) ان کی

میرے تصور میرے رب نے معاف کر دیے ہیں اور مجھے ان لوگوں کی صف میں جگہ دے دی ہے جن کو اس نے ابدی عذروں اور  
لانگانی کراہتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس پر سچے دل سے ایمان لایا تھا اور جب امتحان کے میدان میں مجھے  
کھڑا کیا گیا میں نے جان دے دی۔ لیکن اپنے ایمان پر آنکھ نہیں آنے دی۔ حضرت علامہ مرحوم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔  
برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس شخص کا نام حبیب نجار تھا۔ علامہ قرظوبی تحریر فرماتے ہیں کہ حبیب اہل انطاکیہ نے اسے شہید کیا تو اللہ تعالیٰ  
نے انہیں ہلاک کر دیا۔ انطاکیہ میں مومن اور کافر دونوں آباد تھے۔ وہ خوفناک کڑواک جس نے کفار کو موت کی نیند سلا دیا۔ اہل ایمان کو اس سے  
محفوظ رکھا گیا یہاں تک کہ جہاں اہل ایمان نحو خواب تھے وہ بہت دور سوئے رہے ان کی آنکھ بھی نہ کھلی۔ انطاکیہ کے بازار میں ایک مسجد ہے  
اس مسجد کو مسجد حبیب کہا جاتا ہے۔ اس کے صحن میں ان کا مزار پر انوار ہے۔ لوگ اس کی زیارت کے لیے جایا کرتے ہیں۔

(آثار البلاد و اخبار العباد للقرظوبی ص ۱۵۱ مطبوعہ بیروت)

مشہور جغرافیہ دان علامہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ اپنی کتاب معجم البلدان میں انطاکیہ کے عمران کے نیچے لکھتے ہیں :  
انطاکیہ میں حبیب نجار کی قبر ہے دور نزدیک سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیات  
انہی حبیب کے حق میں نازل ہوئیں وجار من اقصی المدینۃ رجل یسعی الخ۔ لیکن یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ علامہ ابن کثیر  
کی رائے آپ چند صفحے پہلے پڑھ آئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۳۱۔ ہمیں ان سرکشوں کی سرکوبی کے لیے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتارنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ جب ہم نے ان کو تباہ کرنے کا



الْيَوْمَ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ شِرْكٌ لَّدَيْنَا مَحْضُرُونَ ﴿۳۲﴾

طرف لوٹ کر نہ آئیں گے۔ اور ان سب کو ہمارے سامنے حاضر کر دیا جائے گا اور

آيَةُ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْناها وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

ایک نشانی ان کے لیے یہ مردہ زمین ہے جسے ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے نکالا اس سے نقد پس وہ

يَأْكُلُونَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَدَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا

اس سے کھاتے ہیں نخل اور ہم نے اگانے اس میں باغات کھجور اور انگوروں کے اور جاری کر دیے اس میں

فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿۳۴﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ

چشمے سے تاکہ کھائیں وہ اس کے پھلوں سے اور نہیں بنایا ہے اس کو ان کے ہاتھوں نے۔

فیصلہ کیا تو ایک ایسی گرت اور کڑک پیدا کی کہ وہ چشم زدوں میں بھی ہونی راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ غامدین، بھڑکتی ہوئی آگ کے بجھ جانے کو ختم نہ کتے ہیں۔ یعنی پہلے وہ آگ کے انکاروں کی طرح دہک رہے تھے اور اس کے شعلوں کی طرح لپک رہے تھے۔ ایک گرت نے ان معذوروں کا قصہ تمام کر دیا جیسے کسی نے منوں پانی ڈال دیا ہو۔

۳۱۔ یہاں سے ان نکتہ جی دلائل کے بیان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو توحید اور قیامت کے منکرین کے سامنے پیش کیے گئے ہیں۔ ایسے دلائل تین کر وقتی طور پر تو متقابل کو ناموش اور لا جواب کر دیں، لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد بغاوت کا مادہ پھرا بھرنے لگے۔ بلکہ ان دلائل میں غور کرنے سے دل کو یقین کا ڈھریب ہو جاتا ہے اور رُوح کو اطمینان اور تسکین حاصل ہوجاتی ہے۔ پہلی دلیل یہ بیان فرمائی کہ بخر اور مردہ زمین جس میں نباتاتی زندگی کی کوئی روش نظر نہیں آتی، جب اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے، تو اس میں زندگی اٹھ اٹھاپاٹھاپاٹھاتی ہے۔ روئیدگی کی مردہ قوتیں اپنی ساری شوخیوں اور زہانوں کے ساتھ نمودار ہوجاتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے رنگ و بو کے پھول پھولنے لگتے ہیں۔

۳۲۔ کسان جو تگمیزی کرتا ہے اس کی بالیں زمین کے چکر کو چیرتی ہوئی باہر نکل آتی ہیں۔ چند مہینوں میں فصل پک جاتی ہے جس سے تم نفاذ حاصل کرتے ہو۔

۳۳۔ اور ہم باغ اگادیتے ہیں اور ان باغوں میں کھجور کے لانسے لانسے درخت بھی اگتے ہیں جو آسمان کو چھو رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف انگور کی نازک سلیں ہیں جو زمین پر بھی پٹی جاتی ہیں۔ جن کو اوپر اٹھانے کے لیے تم چھتے بناتے ہو۔ وہاں چشمے اُبل رہے ہوتے ہیں جن سے تمہارے باغ آبپاش ہوتے ہیں۔ تم ان پھلوں کو یا تو جوں کا توں کھاتے ہو یا ان کو مختلف شکلوں میں بدل کر ان سے

اَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۶﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ

کیا وہ ان نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتے۔ ہر عیب پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جنہیں زمین اگاتی ہے

الْاَرْضِ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَاِنَّ لَهُمُ النَّيْلَ ﴿۳۷﴾

اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی نہیں وہ (اجبی) نہیں جانتے ﴿۳۷﴾ اور دوسری نشانی ان کے لیے رات ہے

نَسَخْنَاهُمْ مِنْهُ الْنَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿۳۸﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴿۳۸﴾

ہم اتار دیتے ہیں اس سے دن کو تو بھینٹ وہ اندھیر میں ڈالتے ہیں ﴿۳۸﴾ اور دن، آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف۔

لطف اندوز ہوتے ہو۔ ایک آم کے پھل ہی کو لیجیے۔ ابتدائی حالت میں اس سے بڑی لذیذ بیٹی بنتی ہے۔ جب وہ پھل کچھ بڑا ہوتا ہے تو اس کا اچار بنایا جاتا ہے۔ چند ماہ بعد اس کا مرتبہ بنا کر چینی اور شیشے کے خولہ صورت مارتاؤں میں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ جب آم پک جاتے ہیں یا تو قریوں ہی ان کا رس جو پس لیتے ہو یا ان کو کاٹ کر کھاتے ہو۔ یا کہیں بکریوں بن رہی ہوتی ہے کہیں آس کریم۔ وما عملتہ اید بھم میں انہی چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ وما عملت آلا یہ کا ایک دوسرا مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ سرسبز و شاداب کھیت، یہ سارا آفریں باغات اور رنگین اور لذیذ پھلوں سے لدی ہوئی ڈالیاں۔ یہ رنگارنگ مکھنے بھونے بھول ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جو تمہارے ہاتھوں نے بنائی ہو۔ سب اللہ تعالیٰ کی ندرت آفرینیوں کا اعجاز ہے۔ اس صورت میں ما موصولہ نہیں بلکہ نافیہ ہوگا۔

﴿۳۷﴾ یہ ذمہ جو کہ انسان اور حیوانات کو بھی مذکور و مؤثرت پیدا فرمایا ہے اور اسی طرح ان کی بقا اور نشوونما کا اہتمام کر دیا ہے بلکہ اس سبوح و قدوس نے زمین سے جو چیزیں اگاتی ہیں انہیں جوڑا جوڑا بنالیا ہے۔ زراور مادہ کا سلسلہ درختوں، پودوں، پھولوں، پھولوں، جھاڑوں، گھاس غرضیکہ جو چیزیں زمین سے اگتی ہے اُس کو زراہ میں تقسیم کر دیا ہے اور جعلنا الريح لواقع سے بنا دیا کہ زردخت کے تولیدی اجزاء کو ہوائیں اٹھا کر ماہ کے پاس لے جاتی ہیں۔ اور اُسے باردار کرتی ہیں۔ تلقیح کا عمل صرف حیوانات کی دنیا تک محدود نہیں بلکہ حیوانات، نباتات اور ایسی اجناس جن کو اجماعی تم جانتے بھی نہیں ہو۔ وہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

(مزید تشریح کے لیے ضیاء القرآن جلد دوم سورہ حجر آیت ۲۷ کا ماحیہ مطالعہ کریں)

﴿۳۸﴾ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی ایک اور دلیل بیان کی جا رہی ہے۔ جب دن ہوتا ہے تو ہر طرف نور کی توری پھیل جاتا ہے۔ جب رات آجاتی ہے نور غائب ہو جاتا ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اگر ہمیشہ دن کا اجالا رہتا یا ہر وقت رات کی تاریکی پھیلی رہتی تو یہ نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ نیز کی فطرت کے کوشٹے ختم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عروس کائنات کو شب و روز کا تسلسل قائم کر کے سجایا۔ پھر اس میں مندر کرامت بچھائی اور حضرت انسان کو اس پر ٹھہرا دیا۔ اب بھی اگر انسان اپنے کریم رب کا

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ

یہ اندازہ مقرر کیا ہوا ہے اس (نما کا) جو عزیز اور علیم ہے۔ ۱۷۹ اور ذرا) چاند کو دیکھو۔ ہم نے مقرر کر دی ہیں اس کے لیے منزلیں

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

آفر کار ہوا جیسے کھجور کی بو سیہ شام کی مانند ۱۸۰ نہ سورج کی یہ مجال کہ (پچھے سے) چاند کو آپکڑے اور نہ

وَلَا الْبَيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ وَاٰیٰتِهِمْ

رات کی یہ طاقت ہے کہ دن سے آگے نکل جائے۔ اور سب (ستارے اپنے اپنے) فلک میں تیر رہے ہیں۔ ۱۸۱ اور ایک نشان ان

اَنْ اَحْمِلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنَ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهٖ

کے لیے یہ بھی ہے کہ ہم نے سوار کیا ان کی اولاد کو ایک کشتی میں جو بھری ہوئی تھی ۱۸۲ اور ہم نے پیدا کی ان کے لیے اس کشتی کی مانند

شکر دے کر تو اس سے بڑی احسان فراموشی اور نادانی کیا ہو سکتی ہے۔

۱۷۹ سناٹے کہتے ہیں بیڑ بکری کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اتارنے دن کے وقت روشنی کا لبادہ جو دنیا کو پہنایا جاتا ہے، جب رات آتی ہے تو آہستہ آہستہ اس لبادہ کو اتار لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر طرف سیاہی پھیل جاتی ہے۔

۱۸۰ سورج اپنے مقرر مقام کی طرف محرکت ہے اور اس کی مجال نہیں کہ وہ مقرر شدہ وقت سے ایک سینکڑہ تاخیر سے وہاں پہنچے یا وہاں سے سرک کرے اور بجھ بیٹھ جائے جو مدار اس کے لیے متعین کر دیا گیا ہے۔ جو ٹائم ٹیبل اس کے طلوع و غروب، ارتفاع و انخفاض کا مقرر کر دیا گیا ہے اس میں کمی بیشی کا امکان تک نہیں۔ نظام الاوقات عزیز و علیم کا مقرر کیا ہوا ہے۔ نہ اس میں رد و بدل کی گنجائش ہے اور نہ کوئی چیز اس کی خلاف ورزی کر سکتی ہے۔

۱۸۱ ہماری قدرت پر ایمان لانے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت جو تو چاند کو دیکھو اور اس کے گھٹنے بڑھنے کو دیکھو کیسے ناخن کے تراشنے کی طرح نمودار ہوتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے بدر تمام بن جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے یہاں تک کہ آخری راتوں میں جو کبریٰ ایک فیروزہ مسمیٰ اور زرد روشنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ ۱۸۲ سورج اپنے مدار میں صروف گردش ہے اور چاند اپنے مدار میں حرکت کرتا رہتا ہے۔ انہی دو پر کیا سوچو مدار سے سیارات بگڑا ثوابت بھی اپنے اپنے مقررہ مداروں میں تیر رہے ہیں کوئی کسی سے محال نہیں کوئی کسی سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا، کوئی کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ کیا قدرت اور حکمت ہے اس قادر علیم کی کہ ان گنت ستارے محرکت ہیں اور کبھی کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اگر کسی مذہب نے کہا کہ اس کے لیے ملاحظہ فرمائیے، القرآن، جلد سوم سورۃ الانبیاء آیت ۳۲ کے حواشی تفسیر قرآن کے تعلق علماء اسلام کی تحقیقات؟ ہاں تفصیل سے مذکور ہیں۔ ۱۸۳ ہماری قدرت کی مذکورہ بالا آیات کبریٰ اور روشن نشانیوں کو اگر تم پوری طرح سمجھ نہیں سکتے تو یہ بات تو ہر روز تمہارے شاہدہ



مَآيْرُ كَبُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِنْ تَشَاءْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَدُونَ ﴿۱۸﴾

اور چیزیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور اگر تم چاہو تو انہیں غرق کر دیں پس کوئی ان کی فریاد نہ کرے والا نہ ہوا اور نہ وہ ڈوبنے سے بچا جائے گا

إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۹﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا

بجز اس کے کہ ہم ان پر رحمت فرمائیں اور انہیں کچھ وقت تک کھلے انداز میں دیا جائے اور جب انہیں کہا جائے کہ ڈرو (اس آیت سے)

بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ

جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ بلکہ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی

میں آتی رہتی ہے کہ تم نے دریاؤں اور سمندوں کو تمہارا تابع فرمان بنا دیا ہے۔

فَلَئِكَ مَشْعُورُونَ، وہ کشتی جو سامان اور سواروں سے بھری ہوئی ہو اس سے مراد سفینہ نوح ہے جس طرح وہ اس عظیم سیلاب کی تند و تیز موجوں اور جوں لگ گرداؤں سے تمہیں بچا کر لائی پھر ہم نے تمہیں کشتیاں بنانے کا فن سکھا دیا۔ اب دنیائی جہاز بھگدڑتی اور اطمینان سے چلنے والے جہاز، آبدوزیں، تیل بردار ٹینکر تم نے بنالیے ہیں اور دُور دراز کی مسافتیں بڑی آسانی سے طے کرتے ہوئے تم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہو۔

۱۷۔ وہ یہ خیال کر لیں کہ انہوں نے جو مضبوط کشتیاں بنالی ہیں یا آج کل جو بڑے مضبوط اور کھوپکیر جہاز بن گئے ہیں اور ان میں برقی موصلات کی آلات نصب کر دیے گئے ہیں اب یہ غرق نہیں ہوں گے۔ اگر کسی شخص کے ذہن میں ایسا خیال ہے تو یہ اس کی کج فہمی ہے۔ ہم جب چاہیں انہیں غرق کر دیں۔ اس وقت زمان کی فریاد کو کوئی پہنچ سکے گا اور نہ سمندر کی لہروں سے انہیں کوئی بچھڑا سکے گا۔ آئے دن ہم اخبارات میں یہ پڑھتے رہتے ہیں کہ وہ جہاز اپنے ساتھ سامان اور اپنے ہزاروں مسافروں سمیت سمندر میں غرق ہو گیا جس جہاز کے بنانے والوں نے اسے اس طرح بنایا تھا کہ وہ کبھی ڈوبے گا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمیشہ انسان کے غرور کا بُرے توڑتی رہتی اور توڑتی رہتی ہے اور چاروں طرف انہیں کو اپنی بے بسی اور ناتوانی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

فَمَا لِيَنَّ انْ كِي جَوَائِي انْ كِي سَمْنْدْرَا كِي جَهَا زَا كِي

۱۹۔ اگر کھراوقیانوس اور کھراکھاہل جیسے وسیع و بکیراں سمندروں کو تم سلامتی کے ساتھ عبور کر لیتے ہو تو اس کی دودھ جیسی ہیں یا تو ہم تم پر اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیتے ہیں۔ تمہارے بوڑھے ماں باپ، جوان بچوں اور ننھے معصوم بچوں کے صدقے تم کو شامل مراد تک پہنچا دیا جاتا ہے یا اس کی وجہ سے کہ تم تمہیں کچھ مدت تک یہاں زندہ رہنے اور متاع دنیا سے لطف اٹھانے کی صلت دینا چاہتے ہیں اور ہماری حکمت کا یہی تقاضا ہے۔

۲۰۔ اور جب انہیں ازار نصیحت کہا جاتا ہے کہ اب تو ہوش کرو! اب تو سنبھل جاؤ۔ ساری ٹوٹ گئیوں میں اور فسق و فجور



آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا قِيلَ

تفانی ان کے رب کی نشانیوں سے، مگر وہ اس سے روگردانی کرنے لگتے ہیں اور جب انہیں کہا جاتا

لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ آمَنُوا

ہے کہ خرچ کرو اس مال سے جو تمہیں اللہ نے دیا ہے تو کافر کہتے ہیں اہل ایمان کو کیا ہم انہیں

أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۷﴾

کھا کھلائیں جنہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ (اے ناصحو!) تم تو بالکل بےک گئے ہو۔ لگے

میں برباد کر دی ہے۔ اب تو باز آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہو کر معافی مانگو۔ وہ رحیم و کریم تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں نئی اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا ایک اور زریں موقع دستیاب ہو جائے گا، لیکن وہ باز نہیں آتے اور جتنے دلائل ان گناہ سے پیش کیے جاتے ہیں ان کو بڑی بے پرواہی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

لگے اگر دو تہہ طبقہ کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کے نادار اور مفلس بندوں کی خدمت کیلئے کچھ خرچ کرو تو وہ بڑی بے حیائی سے اس دولت کا مذاق اڑاتے ہیں کہ تم ان جگہ منگوان کے لیے ان ناداروں اور مفلسوں کے لیے ہم سے مدد کی اپیلیں کرتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے مفلسی کے عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو یوں محتاج نہ کرتا ہم اس کی مرضی کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

اس آیت میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کی کتنی صحیح عکاسی کی گئی ہے۔ پہلے بھی اس کا یہی حال تھا اور آج بھی اس ذہنیت میں کمی تبدیلی نہیں ہوئی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے چند لوگ اس زہریلی ذہنیت کے مالک ہوتے تھے اور آج اس ماویٰ ترقی کے دور میں ان کی تعداد ہمت بڑھ گئی ہے۔ پہلے مروت و احسان کی کوئی نہ کوئی جھلک ان لوگوں میں بھی نظر آ جاتی تھی۔ آج یورپ کے اس مٹھنی دور نے احساس مروت کو بھی کچل کر رکھ دیا ہے۔ دولت کی و الہانہ محبت ان کو کس مقام پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ وہ کہتے محبت باز اور حیلہ ساز بن جاتے ہیں جو سیدھی اور صاف بات انہیں کسی جاتی ہے اس کا کتنا اٹا جواب دیتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ نہ تو خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی انہیں توفیق نصیب ہوتی ہے اور نہ اپنے بھائیوں کی خستہ حالی اور تنگ دستی پر ان کا دل پھینکتا ہے۔ ایسی بیمار ذہنیت کے باعث ہی دنیا میں خونخوئی انقلاب آئے کئی شاہی خاندان خون کے تالام میں بہ گئے۔ جو بیٹروں میں بسنے والوں نے تنگ اگر محلات اور املا کی عویلیوں کو جلا کر خاک سیاہ بنا دیا۔ اس کے باوجود دولت کی محبت کا نشہ کم نہیں ہوا۔ وہی لوگ جو کل سرمایہ داری کے خلاف علم فتوات بلند کر کے اٹھے تھے اور اس بے رحم ذہنیت سے ٹکر کر اسے پاش پاش کر دیا تھا۔ آج جب اقتدار اور دولت کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں آئیں، انہیں وہ نعمہ ہی

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸۲﴾ مَا يَنْظُرُونَ

اور کافر کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو اس کا مقررہ وقت بتا دو) ۱۸۲۔ یہ (ناہنجار) نہیں انتظار

الرَّاصِيحَةَ وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۱۸۳﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو (اچانک) انہیں دہلچ لے گی جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہونگے ۱۸۳۔ پس نزوہ (اس وقت)

فراموش ہو گیا، انہوں نے بھی اپنے پیش روؤں کی طرح لکھی دہری کی پُر ہا شروع کر دی اور سانپ بن کر خزانوں پر بیٹھ گئے۔ مزدوروں  
مفت کشوں اور کسانوں وغیرہ کے ساتھ انہوں نے وہی بے رحمانہ سلوک شروع کر دیا۔ ان خونی انقلابات کی تاریخ کا جب انسان مطالعہ  
کرتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کے محاسبہ کا یقین دل میں پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک  
جو رو تم کو شانے کے لیے جو کوشش کی جائے گی اس سے جو رو تم کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گا۔ سداقتدار پر فائز ہونے کے بعد اور  
ملکی خزانوں پر تصرف کا عمل اختیار رکھنے کے باوجود وہی لوگ دنیا کی محبت سے اپنا دامن بچا سکتے ہیں جنہیں فیضِ نبوت سے کچھ  
جھڑمت ہوتا ہے۔

۱۸۲۔ وہ یہ سوال اس لیے نہیں پُرحتے تھے تاکہ وہ بروقت اپنی اصلاح کر لیں بلکہ ازراہ استہزا پُرحتے تھے۔

۱۸۳۔ یہاں قیامت کی آمد کا حال بیان ہو رہا ہے۔ قیامت اس طرح نہیں آئے گی کہ پہلے اس کا اعلان کیا جائے کہ فلاں  
تاریخ کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر کائنات کا نظام درجہ برجم کر دیا جائے گا بلکہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں گے قیامت پنا  
ہونے کا کسی کو دم و گمان بھی نہ ہو گا۔ اچانک حضرت اسرائیل کو بارگاہِ الہی سے نکلنے کا کہہ دیا کہ صبر چھوڑ کر دنیا کے خاتمے کا اعلان کر دیا  
پھر ایک ہولناک کرک ہو گی، جس سے ہر چیز درجہ برجم ہو جائے گی۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وقوعِ قیامت کا جو نظر  
بیان فرمایا ہے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے سماعت فرمائیے:

تقوم الساعة والرجالان فتد نشران ثوبهما يتبايعانه . فلا يطويانه

حتى تقوم الساعة والرجال يلبط حوضه ليسقى ماشيته ما يسقها حتى

تقوم الساعة والرجال يخفض ميزانه وما يرفعه حتى تقوم الساعة والرجال

يرفع اكلته الى فيه فما يبتعها حتى تقوم الساعة۔

ترجمہ: یعنی قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ دو آدمی کپڑے کے خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے کپڑے  
کا تھان کھولا ہوا ہو گا، اس سے پیشتر کہ وہ اس تھان کو لپیٹیں قیامت برپا ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک شخص اپنے مویشیوں  
کو پانی پلانے کے لیے حوض کی لپائی کر رہا ہوگا تو انہیں پانی پلانے سے پہلے ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔ ایک آدمی کوئی  
چیز تول رہا ہوگا اس سے پہلے کہ وہ ترازو اٹوٹا کرے قیامت برپا ہو جائے گی۔ انسان قوم زمین ڈالے گا اور اسے نکلنے سے پہلے

تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۱﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم

کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروالوں کی طرف لوٹ کر آ سکیں گے (۵۱) اور دوبارہ جب صور پھونکا جائے گا تو فرار اور

مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن

اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے جانے نہیں گئے؟ (اس وقت) کہیں گے ہائے ہم برباد ہو گئے! کس نے

مَرَّقِدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۳﴾ إِنْ كَانَتْ

ہیں اٹھا کھڑا کیا ہے ہماری خواہش سے (۵۲) (آواز آئے گی) یہ وہی ہے جس کا جہنم نے وعدہ فرمایا تھا اور سچ کہا تھا (اے) رسولوں کے لئے نہیں

قیامت برپا ہو جائے گی۔

۵۱ اس افراتفری میں نہ وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ سکیں گے۔

۵۲ جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو نظام کائنات تو بالابو جائے گا نہ آسمان اپنی جگہ پر قائم رہے گا اور نہ زمین باقی رہے گی۔ پہاڑ بھی روٹی کے گالے کی طرح ہوا میں تیرنے لگیں گے۔ انسان بھی ٹپٹے ہوئے کیلے پتلیوں کی طرح بے سدا ادا اور ادا کرے گا۔ کچھ حصہ بہر دو بارہ صور پھونکا جائے گا اور سب اپنی قبروں سے آنکھیں کھٹکتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور تیزی سے عدو بند خدا کی عدالت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑیں گے کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔ اجداد: اس کا واحد جَد ث ہے، قبریں۔ یسئلون کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ جوہری کہتے ہیں: وَ نَسَلٌ فِي الْعَذَابِ يَسْأَلُ نَسَلًا وَ نَسَلًا فَأَمَّا السَّرْعُ: وَ قَالَ تَعَالَىٰ اِلٰی رَبِّهِمْ يَسْئَلُونَ (صحاح) نَسَلٌ کا معنی ہے تیزی سے بھاگنا، علامہ قرطبی کہتے ہیں: ہوا ان سراع ف المشی۔ فال معنی یخرجون مُسْرِعِينَ: یعنی تیزی سے چلنا۔ آیت کا معنی ہے کہ وہ بڑی سرعت اور عجلت سے قبروں سے باہر نکل رہے ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ (قرطبی)

۵۳ منکرین قیامت قبروں سے نکل کر جب میدان حشر میں کھڑے ہوں گے تو اپنا سر پھیٹ لیں گے اور کہیں گے آج تک ہم اس کا انکار کرتے رہے۔ اسے محال عقلی گردانتے رہے، لیکن ہمیں پکڑ کر یہاں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پوچھیں گے کون ہے جس نے ہمیں اپنی خواب گاہوں سے جگا کر یہاں لا کر کھڑا کر دیا۔ حضرت امین عباس فرماتے ہیں پہلے نفع اور دوسرے نفع کی درمیانی مدت میں کفار سے عذاب قبر ہٹا لیا جائے گا اور وہ سو جائیں گے۔

۵۴ اس وقت تعصب کی پٹی آنکھوں سے کھل جائے گی۔ یاد آجائے گا کہ یہ تو وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور ہم اس کو جھٹلاتے رہے اور اس کے پیروں کو جھوٹا کہتے رہے اور ان پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگ ایسی اٹھنی باتیں اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ہائے آج پتہ چلا کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہی تھا اور اس کے پیروں نے

۱۸۲

۱۸۲



الْأَصِيحَّةُ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۶﴾ فَالْيَوْمَ

ہرگئی مگر ایک زوردار کراک پھر وہ فرما سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے شکہ پس آج نہیں

لَا تُظَلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۷﴾ إِنَّ أَصْحَابَ

ظلم کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر اور نہ ہی بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر ان اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے ۳۷۔ بیک اہل

الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿۳۸﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَىٰ

بہشت آج (حسب مراتب) اپنے اپنے شکل سے لطف اندوز ہر ہے ہونگے شکہ وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں (مرتب)

جو کچھ ہیں بتایا تھا وہ سچ تھا۔ ہم ہی بہشت اور نادان تھے کہ اس کو نہ مانا اور آج ان حالات سے دوچار ہیں کہ نہ جانے ماند نہ پائے رفتن۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ ان کے سوال کا جواب فرشتے دیں گے۔

۳۷۔ پھر ایک اور ہولناک قسم کی آواز آئے گی اور سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔

۳۸۔ اس روز کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔

۳۹۔ اہل جنت پر نعمت جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہ وہاں کی لذتوں اور لطف و سرور میں اس طرح کھو جائیں گے کہ انہیں دوسری کسی بات کی خبر تک نہ ہوگی۔ وہ اور ان کی نیک بہشت بیویاں ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں مرتع اور آراستہ تختوں پر نیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ہر قسم کے پھل زریں قابوں میں رکھ کر جو رو نعمان ان کی خدمت میں پیش کریں گے ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی جو چیز طلب کریں گے مہیا کر دی جائے گی۔

علاوہ تنہا، اللہ پائی تھی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں :

”والاولی ان یقال فی شغل ما یشہونہ۔ فالصرفیۃ العلیۃ الذین لا مقصود لہم ان اللہ تعالیٰ شغلہم انہماک والاستغراق فی التعلیقات الذاتیۃ علی حسب مدارجہم وغیرہم کان شغلہم بالسماع والریاح والاکل والمشرب والجماع علی حسب شہواتہم وریغباتہم۔“ (مظہری)

ترجمہ : یعنی ہر ایک اپنی خواہش کے مطابق مشغول ہوگا۔ صوفیائے کرام جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں ان کا شغل یہ ہوگا کہ وہ اپنے مدارج کے مطابق تعلیقات ذاتیہ کے مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق ہوں گے اور دوسرے لوگ اپنی دنیاوی لذتوں میں اپنی خواہش کے مطابق مشغول ہوں گے۔

علاوہ مذکورے البرہن سے بایزید بطحالی کا ایک قول نقل کیا ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے :



الرَّايِكِ مُتَكُونٌ ﴿۲۶﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ فِيهَا دَعْوَانٌ ﴿۲۷﴾

نعمتوں پر شکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لیے وہاں (طرح طرح کے لذیذ) پھل ہوں گے اور انہیں ملے گا جو وہ طلب کرتے ہیں۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ﴿۲۸﴾ وَامْتَاذُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمَجْرُمُونَ ﴿۲۹﴾

تم سلامت رہو! (انہیں) یہ کہا جائے گا اپنے رحیم رب کی طرف سے افس اور حکم ہوگا (مجرموں اور مجرودوں کو) آج الگ ہو جاؤ گے۔

۱۰ اخرج البرنعيم عن شيخ طريقنا ابي يزيد البسطامي انه قال ان الله خراس من عباده لوجبه عن رؤيته لاستغاثوا كما يستغيث اهل النار بالخروج من النار۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندے بھی ہیں کہ اگر انہیں دیدار جمال خداوندی سے روک دیا جائے تو وہ جنت میں اس طرح آہ و فغاں اور فریاد کرنا شروع کر دیں جس طرح جہنمی لوگ سے نکلنے کے لیے چیخ و پکار کریں گے۔ افس سب خوشیاں، سب راحتیں، سب بہا۔ لیکن رب کریم خداوند ذوالجلال وہ محبوب حقیقی جس کو راضی کرنے کے لیے وہ قرعہ بھیجتا ہے اب کی طرح تڑپتے رہے۔ جب وہ انہیں اپنے خطاب جاں افروز سے نوازے گا، تو اس وقت ان کی مسرت اور عزت افزائی کی انتہا ہو جائے گی۔

اس آیت کی جو تفسیر زبان رسالت نے فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

۱۱ عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بينما اهل الجنة في نعيمهم اذ سطع عليه نور فخر فغوا رؤسهم فاذا الرب تعالى قد اشرق عليهم من فوقهم۔ فقال السلام عليكم يا اهل الجنة كذلك قوله تعالى سلاماً؛ قولاً من رب رحيم۔ قال فينظر اليهم وينظرون اليه فلا يلتفتون الي شئ من النعيم ماداموا ينظرون اليه حتى يحجب عنهم وينفي نوره وبركته عليهم وفي ديارهم۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ بڑا نور اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے اچانک اُوپر سے ایک نور چمکے گا جب وہ سراٹھا کر دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ ان کا رب کریم ان کی طرف جھانک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے یتقوا! السلام علیکم۔ سلام قولاً من رب رحیم سے یہی مراد ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے۔ محویت کا یہ عالم ہوگا کہ جب وہ جمال حقیقی کا دیدار کر رہے ہوں گے جنت کی کسی دوسری نعمت کا انہیں خیال تک ہی نہیں رہے گا۔ یہاں تک کہ حسن حقیقی پر وہ فرمائے گا، لیکن اس کا نور اور اس کی برکت ان پر اور ان کے مکانوں پر ضیاء بار رہے گی۔

۱۲ اہل جنت پر تو یہ کرم ہوگا اور مجرموں کو حکم ہوگا کہ الگ الگ صفیں بناؤ۔ کوئی فرقہ دوسرے فرقہ کے ساتھ گڈ بند نہ ہو۔ چنانچہ یہودی، عیسائی، آتش پرست، بت پرست، لکھو، دہریے سب ایک دوسرے سے الگ الگ ہو کر جمع ہو جائیں گے۔

أَلَمْ أَعْهَدُ إِلَيْكُمْ يَبْنَىٰ أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ

کیا میں نے تمہیں یہ تاکید ہی حکم نہیں دیا تھا اے اولادِ آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بلاشبہ وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَإِنْ أَعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَقَدْ

کھلا دشمن ہے تم سے اور میری عبادت کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے کھ (ہاں) ہر گز

أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۝ هَذِهِ جَهَنَّمُ

کر دیا شیطان نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو ۵۵ کیا تم عقل (دعوت) نہیں رکھتے تھے۔ ۵۶ یہ ہے وہ جہنم

الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ الْيَوْمَ

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج اس کی آگ تپاؤ اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔ آج ہم

پھر دوزخ میں ہر فرقہ کے لیے الگ الگ زندان خانے موجود ہوں گے۔ ہر گروہ کو اس کے مخصوص جیل میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا جائے گا جو پھر نہ کھل سکے گا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من سخطہ وعدابہ۔ یا اللہ ہم تیری ناراضگی اور تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اس کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ ابتدا میں حشر کے میدان میں مومن کافر سب ایک ساتھ کھڑے ہوں گے۔ بعد میں مجرموں کو حکم ملے گا تم اہل ایمان سے علیحدہ ہو جاؤ۔

۵۵ ان مجرموں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج منہ بسور نے اور جینے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے اپنے انبیاء اور ان کے نائبین علماء و رہبانوں کے ذریعہ سے تمہیں تاکید ہی حکم دیا تھا اور بار بار وصیت کی تھی کہ دیکھنا شیطان کی بندگی اور اطاعت شروع نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا اذی دشمن ہے وہ تمہیں جہنم رسید کر کے رہے گا۔

۵۶ شیطان کی بندگی کو چھوڑ کر میری عبادت کرنا کیونکہ میں ہی تمہارا خالق ہوں میں نے ہی تمہاری بقا اور نشوونما کے لیے بڑی نیک نیتی سے سارے وسائل ہم پہنچا دیے ہیں اور تمہاری ابدی زندگی کے متعلق بھی فیصلہ کرنے کا اختیار صرف مجھے ہے اور مجھ سے بڑھ کر تم پر کوئی شفقت اور رحمت فرماتے والا نہیں۔ اگر تم میرا حکم مانو گے، میری اطاعت کرو گے تو یہی صراطِ مستقیم ہے جس پر عمل کرو تم منزلِ مقصود پاسکتے ہو۔ ۵۷ اتنے تاکید ہی احکام کے باوجود تم نے ہوشمندی سے کام نہ لیا۔ ہماری ہدایت کو پس پشت ڈال دیا۔ اس طرح شیطان تم میں سے ایک انبوہ کثیر کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

جبکہ: الجماعة العظيمة اطلق عليهم تشبيهاً بالجبيل في العظم. یعنی انبوہ کثیر کیونکہ یہ پہاڑ کی طرح عظیم ہوتا ہے اس لیے

فَخْتَمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيَهُمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا

مُفَرَّدَاتِ)۔ (مفردات)

كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ

ابداً یزید پر جو وہ کیا کرتے تھے ۵۷ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ان کی آنکھوں کا نشان تک محو کر دیتے پھر وہ راستہ کی طرف ڈر

بجلا کیا گیا۔ (مفردات)

۵۷ واقعی اس سے بڑی حماقت اور نادانی کیا ہو سکتی ہے۔

۵۷ پہلے فرمایا گیا کہ آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ سب کے ساتھ خواہ کوئی باطنی یا سرکش ہی کیوں نہ ہو پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جو فیصلہ کیا جائے گواہوں کی گواہی اور دیگر دلائل کو سامنے رکھ کر کیا جائے اگر فیصلہ کرتے وقت گواہوں کو سب سے نظر انداز کر دیا جائے کسی ثبوت کی ضرورت ہی محسوس نہ کی جائے، تو وہ فیصلہ اگر عین حق ہو تب بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت صحیح طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ واقعی پوری احتیاط سے ساری کارروائی مکمل کرتا ہے۔ گواہ پیش ہوتے ہیں۔ دوسرے دستاویزی ثبوت فراہم کیے جاتے ہیں پھر واقعی اپنے فیصلے کا اعلان کرتا ہے اس پر دوسرا تو کوئی انگشت نمائی نہیں کر سکتا، لیکن جس کے خلاف فیصلہ صادر ہوتا ہے وہ سراپا احتجاج بن کر گواہوں کو چھوٹا اور دستاویزوں کو بھلی قرار دے دیتا ہے۔ اگرچہ ایسے آدمی کا شور وغل قطعاً کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بہر حال اس کے دل میں تو ایک قسم کی موبہم سی فطش باقی رہ جاتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو فیصلہ فرمائے گا وہ اتنا قطعی اور ہر جگہ دشہہ سے بالا ہوگا کہ خود وہ شخص جس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا ہو گا وہ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بالکل درست اور سراسر حق ہے۔

اس لیے یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ فرشتے میں جب عدالت خداوندی میں پیش ہوں گے۔ ان پر فرد جرم مانا گیا جائے گا، تو وہ اقبال جرم سے مکر جائیں گے۔ کرنا کا تبین گواہی دیں گے۔ ان کے صحائف عمل پر پیش کیے جائیں گے لیکن وہ نہ مانوں کہ رٹ لگانے سے باز نہ آئیں گے۔ بزبان غالب کہیں گے :

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناخن

آدمی کوئی ہمارا دم تحسیر بھی بھت

ان کی بک بک جب عدسے تجاوڑ کر جائے گی، اس وقت ان کے منہ ہی دیے جائیں گے۔ ان کی زبانوں سے قوت گربانی سلب کر لی جائے گی۔ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو کھڑے گا کھڑے بناؤ انہوں نے کیا کیا قوت کیے۔ ہاتھ اور پاؤں یعنی شاہد کی حیثیت سے سارا کچھ چٹھ کھول کر سامنے رکھ دیں گے۔ اس کے بعد ان کی وہ ساری محبت، بازی ختم ہو جائے گی اور بوجھناٹا اور تسلیم کے ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہے گا۔



فَأَنی یُجْرُونَ ﴿۲۳﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا

کرتے تھے تو ان (اندروں) کو راستہ کیسے نظر آتا ہے اور اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں مسخ کر کے رکھ دیتے۔ اسی جگہوں پر

مُضِیًّا وَلَا یَرْجِعُونَ ﴿۲۴﴾ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ أَفَلَا

پھرتے نہ آگے جاسکتے اور نہ پیچھے پلٹ سکتے ہیں اور جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں تو کمزور دیتے ہیں اس کی طبیعتوں کو پھر کیا یہ

یَعْقِلُونَ ﴿۲۵﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیٰ لَهُ ۚ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِکْرٌ

اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہیں اور نہیں سکھایا ہم نے اپنے نبی کو شعر، اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے اسے نہیں پڑھنا

۲۳۔ کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ قیامت کے دن تو اللہ تعالیٰ انہیں سزا دینے پر قادر ہو گا۔ لیکن اس دنیا میں وہ آزاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر ہیں جو چاہیں کرتے پھر جس انہیں کوئی ٹوک نہیں سکتا اس آیت میں اس کا انکار کیا فرمایا ایسا نہیں۔ اگر ہم اس وقت چاہیں تو ان کو ان واحد میں عذاب کے ایسے شکنجے میں کس دیں کہ جیٹی کا دودھ یاد آجائے۔ اگر چاہیں تو ان کی آنکھوں کو ہی مٹا کر رکھ دیں کہ آنکھ رہے نہ بینائی۔ یوں دکھائی دے کہ یہاں آنکھ نام کی کوئی چیز ہے جسے ہی نہیں۔ الطمس، اذالۃ الاثر یا نحو۔ یعنی کسی چیز کو یوں مٹا دینا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے اور پھر وہ راہ بھی ان کو کھجانی نہ دے جس پر ہر روز ان کی آمد و رفت تھی۔

۲۴۔ ہمارے اختیار اور قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ اگر ہم چاہیں تو جہاں یہ اب بیٹھے ہوئے ہیں وہاں سے اٹھنے بھی پائیں کہ ہم ان کا علیہ بگاڑ کر رکھ دیں۔ انہیں پتھر بنا دیں۔ کسی دوسرے بدنما جانور کی شکل میں انہیں تبدیل کر دیں نہ آگے جا سکیں نہ پیچھے ہٹ سکیں۔ ہم نے انہیں جو ذہیل دے رکھی ہے اس کا یہ طلب نہیں کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہیں یا وہ اتنے طاقتور ہیں کہ ہم ان سے ٹھونٹیں لے سکتے۔ یہ تو محض ہمارا کرم ہے کہ ہم نے انہیں مصلحت دی ہوئی ہے۔

۲۵۔ جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں اس کی قوتیں آہستہ آہستہ جواب دینے لگتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس طرح پٹنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے جس طرح وہ بچپن میں تھا۔ نکست الثئی انکسہ نکسا؛ قلبتہ علیٰ رأسمہ۔ کسی کو سر کے بل اوندھا کر اوندھا۔ اللہ کفار قرآن کریم کو شاعر و حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کی تردید فرمادی اور بتایا کہ ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر کہنا حضور کے شایان شان ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کفار کس معنی میں قرآن کو شاعر و حضور کو شاعر کہا کرتے تھے اور کس معنی میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ شعر کا عرفی معنی تو یہ ہے کہ الکلام الودع المقتفی؛ وہ کلام جس کا وزن بھی ہو اور قافیہ بھی۔ اور شاعر اسے کہتے ہیں جو قصداً اور ارادۃً موزون اور مقتفی کلام کہے۔ اس معنی کے مطابق نہ قرآن شعر کہا جاسکتا ہے اور نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر، اور اہل عرب جو دقان لغت



وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ﴿۶۹﴾ لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى

نصیحت اور قرآن جو بالکل واضح ہے تاکہ وہ بروقت خبردار کرے اسے جو زندہ ہے اور تاکہ حجت تمام

الْكَافِرِينَ ﴿۷۰﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا

کرنے کفار پر تاکہ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے پیدا فرمائے ان کے لیے اس مخلوق سے جو ہم نے سچے ہاتھوں

فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا

سے بنائی مورتی پھر اس لیے ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے تابعدار بنا دیا انہیں ان کا پس ان میں سے بعض پر وہ سواری کرتے

سے واقف تھے وہ ایسی غلط بات کیونکر کہہ سکتے تھے اس لیے یہاں شعر سے مراد جھوٹ اور خیالی تک بندی ہے۔ اور شاعر سے مراد وہ آدمی جو حقائق اور صدقوں کو نظر انداز کر دے اور وہم و گمان کی وادیوں میں جھکتا پھرے کسی کی طرح کرے یا ذمہ مبالغہ آرائی اور خیال آفرینی سے باز نہ آئے۔ شاعری میں بھی کیونکہ یہی کچھ ہوتا ہے۔ جھوٹ کی ملاوٹ کے بغیر شعر میں رنگینی اور جاذبیت پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے عرب کہتے ہیں: أَعَذَّبَ الشُّعْرَاءُ كَذِبًا. بہتر اور عمدہ شعر وہ ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ راجب الصفا نے لکھتے ہیں:

”وقال بعض المحصلين لم يعصدوا هذا المقصد في ما رواه وذلك انه ظاهر من الكلام انه ليس على اساليب الشعر ولا يعنى ذلك على اعتمام من العجم فضلا عن بلغاء العرب واما رموه بالكذب فان الشعر يعتر به عن الكذب والشاعر الكاذب حتى ستمى القوم الادلالة الكاذبة الشعرية.“ (معزونات)

ترجمہ: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کفار جب حضور پر شعر کہنے کی تمت لگاتے تو اس سے ان کی مراد شعر کا اصطلاحی معنی نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن کریم شعر کے اسلوب پر نہیں ہے اور یہ حقیقت علمی جہاں لوں پر بھی مخفی نہیں چھپا۔ عرب کے بلغاء اس حقیقت سے ناواقف ہوں، بلکہ حضور پر کذب کی تمت لگاتے تھے کیونکہ جھوٹ کو شعر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور جھوٹے کو شاعر کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جھوٹی دینیوں کو ادل شعریہ کہتے ہیں۔

تاکہ یہ کتاب مبالغہ آرائی، خیال آفرینی اور جھوٹ کا پلندہ نہیں ہے۔ یہ تو سراسر نصیحت و موعظت ہے۔ جو بات اس میں بیان کی گئی وہ محض حق ہے۔ نہ اس میں مبالغہ ہے، نہ عیارت آرائی ہے۔ نہ بیان حقیقت میں بال برابر تجاوز یا کمی کی گئی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں احکام الہی، حقائق عالم اور زندگی کی صدقوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

تاکہ اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو بروقت متنبہ کر دیا جائے جن کے ضمیر ابھی مردہ نہیں۔ جن میں حق پذیری کی قوتیں ابھی موجود ہیں اور جن کے دل مر چکے ہیں اور جن میں حق قبول کرنے کی استعداد ختم ہو چکی ہے ان پر مذہب الہی کے نزول کی

يَا كُلُونَ ﴿۷۶﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبٌ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۷۷﴾ وَاتَّخَذُوا

ہیں اور میں کا گوشت، کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان بوٹیوں میں اور بھی کئی مختلفیں ہیں۔ رہنے کی چیزیں ہیں۔ کیا وہ نکراد انہیں کھنے اور

مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهًا لَّهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۷۸﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ

ان (ظالموں) نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خدا کو شاید وہ ان کی مدد کریں ۷۸۔ یہ جھوٹے خدا نہیں مدد کر سکتے ان کی ۷۸۔

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ﴿۷۹﴾ فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ أَعْلَمُ مَا

اور یہ کفار ان مجرموں کے لیے تیار شدہ لشکر ہیں ۷۹۔ پس نہ رنجیدہ کرے آپ کو دے صیب! ان کا قول۔ ہم خوب جانتے ہیں

يُسْرُونَ وَمَا يَعْلَمُونَ ﴿۸۰﴾ أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانَ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

جس بات کو وہ چھپاتے ہیں۔ اور جو ظاہر کرتے ہیں ۸۰۔ کیا انسان (اس حقیقت کو) نہیں جانتا کہ ہم نے اسے لطف سے پیدا کیا ۸۰۔

حجت تمام کر دے۔

۷۶۔ یعنی ان لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے کہ رزق ہمارے دستِ فرما سے کھاتے ہیں اور جانور جن پر یہ سواری کرتے ہیں جن کا گوشت کھاتے ہیں، جن کا دودھ پیتے ہیں وہ سب ہم نے پیدا کیے ہیں اور انہیں ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے۔ اس کے باوجود وہیں چھوڑ کر وہ دوسری چیزوں کو اپنا خدا بنا رہے ہیں اور شیطان نے ان کے کان میں یہ سچو تک دیا ہے کہ اگر تم پر کوئی مشکل آئی تو یہ تمہاری مدد کو آئیں گے اور عذاب الہی کے شکنجے سے تمہیں بروتی چھڑا لیں گے۔

۷۷۔ ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ یہ تمہارا کچھ بھلا نہیں کر سکتے۔ ان کی کیا طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تم کو چھڑا سکیں۔

۷۸۔ "ہم" ضمیر کا مرجع مشرکین ہیں۔ لہذا کامر جع ان کے مجبور ان باطل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسے کئے خلدوں کی انہی کا پرچم بلند کرنے کے لیے انہوں نے لشکر جمع کر رکھے ہیں جب کوئی توحید الہی کی دعوت دینے کے لیے آتا ہے تو فوراً اس کے خلاف برسرِ پیکار ہوجاتے ہیں؛ معدن حفظہم والذبت عنہم فی الدنیا۔ ایک مضموم اس کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر نبی کے پیغمبر کیجیا کر دیے جائیں گے اور انہیں ایک ساتھ واصل جہنم کر دیا جائے گا۔

۷۹۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دے رہا ہے اور دوجوئی فرما رہا ہے۔

۸۰۔ اگر انسان اپنے مادہ تخلیق کی طرف ہی غور کرتا تو سرکشی اور بغاوت کا راستہ اختیار نہ کرتا۔ ہم نے اسے پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا، پھر اسے صحت، جوانی، عزت اور دولت کی نعمتیں بخشیں، فکر کرنے اور ایک اطاعت گزار بندہ بننے کے بجائے وہ ہم سے

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۱۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ

پس اب وہ ہمارا گھلا دشمن بن بیٹھا ہے۔ اور بیان کرنے لگا ہے ہمارے لیے رحیم و غریب، مثالیں اور اس کو فراموش کر دیا ہے جی

مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۱۸﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ

پیدا کرنے کو آتش آگستا ہے اسی! کون زندہ کر سکتا ہے ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں لے آپ فریضے (لے لگائے سن! زندہ کرنے کا انہیں ہی

مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۱۹﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ

جس ٹھنہ میں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے نئے جس نے (اپنی حکمت سے) رکھ دی تمہارے لیے بزرگوں میں

الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقَدُونَ ﴿۲۰﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ

آگ پھر تم اس سے اور آگ لٹکتے ہو لے کیا وہ (قادر مطلق) جس نے پیدا فرمایا

ہی اچھ رہا ہے، ہمارا ہی انکار کر رہا ہے اور اس کے لیے مناظرہ انداز اختیار کر رہا ہے۔

۱۷ لے یہ گستاخ، ناہنجار ہمارے لیے طرح طرح کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ خدا ہوتا تو ہمیں کہیں نظر نہ آتا۔ اتنے بڑے کارخانہ حیات کو ایک سستی کیسے چلا سکتی ہے۔ یہ قیامت کی دھمکیاں مذہبی لوگوں نے لوگوں پر محض اپنا تسلط جانے اور انہیں ذہنی غلامی میں مبتلا کرنے کے لیے گھڑی ہوئی ہیں۔ — بھلا کبھی قیامت قائم ہو سکتی ہے۔ کیا ایسی ان ہونی بات کو عقل تسلیم کر سکتی ہے یہ غیر ذیہ اس قسم کی ہرزہ سرائی میں تو انہیں بڑا کمال حاصل ہے۔ اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ لے کس مادہ سے پیدا کیا گیا ہے کیا اس کا یہ سراپا وہاں تھا جب یہ پیدا ہوا تھا، کیا یہ شترخیاں اس میں موجود تھیں۔

نئے اسے میرے محبوب! آپ منکرین قیامت کو بتائیے جو یہ سمجھتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنا محال ہے۔ آپ انہیں بتائیں کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہ سستی زندہ کرے گی جو غلاقِ ولیم ہے۔ جس کی قوتِ تخلیق کا یہ حال ہے کہ آسمان، مہر و ماہ، ستارے، فضائیں ہوائیں، زمین سب اشیاء اس نے محض اپنے امر کون سے پیدا کی ہیں اور جس کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ غیب و شادۃ ظاہر و باطن، جلی و جھنی سب امور کو جاننے والا ہے۔ ذرا عقل سے کام لے کر کیا ایسے غلاقِ ولیم کے لیے تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح ڈالنا کچھ مشکل ہے، ہرگز نہیں۔

۱۸ لے ان اسرار و رموز کو سمجھنے کی تو تم میں اہلیت نہیں جن کے باعث کروڑوں سال گزرنے کے باوجود اس نظامِ عالم میں کنگلی کے آثار کہیں نظر نہیں آتے لیکن یہ تو ایک موٹی سی بات ہے کہ پانی اور آگ میں طبعی تضاد ہے۔ آگ کا بس چلے تو پانی کو بجلا بنا کر اڑا دیتی ہے اور اگر دہکتی ہوئی آگ پر ایک پتھر پانی ڈال دیا جائے تو وہ ٹپکھ جاتی ہے۔ اس طبعی تضاد کے باوجود اس منجر سرسبز



السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ

آسماؤں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر کے ان میں سے (چھوٹی سی) مخلوق۔ بلیک (وہ ایسا کر سکتا ہے) اور وہی

الْعَلِيمُ ﴿۱۱﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۱۲﴾

پیدا کرنے والا سب کچھ جانتے والا ہے۔ اسے اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اتنا ہی ہے کہ وہ فرماتا ہے: اے کون سا چیز ہو جاؤ گی

فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۳﴾

پس وہ (ہر عیب سے) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔ ۱۳

درختوں میں آگ اور پانی کو یکجا کر دیا ہے۔ یہی گیلی نکڑی جب کاٹ کر اس سے آگ جلانی جاتی ہے تو اس سے آگ کے شعلے بجھنے لگتے ہیں۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب میں دو درخت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک کو "المرغ" اور دوسرے کو "العفار" کہتے ہیں۔ اگر ان کی شاخوں اور پھل کالی جائیں جن سے رس بہ رہی ہو اور انہیں ایک دوسرے سے رگڑا جائے تو آگ بجھ کر اٹھتی ہے۔ جو ذات ان امور پر قادر ہے اس کے لیے تمہاری بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

اسے اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس نے آسماؤں اور زمین کو پیدا کیا جن کی بلندی، وسعت اور گہرائیوں کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ کیا ایسی قادر و قہیم ہستی کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کوئی مشکل بات ہے؟ اس کی دیگر تخلیقات کے سامنے تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ ذرا پہاڑ کے ساتھ سر جوڑ کر کھڑے ہو تو تمہیں اپنی قامت کی درازی کا پتہ چل جائے۔ ذرا ہاتھی کے ساتھ اپنا وزن تو کرو، اس کا ایک پاؤں بھی تم سے زیادہ وزن ہے۔ ذرا برن کے ساتھ دوڑو تو لگاؤ دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔ ایک بیس کے ساتھ کھانے میں ہی مقابلہ کر کے دکھاؤ۔ یہ قامت، یہ طاقت اور یہ حیثیت۔ اور اس کے باوجود ایسی فرستیاں کہ قدرت الہی پر حریف گیری کرنے کی جرأت کرنے لگے ہو۔

اسے تمہیں تو ایک معمولی سی چیز بنانی ہو تو اس کے لیے تمہیں بیسیوں اجزاء فراہم کرنے پڑتے ہیں۔ اگر ایک بجز بھی نایاب ہو جائے تو تمہاری ساری ہمارتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و جبروت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ ارادہ ہوا اور کُن کہا تو وہ چیز خواہ وہ کتنی بڑی ہو، ہم محض سے عالم وجود میں آجاتی ہے۔

اسے بلیک ہر نفس، ہر خامی، ہر کمزوری، ہر عیب اور ہر شریک سے وہ ذات اعلیٰ، ارفع اور پاک ہے۔ اس کا علم محیط اس کی قدرت ہمہ گیر، اس کا حکم ہر اعلیٰ و ادنیٰ پر جاری ساری۔ ہر چیز اس کے زیر نگین اور تابع فرمان جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے بننا چاہتا ہے دیتا ہے۔ ہر چیز کا اختیار اس کے اپنے دست قدرت میں ہے اور انجام کار ہر چیز نے اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء و الیہ تُرجعون۔



سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم سبح قدوس ربنا ورب الملائكة ورب العرش العظيم -  
اللهم لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين -

فاطر السموات والارض انت ولى فى الدنيا والآخرة توفنى مسلماً والحقنى بالصالحين -

يا رب صل وسلّم دائماً ابداً

على جيبك خير الخلق كلهم

ولن يضيق رسول الله جاهك بى اذا الكريم تجلى باسم منتقم

يا نفس لا تقضى من ذلة عظمت ان الكبار فى القرآن كالسهم

ومن يكن برسول الله نصرته ان تلقه الاسد فى آجامها تجم

يا رب صل وسلّم دائماً ابداً

على جيبك خير الخلق كلهم

نظري شافى

محمد كرم شاه

١٤ - رجب ١٣٩٢ هـ

٢٧ الخس ١٩٧٢ م

يوم الاحد - بهردوسودى

٣ - رجب المرجب ١٣٩١ هـ

٥ - سبتمبر ١٩٤١ م

يوم الاحد فى مكهال

## تعارف

## سُورَةُ الصّٰفّٰتِ

**نام :** اس کا نام سورہ الصافات ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس میں پانچ رکوع، ایک سو بیاسی آیتیں اور آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار آٹھ سو چھپیس حروف ہیں۔

**زمانہ نزول :** یہ سورت مکہ منورہ میں نازل ہوئی۔ مضامین میں غور و فکر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کئی دور کے اس حصہ میں نازل ہوئی۔ حبیب اسلامی دعوت نے اہل مکہ کو چمکنا کر دیا تھا اور انہوں نے تعصب کا سہارا لیتے ہوئے اس کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اسلامی دعوت اور داعی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آوازے کئے شروع کر دیے تھے۔ یہ سورت کئی زندگی کے درمیانی دور کے آخر میں نازل ہونے والی سورتوں سے واضح مشابہت رکھتی ہے۔

**مضامین :** کفار عرب بشرک کی لعنت میں بڑی طرح گرفتار تھے۔ آیات ۶-۳۵ میں بتایا گیا ہے کہ اگر انہیں لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو وہ ازراہ غرور و نخوت اس دعوت کو مسترد کر دیتے اور کہتے ایک شاعر و مجنون کی بات مان کر ہم اپنے خداؤں کی خدائی کے عقیدہ کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ جہلا کائنات کا یہ وسیع اور پیچیدہ کاروبار ایک خدا انجام دے سکتا ہے؟ نامکن۔

سورت کا آغاز عقیدہ توحید کو دلوں میں جاگزیں کرنے کے لیے تین قسمیں کھا کر فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا خدا ایسے ایک خدا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا وہی پروردگار ہے۔

قیامت کے بارے میں بھی ان کا نظریہ یہ تھا کہ ایسا ہونا نامکن ہے عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی اس کے باوجود بھی دو لوگ انداز میں فرمادیا: **قُلْ نَفْسٍ وَاَنْتُمْ دَاخِرُونَ**۔ ہاں قیامت ضرور آئے گی اور تمہیں ذلیل و رسوا کر کے حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

قیامت کے دن منجورین قیامت جس طرح آپس میں الجھیں گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے اس کا ذکر بھی کر دیا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے جاں نثار غلام بڑے زہرہ گداز حالات سے دوچار تھے۔ لفظ بہ لحاظ مصائب و آلام کے اندھیرے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ ان کی تسلی کے لیے انبیاء کرام کے ایمان افروز حالات بیان فرمادیا کہ مخالفت اور عداوت سے انہیں بھی واسطہ پڑا تھا۔ مشکلات کے پہاڑ ان کے راستہ میں بھی شامل ہوئے

تھے، لیکن انہوں نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا، اپنے خدا پر توکل کیا اور مصروفِ جہاد رہے۔ آخر کار فتح و نصرت کا کبھی نہ مڑ جانے والا سہرا ان کے سر پر باندھ دیا گیا۔ ساتھ ہی فرمادیا جو بھی انبیاءِ کرام کے نقشِ قدم پر چلے گا، اسلام کا علمبردار بنے گا وہی ہمیشہ غالب رہے گا۔ ان جندنا اللہ العزیزون۔

اہل مکہ کو تنبیہ فرمادی کہ آج جس کو تم کو مہر سمجھ رہے ہو، سارے عرب پر اس کا پرچم لہرائے گا اور سارے عالم کو اسی کے دامنِ رحمت میں جگہ ملے گی۔



سُوْرَةُ الصَّفَاتِ بِكَيْتَابِ رَبِّهَا فَاتَّخَذُوا مِنْهَا نَسِيًّا ۗ اِنَّهَا تَكُوْنُ اِيْتًا فِيْ خَمْسِيْنَ كُوْرًا ۗ

سورہ الصفات مکی ہے اس کی آیتیں ۱۸۲ اور رکوع پانچ

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَالصَّفَاتِ صَفًا ۙ فَالزَّجْرُ زَجْرًا ۙ فَالتَّثْلِيْثِ ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ

قسم ہے در مقام نیاز میں اس سے باندھ کر کھڑے ہونے والوں کی، پھر خوب بھڑکنے والوں کی پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی سہ کو تبارک اور عزیز

لَوْ اِحْدٌ ۙ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۗ

ایک ہی ہے سہ جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک ہے مشرقوں کا سہ

سہ توحید خداوندی کا مضمون شروع کرنے سے پہلے تین قسمیں اٹھائیں تاکہ اس مضمون کی اہمیت سننے والے کے ذہن میں نقش ہو جائے اور ہمہ تن متوجہ ہو کر وہ ارشاد خداوندی کو سنے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی فوری مخلوق ہیں۔ انہیں حسب مدارج مختلف قسم کے فرائض کی انجام دہی کے لیے مقرر فرمایا گیا ہے اور انہی فرائض کے مطابق ان کی گروہ بندی کر دی گئی ہے۔

پہلے ان فرشتوں کی قسم اٹھانی جو عبودیت و نیاز کے مقام میں نصف بہت کھڑے ہیں۔ اکثر علماء تفسیر نے الصافات کا معنی صفین باجہ کر کھڑے ہونے والے کیا ہے۔ بعض علماء نے الصافات کا یہ مضموم بتایا ہے کہ پڑھیے اور منظر مکمل کھڑے ہونے والے اس کے بعد فرشتوں کے اس گروہ کی قسم اٹھانی جو کوئی بھی امور کی تکمیل کے لیے مقرر ہیں۔ ہوا، بادل، بارش، سرواہ، کواکب و سیارے وغیرہ پر متعین ہیں۔ اور اکمل الحاکمین کے فرائض کے مطابق تعمیل ارشاد کر رہے ہیں: الزَّجْرُ فِي الْاِحْصَالِ الدَّفْعِ عَنِ الشَّيْءِ بِتَسْتِطْعِ وَ صِيَاْحِ دُرُوْحِ الْمَعٰنِي اِكْسِي كُوْبَارُ عِصْبٍ اُوْر زُوْر دَارٍ اُوْر اَزَّ سِ كَسِي بَاتٍ سِ رُو كُنَا۔ ویسے کسی چیز کو چیلانے برائے مہینہ کرنے اور رکنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

والنَّزَا جِرَاتِ : مَا يَنْبِطُ بِهَا زَجْرُهُ مِنْ الْاَجْرَامِ الْعَالِيَةِ وَالسُّفْلِيَةِ وَغَيْرِهَا عَطَى وَجِهَ يَلِيْقُ بِالْمَزْجُوْرِ : يَعْنِي اِحْرَامَ طَوِيْعٍ اُوْر سُلْبِيَةٍ كُو اَنْ كِ شَا يَنْ اَنْ اُوْر مَنَّا سَبَّ مَالِ زَجْرٍ كِ لِيْ عِ جُوْ فَرَشْتِ مَقْرَرٍ هِيْ اُنْ كِ قِمْ اِطْحٰنِي لَمْنِي۔ اس کے بعد جو فرشتے آیات الہی کی تلاوت میں مہر وقت مشغول رہتے ہیں ان کی قسم اٹھانی گئی۔

سہ فرشتوں کے ان تین مقدس گروہوں کی قسمیں اٹھانے کے بعد بتایا کہ تبارک خداوندہ لا شریک لہ ہے۔  
سہ یہ دلائل توحید بھی ہیں اور صفات خداوندی بھی یعنی وہی تھی جو ان صفات جلیلہ سے مستصف ہے وہی خدا ہو سکتی ہے اور پیکر



## إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۖ وَحِفْظًا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ

بلاشبہ ہم نے آراستہ کیا ہے آسمان دنیا کو ستاروں کے نکھار سے سکے اور اسے محفوظ کر دیا ہے ہر کیش شیطان کی پڑائی

## مَّارِدٍ ۚ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَيُقَذَّفُونَ مِنْ كُلِّ

سے شے نہیں سن سکتے کان لگا کر عالم بالا کی باتوں کو اور پھراڑا کیا جاتا ہے ان پر ہر

پر صفات صرف اللہ تعالیٰ میں ہی پائی جاتی ہیں، اس لیے وہ ہی مہمور برحق ہے مشارق و مغرب کی جمع ہے۔ یہ ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی۔ سورج ہر روز نئے مطلع سے اور مختلف اوقات میں طلوع ہوتا ہے۔ اس لیے مشارق جمع کا صیغہ استعمال کیا اور جب وہ مشارق کا رب ہے تو مغارب کا بھی وہی رب ہوگا، اس لیے ایک کے ذکر پر اکٹھا کیا۔ نیز طلوع آفتاب میں قدرت الہی کا ظہور زیادہ نمایاں ہے اس لیے اس کو ترجیح دی۔ دوسرے مقام پر رب المشارق و المغرب بھی مذکور ہے۔ (شرح المعانی)

سکے السماء موصوف ہے۔ دنیا اس کی صفت ہے۔ دنیا ادنیٰ و قریب ترین، کی تائید سے یعنی وہ آسمان جو زمین کے باہل قریب ہے۔ اس میں کروڑوں بکد ان گنت ستارے تندیلوں کی طرح آویزاں دکھائی دیتے ہیں اور اس کے سخن و دلغزی میں مٹا کر رہے ہیں اور تاریک رات میں جو دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ ہر عالم اور جاہل اس سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ ہر ستارہ کہیں بھی ہو اس سے قرآن کریم کو بحث نہیں کیے بغیر یہاں علم الافلاک کی تفصیلات بتانا مقصود نہیں ہے لیکن یوں نظر آتا ہے کہ قریب ترین آسمان کی پرستاشوں میں چراغ روشن ہے۔

شے یہاں دو چیزیں بڑی وضاحت سے بنا دی گئیں کہ یہ بیکراں بلندیوں اور یہ فضائے محیط جہاں کوئی محسوس چیز نہیں دکھائی نہیں دیتی انہیں غیر محفوظ متکھو یکہ قادر مطلق اور خالق حکیم نے یہاں ایسی حد بندیاں قائم کر دی ہیں جنہیں عبور کرنا از حد مشکل ہے۔ یہ حد بندیاں بظاہر نظر نہیں آتیں، لیکن ان حد بندیوں کو توڑنے کی جب کوئی کوشش کرتا ہے اسے ہی ان کی سختی اور مضبوطی کا احساس ہوتا ہے۔ خلا کی تسخیر کے لیے جو تجربات کیے گئے ہیں یا کیے جا رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کونسا کیم نے کس طرح اپنی کائنات کو ایک محکم نظام کے مطابق پیدا کیا ہے۔ کس طرح درجہ بندی فرمائی ہے اور حدود کا تعین کیونکر کیا ہے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں کمانت کا بڑا چرچا تھا۔ ہر جگہ اس قسم کے لوگ کثرت سے مل جاتے تھے جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے۔ یہ ان کا پیشہ تھا، اس سے انہیں بے انداز آمدنی ہوا کرتی تھی۔ کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی، کسی کا کوئی عزیز بیمار ہو گیا کسی نے نئے کاروبار کا پروگرام بنایا، کوئی لمبے سفر کے لیے تیار ہوا۔ ان تمام مواقع پر وہ توہم پرست لوگ ان جھوٹے غیب دانوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان کے پاس پہنچ جاتے۔ یہ پیشہ ورکاہن بڑے شاطر قسم کے لوگ ہوتے تھے ایسی دورنگی باتیں کرتے کہ پوچھنے والا مطمئن ہو کر چلا جاتا۔ ان کا ہنوں کے متعلق اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی جن ان کے ماتحت ہے اور وہ اسے غیب کی خبریں آکر بتاتا ہے۔

جَانِبٍ ۸ دَحُورًا ۹ وَكَلِمَةً ۱۰ عَذَابٌ ۱۱ وَاصِبٌ ۱۲ ۱۳ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ

طرف سے ان کو جھکانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے

فَاتَّبَعَهُ ۱۴ شَهَابٌ ۱۵ ثَائِبٌ ۱۶ فَاسْتَفْتِهِمْ ۱۷ أَمْ أَشَدُّ خَلْقًا ۱۸ أَمْ مَنْ

تو ثاقب کرتا ہے اس کا تیز شعلہ۔ پس آپ ان سے پوچھیے آیا وہ زیادہ مضبوط ہیں مخلقت کے اعتبار سے یا اور میری

خَلْقًا ۱۹ إِنَّا خَلَقْنَهُمْ ۲۰ مِنْ طِينٍ ۲۱ لَازِبٍ ۲۲ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۲۳

جزیہ نہیں منے پیدا فرمایا۔ بلکہ ہم نے پیدا کیا ہے انہیں لبدار کچھڑے سے لے آپ تو اہلما رجب تھے ہیں اللہ نے کھڑے کھڑے دیکھ کر اور وہ خورجی

جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو بتایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ وحی لے کر میرے پاس آتا ہے تو اہل عرب نے حضور کو بھی ایک کاہن خیال کیا اور وحی کو ان کا ہنوں کے اقرار پر قیاس کیا اور یہ سمجھنے لگے کہ ان کے پاس بھی کوئی جن آتا ہے اور انہیں یہ باتیں آکر رکھتا ہے۔

ان آیات میں ان کے اس گمان باطل کی تردید کر دی کہ جس دن سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر فائز کیے گئے ہیں اس دن سے آسمانوں کے پہرے سخت کر دیے گئے اور اب کسی شیطان کی مجال ہی نہیں کہ عالم بالا میں استقامت عالم کے متعلق جو فیصلے ہو رہے ہیں ان پر آگاہ ہونے کی جرات کر سکے اور وہاں کے راز یہاں افشاء کر سکے پہلے تو کسی جن یا شیطان کو ایسا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور اگر کوئی اپنی شریعت کے باعث ایسا کرتا ہے تو شہاب ثاقب سے اس کی توجیہ کی جاتی ہے جو اسے جلا کر رکھ کر دیتا ہے، اس لیے اب نہ کمانت رہی اور نہ کاہن۔

یہ میرا نبی ہے اس پر میرا کلام نازل ہوتا ہے۔ اس کلام کو لے کر آنے والا میرا نورانی فرشتہ ہے جو میرے اذن سے آتا ہے اس لیے اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو کہ یہ کاہن ہے۔

چند مشکل الفاظ کی تشریح: المارود: العاقی من المین والانس سکرش جن ہو یا انسان الملائ الا علی: اهل السماء الدنيا وما فوقها آسمانوں پر بسنے والی مخلوق: یغدفون: میرمون: دحورًا: یہ مصدر ہے، اس کا معنی دیکھنے دے کر نکال دینا۔ مصدر لا یفتال دحورته دحورًا و دحورًا ای طردتہ: و اصب: دائم، ہمیشہ رہنے والا۔ شہاب ثاقب: اس کے متعلق تفصیل بحث فیہا القرآن جلد دوم سورہ الحج آیت نمبر ۸ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳ ان آیات میں مشرکین کے غیر معقول رویے کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ آخرت کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں، آپ ان سے پوچھیے کہ آسمانوں، کرکڑوں، ستاروں، سورج اور چاند اور فلک بوس پہاڑوں کو بنانا ہمارے لیے مشکل ہے یا تمہیں دوبارہ زندہ کرنا جنہیں ہم نے نہیں وار کچھڑے سے پیدا کیا ہے۔

وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۗ وَقَالُوا إِنَّا

ہیں اور جیسا نہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق کرنے لگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں نہیں

هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۗ إِذْ آمَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا وَإِنَّا لَمُبْعُوثُونَ ۗ

ہے یہ سحر کھلا ہوا۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور دمر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں تو کیا ہم زندہ کر کے اٹھائیں گے

أَوْ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۗ قُلْ نِعْمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۗ فَأَمَّا هِيَ زَجْرَةٌ

اور کیا ہمارے اگلے باب داوا بھی فرمائیے ہاں ضرور اس حال میں کہ تم ذلیل و خوار ہو گے ہے پس قیامت تو فقط ایک

وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۗ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ۗ

جہڑکی ہوگی پس وہ اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے شے اور کہیں گے ہم برباد ہو گئے! یہ تو یوم ہزا ہے

هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَكْذِبُونَ ۗ أَحْشِرُوا الَّذِينَ

(ہاں ہاں) یہی فیصلہ کا دن ہے جس کی آمد کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (اے فرشتو!) جمع کرو جنہوں نے

ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۗ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ

ظلم کیا تھا اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے شے اللہ تعالیٰ کو بھجور کر پس سیدھا لے چلو

شے آپ فرمائیے تم تو اس کو نکال بھجور رہے ہو لیکن میں کہتا ہوں کہ میرے رب کا فرمان سچا ہے وہ ضرور تمہیں اور تمہارے گروے  
ہوئے باپ داوا کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور تمہیں اس روز اس کفر و انکار کے باعث ذلیل و خوار کر کے اٹھایا جائے گا۔ تمہارے سر  
چمکے ہونگے۔ مارے خوف کے چہرے زرد ہونٹ خشک آنگھیں بے نور ہوگی سینوں میں دل دہل رہے ہونگے۔ داخرون، حاشا غن اذکن  
شے تمہیں دوبارہ زندہ کرنے کے لیے ہمیں کسی بڑے اہتمام اور گوشش کی ضرورت نہ ہوگی۔ بس صرف ایک بھوک سنتے ہی مائے  
خوف کے سرکشی خود بخود قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

شے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو فرمائیں گے ان سب کالی بھیلوں کو اکٹھا کرو۔ جتنے مشرک اور کافر ہیں اور ان کے ساتھیوں اور ان کے بہت  
وغیرہ جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے سب کو لے جاؤ اور انہیں سیدھا لے جا کر جہنم میں دھکا دے دو۔ الحشر: اخراج الجعاعة  
عن مفرھہ و مضرات، یعنی کسی جماعت کو ان کی آرام گاہوں سے نکال کر لے جانا۔ ان کفار کو ان کی قبروں سے یا جہاں وہ تھے



إِلَى صِرَاطِ الْحَجِيمِ ۝ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۝ مَا لَكُمْ

انہیں جہنم کی راہ کی طرف - اور اب ذرا روک لو انہیں ان سے باز پرس کی جائے گی سنلے تمہیں کیا ہو گیا تم کو

لَا تَنصَرُونَ ۝ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۝ وَأَقْبَلْ بَعْضُهُمْ

دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ بلکہ آج تو وہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں لے اور متوجہ ہوں گے ایک دوسرے کی

عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۝

طرف داور سوال جواب کریں گے سنلے (بیروکار سرداروں سے) کہیں گے کہ تم آیا کرتے تھے ہمارے پاس بڑے طرف سے سنلے

قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ

اور میں کفر پر مجبور کرتے تھے، وہ جواب دینے لگے بلکہ تم ایمان ہی کب لائے تھے، کہ تم کو گراہ کر دینا، سنلے اور نہ ہیں تم پر کوئی غلبہ حاصل تھا۔

ہوتے ہوں گے فرشتے نکالیں گے اور انہیں ہانک کر اس میلان میں لے آئیں گے اور سب کو وہاں جمع کریں گے سنلے پہلے جہنم میں جھینکنے کا حکم دیا جائے گا، لیکن ان کی رسوائی میں اضافہ کرنے کے لیے انہیں پھر ٹھہرانے کا حکم ہوگا کہ ابھی نہیں ذرا ان کا حساب ہو لینے دو تاکہ تمام اہل مشرکوں ان کے کفر و شرک ان کی حرام خوریوں اور ناشکریوں کا علم ہو جائے اور سب کو پتہ چل جائے کہ دنیا میں جن کی عظمت کے ڈنگے بچتے تھے ان کا کیا مشر ہو رہا ہے

سنلے دنیا میں جو بات بات پر پرہم ہو جایا کرتے تھے ازراہ نصیحت اگر انہیں کوئی اچھی بات کسی جاتی تھی تو اکڑ جاتے تھے بڑے بڑے فرعون اور فرود، بڑے بڑے ارجیل اور یزید، آن حکم الہی کے سامنے مسکینوں کی طرح گردن جھکا دیں گے اور ہر شاہ کی تمہیل کیلئے سنلے یہاں اس گفتگو کا ذکر کیا جا رہا ہے جو قوم کے گمراہ سرداروں اور ان کے گمراہ بیروکاروں کے درمیان ہوگی۔ اس بیان سے قصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کریں۔ وہ دوستی اور تعلق جس کی بنیاد اسلام سے ہو کر دانی قرآن و سنت سے اجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہادت پر ہوگی وہ قیامت کے دن تارِ منکبوت سے بھی کڑوہ بلکہ وبالِ جان ثابت ہوگی۔

سنلے اس آیت میں الیمین کا معنی کُرد اور شان و شوکت ہے۔ الیمین، العدرة و المقرة (لسان العرب) ماتحت لوگ اپنے سرداروں کو کہیں گے کہ تم بڑی شان و شوکت اور کُرد فرسے ہمارے پاس آتے تھے اور ہمیں اسلام سے ہٹا کر کسی مشرک کی دعوت دیتے تھے کہیں یورپ کی لنگی اور وہاں تہذیب کو اپنانے کا مشورہ دیتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ تم آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے چلے آؤ ہم دونوں جہانوں میں تمہارے ذمہ دار ہیں آج کہہ گئیں تمہاری وہ شوخیال۔ سنلے ان متددہ آیتوں میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ گمراہ نہیں





إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ۝ وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ

۱۱) اے مجرمو! تم ضرور کچھو گے دردناک عذاب کو۔ اور نہیں بدل دیا جائے گا تمہیں مجرمانی کا جو تم

تَعْمَلُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

کیا کرتے تھے۔ البتہ اللہ کے مخلص بندے اس عذاب سے محفوظ رہیں گے، وہی ہیں انہیں وہ رزق دیا جائے گا جس کی

مَعْلُومٌ ۝ فَوَاكِهِ وَهُمْ مَكْرُمُونَ ۝ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝ عَلَىٰ

کہنیت معلوم ہے۔ لذیذ جیل۔ اور ان کا بڑا احترام و اکرام کیا جائے گا (اور وہ) نعمت کے باغوں میں ہوں گے (زرنگار) پلنگوں

سُرِّ مُتَقَبِلِينَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۝ بِيضَاءِ

پر آنے والے پینے والوں کے لیے۔ پھرائے جائیں گے ان پر چھکتے جام (نرابہ لہور کے) چشموں سے پر کر کے۔ (دودھ زیادہ) سفید

لَذَّةٍ لِّلشَّرِبِينَ ۝ لَا فِيهَا غَوْلٌ ۝ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْفَوْنَ ۝ وَ

بڑے لذیذ پینے والوں کے لیے۔ نہ اس میں مضرت صحت کوئی چیز ہے اور نہ وہ اس (کے پینے) سے مدبوش ہو گئے۔ اور

ہے وہ قیامت کے منکر تھے وہ اپنے بتوں کو الٹا اور مبرود یقین کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے۔ وہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی کرتے تھے اور حضور کو شاعر اور مجنون کہتے تھے۔ جو لوگ خواہ مخواہ مسلمانوں پر تنگ

کے فتوے لگاتے ہیں اور ان کے متعلق یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے بھی وہی عقائد ہیں جو مشرکین مکہ اور کفار عرب کے تھے۔ وہ ان

آیات میں بار بار غور کریں خدا کرے انہیں اپنی اس زیادتی کا احساس ہو جائے اور مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لیے جو وقت،

سرمایہ اور علمی قابلیت ضائع کر رہے ہیں اسے وہ مشرکوں، احمقوں اور دہریوں کو مشرف باسلام کرنے میں خرچہ کریں۔

۱۲) نافرمانوں اور سرکشوں کے انجام کے ذکر کے بعد اپنے مخلص بندوں پر اپنے انعام و اکرام کا حال بیان فرمایا جا رہا ہے۔

چند مشکل الفاظ: فواکہ: جمع فاکھتہ: وہی التماثل کہا رہا یا بسہا: ہر قسم کے چھل تراوشک مسر: جمع ہے

سربوک۔ تخت۔ متقابلین: آنے والے۔ کاس: اس پیالہ کو کہتے ہیں جو شراب سے بھر ہوا ہو۔ خالی پیالے کو قدح

یا ناک کہتے ہیں، کاس نہیں کہتے۔ وان کان فارغاً فلیس بکأس (قرطبی)۔ بیضا: نمر کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور کاس

کی بھی۔ غَوْل: جسمانی بیماری۔ سردو، پیٹ میں درد وغیرہ۔ لا یُنْفَوْنَ: ای لا تذهب عقولہم بشرہا: ہرگز نہیں

ہونا۔ مخور ہونا۔ فِضْرَاتُ الْعُرْفِ: کھجکی جڑنی ٹکاہوں والیاں جو اپنے شوہروں کے نیز کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتی ہی نہیں

عِنْدَهُمْ قَصِرَتُ الظَّرْفِ عَيْنٌ ۱۰ ۱۱ كَانَتْهُنَّ بَيْضٌ مَكُونٌ ۱۲

ان کے پاس ہوں گی چھپی نگاہوں والی آہو چشم (عورتیں) گویا وہ (شتر مرغ کے) انڈوں کی مانند، گردوغبار سے محفوظ۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۱۳ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ

پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے (اور) سوال جواب کریں گے۔ چلے گئے گا ان میں سے ایک کہ

إِنِّي كَان لِي قَرِينٌ ۱۴ يَقُولُ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۱۵ إِذْ أَتَانَا

میرا ایک جگری دوست ہوا کرتا تھا۔ وہ (مجھے) کہا کرتا تھا کہ کیا تو قیامت پر ایمان لانے والوں سے ہے۔ کیا جب ہم مرے

وَكُنَّا تَرَابًا وَعِظَامًا ۱۶ إِنَّا لَمَدِينُونَ ۱۷ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ۱۸

اور (مرا) سنی اور (پوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں گے کیا اس وقت ہمیں جزا دی جائیگی۔ ارشاد ہو گا کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟

باشم و با حیا بین جمع ہے عینا کی، موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ جن کی آنکھوں کا سیاہ حصہ بہت سیاہ اور سفید حصہ بہت سفید۔ تبیین: انڈا خصوصاً شتر مرغ کا انڈا اس میں سفید اور زرد رنگ کی آمیزش بڑی لطیف ہوتی ہے۔ عرب عورتوں کے اس رنگ کو بہت پسند کرتے تھے۔

چلے اب اہل جنت کی ایک باہمی گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے اور اس کا مقصد بھی غافلوں اور سرکشوں کو بردقت متنبہ کرنا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عالم آخرت میں دیکھنے اور سننے کی قوتوں کا کیا حال ہو گا۔ جنت میں بیٹھا ہوا ایک غیبی لاکھوں میل بکر غیر محدود مسافت پر دوزخ میں ایک دوزخی کو دیکھ بھی لے گا اور اس سے بات بھی کرے گا اور اس کا جواب بھی سن لے گا۔ وہاں ڈریڈیو، لاسکی ٹیلی ویژن ہوگی اور کوئی اور جدید ترین مواصلاتی آلہ کار فرمایا ہوگا۔

ان آیات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل جنت پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی نوعیت کیا ہوگی تو وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے دُور سے سُنا یا دیکھنا اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں جس طرح اس دُنیا میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا اسی طرح دارِ آخرت میں بھی اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر اہل جنت کی طرح اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ قوت سمع و بصر دے دے تو اس کی قدرت و رحمت سے کوئی بے نیاز نہیں۔ یہاں پہلچہ کہ اگر ہم درود شریف پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضتِ مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے سماعت فرما رہا ہے تو اس سے کوئی شریک لازم نہیں آتا، اور نہ تمام اہل جنت کو شریک فی اسمع والبصر کا شریک ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ حق کی سمجھ عطا فرمائے اور جو لطف عمیم اور فضل کبیر دیکھ کر اس نے اپنے محبوب



فَاطْلَعَ فَرَاهُ فِي سُوءِ الْجَحِيمِ ۝ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينَ ۝

پس جب اس نے جھانکا تو دیکھا اپنے پارک جہنم کے وسط میں۔ طبعی بول اٹھے گا بخدا! تو تو مجھے ہلاک کرنا ہی چاہتا تھا

وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُخْضَرِّينَ ۝ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝

اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی (آج) پکڑ کر لائے جانے والوں میں سے ہوتا۔ یعنی کہیں گے کیا اب تو میں مرنا نہیں چکا

إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّيْنَ ۝ إِنَّ هَذَا هُوَ الْفَوْزُ ۝

بجز اپنی پہلی موت کے اور نہ ہمیں (اب) عذاب دیا جائے گا۔ بیچک یہی وہ عظیم الشان

الْعَظِيمُ ۝ لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمِلُونَ ۝ أَذَلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا ۝

کامیابی ہے۔ ایسی ہی عظیم الشان کامیابی کے لیے عمل کرنا شروع کرنا چاہیے۔ بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا

أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۝ إِنَّهَا شَجَرَةٌ ۝

زقوم کا درخت ہے۔ ہم نے بنا دیا ہے اسے آزمائش ظالموں کے لیے ۱۹۔ یہ ایک درخت ہے

بندوں پر فرمایا ہے ہم ناچیزوں کو بھی اس سے حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ نعمتیں اور ضیافتیں جن سے ہم اپنے نخلص بندوں کو سرفراز کریں گے اچھی ہیں یا زقوم کا درخت۔ خود فیصلہ کرو۔

زقوم: ایک بد نما اور بد صورت درخت ہے اس کا ذائقہ سخت کڑوا، اس کی ٹونگوار اس سے جو پانی بہتا ہے وہ جہنم چھو جائے تو دم ہو جائے اور اس پر نیز نگہ دار کانٹے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ درخت تمام کے علاقہ میں پیدا ہوتا ہے بڑا کڑوا اور بد بو دار۔ قال قطرب: انھا شجرۃ مرة تکون بہتھامۃ من اخبث الشجر (قزطلی) اور بعض نے کہا ہے کہ اس نام کا کوئی درخت اس دنیا میں نہیں ہے جہنم کے ایک درخت کا نام ہے۔ والقول الاثنی انھا لا تعرف فی شجر الدنیا۔

۱۹۔ علامہ قزطلی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش کہنے لگے: ما نعرف هذه الشجرۃ۔ یہ زقوم کیا ہے؟ ہم تو اس نام کا کوئی درخت نہیں جانتے۔ اتفاق سے افریقہ کا ایک آدمی آگیا، انہوں نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: هو عندنا، المرید، والتمر۔ ہمارے ہاں تو کھن اور کھجور کو زقوم کہتے ہیں۔ پس پھر کیا تھا اس لفظ کو ماہر لہجہ استعمال کر کے مذاق اڑایا جانے لگا۔ ابن الزبیری نے کہا: اکثر اللہ فی ہرنا الزقوم، اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں میں زقوم



تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۖ طَلَعَهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ۝۱۵

جو اگتا ہے جہنم کی تڑپیں۔ اس کے شگونے گویا شیطانوں کے سر ہیں نکلے

فَأَنَّهُمْ لَا يَكُلُونَ مِنْهَا فَمَا لَوْنٌ مِنْهَا الْبُطُونُ ۖ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ

پس انہیں ضرور کھانا ہوگا اس سے اور بھروسے کے اس سے اپنے پیٹ پھر انہیں زقوم کھانے کے

عَلَيْهَا الشُّوبَا مِمَّنْ حَمِيمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۝۱۶

بہد کھوتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا اسے پھر انہیں ٹوٹا دیا جائے گا جہنم کی طرف۔

إِنَّهُمْ أَفْوَا أَبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَىٰ أَثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ وَلَقَدْ

انہوں نے پایا تھا اپنے باپ دادا کو گمراہ پس وہ (بے سوچے سمجھے) ان کے پیچھے بھاگے جا رہے ہیں آگے اور بیک

ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأُولَٰئِينَ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنذِرِينَ ۝۱۷

گئے تھے ان سے قبل بہت سے پہلے لوگ اور ہم نے بھیجے تھے ان میں ڈرانے والے۔

کی کثرت کرے۔ ابو جہل نے اپنی زندگی سے کہا: زقیمینا: تو وہ کھجور اور مکھن لے کر آگئی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تنزقنوا هذا الذی یخوننا بہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وسلم) مکھن اور کھجور کھاؤ یہ ہے وہ جس سے ہمیں وہ ڈرایا کرتے ہیں۔

نکلے یعنی زقوم کا درخت جو جہنم کے وسط میں اُگے گا۔ اس کے شگونے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر اگر کسی نے شیطانوں کے سروں کو نہیں دیکھا لیکن جس طرح کسی نو بردار اور حسین کو فرشتہ سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح یہ صورتی بیان کرنے کے لیے شیطان سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ و رؤس الشیاطین متصور فی النفوس وان کان غیر موعی (رقطہیں) نکلے بتایا جہنمیوں کو کھانے کے لیے زقوم نکلے گا اور اس زقوم سے بھرے ہوئے پیٹ میں کھولتے ہوئے پانی سے چسپاں کیا جائے گا۔ یعنی پینے کے لیے انہیں کھوتا ہوا پانی ملے گا۔ حمیمہ کھولتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ مَشْرَبًا شَابًا یَشُوبُ کُلَّ مَصْرٍ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز میں ملا دینا، خلط ملا کر دینا۔ وہ چیز جس کو ملا یا جاتا ہے اس کو بھی شوبت کہتے ہیں۔

۱۷ ان کی گمراہی کی وجہ بتانی جا رہی ہے کہ انہوں نے عقل و ہوش کے چراغ بجھا دیئے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو منسل کر دیا اور اپنے گمراہ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذِرِينَ ۝۱۷۱ اَلْعِبَادِ اللّٰهُ الْمُخَاصِرِينَ ۝۱۷۲

پس (اے مخاطب!) دیکھ کیا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا، مگر وہ نہ سنبھلے تھے، اس لئے ان کے جو اللہ کے مخلص بندے تھے ۱۷۱

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُوْنَ ۝۱۷۲ وَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ

اور (فریاد کرتے ہوئے) پکارا ہمیں نوحؑ نے پس ہم بہترین فریادرس ہیں ۱۷۲ اور ہم نے نجات دے دی انہیں اور ان کے

الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ۝۱۷۳ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ۝۱۷۴ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

گھرانے کو ایسی مصیبت سے جو بڑی زبردست تھی۔ اور ہم نے بنا دیا فقط ان کی نسل کو باقی رہنے والا۔ اور ہم نے چھوڑا ان کے ذکر و خبر

فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷۵ سَلَّمَ عَلٰی نُوْحٍ فِي الْعُلَمِيْنَ ۝۱۷۶ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

کو پیچھے آنے والوں میں۔ نوحؑ پر سلام ہو تمام جہانوں میں۔ ۱۷۵ ہم اسی طرح بدل دیتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۷۷ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۷۸ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷۹

مخسین کو بیک وقت وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے غرق کر دیا دوسرے لوگوں کو۔

۱۷۳ عام لوگوں کی تو سہی روش ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ایسا نہیں کیا کرتے وہ حق کے پیروکار بنتے

ہیں۔ اگر ان کے آبا و اجداد ہدایت کی راہ پر چلنے والے۔ حق کو بلند کرنے والے۔ اللہ کے ذکر اور یاد میں اپنی عُمریں بسر کرنے والے

ہوتے ہیں تو وہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور اگر وہ بیکے ہوئے اور گم کردہ راہ ہوتے ہیں تو یہ ان سے اپنا تعلق منقطع کر لیتے ہیں۔

انہیں صرف حق سے سروکار ہے۔ حق کی شمع جہاں بھی ہو یہ پرولنے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ حق کا پرچم اٹھا کر جو جماعت میدان میں

آئے یہ اس کے شانہ بشانہ صف بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۷۴ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں اور آپ کی قوم کے آپ کے ساتھ ناشائستہ اور غیر منصفانہ رویے کے متعلق آپ

کئی مقامات پر پڑھ چکے ہیں جب طوفان آیا تو صرف آپ اور آپ کے دین والے بچے باقی سب غرق ہو گئے۔ آج نسل انسانی

جہاں کہیں موجود ہے یہ ان کشتی میں سوار لوگوں کی اولاد ہے۔

۱۷۵ اس آیت میں چند گھمات مقرر ہیں:

ترکنا علیہ شتاء حسنا فی کل اُمتة: یعنی ہم نے آنے والی امتوں میں آپ کی شہرت اور نیک نامی کو برقرار

رکھا۔ ہر قوم آپ کی شان خواں اور ہر اُمت آپ کی تعریف کرتی ہے۔

وَأَنَّ مِنْ شَيْعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ ۖ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۱۶

اور ان کی جماعت میں سے ابراہیم (علیہ السلام) بھی تھے۔ جب وہ حاضر ہوئے اپنے رب کے برابر میں قلبِ سلیم کے ساتھ۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۖ أَيْفَا الْإِلَهَةِ دُونَ

جب انہوں نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ کیا جوڑے گھڑے ہوئے خدا اللہ تعالیٰ کے

اللَّهِ تُرِيدُونَ ۖ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ فَظَنَرَ نَظْرَةً فِي

علاوہ چاہتے ہو؟ پس تمہارا کیا خیال ہے سارے جہانوں کے پروردگار کے بارے میں؟ سو آپ نے ایک بار

النَّجُومِ ۖ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۖ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۖ فَرَاغَ إِلَىٰ

دیکھا ستاروں کی طرف۔ پھر کہا میری طبیعت ناساز ہے۔ چنانچہ وہ لوگ انہیں پیچھے چھوڑ کر (میلہ دیکھنے) چلے گئے تھے پس آپ

۱۶ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ قلبِ سلیم سے مراد وہ دل ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر دوسری محبت اور تعلق سے محض نظر سمیر۔ اسی سلیب من الاشتغال بغیر اللہ تعالیٰ خالیا عن الغیر وجہہ (مظہری)

۱۷ یہ استغنام برائے توبیح ہے یعنی تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

۱۸ یہ استغنام بھی توبیح کے لیے ہے۔ آیت کی ترکیب یہ ہے: تریدون فعل۔ انتم ضمیر مستتر فاعل۔ آلہ مفعول بہ۔ دون اللہ اس کی صفت اور انفا مفعول لہ۔ اس کی اہمیت کے لیے اس کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ اتریدون الیہۃ دون اللہ انفا۔ بتانا یہ ہے کہ ان کا یہ سارا کاروبار جھوٹ اور باطل پر مبنی ہے۔ محض جھوٹ سے انہوں نے چند بت تراشے اور پھر خود بخود انہیں مجبور بنا لیا۔ خدا کا یہ ارشاد: نہ خدا کے بندوں نے ایسا کیا، نہ عقل سلیم اس کو گوارا کرتی ہے۔

۱۹ یعنی ان خود تراشیدہ اصنام کو تم نے خدا بنا لیا ہے اور انہیں امور کائنات میں رب العالمین کا شریک خیال کرتے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اتنی بڑی بجاوت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ باز پرس نہیں کرے گا۔ اس کے غضب سے ڈرو۔ اس بجاوت سے باز آ جاؤ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرو۔

۲۰ یہاں جو واقعہ اہمالاً مذکور ہے وہ تفسیراً سورۃ الانبیاء میں گزر چکا ہے۔ وہاں اس کے عوامی کا بھی مطالعہ کر لیا جائے۔ فنظر نظرتہ فی النجوم کا لفظی معنی تو یہ ہے کہ آپ نے ستاروں کی طرف دیکھا، لیکن جب کوئی شخص کسی امر میں غور و فکر کرنے لگے تو بطور عمارہ اس وقت بھی یہ جملہ بولتے ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں مفسرین کرام نے علم نجوم کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ خصوصاً روح المعانی جلد ۲۳ صفحات: ۱ تا



الْهَيْهَمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۙ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿۱۱﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

چپے سے ان کے دو ہاتھوں کی طرف گئے اور کہا کیا تم درہنہ ٹھانیں، انہیں کھاؤ گے؟ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم بولتے بھی نہیں؟ پھر پوری قوت سے فرمایا:

ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۙ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا

لکائی ان پر داہنے ہاتھ سے۔ (رنگ ریلیاں منانے کے بعد) آئے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے اسے آپ نے فرمایا کیا تم پوجتے ہو انہیں

تَنْحِتُونَ ۙ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا

جنہیں تم خود تراشتے ہو؟ اے اللہ! انہوں نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ انہوں نے (دو میلہ کن انداز میں) کہا: بناؤ اس

فَالْقُوَّةَ فِي الْحَيَاةِ ۙ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿۱۴﴾

کے لیے وسیع آتشکدہ پھر پھینک دو اسے اس بجزئی آگ میں اے انہوں نے تو چاہا کہ آپ کے ساتھ مکر کریں لیکن ہم نے انہیں نیچے کر دیا اور

۱۲۲ دیکھنے کے قابل ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی میلہ یا جنن منانے کے لیے شہر سے باہر کسی کھلے میدان میں جایا کرتے تھے اور اس روز طرح طرح کے کھانے اور مٹھائیاں لطفوں میں رکھ کر صبح سویرے اپنے بتوں کے سامنے رکھ جاتے۔ شام کو واپس آتے تو اٹھالیتے۔ انہیں تبرک سمجھ کر خود بھی کھاتے اور بار دوستوں میں بھی تقسیم کرتے۔

آپ نے سوچا ایسا زریں موقع پھر جلدی نہیں ملے گا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ان کے بتوں کی بے بسی ان پر ظاہر کر دینی چاہیے۔ وہ لوگ تو راہ پیش دینے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے اور یہ مرد خدا ہاتھ میں ہتھوڑا لیے چپکے سے صدم کدہ میں گھس آیا۔ پہلے تو ان آراستہ پیراستہ بتوں کو ازراہ قنقن فرمایا ایسی لذیذ مٹھائیاں سامنے رکھی ہیں تم کوک ٹوک دیکھ رہے ہو، کھاتے کیوں نہیں۔ اور پھر ہتھوڑا اٹھایا اور پوری قوت سے ان پر پہلے در پہلے ضربیں لگانے لگے کسی کا ہاتھ نہ تھا کسی کا پاؤں نہ تھا، کسی کا سر فاش اور کسی کی ناک نثار۔ دروغ فریاد انہیں چند لمحوں میں توڑ چھوڑ کر اطمینان سے گھر چلے آئے۔ شام کے وقت جب لوگ میلہ سے فارغ ہو کر پتھانہ میں پہنچے اور اپنے بتوں کی یہ درگت بنی دیکھی تو کلام مچ گیا۔ فوراً مجرم کی تلاش کے لیے قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں۔ بتوں کے ہاں میں ابراہیم علیہ السلام کا رویہ بر خاص وہم کو معلوم تھا۔ سب سے یک زبان ہو کر کہا کہ ابراہیم کے بیڑے حرکت کوئی نہیں کر سکتا۔

۱۳ اے جنہوں نے دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ بیڑوں مال ہے اور اقبلا کی ضمیر مرفوع متصل ذوالعالم زلف النعام، شتر مرغ تیزی سے چلا سے ماخوذ ہے۔

۱۴ اے آپ نے اسی مقصد کے لیے اتنا بڑا خطہ مول لیا تھا۔ جب وہ منہ لٹکانے آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: نادانو! تم ان بے بس اور بے جان مجسموں کی پوجا کرتے ہو جن کو تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے کچھ تو عقل سے کام لو کچھ تو خدا کا خوف کرو۔



وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ

اور آپ نے کہا میں جا رہا ہوں اپنے رب کی طرف وہ میری رہنمائی فرمائے گا (دعا مانگی) میرے رب! عطا فرماوے

الصَّالِحِينَ ﴿۴۰﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ

مجھے ایک نیک بچہ لائے پس ہم نے شہزادہ سنایا انہیں ایک حلیم فرزند کا۔ اور جب وہ اتنا بڑا ہو گیا کہ آپ کے ساتھ دوڑ دھوپ

يُبْنِيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ

کر سکے۔ آپ نے فرمایا اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تجھیں ذبح کر رہا ہوں اب بتا تیری کیا رائے ہے

جو تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی پیدا کرنے والا ہے۔

۳۹۔ وہ حضرت عقیل اللہ کی اس دلیل کا تو کوئی جواب نہ دے سکے اور انتہائی کارروائی کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے

ایک الاؤ تیار کرو اور اسے اس میں پھینک دو۔

۴۰۔ انہوں نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملاک کرنے کے لیے یہ منصوبہ بنایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حسن تدبیر سے ان کے

اس منصوبہ کو ناکام بنا دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آتشکدہ میں گرے تو وہ ٹھنڈا ہو گیا اور آپ کا بال بھی بیکانہ ہوا۔

۴۱۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کی صداقت کی کئی روشن دلیلیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں، لیکن وہ اپنے شرک کو چھوڑنے پر

آمادہ نہ ہوئے۔ آخر کار حضرت ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ ان میں ہدایت پذیری کی ادنیٰ رتق بھی موجود نہیں۔ ایسے معاشرہ میں دعوت و

ارشاد کا سلسلہ جاری رکھنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ تو آپ نے ان کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے اس مشرکانہ

ماحول سے رخصت ہو رہا ہوں تم جانو اور تمہارا کام نہیں وہاں جاؤں گا جہاں دل جمعی سے اپنے رب کو یاد کر سکوں گا اور اس کے

بندوں کو اس کے قریب لانے کی کوشش کروں گا۔ (انہی آیتوں سے مراد الی حیث امرنی ربی ادھیث اتجر دخیہ لعبادۃ

رؤد المعانی) یعنی جہاں میرے رب نے مجھے جانے کا حکم دیا۔ یا جہاں میں تسکین کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سکوں گا چنانچہ

آپ وہاں سے مصر اور مصر سے ہوتے ہوئے شام تشریف لے گئے۔

۴۲۔ اس وقت تک آپ کا کوئی فرزند نہ تھا۔ شام پہنچ کر آپ نے ایک صالح بیٹے کے لیے التجا کی جو قبول ہوئی۔

۴۳۔ جب وہ فرزند دبند تیرہ چودہ برس کا ہو گیا تو ایک نیا امتحان شروع ہوا۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے

بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں کیونکہ انبیاء کے خواب بھی بمنزلہ وحی ہوتے ہیں، اس لیے آپ سمجھ گئے کہ میرا خداوند کرم مجھے اپنا فرزند ذبح کرنے

کا حکم دیتا ہے۔ فوراً اپنے لخت جگر کو فرمان خداوندی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک بچہ دے کر مولائے

کی رضا حاصل ہو جائے تو یہ سودا بڑا سستا ہے۔ آپ نے سارا ماجرا اپنے نوخیز بچے کو بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

يَا بَيْتِ افْعَلْ مَا تُوْمَرُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ ۝۱۶

عرض کیا میرے پدر بزرگوار! کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔

فَلَمَّا اسْلَمَا وَتَلَّهَا لِبَعِيْنٍ ۝۱۷ وَنَادَيْتُهُ اَنْ يَّابْرٰهِيْمُ ۝۱۸ قَدْ

پس جب دونوں نے سراطعت تم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو چٹائی کے بل لٹا دیا ۱۷ اور ہم نے آواز دی لے ابراہیم! دہس ہاتھ روک ہو بیٹیک

صَدَقْتَ الرَّعْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۹ اِنَّ هٰذَا هُوَ

تو نے سچ کر دکھایا خواب کو ہم اسی طرح بدل دیتے ہیں محسنوں کو بیٹیک یہ بڑی کلمی

خانظر ما ذالتری۔ اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ ان الفاظ سے حضرت اسماعیل کا مشورہ نہیں پوچھ رہے تاکہ اگر اس کی مرضی نہ ہو تو تعمیل حکم سے معذرت کر دی جائے بلکہ محض اپنے بچے کا امتحان مقصود تھا کہ جس بچے نے غلیل کی گود میں پرورش پائی ہے اور باجوہ کا دودھ پیا ہے اور جس کو روزِ اقل سے درس ہی یہ دیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اگر جان بھی دینی پڑے تو اس میں قطعاً کامل نہ کرنا۔ اب یہ بچہ تیرہ چودہ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے۔ ذرا دیکھیں اس شبانہ روز تربیت کا اس پر کیا اثر ہوا ہے۔ نیز آپ اس خواب بکرا امتحان میں اپنے فرزند کو بھی برابر کا شریک کرنا چاہتے تھے تاکہ کامیابی کی صورت میں رضائے الہی کا تاج صرف باپ کے سر پر ہی نہ بلکہ گائے بکرا باپ بیٹا دونوں اس عزت و شرف سے سعادت مند و زہوں۔

حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے جب یہ خواب بیان کیا تو اس کی تسلیم و رضائے جو جواب دیا وہ قرآن کریم کے الفاظ میں ہی پڑھ لیجیے۔ ان نازک اور پاکیزہ عالیٰ مذہبات کو اگر تم اپنے الفاظ میں بیان کریں گے تو ان کا حق ادا نہ ہوگا: قَالَ يَا بَيْتِ افْعَلْ مَا تُوْمَرُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ۔ اے میرے بزرگ باپ حکم الہی کی تعمیل فرما فرمائیے۔ باقی رہا میں تو مجھے آپ صابروں میں سے پائیں گے اور انشاء اللہ کے کلمات قلبیات کا اضافہ کر کے اپنے مقام عبدیت اور نیار کو چار چاند لگا دیے بیچ کروں گا لیکن تب جب میرے رب کو منظور ہوا یعنی اگر میں نے مقام رضائے کامیابی حاصل کر لی اور اس نازک امتحان میں سُرخرو ہوا۔ تو اس میں میرا کوئی کمال نہ ہوگا۔ محض میرے رب کا احسان اور کرم ہوگا کہ مجھے صابر بننے کی توفیق عطا فرمائی جس اسلام کی دعوت حضرت ابراہیم دیا کرتے تھے اس کا عملی مظاہرہ حضرت اسماعیل کی اس اداسے زیادہ حسین اور دلگمش کیونکر پیش کیا جاسکتا ہے۔ شاعر مشرق فیضوف اسلام نے یوں ہی تو نہیں کہا:

یہ منہ صغان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی  
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندگی!

۱۹۔ دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے صبح کے دھندلکے میں ہی گھر سے روانہ ہو گئے۔ بیٹا اپنی جوانی اپنا حسن

اپنی رعنائی اور اپنی امیدوں اور آنگوں کی دنیا قربان کرنے کے لیے شاداں شاداں جا رہا ہے اور باپ اپنی سوسالہ دعاؤں کے رنگین ٹکڑے لختِ جگر اور نوز نظر کو قربان کرنے جا رہا ہے۔ دونوں خوش ہیں اور از حد مسرور۔

شیطان نے سوچا آج تک ابراہیم نے مجھے ہر قدم پر رک پھینچا اور خچر کے پرچک لگایا۔ آج اگر اس کا بنانا کھیل لگا کر نہ رکھ دوں تو اہلین میرا نام نہیں۔ دوڑتا ہوا آپ کے گھر پہنچا۔ حضرت ہاجرہ تشریف فرما تھیں۔ پوچھا میاں جی کہاں ہیں اور تمہارا اسماعیل آج نظر نہیں آ رہا۔ ہاجرہ نے بتایا دونوں باپ بیٹا سیر و تفریح کے لیے باہر گئے ہیں۔ کہنے لگا نہیں تم دھوکے میں ہو۔ ابراہیم آج تیرے نیچے نیچے کھینچنے کے لیے لے گیا ہے۔ دوڑو اور فرار اپنے نیچے کو بازو سے پکڑو۔ ورنہ چند لمحوں بعد اس کی مردہ لاش پر آہ و فغان کر رہی ہوگی آپ نے فرمایا کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو قتل کرتا ہے اور ابراہیم کو تو اپنے اس بیٹے سے بڑا پیار ہے۔ تم ٹھوٹا بک رہے ہو۔ غلو یہاں سے۔ شیطان نے کہا تم جھولی بنی بیٹھی ہو۔ وہ آج ضرور تیرے نیچے کو ذبح کر دے گا۔ کہہ کر اس کے رب نے اسے یہ حکم دیا ہے۔ ہاجرہ نے جواب دیا۔ اگر رب کریم کا حکم ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہزاروں اسماعیل ہوں تو بھی اس کے اشارہ پر تصدق کر دوں۔ ماں کا دل بڑا نرم ہوتا ہے یہاں اسے اپنی کامیابی کی سو فیصد امید تھی لیکن منہ کی کمانی۔ ظالم نے ہمت نہیں ہاری۔ ڈرنا ہوا اسماعیل کے پاس پہنچا وہاں سے بھی اسی قسم کا جواب ملا۔ دل کڑا کر کے آخری دارا زمانے کے لیے حضرت خلیل سے جا کر لہجہ پڑا اور کہنے لگا کہ اتنے زبردست اور ماقبل ہو کر نیچے کو ذبح کرنے پہلے ہو۔ یہ کہاں کی ہوشندی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اور سینکڑوں طریقے ہیں۔ بڑھاپے میں ایک بچہ ملا۔ وہ بھی اتنا حسین جسے دیکھ کر جاننا ضرور چاہئے۔ اس کو ذبح کرنے پہلے ہو۔ تمہارا تو نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ نسل ختم ہو جائے گی، مغاندان مرٹ جائے گا اور یہ جو خواب خواب کی رٹ لگا رکھی ہے۔ یہ شیطانی دوسرے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دینا ہوتا تو جبرئیل آپ کے پاس یہ حکم لے آتے۔ آپ نے زمین سے پتھر اٹھایا اور دسے مارا۔ تین دفعہ ایسا ہی اس کے ساتھ سلوک کیا۔ شیطان کی آنکھیں کھل گئیں اسے پتہ چل گیا آج اللہ تعالیٰ کے بندے کے ساتھ اسے واسطہ پڑا ہے۔ اسی کے متعلق الیٰہی الصالحین فرمایا گیا ہے۔ جب دونوں ایک گوشہ تنہائی میں پہنچے تو حضرت اسماعیل نے عرض کی پدر محترم! میرے ہاتھ اور پاؤں تیری سے باندھ دیجیے۔ مبادا بے خبری میں انہیں بلا بیٹھوں اور آپ پر میرے خون کے چھینٹے پڑ جائیں۔ نیز میرا منہ زمین کی طرف کر دیجیے تاکہ میرا چہرہ دیکھ کر آپ کو ترس نہ آجائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حضرت ابراہیم نے آپ کو منہ کے بل زمین پر لٹایا اور تیز چھری لگے پھر نہ کہ بھینچنی شروع کر دی تو عالم بالا میں رزہ طاری ہو گیا ہوگا۔ اور فرشتوں کو اِذَا أَعْلَجَ مَا تَعْلَمُونَ کی تفسیر کا علم ہوا ہوگا۔ آپ تیزی سے چھری گدون پر پھیر رہے ہیں۔ ادھر سے نڈا آتی ہے: بس اے میرے خلیل بس۔ ہو گیا تیرا امتحان اور تو امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ قَدْ صَدَّقْتَ الشَّرِيحَةَ اِنَّا كُنَّا لَمُحْسِنِينَ۔

یہ ہے اسلام کی ساری تعلیم کا خلاصہ۔ اپنے آپ کو، اپنی ہر چیز کو اپنے مالک حقیقی کی رضا کے لیے قربان کر دینا۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم      نہایت آس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

یہاں ایک مسئلہ حل طلب ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس فرزند کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہ کون ہے اسماعیل یا اسحاق علیہما السلام۔ ہمارے نزدیک دونوں حضرت محترم اور مکرم ہیں۔ ہم دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ



الْبَلَاءِ الْمُبِينِ ﴿۱۸﴾ وَقَدَيْنَهُ بِذُنُوبِكُمْ عَظِيمٍ ﴿۱۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْكَ فِي

آزمائش سختی اور ہم نے بچا لیا اسے فدیہ میں ایک عظیم ذبحہ دے کر۔ اور ہم نے چھوڑا ان کا ذکر فی

الْآخِرِينَ ﴿۱۹﴾ سَلَّمَ عَلَيَّ إِبرَاهِيمَ ﴿۲۰﴾ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹﴾

آنے والوں میں۔ سلام ہو ابراہیم پر اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱﴾ وَبَشِّرْهُ بِأَسْحَقَ نَبِيًّا مِّنْ

بیک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے بشارت دی آپ کو اسحاق کی ذکر، وہ نبی ہو گا اور وہ

آہ وطم کی ذات اقدس واطہر خود اتنی خوبوں اور کمالات پر سے متصف ہے کہ حضرت اسماعیل اگر اس شرف سے محروم نہ ہوں تب بھی رحمت دو عالم کی عظمت شان میں ذرہ برابر کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس لیے ہیں یہودیوں کی طرح کوئی تعصب نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ ایک بزرگ کا کمال اس سے چھین کر دوسرے بزرگ کو دینے پر اصرار کریں لیکن دلائل۔ تاریخی حالات اور شواہد جس بات کو ثابت کریں اس کو نہ ماننا اور اس کے برعکس کسی اور خیال کو اپنے دل میں جمالینا بھی قطعاً جائز نہیں اس لیے ازراہ تعصب نہیں بلکہ تحقیق حق کے لیے ہیں دلائل کا موازنہ کرنا چاہیے۔

یہودی اس امر کے مدعی ہیں کہ یہ فرزند حضرت اسحاق تھے۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲۲ میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس باب میں کوئی جگہ لکھی مرتبہ یہ تصریح بھی ہے کہ جس بیٹے کو قربانی کے لیے آپ لے گئے تھے وہ آپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ کیا یہودی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے تھے بلکہ کتاب پیدائش باب ۲۱ میں یہ صراحت مذکور ہے کہ حضرت اسحاق سے پہلے حضرت ہاجرہ کے لطن سے آپ کا ایک فرزند تولد ہوا تھا (ملاحظہ ہو آیت ۸-۹) اور وہ لڑکا (اسحاق) بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اسحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابراہام نے بڑی ضیافت کی اور سارے نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق کے دودھ چھڑاتے وقت حضرت اسماعیل کی عمر کافی بڑی تھی۔

جب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر ۸۶ سال تھی اور جس وقت حضرت سارہ کے لطن سے اسحاق پیدا ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت اسماعیل اپنے چودھویں یا پندرہویں سال میں تھے اور تیرہ سال کی عمر میں جب ان کو قربانی دینے کے لیے حضور ابراہیم لے گئے تھے اس وقت آپ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل تھے نہ حضرت اسحاق۔

اب قرآن کریم کی طرف آئیے! پہلے انہی آیات کو پڑھیے۔ حضرت ابراہیمؑ ولد صالح کے لیے دُعا مانگتے ہیں، دعا قبول ہوتی



الصَّالِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحَقَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ ﴿۲۱﴾

صالحین میں سے اور ہم نے برکتیں نازل کیں اس پر اور اسحق پر اور ان کی نسل میں کوئی نیک ہوگا

وَوَظَّالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿۲۲﴾ ۴ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۲۴﴾

اور کوئی اپنی جان پر کھلا ظلم کرنے والا ہوگا۔ ہم نے احسان فرمایا موسیٰ و ہارون و علیہما السلام ا پر

وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۲۵﴾ ۵ ﴿۲۶﴾ وَنَصَرْتَهُمْ فَكَانُوا

اور ہم نے بچایا ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم و اندوہ سے اور ہم نے ان کی مدد فرمائی پس ان کے

ہے۔ بچے جو ان ہوتا ہے، اس کو قربان کرنے کا خواب میں اشارہ ہوتا ہے جب آپ حکم الہی کی تعمیل کر چکے ہیں۔ انہ من عبادنا المؤمنین کا فرقہ انہیں سنایا جاتا ہے۔ تو اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے و بشزونة باسحق کہ ہم نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری دی اور اگلی آیت میں ہے و بركنا عليه و علىٰ اسحق اس جس صاف پتہ چلتا ہے کہ علیہ کی نصیب اس فرزند کی طرف عود کرتی ہے جو ذریعہ نجات اور اسحاق کو مطعون ذکر کر کے ان کی مغائرت کی تصریح کر دی۔

نیز جب اسحاق کی ولادت کا فرقہ سنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی بشارت دی جاتی ہے۔ فبشرنا باسحق و من وراء اسحاق یعقوب۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسحاق صاحب اولاد ہوں گے اور ان کے فرزند کا نام یعقوب ہوگا۔ ذرا غور فرمائیے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرقہ ملتا ہے کہ اسحاق اور اس کے بیٹے یعقوب ہوں گے اور دوسری طرف انہیں جو ان ہونے سے پہلے قربان کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں یہ تضاد تصور نہیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت اسحاق کو قربانی دینے کے لیے آپ اس وقت لے گئے جب حضرت یعقوب تولد ہو گئے۔

یہ جواب قطعاً قابل تسلیم نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے: فلما بلغ معه السعی۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ وہ ذبیح جو آپ کے فدیہ کے طور پر ذبح کیا گیا اس کے سینگ خاند کعبہ میں آویزاں تھے اور حضرت ابراہیم نے جس میدان میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش کی وہ منی کا میدان ہے اور یہ مکہ میں ہے۔ یہ تاریخی واقعہ عرب میں ساڑھے چار ہزار سال سے معروف و مشہور تھا اور تاریخ میں کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے پتہ چلے کہ حضرت اسحاق مکہ میں تشریف لائے ہوں۔ مکہ میں آنے والے حضرت اسماعیل ہیں اور وہی ذریعہ ہیں۔ دلائل اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (مزید تحقیق کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو) ۴ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ نبینا و علیہ و علیہ آلبنا افضل الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کے بعد اب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ بچپن سے لے کر آخر تک جو احسانات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر فرمائے ان کا تفصیلی ذکر جا بجا گزر چکا ہے۔ آپ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو صدیوں کی غلامی سے نجات ملی۔ ان کے لیے سمندر پایاب

هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۷﴾ وَآتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۸﴾ وَهَدَيْنَاهُمَا

وہی غلبہ پانے والے۔ اور ہم نے بخشی ان دونوں کو ایسی کتاب جو نہایت واضح ہے اور ہم نے ہدایت دی انہیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبِ ﴿۱۹﴾ سَلَامٌ عَلَى

سید سے راستہ کی۔ اور ہم نے چھوڑا ان کے ذکر خیر کو پیچھے آنے والوں میں سلام ہو

مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۹﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۰﴾ إِنَّهُمَا مِنْ

موسیٰ اور ہارون پر ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو۔ بیک وہ دونوں

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۱﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ

ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں اور بیک ایاس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے ہیں۔ (یاد کرو) جب انہوں نے

الَّا تَتَّقُونَ ﴿۲۱﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۲۲﴾ اللَّهُ

اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم عبادت کرتے ہو بعل کی اور چھوڑے ہوئے جو احسن الخالقین کو (یعنی، اللہ کو جو

رَبِّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأُولَىٰ ﴿۲۲﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۲۳﴾

تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی پروردگار ہے پھر انہوں نے آپ کو جھٹلایا پس یقیناً انہیں دیکھ کر حاضر کیا جائیگا۔

ہو گیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا دشمن فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ پھر انہیں تورات میں کتاب مرحمت فرمائی اور جب تک دنیا قائم ہے حضرت موسیٰ اور ہارون کا ذکر خیر دونوں کو کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور ایماندار بندوں کو اسی طرح سرفراز فرماتا ہے۔

اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل مختلف قبیلوں میں بٹ گئے اور ہر قبیلہ نے اپنی اپنی علیحدہ سلطنت بنالی۔ بنی اسرائیل کے انہی قبائل میں سے ایک قبیلہ لبنان کے اس علاقہ میں آباد ہو گیا جہاں اب مشورہ تاریخی شہر بعلبک کے کھنڈرات موجود ہیں۔ اس قبیلہ نے توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کی۔ ان کے بڑے بت کا نام بعل تھا جس کے متعلق مشورہ ہے کہ یہ میں گز لما سونے کا مجسمہ تھا جس کے چار منہ تھے جس کے مندر کے اندام کی تعداد چار سو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو راہ راست دکھانے کے لیے حضرت ایاس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ نے انہیں سمجھانے کی انتہائی کوشش کی، لیکن وہ لوگ آپ کو جھٹلاتے رہے!

لِلْاَعْبَادِ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۸﴾ وَتَرْكُنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۱۹﴾

بجز اللہ کے بندوں کے جو مخلص ہیں۔ اور ہم نے چھوڑا ان کے ذکرِ خیر کو پیچھے آنے والوں میں۔

سَلِّمْ عَلٰی اِلٰی یٰسِیْنَ ﴿۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّهٗ

سلام ہو ایساں پر ہم اسی طرح جزاء دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو بیچک وہ

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لِّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۳﴾ اِذْ

ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں اور بیچک لوط بھی پیغمبروں میں ہیں۔ (یاد کرو، جب

نَجَّیْنٰهٗ وَاَهْلَہٗ اَجْمَعِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰیْرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ

بچا لیا ہم نے انہیں اور ان کے سارے اہل خانہ کو بجز ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں تھی پھر ہم نے

دَمَّرْنَا الْاٰخِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنَّکُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْھُمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَبِالْاٰیْلِ ط

برباد کر دیا دوسرے لوگوں کو اے اور تم گزرتے رہتے ہو ان (کے اچھے دیاروں) پر صبح کے وقت اور رات کے وقت

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِنَّ یُوْنُسَ لِمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلٰی

کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ اور بیچک یونس بھی (ہمارے) رسولوں میں سے ہیں اے جب وہ بھاگ کر

یہاں تک کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اُترا اور وہ نیست و نابود ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی پر بڑے احسانات و انعامات فرمائے اور ان کے ذکرِ خیر کو تاقیامت زندہ جاوید کر دیا۔

۱۸ سورہ شعراء میں حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ تفصیل سے گزر چکا ہے (آیات ۱۶۰ تا ۱۷۵) ان کی قوم اپنی برا کاریوں کے

باعث تباہ و برباد ہوئی۔ کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہارا گزرتا رہنے والا علاقہ سے عموماً ہوتا ہے۔ صبح و شام تم اس اُچھے ہونے

شہر کے گھنڈرات کے پاس سے گزرتے ہو کیا تمہیں حیرت ماحصل نہیں ہوتی۔ کیا تم بھی ہی چاہتے ہو کہ تمہارا انجام ایسا ہی ہو۔

۱۹ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ تفصیلاً سورہ الانبیاء آیات ۸۷-۸۸ میں گزر چکا ہے مختصراً عرض ہے کہ آپ نے

مقدور بھروسہ کی کٹاپ کی قوم کفر و کراہی کو چھوڑ کر راہِ راست پر گامزن ہو جائے لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ نے انہیں بتایا

کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب الہی نازل ہوگا۔ تیسرے روز بغیر اذنِ الہی وہاں سے چل دیئے قوم نے آپ کو تلاش کیا۔ آپ نے



الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۱۴ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۱۵ فَالْتَمَهُ ۱۶

کئے تھے بحری جہتی کی طرف (سوار ہونے کے لیے) پھر قوم اندازہ میں شریک ہوئے اور دھکیلے ہوئے میں سے ہو گئے ہیں نکل

الْحَوْتُ وَهُوَ مَلِيمٌ ۱۷ فَلَوْا اَنْكَرًا كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۱۸ مَلِكًا ۱۹

لیا انہیں حوت نے دریا نکالیکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ پس اگر وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے والوں سے نہ ہوتے تو بڑے بستے

فِي بَطْنِهِ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۲۰ فَبَدَّنَهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۲۱

مچھلی کے پیٹ میں قیامت کے دن ہمک ۲۰ پھر ہم نے ڈال دیا انہیں کھلے میدان میں اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔

ملے۔ غلاب ابھی آیا نہیں تھا اس کے آثار آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگے تھے۔ قوم میں چند نریک لوگ موجود تھے۔ ان کے کہنے پر سب مردوزن، بیروجران، بشیر غار بچے کھلے میدان میں نکل آئے اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے رم فرمایا، ان کی توبہ کو قبول کیا اور غلاب مل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب تپہ چلا تو خیال کیا۔ اب میں کس منہ سے اپنی قوم کے پاس جاؤں گی وہ مجھے دیکھیں گے تو جھوٹا کہیں گے۔ چنانچہ آپ نے کہیں دور چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ بھی اذن الہی کے بغیر تھا۔ ایسی ذوقداشت کسی دوسرے سے قابل برداشت ہو تو ہو لیکن نبی سے یہ چیز برداشت نہیں کی جاتی۔ آپ کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی پہلے بحری ہوئی تھی وہ ڈوبنے لگی۔ ملاحوں نے وزن کم کرنے کے لیے ایک آدمی کو دریا میں گرانا چاہا تاکہ باقی مسافرنجک جائیں۔ اس کے لیے قلعہ اندازی ہوئی۔ تینوں بار قوم حضرت یونس کے نام بکھلا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اس غلطی کی سزا ہے۔ چنانچہ آپ نے چھلانگ لگا دی۔ مچھلی منہ کھولے گویا منتظر تھی فرزا نکل گیا۔

۲۰ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یونس میرا بندہ تھا وہ ہمیشہ میرے ذکر میں مشغول رہتا تھا۔ اس لیے ہم نے اسے بچا لیا اور وہ قیامت تک مچھلی کے شکم میں ہی رہا۔ حکم الہی کے مطابق مچھلی آپ کو لیے ہوئے ساحل پر آئی۔ جہاں کھلا میدان تھا آپ کو وہاں اگل دیا۔ عرصہ تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے باعث گوشت گداز ہو گیا تھا۔ بال اور ناخن جھڑ گئے تھے، اُٹھنے کی سکت نہ رہی تھی۔ اسی وقت گدو کی ایک بیل اگی اور اس نے اپنے بڑے چوڑے پتھروں سے آپ کو ڈھانپ لیا تاکہ سورج کی گرمی سے بھی تکلیف نہ پہنچے اور کتھی و مچھر بھی اذیت نہ پہنچائیں۔ جب قوت بحال ہوئی تو حکم ملا اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ جس کی قلعہ ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی۔ چنانچہ قوم نے آپ کو دیکھا، تو بڑی عزت و تکریم کی آپ کی دعوت کو دل و جان سے قبول کیا اور آپ کی اطاعت کو وظیفہ حیات بنا لیا۔ چند مشکل الفاظ : اَبْتَن : غلام کا بھاگ جانا۔ سَاهَم : حصہ لینا : اس سے مراد قوم اندازی میں شریک ہونا۔ مَدْحَضِينَ : مغلوبین : حَوْتُ : بڑی مچھلی : مَلِيمٌ : داخل في الملامة : عوام : پھیل میدان : جہاں ندرخت ہوتی جھاڑی۔ يَقْطِين : بیل گدو۔



وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقُوطِينَ ﴿۵۱﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ

اور ان کی حفاظت کے لیے، ہم نے اگادی ان پر کدو کی بیل۔ اور ہم نے بھیجا تھا انہیں ایک لاکھ یا اس سے

أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۵۲﴾ فَاْمُنُوا فَتَعْنَهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَفْتِمُوهُم أَلْرِيكَ

زیادہ لوگوں کی طرف۔ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں کچھ وقت تک۔ خدا پر چھپے ان (نہانوں)

الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبُنُونَ ﴿۵۴﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

سے کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے لگائے آیا جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث بنایا تو کیا وہ

شَاهِدُونَ ﴿۵۵﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ أَفْئِدَةٍ لِّقَوْلُونَ ﴿۵۶﴾ وَكَذَّابُونَ ﴿۵۷﴾

موجود تھے۔ غور سے سنو! وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے سچے بننے اور وہ بلاشبہ

لَكِن بُونَ ﴿۵۸﴾ أَصْطَفَىٰ الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿۵۹﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ

جھوٹ کہتے ہیں۔ کیا اس نے پسند کی ہیں اپنے لیے، بیٹیاں، بیٹوں کو چھوڑ کر؟ تم کیسے

۵۱ سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ سے چند سوالات پوچھنے کا حکم دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کی کم نسی اور گمراہی خود ان کے قول یا عمل سے عیاں ہو جائے۔ یہاں ان کی ایک اور حماقت کے متعلق ان سے استفسار کرنے کا ارشاد ہو رہا ہے۔ عرب کے کئی قبائل جبینہ، سلیم، خزاعہ اور بنی ملیح (شرح المعانی) وغیرہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ امیاء و بانہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ان سے پوچھیے کہ اپنے لیے توڑے کے پسند کرتے ہو اور اگر کسی کے گھرنیکی پیدا ہو جائے تو اس کے چہرے کا رنگ فی ہوجاتا ہے۔ شرم کے مارے کسی کو مزہ نہیں دکھاتا اور اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کی تو وہ بھی لڑکیاں کہتی حماقت اور بے انصافی ہے۔

۵۲ تم جو اتنے وثوق سے یہ دعویٰ کر رہے ہو تو تمہارے پاس ضرور کوئی پہلی دلیل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا فرمایا تو اس وقت تم پاس موجود تھے اور تم نے دیکھا کہ وہ لڑکیاں ہیں یا تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت ہے کسی نبی کا نوشتہ، کوئی آسمانی صحیفہ۔ جب ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں، نہ تم فرشتوں کی آفرینش کے وقت پاس تھے اور نہ تمہارے پاس کوئی تحریری ثبوت موجود ہے تو یہ کتنی نادانی ہے کہ ایک غلط بات پر یوں اڑے ہوئے ہو اور اگر کوئی دستاویز اس بارے میں تمہارے پاس ہے تو اسے چھپاؤ نہیں سب کے سامنے پیش کر دو تاکہ دوسرے لوگ بھی تمہارے جہنا بن جائیں۔

تَحْكُمُونَ ﴿۱۵۸﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۹﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ﴿۱۶۰﴾ فَاتُّوْا

نیصے کر رہے ہو۔ کیا تم غور و فکر نہیں کیا کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے۔ تو اپنی وہ

بیتِیکم ان کنتم صدیقین ﴿۱۶۱﴾ وجعلوا بیننا و بین الجنة نسیباً

دستاویز پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور ٹھہرا دیا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ۔

وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضِرُونَ ﴿۱۶۲﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُونَ ﴿۱۶۳﴾

حالانکہ جن خود جانتے ہیں کہ انہیں (کچھ) پیش کیا جائے گا لہذا پاک ہے اللہ ان (غریبات) سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۶۴﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ مَا اَنْتُمْ

مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے (ایسی ہرزہ سرانی نہیں کرتے) پس تم اور جن (جھوٹے خداؤں) کی تم پر جاگرتے ہو۔ تم (سب مل کر)

عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿۱۶۶﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۷﴾ وَ اَمَّا اِلَّا لَهٗ

اللہ کے خلاف کسی کو نہیں بھگا سکتے مگر اسے جو تا پہنچے والا ہے بھڑکتی آگ کو لکھو اور فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں سے

مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿۱۶۸﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰفِقُونَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿۱۷۰﴾

کوئی ایسا نہیں مگر اس کے لیے مثلاً تمہیں ہے اور ہم پر سے باندھے (مقامِ نیا میں) اکٹھے ہیں اور جیکے تم اس کی پاکی بیان فرماتے ہیں لہذا

لہذا کہی کہتے ہیں کہ بعض کفار عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے العیاذ باللہ جنوں میں شادی کی اور اس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ اس عقائد نظر یہ کہ تردید فرمائی جا رہی ہے۔

لہذا اللہ تعالیٰ کفار کو جلیج فرما رہے ہیں کہ تم اور تمہارے باطل معبود خواہ کتنی کوشش کریں تم کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے، بجز ان بدجنوں کے جن کے مقدر میں عذاب جہنم لکھا جا چکا ہے یہی مفہوم علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

اهل التفسیر مجموعون فیما علمت علی ان المعنی ما انتہ بوضیئین احد الامن قد رالہ عز و حبل ان یصل : (قرطبی)

لہذا یہ فرشتوں کا قول ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ اس کے حکم کی تعمیل کے لیے صفیں باندھے یا پڑھیلے ہر لحظہ تیار رکھ رہے ہیں اور ہر وقت اس کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں۔

وَأِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۗ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۗ

اور وہ (بعثت نبوی سے پہلے) کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوئی پہلے لوگوں کی طرف سے

لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۗ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۗ

تو ہم اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ پس جب نصیحت آئی، تو اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ عقرب (بہا) اپنا انجام بہانہ لیتے تھے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۗ إِنَّهُمْ لَمِنَ الْمَنصُورِينَ ۗ

اور ہمارا وعدہ اپنے بندوں کے ساتھ جو رسول ہیں پہلے ہو چکا ہے۔ کہ ان کی ضرورت مدد کی جائے گی۔

وَأِنْ جُنْدُ نَالِهِمُ الْغَالِبُونَ ۗ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۗ وَأَبْصَرُهُمْ

اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہو کرتا ہے پس آپ رخ انور پھیر لیجیے ان سے تھوڑی دیر اور ظاہر ہے ان کے ساتھ

فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ۗ أَفَبِعَدَابِنَا يُسْتَعْجَلُونَ ۗ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ

وہ (خود بھی) اپنا انجام دیکھ لیں گے کیا وہ ہمارے عذاب (کے اتارنے) کے لیے جلدی پھا رہے ہیں۔ پس جب وہ اترے گا ان کے آگے

فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنذَرِينَ ۗ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۗ وَأَبْصَرُ

میں تو وہ صبح بڑی خوفناک ہوگی جنہیں ڈرایا جائے اور رُخ انور پھیر لیجیے ان سے تھوڑی دیر کے لیے اے اور قدرت الہی کا

۱۴۹ قرآن کریم کے نازل ہونے سے پہلے وہ یہ کہا کرتے تھے اور جب قرآن نازل ہوا تو انہوں نے کیا طرز عمل اختیار

کیا اس کے متعلق بیان فرمایا جا رہا ہے۔

۱۵۰ ارشاد خداوندی ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ فتح و نصرت، مغزوت اور غلبہ ہمارے رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں

کو نصیب ہوگا۔ یہ نصرت و غلبہ ظاہری طور پر بھی ہو سکتا ہے اور اس طرح بھی کہ دُنیا ان کی صداقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے

اور دل ان کی محبت و تکریم کے جذبات سے معمور ہو جائیں۔

۱۵۱ یہ نادان ہمارے عذاب کے نزول کے لیے بیتاب ہیں اور آپ کی صداقت کا معیار انہوں نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ اگر

ان پر ہمارا عذاب نازل ہوا تو آپ سچے اور اگر نہ اترا، تو پھر آپ کی نبوت کو وہ تسلیم نہیں کریں گے لیکن وہ کتنے نادان ہیں۔ اگر

عذاب نازل ہو گیا اور انہیں اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق آپ کی نبوت کی تصدیق ہو گئی تو انہیں اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا



فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ﴿۱۷۶﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۷۷﴾

تماشا، دیکھتے رہیے، وہ بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ پاک ہے آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے ان زمانہ باقرہ پروردہ کیا کرتے ہیں

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۸﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۷۹﴾

اور سلامتی ہو سب رسولوں پر اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے

۱۷۶ کیا حسن انتہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ قَالَ دَبْرَ كُلِّ صَلَوةٍ سَبَّحَانَ رَبِّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَكَانَ كَأَنَّهُ بِالْمَكِّيَّاتِ الْاَوْفَىٰ مِنَ الْاَجْرِ - یعنی جس شخص نے نماز کے بعد یہ تین آیتیں تین مرتبہ پڑھیں گویا اس نے اجر کا بہت بڑا پیارا بھرا لیا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى أَنْبِيَائِكَ وَرَسَلِكَ لِأَسْمَاءِ عَلِيٍّ أَفْضَلِهِمْ وَأَكْرَمِهِمْ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ  
وَالْمُرْسَلِينَ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ شَفِيعِ الْمَذْنُوبِينَ أَكْرَمِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْآخِرِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَجَبِينَا وَ  
شَفِيعِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ تَبِعَهُ مِنْ أُمَّتِهِ الْيَوْمَ وَالْغَدَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ -

مُحَمَّدُ كَرَمُ شَاه

نظر ثانی	} یوم الاحدین	} یوم الجمعہ		
ہر دو سو دہی			۱۴ رجب	۵ رجب
			۲۸ اگست	۱۰ ستمبر



# تعارف سُورَةُ ص

نام : اس کا نام ص ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اس کی آیات کی تعداد اٹھاسی اور کلمات کی تعداد سات سو بیس اور حروف کی تعداد تین ہزار سترٹھ ہے۔ اس کے پانچ رکوع ہیں۔  
زمانہ نزول : اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، لیکن کئی زندگی کے کبھی دور میں اس کا نزول ہوا، اس بارے میں کوئی صراحت تو نہیں بلقی البتہ مفسرین کرام نے اس کے شان نزول کے بارے میں جو روایت لکھی ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

روایت یہ ہے کہ جناب ابوطالب بیمار ہو گئے، بیماری نے شدت اختیار کر لی، بڑے بڑے دیکھنے والوں نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بس بیماری میں وفات پا جائیں۔ ان کی وفات کے بعد اگر ہم نے نبی مکرم پر سختی کی تو عرب میں مار دلائیں گے کہ کل تک ابوطالب زندہ تھے تو تم نے انہیں کچھ نہ کہا۔ اب ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی تم نے تشدد شروع کر دیا ہے اس لیے بہتر ہے کہ ہمارا ایک وفد ان کے پاس جائے شاید باہمی مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے۔ چنانچہ ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن ہنرت چند دوسرے رؤساء کے ساتھ ابوطالب کے پاس گئے اور کہا: يَا اَبَا حَلِيبٍ اَنْتَ كَيْفِيْنَ نَاذٍ سَيِّدٌ نَا فَا نَصْفْنَا مِنْ اِبْنِ اَخِيْةٍ فَمُرُوْهُ فَلْيَكْفِنَنَّ عَنْنَا مَشَقْمَ اَلِهَيْتِنَا وَ مَدَّعُهُ وَا لِهَيْتِهِ (ابن کثیر)

لے ابوطالب! آپ ہم سب سے بڑے اور ہمارے سردار ہیں، اپنے بھتیجے اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں آپ انہیں حکم دیں کہ ہمارے مذلوں کو برا بھلا کہنے سے رُک جائیں ہم انہیں اور ان کے مذا کو کچھ نہیں کہیں گے۔  
چنانچہ آپ نے حضور کو بلا بھیجا، حضور جب تشریف لائے تو ابوطالب نے کہا کہ یہ آپ کی قوم کے شیوخ اور سردار ہیں اور ان کا یہ مطالبہ ہے حضور نے فرمایا چچا جان! کیا میں ان کو ایسی بات کی دعوت نہ دوں جو ان کے لیے نر یا خیر ہے پوچھا کیا آیا ہے حضور نے فرمایا: اَذْعُوْهُمَ اِنْ يَتَكَلَّمُوْا بِكَلِمَةٍ تَدِيْنُ لِهَيْتِهِمَا الْعَرَبِ وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِكَلِمَةٍ الْعَجْعَدِ یعنی میں ان کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ ایک کلمہ کہیں اس کی برکت سے سارا عرب بھی ان کا باجگزار بن جائیگا اور ہم کے بھی وہ مالک بن جائیگا۔ ابو جہل کہنے لگا ہم ایک نہیں ایسے دس کلمے بھی کہنے کے لیے تیار ہیں۔ بتاؤ وہ کلمہ کونسا ہے۔ حضور نے فرمایا تم کو نہ! اِلَّا اللّٰهَ۔ یہ سن کر وہ بھڑک اُٹھے اور جھاگ بہاتے ہوئے اس محفل سے چلے گئے۔ اس وقت یہ سُورت نازل ہوئی۔  
اگر یہ واقعہ جناب ابوطالب کے مرض وفات کا ہے تو پھر اس سُورت کا سال نزول نبوت کا دسواں سال ہو گا لیکن بلقی

میں ابن معین نے تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ کسی دوسری بیماری کا ہے۔ بہر حال اس سے بھی اتنا اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے۔ جب اسلام کی شمع بجھانے کے لیے تضر اور استہزاء کے جیلے ناکام ہو چکے تھے بلکہ کفار مکہ کا جو روم اور جو روم شدہ بھی اسلام کی ترقی کو روکنے سے عاجز آچکا تھا اسی لیے تو وہ اس کو در شرط پر بھی مصالحت کرنے کے لیے تیار تھے کہ حضور علی الصلوٰۃ والسلام ان کے بتوں کو کچھ نہ کہیں خود بیک اپنے خدا کی عبادت کرتے رہیں اس قیاس کے مطابق کل زندگی کا درمیانی دور اس سخت گزارنا نہ نزول ہو سکتا ہے۔

**مضامین:** اس سورت میں انہی تین مہینوں کے علاج فرمایا جا رہا ہے جن میں اہل مکہ بڑی طرح مبتلا تھے۔

۱۔ وہ حضور علی السلام کو نبی ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے انہیں اس انتخاب میں کوئی حکمت نظر نہ آتی تھی کہ جو روم کے بڑے بڑے رؤساء کو تو نظر انداز کر دیا جائے اور نہ نصب نبوت کے لیے ایک ایسی ہستی کو چنا جائے جس کے پاس نہ مال و دولت ہے نہ اعوان و انصار کے جتنے انہ تعلق فرماتے ہیں کہ نبوت تو میرا انعام ہے جس کو میں اس کے قابل سمجھتا ہوں سرفراز کرتا ہوں۔ کیا میری رحمت کے خزانوں کے کئی ہزار یہ لوگ ہیں کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

۲۔ حضور کو نبی نہ ماننے کی انکے پاس ایک دلیل بھی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ سارے جہانوں کا ایک ضامنہ بھلا خود سوچو گا خدا کا ناسکے وسیع و عریض نظام کو کیا ایک ضامنہ چلا سکتا ہے جو شخص اسی خلاف عقل باہیں کرے ہم اسکو نبی کیسے مان لیں لیکن عقیدہ توحید کو قرآن کریم نے ایسے ذرا دلایل سے ثابت کر دیا تھا جن کا کفار کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ ہجر اسکے کہ وہ لوگوں کی اندھی عصبیت کو بھڑکائیں اور انہیں کہیں کہ اپنے آباء و اجداد کے خدوں سے چھٹے رہو اور آقا کے رشتوں توڑ لیں کیوں نہ تمہارے سامنے پیش کی جائیں ان کو طننے سے صاف انکار کر دو۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی اس نادانی اور ان کے اس احمقانہ ریکیے سے کتنا دکھ ہوتا ہوگا اللہ تعالیٰ حضور کو صبر کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنے جلیل القدر انبیاء کے حالات اور انہیں پیش آنے والی مشکلات کا تذکرہ کر کے حضور کی دلجوئی فرماتا ہے۔ ایک بات فرماتے ہیں: یہاں اذہین مقصد اہل عرب کے مشرکوں کا عقائد کا بطلان ہے۔ اسی سلسلہ میں انبیاء کرام کے حالات بیان کیے گئے ساتھ ہی ان کے مثل کمالات بے پایاں انعامات اور غیر محدود اختیارات کا ذکر بھی ہے۔ مؤثر پیرا ہے کیا جا رہا ہے معلوم ہو کہ انبیاء کرام کے کمالات و اختیارات بیان کرنے سے عقیدہ توحید کو مزید نہیں ہوتا بلکہ مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ وہ لوگ بھی ان آیات کو حتم ہوش کھول کر پڑھیں جو حضور پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات اور حضور پر آپ کے صبر کریم کے بے پایاں احسانات بیان کرنے میں اسلئے نکل سے کام لیتے ہیں کہ عقیدہ توحید کو صنف نہ پیچھے حقیقت یہ ہے کہ معنی شان مصطفیٰ علیہ التعمیرہ و الثناء زیادہ آشکارا کی جائے گی اسی قدر اس کو سمجھنے والے خدا کی عظمت و کبریائی کا نقش روح قلب پر ثبت ہوتا ہے گا۔ سو کے اختتام سے پہلے تخلیق آدم کا تذکرہ فرمایا اور نعت فیہ من روحی فرما کر ان انجنت صلا صیتوں اور بیکراں استدہوں کی طرف اشارہ کر دیا جن کو آدم کو راہین بنایا گیا ہے۔ ساتھ ہی بتا دیا کہ شیطان نے آدم کی بے ادبی کے اپنے آپ کو اپنی عشقوں کا تعلق فرار دیدیا خود سوچو شخص مہربان اللہ تعالیٰ کی شان رفیع کا انکار کرے گا اودے اپنی کامرنگ ہوگا اکی تباہی بربادی کا کیا حال ہوگا۔۔۔ آخر میں فرمایا کہ یہ کتاب ذکر نبی للعالمین ہے کسی مخصوص قوم کے لیے کسی محدود زمانہ کے لیے یہ پیغام ہدایت نہیں بلکہ سارے جہان اسکے نور سے تاباں و درخشاں ہیں جب یہ کتاب ذکر نبی للعالمین ہے اس کو لانے والا رحمة للعالمین ہے اور اسکو نازل فرماتے والا رب العالمین ہے تو سارے نوح انسانی کا ایک دین اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ دین اسلام ہے۔



رَبُّهُمُ بِكَيْدَاتِهِمْ لِيُرْسِلُوا عَلَيْهِمُ السَّمَاءَ كَآسًا مَّوْجًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانًا إِنَّهَا سَاءَ مُنْقَلَبًا لِّقَوْمٍ كُفِّرُوا

سوت ص کنی ہے اس میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمے والا ہے۔ اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عُذْرَةٍ وَّشِقَاقٍ ۝

ص لہ قسم ہے قرآن اسراراً فصیح کی (دعوت محمدی حق ہے) اٹھ لیکن یہ کفار تکبر اور مخالفت میں (انہ سے ہو گئے) ہیں لہ

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَُوا وَآوَلَاتِ حَيْنٍ مِّنَاصٍ ۝

بہت سی امتوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان سے پہلے۔ پس وہ فریاد کرنے لگے اور نہیں تھا یہ وقت نک نکلنے کا لہ اور

لہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ سورۃ کا نام ہے۔

لہ واؤ قسم کے لیے ہے یعنی ہمیں قرآن کی قسم ہے جس میں تمہاری دینی اور دنیوی سعادوں کا مفصل بیان ہے اور جواب قسم مخذوف ہے یعنی دین محمدی حق ہے۔ جواب قسم کے بارے میں اور قول بھی ہیں لیکن یہ اولیٰ ہے۔

لہ اگرچہ اسلام کی حقانیت اور دعوت محمدی کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہے لیکن کفار ازراہ غرور و عناد اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

علامہ پانی پتی اس کا شان نزول بکوال احمد و ترمذی یہ بیان کرتے ہیں کہ جناب ابوطالب ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو آپ کی عیادت کے لیے آئے، اتنے میں حضور علی الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لائے۔ قریش نے ابوطالب سے حضور کی شکایت کی آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا میرے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کس بات کا مطالبہ کرتے ہو حضور نے فرمایا:

” اريد منهم كلمة تدين لهم بها العرب وتؤدى اليهم العجز جزية - كلمة واحدة قال ما هي؟ قال لا اله الا الله “

ترجمہ: حضور نے فرمایا: میں ان سے صرف ایک بات ماننے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ مان لیں گے تو سارا عرب

ان کا مطیع ہوگا اور محمد ان کو خراج پیش کرے گا۔ آپ نے پوچھا: وہ کونسی بات؟

حضور نے فرمایا: وہ صرف یہ کہہ دیں لا الہ الا اللہ۔

کفار نے ازراہ تعجب کہا: صرف ایک خدا یہ بڑی عجیب و غریب بات۔ ہم یہ کیسے مان سکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی کفار کا انکار کسی مقبولیت پر مبنی نہیں محض غرور و عناد کی وجہ سے مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ عقوۃ: استکبار عن الحق و حجتہ جہاہیتہ۔ یعنی حق سے نفرت اور زمانہ جاہلیت کی عصبیت۔ شقاق: خلاف و عداوۃ: مخالفت اور عداوت۔

لہ کفار کی اس ہٹ دھرمی پر انہیں سزائے کی جارہی ہے کہ تم سے پہلے بھی جو لوگ نے پندارے مست تھے اور میرے

عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هٰذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ ﴿۱۰﴾

وہ (اس پر) حیران تھے کہ آیا ہے ان کے پاس ایک ڈرلنے والا ان میں سے اور کفار کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر ہے کذاب ہے ۱۰

اجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰٓءِ وَاحِدًا اِنَّ هٰذَا شَيْءٌ عَجَابٌ ﴿۱۱﴾ وَاُتْلِقَ الْمَلٰٓئِکَةَ

کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا سے بلکہ یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ اور تیزی سے چل دیے

بندوں سے بلاوجہ عداوت رکھتے تھے ان پر جب ہمارا عذاب آیا تو ان کے سارے نشے ہرن ہو گئے۔ ساری دشمنیاں بھول گئے اور لگے چلانے اور فریاد کرنے لیکن انہیں صاف صاف بتا دیا گیا کہ نہلت کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں اب یہ واہل العز اور بے سود ہے۔ "لا ت حین مناص" کی ترکیب میں مخربوں کے متعدد اقوال ہیں۔ سیویہ کے نزدیک لا مشبہ لیس۔ مبالغہ اور تاکید کے لیے تاؤ زائد کر دی گئی ہے۔ حین مناص: اس کی خبر ہے اس لیے منصوب ہے۔ اور اس کا اسم "حین" مخدوف ہے۔ اور انشراح کے نزدیک لامعنی مناس کے لیے ہے۔ حین مناص اس کا اسم ہے اور خبر مخدوف ہے۔ ای لھم ای لا حین مناص لھم: مناص کا معنی لمبا اور مفر، ہانے پناہ۔

جب میدان جنگ میں کوئی قبیلہ دشمن کے حملے کی تاب نہیں لاسکتا تھا تو وہ ایک دوسرے کو کہتے تھے: مناص امی علیکم بالفزار، یعنی بھاگ کر جان بچاؤ۔ پہلی قوموں پر جب عذاب الہی آیا اور اس کے مقابلے کی طاقت اپنے اندر نہ پائی تو حسب تلو وہ کہنے لگے، مناص، مناص، یعنی جس طرح ہو سکتا ہے بھاگ کر جان بچاؤ۔ اسی وقت انہیں کہا گیا۔ لا ت حین مناص، اب تم کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے۔ بھاگ جانے کا وقت اور بچ جانے کا وقت اب گزر گیا ہے۔ (روح المعانی) بعض مخربوں نے کہا ہے کہ لا ت یہ لیس کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ یا، کراف سے اور سین کو تا سے بدل دیا۔ میں نے کہا کہ لا ت فعل ماضی ہے اس کا معنی لقمس و قن ہے۔

۱۱ وہ اس بات پر بڑے حیران تھے کہ ان میں سے ایک شخص کو کوئی کچھن لیا گیا ہے اور پھر اسے نبوت کی ذمہ داریاں کیوں سونپ دی گئی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور کو ماننے سے انکار کر دیا اور ساحر و کذاب کے بتان لگانے لگے۔ کفار کا پہلے ذکر ہو چکا تھا۔ قال الکفرؤن میں پھر اسم ظاہر ذکر کرنے کے بجائے ضمیر ہی کافی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اظہار غیب کے لیے اور ان کی مذمت کرنے کے لیے اسم ظاہر ذکر کیا تاکہ یہ بھی پتہ چلے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی طرف سحر و کذب کی جو نسبت کی ہے اس کی وجہ محض ان کا کفر ہے۔ وَضِعَ الْفٰجِرُ مَوْضِعَ الْعٰثِمِیْنَ عَفْصًا عَفِیْہِ ذَمًّا لِّہٖ سَوَدٌ اِشْعَارًا بِاَنْ کَفَرُوْا جَسْرًا مِّنْ عَلٰی مَا قَالُوْا۔

۱۲ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو کفار کے گھر میں صفحہ تم بچھرائی ان کی پریشانی اور اضطراب کی حد نہ رہی۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔ پچیس کے قریب اکابر قوم اکٹھے ہوئے اور حالات



## مِنْهُمْ أَنْ أَمْشُوا وَأَصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهِتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُزِيزٌ ۝

قوم کے سردار (رسول کے پاس سے، اور قوم سے کہا، یہاں سے بھلا اور مجھ سے جو اپنے بتوں پر چلیں اس میں اسکا کوئی ذوقی مطالبہ نہ

کی نگیلی پر تبادلہ خیال کرنے لگے۔ ولید عمر میں سب سے بڑا تھا اس نے مشورہ دیا کہ پورا بوطالب کے پاس چلیں اور اسے کہیں کہ وہ اپنے نتیجے کو سمجھائے کہ وہ ہمارے خدائوں کو بُرا بھلا کہنے سے باز آجائے۔ چنانچہ سب اکابر حضرت بوطالب کے پاس جمع ہوئے اور اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کی، انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا بھیجا اور انہیں سمجھایا کہ ان کے مہربانوں کو بُرا بھلا نہ کہیں رحمتِ عالم نے ارشاد فرمایا: یا عترة أضلاد عوہم انی ما هو خیر لہم۔ لئے چھپایا میں اپنی قوم کو اس بات کی دعوت نہ دوں جس میں ان کی خیر و فلاح ہے۔ بوطالب نے پوچھا وہ کونسی دعوت ہے حضور نے فرمایا کہ میں انہیں ایک لڑکے کی طرف دعوت دیتا ہوں اگر یہ اس کو قبول کر لیں تو عرب و عجم میں ان کی فرمانروائی ہوگی۔ قال ابو جہل ما ہی وایہک لتطعیکھا وعترا ماثا لھا۔ ابو جہل نے کہا کہ تیرے باپ کی قسم وہ کون سا ایسا لڑکے ہے ہم صرف ایک لڑکے نہیں بلکہ اس طرح کے دس لڑکے بھی ماننے کے لیے تیار ہیں قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریون لا الہ الا اللہ۔ فقاموا من عنده عضاباً۔ (ابن کثیر) حضور نے فرمایا: تم صرف یہ مان لو لا الہ الا اللہ۔ یہ سنتے ہی بڑے غضبناک ہو کر وہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اجعل الالہۃ الذیہ ان کے نزدیک یہ بات نامکن تھی کہ ایک خدا کائنات کی بیشمار چیزوں کے بیشمار احوال اور ضروریات کے لیے کافی ہے۔ اس لیے انہوں نے ہمت سے خدا بنا لیے تھے اور ہر ایک کو زندگی کا ایک ایک شے تفویض کر دیا تھا۔

ان کے ذہن میں خدا کا کتنا ناقص تصور تھا۔ وہ اپنی طرح اس کی قوتوں کو بھی محدود تصور کرتے تھے لیکن وہ خدا جو پتہ خدا ہے اور جس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں۔ اس کی قوتیں، اس کی عظمتیں لامحدود ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ کائنات کی ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے۔ مالک بھی وہی ہے اور اپنی حکمت سے ان کی بقا اور نشوونما کے سارے اسباب مہیا فرما رہا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کفار کا اپنے بتوں کے بارے میں کیا اعتقاد تھا۔ وہ انہیں صفتِ الہیت سے متصف سمجھتے تھے وہ انہیں اپنا الٰہ اور مہبود مہیمان کرتے تھے لیکن ٹھکان مصطفیٰ علیہ التھیۃ والثناء اپنے دل کی گمراہیوں سے یہ شہادت دیتے ہیں اور جتنے عقیدہ رکھتے ہیں۔ لا الہ الا انت سبحانک لا شریک لک لک الملک و لک الحمد و انت علی کل شیء قذیر ہمارا یہی عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسی پر زندہ رکھے اور اسی پر ہم یہاں سے رخصت ہوں۔

عے عجاب: بلیغ فی العجب: از حد حیرت انگیز یعنی ایک خدا کا عقیدہ بڑا تعجب انگیز ہے بھلا کوئی شخص اسے کیسے قبول کر سکتا ہے علامہ قرطبی کہتے ہیں۔ العجاب، العجاب، والعجب سواء، یعنی یہ تینوں لفظ ہم معنی ہیں۔ وقد فرق الخلیل بین عجیب و عجاب: فقال والعجیب المعجب، والعجاب الذی قد تجاوز حجة العجب غلیل نے عجیب اور عجاب میں فرق کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں عجیب تیار انگیز چیز کہتے ہیں اور عجاب اس کہتے ہیں جو تعجب انگیزی میں حد سے تجاوز کر گئی ہو۔ شہ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ أَوْ نُزْلٌ

ہم نے تو ایسی بات آخری ملت (حضرت) میں بھی نہیں سنی۔ یہ بالکل من گھڑت مذہب ہے۔ کیا نازل کیا گیا ہے

عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا

اس پر الذکر (قرآن) ہمارے درمیان میں سے لے بلکہ یہ کفار شک میں مبتلا ہیں میرے ذکر کے متعلق۔ بلکہ انہوں نے ابھی

يَذُوقُوا عَذَابٌ ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَتِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝

نہیں چکھتا میرے عذاب کا مزہ لے کیا ان کے قبضہ میں ہیں خزانے آپ کے رب کی رحمت کے لئے جو عزت والا ہے بھلا کرتا ہے

اپنی دعوت اور اس دعوت کی قبولیت پر مرتب ہونے والے نتائج بڑے وثوق اور فیصلہ کن انداز میں ان کے سامنے پیش کیے، تو کفار گھبر گئے۔ انہیں اپنے خداؤں کی جھوٹی مددنی کا تخت ڈولنا بڑا نظر آنے لگا۔ فوراً خود بھی اس مجلس سے اٹھ بھاگے اور اپنے عوام کو بھی بڑے مشتاقانہ اور تحکمانہ انداز میں ہدایت کی کہ یہاں سے نکلو۔ ان کی چکنی چڑھی باتیں مت سنو۔ اپنے منتر کا نہ عقیدہ پر سختی سے جمے رہو۔ یہ دعوت (اپنی حکومت اور اپنے تسلط کو قائم کرنے کے لیے دی جا رہی ہے۔ اس کا صداقت و حقانیت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ لشیٰ یُرَادُ اِیْ اِنْسَانِیْرِیْدُ مُحَمَّدٌ بِمَا یَقُولُ الْاِمْتِیَازُ لِیَعْلَمُو عَلَیْنَا وَ یَكُوْنُ لَہُ الْاِتِّبَاعُ۔ الْاِذْلَاقُ : الْاَلْذٰہَابُ بِالسَّرْعَةِ : جلدی سے چلے جانا۔

۹ یہ بالکل نئی اور من گھڑت بات کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے۔ اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا تو عیسائیت جو آخری ملت ہے اس میں بھی اس کا کوئی ثبوت ملتا۔ اختلاق۔ ایسا جھوٹ جسے خود گھڑا گیا ہو۔

۱۰ وہ اپنے پیروکاروں کو کہنے لگے کہ اگر اللہ تمہارے واقعی کوئی پیغمبر بھیجتا تو سارے مکہ اور عرب میں سے انہیں کیوں منتخب کیا۔ نہ مال و زر ہے نہ کوئی یار و مددگار۔ ہم بڑے بڑے رؤساء، امراء اور سرداران قوم موجود تھے جن کے رعب اور دہش کی دھماک بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم میں سے کسی کو اس خدمت کے لیے مامور کیا جانا چاہیے تھا تاکہ لوگ ہمارے اثر و رسوخ کے باعث ان کو قبول تھے لے وہ ایسی باتیں اس لیے بنا رہے ہیں کہ ابھی ہمارے عذاب کا کوڑا ان کی پشت پر نہیں لگا۔ ایک تھپڑ رسید ہوا تو سارا خمار اتر جائے گا۔ خود بخود عقل درست ہو جائے گی۔

۱۱ رحمت کے خزانوں کے مالک ہم ہیں، ان کو بانٹنے والے ہم ہیں۔ جس کو چاہیں، جتنا چاہیں اور جس وقت چاہیں عطا فرمادیں۔ یہ کون ہیں ہماری بخشش و عطا پر اعتراض کرنے والے۔

اس آیت میں ان لوگوں کو حجر کا جا رہا ہے اور سرزنش کی جا رہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر اعتراض کیا کرتے تھے۔

أَمْ لَمْ تَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝

کیا ان کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سارے پس چلیے کہ پڑھ جائیں آسمان پر انکی اور ک

جُنْدًا تَاهُنَا لِكَ مَهْرُومٍ مِنَ الْأَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ

در حقیقت انکار کے لشکروں میں سے یہ ایک چھوٹا سا لشکر ہے جسے وہاں بدر میں شکست پڑی جاگئی تاکہ مخلوق یا مخالفان سے پہلے قوم نوح

وَعَادُ وَفِرْعَوْنَ ذُو الْأَوْتَادِ ۝ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ

عاد اور میمون والے فرعون نے شک اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے۔

۳۱۔ نبوت کا مقام تو بہت اُونچا ہے کسی کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کرنے کا اختیار تو بہت جلیل اور عظیم امر ہے انہیں تو اس مادی دُنیا کی معمولی چیزوں کے دینے اور چھیننے کا بھی کوئی اختیار نہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی قوت و اختیار ہے تو اسے کام میں لاکر عرش تک رسائی حاصل کر لیں اور وہاں قبضہ جما کر بیٹھ جائیں اور کائنات کی حکومت کی ہاگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں۔ مشرکین کہہ گا یہ اعتراض اور اس کا رد مختلف مقامات پر اور مختلف انداز سے مذکور ہے! اسباب سے مراد یا تو وہ راستے ہیں جن سے آسمان تک پہنچا جاتا ہے یا اس سے مراد آسمانوں کے دروازے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے کسی چیز تک پہنچا جاسکے۔ اُسے سبب کہتے ہیں۔ قال قتادہ و مجاہد اراد بالاسباب ابواب السماء و طرفها من السماء الی سماء کل ما یوصلک الی شئی من باب و طریق فهو سببہ۔ (مظہری) یعنی قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اسباب سے مراد آسمان کے دروازے ہیں یا وہ راستے جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں الغرض ہر وہ چیز جو کسی تک پہنچنے کا ذریعہ ہو اسے سبب کہتے ہیں۔

۳۲۔ یعنی یہ مٹھی بھر تھوڑی سی فوج جسے کچھ عرصہ بعد میدانِ بدر میں پیش کر رکھا دیا جائے گا۔ اس کی حقیقت ہی کیلئے کہ ہماری عطا پر اعتراض کر سکے۔

۳۵۔ ان سے پہلے بڑی بڑی سرکش قویں اور فرعون جیسے جاہل اور طاقتور بادشاہ گزرے ہیں جب انہوں نے ہماری نافذانی کی تو ہم نے ان پر مذاہب بھیج کر انہیں خاک سیاہ بنا دیا اور ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا۔ فرعون کو ذی الادنا دُعا گیا ہے۔ اس کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں۔ لغت میں وندا اس کھونٹی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ نیروں کی رسیاں باندھی جاتی ہیں۔ یہاں اس سے یا تو اس کے لشکر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس کا لشکر اتنا کمزیر تھا کہ جہاں وہ پڑا ڈرتا اس کے لیے نیچے نصب ہونے تو ہر طرف کھونٹیاں ہی کھونٹیاں نظر آنے لگتیں جن کے ساتھ ان کے خیموں کی رسیاں باندھی جاتی ہیں بعض علماء نے کہا کہ اس کی حکومت کے استحکام اور یکنگنی کا ذکر ہے۔ اور بعض نے فرعون کو ذی الادنا کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کا دستور تھا کہ جب وہ کسی مجرم کو سزا دیتا تو زمین میں چار سونئیں گاڑ دیتا۔ پھر اس شخص کے ہاتھ پاؤں کو ان کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیتا یہاں تک



أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ ۝۱۴۰ إِنَّ كُلًّا إِلَّا كَذَّبَ الرَّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ ۝۱۴۱

یہی وہ گروہ ہیں (جسکا ذکر پہلے گزر چکا) ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر لازم ہو گیا میرا عذاب - اور

مَا يَنْظُرُهُمْ إِلَّا الْأَصْحَابُ ۝۱۴۲ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ غَافِقٌ ۝۱۴۳ وَقَالُوا

نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ کفار، مگر ایک کڑاک کی جیسے بعد کوئی مہلت نہیں ہوگی ۱۴۲ اور (مذاقاً) کہتے ہیں

رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۴۴ اِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

اے ہمارے رب جلدی دے دے ہمارے جہنم (کا عذاب) یوم حساب سے پہلے ۱۴۳ (مے صیب) صبر کرو ان کی زبان معقول یا لول

وَاذْكُرْ عَبْدًا نَدَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۱۴۵ اِنَّا سَعَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ

پہا دریاؤں کو ہمارے بندے داؤد کو جو بڑا طاقتور تھا ۱۴۴ وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔ ہم نے (میں) سحر کر دیا تھا پہاڑوں کو

کہ وہ شخص تڑپ تڑپ کر جہاں دے دیتا یا اس کو زمین پر ٹپا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں مینیں ٹھونک دیتا۔

۱۴۲ علامہ جوہری نے مالہما من فواق کا معنی لکھا ہے کہ اے مالہما من لظفرة وراحة وفاقہ (صالح یعنی انہیں

مہلت دی جائے گی نہ انہیں آرام نصیب ہوگا اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ علامہ آوسی فواق کے لفظ کی

تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں دو لغتیں ہیں۔ فواق۔ فواق۔ بعض کے نزدیک یہ دو وزن ہم معنی ہیں اور بعض علماء لغت کئیال

ہے کہ فواق اسم مصدر ہے۔ اتفاق المرض سے جب وہ بیماری سے صحت کی طرف رجوع کرے اسی لیے قرآن نے اس کی تفسیر اتفاق اور

استراحت کے ساتھ کی ہے اور اگر فواق ہو تو اس کا معنی وہ وقت ہے جب ایک مرتبہ دودھ دودھ لینے کے بعد کھیری میں دوبارہ

دودھ بھر جائے۔ (روح المعانی)

۱۴۳ کہنے لگے صبح شام آپ ہیں عذاب قیامت کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں تو ہم دُعا کرتے ہیں کہ ہم پر تو ہمارے جیسے کا عذاب

آج ہی نازل کر دیا جائے اور ہمارے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے آج ہی ہو جائے۔ یہ باتیں وہ ازراہ مذاق کیا کرتے تھے۔ قال مجاہد

قلنا : عذابنا : وكنذا قال قتاده نصيبنا من العذاب (قرطبي)

۱۴۴ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ہرزہ سرائی اور بیہودہ گوئی پر صبر کی تلقین فرماتے ہیں اور حضرت

داؤد علیہ السلام جن کو گونا گوں انعامات سے سرفراز کیا گیا تھا، ان کا ذکر کر کے تسلی دیتے ہیں۔ عبدنا (ہمارا بندہ) فرما کر حضرت

داؤد کو سزا دے مشرف کیا۔ ذی الاید کا لغوی معنی ہے بہت ہاتھوں والا۔ اس سے مراد طاقتور اور قوی ہے۔ کیونکہ آپ عبادت اور

جماد میں بڑی قوت اور توانائی کا مظاہرہ فرماتے۔ اس لیے آپ کو ذی الاید کہا گیا۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نظر کرتے



يُسَبِّحَنَّ بِالْعِشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرُ مَحْشُورَةٌ كُلُّ لَهْ أَوَابٍ ۝ وَ

وہ ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے عشاء اور اشراق کے وقت لہ اور پرندوں کو آواز دہی صبح کے وقت مع ہر چلتے نل سہا کے فوہا ہوا تھے لہ اور

شَدُّ دَنَا مُلْكُهُ وَاتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخُطَابِ ۝ وَهَلْ أُنْتُكَ

ہم نے مستحکم کروا ان کی حکومت کو اور ہم نے بخشی انہیں دانائی اور فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ لہ اور کیا آئی ہے آپ کے

اور یہ روزہ نفس پر بزرگراں اور اللہ کے نزدیک بڑا فضیلت والا ہے۔ آپ نصف رات عبادت میں گزارتے میلان جماد میں دشمن کلاہنا ہوتا تو تم کو مقابلہ کرتے اور وہاں سے جھاگنے کا خیال تک دل میں نہ لاتے اور جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا مانگنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کلمہ وینا زکی اُنہما کر دیتے۔ ذاللقوة فی العبادۃ کان یصوم یوما ویفطر یوما وذلك اشده الصوم افضله۔ وکان یصلی نصف اللیل وکان لا یفتر اذا لاقی العدو وکان قویاً فی الدعاء الی اللہ تعالیٰ (قرطبی) اواب: بہت رجوع کرنے والا رَجَعًا الی اللہ تعالیٰ وطاعته عزوجل۔

لہ اللہ تعالیٰ نے جن خصوصی عنایات سے آپ کو نوازا ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے۔ آپ جب کبھی اللہ میں مشغول ہوتے تو پھر بھی آپ کے ساتھ مل کر ذکر کیا کرتے۔ پہاڑوں کی اس تسبیح سے کیا مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب آپ ذکر کرتے تو آپ کی آواز سے پہاڑ گونج اٹھتے۔ اسی گونج کو پہاڑوں کا ذکر کہا گیا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ پہاڑ زبان حال سے ذکر الہی کیا کرتے اور بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ جب آپ مصروف ذکر ہوتے تو پتھر سنگریزے۔ چٹانیں اور پہاڑی ٹوٹاؤں میں سب زبان قال سے آپ کے ساتھ مل کر ذکر کیا کرتیں۔ علامہ قرطبی نے اسی قول کو صحیح فرمایا ہے۔ ان ذلک تسبیح مقال علی الصبح من اللہ قال اشراق اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج کافی اونچا ہو جائے جسے ہوا پاشت کا وقت کہتے ہیں۔ اس وقت جو نوافل پڑھے جاتے ہیں اُسے صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں صلوٰۃ الضحیٰ کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ حَافَظَ عَلَی شَفْعَةِ الضُّحَى غُفِرَ لَہُ ذُنُوبُہُ وَاِنْ کَانَتْ زَبَدَ الْبَحْرِ کہ جو شخص پابندی سے صبحی کے وقت دو نفل پڑھے گا، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے مانند ہوں۔

صحیحین کی ایک حدیث میں ہے: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اوصانی خلیل ثلاث لا اضمن حق الموت۔ صوم ثلثۃ ایام من کل مشہر۔ صلوٰۃ الضحیٰ ونوم علی وتر، ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے اور تادم مرگ میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ ۱۔ ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا۔ ۲۔ نماز صبحی۔ ۳۔ سونے سے پہلے وتر پڑھ لینا۔ صبحی کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں، زیادہ سے زیادہ بارہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہ آپ کی آواز اتنی شیریں، دلکش اور سوز و گداز سے بھری ہوتی تھی کہ جب آپ ذکر کرتے تو اترتے ہوئے پرندے بھی رگ جاتے اور آپ کے ارد گرد معلق بنا کر بیٹھ جاتے اور آپ کی آواز کے ساتھ آواز ملا کے اپنے خدو نہ کریم کی تسبیح کہتے۔ لہ کی ضمیر کامر ج حضرت اُود

نَبِؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسُوْرُو الْمِحْرَابَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوُدَ فَفَزَعَ مِنْهُمْ

پاس اطلاع فریقان مقدم کی جب انہوں نے دیوار چاندی عبادت گاہ کی آگے اور جب ایک داخل ہوئے داؤد پر یہیں آپ کو گھبرا

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضِنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاَحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ

گئے ان سے انہوں نے کہا ڈریے نہیں تم تو مقدم کے دو فریق ہیں زیادتی کی ہے تم میں سے ایک سے دوسرے پر آپ حکم دیا انھیں انصاف

وَلَا تَشْطِطْ وَاِهْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ اِنَّ هٰذَا اَخْرٰجُوْا لَهُ تِسْعَ وَا

فیصل فریضے اور بے انصافی نہ کیجئے آگے اور دکھائیے ہمیں سیدھا راستہ۔ دھرتی فراع یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور اس کی ننانوے

علیہ السلام ہیں یعنی پہاڑ اور پرندے سب آپ کے اطاعت گزار تھے۔ کل لہ اسی لداؤد : اذاب اسی مطیع (قرطبی) اور بعض نے  
لا کامر جمع ذات باری کو بنا ہے۔ قیل العاء لله عز وجل۔

۲۱ نیز ہم نے ان پر زبرد کم یہ فرمایا کہ ان کی حکومت کو منسوخ کر دیا۔ آپ کی ہیبت و لوں میں بجا دی کسی کی مجال نہ تھی کہ بتاؤ  
اور سرکشی کا خیال تک دل میں لاسکے اس کے علاوہ آپ کے سینہ کو ذر حکمت سے روشن فرمایا اور آپ کو ایسی بنی نظیر فصاحت و  
بلاغت بخشی کہ آپ کی گفتگو کے بعد کسی کو تنگاریا انکار کی گنجائش ہی نہ رہتی، سب جگڑے ختم ہو جاتے۔ فصل الخطاب : البیان  
انصاف بین الحق والباطل : ایسا بیان ایسی تقریر جو حق و باطل کو الگ الگ کر دے۔

۲۲ اس سے پہلے کہ اس قصہ کی تحقیق کی جائے جو ہم طوطی پر بیان کیا جاتا ہے ہیں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے ان آیات کی تفسیر  
کر دی جائے اور آخر میں اس قصہ کے متعلق محققین علماء کی رائے قارئین کی خدمت میں پیش کی جائے۔

جب کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہو تب اسے تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام سے کیا جاتا ہے تاکہ سننے والا ہمت  
گوش ہو کر اس واقعہ کو سنے اور اس سے عبرت حاصل کرے۔ الاستفہام التنبیہ علی جلالة القصة والاصفاء البیہا والاعتبار بها؛  
یعنی کیا آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی ہے کہ جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں فریق دیوار چاندی حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت گاہ میں ایک جگہ  
تسوق والمناظرة تسوق : دیوار پر ریگ کر چڑھنا۔ محراب سے مراد آپ کی عبادت گاہ ہے اس کا نام عرب سے ہے کیونکہ وہاں  
آپ اپنے نفس سے برسر پیکار تھے، اس لیے اس کو محراب کہا گیا۔ مسجد کے محراب کو بھی اسی لیے محراب کہا جاتا ہے کہ وہاں بھی  
جماعت مسلمین کا امام ہونے نفس، تغلیل، ابلیس اور طرح طرح کے خطرات اور مشکلات کے خلاف اپنی قوم کو جہاد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔  
مساجد میں محراب کی موجودہ شکل عہد رسالت میں نہ تھی۔ صرح المجلد السیوطی ان المحراب التي فی المساجد بحقیقتها المعروفة الیوم  
لحدیث فی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (روح معانی)

۲۳ آپ کا مہول تھا کہ آپ ایک روز حکومت کے کاروبار کو انجام دیتے، مقدمات کا فیصلہ کرتے۔ ایک روز اپنے گھر کے

دفعہ لادم

تَسْعُونَ نَجَّةً وَوَلِي نَجَّةً وَاحِدَةً ۖ فَقَالَ اَلْفَلَيْهَا وَعَزَّتِي فِي

دُنْیَا ہوں اور میرے پاس صرف ایک نجاتی ہے ۵۱۔ اب یہ کتاب ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور سختی کرتا ہے میرے

الْخِطَابِ ۖ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْمَتِكَ اِلَى نِعَايِهِ ۗ وَاِنْ كَثُرًا

ساتھ گفتگو میں لائے آپ نے فرمایا جیکے اس نے ظلم کیا ہے تم پر یہ مطالبہ کر کے کہ تیری دُنْیَا کو تیری دُنْیوں میں ملا دے ۵۲۔ اور اکثر

مِّنَ الْخَطَاۗءِ لِيَبْغِيَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر ۵۳۔ سوائے ان جتنے داروں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے

فرائض انجام دیتے تیرا دن انہوں نے صرف عبادت کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس دن اپنی عبادت گاہ پر پاسبان مقرر کرتے تاکہ لوگ ان کی عبادت میں خلل نہ ہوں۔ اس روز کسی کی مجال نہ ہوتی تھی کہ اندر آنے کی جرات کر سکے۔ ایک دفعہ آپ اپنے عبادت کے حجرے میں مصروف تھے۔ ایسے وقت میں ان جنہوں کا دربار چھانڈ کر بغیر اجازت طلب کیے بڑے اندگھس آنا بڑا حیرت انگیز واقعہ تھا۔ آپ کو گھبراہٹ سی لاق ہوئی وہ بھی اس چیز کو جانپ گئے اور کہنے لگے ڈرینے نہیں ہم تو دُفتر میں ہیں اور اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ازراہ فوارش حق و انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ فرما دیجیے اور ہم میں سے کسی پر بھی ظلم و زیادتی نہ ہو۔ جو فرقی بھی ظلم و عدوان کی راہ پر لگائے ہے اسے عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر پیلنے کی ہدایت فرما دیجیے۔ لا تُشِطُّ اِیَّی لَاتُجَادُوْا ۵۴۔ اب وہ اپنا تازہ پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ شخص میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ۹۹ دُنْیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنْی ہے۔ یہ مجھے کتاب ہے کہ یہ ایک دُنْی بھی مجھے دے دو میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اس طرح میری دُنْیوں کی تعداد پوری نشتا ہو جائے گی اور تو اس دُنْی کی حفاظت کے جھنجھٹ سے چھوٹ جائے گا۔

۵۵۔ یہ جب بات کرتا ہے تو چھپاتا ہے اور سننے والوں محسوس کرتا ہے کہ یہ سچا ہے اور میری دادی کرنے کے بجائے اُنٹا ہے ہی مجرم قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ اس رعب سے مجھ سے بات کرتا ہے کہ میں جواب دینے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ اسی مخاطبہ نے ایسا حجاج بان جاہ حجاج لعاطق ردہ (دعائی)

۵۶۔ آپ نے فریقین کی باتیں سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ یہ اس کی سزا زیادتی ہے۔ یہ اتنا حریص ہے کہ ننانوے دُنْیوں سے بھی اس کی چشم آزریر نہیں ہوتی، بجائے اس کے کہ اپنے بھائی کے پاس صرف ایک دُنْی دیکھ کر اسے دم آئے اور اسے دس بیس دُنْیاں سچے پاس سے دیکھ کر اس کی حالت سنبھل جائے اور برادرانہ تعلقات کی لاج بھی رہ جائے، وہ اس کے پاس ایک دُنْی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اُسے بھی چین لینا پاتا ہے یہ سزا ظلم ہے، یہ صریح زیادتی ہے۔

۵۷۔ فرمایا اکثر جتنے داروں کا یہی دستور ہے۔ بڑے جتنے والا اپنے سے کم جتنے والے اور کمزور کو اس کی قلیل پونجی سے بھی مجرم



الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ نَّاهُمْ ط وَظَنَّ دَاوُدُ أَن مَّا فَتَتْهُ فَاستَغْفَرَ رَبَّهُ وَ

رہے اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ لے اور فوراً خیال آگیا داؤد کو کہ تم نے اُسے آزما یا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے

خَرَّ رَاكِعًا وَاَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَا

اپنے رعب اور گرخصے مدح میں تھے اور دل مہانگ، اسی طرف توجہ ہو گئے پس تم نے بخش دی انہی پر تھوڑے اور بیک ان کھیلے ہمارے ہاں بڑا رعب ہے

کر دیتا ہے، البتہ وہ جسد دار جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں اور بیک اعمال کے غور ہوں وہ اپنے دوسرے جسد داروں پر جبر نہیں کرتے  
ان کا حق نہیں چھینتے، بلکہ حق و انصاف اور مروت و اخلاص کے تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرتے ہیں۔

۲۹ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، انہیں انجلیوں پر لگنا ہا سکتا ہے۔

۳۰ یہ فیصلہ سنانے کے بعد مہا حضرت داؤد کو کوئی اپنی بات یاد آگئی اور یہ خیال کیا کہ یہ تو میری آزمائش کی جا رہی ہے فوراً  
منفرت طلب کرنے لگے اور سجدہ میں گر گئے یہاں راکع سے مراد ساجد ہے۔ اور راکع سجود کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا رہتا ہے  
جیسے اس شعر میں ہے۔

فخر علی وجہہ راکعاً

وَتَابَ اِلَى اللّٰهِ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ (روح المعانی)

یعنی وہ سجدہ کرتے ہوئے مُنہ کے بل گر پڑا اور بارگاہ الہی میں ہر گناہ سے توبہ کی۔ اس شعر میں راکعاً کا معنی ساجد ہے  
سجدہ کرنے والا۔

۳۱ بیک داؤد کا مقام ہمارے نزدیک بہت بلند ہے اور ان کے پلٹ کر آنے کی جگہ بہت اعلیٰ و عُلُو ہے۔  
آیات کی اس تشریح کے بعد اب ہم اس واقعہ کی تحقیق کرتے ہیں جس کی طرف ابتدا میں اشارہ کیا گیا ہے جناب القرآن  
میں آپ مختلف مقامات پر پڑھ آئے ہیں کہ نبی اسرائیل اپنے انبیاء کرام پر فخر تمہیں لگانے میں کہتے بیک تھے ایسی چیزیں جو  
ایک ہم شریف آدمی کی طرف بھی منسوب کرتے ہوئے انسان ہچکچاتا ہے۔ وہ بے دریغ اپنے نبیوں، اپنے محسنوں اور اپنے شاہرہ  
کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ انہی مزاحمت میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے جو بائبل میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے لگا کر کہتا گیا ہے  
جی تو نہیں چاہتا کہ قارئین کے ذوق کو مجروح کیا جائے، لیکن عرض حال کے لیے چند سطور لکھنا ضروری سمجھا ہوں۔

کتاب ۲ سموئیل باب ۱۱ میں مذکور ہے:

" اور شام کے وقت داؤد اپنے پیٹنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر بیٹھنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک  
عورت کو دیکھا جو بنا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا مال دیا  
کیا اور کسی نے کہا کیا وہ اِمام کی بیٹی بت سب نہیں جو حقی اور پتاہ کی بیوی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اُسے بلایا۔ وہ اس  
کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی۔ پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اُس نے داؤد کے



پاس خیرِ نبوی کہ نہیں حاصل ہوں۔“ آیات: ۵ تا ۲۰۔

اس سے آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد نے یوآب جو فرعون کا کمانڈر تھا کو لکھا کہ جب دشمن سے جنگ شروع ہو تو حتی اور تیاہ کو ایسی جگہ پر تعینات کیا جائے کہ اس کا قتل ہو جانا یقینی ہو۔ ملاحظہ ہو:

”صبح کو داؤد نے یوآب کے لیے ایک خط لکھا اور اسے اور تیاہ کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اور تیاہ کو گھٹا میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بچتی ہو۔ اور یوآب کو کہ جب یوآب نے اس شہر کا ملاحظہ کر لیا تو اس نے اور تیاہ کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا تھا کہ ہمارے وہیں اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے مختورے سے لوگ کام آئے اور حتی اور تیاہ بھی مر گیا۔“

کتاب ۲۔ سیوسیل، باب ۱۱۔ آیت: ۱۴ تا ۱۷

علماء یہود نے اپنی مقدس کتاب میں جو الزام حضرت داؤد پر لگایا۔ اس کو پھر یوں اچھا لاکر زبان زد عام ہو گیا حتی کہ بعض مشرکین نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کو من و عن ذکر کر دیا۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کے متعلق خوب تحقیق کی ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”کہ یہاں ایک افسانہ بیان کیا جاتا ہے بعض لوگوں نے تو اس افسانہ کو ایسا رنگ دیا ہے کہ گناہ کبیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علیل القدر بندے کی طرف ہوتی ہے اور بعض نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ گناہِ غیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے۔“

امام رازی فرماتے ہیں: **وَالَّذِي آؤنِبُنْ بِهِ وَآذُھَبْ اِیْھِ اِنَّ ذَٰلِكَ بَاطِلٌ**؛ کہ میرا عقیدہ اور میری تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ سراسر باطل اور فوہ ہے۔ پھر اس کے بطلان پر کئی دلیلیں پیش کی ہیں فرماتے ہیں:

اگر ایسی حرکت فاسق ترین آدمی کی طرف بھی منسوب کی جائے تو وہ بھی اس کو برداشت نہیں کرے گا۔ اور جس بد بخت نے ایسی فحش بات اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف منسوب کی ہے اگر خود اس پر ایسا الزام لگایا جائے تو وہ اپنی کھٹی اور شباشت ملین کے باوجود اس کی پُر زور تردید کرے گا اور بہتان لگانے والے پر لعنت بھیجے گا۔ ایسا گناہِ نامہم جیسے ایک ادنیٰ درجہ کا اتنی اپنے لیے پسند نہیں کرتا، ایک نبی کا دامن عصمت اس سے کب آلودہ ہو سکتا ہے۔ نیز اگر قصہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت داؤد پر دو سنگین جرم ثابت ہوں گے۔ ایک قتلِ بیگناہ (۲)، فعلِ قبیح۔ قرآن میں یہ آیات اس لیے نازل کی گئیں تاکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولجوتی ہو اور حضرت داؤد کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ کفار کی دلائل زاری سے کبیرہ خاطر نہ ہوں۔ اگر حضرت داؤد سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے ذکر سے اپنے محبوب کی دلجوئی نہ فرمانا بلوچنی خواہش نفس کے سامنے بے بس ہے اور قتلِ بیگناہ کے ارتکاب کی جرات کرتا ہے۔ نیز سابقہ آیات میں حضرت داؤد کو جن صفات عالیہ سے موصوف فرمایا گیا ہے؛ عبداً ناہما ربناہ، ذالایید (عبادت و طاعت میں بڑا طاقتور) اواب۔ (ہر وقت رجوع کرنے والا) صاحب فضل الخطاب وغیرہ۔ اگر آپ سے ایسی ذلیل حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو آپ کو ان اوصافِ جمیلہ سے موصوف کرنے کا پھر کوئی مقصد نہ رہتا۔ اور آپ کو عندنا لزل لطف اور حسن مآب کی خوشخبری ہرگز

زندگی جاتی۔ اس لیے آیات کا سیاق و سباق دونوں اس قصہ کی پُر زور تردید کرتے ہیں اور اسے سراپا لغو اور بے ہودہ قرار دیتے ہیں۔ (کبیر)

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

”مَنْ حَدَّثَكُمْ بِحَدِيثِ دَاوُدَ عَلَى مَا يَرَوِيهِ الْعُقَاصِمُ جُلُودًا مَاتَةً وَسَتِينًا“

ترجمہ: یعنی جو شخص حضرت داؤد کے متعلق ایسی بات کہے جس طرح قصہ گو کیا کرتے ہیں تو میں اسے ایک سو ساٹھ ڈرتے لگاؤں گا۔

بعض حضرات نے ان آیات کا پس منظر اس طرح بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں یہ عام رواج تھا اور اس میں کوئی جہالت محسوس نہیں کی جاتی تھی کہ اگر کسی کی منگھوڑ کی طرف کسی کا میلان ہو جاتا تو وہ اس سے کتنا کٹم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اس کے ساتھ نکاح کروں، چنانچہ ہوا اوقات وہ شخص اپنے دوست کی یہ درخواست قبول کر لیتا اور وہ آدمی مدت گزرنے کے بعد اس عورت کے ساتھ نکاح کر لیتا۔ لیکن نبی کی شان بڑی اونچی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات پر تنبیہ فرمادی۔

امام ابوبکر جہانس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابھی اس عورت کی شادی اور تیاہ کے ساتھ نہیں ہوئی تھی صرف مگھنی طے پائی تھی اور حضرت داؤد نے اس عورت کے گھر والوں سے اس کا رشتہ طلب کیا اور انہوں نے وہ رشتہ دے دیا۔ لیکن یہ ساری باتیں تیاہ آرائیوں کے بغیر اور کچھ نہیں۔

ان تمام توجیہات کے بعد علامہ رازی فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ آیات میں مذکورہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جائے کہ نہ گناہ کبیرہ کی نسبت آپ کی طرف ثابت ہو اور نہ گناہ صغیرہ کی بلکہ آپ کی مدح و ثنا کا پہلو بکلی بنی اسرائیل میں ایک گروہ آپ کے مخالف ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ کے قتل کرنے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دی تھیں۔ آپ ہر تہیہ سے دن غلط نہیں ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دیوار چھاند کر اندر آگئے تاکہ تمنا ہی میں آپ کا کام تمام کر دیں اور پھر سے داروں کو بھی اس کا پتہ نہ چلے جب وہ آپ کے حجرہ میں پہنچے تو وہاں بہت سے آدمی موجود تھے جن کی وجہ سے وہ اپنے مشغولہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور اپنے آنے کی ایک جھوٹی اور زین گھڑت وجہ بیان کر دی کہ ہم تو آپ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیے آئے، دروازہ بند پایا۔ پھر داروں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی، اس لیے مجبوراً ہم دیوار کو چھاند کر اندر آگئے۔ آپ ان کی بدینتی پر آگاہ ہو گئے پہلے تو آپ کو بڑا غصہ آیا اور ان سے انتقام لینے کا ارادہ کیا، لیکن بعد میں حضور و درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا اور استغفار اس لیے مانگی کہ ان کے دل میں اپنی ذات کے متعلق انتقام لینے کا خیال ہی پیدا کیوں ہوا۔ علامہ رازی آخر میں فرماتے ہیں: وَكَانَ قَوْلُنَا أُولَىٰ بِهَذَا مَا عِنْدَنَا فِي هَذَا الْبَابِ۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالسَّرَادِ كَلِمَةً۔ (کبیر، یعنی ہماری یہ توجیہ سب اقوال سے بہتر ہے اور اس ضمن میں ہماری ہی تحقیق ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اسرار و رموز کو بہتر جانتا ہے۔

علامہ البرجان اُنڈسی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں اپنی تحقیق کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ بھی مہدی

ناظرین ہے۔

”ہماری تحقیق یہ ہے کہ دیوار کو پھانڈ کر مگر اب میں آنے والے انسان تھے۔ وہ ایسے راستے سے داخل ہوئے تھے، جو داخل ہونے کا راستہ نہ تھا۔ اور ایسے وقت آئے تھے جو آپ کی عدالت کا وقت نہ تھا۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں لیکن جب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں تو کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیے آئے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تو حضرت داؤد کو پتہ چل گیا کہ یہ سارا واقعہ یعنی ان لوگوں کا بے وقت آدمی اور غیر معروف راہ سے آنا اور آپ کا ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ قتل کے ارادہ سے آئے ہیں اور اس وجہ سے آپ کا گھبراہٹا ہونا یہ سب آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے آزمانا چاہا ہے اور ان کے بارے میں ان کا سوچنا کہ آپ کی شانِ نبوت سے فروتر ہے۔ اس لیے آپ مغفرت طلب کرنے لگے۔ آخر میں علامہ مکرور لکھتے ہیں:

وَعَلِمَ قَطْعًا أَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَعْصُومُونَ مِنَ الْخَطَايَا لِامْتِنَانِ وَقَوْعِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْهَا مُنْذِرَةٌ اِنَّا لَوَجَّوْزْنَا عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بَطَلْتَ الشَّرَائِعَ وَلَمْ يُوْتَقِ بَشِيئًا مَّا يَذْكُرُونَ اِنَّهُ وَحْيٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا حَكِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ مِمَّا عَلٰى مَا ارَادَهُ اللّٰهُ وَمَا حَكِيَ الْقَصَاصُ مِمَّا ضَلَّتْ لِنَفْسٍ لِنَصَبِ الرِّسَالَةِ طَرِحَهَا وَعَنْ حِكْمَاتِ الشَّاعِرِ :

وَكَوْنُ مَشْرِحِكُمَا الْعَقْلُ فِي كُلِّ شَبْهَةٍ اِذَا اَشْرَا لَاحِيًا رَجَبًا مِنْ قِصَاصِ

یعنی ہمارے پختہ عقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے ایسے امور قطعاً سرزد نہیں کئے۔ اگر ایسا ہوتا تو شرعی احکام پر اکتفا باقی نہ رہتا اور انبیاء کے فرمودات سے اعتبار اٹھ جاتا۔ قصہ گو لوگوں نے منصبِ نبوت کے سناٹی کرکمانیاں گھڑ لی ہیں ہم ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ ہمارا مسک تو وہ ہے جو شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ کہتا ہے:

”جس بارے میں شک و شبہ ہو وہاں ہم قتل کا فیصلہ مانتے ہیں جبکہ قصہ گوؤں کے ہم نہیں حکایتیں اور کرکمانیوں کو تزیین دیتے ہیں۔“

شیخ اکبر حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں خوب لکھا ہے:

واعظون کو چاہیے کہ وہ اپنے وعظوں میں غلط قصے اور محبوی کہانیاں بیان نہ کیا کریں جنہو علی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بندہ جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کے باعث فرشتے اس سے تیس میل دور بھاگ جاتے ہیں اور اس آدمی کو بہت برا جانتے ہیں۔ جب واعظ یہ جانتا ہے کہ فرشتے مجلس وعظ میں حاضر ہوتے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ سچ بولنے کی پوری کوشش کرے۔

پھر فرماتے ہیں:

ولا يتعرض لما ذكره المورخون عن اليهود من زلات من اثنى الله عليهم واجتباهم ويجعل ذلك نفسين الكتاب الله - (فتوحات مکیہ، جلد دوم، صفحہ ۲۵۶، مطبوعہ مصر)



## حُسْنِ مَآبٍ ۞ يَدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ

اور خوبصورت انجام ہے۔ اسے داؤد ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو اپنا، نائب زمین میں آئسہ پس فیصلہ کیا کرو گوں

واعظ پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے کلیتہً اجتناب کرے جو مؤرخین نے بلا تحقیق یہودیوں سے نقل کی ہیں جن میں ان مقدس ہستیوں کی لغزشوں کا بیان ہوتا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے ثنا و توصیف فرمائی ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے بچن لیا ہے اور پھر ان لغویات کے بارے میں کہے کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا ہے۔

امید ہے ان سطور کے مطالعہ سے حقیقت حال واضح ہو گئی ہوگی۔ اور تارخین کے ذہن سے وہ بوجھ اتر گیا ہوگا، جو داستان سرائی کہنے والے لوگوں کی تحریر بخشنے اور تقریر سننے کے بعد ہر سلیم الطبع انسان محسوس کرنے لگتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ باسرار کتابہ وحیبہ الاکرم اعرف بحقائق آیات ربہ۔

آئسہ حضرت داؤد علیہ السلام کو بتایا جا رہا ہے کہ تم کسی شاہی خاندان کے فرد نہیں ہو کہ تمہیں یہ حکومت و رشتہ میں ملا ہو۔ تم ایک غیر معروف چرواہے تھے۔ ہم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے لیے یہ راہ ہموار کی اور اپنی مہربانی سے نبی اسرائیل کا مہار شاہ داؤد وسیع و عریض سلطنت مرحمت فرمادی اور منہ خلافت پر بٹھکن کر دیا۔ اس احسان کا ٹکڑا د کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیصلہ عدل و انصاف کے مطابق کرو اور اپنی پسند و ناپسند کو اپنے فیصلوں پر کسی طرح اثر انداز نہ ہونے دو۔ اگر تم نے خواہش نفس پر انصاف کو قربان کیا تو کیا رکھتا اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہرک ماؤنگے۔ اس کی توفیق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ اور جو شخص راہ حق سے ہرک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

علامہ شہداء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ضمن میں منہ یہ تحریر فرمایا ہے جو پیش خدمت ہے،

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان رضی اللہ عنہم سے پوچھا: ما الخلیفة من الملك؟ یعنی خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے۔ حضرات طلحہ اور زبیر نے کہا کہ ہم نہیں جانتے حضرت سلمان نے عرض کیا: الخلیفة الذی یعدل فی الرعیة ویقسم بینہم بالسویة ویشفق علیہم شفقة الرجل علی اہلہ ویقضى بکتاب اللہ۔

یعنی خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرتا ہے۔ ان میں مال مساوی طور پر تقسیم کرتا ہے اور وہ اپنی رعایا پر یوں مہربان اور شفیق ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر شفیق ہوتا ہے اور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

سلمان بن عواما سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت فاروقؓ نے حاضرین سے دریافت کیا ہے ما ادری الخلیفة انا ام ملک؟ میں نہیں جانتا میں کیا ہوں۔ خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔

ایک شخص کہنے لگا اے امیر المؤمنین دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کیا فرق ہے؟ قل الخلیفة لا یأخذ الاحقا ولا یضعه الا فی حق وانت بحمد اللہ کذلک والملك یعسف الناس فیأخذ من ہذا ویعطل ہذا، فسکت عمر۔

اس نے کہا خلیفہ وہ ہے جو تباہی و ترقی و انصاف سے اور خرچ کرتا ہے تو صحیح جگہ پر اور اللہ کے فضل و کرم سے آپ ایسا



النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ

کے درمیان انصاف کے ساتھ اور نہ پیروی کیا کرو ہوئے نفس کی وہ بہکا دے گی تمہیں راہِ خدا سے۔ بیک

الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ

جو لوگ بھٹک جاتے ہیں راہِ خدا سے ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے بھلا دیا تھا

الْحِسَابِ ۗ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا ذِكْرَ

یوم حساب کو ۳۲۰ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ ۳۲۱ یہ تو کفار کا

ہی کیا کرتے ہیں اور بادشاہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں پر جو روم کرتا ہے۔ اس سے لیتا ہے اُس کو دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت قنوق خاموش ہو گئے۔ (حاشیہ تفسیر مظہری)

سربراہ مملکت کے لیے اسلام نے بادشاہ، سلطان، چیرمین وغیرہ کلمات پسند نہیں کیے کیونکہ ان میں خود سری اور امانت کی بُرائی ہے بلکہ غلیظہ کا لفظ تجویز کیا ہے جس کا معنی خود سر اور مختار کا نہیں بلکہ نائب اور قائم مقام ہے۔ یہ لفظ ہی بتا رہا ہے کہ مملکت اپنے کا سربراہ اپنے رب کا نائب ہے اور نائب کا کام اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور اس کے ارشادات کے مطابق اس کے دیے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنا ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو دنیا کے دیگر نظاموں اور اسلام کے نظام سیاست میں بنیادی امتیاز مملکت ۳۲۰ قرآن کریم نے یہاں غلیظہ کی ذمہ داریوں کو بڑے مؤثر پیرائے میں بیان کر دیا کہ اس کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے فیصلہ کرتے وقت کوئی خارجی چیز، سفارش، رشوت، کوئی طبع، کوئی خوف سختی کو اپنے ذاتی مفاد کو بھی اس پر اثر انداز نہ ہونے دے۔ جو حاکم ایسا نہیں کرتا، گویا اس نے روزِ جزا کو فراموش کر دیا۔ قیامت کے دن پر اس کا ایان نہ رہا۔ زبان سے وہ ہزار دعویٰ کرے کہ وہ وقوعِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے لیکن اگر وہ فیصلہ کرتے وقت میزانِ عدل کو برابر نہیں رکھتا تو اس کو یہ دعویٰ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں اور جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے یا اسے فراموش کر دیتے ہیں ان کے لیے عذابِ شدید ہے۔

اللَّهُمَّ اِنَّا نَعُوذُ بِكَ اَنْ نَضَلَّ عَنْ سَبِيلِكَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْحَشْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

۳۲۰ کفار اور ملحد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی بس یہی دنیوی زندگی ہے۔ اس میں خوب عیش و عشرت کر لو۔ خوب مزے اڑاؤ۔ دولت کا ڈبیتی کما سکتے ہو۔ ممال و حرام کے بچکر میں نہ پڑو۔ یہ تو ملاؤں کی من گھڑت باتیں ہیں۔ جہاد و مصعب حاصل کرنے کے لیے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے تو ہونے دو، مکرو فریب کی ضرورت پڑے تو ہرگز نہ گھبراؤ۔ قیامت کس نے دیکھی ہے۔ ہزار ہا سال سے یہ صوفی لوگ قیامت کی دھمکیاں دیتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی باتوں میں اگر اپنی زندگی کا لطف بر یاد نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس مغالطہ کا رد فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری باتیں درست ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین و آسمان کا یہ سارا



کی خوبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ چیا د ج جواد کی: تیز رفتار برق نفاذ گھوڑا، وهو الذی یسرع فی جریہ، اتوارت: چھپ جانا، اوجھل ہو جانا۔ محاب: پروردہ۔ سُوق ج ساق کی: پٹلی۔ اَعْنَق ج عنق: گردن۔

اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان کے سامنے آپ کے شناسی اصطبل کے گھوڑے پیش کیے جانے لگے۔ آپ بیٹھے ہوئے ان کو ملاحظہ فرماتے رہے اور اس طرح محو ہو گئے کہ سورج ڈوب گیا بصر کی نماز با اس وقت کا مقررہ وظیفہ فوت ہو گیا جب تاریکی چھا گئی تو آپ کو خبر ہوئی کہ میں گھوڑوں کے دیکھنے میں یوں محو رہا کہ عبادت سے غفلت ہو گئی گھوڑے جو اس غفلت کا باعث بنے تھے انہیں پھر واپس بلوایا اور تلوار سے ان کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ ڈالیں اس صورت میں آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ میں نے تیرا حج دی ہے مال کی محبت کو اپنے رب کے ذکر پر۔ فتواریت کی ضمیر کا مرجع سورج ہو گا۔ محاب سے مراد افق مغرب و مطلق مسحا کا مفہوم تلوار پھیرنا یعنی تلوار سے کاٹنے پلے جانا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاویل کو سخت ناپسند کیا ہے اور ان لوگوں پر اپنی انتہائی برہمی کا اظہار کیا ہے جنہوں نے آیت کی یہ تاویل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اپنے والد ماجد حضرت داؤد کے بعد آپ مسند خلافت پر متمکن ہو کر کفار سے جہاد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔ اس لیے آپ کو گھوڑوں سے بڑی محبت تھی جن پر سوار ہو کر مجاہدین دشمنان دین سے جنگ لڑا کرتے تھے۔ آپ کا ہے جہاد کے لیے تیار کیے جانے والے گھوڑوں کا خود معائنہ فرماتے۔ ایک روز آپ نے شناسی اصطبل کے داروغوں کو گھوڑے پیش کرنے کا حکم دیا۔ یکے بعد دیگرے گھوڑے آپ کے سامنے سے گزرتے رہے۔ آپ ان کو صحت مند اور چاق و چوبند دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے: ای احببت حب الخید عن ذکر وہی کہ مجھے ان گھوڑوں سے محض اس لیے محبت اور پیار ہے کہ یہ راہ خدا میں جہاد کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کی وجہ سے دین کو شوکت حاصل ہوتی ہے۔ میں ان سے اس لیے ہرگز محبت نہیں کرتا کہ یہ خوبصورت ہیں یا بہت قیمتی ہیں میری ان سے یہ محبت محض رضائے الہی کے لیے ہے۔ آپ کے سامنے سے گھوڑوں کے گزرنے کا سلسلہ جاری رہا، ہاں تک کہ سب گھوڑے آپ کے ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے مختازوں پر بیٹھ گئے۔ آپ نے پھر حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو میرے سامنے دوبارہ پیش کرو۔ اب جب گھوڑے پیش ہوئے شروع ہو چکا تو آپ ہر گھوڑے کی گردن پر بھی پیار سے ہاتھ پھیرتے اور اس کی پنڈلیوں کو بھی ٹٹولتے۔ اس سے گھوڑوں کے ساتھ آپ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز کیونکہ گھوڑوں کی بیماریوں کے بھی آپ ماہر تھے۔ ٹانگیں ٹٹولتے ہوئے یہ بھی خیال رکھتے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو نہیں۔ نیز وظیفہ وقت ہو کر خود یہ کام کرنا آپ کی غفلت اور فرض شناسی پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ائمہ جہان بانی انہوں نے تکروراً کچھ سچو دہی نہیں کر دیئے تھے بلکہ خود ہر چیز پر توجہ کرتے تھے۔

امام رازی اپنی اس توجیہ کی صحت ثابت کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت سلیمان کا ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں آپ کے فضائل و کمالات کا ذکر کیا جائے تاکہ حضور کو اطمینان حاصل ہو اور اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جائے کہ آپ ذرا سی بات پر غفلت کا شکار ہو گئے اور فریضہ عبادت کو ترک کر بیٹھے پھر سید پگڑوں اصیل گھوڑوں کو مار ڈالا تو اس سے وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کے لیے



النَّحِيرُ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۗ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فُطِفِقَ

پند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے دھڑائیں چلانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ چھپ گئے پڑو کے پیچھے حکم دیا، واپس لاؤ انہیں مجھے پاس۔

مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۗ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ ۖ وَالْقَيْنَا عَلَى

تو ہاتھ پھیرنے لگے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔ اور ہم نے فتنہ میں ڈالا سلیمان (علیہ السلام) کو اور ڈال دیا ان کے

کُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۗ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا آٰلَا

تخت پر ایک بے جان جسم ۳۳۰ پھر وہ (دہری طرف) متوجہ ہوئے۔ عرض کی میرے رب! مجھے معاف فرما اور عطا فرما مجھے

یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

جن لوگوں نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ سے استدلال کیا ہے کہ فتنہ میں مبتلا کرنے کا یہی مطلب ہے کہ ان سے کوئی فوگلاشت سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے وہ آزمائش میں مبتلا کر دیے گئے۔ شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس تکلف کی قطعاً ضرورت نہیں آزمائش اتنی تھی کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) ان گھوڑوں سے کیوں محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یا اس لیے کہ گھوڑے بڑے قیمتی اور خوبصورت ہیں۔ آپ نے فرما دیا، انی احببت الایۃ یعنی میں گھوڑوں سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہوگا۔ مجاہدان پر سوار ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے جہاد کریں گے۔ حق کو غلبہ ہوگا اور حق کا پرچم اُٹھ جائے گا۔

۳۳۰ یہاں بھی علماء یہود اور تاریخ بنی اسرائیل کی سند سے ایسی چیزیں نقل کر دی گئی ہیں جن کی تردید کرنے کی نیت سے بھی نقل کرنا طبع سلیم کو گوارا نہیں۔ جن لوگوں کو شان نبوت اور مقام سلطانی کا ادنیٰ سا بھی علم ہے وہ ان خرافات کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ علامہ ابن حبان کہتے ہیں: ان هذه المقالة من اوضاع اليهود و زنادقة السوفسطانية دحض یہ روایت بیخوبی اور زندقوں کی وضع کردہ ہے۔ علامہ ابن کثیر، امام رازی، علامہ آکوسی اور دیگر محققین صحیح شدہ حدیث کی تکذیب اور تردید کی ہے۔ ان آیات کی توجیہ بیان کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ آپ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ بیماری اتنی شدید اور اس کا عرصہ اتنا طویل تھا کہ آپ کا کراہیل جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ وہ عظیم شاہی تخت جس پر آپ جب بیٹھتے تھے تو آپ کے رُعب و جلال کی وجہ سے حق و انس پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، اب منصف اور نقاہت کے باعث جسم بہت لاغر ہو گیا تھا، تخت پر جب تشریف رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بے رُوح اور بے جان جسم ہے جو کسی نے اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا ہے۔ آپ نے باگالہ الہی میں بڑے عجز و نیاز سے اپنی صحت کے لیے دعا کی جو قبول ہوئی۔ آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور جہانناہی کے فرائض پہلے کی طرح بڑی شان و شوکت سے انجام دینے لگے۔



يَتَّبِعِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۸﴾ فَسَعَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ

ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد مسئلہ بیکج تو ہی بجا انداز عطا کرنے والا ہے اسلئے پس ہم نے ہوا کو اچکھڑا کر ڈالا

تَجَرَّتْ بِأَمْرِهِ رُخَاءٌ حَيْثُ أَصَابَ ﴿۳۹﴾ وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَائِهِ وَ

بنادیا۔ چلتی تھی آپ کے حسب علم آرام سے نکلے پھر آپ چاہتے۔ اور سب دیوبھی ماتحت کر دیے کوئی سمار اور

غَوَاصٍ ﴿۴۰﴾ وَالْآخِرِينَ مُقَدَّرِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۱﴾ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ

کوئی غوط خور۔ اور ان کے علاوہ (جو سرکش تھے) باندھ دیے گئے زنجیروں میں۔ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا چاہے

۳۸ پہلے منفرت کے لیے التجا کی۔ اس کے بعد ملک و حکومت بچنے جانے کا سوال کیا۔ ہر شخص کا سوال اپنے ظرف کے مطابق ہوا کرتا ہے نیز جس سے سوال کر رہا ہے اس کی قدرت و اختیار اور جو عطا کر بھی پیش نظر رکھنا جاتا ہے۔ یہاں مانگنے والے حضرت سلیمان ہیں اور جس سے مانگ رہے ہیں وہ رب العالمین ہے، وہ اکرم الاکرمین ہے۔ اس سے بڑا صاحب قدرت و اختیار بھی کوئی نہیں اور اس جیسا سخی اور کریم بھی کوئی نہیں۔ حضرت علامہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حضرت سلیمان کامرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑا ہے۔ حضور نے اپنی مرضی سے نبی ملک (بادشاہ نبی) بننے کے بجائے نبی عبد بنا پند فرمایا۔ وکان الذبی علیہ العنزۃ والسلام نافذ الحکمۃ علی الجن والانس۔

سے تَنَابُیْ یَدْعُو بِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِیْ اِیْنِهٖ عَلٰی سَاقِیْ یَدَا قَدَمِ

یعنی حضور کریم کا حکم ہر جن و انس پر نافذ ہے۔ صاحب تصدیق بروہ کہتے ہیں کہ حضور جب درختوں کو اشارہ کرتے ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے قدموں کے بغیر اپنے تنے کے سہارے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور یہی حال غلظہ و راشدن کا تھا جنہوں نے خلافت اور فقر دونوں کو جمع کیا اور تمام فضائل کے جامع بنے (منظہری) صاحب روح البیان نے یہاں بڑی پیاری رباعی لکھی۔

در بزمِ احتشام تو سیارہ ہفت جام و در مطبخِ نزال تو اسلداک نطیق

ہر خطبہ کمال بنام تو شد ازل کس تا ابد ز لوحِ نخی خواندہ این سبق (روح البیان)

۳۹ تو جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے تیرے دست سخا کو کوئی روکنے والا نہیں جو ذات پاک بخشش اور سخاوت میں وہاب کی صفت سے موصوف ہو وہ اپنے محبوب بندوں کے دامنِ طلب کو جن لازوال نعمتوں سے بھرتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ مسئلہ کہ ہوائی کو آپ کے زیر فرمان کر دیا۔ ہواؤں کی رفتار آپ کے اختیار میں دے دی شیطانوں کو آپ کا ماتحت کر دیا۔ ان میں سے کئی فن تعمیر میں بطولی رکھتے تھے اور کئی سمندروں کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر طرح طرح کے قیمتی موتی نکالنے کے فن میں ماہر تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو آپ کے حکم کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ آپ کے اذن کے بغیر نہ وہ کہیں جا سکتے اور نہ کچھ کر سکتے۔

## اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۳۰ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَّآبٍ ۝۱۳۱

کسی کو بخش کر احسان کرنا ہے اپنے پاس رکھ لے تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی اور دیکھ لے نہیں جا سکتا ہاں بڑا قریب حاصل ہے اور خوبصورت انجام لگے

۱۳۰ یہ نعمتیں عطا فرمائے کہ بعد ہر چیز کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے نہ کرنے کا اختیار بھی دے دیا۔ بغیر حساب کہہ کر اس حدیث کو بھی دور کر دیا کہ تم جس طرح چاہو استعمال کرو۔ تم سے اس کے بارے میں باز پرس نہ کی جائے گی۔ فَاَعْطٰی مِنْ شَمْتٍ اَوْ اَمْسَكَ مِنْ شَمْتٍ بِغَيْرِ حِسَابٍ اسی غیر محاسب علیٰ مَنَبَہِ وَاَمْسَاکُمْ لِمَنْ تَوْضِعُ النَّصْرَفِ فِيْہِ الْیَدِ۔ یعنی جس کو چاہیں آپ دیں اور جس کو چاہیں آپ نہ دیں۔ آپ سے اس معاملہ میں کوئی باز پرس نہ ہوگی کیونکہ ان میں تصرف کرنے کا اختیار آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ (مظہری)

علامہ آوسی فرماتے ہیں: اِنَّہٗ مَعْفُوۡضٌ اِلَیْہِ تَفْوِیْضًا کَثِیْرًا۔ کہ یہ نعمتیں کئی طور پر ان کے حوالے کر دی گئی ہیں۔ (روح معانی) صاحب روح البیان لکھتے ہیں۔ هٰذَا عَطَاؤُنَا یُتَّخِرُ اِلٰی اَنْ لَا نَبِیْآءَ بِنَا شِیْدَةِ الْغِیْضِ الْاِلٰہِیِّ وَلَا یَاۡتِہٖ اَفَاضَةُ الْغِیْضِ عِنْدَ مَنْ هُوَ اَمْلَہٗ عِنْدَ اسْتِقْفَاظِہٖ وَلَہُمْ اَمْسَاکُ الْغِیْضِ عِنْدَ عَدَمِ الْاِسْتِقْفَاظِہٖ مِنْ غَیْرِ اَہْلِہٖ (روح البیان) ترجمہ: قرآن کریم کے یہ الفاظ ہذا عطاء ہونا اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام کو فیض خداوندی کی تائید سے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس طالب فیض پر چاہیں لطف و کرم فرما سکتے ہیں اور اپنے فیضانِ کرم سے اسے مالا مال کر سکتے ہیں اور جو نا اہل ہو اس کو فیضان سے محروم کر سکتے ہیں۔

علامہ عثمانی یہاں رقمطراز ہیں:

”یعنی کسی کو بخش دویا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا موافقہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شامی لکھتے ہیں کہ یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیاوی اور مختار کر دیا حساب ممان کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت لڑوے بنا کر۔ حاشیہ عثمانی۔“

جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ کرم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو سرمدی نعمتیں اور طرح طرح کے پیشکش خزانے عطا فرمائے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیا حضور مختار نہیں ہوں گے یہ کہنا بڑی جسارت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رفیع گشتانے کے لیے اور خدا واد اختیارات کا انکار کرنے کے جوش میں واضح آیات سے بھی اغماض کر لیا جاتا ہے اور انکسین بند کر لی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو باطنی سے پہلے۔

۱۳۱ صرف یہ تک و سلطنت اور ان میں ہر طرح کے تصرف کے اختیارات دینے پر ہی بس نہیں، بلکہ یہ شردہ بھی سنایا کہ انہیں ہماری بارگاہِ عزت میں بڑا قرب حاصل ہے اور انہیں حسن مآب کی خوشخبری بھی دے دی یعنی ان کا انجام بھی بہت اچھا ہوگا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو حسن انجام کی بشارت سے فوازا گیا تو جو لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں شرت لے کر حضور فرج کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کو اپنے انجام کے بارے میں خبر نہ تھی۔ ان کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا یُؤَبَّ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اِنِّیْ مُسْتَنِی السَّیْطٰنُ بِنُصْبِ

اور یاد فرمائیے ہمارے بندے ایوبؑ کو کہ جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو الہی پہنچا لی ہے مجھے شیطان نے بہت تکلیف

وَعَذَابٍ ۙ اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَ شَرَابٌ ۙ وَ

اور دکھ کہ (حکم ہوا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔ یہ نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لیے شہادہ اور

وَهَبْنَا لَہٗ اٰہلَہٗ وَ مِثْلَہُمْ مَّعَہُمْ رَحْمۃً مِنَّا وَ ذِکْرًا لِاُولٰٓئِی الْاٰکِبٰتِ ۙ

ہم نے عطا فرمایا انہیں ان کا اہل و عیال اور ان کی مانند اور ان کے ساتھ بطور رحمت اپنی جناب اور بطور نصیحت اہل عقل کے لیے لایا

۳۲۵ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو سلطنت، فخرانے، ظاہری اور باطنی نعمتیں اور وسیع اختیارات دے کر آرمایا گیا تھا اب اپنے اس بندے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جسے تکلیف و مصائب نے گھیر لیا۔ ان کا سارا جسم پھولوں سے بھر گیا۔ بچے بچیاں عالم شباب میں ترقی و اہل بن گئے بکیت اور باغات برباد ہو گئے۔ اپنوں نے آنکھیں پھیر لیں بغرضیکہ ہر قسم کے رنج و آلام کی انتہا ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود اپنے رب سے بگڑے اور نہ کسی سے کوئی شکایت۔ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور غم و اندوہ کے سناڑ میں اپنی زندگی کا سفینہ لیے جا رہے ہیں۔ آپ کی اسی ادا نے رحمت خداوندی کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ کس محبت بھرے انداز سے ان کے ذکر کا آغاز ہو رہا ہے۔ اذکر عبدنا ایوبؑ؛ اسے میرے محبوب! ہمارے بندے ایوبؑ کو یاد کرو۔ اہل محبت حسن ازل کی ایسی ہی ایک نگاہ و لطف کے لیے اپنا سب کچھ لگا دیتے ہیں اور لگا کر پھر بھولے نہیں سماتے۔

۳۲۶ اگرچہ تکلیف اور مرمت، مرض اور صحت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور تکلیف وہ امور کی نسبت اپنی طرف یا شیطان کی طرف کی جائے۔ حضرت فیصلؑ نے بھی تو اسی طرح عرض کی تھی۔ واذ امرضت فھو یشفین کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔ کھسب؛ شقت اور تکلیف۔ اس سے مراد جسمانی بیماریاں۔ عذاب سے مراد دل میں شیطان کی دوسرا اندازی۔

۳۲۷ زور سے زمین پر پاؤں مارنے کو رکض کہتے ہیں۔ حکم خداوندی کے مطابق آپ نے زمین پر پاؤں مارا، قدرت الہی سے چشمہ جاری ہو گیا۔ یہاں عبارت میں حذف ہے۔ فركض فنبعت عین ماء؛ اس پانی سے غسل کیا تو جسم کی ساری بیماریاں ڈر ہو گئیں پھر اسے پیا تو اندر کے سارے روگ ختم ہو گئے۔

۳۲۸ اجڑے ہوئے چمن میں پھر سارا گئی۔ وہ گھر جہاں اُداسی اور افسردگی چھائی ہوئی تھی وہاں پھر چیل پیل ہونے لگی۔ بچے، بچیاں، عزیز رشتہ دار، نیاز مند سب کا ایک میلہ سا لگ گیا۔ باغوں میں پھل اور کیتوں میں فصلیں لہلہانے لگیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ رونق پہلے سے ہی دو چنڈ ہے۔ یہ سب ہماری خصوصی رحمت کی جلوہ نمائی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ سمجھ دار لوگ اس سے عبرت لیں



وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا

اور (مکمل ملا پچھڑو اپنے ہاتھ سے تکیوں کا ایک ٹکھا اور اس سے مارو اور تم نہ توڑو بلکہ بیچک ہم نے پایا انہیں صبر کرنے والا :

نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهُ اَوَّابٌ ﴿۱۸﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرَاهِيْمَ ۗ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

بڑا خوبوں والا بندہ ہر وقت ہماری طرف متوجہ بلکہ اور یاد فرماؤ ہم سے (مقبول) بندوں ابراہیم، اسحق اور یعقوب کو

اُولٰٓئِ هٗ تَقُوْبٌ وَاَلْاَبْصَارِ ﴿۱۹﴾ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةِ ذِكْرِى الدَّارِ ﴿۲۰﴾

بڑی قوتوں والے اور روشن دل تھے ۱۹ ہم نے محقق کیا تھا انہیں ایک خاص چیز سے اور وہ دہراخت کی یاد تھی ۲۰

اور اگر تھی طور پر کوئی تکلیف آجھی جانے تو ہماری رحمت سے ماہوس نہ ہوں جس طرح ہم نے ایوب علیہ السلام پر کرم فرمایا اور ان کی زندگی کے اُن فتنوں کو طویل تار کی کے بعد پھر فرشتوں، امستروں اور راتوں کی روشنی سے متور کر دیا ایسی طرح ہم تمہارے ساتھ بھی مہربانی کا سلوک کریں گے۔ (حضرت ایوب علیہ السلام کی حیات طیبہ کے متعلق نضیاء القرآن جلد دوم۔ سورۃ الانبیاء: آیات ۸۳-۸۴)

کے حواشی ملاحظہ ہوں۔

۱۸۔ ابتلا و آزمائش کے اس طویل اور ہوشربا دور میں جب کہ سب لوگوں نے آپ سے منہ پھیر لیا آپ کی وفا شعار بیوی آپ کی خدمت میں سرگرم رہی۔ ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو آپ کی غیرت اہلانی کو سخت ناگوار گزری۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے ستور کر دے لگاؤں گا جب آپ صحت یاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترکیب بتائی کہ تم بھی نہ ٹوٹے اور اس خدمت گزار اور نیک مرشد بیوی کو اذیت بھی نہ پہنچے۔ فرمایا تم اس کا ایک ٹکھا لو۔ جس میں ستر تیلیاں ہوں اس سے مارو دو فون مطلب پورے ہو جائیں گے

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ شرعی احکام سے بچنے کے لیے جیلوں سے کام لینا جائز ہے۔ حالانکہ یہ بیگز درست نہیں۔ اس طرح احکام شرعیہ بچوں کا کھیل بن جائیں گے اور اختیار کو مذاق کرنے کا موقع مل جائے گا۔ نیز جن مقاصد کے لیے یہ احکام جاری کیے گئے ان کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔ علامہ آلوسی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بڑی محققانہ اور جامع بات

فرمائی ہے: عندی ان کل حیلة او حیلۃ اوجبت ابطال حکمتہ شرعیۃ لا تقبل کحیلۃ مسقوطہ الزکوٰۃ و حیلۃ مسقوطہ الاستیلاء (معانی)۔ یعنی ہر وہ حیلہ جس سے حکم شرعیہ کی اس حکمت کا ابطال ہوتا ہو جس کے لیے یہ حکم شرعی نافذ کیا گیا۔ ایسا حیلہ قطعاً باطل ہے جیسے زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے لوگ حیلہ سازیاں کرتے ہیں اور استیلاء سے بچنے کے لیے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسا کر کے وہ اپنے رب سے دھوکہ کر رہے ہیں۔ ۱۹۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی سے حضرت ایوب کو کیا اصلی اعزازات مرحمت ہو رہے ہیں انہی اعزازات کے حصول کے لیے رشک کرنے والوں کو رشک کرنا چاہیے۔

۲۰۔ اب حضرت ابراہیم اور ان کی آل پاک کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔ یہ حضرت بڑی قوتوں والے تھے۔ ان کو جہانی قوتوں کا تجربہ تھا



وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۱۷﴾ وَادْكُرُ اسْمِعِيلَ وَالْيَسَعَ

اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہت بہترین لوگ ہیں اور یاد فرمائیے اسمعیل، یسع

وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۱۸﴾ هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّا لَمُتَّقِينَ لِحَسَنٍ

اور ذی کفل کو اللہ یہ سب بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ یہ نصیحت ہے اللہ اور بیک پرہیزگاروں کے لیے بہت عمدہ

مَابِ ۱۹ جَنَّتٍ عَدْنٍ مُّفْتَحَةٌ لَهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿۲۰﴾ مُتَّكِنِينَ فِيهَا يُدْعَوْنَ

ٹھکانا ہے۔ سدا بہار باغات، کھلے ہوں گے ان کے لیے سب دروازے۔ سنبھکے ٹھکانے بیٹھے ہوں گے ان میں۔

فِيهَا يُفَاكِهِتْ كَثِيرَةٌ وَشَرَابٌ ﴿۲۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قَصْرَاتُ الطَّرْفِ أترابٌ ﴿۲۲﴾

طلب فرماتے ہوں گے وہاں طرح طرح کے چہل اور مشروبات شہہ اور نئے پاس سچی نگاہوں والی (ہر ہمال وکمال میں ہم نسل دریں)

یقین کی قوت، اعمال صالحہ بجالانے کی قوت اور روحانی قوت عطا فرمائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ انہیں دین کی بصیرت اور معرفت الہی بھی عنایت کی گئی تھی۔

ای اولی القوتۃ فی الطاعة والبصیرۃ فی الدین والمعرفة باللہ۔

۱۷۔ ہم نے خصوصی نعمت کے ساتھ انہیں مخصوص کیا تھا یعنی انہیں آخرت کی یاد بخشی تھی وہ ہر وقت آخرت کی زندگی کو بہتر

بہتر بنانے کی نگرانی رہتے تھے۔ انا اخلصنا ہم بان ید کرو والدار الاخرة ویتاھبولھا (قرطبی)

۱۸۔ اس آیت میں چند اور برگزیدہ شخصیتوں کا ذکر ہے۔

۱۹۔ یعنی ان کے اوصافِ حمیدہ کا یہ بیان جو قرآن میں کیا جا رہا ہے یہ ذکر خیر ہے۔ یہ ان کی پاکیزہ حیات کی یاد کو تازہ رکھنے

کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ جن اُخروی انعامات سے انہیں نوازا جائے گا۔ ان کا بیان اگلی آیتوں میں قدر سے تفصیل سے ہے۔

۲۰۔ اب بالوان انوار کھہہ قرطبی، یعنی ایک ہی قسم کے چہل بکثرت نہیں ہوں گے بلکہ مختلف اقسام کے رنگارنگ

پیرے ہوں گے۔ ان نغرس قدسیہ کو جنت میں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا جائے گا اس کی کیا پیاری اور دلنشین تصویر

پیش کی گئی ہے۔ قاصرات الطرف: مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے غلاموں کے سوا کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں

گی۔ اتراب: ہم ٹریا آپس میں محبت و پیار کرنے والیاں۔ ای علی ست واحد قد تساوی فی الحسن والشباب۔ یعنی

ہم ٹریا حسن و شباب میں یکساں۔ وعن مجاہد متوافیات لا یتباغضن کما یتباغض الضرات فی الدنیا یعنی وہ آپس

میں ایک دوسرے سے پیار کریں گی اور ان میں سوکنوں کی سی رقابت نہیں ہوگی۔

هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۗ إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ ۗ

ہوں گی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ روزِ حساب تمہیں ملے گا بیشک یہ ہمارا دیا ہوا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

هَذَا وَإِنَّ لِلطَّغِيْنَ لَشَرَّ مَا ب ۗ جَهَنَّمَ يَصَلُّونَهَا فَيَنْسُ الْبِهَادِ ۗ

یہ تو پرہیزگاروں کے لیے اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے بُرا ٹھکانا ہوگا (یعنی جہنم)۔ وہ داخل ہوں گے اس میں۔ تو یہ تو کیا تکلیف نہ سمجھتا ہے۔

هَذَا أَفْلَيْدٌ وَقُوَّةٌ حَمِيمٌ وَغَسَاقٌ ۗ وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۗ هَذَا

یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے پس چاہیے کہ وہ اسے کھچیں ۱۴۵ اور اس کے علاوہ اس کی مانند طرح طرح کا عذاب ہے (یہ وہی)

فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۗ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۗ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ

دوسری فوج گھسنا چاہتی ہے تمہارے ساتھ ۱۴۶ کوئی خوش آمدید نہیں انہیں ۱۴۷ یہ ضرور آگ تلپنے والے ہیں۔ وہ کہیں گے ظالمو! انہیں

لَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوهُ لَنَا فَيَنْسُ الْقَرَارِ ۗ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ

کوئی خوش آمدید نہ ہو ۱۴۸ تم نے ہی آگے کیا اس عذاب کو ہمارے لیے سو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ کہیں گے اسے ہمارے رب! جس

۱۴۵ اپنے محبوب بندوں کے ذکرِ خیر اور ان پر اپنے احسانات و انعامات کے بیان کے بعد اب ان بد نصیبوں کے خوفناک انجام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کی ساری عمریں سرکشی اور نافرمانی میں گزر گئیں۔

مشکل الفاظ : حمیم سخت کھولتا ہوا پانی - هو السعاد المحار الذي انتهي حاره - غساق: پیپ

ای پسيل من القيج والصدید من جلود اهل النار۔

۱۴۶ پینے کے لیے تو کھولتا ہوا پانی اور بدبودار پیپ ملے گی۔ اسی پر بس نہیں اسی قسم کے اذیت ناک عذاب اور جہنم میں جن میں وہ مبتلا کیے جائیں گے۔

۱۴۷ پہلے بدکاروں کے سرداروں کو دوزخ میں پھینکا جائے گا ان کے پیچھے ان کے چیلے قطار در قطار فوج در فوج جہنم میں جھونکے جائیں گے اور جب ایک فوج جہنم میں گرانی جا رہی ہوگی تو دوزخ کے داروغے ان سرداروں کو کہیں گے۔ یہ تو تمہارے پیروں کا ایک اور ٹولہ آگیا۔

۱۴۸ یہ نیکو سردار کہیں گے ہم ان کو خوش آمدید کہنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ ان کے لیے یہ جگہ کبھی ذلخ اور آرام نہ ہو۔

۱۴۹ آنے والے وہی بددعا اپنے ان سرداروں کے لیے نوا دیں گے غرضیکہ اسی طرح ایک دوسرے کو جلی گئی ساتے رہیں گے۔

قَدَّمْنَا هَذَا فِرْدَهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ① وَقَالُوا مَا لَنَا لَنَارِي

(ہدایت) نے آگے کیا ہے ہمارے لیے یہ عذاب پس بڑھائے اس کا عذاب دوگنا آگ میں۔ اور کہیں گے کیا وجہ ہے کہ ہمیں نظر

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ② اتَّخَذْنَا لَهُمْ سَخِرًا مِّمَّا زَاغَتْ عَنْهُمْ

نہیں آرہے (ریساں) وہ لوگ جنہیں ہم شمار کرتے تھے بڑے لوگوں میں افسوس ہم جن کا سخر اڑایا کرتے تھے یا پھر گئی ہیں ان کی حرکت

الْأَبْصَارِ ③ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ④ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ⑤

ہماری آنکھیں۔ یقیناً یہ سچ ہے نلے دوزخی آپس میں جھگڑیں گے۔ (اسے عیب) آپ فریے میں ترختہ ڈالنے والا ہوں

فَأَمِنَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑥ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اور نہیں ہے کوئی شدا مگر اللہ جو ایک ہے سب پر غالب ہے نلے مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑦ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ⑧ أَنْتُمْ عِنْدَهُ مُعْرِضُونَ ⑨

ان کے درمیان ہے عزت والا بہت بخشنے والا۔ فرمائیے یہ بڑی اہم اور عظیم خبر ہے نلے تم اس سے منور سے ہوئے ہو۔

۱۰ آپس میں خوب الجھنے کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھیں گے اور غلامانِ مصطفیٰ علیہ السلام و النبا و انبیاء کی آنکھیں ڈھونڈیں گی جب

وہ نظر نہ آئیں گے تو ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ وہ لوگ جن کو ہم بڑا بھلا بنا کر تھے وہ کہاں ہیں وہ تو یہاں کہیں کہاں

نہیں دے رہے۔ وہ یہاں ہیں ہی نہیں یا ہماری نگاہیں پھیل گئی ہیں اور ہم کو وہ نظر نہیں آ رہے۔

نلے یعنی دوزخیوں کا آپس میں اس طرح جھگڑنا بالکل درست ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۱ اہل ایمان پر جو لطف و کرم کیا جانے والا ہے کفار و مشرکین کو جس دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہے ان کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ

اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو بتا دیجیے کہ تم جس راہ پر گامزن ہو وہ تو سیدھی جہنم کی طرف

جاتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمہیں بروقت متنبہ کر دوں تاکہ تم اپنی اصلاح کرو اور شرک کو فر

کو ترک کر کے توحید خداوندی پر ایمان لاؤ تاکہ تمہیں بھی نعمت جنت سے بہرہ ور کیا جائے۔

۱۲ میری تعلیم کا خلاصہ اور ماحول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اپنی ذات میں اور اپنی جمہل صفات میں

یکتا ہے اور سب پر غالب ہے۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے۔ کوئی اس سے زیادہ طاقتور نہیں

کوئی بڑے سے بڑا گنہگار جس کا دامن کفر و عصیان سے آلودہ ہو جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے کہ اس



## مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يُخْتَصِمُونَ ﴿۳۸﴾ إِنَّ يُوْحَىٰ إِلَيَّ

مجھے کوئی علم نہ تھا عالم بالا کے بارے میں جب وہ جھگڑ رہے تھے ۳۸ نہیں وحی کی جاتی میری طرف

مجرم کو بھی بخش دیتا ہے۔

۳۸ "ہو" کا مرجع قرآن کریم ہے۔ نبیؐ اس خبر کو کہتے ہیں جو بڑی اہم ہو بعض نے "ہو" کا مرجع قیامت بتایا ہے۔

۳۸ مَلَأَ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ آوسی لکھتے ہیں: الملاء جماعة الاشراف لانهم يملأون العيون روى عنه النفوس جلالة وهماء روح المعاني، یعنی سرداران قوم اور رؤسا کی جماعت جو اپنی خوبصورتی اور شگفتگی کے باعث آنکھوں کو بھر دیتی ہے اور اپنے جاہ و جلال کے باعث دلوں کو لبریز کر دیتی ہے یہاں ملأ اعلیٰ سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے جو اپنے شرف و کبر کے علاوہ عالم بالا کی مکین ہے ان کے ذریعے سے احکام کو نبیؐ کی تصدیق ہوتی ہے اور تداہیر خداوندی کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے، اس لیے ان میں اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دینے کے لیے قبیل و قال اور بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وہ امور جو وہاں زیر بحث آتے ہیں ان میں تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان امور کی اطلاع مجھے صرف وحی الہی ہوتی ہے جن کو جاننے کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں فرشتوں کی بحث و تمحیص کے متعلق ایک صحیح حدیث ہے جو ناظرین کے مطالعہ کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کا وقت تھا اور حضور معمول کے مطابق تشریف لائے۔ قریب تھا کہ صبح طلوع ہو جائے پھر حضور یزیدی سے تشریف لائے بکبیر ہوئی حضور نے نماز پڑھائی سلام کے بعد ارشاد فرمایا: علیٰ مصافحکھ اپنی صفوں پر بیٹھے رہو پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں دیر سے آنے کی وجہ بتاتا ہوں۔ انی قسمت اللیلۃ فمقت وصیبت ما قدرنی ونعت فی صلاتی حتی استغثت فاذا انا بری تبارک وتعالیٰ فی احسن سورة فقال یا محمد: قلت لیبیک ربی۔ قال فیم یختم الملائک الاعلیٰ قلت لا ادری فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بَرْدًا مَلَمًا مِیْن شَدَى فَتَجَلَّی لِي کل شی وعرفته فقال یا محمد: قلت لیبیک قال فیم یختم الملائک الاعلیٰ قلت فی الدرجات والکفارات الی آخره۔ فقال ما الدرجات قلت اطعام الطعام وانشاء السلام والصلاة باللیل والناس بنیام قال صدقت فما الکفارات قلت اسباغ الوضوء فی المکاره۔ وانشاء الصلاة بعد الصلاة ونقل الاقدام الی الجماعة قال صدقت قال سلنی یا محمد۔ قلت اللہم اِنِّی اَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسْكِينِ وَانَّ تَعْفُورِی وَتَرْحَمِیْ وَاِذَا ارْدَدْتَ بَعْدَاوَاکَ ذَنْسَةً فَاَقْبَضِیْ اَیْدِیْ غَیْرَ مَغْفُورٍ۔ اَللّهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحْبَبَکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُ بَیْنِی اِلَیْ حُبَّکَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْهُنَّ وَاَدْرُسُوْهُنَّ فَاَمَنَّ حَقًّا۔

ترجمہ: میں آج رات ذکر الہی میں کھڑا ہوا اور مینا مقدور تھا اتنی نماز پڑھی۔ پھر مجھے نماز میں ہی نیند آگئی یہاں تک کہ مجھے گرانی محسوس ہونے لگی۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا رب کریم بڑی پیاری صورت میں تشریف فرما ہے اور فرمایا یا محمد!



## إِلَّا أَمَّا أَنْ أَنْذِرُ مُبِينٌ ﴿۷۵﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا

مگر یہ کہ میں فقط کھلا ڈرانے والا ہوں (اے محبوب!) یاد فرمائیے جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو کہ میں پیدا کرنا شروع کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کی: بیک ربی! اے میرے رب حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا یہ آسمان کے فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں پر بچھیاں رکھی ہیں۔ اسکی انہیوں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا۔ فَتَجَلَّى لِي كَهْلُ شَيْءٍ اس کی برکت سے میرے لیے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس کو پہچان لیا۔ دوسری روایت میں ہے: فَصَلَّيْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا میں نے اسے جان لیا، اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا یا محمد! میں نے عرض کی حاضر ہوں۔ پوچھا آسمان کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی درجات اور کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا درجات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اطعام الطعام وانشاء السلام والصلوة بالنلیل والناس نیام کہ کھانا کھیلانا، سلام پھیلانا اور رات کے وقت جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اُٹھ کر نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔ اب بتاؤ کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اسباغ الوضوء، فی المنکار، انتظار الصلوة بعد الصلوة وفضل الاقدام الی الجماعة۔ کہ تکلیف کی حالت میں بھی سٹکل وضو کرنا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور جماعت میں شریک ہونے کے لیے جہل کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب تو نے سچ کہا۔ اب مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی، الہی میں تجھ سے جب کام کرنے کی بڑے کاموں کو چھوڑنے کی اور سکینوں سے محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور میں التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور جب اپنے بندوں کو کو کسی وقت میں مبتلا کرنا پہلے تو مجھے قدم سے بچا کر اپنی طرف بلا لے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، مجھے اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت عطا فرما۔ اس کام کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے حضور نے صحابہ کو فرمایا دعا کہ یہ فقہرے تم بھی بیکھ لو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ سچی ہے۔

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق امام بخاری سے پوچھا۔ آپ نے بھی فرمایا: ہذا حدیث صحیح۔ اس حدیث صحیح کے مطالعے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کتنا مہم عطا فرمایا اور جب قدرت کا ہاتھ حضور کی پشت پر رکھا گیا تو سینے میں علم کے سمندر موجزن ہو گئے اور زمین و آسمان کی ہر چیز مشکشف ہو گئی اور فرشتے جن معاملات میں بحث و تمحیص کر رہے تھے ان کا بھی علم ہو گیا۔ اور پھر وہی سوال اللہ تعالیٰ نے دہرایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے مفصل جوابات عرض کیے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صدقت۔ اے میرے محبوب تو نے صحیح جواب دیا۔ نیز اس حدیث میں ایک دعا ہے جو اس مخصوص وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مولا کریم سے مانگی اور اپنے صحابہ کو بھی اس دعا کو یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے کی تلقین فرمائی۔ اس لیے یہاں اس دعا کو نمایاں طور پر لکھ دیا گیا ہے تاکہ ضیاء القرآن کا مطالعہ کرنے والا ان کلمات طیبات کو یاد کرے اور جب اس کریم اور رضی کی خدمت میں دامن طلب پھیلائے، تو

مِّن طِينٍ ۝۱۶ فَاِذَا سُوِّيْتُهَا وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهَا

بشر کو بچھڑے ۱۶ پس جب میں اس کو سواروں اور چھونک دوں اس میں اپنی (طرح خاص) روح تو تم گر پڑنا کہے آگے

سٰجِدِيْنَ ۝۱۷ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجْمَعُوْنَ ۝۱۸ اِلَّا اِبٰلِيْسَ ۝۱۹ اِسْتَكْبَرَ

سجدہ کرتے ہوئے ۱۷ پھر سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے ۱۸ سائے ابلیس کے۔ اس نے ٹھنڈ کیا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۰ قَالَ يٰۤاِبٰلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اور ہو گیا کافروں میں سے۔ ۲۰ ارشاد ہوا اے ابلیس: کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرتے جسے میں پیدا کیا

بِيْدَيِّ ۝۲۱ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِيْنَ ۝۲۲ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ خَلَقْتَنِيْ

اپنے دونوں ہاتھوں سے ۲۱ کیا تو نے مجھ کو کیا یا تو اپنے آپ کو اس سے عالی مرتبہ خیال کرتا ہے ۲۲ وہ کہتا ہے: براہین بتا دوں اس سے

ان کلمات لطیبات سے بھیک مانگے یقین ہے اللہ کریم اپنے انمول خزانوں سے اس کے دامن طلب کو بھر دے گا۔

۱۶ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر حواشی متعدد مقامات پر گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ ستویں ای اہمیت خالقہ: یعنی جب میں اس کی تخلیق مکمل کر لوں اور اس کی لوک پک سواروں۔ روحی: اصنافت  
 جزئیت اور بصیرت کی نہیں بلکہ تشریف کی ہے یعنی وہ رُوح جس کو میں نے اپنی خاص قدرت سے بنایا ہے اور جس میں گناہوں  
 صلاحیتیں اور قوتیں صمتر کر دی ہیں جب ان کی صمیح آبیاری اور تربیت کی جاتی ہے تو فرشتے بھی اس کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

۱۸ اس کا لفظی معنی تو یہ ہے کہ جس کو میں نے اپنے دو ہاتھوں سے پیدا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ ہیں؟ اسلاف کا مسک  
 یہ ہے کہ وہ ان کلمات کی تاویل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں جس طرح آیت میں مذکور ہے لیکن وہ کیسے  
 ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے ہمیں اس کی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی ان کی حقیقت کو جانتا ہے۔ اور متاخرین علماء کہتے ہیں کہ اس سے  
 مراد یہ ہے کہ دوسرے انسانوں کو میں نے ماں باپ کے واسطے سے پیدا کیا، لیکن آدم کو بلا واسطہ محض اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔  
 تو یہاں یہ کہ معنی قدرت ہے اور یہ استعمال کثرت عرب میں عام ہے۔ اور دو ہاتھ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان دو مختلف الحقیقت  
 چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم جو مادی ہے اور رُوح جو موجودات میں سے ہے۔ بنایا ایک ہاتھ سے اس کے ظاہری جسم کو اور دوسرے  
 ہاتھ سے اس کے باطن یعنی رُوح کو تخلیق فرمایا۔

۱۹ شاید ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کی دو وجہیں ہو سکتی تھیں۔ اس سے پوچھا جا رہا ہے کہ تو نے کس وجہ سے سجدہ نہیں کیا۔  
 کیا تو نے بلا وجہ ٹھنڈ اور غرور کی وجہ سے میرے حکم کو نہیں مانا یا تو نے یہ تصور کر لیا ہے کہ تو بہت عالی مرتبت ہے۔ تجھے آدم کو سجدہ

مِنْ تَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۷۷﴾

تو نے پیدا کیا ہے مجھے گل سے اور پیدا کیا ہے اسے کچھڑ سے۔ حکم ملا دے بے حیا! (بخل حاجت سے جبک تو چٹکار گیا۔

وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ

اور بے شک تجھ پر میری لعنت برسے گی قیامت تک۔ اہلس بولا (اگر یہی اہل فیصل ہے) تو میرے رب! مجھے ملت بچے

يُبْعَثُونَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۸۰﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۸۱﴾

روز حشر تک۔ جواب ملا جبک تو ملت دیے جانے والوں میں سے ہے۔ (یہ ملت) مقررہ وقت کے دن تک ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخَلَّصِينَ ﴿۸۳﴾

کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ضرور گمراہ کر دوں گا ان سب کو سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں سے تو نے چن لیا ہے

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَهَمَّسُنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ

فرمایا تو میں حق ہوں اور میں سچ ہی کہتا ہوں نیکے میں ضرور بھردوں گا جو تم کو تجھ سے اور تیرے سب فرماں برداروں

أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾

سے۔ آپ فرمائیے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر لے اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں لے

نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کم فقط ان فرشتوں کو ہے جو کم درجہ کے ہیں۔ اگر محض گھنڈے کے باعث تو نے ایسا کیا ہے تو تو نے بہت بڑا کیا اور اگر تو

اس دوسری غلط فہمی کا شکار ہو گیا تو بھی یہ سراسر تیری کم فہمی اور نالائقی ہے۔ تو بیخ غلطی اللہ اول و الکار علی الشق الثانی (مفسرہ)

۱۹ شیطاں اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم اٹھا کر دعویٰ کر رہا ہے کہ جس آدم کی وجہ سے تو نے مجھے دھتکار دیا ہے میں اس کی

ساری اولاد کو تیرا باپ بنا دوں گا۔ سب تجھے چھوڑ کر مجھے پیچھے چلنے لگیں گے۔ صرف تیرے وہ بندے جن کو تو نے چن لیا ان پر میرا ہاتھ ہے۔

نیکے پہلا حق ترفیع اور دوسرا منصوب۔ پہلا حق یا تو تجربہ ہے اور اس کی ابتدا محذوف ہے یعنی انا الحق۔ یا یہ ابتدا ہے اور اس

کی خبر محذوف ہے یعنی الحق انا۔ اور دوسرا الحق اقول۔ کا منقول ہے اور منصوب ہے۔

۱۰ میں جو تمہیں رات دن راہ حق کی طرف بلاتا رہتا ہوں۔ تم تجھ راستے ہو میں سکا دیتا ہوں تم گالیاں بکتے ہو میں دعا میں دیتا

ہوں۔ تم میری راہ میں کانٹے بچھاتے ہو اور میں تمہارے لیے فرودس کی راہ ہموار کرنے میں مصروف رہتا ہوں اور بڑی محنت اور سوسزی



## إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۷۷﴾ وَتَعْلَمُونَ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿۷۸﴾

نہیں ہے یہ (قرآن) مگر نصیحت سب جہانوں کے لیے آئی اور دے کفار! تم ضرور جان لو گے اس کی خبر کچھ عرصہ بعد تک

سے تمہارے دامن کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنا چاہتا ہوں تم شاید یہ خیال کرتے ہو کہ اس میں میری کوئی ذات نامہ ہے اس طرح میں دولت جمع کرنا چاہتا ہوں یا اقتدار کی کرسی سلجھانا چاہتا ہوں۔ مکان کھول کر سن لو میں نے تم سے کسی اجر اور مواضع کا سوال نہ آج تک بھی کیا ہے اور نہ آئندہ بھی کروں گا۔

۷۷ نیز میں اس معاملہ میں قطعا کسی تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں لے رہا یعنی میرے دل میں تو کچھ اوسے اور محض دکھاوے کے لیے نہیں تم سے اقتدار عالیہ اور افضلیت حسد کی باتیں کرتا ہوں، ایسا ہرگز نہیں مجھے تکلف اور تصنع سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ میں تمہارے سامنے حقیقت کا اظہار کرتا ہوں اور سچی بات کہتا ہوں۔ میرے مواضع، میری نصیحتیں میرا حال ہیں فقط قال نہیں متکلفین الذین یتصنعون ویتحذون بما یسوا من اہلہ۔

۷۸ یہ کتاب مقدس جو میں تمہیں صبح و شام پڑھ کر سنایا کرتا ہوں۔ یہ تو سارے جہانوں کے لیے صحیفہ رشد و ہدایت ہے۔ اگر اب تم اس کی بیان کردہ حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم طوفان و کربا اس کی صداقت کا اعتراف کر لو گے۔

الحمد لله تعالى والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه ومن تبعه الى يوم الدين -

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

محمد کرم شاہ

نظر ثانی : ۱۹ رجب ۱۴۲۲ھ

۳۰ اگست ۲۰۰۱ھ

ہردوسروہی

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

۹ نومبر ۲۰۰۰ھ



# تعارف سُورَةُ زُمُر

نام : اس سُورت کی آیات منبراً ۷ اور منبر ۳۳ میں زُمُر کا لفظ مذکور ہے یہی اس سُورت کا نام ہے۔ اس سُورت میں آٹھ رکوع ۷۵ آیات، ایک ہزار ایک سو بہتر کلمات اور چار ہزار نو سو آٹھ حروف ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سُورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کا بغض و عناد و ظلم و ستم انتہا کو پہنچ چکا تھا مکہ کی فضا میں ان کے لیے اطمینان کا سانس لینا ممکن نہ رہا تھا وہ یہاں رہ کر اپنے دین کے ارشادات کے مطابق اپنے پروردگار کی عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بتا دیا کہ اگر یہاں رہ کر تم اپنے بندگی کے فرائض انجام نہیں دے سکتے تو اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہارا ایمان بھی محفوظ ہو اور تمہیں عبادت کرنے کی بھی آزادی ہو۔ چنانچہ مفسرین کرام نے آیت شاد و ارض اللہ واسعة کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب حضرت جعفر بن ابی طالب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ روانہ ہوئے۔ سُورت کے مضامین اور اس قسم کی روایات سے آسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سُورت اس زمانہ میں نازل ہوئی جب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اذن مل گیا تھا۔

مضامین : ابتدا میں مشرکین مکہ کے شرک کی حقیقت بیان کر دی کہ وہ اپنے بتوں کو خدا سمجھتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور وہ اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ ان بتوں کی عبادت ان کے لیے قرب الہی کا باعث ہے۔ ان کے اس زعم باطل کا قلع قمع کرنے کے لیے سُورت کا آغاز اس حقیقت کے بیان سے کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے تو صرف اسی کی عبادت ہے اس کے ساتھ اگر کسی غیر کی عبادت کرو گے تو وہ عبادت مردود اور نامنظور ہوگی۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر چیز مخلوق ہے عبادت ہے اپنے وجود اور اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی محتاج ہے۔ وہ اس قابل کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسے مجبور مانا جائے۔

عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے لیے نیکوئی آیات کو بیان کیا۔ آسمانوں اور زمینوں کو اس حُسن و خوبی اور میر المعقول الخ صلیب کے ساتھ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ گردش میل و نثار کا تسلسل قائم کرنے والا وہی ہے۔ مہر و مادہ اسی کے حکم کے پابند ہیں اور اپنے معینہ راستہ پر چل رہے ہیں۔ اسی نے تمہیں شکم مادر کے تہِ درتہ اندھیروں میں اس حُسن و خوبی کے ساتھ تخلیق فرمایا۔ اس سُورت کے مضامین میں سے زیادہ غور طلب یہ مضمون ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں، ایک وہ خود فراموش ہے جو نہیں

جب مصائب و آلام اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں تو چیخے چلائے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتے ہیں اور کہتے دعوے کرتے ہیں کہ اگر اس مصیبت سے بچ گئے تو فرم بھرتی رہی بندگی اور تیری فرمانبرداری میں گزار دیں گے لیکن جب ہماری رحمت ان کی فریادرسی کرتی ہے تو انہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ ان پر یہ کس کا کرم ہے۔ بعض اہمق اس تبدیلی کو اپنے علم و فضل انقی مہارت اور کاروباری فراست کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ چند روز پہلے جب وہ بوکھلائے ہوئے فریادیں کرتے تھے تو ان کی طبیعت قابلیت تجرہ و فراست تو اس وقت بھی ان میں موجود تھا۔

دوسری قسم ان خود شناس لوگوں کی ہے جو اپنی زندگی کی ہر ساعت اپنے کریم پروردگار کی یاد اور بندگی میں بسر کرتے ہیں۔ ان کی راتیں عبادت الہی میں گزر جاتی ہیں کبھی دست بستہ کھڑے ہیں کبھی جہین نیاز سجدہ میں نکل جاتے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود اپنے رب کی بے نیازی سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ اپنی کسی عبادت اور نیکی پر انہیں ناز نہیں ہوتا انہیں اگر اس ہے تو اس کی رحمت کی۔ اگر سارا ہے تو اس کے فضل و کرم کا۔

کفار اپنے دل میں سوچا کرتے کہ ہم پھر اسلام اور اس کے طائفے والوں کو کسی نہ کسی وقت اپنے سانچے میں ڈھالیں گے ان کی اس خام خیالی کو دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو حکم دیا کہ کفار سے کہہ دیں: قُلْ أَفَهَيْتُمُ اللَّهُ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْمُجَاهِلُونَ۔ اے میرے جمیب! آپ انہیں فرمادیں گے اے جاہلو! اے نادانو! کیا تم مجھے حکم کرتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں:

کیا جلال ہے اس آیت کریمہ کا اور کیا رعب ہے ان چند کلمات میں۔

ایسے معاشرے کی اصلاح کی کوششیں ہو رہی ہیں جس کی کوئی کل بھی سیدھی نہ تھی۔ شرک و کفر کے علاوہ فسق و فجور، ظلم و ستم، رابزنی و قزاقی وغیرہ قسم کی خرابیوں میں وہ بڑی طرح مبتلا تھے۔ وہ اپنے نامرغل کی سیاہی کو دیکھ کر اپنی اصلاح اور اپنی نجات سے بالکل ماپوس ہو چکے تھے۔ اسی ماپوسی نے انہیں مزید گناہوں سے بھر پور زندگی بسر کرنے کا متلا بنا دیا تھا۔ آیت ۵۳ میں کہ تَقَفُّطُوا اموات۔ رحمت اللہ کا شردہ جانفزا سنا یا اور انہیں بتا دیا کہ اگر اب تک تم نے اپنے نفس پر نظام کی حد کر دی ہے لیکن اگر اس کے در رحمت پر آ کر دوں گے تو اس کی رحمت تمہیں ماپوس نہیں کرے گی۔ تمہارے گزشتہ جرائم کو معاف کر دیا جائے گا اور تمہیں از سر نو پاکیزہ زندگی شروع کرنے کا ایک بار بھر موقع دے دیا جائے گا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ كَمَا یُرْتَدٰی  
سورۃ زمر کی ہے اس کی۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمے والا ہے ۵ آیات اور ۶ رکوع ہیں

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۱ اِنَّا اَنْزَلْنَا لَیْلِكَ الْكِتٰبِ

آماری گئی ہے یہ کتاب اللہ کی طرف سے جو عزیز (اور) حکیم ہے اسے ہم نے آماری ہے آپ کی طرف یہ کتاب

بِالْحَقِّ فَاَعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ۲ اَللّٰهُ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۳

حق کے ساتھ ملے ہیں آپ عبادت کریں اللہ کی مخلص کرتے ہوئے اس کیلئے اطاعت کر کے خیر اور بھلائی کیلئے ہے دین مخلص ہے

۱۔ کفار اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ یہ کتاب فصیح و بلیغ سہی، لیکن یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو خود بناتے ہیں اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ خوش فہمی بھی تھی کہ ہماری موجودگی میں اس دین کے پھیلنے اور اس کے ترقی کرنے کا کوئی امکان نہیں اور نہ اس دین میں یہ صلاحیت ہے کہ گذشتہ زمانہ اور اس کے ہر لحظہ بدلتے ہوئے تقاضوں کی تکمیل کر سکے، اس لیے اس کی یہ مقبولیت عارضی ہے۔ یہ دعوت خود بخود ختم ہو جائیگی اس کی عارضی کامیابی پر زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ ایک دوسرے کا دل بہلاتے اور اسلام کی بے پناہ مقبولیت کے باعث ان کے دلوں میں اضطراب کی چراگ بھراگ اٹھی تھی اس پر وہ ایسی غلط تفسیروں کا پانی چھڑکا کرتے۔ اس آیت میں ان کی انہی غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں کا ابطال کیا جا رہا ہے۔ پہلے یہ بتایا گیا کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ ہے اور جس خداوند عالم نے اسے نازل فرمایا ہے وہ عزیز ہے یعنی سب پر غالب اور ہر چیز پر طاقتور اس کے مانند کیے ہوئے احکام کو روکنے کی کسی میں قوت نہیں۔ نیز وہ حکیم ہے زبردست دانا ہے۔ زمانہ اور زمانہ کے جلی و خونی تقاضے اس کے علم میں ہیں۔ زمانہ کتنی ترقی کر جائے اس کے تمدنی، معاشرتی اور معاشی تقاضے کتنی ہی کر دیں بدلتے رہیں۔ قرآن کی روشنی قیامت تک زندگی کے ہر افاق کو مشورہ کرتی رہے گی۔

۲۔ اس کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اس میں باطل کی ذرا آمیزش نہیں۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن

جلد اول۔ آل عمران کی دوسری آیت کا ماحیہ)

۳۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے جس سے بڑا اور بڑا کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی جہی عبادت کرتا ہے اور ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی جہی عبادت و پرستش کرتا ہے، اس کی ساری نیکی اکارت ہائے جہی اس لیے یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اپنے خالق حقیقی کے پیغمبر کی بندگی کا تصور تک کرنا اور اپنے بادشاہ حقیقی کے احکام کو نظر انداز کر کے کسی غیر کی اطاعت کا دم بھرنامہ مومنوں کے لیے زیبا نہیں، بلکہ ایسی حرکت کے ارتکاب

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى

اور جنہوں نے بنا لیے اس کے سوا اور والی (اور کہتے ہیں) ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کا

اللَّهُ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ

مقرب بنا دیں ۵ بھیک اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ ان کے درمیان جن باتوں میں یہ اختلاف کیا کرتے ہیں ۵ بلاشبہ

کے بعد اس کا نام اہل ایمان کی فرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

۵ دوبارہ تمبیہ فرمادی کہ اطاعت کاملہ کا حقیقی مستحق فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ ابن مردود نے زید الزنماش سے ایک روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! ہم شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں کیا ہمیں اس پر کوئی اجر ملے گا۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ پھر اس شخص نے گزارش کی یا رسول اللہ! ہم مال خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پیش نظر ثواب اور شہرت دونوں کا حصول ہوتا ہے۔ کیا اس صورت میں مال خرچ کرنے پر ہمیں اجر ملے گا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان الله تعالى لا يقبل الا من اخلص له ثمرتلا رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هذه الاية الا لله الدين الخالص: حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اس کے عمل کو قبول کرتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ علامہ قرطبی نے الدین کا معنی اطاعت و فرمانبرداری کیا ہے اور بعض کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ الدین سے مراد عبادت ہے۔ الدین ای الطاعة وقيل العبادۃ (قرطبی)

۵ کفار کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنے بتوں اور مصنوعی خداؤں کی پرستش کرتے اور اگر انہیں ٹوکا جاتا تو تم یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ ہر لحظہ حوران کی پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہو کیا انہوں نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ کیا اس عالم بگڑنے کے خالق وہ ہیں؟ زمین کا فرش انہوں نے بچھا یا ہے؟ آسمان کا شیلگوں سا بنان اور اس میں آویزاں ان گنت مٹیا، بار تھیلیوں کی قدرت کا کرشمہ ہیں؟ جواب دیتے نہیں تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ ان کی عبادت سے قرب الہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیتے ہیں۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے لیے کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ مشرکین عرب نے اللہ تعالیٰ کی عبادت قطعاً ترک کی ہوتی تھی وہ کہتے ہم گنہگار اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ہم تو فقط ان بتوں کی عبادت کریں گے اور ان کی عبادت سے ہمیں قرب الہی نصیب ہوگا۔ امام رازی رقمطراز ہیں: "حاصل الکلام لعیاد الاصلام ان قالوا ان الاله الاعظم اجل من ان یعبدہ البشر کن اللائق بالبشر ان یشغلوا بعبادۃ الاکابر من عباد اللہ مثل النکواکب ومثل الازواج السابوۃ ثعماہا تشغل بعبادۃ الاله الاکبر فهذا هو المراد من قولهم ما نعبدہم الا لیقرربونا الى اللہ زلفی رکبیر"



## اللہ لَا یُعِدُّی مَنْ هُوَ کَذِبٌ کَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا

اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہے اس کو جو جھوٹا (اور) بڑانا فضا ہو۔ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو بیٹا بنائے

ترجمہ: یعنی بت پرستوں کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کہتے کہ الٰہ اعظم (سب سے بڑا خدا) کی شان اس سے بلند ہے کہ انسان اس کی عبادت کرے۔ انسان کے لائق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بندوں کی عبادت میں مشغول ہو۔ شہادت سارے آسمانی زمین اور پھر یہ چیزیں خداوندِ اکبر کی عبادت میں مشغول ہوں، مشرکین کے اس قول کی کہ ماضیہ ہے الٰہ۔ کابھی منہم اور طلب ہے۔ بعض صاحبان حصولِ دعا کے لیے اولیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر می کو بھی اسی ضمن میں شمار کرتے ہیں اور حاضر ہونے والوں پر بڑی بے رحمی سے شرک کا الزام لگاتے ہیں، وہ خود ہی انصاف فرمادیں کہ جب کوئی مسلمان کسی ولی یا بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور دعا کے لیے عرض کرتا ہے تو کیا وہ ان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے، علیاً ذالہ اللہ۔ اگر صرف طلبِ دعا کے لیے بھی کسی کے پاس جانا عبادت اور شرک ہے تو ان صاحبان کا صحابہ کرام کے متعلق کیا قہقہے ہے جو حضور سرور عالم رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس و اطہر میں کبھی بارش کے نزول کے لیے کبھی بارش کے رکنے کے لیے کبھی بیماری سے شفا یاب ہونے کے لیے کبھی دیگر مقاصد کے لیے حاضر ہوتے اور دعا کے لیے عرض کرتے اور حضور علی الصلوٰۃ والسلام دعا کے لیے دست مبارک باگاہی میں اٹھاتے تو مشکلیں آسان ہو جاتیں، الاملاج مرعیض شفا یاب ہو جاتے، طویل خشک سالی کے بعد ان واحد میں گشکسور گشائیں برسنے لگتیں اور برستے ہی چل جاتیں۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس بات پر محکم یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت کفر ہے، شرک ہے مگر ایسی ہے اور ابدی عذاب کا موجب ہے اور ان بے رحم مغفیلوں سے بھی مؤدبانہ اتماس ہے کہ وہ طبع توحید کے پروانوں پر شرک کی جھوٹی تمہت نہانے کا شغل ترک کریں اور کوئی مفید مشغلہ اختیار فرمادیں جس سے انہیں بھی فائدہ ہو اور ان کی قوم کا بھی جھلا ہو۔

آیت میں ذلفی مفعول مطلق ہے کیونکہ تعریبا کا ہم معنی ہے اور فعل کے مصدر کا مترادف مفعول مطلق ہو سکتا ہے جیسے قعدت جلاوسا۔

سے مشرکین کا اپنے مہودوں کے بارے میں جو اختلاف ہے کوئی مسرت کو، کوئی چاند کو، کوئی گنگا بننا کو اور کوئی ہمالیہ پہاڑ کی بلند چوٹیوں کو اپنا مہود بنانے ہوئے ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا۔ اس وقت انہیں اپنی مگر ایسی کی حقیقت معلوم ہوگی۔

سے ہدایت کوئی ایسی جنس ارزاں نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ایک کی قبولی میں ڈال دی جائے۔ یہ دتر شہوار فقط اسے بتا ہے جس کے دل میں اس کی سچی طلب اور تڑپ ہو۔ جو لوگ ازراہ غرور و نخوت انبیاء کرام کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کی دعوت حق کو ٹھکراتے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اس نعمت سے محروم کر دیا کرتا ہے۔

سے حضرت صدرا لافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جھوٹا اس بات میں کہ بتوں کو اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرنے والا بنانے اور خدا کے لیے اولادِ مطہرانے اور ناشکر ایسا کہ بتوں کو ٹپے۔ (خزان العرفان)

لَا صُطْفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۗ سُبْحٰنَهُ ۗ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

تو چہن لیتا اپنی مخلوق سے جس کو چاہتا ہے وہ پاک ہے سب سے بڑا ہے جو ایک ہے، سب سے زبردست

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ يَكُوْرُ الْاَيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوْرُ

اس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ لے، وہ پلینا ہے رات کو دن پر اور پلینا ہے

النَّهَارَ عَلَى الْاَيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِىٰ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ

دن کو رات پر لے اور اس نے ستر کر دیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک

الَّا هُوَ الْعَزِىْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاِحَدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ

غور سے سزا دہی عزت والا اور بہت بخشنے والا ہے لے اس نے پیدا کیا ہے تمہیں فرد واحد سے لے پھر بنایا اسی سے

۹ بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کی اولاد کے قائل تھے۔ ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کی جا رہی ہے۔

لے اولاد کا ہونا تمہارے لیے تقویت اور عزت و وقار کا باعث ہے کیونکہ تم کمزور و ہواضعیف ہو۔ دشمنوں کا تنہا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو، تمہاری اولاد ہوگی تو تم طاقتور بن جاؤ گے۔ نیز تم فنا ہونے والے ہو تمہیں اولاد کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہارا نام تمہاری اولاد کے ذریعے باقی رہے لیکن اللہ تعالیٰ جو تمہارے جو جی لا موت ہے اس کے لیے اولاد کی ضرورت کا تصور بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے! اس لیے اولاد کا عقیدہ رکھنا اس کی شانِ کبریائی سے جہالت کی دلیل ہے۔

لے اللہ تعالیٰ کی توحید، قدرت اور حکمت کے دلائل نکوینی بیان فرمائے جا رہے ہیں۔

لے تکویر اللیل علی النہار تعشیتہ ایامہ: صحاح۔ یعنی دن کی روشنی جہاں سے سٹی جاتی ہے رات کی تاریکی وہاں پھیلی جاتی ہے۔ اسی طرح رات کا اندھیرا جہاں سے ختم ہوتا ہے دن کا اجالا وہاں نور افشانی کرتا جاتا ہے یہ تسلسل کبھی ٹوٹنے نہیں پاتا علامتہ جوہری یخچر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کار العمامۃ علی رأیہ یکنوز ہا کو ذرا ہی نہ تھا۔ کن ذور کو ذور۔ صحاح یعنی عمامہ کو سر پر پلینا اور بل پر بل دیتے چلے جانا ہر بل کو کو ذور کہتے ہیں۔

لے اس کی قدرت غالب کا تو یہ عالم ہے کہ وہ اگر چاہے تو تمہاری سرکشی کے باعث چشم زون میں تمہیں تس تس کر کے رکھ دے لیکن اس کے ساتھ وہ غفار بھی ہے۔ اس کی بخشش اور پردہ پوشی کی بھی حد نہیں۔

لے اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرتِ قہارہ کی مزید دلیلیں بیان کی جا رہی ہیں۔ پہلے صرف حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا پھر ان سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمِينًا زَوْجًا يَخْلُقَكُمْ

اس کا جوڑا اور پیدا کیے تمہارے لیے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے وہ پیدا فرماتا ہے

فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلْمٍ ثَلَاثٌ

تینیں تمہاری ماؤں کے شکموں میں (تدریجاً) ایک حالت سے دوسری حالت تین اندھیروں میں

ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَانِصْرُفُونَ ۝

یہ (قدرت والا) اللہ تمہارا رب ہے اسی کی حکومت ہے اللہ نہیں کوئی مہبود و مجزا کے بچہ تم کدھر منہ پھیر کر رہا ہے۔ اگر تم

تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن

ناشکری کرتے ہو تو بیشک اللہ تمہاری کوئی ضرورت نہیں اور وہ پسند نہیں کرتا اپنے بندوں سے ناشکری کو اور اگر تم

تَشْكُرُوا وَيَرْضَاهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ

شکرا ادا کرو تو وہ پسند کرتا ہے اسے تمہارے لیے ملے اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ پھرتا ہے

حضرت عمار کی تعلیم کی یہاں تک کہ نسل انسانی کرۂ زمین کے دُور دراز گوشوں تک پھیل گئی نیز ان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کی خوراک کا بند و بست فرمایا، نقل و حمل کے ذرائع اور وسائل متباہ کیے، خصوصاً طور پر اونٹ، بیل، بھیڑ بکری جوڑا جوڑا کا ذکر کر دیا۔

۱۔ انسان کی آفرینش کی طرف مکرر توجہ دلائی یعنی جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے تو تخلیق تکمیل کا عمل شروع رہتا ہے۔ وہ قطرہ آب بیکہ ایک گتھا سا جوڑ مختلف مرحلوں سے گزر کر کامل انسان کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اس کے ہر عضو میں جو باکیاں لطافتیں اور پیچیدگیاں ہیں یہ سب دن کی روشنی میں انجام پذیر نہیں ہوتیں بلکہ تدریجاً اندھیروں میں یہ تکوینی عمل جاری رہتا ہے۔ تین اندھیروں سے مادہ پیتھ کا اندھیرا، رحم کا اندھیرا اور رحم کے اندر جھلی کا اندھیرا جس میں بچہ کی تکمیل مکمل ہوتی ہے۔

۲۔ اللہ یہ بڑی شان والا عظیم قدرتوں والا، بالغ حکمتوں والا، اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے۔ ہندی و پستی میں ابھرو رہیں کہ وہ دامن میں ارش و سما میں ہر جگہ اس کی حکومت اور بادشاہی کا تقارہ نک رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لئے لوگو! اس سے سزا موز کر تم کدھر جا رہے ہو۔ اگر تم انکار و کفر کی روش نہ چھوڑو گے تو خود جہنم کا انجام سے دوچار ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کا تم کیا بگاڑ سکتے ہو تم بہ بات میں اس کے محتاج ہو اسے تمہاری قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

۳۔ وہ اس لیے تمہیں کفر سے منع نہیں کرتا کہ اس سے اس کی کبریائی میں فرق پڑ جائے گا، بلکہ وہ بار بار تمہیں اس لیے پکارتا



مَرْجِعَكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۷﴾

کی طرف تمہیں لوٹتا ہے پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے۔ عجیب وہ خوب جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کو۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً

اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف اس وقت پکارتا ہے اپنے رب کو دل سے رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف لے پھر جب عطا

ہے کہ تم اس کی قدرت کے شاہکار ہو اس کو تم سے بڑا پیار ہے۔ کون سے تم ایسا ستیا مانس کر دو گے، تمہاری عظمتیں فلک میں مل جائیں گی اللہ تعالیٰ تمہاری اس ذلت و رسوائی کو پسند نہیں کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ تاکہ اس کے جوہد و کرم کی بارش تم پر رہتی رہے اور ہر گھڑی تم بندے سے بلند تر منزل کی طرف مصروف پرواز رہو۔

علماء و تفسیر نے یہاں ایک خاص بحث ذکر کی ہے جس کو اختصار سے بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں، وہ فرماتے ہیں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا و الگ الگ چیزیں ہیں، دنیا میں کسی غیر و شرک الہی اور بربری چیز کا تصور مشیت الہی کے بغیر نہیں ہو سکتا، لیکن غیر اور نیکی پر وہ راضی ہوتا ہے اور شر اور بُرائی پر وہ راضی نہیں ہوتا۔ چور چوری کرتا ہے، ڈاکو ڈاکو ڈالتا ہے، قاتل قتل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے یہ اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اس کی مشیت اور ارادہ نہ ہو تو کوئی فعل بھی صادر نہیں ہو سکتا لیکن ان میں سے کوئی فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث نہیں بلکہ یہ امور اس کے قہر و غضب کو دعوت دیتے ہیں، علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ ارادہ اور مشیت الہی اور چیز ہے اور رضائے الہی اور چیز ہے ان دونوں کو مترادف سمجھنا غلطی ہے۔ فان ارادته يتعلق بالخیر والنشرکۃ ما شاء اللہ کان وما ساء یثأر لہ یکن؛ ویستجیل تخلف المراد من ارادته کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ غیر و شرک کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جس کو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا یہ محال ہے کہ وہ کسی کام کا ارادہ کرے اور وہ کام نہ ہو۔ (مظہری) ۱۱۔ یعنی وہ شخص جو اپنے گناہوں کے بوجھ کے شیعے دبا چلا جا رہا ہے وہ کسی دوسرے کا بوجھ کیوں کر اٹھا سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کا عدل اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ کسی کا بوجھ کسی پر لا دیا جائے۔ یہ انصاف کے خلاف ہے۔

۱۲۔ جب انسان کسی تکلیف سے دوچار ہوتا ہے مصائب و آلام کے سیاہ بادل اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تو پھر ہر طرف سے مزہوز کر بڑے عجز و نیاز سے رب کویم کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے، لیکن جب اس کی مصیبت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹل جاتی ہے اور اس پر طرح طرح کے انعامات کیے جاتے ہیں تو وہ اکر جاتا ہے۔ اُسے وہ گھڑیاں بخول جاتی ہیں جب وہ دروغم سے نالعال ہو کر چیخا پٹایا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہیں سائی کیا کرتا تھا۔ خَوْلَةٌ : اعطاف : عطا کرنا۔ اور دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے : اوجعلہ ذا حشعہ و اتباع و الخول الحشعہ و الاتباع۔ نوکر، خادم، ملازم

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے جس نے اپنے لطف و کرم سے اس کی چارہ سازی فرمائی تھی۔ اس صورت میں ماکان یدعو الیہ میں ما یعنی من ہوگا اور ما یعنی من کثرت استعمال ہوتا ہے جیسے وما خلق الذکر والانیثی۔



مِنْهُ نَسَىٰ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ

کرتا ہے اسے نعمت اپنی و جناب اسے تو محجول جاتا ہے اس تکلیف کو جس کے لیے فریاد کرتا رہا تھا اس سے پہلے اور بتاتا ہے اللہ کے ہم مثل نہ ملے گا جیسا

عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَتَّبِعُونَ كُفْرًا قَلِيلًا ۗ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝

دے اس کی راہ سے۔ دئے مصطفیٰ، آپ اسے، فریاد کے لطف اشغالے اپنے کفر سے غمگینے دن۔ جیسا کہ تو روزِ جزوں میں سے ہے۔

أَمْ مَنْ هُوَ قَائِمٌ أَنْاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا

بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی بندہ کرتے ہوئے کبھی کھڑے ہوئے (بائیں ہند) ڈرتا ہے آخرت اور امید

رَحْمَةً رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ

رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی لئے آپ پوچھیے کیا کبھی برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور جاہل لئے

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ قُلْ يَعْبَادُ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۗ

البتہ صرف عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے: اسے میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو ڈرتے رہا کرو اپنے رب کے لئے

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا

(اور یاد رکھو) ان کے لیے جنہوں نے نیک اعمال کیے اس دُنیا میں نیک جلد ہے۔ اور اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے اور اللہ عالم ہے

۱۱۔ اور اس پر تم یہ کہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے اور اس کے شریک ٹھہرا دیتا ہے۔ انداد: ای شرکا۔ علامہ

بیضاوی نے بذا کی تشریح باس الفاظ کی ہے: المشل المناہی یعنی جو کسی کا ہم پایہ بھی ہو اور اس کا مخالفت بھی ہو اس کو نہ کہتے ہیں۔

۱۲۔ مومن کے شب و روز کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ نیا زندگیوں کا عالم یہ ہے کہ رات بھر درو آگیز مانے کرتے رہتے ہیں۔

اس کے در اقدس پر چین نیاز جھکائے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود اپنی عبادت پر نازاں نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ہر وقت ڈرتے بھی ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی رہتے ہیں۔

۱۳۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کو جانتے ہیں ان کی امید و بیم کا یہ حال ہے اور جو شانِ الہی سے باہل ناواقف ہیں ان

کی سرکشی کی حد نہیں۔ کیا یہ دونوں گروہ کیساں ہو سکتے ہیں؟

۱۴۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ پیغام پہنچا رہے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد تقویٰ کو اپنا شعار بنا لو۔

يُوقِي الصُّدُورَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۖ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

میرے کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا ۱۰ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی

اللَّهُ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۗ قُلْ

عبادت کروں غالباً کرتے ہوئے اس کے لیے اطاعت کو ۱۱ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ آپ

إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۗ قُلْ اللَّهُ أَعْبُدُ

فرمائیے میں ڈرتا ہوں اگر میں تم کو اپنی رب کی اس بڑے دن کے عذاب سے۔ فرمائیے اللہ کی ہی میں عبادت کرتا

مُخْلِصًا لِدِينِي ۗ فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ

ہوں غالباً کرتے ہوئے اس کے لیے اپنے دین کو پس تم عبادت کرو جس کی چاہو اس کے سوا ۱۲ (نیز) فرمادیجیے اصل نقصان بخانے

۱۰ اس کی تفصیل اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جو میدان صبر و استقامت کے شہسوار سید الاحرار حضرت ام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اپنے جبر کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ قال سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم یقول اَوِّعُ الْفِرَاقُ نَکْنِ اَعْبَادِ النَّاسِ وَعَلَيْکَ بِالْفُرُوعِ نَکْنِ مَنْ اَعْنَى النَّاسِ يَا بَنِي اَنْ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ یُقَالُ

لَهَا شَجَرَةُ الْبَلْوَى یُوقِیْ بِاَهْلِ الْبَلَاءِ فَلَا یُنْصَبُ لَهَا مِیزَانٌ وَلَا یُنْشَرُ لَهَا دِیْوَانٌ یُنْصَبُ عَلَیْهِمُ الْاَجْرُ صَبَاتًا شَعْرَ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا یُوقِی الصَّابِرُونَ اَلَا یَا قَرِظِی (قرظی)

ترجمہ: میں نے اپنے جبر پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے حسین! فرائض ادا کیا کرو تمہارا شمار

ان لوگوں میں ہوگا جو بڑے عبادت گزار ہیں۔ اے حسین! فتاح اختیار کرو تم سب لوگوں سے فخری ہو جاؤ گے اے حسین! جنت میں ایک شجر

ہے جسے شجرۃ البلوی یعنی (تکلیف کا درخت) کہتے ہیں۔ وہ لوگ جو تکلیف و مصائب میں مبتلا رہے ان کو وہاں لایا جائے گا۔ ایسے لوگوں

کے لیے نہ کوئی ترازو رکھا جائے گا اور نہ ان کا دفتر عمل کھولا جائے گا بلکہ یوں ہی موسلا دھار بارش کی طرح ان کا اجر ان پر برسے گا۔

پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۱۱ راہِ حق میں ثابت قدم رہنے اور شیخ توحید کو روشن رکھنے کی تاکید میں صرف تمہیں نہیں کر رہا بلکہ میرے رب نے مجھے بھی ایسا

ہی کرنے کا حکم فرمایا ہے میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ اس مقام پر مولانا عثمانی لکھتے ہیں: چنانچہ آپ عالم شہادت میں کسبت

کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں۔

۱۲ اگر میری دعوت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور میری نصیحت تمہارے لیے قابل قبول نہیں تو پھر مجھ سے تمہارا جی چاہتا ہے

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

والے وہ ہیں جو گھائے میں ڈالیں گے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن۔ سنو! یہی کھلا گھانا

الْبُيُوتِ ۗ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلْمٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلْمٌ ۗ ذَٰلِكَ

ہے۔ ان (بندختوں) کے لیے اوپر سے بھی آگ کے شعلے ہوں گے اور نیچے سے بھی آگ کے شعلے مثلاً اس

يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ يُعْبَادُهَا تَائِقُونَ ۗ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ

(عذاب الیم) سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ اور جو لوگ بچتے ہیں شیطان سے

أَنْ يُعْبُدُوهَا وَأَنْ يُبَوِّأَ لِلَّهِ لَهْمُ الْبَشَرِ ۗ فَبِشْرِ عِبَادِ ۗ الَّذِينَ

کہ اس کی عبادت کو جس شے اور دل سے، جھکتے ہیں اللہ کی طرف ان کے لیے شرم ہے پس آپ غرہ سناؤں عیران بندوں کو جو غرہ

يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ

سے سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے ہیں اچھی بات کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے

وَأُولَٰئِكَ هُمُ أَوْلُوا الْأَلْبَابِ ۗ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ

اور یہی لوگ دانشور ہیں جہلا جس پر واجب ہو گیا عذاب کا حکم۔

أَفَأَنْتَ تُنقِذُ مَن فِي النَّارِ ۗ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن

تو کیا آپ بچھا سکتے ہیں اسے جو آگ میں ہے؟ البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے

کرتے رہو خواہ کسی پتھر کی پوچھا کرو، خواہ کسی دریا کو خدا بناؤ خواہ کسی جن اور انسان کو اپنا سمیو تصور کرو تم جانو اور تمہارا کام لیکن یہ یاد رہے  
کہ کفر و شرک اختیار کرنے سے تم ایسا نقصان اٹھاؤ گے اور تمہیں ایسا اشارہ ہوگا کہ پھر اس کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔

۳۷ نخل: ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا سایہ کسی پر پڑ رہا ہو سزا دہ ہے کہ اوپر اور نیچے سے آگ کے جھپٹتے ہوئے شعلے انہیں  
اپنی گرفت میں لے لیں گے۔

۳۸ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور پیارے بندوں کا ذکر فرماتا ہے۔



فَوْقَهَا عُرْفٌ مَّبْنِيَةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَّ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ

اور پر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں رواں ہیں جن کے نیچے سے نہریں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ نقلے

اللَّهُ الْمُبْعَادُ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي

اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ۲۹ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے آمار ہے آسمان سے پانی۔ بھری

الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهَيِّئُ قُتْرَهُ مَصْفًى

کیا اسے زمین کے چشموں سے۔ بھر اگاتا ہے اس کے ذریعہ فصلیں جن کے رنگ جدا جدا ہیں پھر وہ خشک ہونے لگتی ہے پس

ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطًا مَّا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ أَفَنُن

تو دیکھتا ہے اسے زردی مائل پھر وہ اس کو چورا چور کر دیتا۔ یقیناً اس ذکر شہادت میں نصیحت ہے اہل عقل کے لیے۔ بحلا وہ

شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ

(رسا و قند) کشادہ فرمادیا ہو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لیے تو وہ اپنے رب کی طرف سے دیئے ہوئے نور ہے تلے پس ہلاکتی، اکت

۲۹ یہاں سے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے گویائی دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ بیخ، خشک ہونا، ای بیس،

۳۰ اللہ تعالیٰ کا شخص کرم ہے اگر وہ اسلام قبول کرنے کے لیے سینہ کھول دے، تقصیب اور ضد کے پردے اٹھ جائیں اور

فوج اس کو نظر آنے لگے۔ اس وقت انسان بے ساختہ حق کی طرف لپکتا ہے اور اسے قبول کر لیتا ہے۔ اس کی راہ میں آگ کے سندر

کیوں عامل نہ ہو جائیں وہ پروا نہیں کرتا۔ اس وقت تک اسے چین ہی نہیں آتا جب تک وہ شیعہ حق پر پروا نہ دانتا نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

”یا رسول اللہ! احمی المؤمنین اکیس“۔ کہ اہل ایمان میں سے زیادہ عقلمند کون ہے۔

قال اکثرھم للموت ذکراً واحسنھم لہ استعداداۃ فرمایا جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لیے

اچھی طرح تیاری کرے۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا جب دل میں نور داخل ہو جاتا ہے تو دل کشادہ اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی اسے

اللہ تعالیٰ کے نبی اس کی علامت کیا ہے: قال الانابة إلى دار الحنود والتجانی عن دار العزور والاستعداد للموت قبل

نزول الموت۔ فرمایا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ شخص ہر وقت دار آخرت کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ وہ اس دھوکہ والی دنیا سے کناکشی



قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أَوْلَيْكَ فِي ضَلَلٍ مُّبِينٍ ۗ اللَّهُ تَزَلَّ أَحْسَنَ

دلوں کے لیے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے اسے یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یہاں

الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَثَانِي ۚ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ

عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن اٹکے

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف ۳۲

ذٰلِكَ هُدًى لِّلَّذِينَ يَشَاءُوْنَ ۗ وَمَنْ يُضَلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ

یہ اللہ کی ہدایت ہے راہنمائی کرتا ہے اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے۔ ۳۳ اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو

اختیار کرتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری شروع کر دیتا ہے۔

۳۲ ان لوگوں کی بد نصیبی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جن کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شوق ان کے دلوں میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ انہیں یہ کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ ان کا ایک خالق بھی ہے اور انہیں ایک رزق دینا سے کھٹا بھی کرنا ہے۔

۳۳ یعنی یہ دل سرہ لینے والی باتیں جو ایک کتاب کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ان کے مضامین ہم آہنگ ہیں سب ایک دوسرے کی موافقت اور تائید کرتے ہیں ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں۔ اس کی یہ صفت بھی ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے سے طبیعت نہیں اکتاتی، بلکہ ہر بار نئی لذت اور نیا سرور حاصل ہوتا ہے اس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ جب غلاب الہی کا ذکر ہوتا ہے تو ہر سبز گاروں پر غوغا اور دہشت طاری ہو جاتی ہے اور وہ کانپنے لگتے ہیں اور جب اس کی رحمت کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل اور چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں اور اس کے ذکر میں شوق و رغبت سے مشغول ہو جاتے ہیں تقشیر میں پہلی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ ثعلتین میں دوسری کیفیت کا ذکر ہے۔ متشابہا یشبہ بعضہ بعضا فی الحسن والحکمة والصدق بعضہ بعضا یعنی حسن اور حکمت میں اسکی آیتیں مشابہ ہیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ان میں کوئی تناقض اور اختلاف نہیں ہے اور مثنائی کا معنی بیان کیا گیا۔ مثنیٰ للتلاوة غلامیل کہ جب اسے بار بار پڑھا جائے تو انسان اکتاتا نہیں۔ اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اس میں مواظف اور قصص بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ مثنائی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ پانی پتی لکھتے ہیں، مثنائی مثناة کی جمع ہے جو اسم ظرف ہے اور یہ کتاب کی دوسری صفت ہے صفة اخیری جمع مثناة اسم ظرف فانہ مثنیٰ فیہ ذکر الوعد والوعید والامر والنہی والاختیار والاحکام۔



هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۲۹ إِنَّكَ بَيْتٌ

کیا ان دونوں کا حال یکساں ہے سب تو یقیناً اللہ کے لیے ہیں لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے جیسا کہ ہے بھی

وَأَنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ ۝۳۰ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۝۳۱

دنیا سے امتثال فرمان ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے ۳۰ پھر تم سب، روزِ حشر اپنے رب کے حضور میں آپس میں جھگڑو گے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ

پس اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے ۳۱ اور تکذیب کرتا ہے

بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۳۲

اس سچ کی جب وہ اس کے پاس آیا۔ کیا جہنم میں کفار کا ٹھکانا نہیں ہے؟

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو

الْمُتَّقُونَ ۝۳۳ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذَٰلِكَ جَزَاؤُ

پرہیزگار ہیں ۳۳ انہیں ملے گا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس سے یہ صلہ ہے

جھگڑا اور خداؤں کا بندہ بننے میں۔ لفظ متشاکسین کی تشریح کرتے ہوئے علامہ جوہری لکھتے ہیں۔ "وَجَلَّ مُشْكُ اِیْ مَعْبَدِ الْخَلْقِ۔ یعنی بڑا۔ راجع کرتا ہے شمس عبوس عنیس غزقور۔"

۳۰ اسلام کی رفتاروں ترقی کو دیکھ کر جلتے تھے اور یہ گرا اپنے دلوں کو تسلی دیتے تھے کہ یہ چند روزہ کھیل ہے یہ فرت ہو جائیگا اور کافر کوئی ہے نہیں یہ سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اللہ تمہارے فرماتے ہیں۔ اے محبوب اس دافنا سے آپ نے رخت سفر باندھنا ہے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہ کہتے نادان ہیں کس طرح اپنے آپ کو طفلِ قسلیاں دے رہے ہیں۔

۳۱ یہ کفار ایک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان لگاتے ہیں اور غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا۔

۳۲ یعنی وہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو اس ابھی صداقت کو لے کر تشریف لائے اور وہ اہل ایمان جنہوں نے



الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۹﴾ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا

مُحْسِنوں کا اللہ سے ان کے بدترین اعمال کو

وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۴۰﴾

اور عطا فرمائے انہیں اجر ان کے بدترین اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ

کيا اللہ کافی نہیں اپنے بندے کے لیے؛ (یقیناً کافی ہے) اللہ اور وہ (نادان) ڈراتے ہیں آپ کو ان مسجودوں کے

دُونِهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۴۱﴾ وَمَنْ يَهْدِ

جو اللہ کے سوا ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ ہونے دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس کو ہدایت بخش دے

پہلے دل سے اس صداقت کو قبول کیا۔ یہ ہی سچی اور پرہیزگار ہیں۔

اللہ یہ پاک لوگ جس چیز کی آرزو کریں گے اللہ تعالیٰ کی جناب سے انہیں عطا فرمائی جائے گی۔ کیا مقام ہے نبی کریم کا اور کیا شان

ہے آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہونے والوں کی اور آپ کی دعوت پر صدقِ دل سے ایمان لانے والوں اور قربان ہونے والوں

کی کہ جو وہ دعا کریں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ پوری ہوگی

﴿۳۹﴾ ان پر مزید کرم یہ کیا جائے گا کہ ایمان لانے سے پہلے جو سنگین جرم ان سے سرزد ہوئے تھے اور جن فحش گناہوں کا انہوں نے

ارتکاب کیا تھا ان کو اس طرح ڈھانپ دیا جائے گا کہ ان کا سراغ تک بھی کسی کو معلوم نہ ہوگا۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:

اصل الكفر تعطية الشئ تعطية تستهلكه؛ یعنی کفر کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا کہ اس

چیز کا نام و نشان بھی دکھائی نہ دے۔

﴿۴۰﴾ اور اسلام قبول کرنے کے بعد جو نیکیاں وہ کریں گے ان کا بدترین اجر انہیں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی نوازشات کا کیا کہنا ساری عمر برباد کرنے کے بعد بھی اگر کوئی نام اور شرمسار ہو کر درِ اقدس پر حاضر ہوتا ہے

تو اس کے لیے آغوشِ رحمت کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے سابقہ نامہ اعمال کی سیاہی دھو دی جاتی ہے اور اس پر ایسے ایسے

کرم فرمائے جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر دنیا حیران ہو جاتی ہے۔

﴿۴۱﴾ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کئی دے رہے ہیں کہ آپ کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود آپ کا حافظ و ناصر ہے اور جس کا

حافظ و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہو کیا ایسے شخص کو کسی دوسرے سارے اور مددگار کی ضرورت باقی رہتی ہے، ہرگز نہیں۔



اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝

اللہ تعالیٰ تو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں بلکہ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا ؟

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيَقُولُنَّ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ؟ تو ضرور کہیں گے

اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ

اللہ نے بلکہ آپ فرمائیے پھر ذرا یہ تو بتاؤ کہ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اگر اللہ تعالیٰ مجھے

اللَّهُ يَضُرُّهُ هَلْ هُنَّ كُشِفَتْ ضُرُّهُ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ

کچھ صحیفہ پہنچانا چاہے تو کیا یہ مہر دور کر دیں گے اس تکلیف کو یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کچھ رحمت فرمانا چاہے تو کیا

هُنَّ مُمَسِّكَةٌ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ

وہ روک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو۔ فرمادیتے مجھے کافی ہے اللہ تعالیٰ بلکہ فقط اسی پر بھروسہ کرتے ہیں

اے محبوب! ساری دنیا بھی اگر آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے تو آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے یہ لوگ کہتے احمق اور نادان ہیں جو آپ کو اپنے مہر و انبیا کے بغیر اللہ تعالیٰ کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے نوبہ ہدایت بخش دیتا ہے پھر اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جن بتوں کے غیظ و غضب سے یہ لوگ آپ کو ڈرا رہے ہیں اور ان کے بے پایاں اختیارات کے افسانے گمراہ کر پیش کرتے ہیں آپ ذرا ان سے یہ تو پوچھیے کہ آسمان و زمین کا فانی کون ہے۔ تو نامہ پار ہو کر کہیں گے اللہ تعالیٰ۔ ان سے پھر پوچھیے کیا تمہاری بتوں میں یہ دم غم ہے کہ میرا رب اگر مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو یہ آٹے آجائیں اور مجھے اس تکلیف سے بچالیں یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمانا چاہے تو یہ رکاوٹ پیدا کر دیں اور مجھے اس کے رحم سے محروم کر دیں۔ جب یہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان تو پھر ایسے خداؤں کے لئے اور ان کی پرستش کرنے کا کیا فائدہ ؟

بلکہ یہ لوگ آپ کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں آپ کو اپنے بتوں کی اذیت رسانی سے ڈرتے ہیں۔ آپ فقط انہیں اتنا کہہ دیجئے "حسبی اللہ" مجھے میرا اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ تم مجھے جتنی اذیتیں پہنچا سکتے ہو، ان میں ذرا کی ذرا تو تم اسلام کو ناکام کرنے کے لیے جو کوششیں کر رہے ہو انہیں زور شور سے جاری رکھو۔ جسی اللہ۔ مجھے میرا اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ کرم اللہ

الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۹﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ

بمجرد سکرنے والے۔ فرمائیے اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ پس

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

تم ضرور جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون ہے جس پر

عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۴۱﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ

دائمی عذاب آرتا ہے۔ (اے حبیب!) ہم نے تماری ہے آپ پر یہ کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لیے حق کے ساتھ۔

فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّٰ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ ۖ

پس جو ہدایت قبول کرتا ہے تو وہ اپنا بھلا کرتا ہے اور جو بہکتا ہے تو وہ بہکتا ہے اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے لیے

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۲﴾ اللَّهُ يَتَوَقَّىٰ الْأَنْفُسَ حِينَ

اور آپ ان (بد بختوں) کے ذمہ دار نہیں ہے اللہ تعالیٰ جنس بچاتا ہے جانوں کو موت کے وقت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من احب ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللہ ومن احب ان یکون اغنی الناس فلیکن بما فی ید اللہ عزوجل اوثق بما فی ید یدہ۔ ومن احب ان یکون اکرم الناس فلیستن اللہ عزوجل دابن کثیر یعنی جو شخص اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ طاقتور بن جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جو دولت اس کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ وہ اس پر یقین رکھے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ کرم مسلم بن جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کرے (ابن کثیر)

۳۹ اے محبوب! ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو سزا یافتہ ہے۔ اب اس کی روشنی سے جو فائدہ اٹھائے گا اس میں خود اس کا بھلا ہوگا اور جو آنکھوں پر ٹپٹی باندھے رہے گا تو اس زندگی میں عمر بھر محو کریں کھاتا رہے گا اور آخر کار کسی ایسے گڑھے میں گئے گا جس سے پھر نکلنا اس کے لیے دشوار ہو جائے گا۔ آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں تاکہ آپ سے یہ باز پرس کی جائے کہ فلاں شخص کیوں ایمان نہیں لایا۔ فلاں شخص کیوں شریک کرتا رہا۔ فلاں شخص فسق و فجور کی دلدل میں کیوں عمر بھر بھینسا رہا۔ آپ کا کام دنیا میں اور مٹرا نماز میں بڑی دوسری اور اخلاص کے ساتھ پیغام حق پہنچا دینا ہے۔ آپ نے اپنا فرض احسن طریق سے ادا کر دیا ہے۔ اب ان کی

مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِيمِمْسِكَ الَّتِي قَضَى

اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی رُو میں) حالت نیند میں ۲۴۳۔ پھر روک لیتا ہے ان رُووں کو جن کی موت

عَلَيْهَا الْمَوْتُ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ

کا منبہد کرتا ہے اور واپس بھیج دیتا ہے دوسری رُووں کو مقررہ مہینہ تک۔ بے شک

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۹﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ

اس میں (اسکی قدرت کی) نشانیاں ہیں ان کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے بنا لیے ہیں اللہ کو چھوڑ کر

اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلُوبِهِمْ أَوْ لَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۰﴾

اور سفارشی۔ پڑھے اگرچہ وہ (موجود سفارشی) کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور عقل و شعور رکھتے ہوں ۳۹۔

گراہی کے متعلق آپ سے کسی طرح کا محاسبہ نہیں ہوگا۔

۳۹ آیت کا منہم واضح ہے حضور نے سوتے وقت یہ دُعا لگنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ بھی اسے یاد کر لیں اور سوتے وقت یہ دُعا مانگ کر سوسا کریں: بِاسْمِكَ رَبِّي وَصُنَّتْ جَنِينِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَلْتَ لَعْنَتِي فَاذْهَبْنَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاخْفِظْنَا يَا مَعْزُومُ يَا حَافِظَ قُلُوبِنَا

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرے نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اسے اٹھاؤں گا۔ اس نشانیاں اگر تو میری رُو قبض کر لے تو اس پر رحم کرنا اور اگر واپس کرنا تو اس کی اس سے حفاظت کرنا جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

یتوفی کا لغوی معنی ہے کسی کو پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لینا۔ توفیقہ الشئی بذلہ وافیاً واستیفاً وتساوولہ وافیاً۔ قال تعالیٰ ووفیت کل نفس ما کسبت وقد عذبنا عن الموت والنوم بالتوفی (مفردات)

اس توفی کی دو قسمیں ہیں ایک ہمیشہ کے لیے رُو کو اپنے قبضہ میں کرنا اور دوسرا عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے پہلی صورت میں اس کا معنی موت ہوگا۔ دوسری صورت میں یہ نیند کے معنی میں متعلق ہوگا اور یہ عوم مجاز ہوگا۔

۴۰۔ یعنی یہ مشرک بھی عجیب و غریب دماغ کے لوگ ہیں کہ ایسے مجبوروں کو انہوں نے اپنا سفارشی فرض کر لیا ہے جن کے پاس صحیحی کوڑی بھی نہیں اور عقل و فہم سے بھی بالکل کورسے ہیں۔ یہ ان کے پیچھے کلامی کے بُت اور تانے پیتل کے اصنام تھے جو بے جان پتھر کے باعث ہر قسم کے فہم و شعور سے اور قوت و اختیار سے محروم تھے۔



قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

آپ فرمائیے سب شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ اسی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ

پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور جب ذکر کیا جائے اکیلے اللہ کا تو کڑھنے لگتے ہیں ان لوگوں کے دل

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذَكَرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ

جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب ذکر کیا جاتا ہے اس کے سوا دوسروں کا تو اسی

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں اللہ آپ عرض کیجیے اے اللہ! لے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے

اللہ آپ ان کو فرمادیں گے کہ شفاعت کرنے کا اختیار تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کسی کی مثال نہیں کر لیں کشتی بھی کر کے اور ان کے ممبروں کو تو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا یہ کیسے ان کی شفاعت کریں گے۔  
اللہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل گھٹنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں پر افسردگی چھا جاتی ہے اور جب کسی محفل میں ان کے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی تعریف کی جاتی ہے تو ان کے چہرے خوشی اور فرط مسرت سے دکھنے لگتے ہیں۔  
اشمأزت، نفرت و انقبضت، یعنی دل کا نفرت کرنا اور گھٹ جانا۔

ہمارے بعض مہربان اپنی شوخی مزاج سے مجبور ہو کر اس آیت کو خوب جھوم جھام کر پڑھتے ہیں اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے ثنا خراڑوں اور اولیاء اللہ کی مدح سرائی کرنے والوں پر اس آیت کی تطبیق کرتے ہیں۔ جو شش خطابت میں ان کے منہ شریف سے جھاگ اُڑ رہی ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ سنی ایہ بدعتی ایہ جنتی ہر وقت نبی کی توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ ہر وقت اولیاء کرام کا ذکر کرتے رہتے ہیں دیکھو قرآن انکے ہاں میں کیا آتا ہے۔  
ان حضرات والا صفات سے آنا ہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے قرآن کریم کی ان بیشمار آیات کو نکال لیجئے جن میں قرآن نازل فرمائے والے نے اپنے انبیاء، خصوصاً سید الانبیاء، اس کے صحابہ کرام اور اس کے غلاموں کی تعریف و توصیف کی ہے پھر ہم گشت مکانِ غیر تلمیح پر مشتمل سخن فرمائیے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم سورۃ والضحیٰ، الم نشرح، الکہف کی تلاوت کو مانزوں میں ہی بند کرنے کا حکم صادر فرمادیں گے، اگر آپ ایسا کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔ ورنہ جب تک یہ نوح پروردگار آیات اور یہ ایمان افروز نورانی سورتیں قرآن میں موجود ہیں اس الزام سے آپ بھی نہیں بچ سکتے۔ خدا را عفو سے اتنے بے قابو نہ ہو جایا کریں کہ حق و صداقت کا دامن بھی



عِلْمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا

اسے جاننے والے غیب اور شہادت کے تو ہی منجملہ فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان، ان امور میں

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ

جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور اگر ان کے پاس جنہوں نے شُرک کیا زمین میں جو کچھ ہے

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ

سب ہوا اور اتنا اور بھی اس کے ساتھ تو چاہیں گے کہ بطور فدیہ ادا کر دیں اسے بُرے عذاب کے عوض، قیامت

الْقِيَامَةِ ۝ وَبَدَّ اللَّهُ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝

کے دن ۳۹ اور اس روز، ظاہر ہو جائے گا ان پر اللہ کی طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہیں کیا کرتے تھے۔

وَبَدَّ اللَّهُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

اور ظاہر ہو جائیں گے ان پر وہ بُرے اعمال جو انہوں نے کئے تھے اور گھیر لے گا انہیں وہ (عذاب) جس کا یہ

يَسْتَهْزِءُونَ ۝ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ

لذائقہ اڑایا کرتے تھے۔ پس جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو وہیں پکارتا ہے شے پھر جب ہم عطا کرتے ہیں

ہاتھ سے چھوڑ دیتے۔

۳۹ آج تو یہ ایک دہری پر جان دیتے ہیں۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لیے انہیں کہا جانے تو مرنے لگتے ہیں۔ وہ

دن آنے والا ہے جب عذاب الہی انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا اس وقت اپنا زندگی بھر کا سرمایہ فدیہ کے طور پر ادا

کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے بلکہ دنیا کے سارے فزولے بھی اگر ان کا بس چلے تو اپنی جان بچانے کے لیے بطور فدیہ دے

دیں۔ اس وقت ان کی صرف ایک ہی آرزو ہوگی کہ عذاب سے نجات مل جائے خواہ انہیں کتنا ہی گمان ادا کرنا پڑے۔

شے جب انسان کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس وقت وہیں پکارتا ہے، اگر گڑا تا ہے، افریاد کرتا ہے۔ لیکن جب

اسے اس عذاب سے نجات مل جاتی ہے اور ہم اس پر اپنی گونا گوں رحمتوں کا مینہ برسا دیتے ہیں تو یہ نہیں کہتا کہ میرے رشتے

مجھ پر احسان فرمایا ہے بلکہ کہتا ہے کہ یہ میری ذاتی قابلیت اور مہارت کا نتیجہ ہے۔ میرے جیسا لائق فائز انسان اس خوشحال

نِعْمَةٌ مِّمَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهَا عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

اسے نعمت اپنی جناب سے ترک کرنے لگتا ہے کہ یہ نعمت مجھے دی گئی ہے (اپنے علم و فضل کے باعث) اسے غافل (ایں نہیں) بلکہ یہ

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ

آزائش ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تھے کسی عقیقی یہی بات ان لوگوں نے جو ان سے

قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۹﴾ فَأَصَابَهُمْ

پہلے تھے (جب ہم نے انہیں پکڑا) تو نہ فائدہ پہنچایا انہیں (مال و دولت نے) جو وہ کمایا کرتے تھے اُسے پس جو بُرے

سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ

کام انہوں نے کیے ان کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑا۔ اور جنہوں نے ظلم کیا ہے ان لوگوں میں سے انہیں بھی سزا عقیقہ اپنی

سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۲۰﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ

بڑا عملیوں کی سزا بھگتنی ہوگی اور یہ (ہیں) عاجز نہیں کر سکتے کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

اللہ تعالیٰ کشادہ عطا فرماتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے (جسکو چاہتا ہے) لہذا اس قبیم رزق میں اس کی محنت کا

کا مستحق ہے یہ بظاہر کوئی یہ کاروبار نیچے اور بیوی زندگی کی ساری سچ جگہ اور انہیں میں نے اپنی ذاتی کاوش اور محنت سے حاصل کیا ہے یہ محنت پر ہی کی یہ بات نہیں  
اِسے فیض فریب خوردہ ہے حقیقت حال سے بالکل بے خبر ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ ہم اس کو یہ ساری راقیں اس لیے بخش ہے میں کہ اس کا  
امتحان میں غم و اندوہ کے زمانہ میں جس ریب کریم کو وہ ہر وقت یاد کیا کرتا تھا اس پیش و آرام کے زمانہ میں بھی وہ اپنے ہم حقیقی کو یاد کرتا ہے یہ نہیں  
اس کا شکر گزار نہ بنتا ہے یا نہیں لیکن اکثر لوگ اس آزمائش کی طرف خیال ہی نہیں کرتے اور یوں ناکام ہو جاتے ہیں اور اپنے  
آپ کو تباہی کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔

اِسے ایسی بے سرو پا بائیں اس سے پہلے بھی فریب خوردہ لوگ کیا کرتے تھے ناشکری کے باعث ان سے وہ تمہیں چھین لی گئیں اور انہیں  
ہر حال انجام سے دوچار کر دیا گیا، پھر ان کی علمی قابلیت اور دانشمندی ان کو ہماری گرفت سے بچا سکی اور نہ ذاتی جہد جدا انہیں کوئی  
فائدہ پہنچا سکی۔

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ

نشانیاں ہیں اہل ایمان کے لیے ۳۹ آپ فرمائیے اسے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر،

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۙ

میرا نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے ۴۰ یقیناً اللہ تمہارے گنہگاروں کو

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنْبِئُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا ۙ

بلایا بروہی بہت بخشنے والا، ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔ اور (سچے دل سے) لوٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور سرفرم کر دو گناہوں کے سامنے

۳۹ رزق کے خزانے اس کے دست قدرت میں ہیں جتنا چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے کسی کو مجال اقتراض نہیں۔ اس تقسیم رزق میں بھی اس کی حکمت کی صدہا نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں سے وہی لوگ نادمہ اٹھاتے ہیں جن کے دل میں توراہیاں ہے۔ ۴۰ جب نفسانی مہذبات مشتعل ہو جاتے ہیں تو بڑے بڑے دانشمندیوں سے انسانی قیوم حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ جب انجام کے شعلے بھڑکتے ہیں تو بڑے بڑے علیم الطبع لوگوں کے ہاتھ سے بھی عدل و انصاف کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ غلط ماحول کے باعث غلط نظریہ دل میں جم جاتے ہیں۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص گناہوں اور بدکرداریوں سے اپنا دامن آلودہ کرے اور اس کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا اور گناہ و عسبیاں کی دلدل میں بڑی بے باکی سے بڑھتا چلا جائے گا۔ اس طرح خود بھی برباد ہوگا اور کئی معصوم زندگیوں کو بھی ذبح کر کے رکھ دے گا۔

اسی طرح اگر یہ بات کسی کے ذہن نشین ہو جائے کہ گناہ کرنے سے کوئی معصرت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کے سامنے ہمارے ان گناہوں کی کیا حقیقت ہے ہم کچھ بھی کرتے رہیں وہ بخش دے گا اور جنت کے دروازے ہمارے لیے کھول دیے جائیں گے۔ ایسا انسان بھی بوجہ اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں میں کھلونا بنا رہتا ہے۔ خود زبیری۔ بیکاری۔ راہزنی تہی تہی سے اسے کوئی نصرت نہیں رہتی۔ لوگوں کے حقوق پامال کرنے کے باوجود اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کے باوجود اس کے دل میں تعلق بھی پیدا نہیں ہوتی جو اس کو بے چین کر دے۔

یہ دونوں کیفیتیں انسان کے لیے ستم قاتل ہیں اس طرح وہ نہ فقط دوسروں کے لیے وبال ہاں بن جاتا ہے بلکہ اپنی ذات پر بھی ظلم عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو جو تعمیری صلاحیتیں اور نیکی کی قوتیں بخشی گئی تھیں ان سے اگر وہ صحیح کام لیتا تو آسمان شہرت پر مہر و ماہ بن کر ٹھیکتا اور قیامت تک دنیا اس کی نیکیوں کو یاد کرتی۔ اسے دعائیں دیتی، اب وہ بیکار پڑی رہیں اور برگ و بار لائے بغیر ختم ہو گئیں۔

اسلام جو دینِ فطرت ہے جس کا مقصد اولین فرد کی صحیح نشوونما اور راہنمائی کرنا ہے تاکہ سلجھے ہوئے اور اصلاح یافتہ افراد سے



ایک ایسی قوم معرض وجود میں آنے جو قیادتِ اُمم کی ذمہ داری سنبھال سکے اور ساری انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ ادا کر سکے اس لیے اسلام نے انسان کو نہ تو بالکل بے لگام چھوڑ دیا ہے کہ وہ فرمستیاں کرتا رہے۔ عین حیات کی نازک اور محصوم کلیوں کو مستأثر ہے۔ ان کی رنگ و بھمت کو لوٹتا رہے اور اس کے باوجود دل میں اپنی بخشش کا بھی یقین رکھے اور نہ ہی اسلام نے انسان کو باہوسوں اور ناامیدیوں کے گسے گڑھے میں دھکیل دیا بلکہ صحیح خطوط پر اس کی تربیت کا پروگرام پیش کیا۔ ایک طرف اُسے اپنے اعمال کی بے کاؤت و زحمت داریا اور اُسے ان نتائج سے آگاہ کیا جو اس کے اچھے یا بُرے اعمال پر سنتِ الہی کے مطابق مترتب ہو کر رہیں گے تاکہ کوئی کام کرنے سے پہلے وہ ان نتائج کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لے اور یہ دیکھے کہ کیا وہ ان نتائج کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس کے ساتھ اس کو باہوس بھی نہیں دیا اُسے بتا دیا کہ گناہوں اور بد کاریوں سے تائب ہو کر جب اور جہاں سے وہ نئی پاکیزہ زندگی کا آغاز کرنا چاہے اُسے اس کا موقع دیا جائے گا۔

اس آیت طیبہ مبارکہ میں بھی ان لوگوں کو زیدِ رحمت دی جا رہی ہے جو عمر بھر اپنے اوپر زیادتیاں کرتے رہے جن کے ذریعہ فقر و فاقہ میں بسر ہوتے رہے جنہوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بالکل برباد کر دیا۔ ایسے لوگوں کو کما جا رہا ہے کہ آذیری رحمت کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہوا ہے۔ اگر تم سچے دل سے تائب ہو کر نئی اور پاکیزہ زندگی شروع کرنے کا عزم کر چکے ہو تو تمہارے گناہ بے شمار اور نہایت سنگین کیوں نہ ہوں مہمان کر دیے جائیں گے۔ تمہیں یہاں سے باہوس نہیں لوٹایا جائے گا۔

حدیثِ پاک میں اس کا نشانِ نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان ناساً من اهل الشرک کانوا قد قتلوا واکتوا واذنوا واکتوا فاقوا  
 محمد ا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالوا ان الذی نقول وتدعو الیہ الحسن لو تعجبنا ان لما علمنا کفارة و منزل  
 قل یعبادى الذین اسرفوا۔ الایۃ

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ چند مشرک جنہوں نے سابقہ زندگی میں بکثرت قتل کیے تھے اور بکثرت زنا کا ارتکاب کیا تھا جنہوں کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ جو آپ فرماتے ہیں اور جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھی ہے لیکن آج سے قبل ہم اتنے گناہ کر چکے ہیں جن کی بخشش کی کوئی صورت نہیں کیا آپ اس کے کفارہ سے ہمیں آگاہ فرما سکتے ہیں۔ یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر ہم اسلام قبول کر لیں تو کیا ہمیں ہمارے سابقہ گناہوں پر تو عذاب نہ ہو گا۔ اگر اسلام لانے کے بعد بھی ہم جہنم میں جھونک دیے جائیں تو ہمیں اپنے آبائی دین کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

جب کفار و مشرکین کے ساتھ رحمتِ الہی کا یہ برتاؤ ہے تو اہل ایمان کے ساتھ خواہ وہ کتنے گناہ کار کیوں نہ ہوں۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے حضور رحمتِ مالیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما احب ان لی الدنیا وما فیہا بمعذہ الآیۃ۔ یعنی اگر اس آیت کے عوض مجھے دنیا اور دنیا کی دولت بھی دی جائے تو میں اس سودا کو پسند نہیں کروں گا۔



مَنْ قَبْلُ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ﴿۳۹﴾ وَاتَّبِعُوا

اس سے پہلے کہ آجائے تم پر عذاب ۳۹ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ اور پیروی کرو

أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلُ أَنْ يَأْتِيَكُمُ

مذہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اس سے پیشتر کہ تم پر اچھا

الْعَذَابُ بَعْتَهُ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۴۰﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسُ

عذاب آجائے ۴۰ اور تمہیں خبر تک نہ ہونے پائے۔ (اس وقت) کوئی شخص یہ کہنے لگے

يُحْسِرُنِي عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لِنَبِ

صد حیف! ان کو تاہیوں پر جو مجھ سے سرزد ہوئیں اللہ کے بارے میں ۴۰ اور میں تو

السَّآخِرِينَ ﴿۴۱﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَىٰ سَبِيلَ

سخر اڑانے والوں سے تھا۔ یا یہ کہے کہ اگر اللہ تمہارے مجھے ہدایت دے دیتا تو میں ہو جاتا

السرف : تجاوز الحد فی کل فعل۔ ہر کام میں حد سے بڑھ جانا۔ القنوط : الیاس من الخین۔ خیر و جلالی سے یوں کہلائے  
ان اللہ یغفر الذنوب کا مفہوم بتاتے ہوئے علماء نے فرمایا: المراد بمغفرة الذنوب التجانی عنہا وعدم المأخذة فی  
الظاهر والباطن وهو المراد یسترہا وقیل المراد بہ صحوہا من الصحائف بالکیلیۃ مع التجانی عنہا یعنی مغفرت ذنوب  
سے مراد یہ ہے کہ ان کے متعلق نہ ظاہر میں مؤاخذہ کیا جائے اور نہ باطن میں۔ اور بعض نے فرمایا کہ دفتر عمل سے ان کو بالکل مشاویہ کیا  
اور ان کے بارے میں کوئی مؤاخذہ نہ ہو۔

۳۹ اس کا عطف لا تقطعوا پر ہے۔ پہلے تم اپنے رب کی جانب سے رخص ہوئے تھے اور اگر ایسی کے راستہ پر  
گامزن تھے۔ اب سچے دل سے اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ ایسا نہ ہو کہ سرکشی  
کی حالت میں ہی پیغام اہل آجائے اور تم عذاب میں مبتلا کر دیے جاؤ۔ اس وقت کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔

۴۰ ہم نے جو بہترین کلام تمہاری طرف نازل کیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس کی اطاعت و پیروی شروع کرو۔ ایسا  
نہ ہو کہ اچانک عذاب الہی نازل ہو اور تمہیں نیست و نابود کر کے رکھ دے۔

۴۱ اس وقت تم چپتاؤ گے اپنی نالائقیوں پر اپنے آپ کو کلامت کرو گے، لیکن سب بے سود۔

الْمُتَّقِينَ ۝ اَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِي كُرَّةً

پر ہیزگاروں میں سے شے یا یہ کہنے لگے جب عذاب دیکھے کاشس ! مجھے ایک بار پھر موقع دیا جائے

فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ اِيْتِي فَكَذَّبْتَ

تو میں نیکی کاروں میں سے ہو جاؤں گا۔ ہاں ہاں آئی تمہیں تیرے پاس میری آیتیں پس تو نے انہیں جھٹلایا

بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرٰى

اور تو گھنڈھکتا رہا اور تو کفر کرنے والوں میں سے تھا ۵ اور روز قیامت آپ دیکھیں گے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا عَلٰى اللّٰهِ وَجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَةٌ ۝ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

انہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اس حال میں کہ ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا

مَنْوٰى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۝

بمکبر کرنے والوں کا؟ اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ متقیوں کو کامیابی کے ساتھ

لَا يَمَسُّهُمْ السُّوْءُ وَاَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۝

نہ چھوئے گی انہیں کوئی تکلیف اور نہ وہ گھمیں ہوں گے ۵ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔

۵۹ ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی۔ کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ۔

۶۰ بارگاہ الہی سے ایک ہی سکت جواب ملے گا۔

۶۱ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی

یہ تفسیر نقل کی ہے:

قال، کہ حضور نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال سمیت خشیں حاضر کرے گا۔ مومن کے عمل

کی شکل بڑی خوبصورت اور اس کی ہبک بڑی دل افروز ہوگی۔ جب کہیں ڈر اور خوف ہوگا تو وہ اسے تسلی دیتے ہوئے کہے گا

کہ تم مت گھبراؤ یہ خوف اور ڈر تمہارے لیے نہیں۔ وہ مومن کے گاتو نے مجھ پر بڑے احسان کیے ہیں تو ہے کہن؟ وہ جواب

دے گا تم مجھے نہیں پہچانتے، میں تمہارا ایک عمل ہوں۔ دُنیا میں تو نے میرے بوجھ کو اٹھائے رکھا اب میں تمہیں اٹھاؤں گا۔

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۳۹﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ

اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے وہی مالک ہے آسمانوں اور زمین کی

وَالْاَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۴۰﴾

کافیوں کا لئے اور جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا وہی لوگ خسار میں ہیں۔

قُلْ اَفَغَيْرِ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنَ اِيَّاهُ الْجٰهِلُونَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ

آپ فرمائیے اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں لئے اور بیگ و بیگ کی

اَوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لِيْنَ اَشْرَكَتْ لِيَحْبَطَنَّ

گمئی ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے۔ کہ اگر بغرض حال، آپ سے بھی شرک کیا تو ضائع ہو جائیگی

اور تجھ سے ہر صحبت کو دور کروں گا۔ فہی التی قال اللہ تعالیٰ وینحی اللہ الایہ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الایہ لئے مقالید جمع ہے اس کا واحد مقالید یا متلا ہے اور اقلید کثیر الاستعمال ہے۔ اس کا معنی ہے المفتاح یعنی کنجی۔ وقال السدی خزائن السموات والارض : مقالید سے مراد آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں۔

علامہ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ حضور نے فرمایا آج تک کسی نے مجھ سے یہ تفسیر دریافت نہیں کی۔ پھر فرمایا آسمانوں زمین کی گنجیاں یہ کلمات طیبات ہیں۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ وبحمدہ۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ ہوا اول والآخر والظاہر والباطن۔ ہی وعبیت بیدہ الخیر وهو علیٰ کل شیء قدیر۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے مقالید کی تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھی تو حضور نے یہی کلمات دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام پڑھنے کی ہدایت کی۔ جو شخص اللہ کے رسول کی بتلائی ہوئی گنجیوں سے خزانہ ارض و سما کے نظروں کو کھولتا ہے اسی کا دروازہ بھرتا ہے اور وہی ان خزانوں کی قدر قیمت کو پہچان سکتا ہے۔ اولوا العزم اولیاء کرام اپنے ہادی و مرشد کی انہیں تعلیمات پر غور و فکر عمل پیرا رہے۔ ان وظائف و اواراد کا پابندی سے ورد کرتے رہے۔ انہیں کی برکت سے حرم قرب کے دروازے ان کے لیے کھلتے گئے یہ اپنی محبت کے پڑوں سے ان رفتوں پر آشیانے بنا تے رہے جہاں لوگوں کے طائر عقل و فکر کی رسائی ناممکن ہے۔ اسے راہ عشق کے مسافرو! اسے منزل محبت کے رہ نوردو! اعلوٰ محبت سے کام لیا اپنے مرشد برحق کے لئے جوئے کلمات طیبات کو حذر جہاں بناؤ۔ تمہیں بھی ان بلندیوں پر سفر فرما کر کیا جائے گا۔ ۶۲ کفار بارگاہ رسالت میں آئے اور کہنے لگے کہ آپ بھی (نمود باللہ) بتوں کی پوجا



عَمَلِكْ وَلِتَكُونَنَّ مِنَ الْخَيْرِيْنَ ۝۳۹ بَلِ اللّٰهُ فَاَعْبُدْ وَكُنْ

آپ کے اعمال اور آپ بھی خالصین میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ صرف اللہ کی ہی عبادت کیا کرو اور ہو جاؤ

مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۴۰ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِۦ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا

شکر گزاروں میں سے اور نہ قدر پہچانی انوں اللہ تعالیٰ کی جس طرح قدر پہچاننے کا حق تھا اور اسکی شان تو یہ ہے، ساری

قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيٰتٌ بِيَمِيْنِهِۦ سُبْحٰنَهُ

زمین اسکی گھٹی میں ہوگی قیامت کے دن اور سارے آسمان پٹھے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہونگے سب سے پاک ہے وہ ہر

وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۱ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ رَفِي

عیب سے اور برتر ہے لوگوں کے شرک سے۔ اور پھونکا جائے گا صور پس عرش کھا کر گر پڑے گا جو آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ

میں ہے اور جو زمین میں ہے ۴۱۔ ہجران کے جنہیں اللہ چاہے گا کہ رہیں انہیں انہیں پھر دوبارہ

کریں۔ آپ کے بزرگوں کا بھی یہی دین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ ان ظالموں کو یہ جواب دو۔

۴۰ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان بیان کی جا رہی ہے کہ قیامت کے دن زمین اپنی دستوں، نلک بوس پہاڑوں، بیکراں سمندروں سمیت ایک چھوٹی سی گین کی طرح اللہ تعالیٰ کی گھٹی میں ہوگی اور ساتوں آسمان لپیٹ کر وہ اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے: قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقبض الله الارض يوم القيامة ويطيء السماء بيمينه ثم يقول انا الملك ابن ملوك الارض رشيخين، کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے ایک دست قدرت میں لے لے گا اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دایں ہاتھ میں پھر فرمائے گا میں تمہیں بادشاہ! زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

۴۱ حضرت صدر الانفاصل لکھتے ہیں یہ پہلے نفخ کا بیان ہے۔ اس نفخ سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا اثر یہ ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی، وہ اس سے مر جائیں گے اور جن پر موت وارد ہو چکی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی۔ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے انبیاء، شہداء، ان پر اس نفخ سے بے ہوشی کی یہ کیفیت طاری ہوگی۔ اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخ کا شور بھی نہ ہوگا۔

۴۲ اس استثناء میں کون داخل ہے اس میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نفخہ ا



اٰخِرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ۝۷۰ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورٍ

اس میں چھوڑا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھتے دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور جگمگا اٹھے گی زمین اپنے رب کے

رَبِّهَا وَوَضِعَ الْكِتٰبِ وَجِئَ بِالنَّبِيِّنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ

کُور سے ۷۱ اور رکھ دیا جائے گا دفتر عمل اور حاضر کیے جائیں گے انبیاء اور دوسرے لوگ اور فیصلہ کر دیا

بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۷۱ وَوَقَّيْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

جائے گا ان کے درمیان انصاف سے ۷۲ اور ان پر درستی بھرا ظلم بھی نہیں کیا جائیگا۔ اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو

عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۲ وَسَيُقَ الِّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى

اس نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کام لوگ کرتے ہیں۔ اور ہانکے جائیں گے کفار جہنم کی طرف

جَهَنَّمَ زُمْرًا حَتّٰى اِذَا جَآءَ وُهَا فَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهَا

گروہ درگروہ ۷۳ جب اس کے پاس آئیں گے تو کھول دیے جائیں گے اس کے دروازے اور پوچھیں گے

صنعت سے تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے۔ سولے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و میکائیل کے پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفوس کے دریا

جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ستھنے شہداء ہیں جن کے لیے

قرآن کریم میں کُلُّ اَحْيَاءِ اٰیَا ہے۔ حدیث پاک میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تکواریں جہاں کیے گرد سخن حاضر ہوں گے۔ تیسرا قول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ستھنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، چونکہ آپ طوڑ پر بیوش ہو چکے ہیں اس لیے اس نغز سے

آپ بپوش نہیں ہوں گے بلکہ آپ تہیقظ اور ہوشیار رہیں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ ستھنے جنت کی ٹھریں اور عرش و کرسی کے

بہنے والے ہیں جنکا ک قول ہے کہ ستھنی رضوان، ٹھریں اور وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں وہ اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں۔ (خبر ان ائمہ) ۷۳

۷۳ زمین سے مراد یہ زمین نہیں بلکہ میدان شہ ہے۔ کُور سے مراد سورج اور چاند وغیرہ کا نور نہیں بلکہ یہ ایک خاص نور ہے

جو اس روز اذن الہی سے ہر چیز کو روشن کر دے گا۔

۷۴ تمام لوگوں کو بارگاہ الہی میں پیش کیا جائے گا۔ ان کے اعمال کے صحیفے رکھ دیے جائیں گے تو انبیاء تشریف لائیں گے

جو اپنی اپنی امتوں پر گواہی دیں گے اور دوسرے شہداء لوگ، جس طلب کیے جائیں گے اور عدل و انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کر دیا جائیگا۔

۷۵ عدالت عالیہ میں جن کو جہنم رسید کرنے کا فیصلہ صادر ہوگا ان کو اس طرح ہانک کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۷۲

خَزَنَتَهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

ان سے دوزخ کے پہرے دار کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے جو پڑھ کر سنا تے تھے تمہارے رب

وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِن حَقَّتْ كَلِمَةُ

کی آیتیں اور ڈراتے تھے اس دن کی ملاقات سے۔ کہیں گے جیکے آئے تھے لیکن ثابت ہو چکا تھا اور محفوظ

الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

میں عذاب کا حکم کفار پر۔ انہیں کہا جائے گا داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں سے اس حال میں

فِيهَا قَبَسٌ مِّثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۗ وَسَيَقَ الَّذِينَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

کہ تم ہمیشہ اس میں رہو گے۔ پس کتنا برا ٹھکانا ہے مغروروں کا۔ اور سبے جایا جائے گا انہیں جو ڈرتے رہے تھے (مخبر)

إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

پہنچے رہے جنت کی طرف گروہ درگروہ ۱۹۹۹ حتیٰ کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور جنت کے دروازے پہلے ہی کھول دیے گئے ہونگے

لَهُمْ خَزَنَتٌ فِيهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۗ وَقَالُوا

تو کہیں گے انہیں جنت کے محافظ تم پر سلام ہو تم خوب رہے ہیں اندر تشریف لے چکے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور وہ خوش نعت

۱۹۹۹ اور جن خوش نصیبوں کے بارے میں بخش دینے کا فیصلہ ہو گا ان کو بڑی عزت و اکرام سے ہم جنت کی طرف فرستے جائیں گے

کیا دکھش نظر ہو گا۔ ان پاک نفس لوگوں کو گروہ درگروہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور سب سے پہلے داخل ہونے والے ہمارے آقا کو

حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے: انا اول من يقرع باب الجنة - یعنی حضور نے دیا یا،

میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم آتى باب الجنة يوم القيامة

فاستفتح فيقول الخازن من انت و اقول محمد (فداء روجي و قلبى) صلى الله تعالى عليه وسلم قال فيقول هذا امرت

ان لا افتح لاحد قبلك (مسند احمد) حضور نے فرمایا قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کے

لیے کھوں گا تو جنت کا خازن پوچھے گا۔ آپ کون ہیں۔ میں اپنا نام بتاؤں گا تو وہ کہے گا کہ مجھے آپ کے متعلق ہی حکم دیا گیا ہے کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْثَقَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُوهُ

کہیں گے ساری تعریفیں اس اللہ کریم کے لیے جس نے پُورے فرمایا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور وارث بنا دیا ہیں اس رب پاک زمین کا

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ ﴿۳۹﴾ وَتَسْرَى

اب ہم عطرین گے جنت میں جہاں چاہیں گے۔ پس کتنا عمدہ اجر ہے نیک کام کرنے والوں کا اور رازے حبیب! آپ

الْمَلِكَةِ حَافِيْنٍ مِّنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

دیکھیں گے فرشتوں کو حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے عرش کے ارد گرد سنہ سبح پڑھ رہے ہوں گے اپنے رب (ذلیل کی تمنا)

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۰﴾

اور فیصلہ کر دیا گیا ہوگا ان کے درمیان حق کے ساتھ۔ اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے اے

آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولیں۔

سنہ روزی جہنم میں پھینک دیے جائیں گے اور اہل جنت فردوس بری میں اقامت گزریں ہو جائیں گے۔ اس وقت نورانی ملائکہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے اپنے رب کریم کی حمد ثنا کے گیت گائے ہوں گے۔

لے لے یہ حمد کرنے والا کون ہوگا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: اسی نطق القوم اجمعہ ناطقہ وبعینہ لہدرب العالمین۔ یعنی کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و مالک کریم و رحیم پر درود گار کی حمد کرے گی۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين شفيع المذنبين وعلى آله و

اصحابه ومن تبعه واحب الي يوم الدين - ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين

محمد حكرم شاه

يوم يقوم الحساب -

نظر ثانی : ۳۰ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

۱۰ ستمبر : ۱۹۷۲ء

۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء



# تعارف

## سُورَةُ الْمُؤْمِنِ

**نام :** اس سورہ مبارکہ کا نام المؤمن ہے جو آیت ۲۵ "ذَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّن آلِ فِرْعَوْنَ" سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ اسے سورہ عافراور سورہ الطول بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں نور کو رخ اور پچاس آیتیں ہیں۔ یہ ایک ہزار ایک سو ننانوے کلمات اور چار ہزار نو سو ساٹھ حروف پر مشتمل ہے۔

**نزول :** یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ جابر بن زید سے مروی ہے کہ اس کا نزول سورہ زمر کے منابعد ہوا۔ (روح المعانی) جسور علماء تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی تمام آیتیں مکی ہیں۔ بعض نے اِنَّ الدِّينَ يَجَادِلُونَ الْاِيَةَ كَوْمَدَنِي كَمَا هِيَ لیکن جسور کا قول ہی صحیح ہے۔

**زمانہ نزول :** مکی دور کے اس مرحلہ میں یہ سورت نازل ہوئی جب اسلام اپنی دلائل و تعلیمات کے باعث دلوں کو فتح کرتا جا رہا تھا۔ ہزاروں مشکلات کے باوجود سلیم الطبع لوگ اس کی دعوت کو تیزی سے قبول کرنے لگے تھے۔ کفر کے سرخروں کو اپنے پاؤں تلے سے زمین کر دیتی ہوئی دکھائی دینے لگی تھی۔ انہوں نے شتمل ہو کر بے بنیاد الزامات اور جھوٹے بہتان لگانے کی مہم تیز کر دی تھی کبھی حضور کی آفتاب سے تابندہ تر سیرت پر انگشت نمائی کی جاتی کبھی حضور کے عملی اقدامات پر اعتراض کیے جاتے کبھی قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کا انکار کیا جاتا اور کبھی وقوع قیامت پر اعتراضات کی بوجھاڑ شروع کر دی جاتی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح لوگ اسلام سے بدگمان ہو جائیں اور اسلام قبول کرنے کی جو محرکات زور پکڑتی جا رہی ہے وہ تمہ جانے۔ اس سورت میں انہی کے اٹھائے ہوئے شکوک و شبہات کو دور کیا جا رہا ہے۔

**مضامین :** اس سورت کا آغاز اتنا بارعجب اور پر جلال ہے کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فرمایا یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ جو عزیز و عظیم بھی ہے، عاف الذنوب قابل التوب اور صاحب جود و کرم بھی ہے۔ کیا ایسے خدا کی نازل کردہ کتاب میں کوئی نقص تلاش کیا جاسکتا ہے۔

دیگر مضامین کے علاوہ اس سورت میں دو امور کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہر بات پر جھگڑتے اور بخوار کیا کرتے۔ جس سے حضور کے قلب نازک کو اذیت پہنچتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو تسلی دے رہے ہیں کہ گزشتہ اقوام کے کفار کا تو یہ بھی اپنے رسولوں کے ساتھ اسی نوعیت کا تھا۔ وہ بات بات پر اپنے انبیاء سے جھگڑتے، ان کا مذاق اڑاتے، انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے، اس کا انجام یہ ہوا کہ غضب الہی کی بجلی کو مندی اور



انہیں خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا۔ اگر کفار مکہ نے اپنی یہ روش ترک نہ کی تو وہ بھی اسی ہونا کہ انجام کے لیے تیار ہو جائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ لے میرے حبیب! اگر یہ لوگ مجھے اپنا رسول تسلیم نہیں کرتے، میری وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ وہ اگنت نوری مخلوق جو عرض کو اٹھائے نہونے ہے اور اس کے ارد گرد مصروف طواف ہے وہ ہر وقت میری طرف بھی کر رہی ہے، میری تسبیح بھی کر رہی ہے، نیز تیرے غلاموں کے لیے وہ ہر وقت میری جناب میں مغفرت کی دُعا میں مانگ رہی ہے۔ یہ فرشتے صرف نیک اور متقی لوگوں کی بندگی درجات کے لیے دُعا گو نہیں بلکہ ان کے والدین، اکلے بل عیال کی بخشش اور بلندی درجات کے لیے بھی مصروف التجارہتے ہیں۔

دوسری چیز جو بڑی اہمیت سے اس سورت میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوتِ حق دی اور اپنے قول کی صداقت کو روشن معجزات سے ثابت کر دیا تو اس نے ایمان نہ حکومت کی مجلسِ مشاورت طلب کی۔ اس میں اس کا وزیر ہامان اور دیگر اہم مکی شخصیتیں شریک ہوئیں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبہ کے لیے ان کی تائید حاصل کرنا چاہی۔ انہیں اس دعوت کے خطرناک مضمرات سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ اگر تم نے موسیٰ کو قتل ہی کھلی پھٹی دیے رکھی تو وہ تمہارے عقائد کو بگاڑ کر رکھ دے گا اور تمک کے گوشہ گوشہ میں قند و فساد کی آگ بھڑکا دے گا۔ بہتر یہ ہے کہ حالات کے بے قابو ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ کو ختم کر دیا جائے۔ اس وقت قبلی قوم کا ایک فرد جس نے ابھی تک اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور اس قوت سے موسیٰ علیہ السلام کا دفاع کیا کہ فرعون لا جواب ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے کارناموں اور آپ کی دعوت کی برکات کو قیوں و وضاحت سے ذکر کیا کہ سامعین پر سناٹا چھا گیا۔ عباد و خود کے حالات سن کر ان کو جرتناک انجام سے بچنے کی ہدایت کی۔ اس مردِ مومن کے نعرہ قلندرانہ نے فرعون کے سامنے منضوہوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب فرعون نے پینز ابدلا اور ایک نئی چال چلی۔ ہامان کو ایک بہت بلند مینار تعمیر کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے اوپر چڑھ کر آسمان میں جھانک کر یہ تسلی کر لی جائے کہ موسیٰ کا خدا زمین میں بھی نہیں اور آسمان میں بھی نہیں تو اب ہم اسے ڈھونڈنے کہاں جائیں۔ اس سے واضح ہوا کہ بندہ حق کیش جب نعرہ متانہ بلند کرتا ہے تو باطل اپنے تمام گروہ فر کے باوجود اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سورت میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور کبریائی پر بخوبی دلائل پیش کیے گئے ہیں تاکہ سننے والے کو حقیقی یقین نصیب ہو جائے کہ جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں، وہی رب السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے۔

قیامت کے روز کفار و مشرکین کا جو حشر تناک انجام ہوگا، اس کی بھی تصویر کشی کر دی گئی ہے تاکہ جو لوگ اس ہونا کلام سے بچنا چاہتے ہیں، وہ ابھی سے شعیل بائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ خَمْسِينَ اَوْ اَكْثَرَ اَوْ اَقَلَّ  
 سورہ المؤمن کن ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔ ۸۵ آیتیں، ۹ رکوع

## حَمْدٌ ۙ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۙ غَافِرٌ

ما۔ یم سہ اُتاری گئی ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے اے گناہ بخشنے والا  
 اے تم حروف مقطعات میں سے ہے ان کی وضاحت پہلے گزری چکی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سورت کا نام ہے بعض کے  
 نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

قال عكرمة قال النبي صلى الله تعالى عليه واله وسلم حم اسم من اسماء الله تعالى وهي مفااتيح  
 خزائن ربك (قرطبي)

علامہ اسماعیل حنفی اس ضمن میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اس کے فرائض میں کسی خزانہ کی کنجی ہوا کرتا ہے۔ جب کوئی  
 شخص کسی اسم الہی کا ورد کرتا ہے تو اس شخص کی رُوح اور اس اسم میں ایک خاص مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔ جو رفتہ رفتہ بند  
 کوزات خدادندی کے قریب کر دیتی ہے۔ اس وقت اس بندہ پر انوار الہی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اور حسب استعداد وہ  
 فیضان حاصل کرتا ہے۔ فحیث یتجلی له الحق سبحانه من مرتبة ذلك الاسم ویفيض علیه ماشاء بقدر  
 استعدادہ وكل اسمائه تعالی اعظم عند الحقيقة۔ (روح البیان)

اے تنزیل مصدر ہے لیکن مثل (اسم مفعول) کے معنی میں ہے۔ تنزیل مصدر لکن المراد منه المنزل (کسب)۔  
 اس کی ترکیب میں متعدد اقوال ہیں یہ خبر ہے مبتدا ممدوف (هذ) کی یا حتم مبتدا ہے اور تنزیل اس کی خبر۔ یا یہ خود  
 مبتدا ہے اور من اللہ اس کی خبر۔

جن آیات میں یہ سورت نازل ہوئی کفار نے بہتان طرازیوں اور افتراء پردازوں کا ایک طوفان برپا کر رکھا تھا ہر طرح  
 کے جھوٹے الزامات لگانے کی ہم زوروں پر تھی۔ ذات پاک مصطفیٰ علیہ الطیب التیجہ وامل الشاہ کی ذات اقدس پر اور سلاوی  
 عقائد پر اعتراضات کی برہمچاڑ شروع تھی۔ اس جھوٹے پراپیگنڈہ سے کفار لوگوں کی توجہ اسلام سے ہٹانے کی کوشش میں دُرُود  
 مصروف تھے۔ اس لیے اس سورت کا آغاز استقر برجلال اور پُر شکوہ انداز سے کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ ہمدن گوش بن کر اس کی  
 طرف متوجہ ہوں۔ بتایا جا رہا ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف شدہ نہیں تاکہ اس میں طرح طرح کی خامیوں کا احتمال ہو، بلکہ  
 یہ آسمان سے نازل ہوئی ہے اور اس کا اُتارنے والا خداوند ذوالجلال ہے جو عزیز ہے یعنی سب سے زبردست اور سب پر غالب بار  
 علیم ہے یعنی ماضی، حال، مستقبل اس کے علم کے سامنے یکساں ہیں۔ وہ ہر چھوٹی بڑی ظاہر و خفی چیز کو جاننے والا ہے وہ کتاب  
 جو آسمان سے اُتری ہو۔ اور اس کا اُتارنے والا ان عظمتوں اور قدرتوں کا مالک ہو۔ وہ کتاب اس قابل ہے کہ اُسے توجہ سے سنا

## الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَكَرَالِ

اور توبہ قبول فرمائے والا ستم سخت سزا دینے والا ستم فضل و کرم فرمانے والا ہے شی نہیں کوئی بڑا

ہلئے خوب سمجھا جائے اور اس کے ارشادات کو تسلیم کیا جائے۔

۳ قرآن نازل فرمانے والے خداوند قدوس کی چند دوسری صفات بیان کی جا رہی ہیں۔

سورہ زُمر کے آخر میں کفار کے ہوناک انجام کا ذکر کیا گیا تھا اب اپنی منفرت و رحمت کی زبردست گواہیوں کے انصاف سے نکالا جا رہا ہے۔ وہ غافر الذنب ہے یہی گناہوں کی پردہ پوشی فرمانے والا ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی بدکار ہو جب وہ اس کے دربار میں ندامت و شرمندگی کی تسامح لے کر آجاتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ دیتا ہے کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس نے کبھی کوئی گناہ یا قصور کیا تھا۔

قابل التوب، یعنی جب کوئی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی ساتھ سرکشوں کے باعث اپنے باپ کرم سے متکا نہیں دیتا بلکہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے گناہوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ توب : مصدر ہے تاب توب کا۔ اس کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا، لوٹنا۔ اور اہل شریعت نے توبہ کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے :

والتوبة في الشرع ترك الذنب ليقبحه والندم على ما فرط منه  
والعزيمة على ترك المعاودة وتدارك ما امكته ان يتدارك من الاعمال  
بالاعادة (دُوح البیان)

یعنی شریعت میں توبہ ان چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے کہ گناہ کو قبح سمجھتے ہوئے پھوڑے جو فرورگراشت اس سے پہلے ہو چکی ہے اس پر دل سے شرمسار ہو۔ دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور جہاں تک ممکن ہو برگشتہ اعمال کا تدارک کرے۔

غافر اور قابل کے درمیان واؤ عطف ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ صفتیں ہیں، وہ توبہ کرنے والے کی توبہ بھی قبول کرتا ہے اور جو توبہ نہیں کرتے وہ اتنا کریم ہے کہ جس کو چاہتا ہے توبہ کے بغیر بھی بخش دیتا ہے کیونکہ توبہ کے بغیر بخشش میں اس کی شان کریمی کا غمور زیادہ ہے اس لیے غافر الذنب کو پہلے ذکر کیا۔

۴ اس کا عذاب بھی بہت شدید ہے جب پکڑتا ہے تو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ یہاں شدید عقاب کی صفت مقدم ہے۔

۵ طویل کہتے ہیں فضل و انعام کو۔ الطویل بالفتح : المن یتال منه طال علیہ و تطول علیہ اذا امتن علیہ (صحاح) ابن منظور نے اس کا معنی قدرت بھی لکھا ہے۔

ذی الطول اعم ذی القدرۃ (لسان العرب)



# إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ

اس کے سوا سب اس کی طرف رسیں، ٹوٹتا ہے۔ یعنی نہیں تنازعہ کیا کرتے اللہ کی آیتوں میں

۱۔ جو ذات ان صفات جلیلہ کاملہ کی مالک ہے وہی عبادت کے لائق بھی ہے اس کے سوا نہ کوئی ان صفات جلیلہ متصف ہے اور نہ کوئی مجبور بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔

۲۔ اس میں اطاعت گزاروں کے لیے شرف ہے اور عاصی نافرمانوں کے لیے سزا ہے۔

علمائے تفسیر نے یہاں بڑا روح افزا اور بصیرت افروز واقعہ بیان کیا ہے اس کا یہاں لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ شام کا ایک آدمی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اس کی پارسائی، تقویٰ اور دین کے لیے اس کی محبت کے باعث شام اس کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتے تھے شام سے ایک آدمی آیا۔ آپ نے اس سے اپنے دوست کی خیریت دریافت کی اس نے بتایا کہ وہ توبہ ہو گیا ہے۔ شراب پیتا ہے، گانا سنتا ہے اور وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ سن کر آپ کو از حد رنج ہوا فرمایا جب آپس جانے لگو تو مجھے بیٹے جانا۔ روانگی کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے کاتب کو بلا دیا اور فرمایا لکھو:

”من عمر بن الخطاب الی فلاں سلام علیکم فانی احمد ینک اللہ الذی لا الہ الا هو حاضر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی العول لا الہ الا هو الیہ المصیر۔“

ترجمہ: یہ خط عمر بن الخطاب سے فلاں شخص کی طرف۔ تم پر سلام ہو میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جو وحدہ لا شریک ہے گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا۔ بڑی قدرت والا اس کے بغیر اور کوئی مجبور نہیں۔ اسی کی طرف سب نے ٹوٹا ہے۔“

پھر خود بھی اس کی ہدایت کے لیے دُعا مانگی اور حاضرین مجلس سے بھی اس کے لیے دُعا منگوائی اور یہ خط اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ یہ میرے دوست کو بچا دینا۔ جب اس دوست نے خط پڑھا تو اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا۔ رہتا تھا اور خط کو بار بار پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی فسق و فجور کی زندگی ترک کر کے اطاعت و انقیاد کی زندگی بسر کرنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس کی توبہ کی اطلاع ملی تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرماتے گئے: ہکذا فاصنعوا اذرا بیتہ اذرا نکمزل ذلۃ فسدوہ ووقفوہ وادعوا للہ لہ ان توب علیہ ولا تکونوا اعوانا للشیاطین علیہ۔ یعنی تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ راہ راست سے اس کا قدم پھسل گیا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کر دو۔ اسے سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کرو۔ اس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہنا شروع کر دو گے اس پر طعن و تشنیع کے تیرے سارے گمگے توبہ اپنی ضد پر تپتا ہو جائے گا اور اسے اپنی عزت نفس کا سوال بنا کر گرا ہی میں دُور نکل جائے گا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ! دعوت وارشاد اور تبلیغ و اصلاح کا کیا حکیمانہ انداز ہے۔



كُفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقْلِبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ كَذَبْتَ قَبْلَهُمْ قَوْمٌ

کافر شہ پس نہ دھوکہ میں ڈالے تمہیں ان لوگوں کا (بڑے کڑے کڑے سے) آنا ہانا مختلف شہروں میں جہ جھٹلا یا تھا ان سے پہلے قوم

نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

نوح نے اور کئی دوسرے گروہوں نے ان کے بعد۔ اور قصد کیا ہر امت نے اپنے رسول کے مستحق

لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتَهُمْ

کہ اسے گرفتار کر لیں اور جھگڑتے رہے اس کے ساتھ، ناحق تاکہ جھٹلا دیں اس کے ذریعہ حق کو پس میں نے پکڑ لیا انہیں۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ

پس کتنا شدید تھا میرا عذاب سزا اور اسی طرح واجب ہو گیا اللہ کا فیصلہ

شہ بحث و محاورہ کی افہام و تفہیم کے لیے، کوئی مشکل مسئلہ حل کرنے کے لیے کسی غلط فہمی کے ازالہ کے لیے اور حکمین حق کے استحقاق کا جواب دینے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ بحث و محاورہ سخن ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور قرآن میں اسے بجا دہندہ بالنتیجہ ہی احسن فرمایا گیا ہے لیکن ایسا جہاد اور مناظرہ جس سے مقصد فضول شبہات پیدا کر کے حق کو شکوک کرنا، آیات الہی میں باہمی تناقض ثابت کرنا، ان کی تضعیف کرنا یا ان کی ایسی تاویل کرنا جس سے دوسری آیات کی نفی ہوتی ہو۔ ایسے جہاد کی جرات صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدا اور رسول پر ایمان نہ ہو، مشرکین کلمہ کا دن رات یہی فعل تھا، وہ قرآن کے بیان کردہ عقائد کو غلط ثابت کرتے۔ ایک آیت کو دوسری آیت سے متضاد ثابت کرتے، طرح طرح کے شکوک و شبہات کا غبار ارا کر حق کے حمن و جہال کو مستور کرتے۔ ان کی اس نازیبا اور غیر شائستہ حرکت پر انہیں سزاؤں کی جارہی ہے۔

۹ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا کہ اگر واقعی یہ حق کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کہ جھٹلاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو تباہ و برباد کیوں نہیں کر دیتا۔ یہ کیوں بڑے کڑے کڑے سے کہی اپنے تجارتنی قافلے کے شراب کی طرف اور کبھی یمن کی طرف جارہے ہیں اور ہر بار دولت و ثروت کے ڈھیر سمیٹ کر واپس آتے ہیں۔ ارشاد ہے: اے دیکھنے والے! تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ہم نے کچھ عرصہ کے لیے انہیں مصلحت دے رکھی ہے۔ اگر انہوں نے اس مصلحت سے فائدہ نہ اٹھایا تو ان کی تباہی یقینی ہے۔ خدا کا عذاب آنے کا اور ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دے گا۔

۱۰ ان سے پہلے بھی کئی بد بخت قوموں نے یہ وثیرہ اختیار کیا۔ انہوں نے اپنے رسولوں کو اپنا قیدی بنانے کے منہمکے بننے اور غلط طریقوں سے ان کے ساتھ جھگڑتے رہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ حق کو مٹا دیں گے لیکن ہمارے عذاب بننے



تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقَهْمُ عَذَابِ الْحَيِّمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ

انہیں جنوں نے (کفر سے) توبہ کی ہے اور پیروی کی ہے تیرے راستہ کی اور بچائے انہیں عذابِ جہنم سے ۱۱ لے لے جاے رب! داخل فرما

جَدْتِ عَدْنِ الْاِثْمِ وَعَدْتُهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ابَائِهِمْ وَ

انہیں سدا بہار باغوں میں جن کا قرآن سے وعدہ فرمایا ہے اور جو قابلِ بخشش ہیں ان کے والدین ۱۲

اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱۱ وَقَهْمُ

ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے۔ بچیک توبہ کی سبب زبردست داور حکمت والا ہے ۱۳ اور بچائے انہیں

۱۱ اصل عبارت یوں تھی وسعت کلا شئی رحمتک وعلیک یعنی تیری رحمت اور علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے لیکن اس کے بجائے وصفت فرمایا کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ ذاتِ باری سراپا رحمت اور سراپا علم ہے۔ اور یہاں علم سے رحمت کو مقدم کیا کیونکہ بخشش کا ذکر ہو رہا ہے۔ آدابِ دعا میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف و تجید کی جائے پھر حمد باری کے بعد اس رحیم و کریم کے حضور دستِ سوال دراز کیا جائے۔

۱۲ یہاں ملائکہ کی دعا کا ذکر ہو رہا ہے۔ الٰہی کیونکہ تیری رحمت کا دامن بڑا وسیع ہے اس لیے قرآن کی توبہ کو قبول فرمائے الٰہی جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے نبی کے بتائے ہوئے راستہ پہلے ان کو بخش دے اور انہیں عذابِ جہنم سے بچائے اور انہیں جنتِ عدن میں داخل فرما۔

۱۳ الٰہی! ان کے ماں باپ، اندراج اور اولاد کو بھی بخش دے جو مغفرت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بخشنے جانے کے قابل ہیں بخشش اور مغفرت کا وہی تھی جو ایماندار ہو۔ ان لوگوں کا متعلق، عابد اور زاہد ہونا ضروری نہیں کیونکہ ایسے لوگ قرابتِ خود بخش دیتے ہیں ان کو اپنی بخشش کے لیے اپنی اولاد یا والدین کے سارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ علامہ پانی پتی کہتے ہیں: لعل المراد بالصلاح لہبنا نفس الایمان۔ یعنی یہاں صلاح کا معنی صرف ایمان ہے۔ کیونکہ انسان جب صفتِ ایمان سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ بخشش کے لائق ہو جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ بات ہم نے اس لیے کہی ہے تاکہ مسطور علیہ مسطور علیہ میں تغایر یا ایمانے۔ یہاں بھی صلح سے مراد زہد، تقویٰ اور نیکی ہو تو پھر یہ الذین تابوا کے نعرہ میں داخل ہونگے ان کو علیحدہ ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ امام بغوی سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں ہیں، میری بیوی کہاں ہے؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے اس لیے وہ یہاں موجود نہیں۔ تو وہ غیبی جواب میں کہے گا کہ میں اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کیا کرتا تھا پھر کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کرو۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے



السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۗ وَذَلِكَ

سزاؤں سے شلہ اور جس کو توبہ بچالے سزاؤں سے اس دن تو گویا تو نے بڑی رحمت فرمائی اس پر اور یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ

بہت بڑی کامیابی شلہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں نیرادی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی (مقت سے)

أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۗ

بیزاری بہت زیادہ ہے اس بیزاری سے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے (یاد ہے) جب تم بلائے جاتے ایمان کی طرف تو تم کفر کیا کرتے تلو

قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا أَثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا

وہ کہیں گے اسے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا پس اب ہم اعتراف کرتے ہیں سچے کہ ہا

فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۗ ذَلِكُمْ بِأَنَّكُمْ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ

کا۔ سو کیا (یہاں سے) نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے! شلہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بھارا جاتا اللہ تعالیٰ کو اکیلا تو تم

حکم میں ہے۔ اس سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں صُغً سے مراد نفس ایمان ہے۔ (منظری)

شلہ سیئات کا ایک معنی عقوبات کیا گیا ہے یعنی الہی ان کو ہر قسم کی سزاؤں سے بچا۔ اور اس کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ الہی دنیا میں ان کو گناہوں اور اعمال قبیحہ سے بچا۔ خود ان کی نگہبانی فرما اور نفس و شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ رکھ۔

شلہ پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ قیامت کے روز جن کو تو عذاب سے بچالے ان پر تو نے رحمت فرمائی۔ دوسری صورت میں معنی ہوگا کہ اس دنیا میں جن کو تو نے گناہوں سے محفوظ رکھا ان پر تو نے بڑا احسان فرمایا۔ فرشتوں کے دل میں ہمارے لیے خلوص اور خیر خواہی کے یہ پاکیزہ جذبات کیونکر پیدا ہوئے اس کی وجہ محض ایمان ہے۔

شلہ قیامت کے دن کفار کو جب جہنم رسید کر دیا جائے گا اس وقت انہیں اپنی حماقتوں کا احساس ہوگا اور انہیں اپنے آپ پر براخشاہ آئے گا اپنی قتل فہم پر نغمیں بھیجیں گے اور اپنی ہٹ دھرمی کو کہیں گے اور بڑے تھک و تاب کھائیں گے فرشتے ان کی حالت دیکھ کر انہیں کہیں گے کہ تمنا غصہ آج تمہیں اپنے آپ پر آ رہا ہے گل دنیا میں جب اللہ تعالیٰ کا ارسل اور اس کے نیک بندے تمہیں کفر و شرک سے باز رکھنے کی مخلصانہ کوشش کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی آتش غضب بھڑکتی تھی اور اس کو اس سے کہیں زیادہ غصہ تم پر آتا تھا۔ شلہ کفار کہیں گے دو مرتبہ تو نے ہمیں موت کا مزہ چکھایا اور دو مرتبہ زندہ کیا۔ دو دوزخوں اور دو زندگیاں کا ذکریلے



كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرِكْ بِهِ تُوَيْدُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝ هُوَ

انکار کر دیتے اور اگر شریک بنایا جاتا کسی کو اس کا تو تم مان لیتے ۱۲۲۔ پس حکم کا اختیار اللہ کے لیے ہے جو بڑا بڑا اور بزرگ ہے ۱۲۲۔

الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ

وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی آیتیں ۱۲۳۔ اور نازل فرماتا ہے تمہارے لیے آسمان سے رزق ۱۲۳۔ اور نہیں نصیحت

إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ

قبول کرتا مگر وہ جو اللہ کی طرف ہرجوع کرنے والا ہے ۱۲۴۔ تو عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو

پارہ میں گزر چکا ہے۔ کیف تکفرون باللہ وکنتہما سواما فاحیا کہ تہم بیئکم تہم یحییکم تہم الیہ ترجعون۔ کفار کو جب دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں گے اور تسلیم کریں گے کہ حیات بعد الموت جس کا آج تک وہ گناہ کرتے رہے عین حق ہے۔ اعتراف گناہ کے بعد پوچھیں گے کہ کیا اب اس دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے۔ جواب ملے گا نہیں بالکل نہیں اب تمہیں یہیں رہنا پڑے گا۔

۱۲۲۔ یہ کس جرم کی سزا ہے کیا تم جانتے ہو؟ یہ اس جرم کی سزا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا جاتا تو تم اسے ماننے سے انکار کر دیتے اور اس کے ساتھ جب تمہارے مہبودان باطل کو شریک ٹھہرا یا جاتا تو تم فرما اس بات کو تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ خدا کی توحید کے انکار کی یہ سزا ہے جس میں تم مبتلا ہو۔

۱۲۳۔ تمہارے متعلق فیصلہ کرنے کا اعلیٰ اختیار اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے تمہارے وہ مہبود جن کو تم بڑے اصرار سے خدا کا شریک بنایا کرتے تھے وہ اس خدا کی فیصلہ میں رد و بدل کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہیں اس لیے نہیں بننے کا کہ تم اس ایمان ہی نہیں لائے اور جب بھی اس کی توحید پر ایمان لانے کی تمہیں دعوت دی گئی، تم فرما پھر جاتے تھے اور جن خداؤں کی پوجا میں تم مگن رہا کرتے تھے ان کا آج کوئی بس نہیں چلتا، بلکہ آج قرآن کا نام و نشان تک بھی نہیں ملتا۔ اس لیے اب تمہارے خداؤں کی کوئی صورت نہیں۔

۱۲۴۔ یعنی وہ نہیں ایسی نشانیاں دکھاتا ہے جن کے دیکھنے کے بعد اس کی وحدانیت، اس کی حکمت بالغہ، قدرت کاملہ اور علم محیط کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔

۱۲۵۔ اس کی وحدانیت اور اس کی حکمت کی ایک واضح نشانی بیان کر دی۔ رزق سے مراد یہاں بارش ہے۔ رزقا ای مطرا یکون سبھا لرزقک فہ۔ اگر اسی ایک نشانی پر غور کیا جائے تو سارے مجاہد اٹھ جاتے ہیں۔

۱۲۶۔ لیکن اس سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں رجوع الی اللہ کا جذبہ موجود ہو۔

## الْكَافِرُونَ ۱۱ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ

اگرچہ ناپسند کریں کفار ۱۱ بلند درجات پر فائز کرنے والا، عرش کا مالک ۱۱ نازل فرماتا ہے وحی اپنے فضل سے

## عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۱۲ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۱۳

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ۱۲ تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے ۱۳ وہ دن جب وہ ظاہر ہونگے ۱۳

۱۱ کفار نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنایا، ان کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ تم یہ غلطی بگڑنا کرنا۔ فقط اسی کی عبادت کرنا اور اپنے متبیہ میں شرک کی ذرا آمیزش نہ ہونے دینا، کھار کی برہمی اور ناراضگی کی قطعاً پروا نہ کرنا۔ اگر اس غلطی کا ارتکاب تم نے بھی کیا تو تمہارا انجام بھی بڑا اندوہناک ہوگا۔

۱۲ اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی مزید تین صفات کمال بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ (۱) رفیع الدرجات یعنی وہ اپنی مخلوق کے مراتب و درجات کو ان کی طبعی استعداد اور ان کے عرصہ و ہمت اور سی ہیوم کے مطابق یا محض اپنی جوود عطا سے بلند فطرت سے ہے۔ اس صورت میں رفیع یعنی رافع ہوگا اور اگر رفیع یعنی مرتفع ہو تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی شان سب سے اونچی ہے کوئی چیز کسی حیثیت سے اس کی ہم سہری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ (۲) ذو العرش: وہ عرش کا مالک ہے یعنی عالم اسماں کی فرمانروائی کا تخت اس کے تصرف میں ہے۔ ہر چیز اس کے فرمان کے مطابق نمودار پذیر ہو رہی ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی پتہ جنبش نہیں کر سکتا۔ کوئی ذرہ اپنی جگہ سے سرک نہیں سکتا۔ زندگی اور موت، عزت و ذلت، صحت و بیماری، مغرب و شروت سب اس کی شان ربوبیت کی جلوہ نمایاں ہیں۔ (۳) یلقی الروح: روح اور جہاں وحی ہے یعنی جس طرح آسمان سے بارش اتار کر انسان کی مادی زندگی کے تقاضوں کی تکمیل کی گئی ہے۔ ہر چیز کو اس کی طبیعت، مزاج اور ضرورت کے مطابق مدد ہم پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی اخلاقی، روحانی ترقی اور نشوونما کے لیے اللہ تعالیٰ وحی نازل فرماتا ہے۔

۱۳ حضرت ابن عباس نے جو امرہ کا معنی من فضلكہ کیا ہے۔ (مظہری) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو بچن لیتا ہے اور اس پر وحی نازل کرتا ہے۔ کسی پر وحی کا نزول محض اس کا فضل و کرم ہے۔

۱۴ انبیاء کرام کو وحی سے سرفراز کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خواب غفلت سے بیدار کریں اور انہیں غلط روی کے عبرتناک انجام سے بروقت خبردار کریں۔ یوم التلاق سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ اگلے پچھلے سب وہاں ملاقات کریں گے۔ ۱۵ سب قبروں سے نکل کر دست بستہ بارگاہِ خداوند ذوالجلال میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا ظاہر و باطن عیاں ہوگا۔ بڑے بڑے تاجدار، کشور کشا، فاتح عالم بڑے بڑے فرعون و فرود جو آنا رکبہ الاعلیٰ کا نفاذ بجا کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے چنگیز اور ہلاکو وہاں کھڑے ہوں گے اس وقت اعلان کیا جائے گا۔ لمن الملك الیوم: اے سرکشو! اے منکبرو! بتاؤ آج فرمانروائی کس کی ہے۔ بہر طرف ستارنا طاری ہو جائے گا۔ بہر طرف خاموشی اور سکوت ہوگا۔ کسی کو ہمت نہ ہوگی

لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ

پر شیدہ نہ ہوگی اللہ تعالیٰ پر ان کے حالات سے کوئی شے کس کی بادشاہی ہے آج؟ کسی کی نہیں، صرف اللہ کی جو وحدہ

الْقَهَّارِ ۱۵ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظَلَمَ الْيَوْمَ

(اور) قہار ہے۔ آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کیا تھا۔ ذرا ظلم نہیں ہوگا آج

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۱۶ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَتِ إِذِ الْقُلُوبُ

بلیک اللہ تعالیٰ بہت تیزی سے حساب لینے والا ہے۔ اور آپ ڈرائیے انہیں قریب آنے والے دن کے لئے جب کہ دل گلے میں ایک

لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاطْمِينٍ ۱۷ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ

جانبیں کے خوف و دہشت سے بھرے ہوئے آئے نہ ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ ایسا سفارشی آئے۔ جس کی

کہ جواب دے سکے خود ہی خالق کائنات جواب دے گا۔ اللہ الواحد القہار۔

۱۵ اللہ تعالیٰ اپنے صیب کریم کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو جہول قیامت سے ڈرائیے تاکہ وہ توبہ کریں اور اس روز شدید عذاب سے بچ جائیں۔ آزفت کا معنی ہے بہت جلد آنے والی۔ قرآن مجید میں متعدد بار قیامت کے بارے میں یہی بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ وہ بالکل قریب آتی ہے۔ اس کے آنے میں دیر نہیں۔ تصدیق ہے کہ لوگ ابھی سے اس کی تیاری شروع کر سکیں۔ ایک موضوع کیے بغیر اپنے عقائد کی درستی، اخلاق کی اصلاح کا اہتمام شروع کریں۔

۱۶ قیامت کی ہولناکی اور شدت کی تصویر کشی کی گئی ہے یعنی اس دن ہولناک مناظر کو دیکھ کر لوگوں پر اتنی دہشت اور خوف طاری ہوگا کہ دل پہلو سے اچھل کر گلے میں اٹک کر رہ جائیں گے۔ نہ اپنی جگہ پر واپس ہا سکیں گے تاکہ سکون نصیب ہو اور نہ گلے سے باہر نکل سکیں گے تاکہ رشتہ حیات منقطع ہو اور قصہ ختم ہو جگہ گلے میں اٹکے رہ جائیں گے نہ موت آئے گی کہ جان چھوڑے اور نہ ویسے آرام و سکون ہوگا۔

۱۷ ایسے مشکل وقت میں کوئی بگری دوست انہیں نظر نہیں آئے گا جو ان کا غم غلط کرے یا ان کے بوجھ کو ہلکا کرے اور نہ کوئی ایسا سفارشی انہیں ملے گا جس کی شفاعت بارگاہ الہی میں قابل قبول ہو۔

ان لوگوں نے دنیا میں بڑے بڑے لوگوں سے یار ملنے کا نظیہ تھے کہیں اس دن کوئی یاران کے نزدیک تک سے گزرا بھی روا نہ رکھے گا۔ یہ بتوں کی پوچھا ذوق و شوق سے اس لیے کیا کرتے تھے کہ قیامت اگر آجی گئی اور انہیں دھرجی دیا گیا تو یہ بت ان کی سفارش کریں گے اور ان کو آتش جہنم سے نکالیں گے، لیکن ان بے چارے بتوں کو تو لب کشائی کی جرأت ہی نہ ہوگی۔ وہ اس



يُطَاعُ ۱۰ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۱۱ وَاللَّهُ

سفاہش مانی جائے۔ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور ان باتوں کو جنہیں سینے چھپائے ہوئے ہیں اللہ اور اللہ

يَقْضِي بِالْحَقِّ ۱۲ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ

فیصلہ فرمائے گا حق کے ساتھ ۱۲ اور جنہیں وہ اللہ کے بغیر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں

بِشَيْءٍ ۱۳ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۱۴ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي

کرتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ کیا انہوں نے یروسیاحت نہیں کی

الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ ۱۵

زمین میں تاکر وہ دیکھتے کر کیا انجام ہوا ان لوگوں کا

۱۰ ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔

۱۱ اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے ظالموں کی کوئی حرکت کوئی حرکت پرشیدہ نہیں بلکہ اس کو تو ان کی آنکھوں کی خیانت اور بیانی

کا بھی علم ہے اور ان کے سینوں کے پوشیدہ رازوں سے بھی وہ خوب واقف ہے۔

۱۲ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے آگاہ ہے اس لیے اس کا فیصلہ برحق ہوگا اور کفار کے مہبودان باطل جو اندھے بہرے

جاہل بلکہ بے جان پتھر یا دھات کے مجھے ہیں وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

۱۳ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ رسول انہیں عرصہ سے دعوت حق دے رہا ہے۔ اپنی دعوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے طر طرح

کے شواہد اور معجزات پیش کر رہا ہے لیکن یہ لوگ پندہ درگوش ہیں اور اخلاص بھری دعوت کو لائن التفات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ بیخیال

کرتے ہیں کہ ان کے یہ مشاطہ سدا یوں ہی رہیں گے، ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے جویرہ عرب کے جس علاقے میں ان کا گزر

ہوتا ہے لوگ فرط عقیدت سے اپنی آنکھیں فرس راہ کر دیتے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ اس نبی کی دعوت کو قبول کریں جس

کا لباس پٹھا ہوا ہے جس کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ جس کے ماننے والوں کو وہ مار مار کر ادھ مٹا کر دیتے ہیں اور ان سے باڑپڑیں

کی جرات بھی کسی کو نہیں ہوتی۔

۱۴ اس آیت سے ان کی غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ تم دنیا میں پہلے لوگ تو نہیں ہو جنہیں یہ جاہ و حشرت، دولت و ثروت

میراثی ہو اور جنہیں بے کس و بے فدا لوگوں پر جوہرہم کی کھلی چھٹی ملی ہو۔ تم سے پہلے بھی یہاں صد ہا تو قریں آباد رہی ہیں جو دولت

وقت میں تم سے کہیں زیادہ تھیں ان کے بنائے ہوئے فلک بوس مملکت۔ پہاڑ کی مانند مستحکم قلعے، ان کے بسائے ہوئے شہر



كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ

وہ قوت کے لحاظ سے بھی ان سے طاقتور تھے اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے بھی۔ تو کچرا یا انہیں اللہ تعالیٰ

بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۷﴾ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ

لئے ان کے گناہوں کے باعث اور نہیں تھا ان کے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا۔ یہ اس لیے کر لے کر آتے رہے ان کے

تَأْتِيهِمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ

پاس ان کے رسول روشن نشانیاں تو انہوں نے (ہر بار) ماننے سے انکار کر دیا پس کچرا یا انہیں اللہ نے بے شک وہ بڑا طاقتور

شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۳۸﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۳۹﴾

سخت سزا دینے والا ہے۔ اور بیک جیجا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانوں اور روشن سزا کے ساتھ۔ ۳۹

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذِبٌ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا

فرعون، ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا (یہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے

ان کے گلے ہوئے باغات کے نشانات آج بھی گلے جگہ موجود ہیں اور ان کی عظمت و شوکت کی گواہی دے رہے ہیں اور تم جب اپنے تجارتی کارخانوں کے مختلف ممالک میں جلتے ہوئے بھی ان اہل سے ہوئے مفلوں اور ستیوں کے کھنڈرات کو دیکھا ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ انہیں کیوں تباہ و برباد کر دیا گیا؟ انہوں نے بھی تمہاری روشن نشانیوں کی تہمتی۔ انہوں نے بھی اپنے نبیوں کی دعوت کو ٹھکرایا تھا اور وہ فسق و فجور اور بے راہروی کے خوگر ہو گئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر بھڑکا اور انہیں خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا۔ اس وقت انہیں بچانے کے لیے کوئی سامنے نہ آیا۔ یاد رکھو! اگر تم نے بھی اس روش کو ترک نہ کیا تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا اس وقت کوئی بھل، کوئی منات تمہیں بچانہ سکے گا۔

۳۷ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے حضرت موسیٰ اور فرعون کے حالات بیان فرما رہے ہیں کہ جو الزامات کفار حضور پر لگاتے ہیں اسی طرح کے الزامات فرعون اور اس کے ذریعوں نے ایک جلیل القدر رسول پر لگائے تھے، لیکن آخر کار الزام لگانے والے کفر کرنے والے بائیں شمت و جاہ بیٹ گئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بے لواطم کو کامیابی حاصل ہوئی۔ بعینہی ہی حال کفار کہ کا بھی ہوگا۔

آیات سے مراد وہ نو معجزات ہیں جن کا ذکر لفظ آیتنا، موسیٰ تسع آیات بیانات کے ضمن میں پہلے گزر چکا ہے۔

جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا

موسیٰ نے کرآنے ان لوگوں کے پاس حق ہمارے ہاں سے۔ تو انہوں نے کہا کہ قتل کر ڈالو ان لوگوں کے بچوں کو جو ان کے

مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝۳۰

ساتھ ایمان لائے اور زندہ چھوڑ دو ان کی لڑکیوں کو شکہ اور نہیں ہے کافروں کا ہر کمر عمر راجحکان اللہ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِيْٓ اَقْتُلْ مُوسٰى وَلْيَدْعُ رَبِّيْٓ اِنِّىْٓ اَخَافُ

اور فرعون نے (جھنجھلا کر) کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ بلائے اپنے رب کو (اپنی مدد کیلئے) اللہ مجھے اندیشہ

اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفُسَادَ ۝۳۱ وَقَالَ

ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین بدل نہ دے یا فساد نہ پھیلا دے ملک میں۔ ۳۱ اور موسیٰ (علیہ السلام)

سلطان مبین، حجۃ واضحہ بتیہ یعنی واضح اور روشن دلیل اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرأت ہے۔

۳۰ اہل باطل جب دلیل و برهان کے میدان میں نریق ہو جاتے ہیں تو وہ جھوٹے الزامات پر اتر آتے ہیں۔ اور بہتان تراشی کا شیوہ اختیار کرتے ہیں یہی حال فرعون اور اس کے امراء کا ہے۔

۳۱ جب موسیٰ علیہ السلام دین حق کے کران کے پاس آئے اور اپنی صداقت اور اپنے دین کی حقانیت کو براہین قاطعہ سے ثابت کر دیا تو ان لوگوں نے آپ کو جادوگر اور جھوٹا ماننا شروع کر دیا۔ اس سے بھی جب بات نہ بنی تو تشدد پر اتر آئے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کی نسل کشی کی جائے، بچے مار ڈالے جائیں، لڑکیاں زندہ رہنے دی جائیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کی عددی قوت ختم ہو جائے گی اور وہ کسی طرح ہمارے لیے خطرہ کا باعث نہ بنے گی۔ لیکن ان کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئی۔

۳۱ کیا پیارے الفاظ ہیں، و ما کید الکافرین الا فی ضلال، یعنی انہوں نے تو یہ منصوبہ موسیٰ علیہ السلام کو کر دیا کہ قتل کرنے کے لیے اور آپ کی دعوت کو بے اثر بنانے کے لیے سوچا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی یہ چال سیدھی راہ سے بیک گئی اس لیے مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ۳۱ فرعون ٹھنی جگہ جاتے ہوئے کہتا ہے کہ لے ایمان منکبت، اگر تم مجھے کچھ نہ کہو تو میں تمہارے دین میں موسیٰ کی کام تمام کر دوں۔ مجھے تو تمہاری رائے کا پاس ہے اور میں اسے کچھ نہیں کہتا۔ گویا موسیٰ علیہ السلام پر آمرانہ حکومت کی پاسداری کی وجہ سے اب تک ہاتھ نہیں اٹھایا گیا۔ حالانکہ فرعون دل میں ڈر رہا تھا کہ اگر اس نے زیادتی کی تو کہیں موسیٰ کا ڈنڈا اٹھایا بن کر آئے نہ جائے۔

۳۲ اپنی رعایا کو اپنی پالیسی کے بارے میں مطمئن کرنے کے لیے فرعون نے دو خطروں کا ذکر کیا۔ پہلی بات تو یہ بتانی کہ اگر تم

مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ

نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے پروردگار کی ہر اس تکبر کے شر سے جو روز حساب پر

يَوْمَ الْحِسَابِ ۚ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

ایمان نہیں رکھتا۔ اور کہنے لگا ایک مرد مؤمن جو فرعون کے خاندان سے تھا اور چھپائے

نے موسیٰ کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہ کی تو یہ تمہارے عقائد و نظریات کی عمارت کو منہدم کر کے رکھ دے گا۔ دوسری یہ بات ہے کہ اب تو تم بڑے امن و سکون اور خیر و عافیت سے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہو، نہ بیرونی حملے کا خطرہ ہے اور نہ اندرون ملک کوئی شورش برپا کر سکتا ہے۔ نیز بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں تمہارے غلام بنے ہوئے ہیں۔ تم انہیں جو حکم دیتے ہو اسے بجالاتے ہیں وہ ذرا سستی نہیں کرتے۔ اگر موسیٰ کی دعوت کو پذیرائی نصیب ہوگئی تو یاد رکھو نبوت کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ پہلے وہ اور منلوگ احوال لوگ تمہاری بالادستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ملک بھر میں جتنے و فساد کی آگ بھڑکا دیں گے۔ صلندی اور دوزخ اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ اس اُبھرتے ہوئے خطرہ کا آج ہی نکل طور پر اٹھنا دیکر دیا جائے۔ حقیقت میں اس کی ذات اور اس کا تخت شاہی خطرے سے دوچار تھا۔ وہ صرف مصریوں کا بادشاہ ہی نہ تھا بلکہ ان کا خدا بھی تھا۔ اس نے سوچا اگر موسیٰ علیہ السلام اپنی تبلیغ میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو لوگ اس کی خدائی کو ماننے سے انکار کر دیں گے۔ وہ صرف اللہ کی بندگی کو قبول کریں گے۔ نیز اس ظلم و ستم کی پھر اس حاکم قوم کو اجازت نہ ہوگی۔ دراصل دعوت موسوی سے اس کی ذات کو خطرہ لاحق تھا۔ عاصی موسیٰ کی ہیبت سے اس کا تخت کا منپ اٹھا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل پر اپنی قوم کو رضامند کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کی ذات اور اس کا اقتدار سلامت رہے لیکن ایک چالاک اور شاطر سیاست دان کی طرح ظاہر یہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ اقدامات قوم کے مذہب کی سلامتی اور ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ صد ہا سال پہلے فرعون جو چال مہل فرعون کی سیاست پر کراچ بھی حرف بھرتا اس کی تقلید کر رہے ہیں۔ جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ ان کی دھاندلیوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اور اس ظالمانہ نظام کو بدلنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ان عقل کے اندھوں کو یہ توفیق تو نہیں ہوتی کہ وہ اپنی غامیوں کی اصلاح کر لیں جو روز تم کا جو بازار انہوں نے گرم کر رکھا ہے اس کی جگہ قانون کی فرمانروائی بحال کریں۔ اٹا وہ لٹھے کے کران یک بندوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ان کو فساد، اقتدار کا جھوکا اور معلوم نہیں کن کن الزامات سے بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اللہ موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے اس منصوبہ کا علم ہوا تو آپ گھبرائے نہیں۔ پریشان نہیں ہوئے بلکہ آپ کی زبان سے وہی جملہ نکلا جو موسیٰ علیہ السلام جیسے بزرگ مدیہ رسول کے شایان شان تھا۔ ذرا باجھے اکیلا نہ سمجھو۔ مجھے اس ذوالجلال کی پناہ اور مدد حاصل ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی مالک ہے تم لکھ اس کی زندگی کا رشتہ توڑنا چاہو تم فرعون کو اپنا خدا سمجھتے رہو۔ تم حقیقت کو بدل نہیں سکتے۔ بندے پھر بھی تم اسی رب کے ہو جس کا میں بندہ ہوں میں نے ہر تکبر اور سرکش کے شر سے اس کے



إِيمَانَهُ اتَّقَتُلُونُ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ

ہوئے تھا اپنے ایمان کو کیا تم قتل کرنا چاہتے ہو ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے

بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ

ہذا مالاکہ وہ لے آیا ہے تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے (اسے اپنے حال پر بیٹے دو) اگر وہ حقیقتہً مجھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی گواہی

يَكُ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اس پر جوگی اور اگر وہ سچا ہوا اور تم نے اس کو گزند پہنچائی، تو ضرور پہنچے گا تمہیں عذاب جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ ہدایت

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ يَقَوْمَ لَكُمْ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ

نہیں دیتا اُسے جو سچے بڑھنے والا بہت جھوٹ ہونے والا ہو ۵ اے میری قوم! انا آج حکومت تمہاری ہے۔ (زیر قیام) علیٰ صل ہے

فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالِ

اس ملک میں (لیکن مجھے یہ تو بتاؤ) کون کچلے گا ہمیں خدا کے عذاب سے اگر وہ ہم پر آجائے ۶ (یہ سن کر) فرعون کہنے لگا

دا من رحمت میں پناہ لی ہوئی ہے تم میرا بال بھی بیکار نہیں کر سکتے۔

۵۔ قبلہ قریب کا ایک فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا لیکن اس نے اپنی قوم کو اپنے ایمان سے آگاہ نہیں کیا تھا۔

اس نے جب منکر فرعون حضرت کلیم کو قتل کرنے کا مشورہ بنا دیا ہے تو اس نے ان کو اس ارادہ سے باز آنے کی تلقین شروع کی۔

پہلے تو انہیں جھڑکا کہ تم موسیٰ کے درپے آزار کیوں ہو، اس نے تمہارا کیا فہم کیا ہے۔ اس نے کونسی قانون شکنی کی ہے جس سے اس لیے

تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اپنے عقیدہ کی حقانیت دلائل و معجزات سے

ثابت کر دی ہے تمہارا معاشرہ تو بڑا ترقی یافتہ ہے تم ان کے ذاتی عقیدہ میں کیوں دخل دیتے ہو۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑو۔

اگر بالفرض وہ غلط کہہ رہا ہے تو خود ہی کیفر کو وار کو پہنچ جائے گا۔ ہمیں اپنے ہاتھ اس کے ٹوسے سرخ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

۶۔ آج کل ہم بڑی عزت و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حکومت ہماری ہے۔ ہمارے اشارہ ابو پر لوگوں کی قسمتیں بدلتی

ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے فرمان سے سرتابی کرے۔ دولت، سامان، عیش و عشرت کی فراوانی ہے۔ ہم اس حالت کو بدلنا

نہیں چاہتے۔ ہماری پوری کوشش ہوتی چاہیے کہ یہ حالات برقرار رہیں اگر موسیٰ (نور ذی اللہ) مجھوٹے ہیں تو خدا مُسْرِفٌ کَذَّابٌ ہے

خود نپٹ لے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے اور ہم نے اسے قتل کر دیا تو یاد رکھو خدا کا غضب جوش میں آئے گا اور عیش و عشرت کی یہ



فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا آرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ

میں تو تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جس کو میں درست سمجھتا ہوں اور نہیں رہنمائی کرتا میں تمہاری نگرید سے

الرِّشَادِ ۚ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَئِذٍ أَخَافُ عَلَيْكُمْ قِتْلَ

راستہ کی طرف ۵۸۷ اور کہنے لگا وہی ایمان والا اسے میری قوم! میں ڈرتا ہوں کہ تم پر (وہی کہیں) اپنی قوموں کی

يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۚ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ

تباہی کے دن جیسا دن آجہائے ۵۸۸ جیسا حال ہوا تھا قوم نوح، عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو

مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِلْعِبَادِ ۚ وَيَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ

ان کے بعد آئے۔ اور اللہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم کرے اور اسے میری قوم! میں ڈرتا ہوں

عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۚ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ

تمہارے پاس میں پکار کے دن سے ۵۸۹ جس روز تم بھاگو گے پیٹھ پھیرتے ہوئے نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ کے خدا،

بساط اٹ کر رکھ دی جائے گی۔ اس لیے صلحت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم کوئی گنہگار نہ بنیں۔ اس کو اپنے حال پر چھوڑیں اور مفرودہ خطرات

سے حواس باختہ ہو کر کوئی ایسی غلطی نہ کریں کہ خدا کے عذاب میں یوں گرفتار ہو جائیں کہ نجات کھانے کی پھر کوئی صورت نہ رہے۔

۵۸۷ فرعون نے کہا کہ میں نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے میرے نزدیک وہ درست ہے اور میں تمہیں کسی راہ پر گامزن کرنا چاہتا

ہوں جس میں تمہاری جھلائی ہے۔

اس آیت کے پتہ چلتا ہے کہ فرعون مطلق العنان فرمانروا ہونے کے باوجود آج کل کے فرعونوں کی طرح تنگ مزاج اور کم ظرف نہیں تھا

کہ ادھر کسی نے مخالفت رائے دی جھٹل وہ غدار اور گردن زدنی قرار دے دیا گیا بلکہ وہ اختلاف رائے کو بڑے تحمل سے برداشت کرتا تھا۔

۵۸۸ اس مرد مؤمن نے جب دیکھا کہ اس کی پند و موعظت اثر انگیز نہیں ہو رہی تو اس نے مزید کھل کر گفتگو شروع کی اور گزشتہ

زمانوں میں اپنی بد اعمالیوں کے باعث تباہ و برباد ہونے والی قوموں کا ذکر شروع کر دیا اور فرمایا ان تباہ ہونے والی قوموں کے

حالات سے عبرت پکڑو اور اس غلط روش کو چھوڑ دو۔

۵۸۹ ذرا سا زلزلہ آجائے یا کوئی ناگمانی مصیبت آجائے تو اتنا شور و غل مچتا ہے کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی جب

لوگ بیکایک قیامت کی ہولناکیوں سے دوچار ہوں گے۔ قدموں کے نیچے زمین اٹھارے کی طرح تپ رہی ہوگی، اُدھر سے سُورج

مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ

سے کوئی بچانے والا نہ ہو اور جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں آ (۱) (۱) میری قوم ایک

يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۖ

آئے تمہارے پاس یوسف (موسیٰ علیہ السلام) سے پہلے روشن دلائل لیکر ہیں تم تک ہیں گرفتار رہے ہیں جو وہ لے کر گئے تھے اے

حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ

یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا شروع کر دیا کہ نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول اے یہی

يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ ۗ ۝ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

گمراہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جو حد سے بڑھنے والا ہو تاکہ کرنے والا ہوتا ہے (یہی گمراہ تراسے) انہیں جو جھگڑتے بستے ہیں

کی کرشمے آگ برسا رہی ہوں گی۔ سامنے دوزخ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ چاروں طرف سے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔ اس سراسیمگی کے عالم میں شور و غل کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے اس دن کہ یہی يوم التناد یعنی ایک دوسرے کو پھانسنے کا دن کہہ دیا۔

۱۱۰۔ لوگوں کی حالت کا نقشہ کھینچنا مبارک ہے۔

۱۱۱۔ پہلے جن قوموں کا ذکر ہوا وہ دور دراز علاقوں میں بسنے والی تھیں۔ اب اس نبی اور اس کے مشرکین کا ذکر ہوا ہے جو کچھ

عرصہ پہلے اسی ملک کے باشندے تھے۔ یوسف علیہ السلام کے نام سے کون ایسا مصری تھا جو واقف نہ تھا۔ ان کا دور حکومت مہدی

تاریخ کا وہ دور تھا جب کہ ہر طرف عدل و انصاف کا نور برسر رہا تھا۔ قانون کی بالادستی قائم تھی۔ غریبوں اور مفلوک الممالوں کی

اس طرح دلگیری کی جاتی تھی کہ سبحان اللہ! اس قوم اور شدید قحط کی چوہ دستیوں سے انہیں حضرت یوسفؑ کے حسن انتظام کے باعث

ہی پناہ ملی تھی۔ اس نبی اور عادل فرمانروا کے ساتھ اس کی قوم نے جو برتاؤ کیا مومن آل فرعون اس کا ذکر فرما کر انہیں تنبیہ کر رہا ہے

ان کی بے داغ سیرت، ان کے بے عدل نظام حکومت، ان کی عدل کشمی اور ان کی رعایا پروری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے

باوجود وہ ان کو نبی ماننے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ ان کی ساری ٹرائی اور جہیز میں گزرتی کہ یہ نبی ہے یا نہیں قطعی اور یقینی دلائل کے

باوجود وہ تذبذب کا ہی شکار رہے اور شک کی ولہلوں میں ہی جھکتے جھکتے غمگزار دی۔

۱۱۲۔ اور جب وہ تیر تباہاں غروب ہو گیا تو پھر کف افسوس ملنے لگے اور کہنے لگے ایسی سستی اب دوبارہ پیدا نہیں ہوگی۔ ان کے

بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا پہلے ہدایت سے یوں محروم رہے۔ اب امکان یہ تھا کہ کوئی دوسرا نبی تشریف لائے تو یہ اپنی گزشتہ

خفقت اور کوتاہی کی تلافی کریں۔ یہ کہہ کر کہ اب اور کوئی ایسا نہیں آئے گا انہوں نے اس امکان کو بھی کالعدم کر دیا۔

آيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اٰتٰهُمْ كِبْرًا مَّقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ

اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دستقل اولیل کے جو ان کے پاس آئی ہو (میل طریقہ، بڑی ناراہنگی کا باعث ہے اللہ کے نزدیک

الذّٰیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبّٰرٍ ﴿۵۰﴾

اور مؤمنوں کے نزدیک۔ اسی طرح مُر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مغرور اور سرکش کے دل پر ۵۰

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهٰمٰنُ اِبْنِ لِیْ صِرْحًا لِّعَلٰی اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۵۱﴾

اور فرعون نے کہا اے ہامان! بنا میرے لیے ایک اونچا محل (اس پر چڑھ کر) میں ان راہوں تک پہنچ جاؤں گا ۵۱

۵۰ آفریں ایک اصول بیان فرمادیا کہ جس فرد یا قوم میں یہ تین عیوب پیدا ہو جائیں ان کے ہدایت پانے کی کوئی امید نہیں رہتی۔ کوئی مجزہ کوئی پند و نصیحت انہیں چاہہ ضلالت سے نہیں نکال سکتی۔ وہ اندھیوں سے اتنے مانوس ہو جاتے ہیں کہ کور سے انہیں گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ وہ تین عیوب یہ ہیں:

۱۔ مُسْرِت: حد سے بڑھنے والا جو احکام و اوامر اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے والا۔ اسے ہزار سمجھایا جائے وہ اپنی ہٹ سے باز آ جانے کا نام ہی نہیں لیتا۔

۲۔ مُؤْتَاب: وہ شخص جو شک کی بیماری کا مریض ہو۔ اس کے سامنے روشن دلائل کے انبار لگا دو۔ شک کے جرم اس کے ذہن سے نکلنے ہی نہیں۔

۳۔ مَن یجادل: جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بے جا تاویل کرتا ہے، ان میں عیب نکالتا ہے۔ تضاد ثابت کرتا ہے جس فرق میں یہ تین عیوب ہوں خدا انہیں کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

۵۱ فرعون نے جب یہ محسوس کیا کہ اس مردِ مؤمن کی گفتگو حاضرین کو متاثر کر رہی ہے تو اس نے فوراً پینٹا بدلنا اور کہنے لگا کہ موسیٰ کی صداقت کو پرکھنا کوئی اتنا مشکل کام نہیں کہ ہم اس کے بارے میں پریشان رہیں اور کسی حتمی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں۔

ابھی ایک بلند مینار تعمیر کرتے ہیں اور اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کا سراخ لگائیں گے زمین پر تو کہیں ہے نہیں اگر آسمان پر مل گیا تو ہم بھی مان لیں گے اور اگر آسمان پر بھی اس کا سراخ نہ ملا تو پھر سب کو یقین ہو جائے گا کہ موسیٰ کی بات غلط ہے۔ پھر ہامان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ہامان! اے وزیر! تہہ بید! یہ کام تم کرو جہیں ایک اونچا بہت اونچا مینار تعمیر کرو۔ اس پر چڑھ کر ہم آسمان پر چڑھنے کا راستہ دریافت کر لیں گے اور آسمان کا کون کون سا جہان ماریں گے۔ (ہذا القرآن جلد سوم سورۃ قصص آیت ۲۵)

ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کسی جگہ تک رسائی حاصل کی جائے اسے سبب کہتے ہیں۔ یہاں اسباب سے مراد وہ راستے ہیں جو آسمان کی طرف جاتے ہیں یا ان سے مُراد آسمان کے دروازے جن کے ذریعہ آسمان میں داخل ہوتے ہیں۔ کل مایوڈی



اَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَاطَّلَعَ إِلَى الرَّحْمَنِ مُوسَىٰ وَرَأَىٰ لَآخِظَةً كَاذِبًا وَكَذَلِكَ

یعنی آسمانوں کی راہوں تک پھر میں جھانک کر دیکھوں مہسے کے خدا کو اور میں تو یقین کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے ۵۵ اور

زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا كَيْدُ

زین آراستہ کر دیا گیا فرعون کے لیے اس کا بُرا عمل اور رک دیا گیا اسے راہ (راست) سے۔ اور نہیں تھا

فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۗ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ اتَّبَعُونَ

فرعون کا سارا فریب مگر اسکی اپنی تباہی کے لیے لاشہ اور کئے لگا وہ جو ایمان لایا تھا اسے میری قوم! میرے پیچھے چلو

أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۗ يَوْمَ إِنَّمَا هِيَ الدُّنْيَا مَتَاعٌ

میں دکھاؤں گا تمہیں ہدایت کی راہ ۵۷۔ اے میری قوم! یہ دنیوی زندگی تو (چند روزہ) لطف اندوزی ہے

وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۗ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ

اور آخرت ہی ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے جو بُرے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی

إِلَّا مِثْلَهَا ۗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشریکہ وہ

۱) شیء فہو سبب کا لرشاد لولولاء۔ واسباب الثانی بیان لاؤل۔

۵۵ ساتھ ہی اپنی رائے بھی ظاہر کر دی کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ موسیٰ کی بات میں سچائی نام کو نہیں۔ ظن: ہمیں گمان غالب بھی لیا جاسکتا ہے اور معنی یقین بھی۔

۵۶ یعنی اس کی منکاری، عیاری جیلد سازی اور دانستہ انکار حق کے باعث اس کے بُرے اعمال اسے حسین و خوشنما نظر آنے لگے، وہ انہی کے پیچھے پڑا رہا اور جو جیلد سازیاں اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف کی تھیں وہ سب خود اس کی تباہی اور بربادی کا سبب بنیں۔

۵۷ یعنی بھلائی اور نجات کا راستہ وہ نہیں جس پر فرعون تمہیں چلانا چاہتا ہے بلکہ آؤ میں تمہیں رشد و ہدایت کا راستہ دکھاتا ہوں جس پر چل کر تم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہو۔



فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۷

ایماندار ہوتو وہ داخل ہوں گے جنت میں رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بے حساب اور

يَقُومُ مَالِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَىٰ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ۝۸

اے میری قوم! میرا بھی عجیب حال ہے کہ میں تو جسیں دعو دیتا ہوں نجات کی طرف اور تم بلا تے ہو مجھے آگ کی طرف۔ ۵۸

تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَاشْرَكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا

تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اسکو جس کا مجھے علم تک نہیں اور میرا

أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ۝۹ لَاجِرَمَ أَنْ تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ

معال یہ ہے کہ میں پھر بھی تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو عزت والا بہت بخشنے والا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ جبکی زندگی کی طرف

لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَنْ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ

تم مجھے بلاتے ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے پکارا جائے اس دُنیا میں اور آخرت میں ۵۹ اور یقیناً ہم سب کو واپس ہے

مردمؤمن کا سلسلہ وعظ شروع ہے اب اس نے مصلحت کے سارے حجاب تار تار کر دیے ہیں اور اس کے کنارے اور خطرات سے بے نیاز ہو کر اعلان حق کرنا شروع کر دیا ہے۔

۵۸ یعنی میرے ساتھ بھی تم لوگوں کا عقیدہ عجیب و غریب ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ میں گرنے

کی دعوت دیتے ہو۔ میں تمہیں اس خدا سے واحد کی بندگی کی تلقین کرتا ہوں جو سب سے زبردست بھی ہے اور اس کے باوجود بڑا بخشنے والا ہے۔ عمر بھر غلطیاں کر کے بھی اگر اس کے درگم پر کوئی آجائے تو معاف کر دیتا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اللہ

تعالے کا انکار کروں اور اس کے ساتھ ایسے شریک بناؤں جو باطل ہے بس اور بے اختیار ہیں اور جن کی خدائی کا مجھے کوئی علم نہیں۔ میں تو تمہاری غیر خواہی میں سرگرم ہوں اور تم ہو کہ اپنے ساتھ مجھ غریب کو بھی ڈوب دینا چاہتے ہو تم میرے عجیبے دست ہو مجھے تمہاری ایسی دوستی کی ضرورت نہیں۔ مہربانی فرما کر مجھے اس قسم کی نصیحتیں نہ کیا کرو۔

۵۹ یعنی جن محمودان باطل کی عبادت اور زندگی کی تم مجھے نصیحت کر رہے ہو۔ یہ تو ایسے ہیں کہ انہیں یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ دنیا میں یا آخرت میں انہیں خدا تسلیم کیا جائے اور نہ انہوں نے خود کبھی اپنی خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا یہ طلب بھی بیان کیا

گیا ہے کہ وہ اتنے بے بس اور بے اختیار ہیں کہ نہ دنیا میں ان کو پکارنے کا کوئی فائدہ ہے اور نہ قیامت کے دن کسی کی فریاد ہوگی۔

الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ فَسْتَدْرِكُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ

اللہ کی طرف اور قیامت سے گزرنے والے ہی جہنمی ہیں۔ پس (اے میرے مخلصو!) محقر یہ تم یا اور کون ہے جس میں آج ہمیں کہہ رہے ہو

وَأَفْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۖ فَوْقَهُ

اور میں اپنا (سارا) کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے (اپنے) بندوں کو ساتھ میں بچا لیا ہے

اللَّهُ سَيَاتِ مَا مَكْرُوا وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۖ

اللہ تعالیٰ نے ان اذیتوں سے جکھے پیچانے کا انہوں نے جیکہ کیا اور ہر طرف سے گھیر لیا فرعونوں کو سخت عذاب نے ۱۱

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۗ

دوزخ کی آگ ہے پیش کیا جاتا ہے انہیں اس پر صبح و شام اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا)

ادْخُلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۖ وَإِذْ يَتَحَايَجُونَ فِي النَّارِ

داخل کرو فرعونوں کو سخت تر عذاب میں ۱۲ اور (کتنا ہوشربا ساں ہوگا) جب ہم جہنم میں گئے دوزخ میں

۱۱ فرعون جو اپنے آپ کو الٰہ کہلاتا تھا اس کے روبرو اور جبر سے دربار میں اتنی حق گوئی ایک مرد مؤمن کو ہی زیب آتی

۱۲ لیکن جب سامعین کو اس نے متاثر ہوتے نہ دیکھا تو اس نے صاف کہا کہ آج تو تم میری بات نہیں مان رہے اور میری تلخ نئی

تمہیں گراں گزر رہی ہے۔ محقر یہ وہ وقت آئے گا جب عذاب الٰہی تم پر نازل ہوگا۔ اس وقت تم میری ان باتوں کو یاد کرو گے

۱۳ تمہارے پاس طاقت و اقتدار ہے اور میں نے مجمع نام میں تمہاری غلط روی پر تمہیں صاف الفاظ میں سرزنش کی ہے

مجھے علم ہے کہ تم مجھے میری اس حق گوئی پر عقاب کرو گے اور مجھے قتل کرنے سے بھی باز نہ آؤ گے لیکن مجھے تمہاری ان سیدکاریوں

کی ذرا پروا نہیں۔ میں نے اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیے ہیں وہ اپنے بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے۔

۱۴ چنانچہ فرعونوں نے اس مروّج کیش کو قتل کرنے کی سازشیں کیں، لیکن وہ سب ناکام رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندے کی خود حفاظت فرمائی اور کوئی اس کا بال بیکا نہ کر سکا۔ اٹا فرعون اپنے لادشعرا اور جاہ و حشمت سمیت غرق کر دیا گیا۔

۱۵ فرعون اور اس کا ٹٹھٹھیں مانتا بھرا لشکر سمندر میں غرق ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر سلاستی سے کنائے

پہنچ گئے۔ دنیا میں ہی حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہو گیا۔ ان کا قصہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ فرعون اور اس کے پرستاروں

کو ہر صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ جب عالم برزخ کی میعاد ختم ہوگی تو قیامت قائم

فَيَقُولُ الضُّعْفَاءُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

پس کہیں گے کمزور لوگ انہیں جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے پس کیا تم دُور

أَنْتُمْ مُعْتَدُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ۗ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

کر سکتے ہو ہم سے کچھ جہنم آگ (کے عذاب) کا حصہ جو اب دیں گے مختبر

إِنَّا كُلُّ فِيهَا لَأَنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ

ہم سب آگ میں (بجھن رہے) ہیں بیچک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے بندوں کے متعلق (اب میں بدل نہیں سکتا)

فِي النَّارِ لَخِزْنَةٌ لَهُمْ أَدْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ

اور کہیں گے سارے دوزخی جہنم کے اردو غول کو ڈھاکرو اپنے رب سے کہ ایک دن تو ہمارے عذاب میں (کچھ) تخفیف منما

الْعَذَابِ ۗ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلِكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا

وہ (جو اب میں) کہیں گے کیا نہیں آیا کرتے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ۔ وہ

ہوگی۔ اس کے بعد انہیں اسی جہنم کی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس آیت سے علماء اہل سنت نے عذابِ قبر کا اثبات کیا ہے۔ قبر سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قبر تو کسی کو نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے مراد عالم برزخ ہے۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کے وقت کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ آل فرعون کو دیے جانے والے دو عذابوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ ایک وہ جس میں قیامت سے پہلے وہ مبتلا ہیں۔ دوسرا وہ جو قیامت کے بعد انہیں دیا جائے گا۔ ہذا الآية اصل کبیر فی استلال اهل السنة على عذاب المبروخ في القبور۔

کافر سردار اور ان کے پیروکار سب ایک جگہ آتے جہنم میں بل رہے ہوں گے۔ پیروکار کہیں گے اسے ہمارے سردار اور دنیا میں تو تم بڑی ڈھنگیں مارا کرتے تھے کہ ہم یوں کر دیں گے ہم یاں کر دیں گے۔ اب اپنے اثر و رسوخ سے کلام لے کر ہمارے عذاب میں تو کچھ تخفیف کرادو۔

۶۵ ان کی بے بسی دیدنی ہوگی۔

۶۶ پھر دوزخی ان فرشتوں کی منت سماجت کریں گے جو جہنم کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں کہ تم ہمارے لیے دُعا مانگو



بَلَىٰ قَالُوا فَاذْعُوا وَمَا دَعَا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ ؕ اِنَّا

کہیں گے بھیک! وارے کہیں گے تم خود ہی دُعا مانگو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہیں ہے کافروں کی دُعا مگر محض بے خودی کے بھیک

لَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ

(اب بھی) مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور مؤمنین کی۔ اس دنیوی زندگی میں اور اس دن بھی (مدد کریں گے)

الْاَشْهَادُ ۙ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

جس دن گواہ دُعا ہی دینے کے لیے، کھڑے ہونگے ۱۷۰ اس روز نفع نہ دے گی ظالموں کو ان کی مُذَرَّعَاتِی اور ان کے لیے لعنت ہوگی

وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ۙ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا

اور ان کیلئے (دوزخ کا) بدترین گھر ہوگا۔ اور ہم نے عطا فرمایا موسیٰ کو (ذرا) ہدایت اور وارث بنا یا

بَنِيْٓ اِسْرٰٓءِیْلَ الْكِتٰبِ ۙ هُدٰى وَاَوْلٰى الْاَبَابِ ۙ

بنی اسرائیل کو کتاب کا جو سراپا ہدایت اور نصیحت تھی عقلمندوں کے لیے۔

فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

پس (لے محبوب) آپ صبر فرمائیے کفار کی اذیتوں پر، بھیک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور استغفار کرتے رہیے اپنی دوسروں کو تباہی پڑنے اور اپنی بیان

کے کسی دن تو جائے عذاب کی شدت کم کر دی جائے۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے جیسے ناشکروں اور ناپکاروں کے لیے دُعا مانگنے سے رہے۔ اس لیے تم جانو اور تمہارا کام۔

۱۷۴ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ کفار کی دُعا تو راہِ راست سے بسکی ہوئی ہے۔ قبولیت کی منزل تک کیسے بھی نہیں پہنچ سکتی۔ آج ان کا رونا پیٹنا، چیخنا، چلانا فریادیں کرنا سب بے خود ہے۔

۱۷۵ ہماری مدد اپنے رسولوں کے لیے اور اہل ایمان کے لیے مخصوص ہے۔ کافر وقتی طور پر کہتے ہی خوشحال اور کامگار ہوں، حقیقی کامیابی و کامرانی فقط ان کو نصیب ہوگی جن کی ہم دستگیری کریں گے۔

۱۷۶ افضل اور اولیٰ کا ترک عام لوگوں کے لیے جرم اور گناہ تصور نہیں ہوتا، لیکن مقررین بارگاہِ محمدیت سے غیر اولیٰ کا صدور بھی قابلِ مواخذہ ہوتا ہے۔ یہاں بھی جس ذنب سے استغفار کی ہدایت کی جا رہی ہے اس سے مراد ایسے امر سے استغفار

۴۰۱۲



رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ

کھینچے اپنے رب کی حمد کرتے ہرے شام کے وقت اور صبح کے وقت ۔ بیٹک جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں کے بارے میں

بِغَيْرِ سُلْطَنٍ أَنَّهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو نہیں ہے اسکے سینوں میں مجز بڑائی کی ایک ہوس کے ۔ جس کو وہ

بِالْغَيْبِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۗ لَخَلْقُ

ہا نہیں سکیں گے نہ تو آپ اللہ کی پناہ طلب کیجیے لے بیٹک وہی سب کچھ سنے والا ہے ، دیکھنے والا ہے ۔ بیٹک پیدا

جو بذات خود اگرچہ مباح اور جائز ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام رفیع اور شان عالی کے شایان شان نہیں اور ساکان رابو  
محبت سے یہ چیز مخفی نہیں کہ منزل محبوب کی طرف ان کے سفر میں ایک لمحو کے لیے توقف بھی ناقابلِ برداشت ہے اور لائقِ صداستغفار ہے۔  
ہو سکتا ہے کہ یہ امر محض امرِ تقدیری ہو تاکہ اُمت کے لیے استغفارِ سنت نبوی بن جائے اور کوئی شخص خواہ اس کا رتبہ کتنا بلند  
ہو۔ اقرانِ تصور اور طلبِ محض میں کوتاہی نہ کرے۔ بعض علماء نے اس عبارت میں اُمت کا لفظ مقدر مانا ہے۔ اس صورت میں عبارت  
یوں ہوگی : واستغفر لذنبِ اُمتک یعنی حضور اپنی اُمت کے گناہوں کی معافی طلب کریں۔ علامہ قرطبی اس آیت کے ضمن میں لکھتے  
ہیں : هذا تعبد للناس عليه السلام بالدعاء والفائدة زيادة الدرجات وان يصير الدعاء سنة لمن بعدهم وقوله  
یعنی یہ محض تعبد ارشاد الہی ہے تاکہ حضور دعا مانگا کریں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ استغفار سے حضور کے درجات بلند سے بلند تر  
ہوتے جائیں گے اور اُمت کے لیے دعا واستغفار ان کے پیارے رسول کی سنت بن جائے گی۔

نہ مشرکین مکہ کا روئے قرآن اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق بڑا حیرت انگیز تھا۔ مکہ چینی محبت بازی، بغیر کسی معقول دلیل کے  
بحث و تکرار ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ اچھے بھلے فہیدہ قسم کے لوگ بھی نادان بچوں کی طرح بات بات پر الجھے گئے۔ انسان یہ دیکھ کر  
حیران ہو جاتا تھا کہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے وہ قرآن کریم جیسی کتاب کی آیات پر بلاوجہ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
اس راز سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں اقتدارِ علی کی ہوس تھی انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے اس رسول کریم کو اپنا  
ہادی اور پیشوا مان لیا تو ان کی سرداری اور جوہرِ ہٹ ختم ہو جائے گی اور وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ  
تھے۔ علامہ پانی پتی رمز اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا قول پیش کرتے ہیں : قال ابن عباس ای لا یجملہم  
علی تکذب بیك الا ما فصد و رهم من الکبر والعظمة ، یتکبرون علیک ویستعلون انفسهم عن اتباعک مطری،  
اللہ تعالیٰ نے ماہرہ بالغیب فرما کر ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ وہ اب اپنے منسوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے اللہ  
تعالیٰ نے عزت و سردی اپنے محبوب کو ارزانی فرمادی ہے۔ اب جسے بڑائی اور عزت کی خواہش ہے وہ اپنے گلے میں تاجدارِ مدینہ

## السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

کرنا آسمانوں اور زمین کا بہت بڑا کام ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے لیکن بہت سے لوگ اس

## النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَةُ وَالَّذِينَ

(مکمل حقیقت کو نہیں جانتے۔ ۳۰۔ اعمیٰ اور بینا ۳۰ اور اسی طرح)

کی غلامی کا طوق ڈال کر حاضر ہو۔ صرف ایسے شخص کو ہی دونوں جہانوں کی عورتوں سے سزا دیا جائے گا۔  
۳۰۔ وہ سازشیں کرتے ہیں تو انہیں کرنے دیا وہ شیخ اسلام کو بھگانے کے لیے منصوبے بناتے ہیں، تو انہیں بنانے دیا  
وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں تو پروا نہ کرو، آپ اپنے رب کی پناہ طلب کرو جس کو وہ  
اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیتا ہے ساری دُنیا بھی اگر اس کے غم کی پیاسی ہو تو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ وہ آپ کی  
دعاؤں اور التجاؤں کو بھی سنتا ہے اور ان کے منصوبوں کو بھی خوب دیکھ رہا ہے۔

۳۱۔ کفار کا اسلام پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ قیامت پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات انہیں خلاف عقل نظر  
آتی وہ خود سوچتے اور دوسروں کو کہتے کہ جھلا ہزار ہا سال تک قبروں میں رہنے کے بعد پھر ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے یہ  
بات صراحتہ باطل ہے اور عقل سلیم اس کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ ان کے اس اعتراض کو کہاں جواب دیا جا رہا ہے کہ مانا  
کسی مُردے کو ہزار ہا سال گزرنے کے بعد زندہ کرنا جب کہ اس کی خاک کے ذرے بھی کائنات کی وسعتوں میں گم ہو چکے ہونگے  
بڑا مشکل کام ہے لیکن یہ تو سوچ کر یہ کس کے لیے مشکل ہے۔ ماوشا کے لیے تو واقعی مشکل ہے لیکن کیا خداوند تعالیٰ بڑا آسان اور  
زمینوں کو اپنے امر کرنے سے پیدا فرمانے والا ہے اس کے لیے بھی مشکل ہے ہا تم خدا کی قدرت اور علم کو اپنی بے بسی اور بے علمی  
کیوں قیاس کرتے ہو سوچ کا یہ انداز عالمانہ نہیں جا بلانا ہے۔

۳۲۔ یہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ اندھے اور بینا میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح جو لوگ عمر بھر نیکی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں اپنے  
نفس کی خواہشات پر اپنے رب کی رضا کو ترجیح دیتے ہیں، اپنا ذاتی نقصان برداشت کر لیتے ہیں لیکن کسی کے ساتھ دھوکے نہیں  
کرتے۔ ان میں اور ان لوگوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جن کی عمر نفس پرستی، عیش کوشی میں بسر ہوئی۔ انہوں نے اپنے ذاتی فائدے  
کی قربان گاہ پر دوسرے لوگوں کے مفادات کو قربان کر دیا۔ بلکہ اپنی ذاتی وجاہت اور فانی وقار کی خاطر اپنی قوم اور اپنے ملک  
کی عزت و آزادی کو قربان کر دیا۔ جب تم بھی اندھے اور بینا، نیک اور بیکر کو یکساں کہنے کی جرات نہیں کر سکتے، بلکہ ان میں  
تفاوت کے قائل ہو تو اگر موت کو ہی سفر حیات کی آخری منزل یقین کر لیا جائے تو پھر یہ فرق کہاں نمایاں ہو گا۔ نیک کو اپنی نیکی  
کا کیا جملہ ملا، بُرے کو اپنی بدکاری کی کوئی سزا بھگتنی پڑی بلکہ اس نظر یہ کے مطابق تو وہ بدکار جس نے اپنے دل کی بھڑاس  
نکال لی اور خوب داد و عیش دی۔ وہ اس نیک سے بدرجہا بہتر ہے جس نے اپنے آپ کو اخلاقی ضابطوں کا پابند رکھا اور

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمَسِيْءَ قَلِيْلًا مَّا تَنْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

مومن نیوکار اور بدکار بھی یکساں نہیں تم بہت کم غور کرتے ہو ۵۸

اِنَّ السَّاعَةَ لَا تِيْةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

یقیناً قیامت آکر رہے گی ذرا شک نہیں ہے اس میں لیکن بہت سے لوگ (قیامت پر)

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ

ایمان نہیں لاتے ۵۹ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۵۹

ہر طرح کی محمودی کر لیب غلط گوارا کیا۔ اس لیے عقل سلیم کا فیصلہ یہ ہے کہ اس دار العمل کے بعد ایک دارالجزا ہو۔ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہو جس میں نیک لوگوں کو جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے اور مشرکین کو اپنے کیے کی سزا ملے۔

۵۸ تم تو ان حقائق میں غور و فکر کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے اگر تم سوچو، بیماری کی مختصر سی تکلیف بھی برداشت کرو تو یہ حقائق کھل کر تمہارے سامنے آجائیں۔

۵۹ تمہارے انکار سے قیامت مل نہیں جائے گی بلکہ قیامت ضرور آئے گی یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے۔

۵۸ حضرت ابن عباس سے ادعو فی استجب لکھ کی یہ تفسیر منقول ہے۔ اعبدونی اشیکہ۔ تم میری عبادت کرو، میں تمہیں اس کا ثواب اور اجر عطا کروں گا۔ یہ قول شماک، مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ دیگر علمائے

اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے۔ استلونی اعطکہ یعنی تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ (معانی) حقیقت میں یہ دونوں تفسیریں ہم معنی ہیں۔ ان میں اسلأ کوئی تفاوت نہیں۔ دعا عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ کیونکہ انسان اور جبر کی عاجزی اور

نیاز مندی کو عبادت کہتے ہیں اور اس کا ظہور صحیح معنوں میں اسی وقت ہوتا ہے جب انسان مصائب میں گھرا ہو۔ دوست ساتھ چھوڑ گئے ہوں، برتدیر بنا کام ہو چکی ہو۔ حالات کی سنگینی نے اس کی قوت و طاقت کو ریزہ ریزہ کر ڈالا ہو جب ہر طرف سے امیدیں

منقطع کر کے اپنے رب کریم کے در اقدس پر آکر وہ سر نیاز جھکا دے۔ اس کی زبان لنگ ہو، دل درمندی داستان اشک بار آنکھیں سنار ہی ہوں اور اس کو یقین ہو کہ وہ اس توادرتلک کے سامنے اپنا قصہ غم پیش کر رہا ہے اور اپنی مشکل کو بیان کر رہا ہے

جس کے سامنے کوئی مشکل مشکل ہی نہیں۔ نیز اسے یہ پختہ اعتقاد ہو کہ میراں سے کبھی کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ میں کبھی خالی اور محروم نہیں رہا یا جاؤں گا۔ جو مجھ کو نیاز، جو غایت تذلّل جو حضور و مشروع اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے اس کی مثال کہاں ملے گی۔

اسی لیے تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عار مع العبادۃ۔ دعا کی اہمیت کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات طیبات سے ذکر فرمایا ہے۔ الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السموات والارض



یعنی دُعا مؤمن کا اختیار ہے۔ دُعا دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان اس کے فور سے متور ہیں۔ (المستدرک، دوری حدیث میں ہے؛ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فتح له منكبه باب الدعاء، فتحت له ابواب الرحمة؛ وما سأل الله شيئا أحب اليه من ان يسأل العافية (ترمذی) یعنی حضور نے فرمایا کہ جس شخص کے لیے دُعا کا دروازہ کھول دیا گیا، گویا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا بہت ہی پسندیدہ ہے۔

مُرشِدِ بَرِّحْنِ عَلِيٍّ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ نَعَى دُعَا مَا تَخْتَجُّ وَلَيْ كَوَيْ تَلْقِيْنَ مَعِي فَرَأَيْتُ بِي كَرِجِبِ وَه دُعَا مَا تَكْتَجُّ كَوَيْ دُلِّ مِي بِي يَتَقِيْنَ بِهَكَ مِي رَا كَرِيْمٍ وَرَجِيْمٍ رُوْرِدْ كَارِيْمِي اِس عَابِرَا نَدِ التَّجَا كُوْضُوْر قَبُوْلِ فَرَمَا نَعَى كَا۔ عَن اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا اللهَ وَ اَنْتُمْ مُؤْتَقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَا مَنْ كَلَبَ لَوَ؛ یعنی اللہ سے دُعا مانگو تو اس یقین سے مانگو کہ وہ قبول فرمائے گا اور جان کر کہ اللہ تعالیٰ اس دُعا کو قبول نہیں کرتا جو فائنل دل سے مانگی جائے۔

دُعا کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دُعا مانگنے والا جس چیز کے لیے دُعا مانگ رہا ہے اس کے بارے میں اپنی شدت احتیاج اور افتقار کا اظہار کرے تاکہ پتہ چلے کہ اگر اس کی یہ التجا منظور نہ ہوئی تو اس کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا اور یہ خسارہ برداشت کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ حدیث نبوی میں ہے: "اِذَا دَعَا احَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ وَ لِمَنْ يٰعِزُّوْهُ وَ لِيَعِزُّوْهُ الرِّغْبَةُ فَانَ اللهُ تَعَالَى لَا يَتَعَاضَدُ شَيْئِيْ اِعْطَاةً۔" (مسلم) یعنی جب تم میں سے کوئی دُعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ یا اللہ اگر تو چاہتا ہے تو میری مغفرت فرما بلکہ یہ عرض کرے کہ الہی مہربانی فرما کہ ضرور بخش دے۔ حضرت فضال بن عبید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، تو ایک آدمی مسجد میں آیا۔ نماز ادا کی۔ پھر فرار دُعا مانگنے لگا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ اَنْتَ حَسْبِيْ۔ اسے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور نے اس کی کیفیت دیکھی تو فرمایا: عَجَلْتْ اَيْهَا الْمَعْصِيْ۔ اے نمازی تُو نے بڑی عجلت کی۔ دُعا یوں تو نہیں مانگی جاتی۔ اس کو دُعا کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا: اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاتَّحَدَّ اللهُ تَعَالَى بِمَا هُوَ اَهْلُهُ وَ صَلَّى عَلَيَّ شَعْرًا اِدْعُهُ۔ یعنی جب تو نماز پڑھ چکے تو بیٹھ جا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر پھر مجھ پر درود بھیج، پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ۔

اس شخص کے چلے جانے کے بعد ایک دُور آدمی آیا۔ اُس نے پہلے نماز پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر حضور پاک پر درود بھیجا۔ فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ايها المعصلي اذعُ عُجْبَتِ؛ حضور نے اس کو فرمایا اے نمازی! اب دُعا مانگ، تمہاری دُعا قبول کی جائے گی (رواۃ الترمذی، ابوداؤد و النسائی)؛ اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت نماز ادا کرنے کے بعد جو ذکر الہی کرتے ہیں، پھر درود پاک پڑھتے ہیں اور اس کے بعد دُعا مانگتے ہیں یہی دُعا مانگنے کا سنون طریقہ ہے اور جو لوگ اس چیز سے روکتے ہیں، وہ بے خبر لوگ ہیں۔

اگر کسی ولی سے اس کی ظاہری زندگی یا اس کے وصال کے بعد دُعا کے لیے التماس کیا جائے یا بارگاہ رسالت میں استغاثہ



الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿۴۰﴾

جو لوگ میری عبادت کرنے سے سبکدوش رہتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہونگے ذلیل و خوار ہو کر

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا

اللہ ہی ہے جس نے بنا ہی ہے تمہارے لیے رات تاکہ تم آرام کرو اس میں اور بنایا ہے دن کو روشن

کیا جائے تو اسے بھی بعض لوگ عبادت شمار کرتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو بلا تامل مُشْرک کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے والا نہ ان کو خدا ماننا ہے نہ ان کو قادر مطلق سمجھتا ہے اور نہ اس کے دل میں یہ واہمہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تب بھی یہ حضرات اس کی شکل کشی کر سکتے ہیں، البتہ وہ ان پاکیزہ ہستیوں کو اپنے سے بہتر سمجھتی اور خداوند تعالیٰ کا فرمانبردار سمجھتے ہیں اور یہ سن نہیں رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے اور کسی غیر سے دُعا مانگنا ہرگز بڑک نہیں حضور سرور عالم نے توحید سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا علی مرتضیٰ کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ اویس قرنی سے اپنے لیے اور امت مسلمہ کے لیے دُعا کروائیں۔ اللہ تعالیٰ ہیں افراط و تفریط سے بچائے اور عقیدہ توحید پر ہر حالت میں ثابت قدم رکھے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

۴۰ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے سبکدوش رہتے ہیں یا جو اس کی جناب میں دست دُعا دراز کرنے کو اپنی توہین خیال سمجھتے ہیں ایسے مغرور اور سرکش لوگوں کو ذلیل و رسوا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا۔

۴۱ یہاں توحید باری کی ایسی دلیل پیش کی جا رہی ہے جسے سمجھنے کے لیے کسی بڑی عقل و فراست یا علم و فضل کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اُن پڑھ بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اس سے ہر لحاظاً استفادہ کر رہا ہے۔ یہ رات اور دن کا تسلسل ہزاروں سالوں برس سے قائم ہے اور بڑی باقاعدگی سے آج سے لاکھ سال پہلے اس تاریخ کو جس اُنق سے سورج طلوع ہوا اور جس اُنق پر غروب ہوا اور جتنے بجکر جتنے منٹ پر ہوا اس میں سُرْمُو تفاوت نہیں۔ اگر کوئی اور بھی کارخانہ قدرت میں شریک ہوتا تو کبھی تو اس کا حکم چلتا۔ معلوم ہوا کہ ایک خدا کے حکم کے مطابق تو سورج ۵ بجکر ۲۰ منٹ پر طلوع اور ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر غروب ہونا تھا، لیکن آج دوسرے خدا کا فرمان ہے کہ دس منٹ پہلے طلوع ہو اور دس منٹ دیر سے غروب ہو۔ جب ایسا کبھی نہیں ہوا تو معلوم ہوا خدا وہی ہے جس کا حکم ہمیشہ سے جاری اور نافذ العمل ہے۔

آٹھ پہلوں کو رات اور دن میں تقسیم کرنے میں جو حکمتیں اور فائدے ہیں ان سے تو بچہ بچہ آگاہ ہے۔ اس وحدہ لا شریک کے بنائے ہوئے شب و روز سے فائدہ بھی اٹھاتے ہو اور اس کی وحدانیت کا انکار بھی کرتے ہو۔ اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے۔ مُبْصِرًا : مضمیناً و روشن۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

بیک اللہ تعالیٰ بڑا فضل دکریم، فرمانے والا ہے لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ (اس کی نعمتوں کا)

لَا يَشْكُرُونَ ۝ ذِكْرُ اللَّهِ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ لَآ إِلَهَ إِلَّا

شکر ادا نہیں کرتے۔ وہ ہے اللہ تمہارا رب، پیدا کرنے والا ہر چیز کا کوئی عبادت کے لائق

هُوَ فَآئِي تُوْفِكُونَ ۝ كَذَلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

نہیں بھرا لگے۔ پس کیسے راہ حق سے تم روگردانی کرتے ہو لگے اسی طرح راہ حق سے امنہ پھیر دیا جاتا ہے ان بد نصیبوں کا جو

يُبْحَدُونَ ۝ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے بنایا ہے تمہارے لیے زمین کو قیام کی جگہ اور آسمان کو محبت کی لائٹ

۹۹۔ یہ اللہ تعالیٰ جس کی یہ شائیں اور قدر میں ہیں جس کی وحدانیت اور کبریائی پر گلشن ہستی کی ہر گلی شادت سے رہی ہے یہی تمہارا پروردگار ہے ہر چیز کو خلعت وجود سے اسی نے نوازا ہے۔ اس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس تمہیں یہ جرات کیسے ہو رہی ہے کہ تم اس کی عبادت سے روگردانی کر کے ادھر ادھر باطل معبودوں کے آستانوں پر مارے مارے چھوڑو علامہ جوہری صحاح میں لفظ افک کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای قلبہ و صرف عن الشیخی: یعنی کسی چیز سے روگردانی کرنا، منہ پھیر لینا لیکن علامہ راضی اسعفانی نے اس لفظ کا جامع مفہوم یوں تحریر فرمایا:

الافک کل مفصوف عن وجهه الذی یحق ان یکون علیہ: یعنی ایسی چیز سے منہ پھیر لینا جس سے وابستہ رہنا اس پر لازم تھا۔ ایسی سمت سے منہ پھیر لینا جس کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔

۱۰۰۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مزید دلائل پیش کیے جا رہے ہیں جن میں قدرت کے ساتھ حکمت اور رحمت کی صفات کی جلوہ گری بھی نمایاں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ بنایا نہ وہ اتنی سخت ہے کہ تم اس پر چل ہی نہ سکو اور نہ آرام کر سکو اور نہ اس میں کھیتی باڑی کر سکو، اور نہ اتنی نرم ہے کہ قدم رکھو تو نیچے دھسنے لگو۔ تمہارے سروں پر خیز افلاک تلخ دیا گیا ہے جو دیکھنے والے کو گنبد ناظر آتا ہے۔ اس طرح تم کو کئی ناگمانی آفتوں سے بچایا گیا ہے جن کا تمہیں شعور بھی نہیں اور یہ طاقت بھی نہیں ہے کہ خود بخود ان سے اپنا بچاؤ کر سکو۔

بِنَاءٍ وَصُورِكُمْ فَأَحْسَنَ صُورِكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ط

اور تمہاری صورت گری کی اور حسین بنا دیا تمہاری صورتوں کو لکھے اور کھانے کے لیے تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں لکھے

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۱﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ

ایسی (خوبیوں والا) اللہ تمہارا پروردگار ہے پس بڑی ہی برکتوں والا ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جانوں کا پروردگار ہے لکھے وہی ہمیشہ زندہ ہے والا

إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

کرنی عبادت اللہ ہی نہیں بجز اس کے پس اس کی عبادت کو اپنے دین کو اس کیلئے خاص کرتے ہوئے لکھے سب تعریفیں اللہ کے لیے جو سارے جانوں

الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ

کا پروردگار ہے۔ آپ فرمادیں گے کہ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں ان کی جن کو تم پکارتے ہو

لکھے اسی نے تمہاری تصویر کشی بھی فرمائی ہے اور تمہاری صورتوں کو ترا حسین اور دکش بنایا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں حسن کا ایک محدود تصور ہے۔ ناک ایسی ہو، آنکھ ایسی ہو، رخسار یوں ہوں، لیکن حقیقی دکش اور عنائی قرہ ہے کہ جس مقصد کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس کے پاس پوری پوری صلاحیتیں ہوں۔

علامہ آلوسی کہتے ہیں: حیث خلق كلاً منك منتسب القامة باد البشرة متناسب الاعضاء، والتعطيلات متهيئاً لمزاولة الصناعات و اكتساب الكمالات (روح المعاني)

یعنی یہاں حسن سے مراد یہ ہے کہ تمہیں قامت بالا بخشی اور تمہیں مناسب اور موزوں اعضا عطا کیے۔ تمہارے اندرونی کو دکش بنایا تمہرے جسم کی صفت و حرمت کے تقاضے پورے کر سکتے ہو۔ تمہیں کسب کمال کے لیے جہانی، دہائی اور کونامانی قوتیں عطا فرمائی گئی ہیں اور تمہارے پیدا کرنے سے پہلے ہی تمہارے لیے اپنی رنگارنگ نعمتوں کا ایک دسترخوان بچھا دیا۔ یہ نعمتیں صرف تمہاری فطرتی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتیں بلکہ تمہارے ذوق لطیف کی تسکین کا سامان بھی بنتی ہیں۔ غذائیت اور ذوق دونوں سے وہ نالا مال ہیں۔ لکھے یعنی وہ ذات پاک جس کی یہ صفات ہیں وہ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جلی شانہ کی مزید صفات کمال کا ذکر ہو رہا ہے۔

لکھے جب اس کی یہ شان ہے تو اور کون ہے جسے اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس لیے اپنے عقیدہ کو ہر قسم کے جلی و خفی شرک کی آیزش سے پاک کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو۔ فادعوه : فاعبده (روح المعانی)

فادعوا ای فاعبده و اسلومنه حواججکم یعنی فادعوه کا مطلب فاعبده ہے۔ یہاں دعا عبادت کے معنی میں مذکور ہے۔



دُونَ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ

اللہ کے سوا میں ان کی عبادت کیسے کر سکتا ہوں جب آگئی ہیں میرے پاس دلیلیں اپنے رب کی طرف اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں

لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۱﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

ترتیب تم کروں رب العالمین کے سامنے ۳۱۱ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر

نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرَجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا

نطفے سے، پھر گوشت کے لٹھلے سے پھر نکالا تمہیں (رحم مادر سے)، بچہ بنا کر پھر دہرورش کی تمہاری، تاکہ

أَشْدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ

تم پہنچو اپنی عمرانی کو پھر تمہیں زندہ رکھا، تاکہ تم بڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے فوت ہو جاتے ہیں پہلے ہی اور

وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي

(یہ سارا نظام اس لیے ہے، کہ تم پہنچ جاؤ مقررہ ميعاد تک اور تاکہ تم دینے رب کی عظمتوں کو سمجھنے لگ جاؤ ۳۲ وہی ہے جو جلاتا ہے

۳۱ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن زبیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے اور حضور کو اپنے آبائی دین کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ خدا معلوم انہوں نے کسی کبھی چڑھی باتیں کی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو حکم دیا کہ آپ ان بیوردہ لوگوں کو صاف صاف یہ بتادیں کہ مجھے تو میرے رب نے تمہارے خداؤں کی عبادت سے روک دیا ہے میں تو اپنے رب کے ارشاد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی توحید کے ایسے ایسے دلائل تامل اور براہین ساطعہ ایزانی فرمائے ہیں کہ میں اب تمہاری اس پچھ اور لغو دعوت کی طرف ذرا بھر بھی التفات نہیں کر سکتا۔ نیز مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے تسلیم تم کروں۔ اس لیے مجھ سے کہیں یہ توقع نہ کرنا کہ میں تمہاری خوشنما باتوں میں پھنس کر تمہارے جھوٹے خداؤں کی پرستش کا تصور تک بھی کر سکتا ہوں۔

۳۲ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور رحمتوں کے رخ سے مزید نقاب مہکایا جا رہا ہے انسان کی تخلیق کے نقطہ آغاز سے لے کر اسکی آخری منزل تک نیز وہ تمام مرحلے جہاں سے اس کی زندگی کا قافلہ گزرتا ہے ان کو بڑی عمدگی سے بیان کر دیا۔ نیز یہ بھی بتا دیا کہ جس انسان کو ہم پیدا فرماتے ہیں، ہم نے اس کی موت کا وقت بھی پہلے ہی متعین کر دیا ہوتا ہے۔ کوئی بچپن میں ہی موت کی نیند سو جاتا ہے کسی کو مغفان شباب میں پیغام اہل بیچتا ہے اور کسی کو بڑھاپے تک پہنچنے کی کھلتی مٹی ہے۔ اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو تو اس





تَشْرِكُونَ ﴿۷۶﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُنْ نَادِعُوا

شریک مہماتے تھے، اللہ کے سوا نہ (لہدیاس کہیں گے وہ تو تم ہو گئے ہم سے لے بکہ ہم تو کسی چیز کو پوجتے ہی نہ

مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۷۷﴾ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تھے اس سے پہلے ۹۲ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے کافروں کو ۱ یہ (سزا اور سوائی) بدلہ ہے

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۷۸﴾ ادْخُلُوا

اس کا کہ تم خوشیاں منیائے تھے زمین میں رہنے کا معنی اقتدار پر اناحق اور بدلہ ہے اسکا جو تم اپنے فانی املاں کا کہنا آتا کرتے تھے ۹۳ اب داخل ہو جاؤ

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۹﴾

جہنم کے دروازوں میں تم وہاں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ پس یہ بہت برا ٹھکانا ہے تکبر و غرور کرنے والوں کا۔

فَأَصْدِرْنَا وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا فَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي

(وہے حبیب!) آپ دائمی نازیبا حرکتوں پر مس فریٹے اللہ کا وعدہ سچا ہے ۹۴ سو ہم خواہ آپ کو دکھائیں اس عذاب کا کچھ حصہ جس کا

۹۵ اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ تمہارا کیا حال ہے تمہیں ہمارے رسولوں نے بار بار بھیجا کہ شرک سے باز آ جاؤ لیکن تم نے ایک نہ سنی۔ لو اب بکھو اپنے کرتوتوں کی سزا۔ نیز تمہارے وہ بُت کہاں ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ آج تمہیں دوزخ سے نکال کر اور اس عذاب الیم سے چُڑا کر کیوں نہیں لے جاتے۔

۹۶ اس وقت ان کی پشیمانی کی انتہا ہو جائے گی وہ کہیں گے کہ آج تو وہ بُت کہیں نظر ہی نہیں آتے۔

۹۷ اس کے سوا بعد مگر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو کسی غیر خدا کی پرستش کیا ہی نہیں کرتے تھے۔

۹۸ ان کی گمراہی اور فریب دہایت سے محرومی کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

۹۹ بڑی مخلصانہ کوششوں کے باوجود کفار اپنی روش کو ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے اور اسلام کے خلاف انکی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہوتی جاتی تھیں۔ مولاکریم اپنے حبیب کریم کو صبر کی تلقین فرما رہے ہیں۔ نیز بتایا جا رہا ہے کہ دین اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی کامیابی کا جو وعدہ آپ کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ پورا ہو کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقتور قوت اس وعدہ کے ایفاء میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ کفار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ کس طرح ان کے بُتوں کی فدائی کا تخت اونڈھا ہوتا ہے اور کس طرح دین محمدی کا پرچم اونچا بہت اونچا نیلگوں فضا میں لہراتا ہے اور اگر بعض کافر دین کے منحل قلب کا نظارہ کرنے سے پہلے مر جائیں اور

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَقَّيْتُكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۷﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

ان سے ہم نے وعدہ کیا ہے یا اس سے پہلے ہی آپ کو دنیا سے اٹھائیں اور آپ کو نہیں کہتے، آخر کار ہماری طرف ہی لوٹنے جائیں گے اور ہم نے بھیجے تھے

رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پیغمبر آپ سے پہلے بھی ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا اور ان میں سے بعض کا

لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ

ذکر قرآن کریم میں، آپ سے نہیں کیا تھا اور کسی رسول کی مجال نہ تھی کہ وہ لے آتا کوئی نشانی

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

اللہ کی اجازت کے بغیر پس جب آئے گا اللہ کا حکم (دور) فیصلہ کر دیا جائیگا حق (والصاف) کے ساتھ اور باطل ہارت

ان کو اپنی عمر بھر کی کوششوں کی ناکامی کا صدمہ دیکھنا نصیب نہ ہو تو آخر کار انہیں لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے وہاں ان کا کچھ نکل جائیگا۔ علامہ ابوحیان اُندلسی فرماتے ہیں کہ یہ صبر کی تلقین محض تائیس اور اطمینان کے لیے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو صبر کا ماں پہلے ہی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ امر تعالیٰ نبیہ بالصبر تائیساً لہ والا فهو علیہ السلام فی غایۃ الصبر (بحر)

۹۵ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرّم کو مزید تسلی دے رہے ہیں کہ مشرکین کے طرح طرح کے معجزات کا آپ سے مطالبہ کرتے ہیں، اس سے آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے۔ بعض کا تفصیل حال قرآن میں مذکور ہے اور بعض کا تفصیل ذکر ہم نے قرآن میں ابھی بیان نہیں کیا۔ ان کی قوموں نے بھی ان سے اسی قسم کے بہبودہ مطالبے کیے تھے۔ انہیں تو اپنے کیے کی سزا مل گئی یہ بھی کیفر کر دیا کہ نہیں گئے۔

اس سے کوئی اس لفظ فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ جن انبیاء و رسل کا قرآن کریم میں ذکر ہے ان کا علم تو حضور کو ہے اور جن کا ذکر نہیں ان کو حضور نہیں جانتے۔ چنانچہ علامہ آؤسی لکھتے ہیں :

ایما کان لا ذلّٰلۃ فی الآیۃ علی عدم علمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعدد الانبیاء والمرسلین کما توہم بعض الناس (روح المعانی)

یعنی کچھ بھی ہو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کو انبیاء اور مرسلین کی تعداد کا علم نہ تھا، جس طرح بعض لوگوں نے وہم کیا ہے۔ تمام انبیاء و رسل نے شب معراج امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کی۔



هُنَالِكَ الْمُبْطُلُونَ ۱۹۶ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا

وہاں دوسرا گناہ میں رہیں گے ۱۹۶ اللہ پاک وہ ہے جس نے بنائے تمہارے لیے مویشی مگر انہیں سے کسی پر سواری کرو

مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۱۹۷ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا

اور کسی کا گوشت، کھاؤ۔ ۱۹۷ اور تمہارے لیے ان میں طرح طرح کے فائدے ہیں اور ان میں سے

حَاجَةٌ فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۱۹۸

ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ ان پر سواری کرو اس منزل تک پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تم لہے چھٹے ہو سکتے

۱۹۶ یعنی کوئی رسول اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر معجزے نہیں دکھایا کرتا یہ کوئی کھیل تماشا تو ہے نہیں کہ جب بھی چند بے فکرے اکٹھے ہو کر آگے اور انہوں نے کسی معجزے کا مطالبہ کیا تو جھٹ مجبورہ دکھا دیا گیا۔ ایسا نہیں ہو کرتا معجزہ تو ایک فیصلگی چیز ہے۔ جو لوگ معجزہ طلب کریں اور اپنا مطلوبہ معجزہ دیکھ لینے کے باوجود ایمان لانے میں پس و پیشیں کرنے لگیں تو پھر انہیں نیک ٹہلت نہیں دی جاتی۔ فوراً عذاب الہی آتا ہے اور ان کا کام تمام کر دیتا ہے۔ اس لیے کوئی نبی اس وقت تک معجزہ نہیں دکھاتا جب تک حکم الہی نہ ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبی معجزہ دکھاتا ہے اور پھر بھی لوگ ہدایت قبول نہیں کرتے تو قصبی بَیِّنُهُمْ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ کا رُوح فرسا منظر سامنے آ جاتا ہے۔

۱۹۷ اپنی مزید عنایات، نوازشات اور انعامات کا ذکر فرما کر حق کو قبول کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات اگر ایک طرف اس کی قدرت کی گواہی دے رہے ہیں تو دوسری طرف اس کی حکمت اور رحمت کے آئینہ دار بھی ہیں یہ جانور جن کا ہم دودھ پیتے ہیں ذبح کر کے گوشت کھاتے ہیں۔ جن کی بیٹی پر سواری ہو کر دوردراز کا سفر آسانی سے طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچتے ہیں اور جن کی پشت پر بھاری بھکم بوجھ لاد کر یا انہیں گاڑیوں اور گڈوں میں جوت کر آرام سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارا تابع فرمان نہ بنا دیا ہوتا تو کیا ہم ان سے یہ خدمت لے سکتے تھے۔ یہ کس کی مہربانی ہے کہ گھوڑے جیسا برق رفتار طاقتور گرائڈیل جانور ہمارے سامنے سراٹھندہ حاضر ہے۔ چاہیں تو زین ڈال کر اس پر سواری ہو جائیں اور چاہیں تو اس کی بیٹی پر منوں بوجھ لادیں۔ چاہیں تو کسی گاڑی میں جوت دیا بہر حال اسے میل حکم سے کوئی انکار نہیں۔ یہی حال دوسرے جانوروں کا بھی ہے۔ گائے۔ بیل۔ بھینس غرضیکہ یہ بیشمار جانور جو خدمت انجام دینے کے قابل ہیں اس کے لیے تیار کھڑے ہیں۔

۱۹۸ سمندروں اور دریاؤں کو اس قابل بنایا کہ ان میں جہاز رانی ہو سکے۔ کشتیوں اور جہازوں میں ہزاروں ٹن بھاری بھکم سامان لاد کر دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک لے جاسکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے پانی میں یہ صلاحیت

۱۹۷



وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَآيَىٰ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ﴿۹۹﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا

اور وہ دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں۔ پس اللہ تعالیٰ کی کن کن آیتوں کا تم انکار کرو گے کیا ان معجزوں سے بھی میری سیاحت

فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ

نہیں کی زمین میں تاکہ انہیں نظر آجاتا کہ کیا انجام ہوا ان (مفسدوں) کا جو ان سے پہلے گزرے ۹۹۔

كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً ۖ وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَعْنَىٰ

وہ لوگ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں زبردست تھے اور زمین میں اپنی نشانیوں کے لحاظ سے (ہمیں) نزدیک تھے

عَنْهُمْ ۚ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۰۰﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

پس یہ بتائیں کیا فائدہ پہنچایا انہیں اس دور کے جو وہ کما تے تھے۔ پس جب آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر

فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

تواضعوں نے کفر کیا اور نازاں رہے اس علم پر جو ان کے پاس تھا۔ اور آخر کار گھیر لیا انہیں جس کا وہ

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَاهُ ۚ وَ

مذاق اڑایا کرتے تھے تھے پھر جب انہوں نے دیکھ لیا ہمارا عذاب تو کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں ایک اللہ پر اور

نہ رکھی ہوتی تو صنعت و تجارت کی یہ گرم بازاری کبھی نہ ہوتی۔

۹۹۔ سابقہ قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی طرف مزید توجہ دلائی۔

تسلہ یعنی ان قوموں کا یہ دستور رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی رسول صحیح علم لے کر آیا تو انہوں نے

یہ کہہ کر اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ تمہارے علم سے وہ علم جو ہمارے پاس ہے وہ زیادہ صحیح اور لائق اعتماد ہے۔ جو کئی سنائی

باتیں ان کے پاس تھیں جو فلسفیانہ نظریات انہوں نے اپنے فلسفیوں سے سیکھے تھے یا اپنے دیوتاؤں کے بارے میں جو

من گھڑت افسانے انہوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں سے سُن رکھے تھے ان کو ہی انہوں نے اپنی فلاح و نجات کے لیے

کافی سمجھ لیا اور انبیاء کرام کی پاکیزہ تعلیمات کی طرف ہرگز توجہ نہ دی۔ موسیٰ علیہ السلام اور سقراط فلسفی کا زمانہ ایک ہے۔

سقراط نے جب آپ کا چہ چائنا اور لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ بہتر ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل

كَفَرْنَا بِمَا كَتَابَهُ مُشْرِكِينَ ﴿۱۹﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُكُمْ إِيْمَانُهُمْ

ہم ان مبعودوں کا انکار کرتے ہیں جو ہم اسکا شریک مٹھرایا کرتے تھے۔ پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں ان کے ایمان نے

لَهَا رَاوَابِئُهَا سُنَّتِ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَ

جب دیکھ لیا انہوں نے ہمارا عذاب۔ یہی دستور ہے اللہ تعالیٰ کا جو (قدیم سے) اسکے بندوں میں جاری ہے اور

خَسِرْتُمْ هٰذَا كَالْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۰﴾

سراسر خسارہ میں ہے اس وقت حق کا انکار کرنے والے کے لئے

کہو تو اس نے کہا: نحن قوم مہذبون فلا حاجة لنا الى ما يہدینا کہ ہم مہذب و شائستہ قوم ہیں۔ ہمیں کسی  
بادی کی ضرورت نہیں۔

لے لے ان ناہنجاروں نے مہلت کی گھڑیاں انبیاء کرام کا مذاق اڑاتے اور ان پر پھبتیاں کتے گزار دیں اور جب انجام کار  
عذاب الہی نے انہیں چاروں طرف سے گیر لیا تو اس وقت ایمان کا اظہار کرنے لگے اور کفر سے بیزاری اور برأت کا اعلان  
شروع کر دیا، لیکن یہ بعد از وقت ایمان لانان کے کسی کام نہ آیا اور وہ تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے ہی دستور  
ہے کہ وہ قوموں کو سوچنے سمجھنے اور سننے کی مہلت دیتا ہے اور جب وہ دعوت حق کو قبول کر سکتے انکار کر دیتے ہیں تو انہیں  
صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے۔

الحمد لله الذي تم بتوفيقه الطاعات والصلوة والسلام على رسوله المكرم الذي بجاهه تقبل  
الحسنات وعلى آله وصحبه ومن تبعهم الى يوم الدين - ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

عبد المسكين

۴ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

محمد کرم شاہ

۱۲ دسمبر ۱۹۷۴ء

## تعارف

## سورۃ خم السجدہ

نام : متعدد سورتیں ہیں جن کی ابتدا، خم سے ہوتی ہے۔ اس سورت کی ابتدا بھی خم سے ہوئی، لیکن اس قسم کی دوسری سورتوں سے جو چیز اسے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی آیت ۳۸ آیت سجدہ ہے اس لیے اس کو خم السجدہ سے موسوم کیا گیا۔ اس کا دوسرا نام فضلت بھی ہے۔ یہ کلمہ تیسری آیت میں موجود ہے۔ یہ سجدہ رکوعوں اور چنان آیات پر مشتمل ہے اس کے کلمات کی تعداد سات سو چھیانوے اور حروف کی تعداد تین ہزار تین سو پچاس ہے۔

زمانہ نزول : یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس کے نازل ہونے کا تین علماء تفسیر نے یوں کیا ہے کہ یہ سورت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے بعد اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے درمیانی وقفہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : قریش مکہ کی شدید مخالفت اور مزاحمت کے باوجود آہستہ آہستہ مکہ مضبوطی سے اسلام اپنے قدم آگے بڑھاتا چلا جا رہا تھا۔ آٹھ روز کوئی مذکورہ ایسی ہیبتی اسلام قبول کر لیتی جس کے باعث کفار پر کوہ الم ٹوٹ پڑتا اور اسلام کے خلاف ان کی انتہائی کارروائیوں میں بڑی شدت پیدا ہو جاتی حضرت حمزہ جو اپنی شجاعت اور ناموری میں بے نظیر تھے چند روز بھونے انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے مشرف باسلام ہونے سے وہ شدید ذہنی صدمہ سے دوچار ہو گئے۔ اس مشکل کا حل سوچنے کے لیے ان کی ایک میٹنگ حرم میں منعقد ہوئی۔ قریش کے دوسرے رؤساء کے علاوہ عقبہ بن ربیع بھی وہاں موجود تھا۔ اٹھائے گفتگو اس نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ وہ حضور کے پاس جاتا ہے اور انہیں سمجھا کر راہ راست پر لاتا ہے جس کا تفصیلی ذکر آیت ۴۱ کے حاشیہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جب اس نے اپنی لمبی چوڑی تقریر ختم کی تو اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورت تلاوت فرمائی جسے سن کر وہ دم بخود ہو گیا اور اپنا سامنے لے کر واپس آ گیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کفار کے وہی سابقہ اعتراضات تھے جنہیں وہ ہر موقع پر بڑی شدت و دہرا دیا کرتے۔ ان کا پہلا اعتراض اس پر تھا کہ قرآن کلام الہی ہے یہ بات ان کے ذہن میں آتی ہی نہ تھی۔ کبھی کہتے یہ خود گو کہہ کر ہیں سنا تے، کبھی کہتے کسی سے سیکھ کر آتا ہے اور پھر ہمیں سکھاتا ہے۔ یہ شبہ اتنا لغو تھا کہ اس کو ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا گیا بلکہ بڑے سختی اور طبعی انداز میں یہ فرمایا کہ یہ اس رب کا کلام ہے جو رحمن و رحیم ہے۔ اس ارشاد الہی سے وہ ٹھکرک و شبہات خود بخود ختم ہو گئے جو کفار کے ذہنوں میں پیدا ہوتے رہتے تھے۔



دوسرا اعتراض توحید باری پر تھا وہ اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے کہ خدا ایک ہے بلکہ بہت سے بتوں کو انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ یہاں بھی ان کے اس خیالِ باطل کی تردید کرنے کے لیے دلائلِ تحریفیہ کا ذکر کیا گیا جس کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ کی مُدِرت کا ملکہ علم محیط اور کبریائی کے جلوے جھلک رہے ہیں۔

نیز انہیں متنبہ کیا کہ میرے محبوب کے خلاف جو روش تم نے اختیار کر رکھی ہے اس کا نتیجہ بڑا ہولناک ہو گا تم سے پہلے بھی بڑی بڑی طاقتور اور زور آور قومیں گزر چکی ہیں۔ جن کی مادی ترقی اور معاشی خوشحالی سن کر آج بھی تم حیران و ششدر رہو جاتے ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ جب اس قسم کا سلوک کیا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی اسی قسم کے عذاب سے دوچار کر دیا جائے گا۔

قیامت کا ذکر کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو تمہارے اعضاءِ علینی اور سلطانِ گواہ کی حیثیت سے تمہارے خلاف شہادت دیں گے اس وقت تم اپنے جرائم پر کیسے پردہ ڈال سکو گے۔

گنہگار اپنے تمام جیلے بروئے کار لائیکے تھے تاکہ اسلام کی پیش قدمی کو وہ روک دیں۔ لیکن کلامِ الہی کی اثر انگیزی نے ان کے تمام مشغولوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب انہوں نے یہ طے کیا کہ جب بھی قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اس محفل میں خوفناک آرائی شروع کر دوں تاکہ شور و غضب میں کوئی قرآن نہ سن سکے لیکن ان کی یہ تدبیر بھی ناکام ثابت ہوئی۔

اس سورت میں اہل حق کی شانِ استقامت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد ان انعامات و عنایات کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں پر فرماتا ہے۔ ساتھ ہی ان مکارمِ اخلاق کا ذکر کیا جن سے ان کی یرت مزین و آراستہ ہے۔

آخر میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کا خود محافظ و نگہبان ہے۔ باطل کی یہ مجال نہیں کہ اس میں کسی جانب سے بھی گھسنے کی جرأت کر سکے۔



# سُورَةُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذْ یُنزِلُ السُّوْرٰتِ الْوَحٰیۃَ اَنْزَلَہَا عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سورۃ حم اسجدہ مکی ہے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائیوا اللہ ہے۔ ۵۴ آیتیں ۶ رکوع

## حَمِّۃٌ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ

حامیم لے آمارا گیا ہے (یہ قرآن، رحمن و رحیم خدا) کی طرف سے ملے یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے ملے

لے اگر تم کو سورت یا قرآن کا نام قرار دیا جائے تو پھر یہ مبتدا اور تنزیل اس کی خبر ہوگا۔ ورنہ تنزیل مبتدا محذوف کی خبر ہوگا۔ بعض نے تنزیل کو مبتدا اور کتاب فصلت کو خبر کہا ہے۔

ملے گفتار اس بات پر بندھے تھے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود گوئے کر یا کسی سے سیکھ کر (نمود بانہا لوگوں کو سنا دیتے ہیں۔ ان کے اس زعم باطل کو دُور کرنے کے لیے اُن گنت روشن دلائل پیش کیے گئے، لیکن وہ اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔ ایسے لوگوں کے سامنے مزید دلائل پیش کرنا بے سود تھا۔ اس لیے یہاں بطور دعویٰ فرمایا کہ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یعنی تم تسلیم کرو یا نہ کرو یہ صحیفہ رُشد و ہدایت کسی انسانی دماغ کی تحقیق نہیں بلکہ لے رحمن و رحیم نے نازل فرمایا ہے۔ آج نہیں مانتے تو کل تمہیں بھی ماننا پڑے گا۔

یہاں وہ اسمائے الٰہی ذکر کیے گئے جو اس کی رحمت بے پایاں اور اس کی عنایت بے انداز پر دلالت کرتے ہیں تاکہ سننے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو اور وہ خود بخود کچھ چلے آئیں اور برضا و رغبت اس کے ارشادات کی تعمیل کو اپنا شعار بنالیں۔ نیز قیامت تک آنے والی نسلوں کے دل سے اس غلط فہمی کو دُور کر دیا کہ قرآن کی تعلیمات کسی وقت بھی ان کی معاشی، تمدنی، علمی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ بتا دیا کہ یہ کسی ایسے آمر مطلق کا ایسی فیستونہیں جس میں اس کو سب سے زیادہ اپنے جاہ و جلال اور اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کا فکر ہو اور لے اس کی قطعاً کوئی پروا نہ ہو کہ اس کی رعایا پر کیا گزرتی ہے۔ ان کے جذبات کا کیسے خون ہوتا ہے یا وہ کس قسم کی ذہنی گرفت یا معاشی پسماندگی کا شکار ہوتے ہیں۔ فرمایا یہ اس ذات پاک کا نازل کیا ہوا صحیفہ ہے جو رحمان و رحیم ہے۔ اس کی شانِ رحمانی تو تمہیں پھوٹنا چھٹتا، ترقی کی بلند منزلیں ملے کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

اگر تم اپنے خداوند کریم کے احکام بجا لاؤ گے تو دین و دنیا کی سعادتیں تم پر نثار ہوں گی اور اگر تم نے اس کی طرف سے بے رنجی برتی تو آخر کوئی نہ کوئی دستور تمہیں اپنا نا پڑے گا۔ اس میں اور تو شاید بہت کچھ ہو لیکن اس میں رحمت و رأفت کا وہ عنصر ہرگز نہیں ہوگا جو رحمان و رحیم پروردگار کے ارشادات میں موجود ہے۔ یہ تمہاری بد بختی ہوگی کہ خداوند رحمن کی ہدایات کو چھوڑ کر تم کسی جاہل، خود مرغ و خود مرض اور کوتاہ فہم کے بنائے ہوئے دستور کو اپناتے پھرو۔

ملے رحمن و رحیم نے جو کتاب نازل فرمائی ہے اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ باہل و واضح اور عام فہم ہے۔ اس میں کوئی بچھڑیگی

قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۱۰۱ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ

بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ اس کے یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو علم و فہم رکھتے ہیں۔ یہ مشرکوں کے لئے اور کفار کے لئے ہے۔

فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝۱۰۲ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اَكْتَاةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ

ہاں ہرگز نہیں سنیے ان میں سے اکثر نے پس وہ قبول نہیں کرتے تھے اور ان کا ہٹ دھرمی تھا کہ ہمارے دل غلاظتوں میں دھپٹے ہوئے ہیں اس بنا پر

وَفِيْ اٰذَانِنَا وَقُرْءَانٍ مِّنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْنَا

جسکی طرف آپ ہیں بلاتے ہیں کہ اور ہمارے کانوں میں گرائی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے تم اپنا کام کرو اور ہم اپنے کام

عَمِلُونَ ۝۱۰۳ قُلْ اِنَّمَا اَنْبَشُرُ مِثْلَكُمْ يُّوْحٰى اِلَيْكُمْ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ اِلٰهُ

میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ فرمائیے میں انسان ہی ہوں اور بظاہر تمہاری مانند ہے۔ (البتہ) وحی کی جاتی ہے میری طرف کرتا ہر مشرک خداوند

نہیں۔ اس میں اتنا س کا شائبہ تک نہیں جس کی تک پہنچنے کے لیے غیر معمولی عقل و فکر کی ضرورت ہو۔ یہ ایسی کلی اور وضع کلی ہے کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

قُرْآنًا عَرَبِيًّا مِّنْصُوبِ طَيِّبِ اللِّحْيِ ۝۱۰۴ قُلْ اِنَّمَا اَنْبَشُرُ مِثْلَكُمْ يُّوْحٰى اِلَيْكُمْ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ اِلٰهُ

یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو تمہاری مادری زبان ہے جس کے اسرار و معارف سمجھنے کی تم میں پوری استعداد ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنْبَشُرُ مِثْلَكُمْ يُّوْحٰى اِلَيْكُمْ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ اِلٰهُ ۝۱۰۵ قُلْ اِنَّمَا اَنْبَشُرُ مِثْلَكُمْ يُّوْحٰى اِلَيْكُمْ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ اِلٰهُ

یہ اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو علم و فہم کی صفت سے پرہیز ہیں۔ بے عقل اور احمق لوگ اس کی قدر و قیمت کو کیا جانیں۔

قُلْ اِنَّمَا اَنْبَشُرُ مِثْلَكُمْ يُّوْحٰى اِلَيْكُمْ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ اِلٰهُ ۝۱۰۶ قُلْ اِنَّمَا اَنْبَشُرُ مِثْلَكُمْ يُّوْحٰى اِلَيْكُمْ اِنَّمَا اِلَهُكُمْ اِلٰهُ

یہ پیشواؤں نے قرآن کی دوسری جہتیں ہیں یعنی یہ ان لوگوں کو تو نجات و فلاح کی خوشخبری دیتا ہے جو اس کے احکام بجالاتے ہیں اور جو لوگ اس کی ہدایات پر کاربند نہیں ہوتے انہیں بروقت ان کے انجام بد سے ڈراتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔

یہ کفار کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا ذکر ہو رہا ہے۔ تمام باطل فرقے اپنی ہٹ پر اسی طرح قائم رہتے ہیں۔ انہیں لاکھ سمجھاؤ وہ سمجھنے کا نام نہیں لیتے۔ باطل پرستوں کے پاس حق کی پوری شکل کے مقابلہ میں یہی ایک گوشہ عافیت ہے کہ وہ نہ مانوں نہ مانوں کا درد کرتے رہتے ہیں۔ اکتہ: کتان کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ کپڑا یا غلاف ہے جس میں کسی چیز کو اچھی طرح لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ وَ قَسَمَ: صَمَمَ یعنی بہرہ پن۔ حِجَابٌ: پردہ۔ یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان ایسی دیوار حائل ہے کہ تمہارے حق کا نور اس سے نفوذ کر کے ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ کفار کہتے تھے کہ ہمارے درمیان ایسا پردہ حائل ہے کہ فائدہ اور استفادہ ممکن ہی نہیں۔ نہ آپ کا پیغام حق ہم تک

اصولہ

وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۙ

یکتا ہی ہے ۹ پس متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف اور مغفرت طلب کرو اس سے۔ اور ہلاکت ہے مشرکوں کے لیے سوائے

الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ۚ إِنَّ

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے ٹھکر ہی رہتے ہیں لے بے شک

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۗ قُلْ

وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہوگا لے آپ اللہ

پہنچ سکتا ہے اور نہ ہم اسے قبول کر سکتے ہیں۔ ان کے اس قول کی تردید کی جا رہی ہے کہ تمہارا یہ خیال سراسر باطل ہے۔ اگر میں انسان نہ ہوتا فرشتہ یا جن ہوتا تو ہم ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکتے نہ سمجھا سکتے۔ جب تم بھی انسان ہو اور میں بھی انسان ہوں تو پھر تم میں معاشرت کی کوئی ایسی دیوار چن دی گئی ہے کہ افہام و تفہیم کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو۔ تمہارا یہ کہنا سراسر لغو اور باطل ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: كَسْتُ مَلَكًا وَلَا جَنِيًّا لَا يَمْلِكُكَ التَّلَاقُ مِنْهُ وَهُوَ دَلِيلٌ عَلَى بَيْنَتِكَ وَبَيْنَتِكَ حِجَابٌ (روح المعانی) یعنی میں نہ فرشتہ ہوں اور نہ جن ہوں تاکہ تم اس سے استفادہ نہ کر سکو۔ اس آیت سے ان کے اس قول کی تردید کر دی گئی جس کا ذکر سابقہ آیت میں ہے بَيْنَتَنَا وَبَيْنَتِكَ حِجَابٌ۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اظہار تواضع کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ کہنے کا حکم دیا۔ قَالَ الْحَسَنُ عَلِمَهُ اللَّهُ التَّوَاضُّعَ۔

(اسس مسئلہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد سوم، سورہ کھف آیت ۱۱۰)

۹ انہیں کے قول کی تردید جو رہی ہے یعنی اگر میں تمہیں کسی ایسی بات پر ایمان لانے کی دعوت دیتا جس کو تسلیم کرنے پر عقل سلیم تیار نہیں تو تمہاری یہ بے زنجی کچھ معنی بھی رکھتی ہیں تو تمہیں اس سچائی کی طرف بلارہا ہوں جس سے بڑی سچائی انکلی نجات میں ہے ہی نہیں یعنی میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دے رہا ہوں۔ اسلئے تمہاری بہتری اس میں ہے کہ تم اس سچی دعوت کے قبول کرو اور جو مغفرت طلب کرو۔

۱۰ جن کا دامن شرک سے آلود ہے انکے مقدر میں تباہی و بربادی رقم ہو چکی ہے ان سے بڑھ کر اور کون بد بخت ہو سکتا ہے۔ لے ان کی ہلاکت کی وجہ یہ ہے کہ انکے دلوں میں منکھل نے ڈیرہ جمالیہ ہے کسی غریب پر انہیں رحم ہی نہیں آتا۔ کسی تپیم یا بڑھکے وہ اپنی دولت سے کچھ خرچ کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ ایسے سنگدل اور بے رحم انسانوں پر پھٹکار نہ ہوگی تو کیا رحمت کے پھول برسے گئے۔ وہ تباہ و برباد نہ ہونگے تو کیا چھلپیں چھلپیں گے نہ ہرگز نہیں۔ ان کی اس بے رحمی اور سنگدلی کی وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت کے ٹھکر ہیں۔

۱۱ ان کے برعکس ایک دوسرا گروہ ہے جو نور ایمان سے بھی بہرہ ور ہے اور ان کی زندگی کا دامن نیکیوں کے ٹھکتے ہوئے



اَبْنَكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ

ہدے کی تم لوگ انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے پیدا فرمایا زمین کو دو دن میں ۱۱۱ اور ٹھیکے ہو

لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۱ وَجَعَلَ فِيْهَا رِوٰسِيْ مِّنْ

اس کے لیے مرتعابل۔ وہ تو رب العالمین ہے۔ (اسکا نہ مثل کون ہو سکتا ہے)۔ اور اس نے (جی) بنائے ہیں زمین میں گڑے جڑ پہاڑ

فَوْقَهَا وَبَرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءٍ

جو اسکے اوپر (ملنے والے) ہیں، اور اس میں برکتیں رکھی ہیں اور اس سے ضروری چیزیں اور زمین میں چار دنوں میں (ساکن) حاصل

پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ بارگاہِ الہی سے انہیں جو اجر ملے گا وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ عَيْنٌ مِّنْهُنَّ اٰنِيْ عَيْنٌ مَّقْطُوْعٌ۔ منقطع  
نہ ہونے والا ختم نہ ہونے والا۔

۱۱۱ ان چار آیتوں میں اپنی توحید اپنی قدرت کا ملہ اور علم و حکمت کے ایسے دلائل و شواہد پیش کیے ہیں کہ کوئی سمجھ ر آدمی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ ان دلائل کو بیان کرنے کے بعد کفار سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ جن کو تم نے میرا ہمسار و شریک بنا رکھا ہے جن کی تم کو جاپاٹ کرتے ہو ذرا انصاف سے بتاؤ ان میں ان صفات عالیہ جلیلہ میں سے کسی صفت کا معمولی پر تو تک بھی موجود ہے اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر تم سے بڑا عالم اور احمق کون ہوگا جو ذرے کو آفتاب کا ہمسار اور قطرے کو سمندر کا ہم پایہ خیال کرتا ہے پہلی آیت میں بتایا کہ یہ زمین جس پر تم آباد ہو اور جس کی فضا میں تم سانس لیتے ہو اس کو تمہارے کسی بڑے یا کسی دیرتوانے پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ ساری چیزیں تو کل نیست سے ہست ہوئیں۔ زمین تو تمہارے ان موجودوں کی تخلیق سے پہلے موجود تھی۔ اس وسیع و عریض زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو تمہیں جیانی نہیں آتی کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور اپنے ان بتوں کو اس کا ہمسار یقین کرتے ہو۔ نیز اس کو یہ زمین بنانے میں عرصہ دراز صرف نہیں کرنا پڑا بلکہ دو دنوں میں اس کی آفرینش مکمل کر دی۔ اس کی قدرت تو اس کو حکیم ندان میں بھی پہلے کر سکتی تھی، لیکن یہ تبریح اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔

یوم سے مراد یہ دن نہیں بلکہ مطلق وقت ہے یا تخلیق کا دور۔ پہلے کئی مرتبہ اس لفظ کی وضاحت گزر چکی ہے۔

۱۱۱ رَوٰسِيْ جمع ہے رَاسِيَةٌ کی : جو چیز زمین میں گڑی ہوئی ہو۔ بندرگاہ کو عربی میں مَرْسِيٌّ کہتے ہیں کیونکہ شتیاں اور جہاز یہاں پہنچ کر اپنے لشکر ڈال دیتے ہیں۔ پہاڑوں کو رَوٰسِيٌّ اس لیے کہا کہ ان کی جڑیں زمین میں ڈور تک چلی گئی ہوتی ہیں۔ یوں نہیں کہیں زمین کی سطح پر رکھ دیئے گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہہ زمین کو اضطراری حرکت سے محفوظ کرنے کے لیے زمین میں جا بجا پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دی ہیں لیکن یہ پہاڑ کسی میخ کی طرح زمین میں سارے کے سارے دھنسے ہوئے نہیں



## لِّلسَّائِلِينَ ۝ تُمْرُّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَاو

یجسں ہے طلبگاروں کے لیے اٹھے پھر اس نے توجہ فرمائی آسمان کی طرف وہ اس وقت محض دھواں تھا اسے پس فرمایا اسے

بلکہ زمین سے بہت اُونچے اُٹھے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں کو اس طرح بنانے میں جو کمیتیں ہیں ان سے بچے بچے واقف ہے۔ ان آن گزرت ممکنوں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہاڑوں کے شکم گوناگوں دھاتوں اور معدنیات سے بھرے پڑے ہیں۔ کوند سے لے کر سونے تک۔ کھری مٹی سے لے کر چائیم تک کے یہاں انبار لگے ہوئے ہیں۔ انسان آسانی سے انہیں کھود کر نکال سکتا ہے۔ اگر یہ پہاڑ سارے کے سارے زمین میں دھسنے ہوتے تو ان معدنیات کو نکالنا مشکل ہو جاتا۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں بے شمار خیرات و برکات رکھ دی ہیں ہزاروں لاکھوں سالوں سے دھڑا دھڑا انہیں استعمال کیا جا رہا ہے لیکن کسی چیز کا شاک ختم نہیں ہوتا۔ پانی جی کہ پیچھے لاکھوں سال سے طرح طرح سے استعمال ہو رہا ہے لیکن چشمے پھر بھی ابل رہے ہیں۔ پہاڑی ندیاں شرفی دستی سے اب بھی ہستی پل جا رہی ہیں۔ دریا اپنی طوفانی موجوں سمیت رواں دواں ہیں اور سمنڈ کی بیکرائی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

۱۶۔ سطح زمین پر جتنی بھی جاندار مخلوق ہے ان سب کے لیے مختلف قسم کی قبضی غذا مطلوب ہے سب کا اہتمام پہلے دن ہی سے کر دیا۔ مورخ، مولا اور شہباز شیر بکری۔ غرضیکہ ہوا میں اڑنے والوں، زمین پر چلنے والوں، دو ٹانگ والوں، چارہ کھانے والوں، گھاس سے شکم پُر کرنے والوں، گوشت خوروں، جھینگے اور کپڑے کھانے والوں غرضیکہ ہر ایک نوع کی طبعی ضرورت کے مطابق ہر فرد کی انفرادی پسند کے مطابق قدرت کے وسیع و عریض دسترخوان پر ہر چیز چن دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ کائنات کی اس رنگت میلی برات کے دو لہا حضرت انسان کے لیے کیا کچھ موجود نہیں۔ جس ہستی نے اتنا وسیع اور حیران کن انتظام ہمارے پیدا ہونے سے ہزاروں صدیاں پہلے کر دیا کیا اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی قدرت کے بارے میں ادنیٰ سا شک بھی کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ یعنی زمین کی تخلیق اور ان میں نباتاتی، حیوانی اور انسانی زندگی کی بقا اور نشوونما کے لیے یہ سارے انتظامات صرف چار دنوں میں یعنی چار دوروں میں مکمل کر دیئے گئے۔

۱۸۔ یہ رزق و نعمت کے خزانے کسی خاص طبقہ یا فرد کی اجارہ داری نہیں جس میں طلب ہوگی، اہمیت اور حوصلہ ہوگا۔ ہنرمندی اور فہم و فراست کا جوہر پایا جائیگا اسے اس کی اہمیت اور حوصلہ کے مطابق ان نعمتوں سے حصہ دیا جائے گا۔

اس آیت سے سوشلسٹ نظام کی تائید کے لیے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ بالکل بے محل ہے۔

۱۹۔ استسویٰ کا صلہ جب اٹی ہو تو اس کا معنی توجہ کرنا ہوتا ہے یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ پہلے ایک دھواں سا تھا۔ سمائی اور دُخانِ قہم کا مادہ تھا جس سے اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سات آسمان پیدا فرمائے۔

لِلْأَرْضِ اثْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝۱۱ فَقَضَاهُنَّ

زمین کو کہ آجائے دقتیل حکم اور اولے فرانس کے لیے، خوشی سے یا مجبوراً نہ۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی و تہمتہ حاضر ہونے سے پہلے

سَبَعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا

انہیں سات آسمان ۷۷ دو دنوں میں اور وحی فرمائی ہر آسمان میں اس کے حسب حال اور ہم نے مزین کرنا

السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۝۱۲ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ

آسمان دنیا کو چراغوں سے ۷۷ اور اسے خوب محفوظ کرنا یا نکلے یہ (سارا) نظام سب کے قابل سب کو جاننے

الْعَلِيمِ ۝۱۳ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ

ولے (نمل) کا ہے ۷۷ پس اگر وہ دیکھ بھی، اڑو گردانی کریں تو آپ فرطینے کریں گے دُرایا ہے تمہیں اس کو کہ سے جو

۷۷ زمین و آسمان کو تکم دیا کہ جس خدمت کی ادائیگی کے لیے جن فرض کو انجام دینے کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اسے پورا کر کے لیے حاضر ہو جاؤ۔ اس میں تمہاری مرضی کا کوئی دخل نہیں بلکہ ہمارے حکم کی بجا آوری ضروری ہے۔ تم جاہویا نہ جاہو ہر حال میں تمہیں ہمارے فرمان کی تعمیل کرنا ہوگی۔

۷۸ زمین و آسمان نے بیک زبان جواب دیا۔ لے ہمارے خالق و مالک ہم بصد خوشی تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہیں۔  
۷۹ چنانچہ سات آسمان بنا دیے گئے اور ہر آسمان کے حسب حال وہاں احکام و ہدایات نازل فرمائیے تاکہ ہر آسمان کی مخلوق منشاء خداوندی کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

۸۰ جب سورج غروب ہو جاتا ہے، شام کاؤند کا پھیلنے لگتا ہے تو ٹپٹماتے ہوئے سائے آنکھ بھولی شروع کر دیتے ہیں رات کی وحشت اور تاریکی کی گھٹن اس چراغوں سے کافر ہو جاتی ہے پھر بخیلو فری کی یہ سچی بھرنی بچت دل کو نیا سُرور اور تازگی بخشتی ہے۔

۸۱ یہ مفعول مطلق ہے یعنی حَفِظْنَا حِفْظًا، یعنی ہم نے آسمان کو بقتنا خوبصورت اور دلآویز بنایا ہے، اتنا ہی مضبوط اور محکم بھی بنایا ہے جس میں کوئی دراڑ نظر نہیں آتی۔ کوئی شکاف دکھائی نہیں دیتا۔ ہر طرح کی بیرونی دخل اندازیوں سے اُسے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

۸۲ یعنی یہ سارا نقشہ ہر چیز کے لیے مناسب محل اور مقام کا تعین، ہر چھوٹی بڑی چیز کے لیے فرائض و واجبات کا تعین یہ عجیب العقول انتظام، یہ ساری مشہورہ بندی اور اس مشہورہ بندی کی عملی تطبیق اس خداوند تقدوس کی قدرت کا کرشمہ ہے

## عَادٌ وَثَمُودٌ ﴿۱۶﴾ اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ

عاد و ثمود کی کرکاک کی مانند دہلاکت خیزا ہوگی لئے (کچھ یاد ہے) جب آئے تھے انکے پاس رسول ماسنے سے اور

جو سب سے بردست اور بڑی حکمت والا ہے۔

اگرچہ قرآن حکیم ایسی کتاب نہیں جس میں کائنات کی تخلیق، اس تخلیق کے ادوار اور مدارج کا تعین مقصود ہو، البتہ جو اشارت آفرینش عالم کے متعلق قرآن کے مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ سائنس کی تحقیقات بھی مختلف مرحلوں سے گزر کر اسی طرف آ رہی ہے علامہ آکوسی لکھتے ہیں :

إِنَّ عَرَشَهُ تَعَالَى كَانَ قَبْلَ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلَى الْمَاءِ - فَاحْدَثَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْمَاءِ سَحَابًا فَارْتَفَعَ زَيْدٌ وَدُخَانٌ فَمَا الزَّيْدُ فَبَقِيَ عَلَى وَجْهِ الْمَاءِ وَخَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ الْيَبُسَةَ وَاحْدَةً سَجَانَهُ مِنْهُ الْأَرْضُ وَامْتَالَ الدُّخَانَ فَارْتَفَعَ وَعَلَى - فَخَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُ السَّمَوَاتِ - (شرح المعاني)

یعنی زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں حرارت پیدا کر دی۔ اس سے جھاگ اور دھواں بلند ہوا۔ جھاگ پانی کی سطح پر باقی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں خشکی پیدا کی اور اس سے زمین بنائی اور دھواں اوپر اٹھا بلند ہوا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ سائنس کی جدید تحقیقات بھی اس نظریہ سے بہت قریب ہیں۔

۱۶۔ ان آیات بینات کے مشاہدہ کے بعد بھی وہ کفر و ضلال کی راہ کو چھوڑ کر اگر راہ راست پر گامزن نہ ہوں تو وہ یاد کوشیں جس عذاب نے عاد و ثمود جیسی قوموں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا، وہ عذاب انہیں بھی راکھ کا ڈھیر بنا دے گا جب عذاب انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا تو وہ یہ کہنے کے حقدار نہ ہوں گے کہ انہیں کسی نے بڑ بڑقت خبردار ہی نہیں کیا تھا، ورنہ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرتے۔

انذرتہم کا عام طور پر اتنا ہی مفہوم بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے ڈرایا۔ حالانکہ تکرر کے مادہ کا اطلاق اس ڈرانے پر ہوتا ہے جس میں کم از کم دو خصوصیتیں ہوں۔ ایک تو وہ ڈرانا بڑ بڑقت ہو۔ یوں نہیں کہ جب پتھر آسمان سے برسنے شروع ہو جائیں تو خطرہ کا الہام بخینے لگے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انذار سے مقصد صرف عذاب کی خبر دینا نہیں ہوتا بلکہ اصل مقصد اس شخص کی خیر خواہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کا انتظام کرے۔ لسان العرب میں ہے کہ عرب کہتے ہیں : أَنْذَرْتُ الْقَوْمَ سَيْبَ الْعَدُوِّ الْيَهُدِيِّ فَخَذَرُوا أَيْ عَلِمْتُمْ ذَلِكَ فَعَلِمُوا وَتَحَذَرُوا۔ یعنی میں نے قوم کو دشمن کے حملے سے خبردار کیا۔ پس انہوں نے اپنا بچاؤ کر لیا۔ صاعقہ بادل کی اس شدید کرکاک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ بجلی بھی گرسے۔ الصاعقہ : الصوت الشديد من الرعدة يسقط معها قطعة نار۔ یہ اس کا لغوی معنی ہے لیکن اب اس کا اطلاق ہر مسلک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی نوعیت کسی قسم کی ہو۔ کلُّ عذاب مهلك صاعقة (لسان العرب)



خَلْفِهِمْ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً

تہیجے سے (یعنی ہر طرف سے یہ سمجھانے کیلئے) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مگر انہوں نے کہا اگر ہمارے رب کی مرضی ہوتی تو وہیں کچھ بھیجئے

فَاتَّابِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۸﴾ فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ

تو فرشتے نازل کرتے ہیں ہم جو دیکر تمہیں بھیجا گیا ہے (اسکا سلسلہ) انکار کرتے ہیں اٹلے پس قوم عاد نے تو سرکشی اختیار کی زمین میں

۱۷ اس سے مراد یاقوت رسولوں کی کثرت ہے یعنی کثیر التعداد رسول ان کے پاس تشریف لائے اور راہ ہدایت پر گامزن ہونے کی انہیں دعوت دی اور یہ اس کا مدعا ہے: مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ: کہ انہوں نے گزری ہوئی قوموں پر جو حقیقی تھی اس کا تشبیل تذکرہ بھی ان سے کیا۔ (وَمَنْ خَلْفَهُمْ) مستقبل میں اس ہٹ دھرمی کی جو سزا انہیں ملنے والی تھی اس سے بھی ڈرایا۔

۱۸ لیکن انہوں نے دعوت حق قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے پیغمبران کی ہدایت کے لیے جو مخصوص نیکوشیں کرتے تھے انہوں نے اُٹان کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا۔ وہ کہتے کہ آپ خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں اور ہماری مزید سیخ فرماشی سے باز آجائیں۔ اگر خدا نے کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہوتا تو وہ کسی ڈوری فرشتہ کو ہماری راہنمائی کے لیے بھیجتا۔ آپ جو ہماری طرح محض گوشت پرست کے انسان ہیں اور ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں آپ کو ہم رسول ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہم ہرگز آپ کی رسالت کو نہیں مانیں گے! اہل باطل کی یہ حجت بازیاں ہیں جن سے وہ اہل حق کا دل دکھایا کرتے ہیں کتب احادیث و تفسیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک روز ابو جہل اور چند دوسرے قریش کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں گفتگو چھڑ گئی۔ کہنے لگے کہ اس شخص کی حقیقت ابھی تک ہم پر نہیں کھلی۔ اگر کوئی ایسا آدمی مل جائے جو سحر و کمانت کے فن میں ماہر ہوئے کے ساتھ بہترین شاعر بھی ہو تو اسے ہم اس کے پاس بھیجیں تاکہ ان سے گفتگو کے بعد وہ ہمیں بتائے کہ یہ شاعر ہیں، بادوگر ہیں یا کابن۔ عقبہ بن ربیعہ بولا: مجھ سے زیادہ ماہر اور کون ہوگا! چنانچہ طے پایا کہ عقبہ جانے اور ان سے گفتگو اور پھر ان کے متعلق اپنے تاثرات بتائے۔ عقبہ گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کہنے لگا، آپ خواہ مخواہ ہمارے باؤ بولڈ کو گمراہ کہتے ہیں، ہمارے معبودوں کی بے عزتی کرتے ہیں۔ اگر اس تحریک سے آپ کا مقصد حکومت حاصل کرنا ہے تو ہم کج ہی آپ کی بادشاہی کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر کوئی رشتہ مطلوب ہے تو ہم ایک نہیں دس دوستی نہیں جن کی طرف آپ اشارہ کر بیٹھے پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور اگر وہ یہ بٹورنے کے لیے یہ دھندا شروع کیا ہے تو ہم سونے چاندی کے ڈھیر کچے تہذیبوں میں لگا دیں گے جو آپ کی کئی پشتوں تک کے لیے کافی ہوں گے۔ یہ کہہ کر جب وہ خاموش ہوا تو فخر عالم نے پوچھا: اے عقبہ! کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں جو کہنا چاہتا تھا کہہ دیا۔ اس کے بعد حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورہ تم کی تلاوت شروع کی۔ نبوت کی زبان رب کریم کا کلام بلاغت نظام تلاوت کر رہی ہے۔ سوز و دروں اور ہمدردی کے جذبات نے اس قرات



بَغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِتَاقُوتَةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ

ناحق ہے اور کہتے تھے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے ؟ کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ جس

الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾

نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوی ہے اور وہ (تو) ہمیشہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ مَّحْسَبَاتٍ لِنُنذِرَهُمْ

پس ہم نے بھیج دی ان پر سخت ٹھنڈی شدہ ہوا تھلے مونس دنوں میں تاکہ تم انہیں سچھائیں

کو مدد جو اثر انگیز بنا دیا ہے۔ قہر دم سادھے بیٹھا ستارہا گویا اس پر سکت کا عالم طاری ہو گیا جب حضور مثل صاعقۃ عادیہ ٹوٹ نکلی پھینچے تو وہ تھلا کر اٹھا اور حضور کے لب مبارک پر ہاتھ رکھ دیے۔ کہنے لگا میں تمہیں رحم کا واسطہ دیتا ہوں کہ بس کیجیے ورنہ ہم برباد ہو جائیں گے۔ وہاں سے اٹھا اور اس مجلس میں جانے کے بجائے جہاں قریش بڑی بے چینی سے اس کا انشکار کر رہے تھے وہ سیدھا گھر چلا گیا اور خانہ نشین ہو گیا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ابو جہل سب کو لے کر اس کے گھر پہنچا اور وہاں پہنچتے ہی اُسے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ عقبہ! معلوم ہوتا ہے کہ کون نے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا دین اختیار کر لیا ہے۔ اور اس کے دسترخوان نے تیرا دل موہ لیا ہے اگر تمہارے پاس لذیذ کھانے کیلئے پیسے نہیں تو تم چندہ جمع کر کے پیش کر دیتے ہیں۔ جبکہ اس لعنہ سے بہت بزم بُرا دیکھیں یہ برہمی جی جمالت کی برہمی تھی) کہنے لگا مجھے تم سے اس کے بعد میں ان سے بات تک نہ کروں گا اور لے ابو جہل تم خوب جانتے ہو کہ نہیں تم سب سے زیادہ دو ٹوند ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں حسب پروگرام ان کے پاس گیا۔ میں نے کھل کر اس موضوع پر ان سے تبادلہ خیال کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے جو جواب دیا بخدا نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ کہانت۔ اس نے سورہ تم کی آیات پر صحتی شروع کر دیں کہنے لگا جب وہ صاعقۃ عاد و ثمود تک پہنچے تو میں نے انہیں رحم کا واسطہ لے کر خاموشی مچنے کو کہا اور ان کے بولوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ محمد جب گفتگو کرتا ہے تو تجھوت نہیں بروتا میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہو۔ و لقد علمتم ان محمدا اذا قال شيئا لم يكذب فحضنت ان ينزل عليكم عذابا۔

۱۵۔ قوم عاد پر عذاب اس لیے نازل ہوا کہ وہ ناقح تکبر کرتے تھے اور انہیں اپنی قوت و طاقت پر اتنا ناز تھا کہ وہ کسی کو سبھی خاطر میں نہ لاتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف بھی ان کے دل سے نکل گیا تھا۔ ارشاد فرمایا: جابلو! تمہیں گھنٹہ بے کتماری تعداد کثیر ہے۔ مال و دولت فراوان ہے۔ تمہارے جوان بڑے جنگجو اور بہادر ہیں۔ آج کوئی قوم تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی تمہارے کھتے ہو لیکن یہ بتاؤ کہ کیا اللہ جو تمہارا ناقح ہے جو یہ ساز و سامان دینے والا ہے کیا تم اس سے بھی طاقتور ہو۔ اسکی نافذوں کی جزأت کر سکتے ہو۔

سَلِّ الصَّوْتَةَ وَالصَّيْحَةَ... وَرَبِّعْ صَرْصَرًا مِی بَارِدَةً (صحاح) سخت ٹھنڈی ہوا کو صرصر کہتے ہیں۔ شدید

## عَذَابُ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ

ذلت آمیز عذاب اس دنیوی زندگی میں - اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ رسوا کن ہوگا

وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿۳۳۸﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ

اور ان کی ہرگز مدد نہ کی جائے گی۔ باقی رہے ثمود سلسلہ تو انہیں ہم نے سیدھی راہ دکھائی انہوں نے پیند کیا انہیں پک کر

عَلَى الْهُدَىٰ فَآخَذَتْهُمْ سَعِيقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا

ہدایت پر تو پھڑپھڑایا انہیں اس عذاب کی کڑواہٹ نے جو رسوا کن ہے ان کھوتوں کے باعث جو وہ

يَكْسِبُونَ ﴿۳۳۹﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۳۴۰﴾ وَيَوْمَ نُحْشِرُهُ

کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے تھے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہتے تھے سلسلہ اور ذرا خیال

أَعْدَاءَ اللَّهِ إِلَى التَّارِفِهِمْ يُوزَعُونَ ﴿۳۴۱﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ

کرو، اس ان کا جب جمع کیے جائیں اللہ کے دشمن آتش جہنم، کی طرف پھرو اگرچہ وہیں، بانٹ بیٹھا بیٹھے سلسلہ ہانک جب ذبح کے قریب

البرد وقيل شديدة الصوت (لسان العرب) سخت ٹھنڈی ہوا کو مرصہ کہتے ہیں۔ نیز وہ ہوا جو شدید شور مچائے اس کو بھی صحر

کہتے ہیں یعنی ان پر ایسی سخت ٹھنڈی ہوا بھیجی جس کے شور سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے وہ سات دن اور آٹھ رات تک

چلتی رہی۔ اس نے ان کے مکانوں کو بنیادوں سے اکھیر کر پھینک دیا، وہ خود اس کی شدت کی تاب نہ لاکر یوں زمین پر وحطام

سے گرنے لگے جیسے جھکڑے گھوڑا کا بوسیدہ تنا اکھڑ جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ پہلے بھی گزر چکا ہے اور آئندہ بھی مختلف مقامات پر آریگا۔

سلسلہ ہدایت کا لفظ دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے کسی کو منزل مقصود تک پہنچا دینا یا کسی کو منزل کی راہ دکھانا۔ یہاں فقہد یقنا

میں دوسرا معنی مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انبیاء کرام نے انہیں بتایا کہ یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس پر چلے تو نجات پاؤ گے

لیکن انہوں نے گمراہی کے اندھیروں کو پسند کیا اور ہدایت کی روشنی کو مسترد کر دیا ان پر ایسی کڑواہٹ آئی جس نے انہیں تباہ کر دیا۔

سلسلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ملاحظہ ہو کہ جھکڑے نے تمام قوم ماد کو موت کی نیند سلا دیا، لیکن اہل ایمان کو ذرا گزند نہ پہنچائی! اسی

طرح ثمود پر جو عذاب آیا اس کی زد سے حضرت صالح اور ان کے پیروکار بالکل محفوظ رہے۔

سلسلہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قبروں سے نکال کر جہنم کے کنارے تک ہانک کر لے جائیں گے اور وہاں جو پہلے پہنچیں گے

انہیں روک لیا جائے گا تاکہ بعد میں آنے والے بھی آجائیں پھر ایک ساتھ سب کا حساب شروع ہو۔ کیونکہ عدل وانصاف کا

عَلَيْهِمْ سَمِعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۳﴾

آجائیکے ذریعہ شروع ہوگا اسوقت اگر اسی دیکھے اکتے غلام اکتے کان اکتی آنھیں اور ان کی کھالیں اکتے باہرے میں جو وہ کیا کرتے تھے ۲۳

وَقَالُوا الْجُلُودُ دِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي

اور وہ کہیں گے اپنی کھالوں سے ۲۴ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی۔ وہ کہیں گے ہم بے بس ہیں، ہمیں تو گویا کیا ہے اللہ

أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۴﴾

نے جس نے گویا کیا ہے ہر شے کو ۲۴ اور اسی نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ اور اب اسی کی طرف تم لوٹانے جا رہے ہو۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا

اور تم نہیں چھپا سکتے تھے اپنے آپ کو اس امر سے کہ گواہی زندی تمہارے خلاف تمہارے کان

اور نہ

تعمانیہ ہے کہ سب حاضرین کی موجودگی میں ہر شخص کے مقدمہ کا فیصلہ ہو تاکہ اگر کسی کو کوئی لہو گواہ پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کا نام لے اور گواہ حاضر ہو جائیں نیز نیک بندوں کے اعمال حسد سے بعد میں آنے والی نسلوں کو جو نامدہ اور فیض پہنچا اس کا بھی اندازہ لگایا جاسکے اور بدکاروں کی بد اعمالیوں کے باعث معاشرہ کو جن تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا انہیں سزا دیتے وقت ان کا بھی لحاظ رکھا جاسکے۔ یوزعون؛ الوزع کف النفس عن هواها ويقال وزعت الجعش اذا جبت اولهده على آخرهه وفي التزويل فهد يوزعون اى يحبس اولهده على آخرهه (لسان العرب)

نفس کا اپنی خواہش سے رک جانا، اس کو عربی میں الوزع کہتے ہیں جب لشکر کے ہراول دستے کو پیش قدمی سے روکنا یا جلنے تاکہ لشکر کا آخری حصہ بھی جمع ہو جائے نیز وزع کا معنی تقسیم کر دینا۔ الگ الگ گروہوں میں بانٹ دینا بھی ہے ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

۲۴ گویا ہر چیز ٹیپ ریکارڈر کا کام دے رہی ہے اور ہمارے اعمال و افعال کا ناقابل تردید ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے۔ قیامت کے روز اگر کوئی شخص کرانا کا تبین کی گواہی ملنے سے انکار کرے گا تو ان اعضاء کو بولنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد کسی کو بار لے انکار نہ ہوگا۔

۲۵ وہ بڑے پشیمانیں گے اور اپنی کھالوں کو کوسنے لگیں گے۔

۲۶ وہ جواب دیں گے ہمارا کیا قصور ہے۔ ہمیں ناتی مطعون کر رہے ہو۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور تو ہم بولنے لگے۔ ہماری کیا مجال کہ حکم عدولی کر سکیں اور صرف ہم ہی نہیں ہر چیز بول رہی اور گواہی دے رہی ہے۔



أَبْصَارِكُمْ وَلَا جُلُودَكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ

تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری کھالیں سکتے بلکہ تم تو یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی نہیں تمہارے

كثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۳۷﴾ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ

اکثر اعمال کو جو تم کرتے ہو۔ ۳۷ اور تمہارے اسی گمان نے جو تم اپنے رب کے بارے میں کیا

بِرَبِّكُمْ أَرَدْتُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۸﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ

کرتے تھے تمہیں ہلاک کر دیا پس تم ہو گئے نقصان اٹھانے والوں سے۔ ۳۸ پس وہ صبر کریں (یا نہ کریں) آگ ہی ان کا

مَثْوًى لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿۳۹﴾ وَ

ٹھکانا ہے ۳۹ اور اگر وہ (اسوقت) رخصت ہو جائیں تو وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن پر اللہ راضی ہو جائے

۳۷ تم دوسرے لوگوں سے تو گناہ کرتے وقت پردہ بھی کر سکتے تھے ان کی نظروں سے چھپ بھی سکتے تھے لیکن اپنے آپ اپنے  
اعضاء سے تمہارے لیے پردہ کرنا کیسے ممکن تھا۔

۳۸ بلکہ تمہارا تو یہ خیال تھا کہ تمہارے بعض اعمال کی خبر تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں ہوتی! اسی لیے تم نے فسق و فجور کا بازار گرم رکھا اور  
تمہارا یہی خیال تمہیں لے ڈوبا۔

۳۹ اس کے دو مضموم بیان کیے گئے ہیں۔ (۱) جب انہوں نے ذہبی زندگی میں دوزخیوں کے اعمال پر صبر کیا تو اب وہ  
آتش جہنم میں ملیں۔ جو کام زندگی بھر وہ کرتے رہے ہیں اب اس کی سزا بھگتیں۔ (۲) یہاں آؤ بیچو عوا کا لفظ مقدر ہے اصل  
عبارت ہوں ہے۔ فانس یصبروا او یجزعوا۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ چاہے وہ صبر کریں یا جزع فزع  
کریں اب آگ سے نجات پانے کا کوئی راستہ انہیں نہیں ملے گا۔

۳۸ استعتب کا معنی ہے طلب العتبہ، العتبۃ، الرضاہ کسی کی خوشنودی اور رضا طلب کرنا۔ عرب کہتے ہیں  
استعبتہ فاعتبنی اسی استرضیتہ فارضانی (الصحاح) یعنی میں نے اس سے گزارش کی کہ وہ راضی ہو جائے  
تو وہ راضی ہو گیا۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ کفار و مشرکین قیامت کے دن جب جہنم کے کنارے پر لاکر کھڑے کر دیے جائیں گے اور  
وہ بھڑکے ہوئے شعلوں کو دیکھیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ بڑی مفذتیں پیش کریں گے  
زمین پر ناک رگڑ رگڑ کر معافی مانگیں گے لیکن سب بے سود۔ و ما هم من المعتبین؛ یعنی یہ ان لوگوں  
میں سے نہیں ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔



قِيضْنَا لَهُمْ قُرْنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ قَابِلِينَ أَيْدِيَهُمْ وَمَا خَلَفَهُمْ

اور ہم نے مقرر کر دیے ان کے لیے کچھ ساتھی پس انہوں نے آواز نہ کر دیا انہیں اگلے اور پچھلے گناہوں کو لکھ

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

اور ثابت ہو گیا ان پر فرمانِ عذاب، ان قوموں کی طرح جو ان سے پہلے گزر چکی تھیں

الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

جنوں اور انسانوں سے۔ وہ سب داغے پچھلے نقصان اٹھانے والے تھے اور کہنے لگے وہ کافر

لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ وَالْغَوَافِرِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ۝

نت سنا کرو اس قرآن کو اور شور و غل مچا دیا کرو اسکی تلاوت کیج دو میان لکھ شاید تم (اس طرح) غالب آ جاؤ۔

۱۴۱ ان لوگوں کو شاید کبھی یہ خیال تو آتا ہو کہ وہ راہِ راست سے بچ سکے ہیں انہیں اپنے بُرے اعمال پر شاید شرمندگی اور ندامت بھی محسوس ہوتی ہو لیکن ان کے مصاحب جن کا کام ہی خوشامد کرنا اور ناخوب کو خوب ظاہر کرنا ہوتا ہے، وہ ان کو بد اعمالیوں سے باز نہیں آنے دیتے۔ ان کے بُرے کاموں کو بھی ایسے دلکش پرانے میں پیش کرتے ہیں کہ ان پر کبھی کبھی گمان ہونے لگتا ہے ظالم اور جاہل حکمران اپنے سیاسی مخالفین کا قتل عام کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے مصاحب انہیں باور کراتے رہتے ہیں کہ سرکار عالی! جو اقدام آپ نے کیا ہے اسی میں نلک اور ملت کی بقا کا راز مضمر ہے۔ یہ تعزیری قوانین جو آپ بنا رہے ہیں ناگزیر ہیں۔ جب تک یہ قانون نافذ نہ ہوگا حکومت چل ہی نہیں سکتی اور جب ان ظالموں اور جاہل برادرانِ قوانین کے خلاف نلک لے گوشہ گوشہ سے صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے تو احتجاج کرنے والوں پر دشمن کے لہجہ میں جھونے کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوشامدی ٹولہ اپنے مددگار کا بیڑا غرق کر دیتا ہے۔ شخص کو اس قسم کے خوشامدیوں اور بدتماش دوستوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے۔ خصوصاً اربابِ اقتدار کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی گراہ کن باتوں میں آکر اپنے آپ کو اور اپنی قوم و ملک کو تباہ و برباد نہ کر دیں۔

۱۴۲ کفار قرآن کی ہیبت سے خوفزدہ ہیں۔ اس کی دل میں گھر گرجانے والی تاثیر سے لرزہ برانداز ہیں۔ اس سے بچنے کی ایک ہی تدبیر انہیں سوجھی ہے کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے تو اس وقت شور مچانا شروع کر دیا جائے نہ خود قرآن کو سنیں اور نہ کسی دوسرے کو سننے دیں۔

فقط اسی تدبیر سے اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھا جا سکتا ہے۔

۱۵۲۳

فَلَنْذِيْقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيْدًا وَلَنْجَزِيْنَهُمْ

پس ہم ضرور چکھائیں گے کفار کو شدید عذاب (کا مزہ) اور انہیں بدلہ دیں گے

اَسْوَا الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ

بہت بُرا اس (نافرمانی) کا جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۳۳﴾ یہ ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی

النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُۢ بِمَا كَانُوْا بِآيٰتِنَا

یعنی آگ۔ ان کے لیے اس میں ہی ہمیشہ ٹھہرنے کا گھر ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ وہ ہماری آیتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِيْنَ

انکار کیا کرتے تھے۔ اور کافر کہیں گے اسے ہمارے رب! ہمیں دکھا وہ دونوں شیطان

اَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلُهُمْ تَحْتِ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا

جنوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں اور انسانوں سے ہم انہیں روند ڈالیں گے اپنے قدموں کے نیچے تاکہ وہ ہو جائیں

مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

پست ترین لوگوں سے ﴿۳۵﴾ بیگم وہ (سعادتمند) جنوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے

﴿۳۳﴾ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جُرم کی جو سزا مقرر ہے بڑی سخت ہے۔ اس جو سزا پر عمل کر کے پہلے وہ اپنی قوتِ برداشت کا جائزہ لے لیں کیا ان میں اس عذابِ الیم کو برداشت کرنے کی ہمت ہے۔

﴿۳۴﴾ جب انہیں دوزخ کے ابدی عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔ اس وقت انہیں وہ لیڈر اور قائد یاد آئیں گے جن کے ورغلانے سے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو تائب کرتے تھے اور قرآن پر طرح طرح کے لغو اعتراضات کیا کرتے تھے۔ انہیں رہ رہ کر ان لیڈروں پر غصہ آئے گا اور دانت پیسیں گے اور کہیں گے :

”اے رب! ایک دفعہ ہمیں وہ شیطان دکھا دے جو جنوں اور انسانوں میں سے ہمیں گمراہ کیا کرتے تھے۔ اگر وہ آج ہمارے ہتھے چڑھ جائیں تو ہم ان کو اپنے پاؤں تلے رگید کر رکھ دیں اور ان کا ٹھلہ بگاڑ ڈالیں تاکہ اہل جہنم کی نظروں میں بھی ان کی ذلت اور پستی آشکارا ہو جائے؟“ ﴿۳۵﴾ اہل زینغ و باطل کی دنیوی زندگی اس میں ان کی طفلانہ حرکتوں اور آخرت میں جہنم





## بِالْحِجَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۵﴾ نَحْنُ أَوْلِيَؤُكُمْ فِي

جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَقْلَ آمَنَتْ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقَمَ ؛ کہ کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر عمر بھر اس پر ثابت قدم رہا۔

شانِ بندگی کے ذکر کے بعد اب شانِ بندہ نوازی کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کو طرح طرح سے تسلی دیتے ہیں کہ قبر و حشر سے بھی خوفزدہ ہونے کی تمہیں ضرورت نہیں اور اپنی اولاد اور عزیز و اقارب جو تم پیچھے چھوڑ رہاؤ گے ان کے بارے میں بھی تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ اور سنو ہم تمہیں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے تمہارے لیے کھول دیے گئے ہیں اور وہاں کی سردی بہاریں تمہارے لیے چشمِ براہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرشتوں کا نزول کس وقت ہوتا ہے اور کیا وہ فرشتوں کی باتوں کو اپنے ان ظاہری کانوں سے سنتے ہیں بعض علماء کا یہ قول ہے کہ فرشتوں کا نزول موت کے وقت ہوتا ہے۔ لیکن اہل تحقیق کا یہ قول ہے کہ یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہتا ہے جب بھی بندہ مومن اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اور اپنے فرائض سے عمدہ برآ ہونے کے لیے راہِ عمل پر گامزن ہوتا ہے تو قدم قدم پر تیز کائنات اس کے پاؤں کی تواضع کرتے ہیں ہر موڑ پر حشرِ بدامانِ صیہیں اس کی منتظر ہوتی ہیں۔ اور ربیع و آلام کے بادل ہر طرف سے گھبرا جاتے ہیں، اس وقت ملائکہ اس کی دلجوئی کے لیے نازل ہوتے ہیں بعض مقبول بندہ فرشتوں کی یہ باتیں اپنے کانوں سے سنتے ہیں اور جو ان کی باتیں نہیں سن سکتے ان کے دلوں میں طمانیت و تسکین کی ایک ایسی کیفیت نمودار ہو جاتی ہے کہ ان کے اکھڑے ہوئے قدم جم جاتے ہیں۔ باطل کے مقابلہ میں ان کی قوتِ مدافعت تند و تیز ہو جاتی ہے اور نئے دلوں سے سرشار ہو کر وہ منزلِ مقصود کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی چیز ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ مرتے وقت اللہ میں اور روز حشر ان تمام مقامات پر انہیں ملائکہ کی رفاقت حاصل ہوگی۔ چنانچہ علامہ آوسی رقمطراز ہیں:

تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ وَنَهْمُهُمْ فِيمَا يَتَّبِعُونَ وَيَتَوَعَّضُونَ مِنَ الْأُمُورِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ بِمَا يَشْرَعُ صِدْقًا وَدَهْمًا وَيُدْفَعُ عَنْهُمْ الْخَوْفَ وَالْحُزْنَ بِطَرِيقِ الْأَلْحَامِ كَمَا أَنَّ الْكُفْرَةَ يَغْوِيهِمْ مَا قَيْدَ لَهْمٍ مِنْ قِرْنَاءِ السُّوءِ :

یعنی فرشتے ان پر اترتے ہیں اور دینی اور دنیوی مشکلات جو انہیں پیش آتی ہیں ان میں ان کی یوں امداد کرتے ہیں کہ ان کے سینے شیش ہو جاتے ہیں اور بذرِ لعنہ الامام ان کے خوف و حزن کو دور کر دیتے ہیں۔ جس طرح کافروں کو ان کے بُرے ساتھی بُرے کاموں پر اکساتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ نے ذکر فرماتے ہیں کہ کلام کے اطلاق اور عموم کے پیش نظر یہی قولِ انظر ہے اور ہم تمہیں پہلے بتا چکے ہیں کہ بہت لوگوں کا یہ قول ہے کہ فرشتے اکثر اوقات متقیوں پر نازل ہوتے ہیں اور یہ لوگ ان سے کسبِ فیض کرتے ہیں (روح المعانی،



# الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ

دنوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ شے ہے جو تمہارا جی چاہے

# وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۗ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝۴

اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے اللہ یہ میزبانی ہے بہت بخشنے والے بیشمار رحم فرم کرنے والے کی طرف سے اللہ اور

# مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ

اس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے جس نے دعوت دی اللہ کی طرف سے اور نیک عمل کیے اللہ اور کہا کہ

اللہ یعنی نیک کاموں کی ادائیگی میں ہم تمہارے مددگار ہیں ہدیریعہ الہام حق بات تمہارے دلوں میں ڈال دیتے ہیں اور ان اُمور کی طرف تمہاری رہنمائی کرتے ہیں جن میں تمہارا بھلا اور کامیابی ہے اور آخرت میں ہم دوستی کا حق یوں ادا کریں گے کہ شفاعت سے تمہاری امداد کریں گے اور جب قبر سے اٹھو گے تو تمہارا شاندار استقبال کریں گے۔ (شرح معانی)

۴ تم جو چاہو گے تم جو مانگو گے وہ دیا جائے گا۔

۴۹ یہ عنایاتِ خواتین یہ انعامات بے پایاں تمہارے اعمال کا معاوضہ نہیں ہو گا بلکہ رب غفور رحیم کی طرف سے میزبانی ہوگی۔ بندہ نمان اور خداوند عرش میزبان۔ سبحان اللہ کیا شان ہے۔ کیسا اعزاز ہے اور کتنا کرم ہے۔ اللہم اجعلنا منہم بجاہ عبدک المکرم وقائدہم المحتشم ومرشدہم المعظم۔ اللہم صل علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

۵۰ بیشک ایمان لانا اور اس پر ثابت قدم رہنا بہت بڑی بات ہے لیکن اس سے اونچا ایک اور مقام ہے جس پر آشیاں بند ہونے کے لیے کوشاں رہنا ہر بندہ مومن پر لازم ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کو بھی خداوندِ قدوس کی وحدانیت و کبریائی پر ایمان لانے کی دعوت دے اس کے سچے رسول کی فرمانبرداری، اس کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکام کو بجالانے کی ترغیب دے صرف اسی بات پر مطمئن نہ ہو جائے کہ اس نے اسلام کے چہرہ شیریں سے اپنی پیاس کو بجھا لیا، بلکہ ان تشذیبوں کا درد بھی اس کو بھرا کر دے جو ریگ نزار حیات میں ایک قطرہ آب کے لیے ترس رہے ہیں۔ اس کے دل میں یہ شدید جذبہ ہو کہ جس طرح اُس نے اپنی تاریک زندگی میں ایمان کی شمع روشن کر لی ہے۔ گراہی کی ظلمتوں میں ٹھوکریں کھانے والا کوئی شخص بھی اس کو رقیقین سے محروم نہ رہے۔ خود سوچیے اس مقام کو مقام رفیع کیوں نہ کہا جائے۔ کیا اس سے بھی زیادہ خیر خواہی اور بخلانی کا کوئی جذبہ ہے۔

آیت کا عموم اس امر کا مقتضی ہے کہ اس کو کسی کے ساتھ شخص نہ کیا جائے بلکہ جو ایسا کرے اس کے لیے یہ درجعت کشادہ ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ تبلیغ و ارشاد میں حضور سرورِ عالم نور مجتہم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو مقام ہے اس کے کسی کو



إِدْفَعُ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ

برائی کا تذکرہ اس دیکھی، سے کہ جو بہتر ہے ۵۴ پس ناگماں وہ شخص، تیرے درمیان اور اس کے درمیان عدوت

كَانَتْهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۝ وَ

ہے یوں بن جائیگا گویا تمہارا جاننا دوست ہے ۵۵ اور نہیں تو فریق دی جان ان خصائل حمیدہ کی بجز انکے جو صبر کرتے ہیں ۵۶

۵۴ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم کو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام داعیان حق کو یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ جس جگہ میں تم شریک ہو اس کو جتنے کا گڑبے ہے کہ لوگ تم سے بڑائی کریں اور تم اس کا بدلہ صرف نیکی سے نہیں بلکہ بہترین نیکی سے دو لوگ تم پر پتھر برسائیں، پتھر کھاکر پتھر نہ مانا نیکی ہے لیکن ان پر پھول برسانا تمہارا شیوہ ہونا چاہیے۔ لوگ تمہیں گالیاں دیں تم پر جھوٹے بہتان تراشیں، تمہارے خلاف غلط الزامات لگائیں اور پھیلائیں اور تم چُپ رہو۔ یہ بھی قابل تعریف بات ہے، لیکن لطف تو تب ہے کہ تم رات کو اٹھا اٹھ کر سجدہ میں سر نہا کر رکھ کر ان کی ہدایت پذیری کے لیے دُعا میں مانگو۔

۵۵ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خیر و شر کے اس معرکہ میں خیر کو فتح نصیب ہوگی اور شر کو ہزیمت، خواہ خیر کے پاس اسلحہ اور ساز سامان کی قلت ہو۔ خیر کے علمبرداروں کی تعداد بھی فتوڑی ہو اور شر کے قتلوں کا ہرہ سے زمین کا نپ رہی ہو پھر بھی خیر کو کامیابی اور شر کو ناکامی نصیب ہوگی بلکہ وہی لوگ جو شر کو پھیلائے اور اس کو غالب کرنے کے لیے جان کی بازی لگانے ہوئے تھے، وہ اس سے سارے ناطے توڑ کر شیعہ حق پر پروانہ وار شمار ہونے لگیں گے جو پہلے تمہارے اسلام لانے کی وجہ سے تمہاری جان کے دشمن اور تمہارے خون کے پیاسے بن گئے تھے اب وہ سوجان سے تم پر تصدق اور شمار ہونے لگیں گے اگر یقین نہ آئے تو خالد بن ولید، عمرو بن ابی جہل اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کرو۔

یہ تو مسلمان کی قومی اور دینی زندگی کا حال ہے انفرادی زندگی میں بھی صحیح اور پائیدار کامیابی حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کسی شخص نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کچھ نازیبا جملے کہے سیکتے رسالت کے اس تربیت یافتہ نے جواب دیا کہ :  
إِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَغَضِرَ اللَّهُ لِي - وَإِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَغَضِرَ اللَّهُ لَكَ - (قرطبی) اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے صاف فرمائے اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سچھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کے خادم قبر کو کسی نے گالی دی۔ آپ سن رہے تھے۔ قبر کو بلند آواز کر کے فرمایا : یا قنبر ذرع شاتمک والہ عنہ ترضی الرحمن وتسخط الشیطان۔ و تقاب شاتمک فما عوقبہ احق بمثل السکوت عنہ (قرطبی) اسے قبر اپنے گالی نکالنے والے کو چھڑ دو۔ اور اس کو بھلا دو اس طرح تو رحمان کو راضی کرے گا اور شیطان کو غضبناک کرے گا اور اپنے گالی دینے والے کو سزا دے گا، کیونکہ بیوقوف کی ہی سزا ہے کہ اس سے اُلجھنے کی بجائے خاموشی اختیار کی جائے۔

۵۶ اس مقام رفیع پر پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں جب تک صبر کا دامن مضبوطی سے نہ پکڑ لیا جائے اس وقت







لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن

سورج کو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ کرو اللہ کو جس نے انہیں پیدا فرمایا ہے ۱۲ اگر تم

كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ

داغی اس کے پرستار ہو۔ پھر (جی، اگر وہ تکبر کرتے رہیں تو انہی قسمت، پس وہ (دفرستے، جو آپ کے

رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝

رب کے پاس ہیں سبوح کرتے رہتے ہیں اس کی شب و روز نہ اور وہ نہیں سمجھتے ۱۳

وَمِن آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں سے یہ بھی ہے کہ تو دیکھتا ہے زمین کو کہ وہ کسی وقت خشک بجز بے پھر جب ہم اتارتے

الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِن الَّذِي أَحْيَاهَا الْمُتَّحِي الْمَوْتَى إِنَّهُ

ہیں اس پر بارش کا، پانی تو جھونے لگتی ہے اور گل اٹھتی ہے ۱۴ وہ (تو ادر مطلق جس کو زندہ کر دیا ہے زمین کو وہی زندہ

کے مہود و مہود رہے ہیں۔ بتایا جا رہا ہے کہ یہ خود کچھ نہیں۔ یہ تو اس خالق کائنات کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔

جو کام اس نے ان کے سپرد کیا ہے اس کو انجام دینے میں مصروف ہیں۔ رات کو چاند طلوع ہوتا ہے اور سورج کا کہیں پتہ

نہیں ملتا۔ صبح ہوتی ہے تو سورج نور افشائیاں کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور چاند کو آنکھوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔ اگر یہ مہود

ہوتے تو ہر وقت ہر جگہ موجود رہتے۔ مزید غور فرمائیے، دونوں روشن ہیں لیکن ہر ایک کی روشنی کی مقدار الگ اور تاثیر جدا

جدا ہے۔ رفتار کسی کی تیز کسی کی سست، ان گوناگوں اختلافات میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

۱۲ ان کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس ہستی کو سجدہ کرو جو ان کی خالق ہے۔

۱۳ اگر کفار اس کھلی صداقت کو تسلیم نہ کریں اور غرور و تکبر سے باز نہ آئیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اپنی

عاقبت کو ہی تباہ کر رہے ہیں۔ ان گنت اُتری فرشتے اپنی پاک زبانوں سے اس کی حمد و ثنا میں محو ہیں۔ نہ سمجھتے ہیں نہ

اگتے ہیں بلکہ اسی ذکر و تسبیح پر ہی ان کی زندگی کا انحصار ہے۔

۱۴ یہاں سجدہ تلاوت کرنا چاہیے۔ احناف کے نزدیک۔ اہم مالک اور کئی ائمہ اربابہ تعبدون پر سجدہ تلاوت لازم کرتے ہیں۔

۱۵ اپنی قدرت کی ایک اور روشن نشانی کا ذکر فرمایا جس کا مشاہدہ وہ آنے روز کیا کرتے تھے۔ اہتزاز: خوشی سے

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا

کرنوالجے مردوں کو بلاشبہ وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں اپنی طرف سے اضافے کرتے ہیں

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقِي فِي النَّارِ خَيْرًا مِّنْ يَّاتِيْنَا أَمْ إِنَّا

وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ تو کیا جو بھیدیکامانے گا آگ میں وہ بہتر ہے یا جو آنے گا امن و سلامتی کیساتھ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۙ

قیامت کے دن (وہ بہتر ہے) تمہو کرو جو تمہاری مرضی یقیناً جو کچھ تم کرتے ہو، وہ خوب دیکھ رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّ لَهُمْ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۙ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو ٹھنسنے سے انکار کیا جب انکے پاس آیا، تو وہ بہت محرم لوگ ہیں اور وہ بیشک بڑی سخت اور اہم کتاب ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ

اس کے نزدیک نہیں آتا باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ پیچھے سے ۙ یہ اتنی ہوتی ہے

حکمت کرنا مجھو منا۔ زینت نچھنا۔ چھوٹا۔ بڑھنا۔

۳۱ علامتوں میں منظور العادوں کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ المُلْحِدُ العَادِلُ عن الحق المُدْخِلُ فِيهِ مَا لَيْسَ فِيهِ :

یعنی لُحْدُ اس شخص کو کہتے ہیں جو حق سے روگردانی کرے اور اس میں ایسی چیز کی آمیزش کرے جو اس میں نہیں ہے اس کا ایک

اور مفہوم بھی بتایا گیا ہے : يُلْحِدُونَ اِی یُعَدُّونَ ضَلُّونَ۔ یعنی وہ اعتراض کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو خود حق سے روگردانی کیے ہوئے ہیں لیکن صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حق میں ایسی چیزوں کی ملاوت کرتے

رہتے ہیں جن کے باعث لوگ حق سے ہی نفرت کرنے لگتے ہیں یا جو لوگ آیات الہی میں قطع و بید کر کے طرح طرح کے اعتراضات

کرتے ہیں۔ وہ کتنے مکار اور عیار کیوں نہ ہوں ان کی فاسد نیت کتنی چھپی ہوئی کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔ قیامت کے دن

انہیں دوزخ میں پھینک دیا جائیگا۔ وہ خود سوچیں اور فیصلہ کریں کہ ان کی یہ حالت اچھی ہوگی یا اس شخص کی حالت بہتر ہوگی جسے

قیامت کے دن کسی مواخذہ کا اندیشہ نہ ہوگا یہ خطرہ سے محفوظ ہوگا! امن و عافیت وہاں اپنے جنت میں داخل ہونے کے اذن کا اظہار کر رہا ہوگا۔

۳۲ موصول اور صلہ مل کر قبلاً اور ھاں کون یا معاندون اس کی خبر ممدون مقرر ہے۔

۳۳ یہ ایسی کتاب ہے کہ کسی شیطان کی مجال نہیں کہ اس میں کمی بیشی کر سکے یا اس میں بیان کی جوتی کسی سچائی کی توجیہ

مَنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۶۸ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ

بڑے حکمت والے سب خوبیاں سلب کی طرف سے۔ دلے حبیب! انہیں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ معروضی ہو گا کیا پیغمبروں کو آپ

مِنْ قَبْلِكَ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۶۹ وَلَوْ

سے پہلے ۶۹۔ بیشک آپ کا پروردگار اہل ایمان کے لیے بہت بخشنے والا اور دشمنین کیلئے، دو ٹوک مذاک فرمینے والا ہے۔ اور

جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ لَأَكْبَاهُنَّ

بالغرض اگر ہم اسے بنا کر بھیجتے قرآن عجیبی زبان میں تو کہتے کیوں نہ کہوں! کر بیان کی گئیں کسی آیتیں ۷۰ کیا اپنے سب سے کتاب عجیبی

وَعَرَبِيٌّ طَقُلٌ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءً ۷۱ وَالَّذِينَ

اور عربی عربی ۷۱۔ آپ فرمائیے یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفاء ہے ۷۱ اور جو

کر سکے۔ یہ ایسا مضبوط قلم ہے جس کے تمام اطراف محفوظ ہیں کسی جہت سے اس کے اندر کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ کفار مکہ نے اس میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کی اور ہر بار مکہ کی کھائی۔ رافضیوں نے اس کی آیتوں میں رد و بدل کرنے کی ناپاک سعی کی لیکن ہمیشہ ناکام رہے۔

۷۲۔ کفار جو اعتراض آج آپ پر کرتے ہیں بعینہ اسی قسم کے اعتراضات آپ سے پہلے جو رسول تشریف لے آئے ان کی اُمت کے نابکاروں نے ان پر بھی کیے یہ لوگ پہلے مترضین کا انجام دیکھ لیں اگر یہ باز نہ آئے تو ان کے ساتھ جی رہی سلوک ہوگا جو ان کے پیشروؤں کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔

۷۳۔ ان کفار کا بھی عجیب حال ہے قرآن کو ہم فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ اس کی آیات بالکل واضح اور ان کا مفہوم بالکل آشکارا ہے، لیکن یہ انہیں قبول نہیں کرتے۔ اور اگر یہ قرآن کسی عجیب زبان میں نازل کیا جاتا تو پھر یہ کہتے کہ کچھ کتاب لانے والا رسول تو عربی اور جس زبان میں یہ کتاب اس پر نازل ہوئی وہ عجیب ہے۔ یہی کیا خبر کس میں کیا لکھا ہے غرضیکہ انہیں تو فقط اعتراض کرنے سے کام ہے عربی میں ہے تب بھی اعتراض کرتے ہیں، کسی عجیب زبان میں نازل ہوتی تب بھی اعتراض کرتے غمے بدرا بہانہ باسیار والی بات ہے۔

۷۴۔ تقدیر کلام یوں ہے: اے کتابِ عجیبی و رسولِ عربیؐ۔ یعنی کتابِ عجیبی ہے اور رسولِ عربی۔

۷۵۔ اے محبوب! آپ فرمائیے۔ قرآن کریم اہل ایمان کے لیے تو سراپا ہدایت اور پیغامِ شفاء ہے۔ وہ تو اس کی تعلیمات کو دل سے قبول کرتے ہیں اور اس کے احکام کو صدقِ دل سے بجالاتے ہیں اور اس کی نواہی سے دور رہتے ہیں! البتہ جن کے

۱۴۔ بعض اشعار و کلام



لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۗ أُولَٰئِكَ

ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں بہوین ہے اور وہ ان پر دہر حال میں مشتہ رہتا ہے۔ انہیں

يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۚ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

گویا بجلیا جاتا ہے دور کی جگہ سے اور ہم نے عطا فرمائی موسیٰ علیہ السلام، کو کتاب پس

فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۗ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ

اس میں بھی بہت اختلاف کیا گیا ہے نہ اور اگر ایک بات طے نہ ہو گئی ہوتی آپ کے رب کی طرف سے تو دائمی انفیصل

بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۚ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

کر دیا جاتا ان کے درمیان۔ اور بیک وہ ایک حکم میں مبتلا ہیں اسکے بارے میں جو ہے چین کر لینے والا ہے۔ جو نیک عمل کرتا ہے

فَلِنَفْسِهِ ۗ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْبَعِيدِ ۙ

تو وہ اپنے جیل کے لیے اور جو برائی کرتا ہے اس کا وبال اس پر ہے اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۗ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنَ الْأَمْهَادِ ۖ

اسی اللہ کی طرف لوٹا جاتا ہے قیامت کا علم اے اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلافوں سے اور

دہوں میں کفر کے اندھیرے خیر زن ہیں انہیں اعتراضات سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ اس پیغام حق کو سننے سے انکے کان

بہرے ہیں اور وہ ہر وقت شک و شبہ میں ہی گرفتار رہتے ہیں۔

عمی کا معنی دل کا اندھا ہونا ہے۔ یہاں اس سے مراد شبہ میں مبتلا ہونا۔ اسی ظلمة و شعبة

نہی موسیٰ علیہ السلام جو بڑے طلیل القدر پیغمبر تھے ان پر توہرات نازل ہوئی تو اس میں بھی اہل زلف نے گناہوں

اختلافات کا دروازہ کھول دیا۔ وہ شک جو انسان کو قلق و اضطراب سے دوچار کر دے اور سکون قلب کی دولت اس

سے چین لے اس کو شک مُرِيبٌ کہتے ہیں۔

اے یہاں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے۔



مَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا يَعْلَمُهُ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ إِبْنُ تُرْكَائِمَ

ترجمہ: جوئی ہے کوئی مادہ اور نہ بچہ طبعی ہے اسکے علم کے بغیر۔ اور جس روز وہ انہیں پکائے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک؟

قَالُوا أَذْنُكَ لَا مِمَّا مِنْ شَهِيدٍ ۗ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ

کہیں گے ہم دیکھتے ہیں ہم میں سے کوئی بھی داپہرا گواہی نہ دے گا تم سے اور تم ہو جاؤ گے ان سے جکی وہ پہلے عبادت

مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ مُخِيبٍ ۗ لَا يَسْمَعُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ

کیا کرتے تھے اور وہ یقین کر لیں گے کہ اب بھال جانے کی کوئی جگہ نہیں۔ نہیں آتا انسان سمجھائی کی دُعا کرنے

الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرْفُ يَفُوسُ قَنُوطًا ۗ وَلَكِنَّ آذَانَ رَحْمَةٍ مِنَّا

سے تھے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بالکل مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے۔ اور اگر تم سمجھائیں اسے رحمت اپنی جاتا

مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۗ

سے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچتی ہے تو کہتا ہے میں اسی کا مستحق ہوں تھے اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔

۲۱ قیامت کے روز ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ من گھڑت خدا جن کو تم میرا شریک بنائے ہوئے تھے وہ کہاں ہیں تو وہ مکر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم ان کی خدائی پر گواہی دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ یا اس آیت کے اس حصہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آج یہاں نظر نہیں آ رہے۔ ہم میں سے کوئی بھی ان کو آج یہاں نہیں دیکھ رہا۔

۲۲ جب یہ دُعا میں مانگنے لگتا ہے تو ٹھکتا ہی نہیں جن خیرات و برکات کا یہ مطالبہ کرتا ہے ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی اور اگر ذرا تکلیف پہنچے تو پھر بالکل مایوس ہو کر تہمت ہار بیٹھتا ہے اور اسے یوں لگتا ہے کہ اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔

۲۳ اور اگر ہم اس کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو پھر یہ احسان فراموش عجیب و غریب باتیں بناتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں اپنی قابلیت، ذہانت اور تجربہ کے لحاظ سے اس کا ہی مستحق تھا کہ یہ نعمت مجھ پر کی جاتی اور اس منصب پر مجھے نامزد کیا جاتا۔ یہ خشک مزاج تھا مجھے قیامت کی ہر وقت دھمکی دیتا ہے اور میرے پیش و عشرت میں جنگ ڈالنا چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت آئے گی ہی نہیں یہ یوں ہی ہیں خواہ مخواہ ڈراتے رہتے ہیں۔ اور اگر بالفرض آج ہی گئی تو ہم لوگوں کو جو

وَلَيْنَ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنْذِيَنَّ الَّذِينَ

اور اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میرے لیے اسکے پاس بھی اکرم ہی اکرم ہوگا۔ یہ تم کو کیا سچ ہے میں، ہم تو آگاہ

كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنْذِيْقَتَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝۵ وَإِذَا انْعَمْنَا

کریٹے کافروں کو جو کثرت انہوں نے کیے اور ہم ضرور پیکھائیں گے انہیں سخت عذاب۔ اور جب ہم احسان دلتے

عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ جَانِبَهُ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرْفُ ذُو دُعَاءٍ

ہیں انسان پر تو وہ ڈھکڑے ہانڈ پھیر لیتا ہے اور پہلو تھی کرنے لگتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی مانیں

عَرِيضٍ ۝۶ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ

کرنے لگ جاتا ہے۔ آپ فرمائیے دے کافرو! تم مجھے بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اسکا انکار کرو تو کون

أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۷ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَ

زیادہ گمراہ ہے اس سے جو اختلاف میں بہت دور نکل گیا ہو۔ ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق دہم ہیں

فِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمُ آيَةُ الْحَقِّ أَوَّلَ مَا يَكْفُ بِرَبِّكَ

اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن واقعی حق ہے ۵ کیا یہ کافی نہیں کہ آپ کا رب

یہاں وزارت و صدارت کے منصب پر فائز ہیں قیامت کے روز بھی یہیں ہی آئیں تو پوں کی سلامی دی جائے گی اور ان

شکست زاہدوں کو تو وہاں بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔

۵ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برسوں سے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دے رہے تھے اپنے دعویٰ کی صداقت

کے لیے ناقابل تردید عقلی اور تکوینی دلائل پیش فرما رہے تھے، لیکن کفار نے اپنے ارد گرد تعصب اور ضد کی ایسی دیوار چن دی

تھی جسے وہ کسی نہ کسی طرح قائم رکھتے ہوئے تھے۔ اسلام کے خلاف ان کے جذبات بڑے شدید اور ان کے ارادے نہایت پختہ

تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب چاہیں گے پھونک مار کر وہ یہ چراغ بجھا دیں گے۔ یہ ٹٹھی بھڑ سلمان جن میں اکثریت غلاموں

ناداروں اور سچلے طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی ہے ان کی یہ مجال کہاں کہ ہمارے بتوں کی خدائی کا تختہ الٹ سکیں۔ ہم جب

چاہیں گے ان کو غلامیٹ کر کے رکھ دیں گے۔ ایک ظاہر بین ان نازک حالات میں اسلام کے روشن مستقبل کے بارے میں سوچ

بھی نہیں سکتا تھا ان بات میں ہر چیز کو جاننے والے اور ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں ایک پیشگوئی فرمائی جس کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، لیکن واقعات و حالات بتا رہے تھے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا بظاہر قطعاً کوئی امکان نہیں۔

فرمایا ہم انہیں اکناف عالم میں اور خود ان کی اپنی ذات میں ایسی نشانیاں دکھائیں گے جن کے بعد جس حق کا وہ آج انکار کر رہے ہیں، انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہی حق اور سچ ہے اور سالہا سال تک عناد و حسد کی زوش پر قائم رہنے کے بعد انقیاد و تسلیم کے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہ جائے گا، تعصب کی پٹی اتر جائے گی۔ آنکھیں آفتابِ اسلام کی کور اخانیوں سے متیر ہوئے نگلیں گی۔ دلوں پر گئے ہوئے قفل ٹوٹ جائیں گے اور ان کے تاریک سینے نورِ توحید سے جگمگا گلیں گے۔ وہ دن آنے والا ہے اور اس دن کے آنے میں اب کوئی زیادہ دیر بھی نہیں جب ان کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوں گے اور وہ ان باطل مجہودوں کو ریزہ ریزہ کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے ہوں گے ان بتوں کوڑ اپنے ہاتھ سے توڑیں گے جو صدیوں سے ان کے آباؤ اجداد کے معبود اور ان کی عقیدت کا مرکز بنے رہے ہیں۔

وہ آیات بینات کون سی ہیں اس میں علماء تفسیر کے دو قول ہیں :

وہ فتوحات جو ان بے سرو سامانوں اور اپنے گھروں سے نکالے ہوئے لوگوں کو اندرون ملک اور بیرون ملک حاصل ہوئیں، مکہ کے حکمران و مغرب سردار بدر کے میدان میں جس شکست سے دوچار ہوئے، کیا اس کا ان کے دلوں میں کبھی خیال تک بھی آیا تھا۔ وہ تو مسلمانوں کا شکار کیلئے لیے بدر تک چلے آئے تھے، انہیں تو یہ شوق یہاں کھینچ لایا تھا کہ وہ ایک ایک مسلمان کو پکڑیں گے، اس کو گھائل کریں گے اور قس سبل کا تماشا دکھیں گے، لیکن قدرت نے جو کرشمہ دکھایا اس نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور وہ اسلام کے متعلق ایک بار پھر سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ جہلاً کوئی یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ یہ چھپ چھپ کر اپنی متاع ایمان کو لے کر مکہ سے ہجرت کرنے والے زندگی میں پھر کبھی مکہ واپس آسکیں گے، لیکن ابھی چند سال بھی نہ گزرے تھے کہ وہ نبی مكرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر جوارے کو مکہ کا رخ کر رہا تھا اور اس شکر کے مختلف دستوں کے پرچم تھا سنے والے وہی مکہ کے قریشی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو یہاں سے نکالا تھا آج کفر و شرک میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ اس شکر کی پشتدہمی کو روک سکے یا اس پر اپنی ناگواری کا ہی اظہار کر سکے۔ پھر یہی لوگ مشرق و مغرب میں جو وہ تم کے قلعوں پر جب حملہ آور ہوئے تو نہ کسریٰ اور نہ اس کے رستم و اسفندیار ان کا راستہ روک سکے اور نہ قیصر اپنی ہزار ہا سال قوت و خدمت کے ساتھ ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکا، نہ صرف یہ کہ انہوں نے میدان جنگ میں دشمن کو پے در پے شکست دی اور ممالک فتح کیے بلکہ یہ لوگ جہاں گئے وہاں ابر و رحمت بن کر برسے۔ انسانیت کے چہرہ سے ذات و ملکیت کے خباہت کو صاف کیا۔ ملوک و سلاطین کی غلامی کی زنجیروں کو پارہ پارہ کیا اور غیر اللہ کی خدائی سے بھی ان کے قلوب و افہان کر دلائی اور جہاں جہاں یہ پہنچے گلشنِ انسانیت میں بسا آگنی، وہاں کے لوگ اپنے فاتحین کے اخلاق، ان کے اطوار اور ان کی سیرت کی پیروی اور پاکیزگی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنا آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر عرب کے ان صحراؤں کا دین قبول کیا۔ اپنی مادری زبان چھوڑ کر عربی زبان کو اپنا لیا۔ اپنے قدیم تمدن و ثقافت کو الوداع



اِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۰۰ اَلَا اِنَّهُمْ فِي مَرِيكَهٖ مِّنْ لِّقَاءِ

ہر چیز پر گواہ ہے ۱۰۰ سنو! یہ لوگ کب میں مبتلا ہیں اپنے رب کے لئے

رَبِّهِمْ ۝۱۰۱ اِنَّكَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝۱۰۲

کے بارے میں کب یاد رکھو! وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

کئی اور عرب کے تمدن اور ثقافت کو اختیار کیا۔ اسلام کے برحق ہونے کی اس سے بڑی روشن دلیل اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس نے عرب جیسی فرمایا، جاہل، ابلہ اور غیر شائستہ قوم کی چند سالوں میں کایاپلٹ کر رکھ دی۔ کہاں وہ دن کہ سارا جزیرہ جمالت و وحشت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مدارس و مکاتب نام کی وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ یکے جیسے مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا کھانا تک کوئی نہ جانتا تھا اور کہاں وہ صبح نور کو ہر طرف علم کے آفتاب و ماہتاب دنیا پاشیاں کرنے لگے۔ کہاں وہ بربریت اور سنگدلی کہ اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا کرتے تھے اور کہاں یہ احساس ہمدردی و شفقت کہ عربوں العاصم نے مہر نوح کرنے کی ہم میں اس خیر کو اکیٹھ لٹے سے روک دیتے ہیں جس میں ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ فتوحات بھی مجوزہ سے کم تھیں اور لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ کون سی قوت ہے جو ان کے بازوؤں میں بھلی بن کر کوند رہی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت آفرین مین و سعادت خیر و برکت کا عامل وہ انقلاب تھا جو ان فتوحات کی رہنمائی کر رہا تھا۔

اس آیت کا دوسرا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب انہیں مظاہر فطرت میں غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے، لیکن لوگ ان میں غور و فکر کی زحمت برداشت نہیں کرتے۔ کائنات کے ذوقہ ذوقہ میں جو جہان معنی مستور ہے اس سے یہ ناغل ہیں۔ اگرچہ صرف اپنی آنکھ کی ساخت پر غور کریں، اس میں جو نزاکتیں اور لطافتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں، جسم انسانی کے مختلف اعضاء اس طرح بنائے گئے ہیں اور کیا کیا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کی بناوٹ میں ان کاموں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو مناسبتیں رکھی گئی ہیں فخر ہاتھ کی وضع قطع کو دیکھتے ہی یقین آجاتا ہے کہ یہ کسی عظیم و حکیم ہستی کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ انسان کے ارد گرد جو چھوٹی بڑی چیزیں ہیں ان میں غور کرو تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس خداوند ذوالجلال کو کہنے کی قرآن دعوت دے رہا ہے اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں نہ پہاڑ، نہ دریا، نہ کوکب، نہ چاند، نہ سورج اور نہ ہی کوئی بڑے سے بڑا انسان۔

۱۰۱ اے محبوب! ان گم کردہ راہ انسانوں کو راہ ہدایت پر چلانے کے لیے جس غلوص جہاں سوزی اور استقامت سے آپ شب و روز کوشش فرما رہے ہیں اور جس ہٹ دھرمی، عناد و کج فہمی اور ایذا رسانی کا طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے یہ دونوں باتیں ہم جانتے ہیں ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہم آپ کے دشمنوں کو ناکام کریں گے اور آپ کے سر مبارک پر کرامت و علاج کا تابندہ تاج رکھیں گے۔

۱۰۲ آخر میں بتا دیا کہ جس کے دل میں قیامت کے بارے میں شبہ ہوتا ہے وہ سرکشی اور نافرمانی کی روش سے باز نہیں آتا اس کے



سامنے ہزاروں دلائل پیش کیے جائیں وہ انہیں لائق التفات ہی نہیں سمجھتا۔ وہ اس دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ جانتا ہے اس لیے اس کی ساری کوششیں ایک ہی نقطہ پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہیں کہ وہ زندگی کے ان ماہ و سال میں زیادہ سے زیادہ لطف اٹھالے، زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لے اور اونچے سے اونچے منصب تک رسائی حاصل کر لے۔ اس کے لیے اسے اپنے شرف انسانی، عزت نفس اور اخلاق عالیہ کی قربانی بھی دینا پڑے تو وہ کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ وہ فقط اپنی ذات کو سنوارنے اور اس کو اونچا کرنے کے لیے پوری بستی پڑے علاقہ تک پوری اُمت کی قسمت کے ساتھ کھیل جاتا ہے۔ لیکن یہ سزا انہیں آخر کار مہنگا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ لوگ بھی اس کے علم و قدرت کا باہر نہیں۔ جب وہ علیم و قدیران سے انتقام لے گا تو انہیں اپنی عاقبت معلوم ہو جائے گی۔

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين شفيع المذنبين رحمته للعالمين  
سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين -  
ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم - رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي و  
علي والدي وان اعلم صالحا لم يرضاه واصلح لي في ذريتي -  
اني تبت اليك والي من المسلمين -

محمد اکرم شاہ

لیلة الجمعة ۹ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء

# تعارف

## سُورَةُ الشُّورَى

قام : آیت نمبر ۳۸ میں شوریٰ کا لفظ ہے۔ یہی اس سورت کا نام ہے۔ اس سورت میں پانچ رکوع، تریں آیتیں آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار پانچ سو اٹھاسی حروف ہیں۔

زمانہ نزول : سورہ نمون سے الاصحاح تک یہ سات سو تیس ہیں جن کا آغاز حسم سے ہوا۔ ان سب کا زمانہ نزول قریب قریب ہے۔ مضامین کی یکسانیت اس کی تائید کرتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جبکہ کفار کا عناد اور مخالفت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

مضامین : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اہل مکہ سراپا سیرت و تعجب بن کر رہ گئے۔ انسان جس کا دامن ہر طرح کی آلائشوں سے آلودہ ہے ان میں سے کسی کو منصب نبوت پر فائز کر دیا گیا ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کی اس سیرت کا ازالہ یہ کہہ کر دیا کہ نوح انسانی میں ظاہر ہونے والے اگر یہ پہلے ہی ہوتے، تو تم انھار تعجب میں حق بجانب بنتے، لیکن یہ سلسلہ نبوت تو آدم علیہ السلام سے شروع ہے۔ ان میں سے کسی نبی کی نبوت پر تمہیں اعتراض نہیں۔ اعتراض ہے تو اس نبی برحق پر جو تمہاری ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل پر پہنچانے کے لیے آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کا انکار، اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار اور بے شمار معبودوں کی پوجا پاٹ کا جو گناہ و ناکارہ بار تم نے شروع کر رکھا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ آسمان پھٹ جاتا، نظام عالم درہم برہم ہو جاتا اور تمہارا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا، لیکن اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ تمہیں فوراً ہلاک نہیں کر دیتا، بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ تم غور و فکر کر سکو۔

یہ بھی بتا دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو قمر شستوں کی طرح سارے انسان بھی ذکر و فکر، عبادت و طاعت میں سرگرم ہوتے اور کوئی بھی سرسرا محرف نہ کرتا، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ انسان کو اختیار و ارادہ کی نعمت سے نوازا جائے تاکہ ان بندوں کی طرف جانے والا راستہ اس کے لیے ہموار ہو جائے جہاں کسی اور مخلوق کی رسائی نہیں۔ جو لوگ اپنی مرضی سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی اختیار کرتے ہیں ان کو اپنے کیسے کی سزا بگھٹتی پڑے گی۔

اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھا دیا کہ جس طرح وہ تمہارا خالق اور مالک ہے، اسی طرح اسی کو یہ زیادہ کہہ سکتا ہے کہ وہ تمہارے لیے ایک ایسا نظام حیات تجویز کرے جس کو اپنا کرم و اربن کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکو۔ جس طرح کسی غیر کو خالق نہیں مانا جا سکتا اسی طرح اس کے بغیر اس کی مخلوق کے لیے کسی کو ضابطہ حیات مقرر کرنے کا اختیار بھی نہیں دیا جا سکتا۔

تمام انبیاء ابتدا سے ایک ہی دین کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ انہوں نے انسانی معاشرے میں اخلاق و انتشار کی کبھی تخم ریزی نہیں کی۔ البتہ ان کے بعد آنے والے اہل غرض نے اپنی سرداری کا رنگہ جمانے کے لیے باہمی تفرق بازی کا آغاز کیا۔ آیت ۱۱۱ خصوصاً توجہ کی سمت ہے جس میں دس احکام دیے گئے ہیں۔

نبوت میرا کاروبار نہیں، اس کے ذریعے سے میں دولت کمانا نہیں چاہتا۔ میں اپنی اس دلسوزی کا تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ یاں میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ تم باہم شکر و شکر ہو جاؤ، ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، تاکہ تمہاری یہ دنیوی زندگی ہر قسم کی بے چینیوں اور تکالیف سے محفوظ ہو جائے اور تم کیسوی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت انجام دے سکو۔

رزق کی تقسیم وہ اپنے حکیمانہ انداز سے کرتا ہے۔ اگر ہر ایک کو رزق فراوان مل جائے تو لوگ سرکش اور باغی ہو جائیں۔ اہل ایمان کی متحدہ دشمنیاں پہلے بیان کیں۔ ان میں سے ایک یہ خوبی بھی بیان کی کہ وہ اپنے گھریلو، معاشی اور سیاسی تمام معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا یہ وہ اصول ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو اسلامی سوسائٹی میں آمریت مطلق العنانی اور ڈکٹیٹر شپ کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

ان کی خوبیوں میں سے اس خوبی کو بطور خاص ذکر کیا آیت ۱۱۹ کہ مسلمان بے غیرت اور بے حمیت نہیں ہوتا کہ مخالفت اسے جو تیاں مارتا ہے، اس پر نظم و تشدد روا رکھے اور یہ سر جھکائے خاموشی سے اس تبدیلی کو برداشت کرتا ہے بلکہ وہ انتقام کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جب تک بدلہ نہ لے لے لے چین نہیں آتا۔ دشمن پر قابو پالینے کے بعد اس کو معاف کر دینا بھی مومن کا شیوہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو جن مختلف طریقوں سے وحی پہنچاتا ہے ان کا ذکر بھی کر دیا تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ رہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَتَسْبِغًا مِّنْ مَّاءٍ وَنَسْفَةً يُّسْفَتُهُ لَئِن كُنْتَ غَافِلًا

سورہ شوریٰ کی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔ ۵۴ آیات اور ۵ رکوع۔

حَمْدًا ۱ عَسَقًا ۲ كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ

ماہیم۔ مین مین کاف۔ اسی طرح کے مطالبہ نفسیہ، وحی فرماتا رہا ہے آپ کی طرف سے اور ان (پیشروں) کی طرف جو آپ سے پہلے

اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۳ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ

گزرے ہیں۔ اللہ جو زبردست (اور) بہت دانہ ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اسی سے اور وہی سب

الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۴ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ

سے اعلیٰ (اور) عظمت والا ہے۔ قریب ہے کہ (جلاں اسی سے) آسمان چھٹ پڑیں اپنے اوپر سے اسی اور ایسا نہیں ہوتا کیونکہ فرشتے

سے یہ عروف متقلد ہیں۔ ان کی تشریح بار بار گزر چکی ہے۔

سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان کہ پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے اور جو کلام میں نہیں سنا، ہوں یہ میرا نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے۔ اس اعلان نے کفار کو گونا گوں حیرانوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اسے ایک انسانی بات سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک آج تک ایسا نہیں ہوا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کسی بندے سے ہم کلام ہو۔

ان کی اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کذ لک سے آیت کا آغاز کیا یعنی یہ کلام تو تم ہی رہے ہو مگر حکمت و برکت ہے اور یہ کوئی اپنی بات نہیں بلکہ اسی طرح مین وسعدت سے سب کلام ہم نے پہلے بھی ایمیا پر نازل فرمایا ہے۔ تمہاری خیال کہ ایسا نہیں ہو سکتا، باطل ہے ایسا ہر ناصرف ممکن ہی نہیں بلکہ اس کی حکمت کا تقاضا بھی ہے۔ جب اس نے انسان کی جہان زندگی کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا تو اس کی حکمت انسان کی زندگی اور اخلاقی زندگی کی بقا اور نشوونما کو کر کے پس پشت ڈال سکتی ہے۔ اسی لیے العزیز اور الحکیم کے اسمائے حسنیٰ یہاں ذکر کیے گئے۔

سے جب بندوں اور جنوں میں جو چیز ہے وہ سب اس کی گیت ہے تو اس کے بغیر اور کس کوئی پہنچتا ہے کہ وہ انسان کے لیے کوئی ضابطہ حیات تجویز کرے بلکہ اس کے بغیر اور کون ہے جس کے پاس اتنا علم اور قدرت ہو کہ وہ اس نہایت پیچیدہ اور از حد جامع کام کو کوشش و غوثی سے انجام دے سکے جن کو اس کا ہمسر بنایا جاتا ہے، یا جو بد قسمت اس کا ہمسر بننے کی ناکام کوشش کرتے ہیں وہ تو سب اس کی مخلوق اور اس کے ملوک ہیں۔ ان کا علم بھی محدود ہے اور ان کی قدرت بھی ناقص ہے۔ خود سوچو جنات و مخلوق، ملک و ملوک، عالم اور جہاں، قافلا اور عاجز بھی کسی جیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سب سے اونچا اور اعلیٰ اور سب سے زیادہ عظمت و سطوت والا ہے۔

سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عزت اور شان بخشی ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان اپنے رب کریم کی اطاعت سے سزاوارت



يَسْبَحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ

سبح کر رہے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور بخشش طلب کر رہے ہیں اہل زمین کے لیے۔ شے حسن اور یقیناً

اللَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ

اللہ ہی بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اور جنہوں نے بنا رکھے ہیں اللہ کے سوا اور دوست

حَفِظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا

اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے ان کے حالات سے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں شے اور یونہی ہم نے وحی کے ذریعہ آگاہ ہے

ذکر کرتا اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنی ساری کوشش صرف کر دیتا لیکن اس نے فقط عملی طور پر ہی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم سے سربمستی نہیں کی بلکہ اس کی عظمت و تقدس پر بھی عرف گیری شروع کر دی کبھی اس کی صفات کمالیہ کا انکار کیا، کبھی اوصاف ذمیہ کی نسبت اس کی طرف کرنے کی گستاخی کی۔ کبھی عاجز اور دروازہ منقوع کو اس کا شریک ٹھہرایا اور کبھی سر سے اس کے وجود کا ہی انکار کر دیا انسان کی ان عظیم گستاخیوں اور بغاوتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ نظام کائنات ہنسک سے اڑ جائے آسمانوں کی حکم اور مضبوط چھتوں میں اور پھر نیچے ہلک ٹنگا پڑ جائے لیکن اللہ تعالیٰ عظیم اور کریم ہے اس کے حوصلے کی آہٹا نہیں اس کے بخود و کرم کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا وہ ان سرکشوں کو پھر بھی سوچنے بخشنے کی ہمت دے رہا ہے۔

شے اکثر انسانوں کا توبہ حال ہے لیکن فرشتے اپنی پاک اور نوری ذہانوں سے ان تمام میوب و نقائص سے اللہ تعالیٰ کی پاک بیان کر رہے ہیں جو انسان اپنے خفائی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کی صفات کمال کا ذکر کر کے اس کی حمد و ثنا کے گیت گارے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اولاد آدم کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے عذاب ٹلا ہوا ہے اور فرس و فخر کی گرم بازاری کے باوجود سادہ عالم آٹ نہیں دی جاتی۔

بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمنے والا ہے۔ اس کی شانِ مخفرت اور اس کی رحمت بے پایاں کے باعث نظام کائنات قائم ہے شے کفار نے اپنا شرع جو بہت اپنے رب کریم سے توڑ کر اپنے ہاں جو دوں کے ساتھ جوڑ لیا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے کرتوتوں سے کوئی آگاہ نہیں اور نہ ان سے ان کے متعلق کوئی باز پرس ہوگی اس لیے وہ جسے الینان سے ہر قسم کی رد و بل کر تیں کہتے نہ اپنے کچھ ہر شے اور نہ ان کے ہونا ک کلام سے لرزہ برآمد ہوتے۔

اللہ حفیظ سے ان کی اس غلط فہمی کو روک دیا جا رہا ہے اور انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے اور ان کا ریکارڈ محفوظ رکھا جا رہا ہے۔ لاملا انہیں اپنی کارستانیوں کے نتائج دیکھنے پڑیں گے کفار نے ہر شے زندگی کے لیے ہلک ہلک موجودات کو رکھے تھے اور بہت کراں کے متعلقہ شے حیات میں غنہ مطلق اور کارساز سمجھتے تھے۔ اس لیے اتحد دامن دونہ اولیاء کے الفاظ استعمال ہیں۔ "ولی" کا لفظ اپنے لغت میں متحدہ دماغ میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں اس کا معنی التوتولی (مورد العالم یعنی امور عالم کا کارساز) یہاں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس معنی میں کسی کو ولی کہنا شرک ہے۔

شے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی دلسوزی سے انہیں ہدایت کی طرف بلاتے، ان کے سامنے اپنے دعوے کی صداقت کو معجزات

إِلَيْكَ قَرَأْنَا عَرَبِيًّا لِنُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ

آپ کی طرف قرآن عربی زبان میں تاکہ آپ ڈرائیں اہل مکہ کو کہ اہل مدینہ اور جو اس کے آس پاس رہا ہوں اور تاکہ آپ ڈرائیں انھیں

الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿۷﴾ وَلَوْ

ہونے کے دن سے جس کی آمد میں کچھ شبہ نہیں۔ اس دن ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق جہنم کی آگ میں ہوگا۔ اور اگر

شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۗ وَلَٰكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي

چاہتا اللہ تعالیٰ تو بنا دیتا ان (سب) کو ایک امت بناتا لیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی

اور دلائل سے ثابت کرتے، ان کے شکوک و شبہات کا بڑے مؤثر طریق پر قطع قن فرماتے، اس کے باوجود جب وہ باطل سے چمٹے پہنچنے پر اصرار کرتے تو حضورؐ کو انہیں ڈکھ ہوتا اور بڑے افسردہ خاطر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے حبیب! آپ اتنے بخیر و خاطر کیوں ہوتے ہیں۔ آپ پر ان کی مگرابی کی کوئی ذمہ داری نہیں اور ان کے بارے میں آپ سے کوئی ہانپڑس ہوگی۔ آپ کا فرض تبلیغ حق تھا وہ آپ نے احسن طریق پر ادا کر دیا۔ اب یہ جانیں اور ان کی قسمت۔ آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا۔ اس کی کرنوں سے سارا عالم جگمگا رہا ہے، لیکن یہ اب بھی آنکھوں پر قلعہ کی پٹی باندھے کفر و شرک کے اندھیروں میں ٹانگ ٹوٹیاں مار رہے ہیں۔ الوکیل! الکفیل! جو کسی کا ضامن اور ذمہ دار ہو۔

۷ لے حبیب! یہ قرآن ہم نے عربی زبان میں آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ کہ جو تمام بستیوں کی اصل ہے، اس کے رہنے والوں کو آپ بروقت خبردار کر دیں اور اس کے شرق و مغرب میں پھیلے ہوئے جتنے دیہات، قصبے اور آبادیاں ہیں، ان کو آگاہ کر دیں کہ قیامت کا دن آنے کا ضرور لگے گا، اس کے آنے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔

۸ اس روز انسانوں کی تقسیم عربی و عجمی، مغرب و میر، سفید قام اور سیاہ قام کی بنیادوں پر نہ ہوگی بلکہ نیک و بد اعمال کی بنا پر ہوگی۔ نیکو کار جنت میں اور بدکار دوزخ کی جہنم کی آگ میں پھینک دیے جائیں گے۔

۹ اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو بھی ارادہ کی آزادی اور اختیار نہ دیتا جس طرح دوسری مخلوقات ہے چونکہ وہ اس کے احکام کی تعمیل کر رہی ہے، اسی طرح حضرت انسان بھی اس کے احکام کے سامنے سرانگندہ رہتا، لیکن رحمت الہی نے یہ گوارا دیا کہ اس کی صفت تخلیق کا یہ شاہکار عمل کی آزادی سے محروم ہو۔ گھر اور میل کی طرح بے ارادہ اور بے اختیار زندگی گزار کر رہی، مگر ہم جو اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ اور عمل کی ایک گونہ آزادی عطا فرمائی تاکہ وہ راہ حق پر گامزن ہو تو اپنی مرضی سے اور اگر مرضی سے ہی اور جو مرضی سے ہی اور جو بد نصیبی و انتہائی غلط راہ منتخب کریں گے اور سیدھی راہ پر پھلتے رہیں گے قدم قدم پر نصرت الہی ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہے گی اور جو بد نصیبی و انتہائی غلط راہ منتخب کریں گے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر حکمت کے گڑھے میں گرنے پر وہ مبرا ہوں گے تو

رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَدِيِّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۱۰۱ اِمَّا تَخَذُوا

رحمت میں اور جو ظلم کرنے والے ہیں ان کا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔ کیا انہوں نے بنا لیے

مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ ۚ فَاَللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتِي وَهُوَ عَلٰی

ہیں اسے چھوڑ کر دوسرے کارساز اللہ ہی حقیقی کارساز ہے اور وہ زندہ کرتا ہے مرنے والوں کو اور وہ ہر چیز پر

ان کی منت سماجت نہیں کی جائے گی کہ بھلے مانسوم ایسا نہ کرو۔

اللہ جو لوگ جان بوجھ کر اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بجائے اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ ایسے ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ کتنے احمق ہیں کہ قادر و توانا پروردگار کو چھوڑ کر بتوں کو انہوں نے اپنا کارساز بنا لیا ہے۔ بھلا بے بس اور ناتوان بتوں کو اپنا کارساز بنا کر انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ جو اپنی گمراہی نہیں بنا سکتے وہ ان کا کیا بھلا کریں گے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ایسی ہستی کو اپنا کارساز اور حامی بنائے جو قہر کی قدرت کا مالک ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کی قدرت اور طاقت کا یہ عالم ہے کہ چاہے تو مڑوہ کو پتھم زندہ میں زندہ کر دے۔ مشکل سے مشکل کام کو آسان کر دے اور وہ ہمیشہ سے ہمیشہ گرہ کو کھولنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف مڑوہ جموں کو ہی زندہ نہیں کرتا مگر مڑوہ دونوں کو بھی زندہ فرماتا ہے۔ قال الواسطی رحمہ اللہ یحیی القلوب بالقلبی ویمیت الالافس بالافستتار؛ واسطی فرماتے ہیں کہ جب کسی دل پر اپنی نگاہ فرماتا ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب چھپ جاتا ہے تو نفوس اس سے مر جاتے ہیں۔ لیکن یہ سعادت فقط ان کو نصیب ہوتی ہے جو سچے اور نافرمانی کی روش کو ترک کر کے اطاعت و انابت کی راہ اختیار کرتے ہیں جو مغرور و کبر کے انداز چھوڑ کر عاجز و نیاز کر اپنا شعار بناتے ہیں۔ مولانا رومؒ نے خوب کہا ہے۔

۱۔ پیش یوسف نازش و خوبی ممکن جز نیاز و آہ یعقوبی ممکن

۲۔ از بہاران کے شود سر سبز سنگ خاک شو تا گل بردی رنگ رنگ

۳۔ ساہا تو سنگ بردی دگر آتش آزمون و یک زمانے خاک باش

ترجمہ:

۱۔ یوسف کے سامنے ناز و ادامت کرو۔ اظہارِ نیاز اور آہ یعقوبی کے بغیر اس کے سامنے کچھ نہ کرو۔

۲۔ موسم بہار میں پتھر سرسبز نہیں ہوتے۔ مٹی بن جائے کہ تجھ سے رنگ برنگے پھول اُگنے لگیں۔

۳۔ لے لے نادان! ساہا سال تو دل دکھانے والا پتھر بنا رہا۔ ہماری بات کو آزماد اور کچھ حصہ کے

لیے مٹی بن جاؤ۔



كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَ مَا اَخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ اِلَىٰ

پوری طرح قادر ہے۔ اور جس بات میں تمہارے درمیان اختلاف رونما ہو جائے گا تو اس کا فیصلہ اللہ

اللَّهُ ذِيكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ اُنِيْبٌ ۝ فَاطِرُ

کے سپرد کردہ۔ یہی اللہ میرا رب ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں گا۔ وہ پیدا کرنے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ۚ وَمِنَ

واللہ آسمانوں اور زمین کا اللہ اسی نے بنائے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے اور مویٹھوں

۱۲ کسی نظریہ کے حق یا باطل ہونے، کسی چیز کے حلال و حرام ہونے، کسی عمل کے مفید اور مُضر ہونے میں اگر تمہارا کسی قوم سے اختلاف ہو یا آپس میں تمہارا کسی بات میں نزاع ہو تو اگر تم اپنی عقل و ضم سے ہی حل کرنے کی کوشش کرو گے تو جھگڑا بڑھتا ہی جائے گا، اختلاف کی مٹی کو وسیع ہوتی جائے گی۔ اس انتشار و افتراق سے نجات پانے کا یہی ذریعہ ہے کہ اپنی عقل ناقص کو بیچ بنانے کے بجائے اپنے خداوند قدوس کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی اور جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی۔

۱۳ وہ ذات جو بدل و احسان دونوں صفات سے موصوف ہے یہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی میرا پروردگار ہے۔ میں نے اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر لیے ہیں اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میری نگاہوں اسباب و وسائل کے حجاب میں ایک کر نہیں رہ جاتی، میں غلو جس دل سے اسی کی بارگاہ و یکس پناہ میں رجوع کرتا ہوں۔ تم خود دیکھ لو کہ کامیابی کس کے قدم چوم رہی ہے اور فتح و نصرت کا تاج کس کے سر پر جھگکا رہا ہے۔ تم اپنے وسائل کی کثرت، ساز و سامان کی بہتات اور طویل تجربات کے باوجود پسا پور رہے ہو اور میں اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ کیا یہ اس امر کا کھلا ثبوت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے میدان جیت لیا کرتے ہیں۔

۱۴ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات جلیلہ کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں اور پتھیوں کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ان کو آباد اور بارونق بنانے والا بھی وہی ہے۔ اس کی قدرت و حکمت کی نزاکتیں ملاحظہ ہوں کہ اس نے تمہارا آدم علیہ السلام کو ہی پیدا نہیں کیا بلکہ زندگی کی ہر وجہ میں اس کا دل تمہارے والی اس کے حوصلوں کو بند رکھنے والی اسی کی جنس سے سما بھی پیدا کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ آفرینش نسل کا انتظام بھی فرمادیا تاکہ جب تک خالق کائنات کی مرضی ہو یہ گلشن آباد رہے، اس کی جنابندی ہوتی رہے، اس میں نئی نئی کونسلیں چھوٹی مڑیں۔ ہر جنس سے نئے نئے کھل کر پھول بنتے رہیں۔

صرف انسانوں کی آفرینش نسل کا انتظام نہیں فرمایا بلکہ طرح طرح کے حیوانات جو انسان کی گونا گوں خدمات سرانجام دے رہے ہیں



الْأَنْعَامِ أَرْوَاجًا يُذْرُوكُمْ فِيهِ طَيْرٌ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ

سے ہی جوڑے بنائے۔ وہ پھیلا کر رہتا ہے تمہاری نسل کو اس کے ذریعہ نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز ۱۱ اور وہی

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۱۱ لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ

سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اسی کے قبضہ میں ہیں کنبیاں آسمانوں اور زمین (کے فزائوں) کی۔ ۱۱ کشادہ کرتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۱۱ شَرَعَ لَكُمْ

رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے) بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اس نے تفریق فرمایا ہے

مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصَّيْ بِهٖ نُوْحًا وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا

تمہارے لیے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جسے ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا

انہیں بھی فرما دیا وہ پیدا کیا تاکہ ان کی نسل بھی بڑھتی رہے اور انسان کی روزانہ ضروریات کی تکمیل کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ بندہ و حکم؛

ای بیکوہ کمہ من اللذرة؛ البعث۔ (منظری) یہ ذرّہ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے پھیل جانا۔ یعنی وہ تمہاری تعداد کو بڑھا رہا ہے اور

تمہیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا رہا ہے۔ فیہ کی ضمیر کا مرجع الذبیہ ہے۔ اسی فی ہذا التذبیہ و هو جعل الناس

ازواجاً۔ (منظری) یعنی انسانوں اور حیوانوں کو جوڑا جوڑا پیدا کر کے اس نے ان کی نسل کے پھیلنے اور بڑھنے کا اہتمام کر دیا۔

۱۱ کوئی چیز ذات میں یا صفات میں اللہ تعالیٰ کی مانند نہیں تاکہ اگر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی پناہ لی جائے تو کام بن جائے انسان

کو اپنے خالق کا در چھوڑ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ وہ مسیح اور یسیر ہے۔ اپنی ہر مخلوق کی فریاد اور اس کا نالہ درو بھی سن رہا ہے اور اس

کی حالت زار کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اور کون ہے جس کی یہ شان ہو۔

۱۱ با اوقات انسان نفع مائل کے لیے بادشاہوں اور ارباب ثروت کی محبت کا دم بھرنے لگتا ہے۔ اس طرح ان کے

ظلم و ستم کا آئہ کار اور لوٹ کھسوٹ کی سرگرمیوں میں ان کا ہاتھ بٹانے لگتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو کام وہ کر رہا ہے اور جو کام اس

لیا جا رہا ہے یہ سراسر ظلم ہے اس میں خدا کی نافرمانی اس کے بندوں کی حق تلفی اور دل آزاری ہے؛ اس کا ضمیر بھی اس کو طاقت

کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ باز نہیں آتا کیونکہ اس کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس کا رزق چھین جایگا

اور اپنے منصب سے اسے محروم کر دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے فزائوں کی کنبیاں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ

کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ رزق کی تقسیم کا کئی اختیار بھی اسی کو حاصل ہے۔ وہ جس کو چاہے بے حد و حساب عطا فرمائے اور جس کو چاہے

تنگ دست کرے۔ جو نعمت وہ اپنے کسی بندے کو عطا فرماتا چاہے اسے کوئی جابر و طاہر سلطان بھی روک نہیں سکتا اور جس کو محروم

## وَصَيَّنَّا يَاسَةَ ابْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَ

ہم نے محکم دیا تھا یسے، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کہ اسی دین کو قائم رکھنا چاہئے اور

کرنا چاہئے اسے کوئی دین نہیں سکتا اس لیے بندہ بننا ہے تو اس کا بنو، حکم ماننا ہے تو حکم الحاکمین کا مانو، رزق و رحمت کے طلبگار ہو تو اکرم الاکریمین کے دربار پر حاضر ہو کر دامن پھیلاؤ۔ کیوں اس کے دشمنوں کے سامنے بیکار ہی بن کر جاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی آبرو کو بھی داغدار بنا لو گے اور اپنے رب کریم کو بھی ناراض کر لو گے۔

یہاں پہلے اللہ تعالیٰ کی جلالت شان اور عظمت و کبریائی کا بیان ہوا۔ اب اس دینِ قیم کے قائم کرنے اور قائم رکھنے کا حکم صادر فرمایا جا رہا ہے جس کی ناکسین اور کجنگل کے لیے سارے اولوالعزم رسول مصروف جہاد رہے۔ ششع کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ششع: سنس، کوئی طریقہ مقرر کرنا۔ ششع: اظہر، واضح و بین۔ کسی معنی چیز کو ظاہر کرنا۔ اس کو یوں جہاں اور آشکارا کرنا کہ شک و شبہ کی کوئی گنہائش تک باقی نہ رہے۔

ارشاد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جس کی جلالت شان کے تذکرے ہو رہے ہیں اسی نے اس دین کو تو پر واضح اور بین کر دیا جس کا حکم اس نے رسولِ اقل حضرت نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس پر آپ کو لیے قائم الانبیاء بذریعہ وحی آگاہی بخشی ہے اور یہی وہ دین ہے جس کے بارے میں حضرات ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو وصیت فرمائی گئی تھی۔ سپر رسالت کے یہی وہ رشتہ و تباہدہ مہرواہ ہیں جنہیں اولوالعزم رسول کے جلیل لقب سے فوازا گیا ہے۔ فرمایا پلا اور آخری رسول اور مقتف دہور دشور میں تشریف لانے والے یہ جلیل القدر رسول ایک ہی دین اور ایک ہی نظام حیات کے داعی اور مبلغ تھے۔ صرف داعی اور مبلغ ہی نہیں بلکہ اس کے مؤسس اور اس کو پر دان چڑھانے والے بھی تھے۔ انبیائے کرام نے ایک دوسرے کی تکذیب نہیں کی اور اپنے اپنے دور میں علیحدہ ادیان قبول کرنے کے لیے نہیں کہا بلکہ ایک اور صرف ایک دین کے لیے کوشاں رہے۔

یہ آیت کے اس حصے کا پہلے حصے سے کیا تعلق ہے اس کے متعلق دو قول ہیں: یا تو یہ ششع کے مفہول کا بدل ہے۔ اس صورت میں یہ مکتا سنس ہو گا یا یہ مبتلائے مخدوف کی خبر ہے۔ کلام کے پہلے حصے کو سننے کے بعد یہ سوال دل میں کھٹکنے لگتا تھا کہ وہ کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے ان اولوالعزم رسولوں کو دیا تھا فرمایا: هو اقامۃ الدین، تو ان اقیما خبر ہے اور هو مخدوف مبتلا۔ اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ تمام انبیاء کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اس دین کو قائم کرو۔ لوگوں کی عملی زندگیوں میں اسے رائج کرو۔ تاکہ لوگوں کے اعمال اسی دین کے قالب میں ڈھل جائیں۔ صرف زبانی دعوت دینا اور اس دعوت کے محاسن کو بیان کرتے رہنا ہی انبیاء کا فریضہ نہ تھا بلکہ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ جہاں یہ نظام حیات رائج نہیں وہاں اسے رائج کیا جائے اور جہاں یہ رائج ہے وہاں یہ اہتمام کیا جائے کہ یہ رواج پذیر رہے۔ ایسے حوامل اور محرکات سے اس کی پوری پوری حفاظت کی جائے جو اس کو عملی زندگی سے بے دخل کرنے پر منتج ہوں۔

یہ نصب العین جو انبیاء و رسول کی عظیم البرکات زندگیوں کا نصب العین تھا یہی نصب العین آج امتِ محمدیہ علی صاحبہا

## لَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي

تفرق نہ ڈالو اس میں۔ بہت گراں گزرتی ہے مشرکین پر وہ بات جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں ﷻ اللہ تعالیٰ جنہیں چاہے نہ

افضل اسلوات و اہل التسلیمات کے لیے من جانب اللہ مقرر کیا گیا ہے اور انہیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آراء و اہوار کا اثبات کر کے اپنی جہت کو اختیار کا شکار نہ بنادیں اور ایک اُمت کو مستند و فرقوں میں بانٹ کر بے وقار نہ کر دیں کیونکہ اگر انہوں نے اپنی وحدت اور یکجہتی کو فرقہ بازی کی نذر کر دیا تو پھر اقسامِ دین کے فریبند سے وہ عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ ان کی جواا کھڑ جائے گی نئے انسانی معاشروں میں اس کو قائم کرنا تو بڑی بات ہے۔ جہاں ان کے اسلاف کی کوششوں کے باعث دین قائم ہو چکا ہے وہاں اس کا باقی رہنا بھی مشکوک ہو جائے گا اور اس کا مشاہدہ ہم اپنے ہاں کر رہے ہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر متحد و متفق رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنے ارشادات عالیہ حکیمانہ میں ہیں بے اتفاقی سے ڈر لیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فارق الجماعة شبرا فمات فمات مریقا۔ جس نے دانستہ ایک باشت بھر کے لیے ہی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اس نے گویا اپنے گلے سے اسلام کا رشتہ آٹا پھینکا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعة۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رحمت کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک بڑی پیاری حدیث منقول ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إن الشیطان ذنب الانسان کذب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والتاحیة وایتامک والشعاب وعلیکم بالجماعة والعمامة (رواہ احمد) یعنی حضورؐ نے فرمایا جس طرح بکریوں کے لیے میٹھا ہوتا ہے اسی طرح شیطان انسان کے لیے میٹھا ہوتا ہے۔ میٹھا اپنے ریڑھ سے لگ کر ہوجانے والی یا ڈور آگے چلی جانے والی یا ایک طرف ہوجانے والی کو ہی پکڑتا ہے اور میں تمہیں اس بات سے ڈھانک رہا ہوں کہ تم گروہ گروہ ہو جاؤ۔ تم پر لازم ہے کہ تم جماعت کے ساتھ اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔ (مظہری)

ﷻ اے محبوب! یہ دین حق جس کی دعوت آپ نے رہے ہیں مشرکین کو از حد ناگوار ہے۔ اس دین کو قبول کرنے کا مطلب قریب ہے کہ وہ اپنے ان مبرودوں سے قطع تعلق کر لیں جن کی پوجا پاٹ یہ کئی نسلوں سے کرتے چلے آ رہے ہیں نیز اپنے قدیم رسم و رواج جن پر ان کا معاشرہ قائم ہے اور جن کے وہ عرصہ سے شوگر ہیں ان تمام کو جھٹک کر وہ پرے پھینک دیں۔ وہ مشرک اس تبدیلی کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے۔

ﷻ علامہ ابن منظورؒ بجزیبی کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں اجتبہ ای اصطفاہ یعنی اس نے خیر لیا۔ ابن سنیہ کہتے ہیں اجتبہ الشیخی ای اختارہ یعنی اس کو پسند کر لیا۔ وهو مشتق من جَبَّیْتُ الشیخی اذا خَلَصْتُه لِنَفْسِک۔ جب کسی چیز کو تو اپنے لیے مخصوص کر لے تو عرب کہتے ہیں جَبَّیْتُ الشیخی۔ اسی سے جببیتُ العارفی الخوض۔ یعنی میں نے حوض میں پانی جمع کر لیا۔ (لسان العرب) علامہ راغب اصفہانی اس لفظ کی لغوی تحقیق کرنے کے بعد کہتے ہیں: ولجببتم اللہ العبد تخصیصاً



إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۗ وَآتَفَرَّ قَوَّامًا إِلَّا

اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور نہ بنے وہ فرقوں میں لگے مگر

مَنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا بَيْنَهُمْ ۗ وَلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اس کے بعد کہ آگیا ان کے پاس (صحیح) علم۔ (یہ تفرقہ) محض باہمی حسد کے باعث تھا۔ اور اگر یہ فرمان پہلے نہ ہو چکا ہوتا

ایناہ بیض الہی يتحصل له منہ انواع من النعم بلا سعی من العبد وذلك للانبياء وبعض من يقاربهم من الصديقين والشهداء۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیب تک پہنچاتا ہے تو وہ اسے ایسے فیض الہی سے مخصوص کر لے جس سے بغیر کسی کے اسے طرح طرح کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ نعمت انبیاء کرام اور صدیقین اور شہداء میں سے بعض مقربین کو مرحمت ہوتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ محض اپنی مہربانی سے کسی کو اپنے قرب اور رحمت کے لیے چن لے اور اس کو گونا گوں نعمات و احسانات سے سرفراز فرمائے۔ یہ نطفہ عظیم انبیاء کرام صدیقین اور شہداء پر کیا جاتا ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ انسان ہر طرف سے مزین ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی ہمت و کف کرے جب کوئی شخص غم و غم سے نیت سے راہ طلب پر گامزن ہوتا ہے، آرزو کش و ابتلا کے ابتدائی مرحلوں میں سرخرو ہو جاتا ہے تو پھر تو فی حق الہی اس کی دلگیری کرتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل شکر تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

نخست از طالبی از جملہ بگذر رو بدو آور  
کز آن حضرت ندا آید کہ لے گزشتہ راہ اینک

ترجمہ اگر تو اس کا طالب ہے تو پہلے سب سے قطع تعلق کر لے اور اس کی طرف رخ پھیر لے یہاں تک کہ بارگاہ الہی سے یہ نہا آئے لگے کہ لے میرے دیولنے راستہ ہے۔

علا پرانی ہی رحمت اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: قالت الصوفیة من یحببہ ویحبذ بہ الی نفسہ من غیر اختیارہ فهو مراد اللہ تعالیٰ ہوا الانبیاء والصدیقون۔ ومن اتاب الی اللہ فہداه اللہ تعالیٰ فهو المرید وھما اولیاء اللہ الصالحون من عبادہ۔ (مظہری) یعنی صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ خود چن لیتا ہے اور اسے اپنی ذات کی طرف کھینچ لیتا ہے جس میں اس بندے کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتا ہے اور وہ انبیاء اور صدیقین میں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرماتا ہے تو وہ مرید ہے جیسے اولیاء کرام اور اس کے نیک بندے۔

اسے بتا دیا کہ لوگوں کا راہ حق سے انحراف اور الگ الگ فرقوں کا معرض و مورد میں آجائے محض بے علمی اور غلط فہمی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اکثر و بیشتر اس انتشار و افتراق کا باعث ان کا باہمی حسد و عناد اور رقابت ہوا کرتی ہے۔ اپنی برتری کا سکہ چلنے کے لیے اپنی الگ پارٹی بناتے ہیں اور اس طرح امت کی وحدت میں نقب لگانے کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس راہ کو وہ چھوڑ رہے ہیں یہی سیدھی راہ ہے اور جو راستہ وہ اپنا رہے ہیں وہ ان کو اپنی منزل سے دور بھیج دے گا، لیکن اپنی ذاتی اغراض اور اپنی دنیاوی مصلحتیں نہیں لیا



مَنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لِّقَضَىٰ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا

آپ کے رب کی طرف سے کہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دی جائے تو فیصلہ ہو چکا ہوتا ان کے درمیان ملے اور جو لوگ وارث بنائے گئے

الْكِتَابِ مِنْ بَعْدِهِمْ لَعَلَّ يُشْكُ مِنْهُ مُرِيْبٌ ۗ فَلِذَلِكَ فَادْعُ

تھے کتاب کے ان کے بعد وہ اس کے متعلق ایسے شک میں مبتلا ہوں جو تعلق انجیز ہے ملے پس اس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہیئے ملے

کہنے پر مجبور کر دیتی ہیں، وہ جانتے بوجھتے ہونے غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ بغیر ایدینہم کے الفاظ ہم سب کے لیے بڑے توجہ طلب ہیں۔ ملے ان کے کہ تو توں کا لفظ ضا تیر ہے کہ انہیں فوراً تس نس کر کے رکھ دیا جائے لیکن آپ کے رب نے اپنی رحمت اور حکمت کے پیش نظر انہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے دی ہے اس لیے اس وقت تک ان کی رسمی ڈھیلی سہے گی۔ جو سکتا ہے کہ اس اثنا میں ان کی چشم ہوش کھلے اور انہیں اپنی غلط کاریوں پر ندامت ہو اور وہ توبہ کر کے اپنی بخشش کا سامان کر لیں۔ اور اگر ان کی بے ہودگی کلاسی عالم رہا اور مقررہ مہلک انہوں نے، سنسنے کی کوشش نہ کی توجہ مقررہ وقت آجائے گا تو چشم زدن میں ان کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔ ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔ ان کی میرتناک تباہی پر دو آنسہ ہانے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔ ملے یہ کہ کے مشرک جنہیں گزشتہ قوموں کی تباہی کے بعد قرآن حکیم جیسی کتاب کا وارث بننے کی سعادت نصیب ہوئی تھی وہ عقل کے اندھے اسی تذبذب میں مبتلا ہیں کہ آیا یہ کتاب خدا کی نازل کردہ ہے یا نہیں۔ مُرِيْبٌ : مُتَلَقٌّ اَوْ مَدْخَلٌ فِي الرِّيْبِ (منظری) جس شک و شبہ سے دل میں تعلق اور بے چینی پیدا ہو اس کو مُرِيْبٌ کہتے ہیں۔ (منظری)

ملے علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں دس کلمات ہیں۔ ہر کلمہ اپنی جامعیت اور افادیت کے باعث ایک مستقل حکم ہے اور اگر اسے سیاق و سباق سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو اس کی افادیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس آیت کی نظیر صرف آیتہ المنجی ہے جس میں اسی طرح کے دس احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اب بڑے اختصار کے ساتھ الگ الگ ہر کلمہ کی وضاحت کی جاتی ہے:

۱۔ فَلِذَلِكَ فَادْعُ۔ ذاک اسم اشارہ ہے۔ اس کے مشاڑ الیہ کے متعلق علماء کے دو قول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ باہمی حد و عباد کی وجہ سے لوگ مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ ہر ایک اپنے آپ کو حق و صداقت کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے۔ اسے عجیب! آپ اپنی من مہرینی ادا سے انہیں حق قبول کرنے کی دعوت دیں تاکہ وہ اس انتشار کے ہاتھوں ذلیل و غمار ہونے سے بچ جائیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مشاڑ الیہ دین ہے جس کے اتباع کا حکم تمام انبیاء و رسل کو دیا گیا ہے اور جس پر کار بند ہونے کی آپ کو بھی ہدایت کی گئی ہے۔ آپ خلق خدا کو اسے قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اس نظام صداقت سے صرف آپ یا چند خاص نفوس ہی بہرہ یاب نہ ہوں بلکہ مشرق و مغرب میں بسنے والا جو بھی اس دعوت کی دلاؤری سے متاثر ہو کر اسے قبول کرے وہ اس سے فیض یاب ہو سکے۔

۲۔ وَاسْتَقْرِكُمْ اٰمُرًا۔ صرف اس دعوت کو قبول کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ڈٹ جانا اور جرم

وَأَسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ أَمِنْتُ بِمَا أَنْزَلَ

اور ثابت قدم رہیے جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اور نہ اتباع کیجیے ان کی خواہشات کا شعلے اور درپڑا فرمائیے کہ میں ایمان لایا ہوں

اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا

اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی تیلے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل کروں تمہارے درمیان تیلے اللہ تعالیٰ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی تیلے

الذم و مصائب میں ثابت قدم رہنا اور ثابت قدمی کے اس میاں پر پورا اتنا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے شینہ مرداگی ہے اللہ تعالیٰ نے اس استقامت کا حکم اپنے محبوب کو دیا اور حضور کے طفیل ساری امت اسلامیہ بلکہ محمد بنی نوع انسان کو دیا جا رہا ہے اس فرمان الہی کی جلالت شان کا اندازہ حضور طریہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد و گرامی سے لگایا جا سکتا ہے: شینتینی سورة هود و اخواتها وقيل له لعوذ لك يا رسول الله فقال لئن فيما فاستقم كما أمرت دروح البیان حضور نے فرمایا کہ سورہ ہود اور اس کی مثل سورتوں نے مجھے بڑھا کر لیا ہے عرض کیا گیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ اس میں فاستقم کما أمرت کا حکم ہے یعنی اس طرح استقامت کا مظاہرہ کرو جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

۲۵ نفس کے پھاروں اور میں خواہشات کے پرستاروں کی پیروی کرنا آپ کا کام نہیں بلکہ ان احکام کی بجا آوری آپ کا فرض ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں۔ بغرض محال اگر آپ لوگوں کی پیروی کرنے لگیں تو انسانیت کا مستقبل تاریک ہو جائے گا اور اس کشتی کی سلامتی کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی۔

۲۶ آپ بھری ہوئی انسانیت کی شیرازہ بندی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ یہ کام تب ہی سر انجام پائے گا کہ آپ حق کو جزوی طور پر نہیں بلکہ کلی طور پر تسلیم کریں۔ حق جہاں بھی ہو اور جس رُوب میں ہو آپ اس کی تصدیق فرمادیں۔ اس لیے آپ یہ اعلان فرمادیں کہ میں صرف اس کتاب پر ہی ایمان نہیں لیا ہوں جو مجھ پر نازل کی گئی ہے بلکہ میرے رب نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں ان سب کتابوں کو برحق مانتا ہوں۔ ۲۷ مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر قسم کے ظلم و ستم کا خاتمہ کروں۔ تمام باطل امتیازات کا قلع قمع کروں زندگی کے ہر شعبے میں ایسا نظام رائج کروں کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ تبلیغ اسلام میں بھی تخفیزاً احکام میں بھی امیر غریب، شاہ و گدا، رومی و عجمی میں کوئی امتیاز برقرار نہ رکھوں۔ گویا انسانی معاشرے سے ہر قسم کے جور و جفا کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کی ذمہ داری ہے اور جب اسلام کو نفل اور اقدار نصیب ہوا تو دوست و دشمن نے دیکھا، اپنوں اور بیگانوں نے دیکھا، ساری دنیا والوں نے دیکھا کہ کئی دہائیوں نے اور اس کے غلاموں نے کس خوبصورتی سے اس ذمہ داری کو ادا کیا۔ خون کے پیاسوں کے ساتھ بھی کوئی زیادتی روا نہیں رکھی اور عزیز و اقارب کے ساتھ بھی بے جا رعایت نہیں کی گئی۔

۲۸ ہمارا پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ عبادت کریں گے تو اس کی۔ کارسازِ مقصدی بھی میں گے تو اس کو۔ توکل کریں گے تو اس پر۔ اس کے دریا قوس کو چھوڑ کر کسی جمود کی طرف جانا تو گویا اکھٹا شاکر دیکھنا بھی ہماری غیرتِ ایمانی

اعْمَالِنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالِكُمْ لَا حِجَّةَ بَيْنِنَا وَ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا

رب ہے ہمارے لیے جملے اعمال اور تمہارے لیے جملے اعمال ۱۹۔ کسی بحث و تکرار کی ضرورت نہیں ہے اور تمہارے درمیان تلے اللہ جم سب کو جمع کرے گا ۱۹۔

وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

اور اسی کی طرف (سب نے) پھٹنا ہے ۲۰۔ اور جو لوگ جنت بازی کرتے ہیں اللہ کے دین کے واسطے میں اس کے بعد کہ اکثر نشانیں

اَسْتَجِيْبُ لَهُمْ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ

اس کو مان پکے ہیں۔ سو ان کی جنت بازی لغو ہے ۲۱۔ ان کے رب کے نزدیک اور ان پر اللہ کا غضب ہے

گوارا نہیں کرتی۔

۱۹۔ ہمارے نیک اعمال کا ثواب اور تمہارے اعمال کی سزا ہمیں ملے گی۔ تمہارے نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا تمہیں ملے گی۔ ایسا نہیں ہو گا کہ تم کو تمہارے نیک اعمال کا ثواب نہیں مل جائے یا تمہاری سزا نہیں ملے۔ اور تمہارے نیک اعمال کا ثواب تمہیں ملے گا اور تمہاری سزا تمہیں ملے گی۔ اور جو لوگ جنت بازی کرتے ہیں اللہ کے دین کے واسطے میں اس کے بعد کہ اکثر نشانیں

۲۰۔ حق واضح ہو گیا روشن اور قوی دلائل نے شک و ارتباب کے مہلات کو کاٹا کر دیا ہے، پھر بھی تم باطل سے چپے ہوئے ہو اور حق کو قبول نہیں کرتے تو تمہاری قسمت۔ اب مزید بحث و تکرار کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ ضرورت اور نہ ہمارے پاس اتنا فائدہ وقت ہے کہ ہم بے مقصد تمہارے ساتھ سر کھیلتے رہیں۔

۲۱۔ آخر میں فرمایا وہ دن آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور ہم سب سے باز پرس ہوگی۔ اس روز معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے اور غلط راستوں پر کون بیٹھ رہا ہے۔

۲۲۔ سب نے اسی کی طرف ٹوٹ کر جا ہے اور اگر کوئی خوشی سے وہاں جانے کے لیے آمادہ نہ ہو گا تو اُسے مجبوراً وکیل کروا لے جائیں گے۔

۲۳۔ آفتاب بدایت طلوع ہو چکا۔ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو گئے۔ تاریک سینے روشن اور سیاہ دل متور ہو گئے۔ سلیم العقل لوگ ایک ایک کر کے کفر و شرک کی زنجیروں کو توڑ کر نعمتِ توحید سے لالامال ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں بھی جو بد بخت حق قبول کرنے والوں پر اعتراض کی بوجھا کر دیتے ہیں ان پر خدا کی پشکار ہو اور وہ عذاب الیم میں مبتلا کر دیے جائیں گے۔ دَخَصَّ بَرَجِلَهٗ: فحص بھلا۔ کسی چیز کو پاؤں سے روند ڈالنا (قاموس) ومن المہجاز دَخَصْتُ الْحِجَّةَ دَخْوَضًا بَطَلْتُ۔ مجازاً باطل اور فضول دلیل کو حجت داحضہ کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حق کی تردید کے لیے وہ اپنی طرف سے جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور پارہا ہوتے ہیں ان کی مثال ایسا ہے جیسے پاؤں سے نسلے ہوئی کوئی چیز۔



وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝۱۶ اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالمِیْزَانَ ۝

اور انہی کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے نازل کیا ہے کتاب کو حق کے ساتھ اور نازل کیا ہے میزان کو لکھنے

وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ۝۱۷ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ

اور تمہیں کیا معلوم کر شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔ ۱۷ جلدی چاہتے ہیں اس کے لیے وہ لوگ

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۝ وَیَعْلَمُوْنَ

جو ایمان نہیں رکھتے اس پر لگے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ خوفزدہ رہتے ہیں اس سے۔ اور وہ جانتے ہیں

اَنَّهَا الْحَقُّ ۝ اَلَا اِنَّ الَّذِیْنَ یُیْمَرُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِی ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ۝۱۸

کہ یہ حق ہے۔ خبردار! جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت کے متعلق، وہ بڑی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِیْفٌ یُّعِبَادُهٗ یَرْزُقُهٗ مِنْ شَآءٍ ۝۱۹ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۝۲۰

اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں پر لگے رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور وہی قوی (اور) زبردست ہے۔

اللہ جالہق کی تشریح کے لیے دیکھیے ضیاء القرآن جلد اول سورہ آل عمران آیت ۱۸۔ میزان سے مراد شریعت ہے جس سے حقوق کا وزن کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کے درمیان عدل اور مساوات قائم کی جاسکتی ہے۔ المیزان الذی یوزن بہ المحقوق ویثقی بین الناس۔ ۱۸ تم لمبی آن کر سوتے پڑے ہو اور بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے تمہیں کیا خبر کہ وہ گھڑی قریب آگئی جو جس کے آنے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ خواب غفلت سے فوراً اٹھیں کہو اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کے لیے تیار ہی شروع کر دو۔

۱۹ یعنی وہ لوگ جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے وہ تو اس کے جلدی رہنے کے لیے بے تاب ہیں اور ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ قیامت جلدی برپا ہو جائے تاکہ جہاں یہ باہمی جھگڑا ختم ہو جائے اور سب کو پتہ چل جائے کہ حق پر کون ہے۔ ہم یا رہنے دین کا پرچار کرنے والے۔ قیامت کے لیے کفار کی یہ عملت اس لیے مذمتی کہ وہ واقعی اس کے منتظر تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ وہ فیعد کن گھڑی آجائے بلکہ ان کا یہ کما مض ازراہ مذاق تھا۔ جن لوگوں کو قیامت کی آمد کا یقین ہے وہ تو اس کے تصور ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔

۲۰ اللطیف اللہ تعالیٰ کے اسمے مستثنیٰ میں سے ہے۔ علامہ ابن منظور اس کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: قال ابن الاثیر فی تفسیرہ اللطیف هو الذی اجتمع له الرفق فی الفعل والعلم بدقائق المصالح وایصالها الی من قدرها له من خلقہ۔ یعنی لطیف اس کو کہتے ہیں جس میں یہ تین چیزیں جمع ہوں: ہر کام ہر اس میں درستگی اور مستثنیٰ نہ ہو بگڑتی اور رفق

۲۰-۱۹





أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ

کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے ایسا دین جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ

اور اگر ان کے فیصلہ کی بات پہلے سے طے نہ ہوتی تو ان کا قصہ کبھی کاچھا یا گیا ہوتا۔ لفظ اور جو ظالم ہیں یقیناً ان کے لیے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ

دردناک عذاب ہے۔ آپ دیکھیں گے ظالموں کو کہ ڈر رہے ہوں گے ان (کرتوتوں) سے جہانوں نے کمانے اور وہ ان

وَاقِعٌ لَهُمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَةٍ

ہر واقع ہو کر رہے گا لہ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں

الْجَنَّةِ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝

ہوں گے۔ انہیں ملے گا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس سے۔ یہی بڑا فضائل ہے

ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

یہ وہ چیز ہے جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے۔

۳۹ وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے پسند فرمایا ہے کفار اس کو تو مانتے نہیں اور ان قواعد و ضوابط کی ہر آن نافرمانی کرتے ہیں جو رحیم و کریم پروردگار نے اپنے بندوں کی فلاح و بہبود کے لیے مقرر کیے ہیں۔ حیرت ہے بندوں کے لیے دین تو وہ قابل قبول ہونا چاہیے جو ان کے خدا نے انہیں دیا ہے کفار جن قواعد و ضوابط کی پیروی کر رہے ہیں یہ خدا نے برتر کے بھیجے ہوئے تو ہیں نہیں۔ پھر انہوں نے یہ کہاں سے لیے ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی اور خدا بنائے ہوئے ہیں اور یہ ان کا نازل کیا ہوا دین ہے اور ان کے مقصد رکھو قواعد ہیں جن پر یہ اتنی سختی سے کار بند ہیں لاجول و لا قوت۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا کوئی اور قانون ساز نہیں ہو سکتا۔

۴۰ اللہ تعالیٰ نے ان کے فیصلے کے لیے ایک دن مقرر کر دیا ہے اس لیے یہ بڑے پھرتے ہیں ورنہ کبھی کان کا کچھ مٹا گیا ہوتا۔  
۴۱ قیامت کے روز ان ظالموں کی جو کیفیت ہوگی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔





کے ذمہ ہے جب دیگر انبیاء اپنی قوموں سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کر رہے کسی مانی یا ادنیٰ منفعت کی خواہش نہیں کر رہے تو فرما لایا: **بئذی المرسل** کے متعلق یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ حضورؐ نے کسی قسم کی منفعت کی خواہش کی ہو۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت کسی قادرِ وحی کے مجھ سے ہوتے خزانے زین مسکون کی فرمانروائی ان دعوائے نیم شبی ان گریہ ہائے محرکات کا صلہ نہیں ہو سکتی جن سے اس رحمتِ عالمیہ نے بنی نوعِ انسان کو مشرف فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مرتبہ دہریہ ذریعہ کی نوکِ شکران پر لرزتا ہوا ایک آنسو سائے عالم سے زیادہ جوتی ہے۔ اگر حضورؐ اپنی ان دوسو بیسوں ان اشکباریوں کے معاوضہ کا تصور بھی کرتے تو نشانِ ریش سے بہت فرور ہو جاتا۔ دشمنوں کو گشتِ نمانی کا موقع مل جاتا یہودی اور صیانی ہیں بلکہ یہ کہنے کے بجائے راہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا کہ لا اسئکم علیہ اجر ان اجری الا علی رب العالمین اور تمہارے رسول نے مودتِ قرنی کا مطالبہ کر کے اپنی منت و شفقت کا معاوضہ طلب کیا۔ **والعیاذ باللہ**

اس آیت سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ **من کان یرید حوث الدنیا فو قہ ہنہا** جو شخص دنیا کی کشتی کا نواہاں ہو گا ہم اسے اسی میں سے دیں گے۔ اس سیاق و سباق کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے نزدیک قرآنی کتب کی تفسیر زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضورؐ پر در عالمِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ قرابت داروں نماذین بنو ہاشم خصوصاً اہل بیت کرام کی محبت ان کا ادب و احترام میں ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے جس کے دل میں اہل بیت کے لیے محبت نہیں دو یوں کہے کہ اس کی شیعہ ایمان بھی ہوتی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضورؐ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی محبت و احترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ ایک نہیں صد ہا ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں اہل بیت پاک سے محبت کرنے اور ان کا ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بے شک اہل بیت پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضورؐ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس گل کی مکھ ہے یا اس خوشبوی کی چمک ہے۔ جہاں ایمان ہو گا وہاں محبت اہلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔

یہ گروہ اب تک نہ کھل کر بعض لوگوں کے نزدیک محبت اہلِ مصطفیٰ علیہ الطیباتہم والثناء کے لیے نہیں صحابہ علیہم السلام کی شرط کہاں سے ماخوذ ہے۔ حضورؐ نے اپنے اہل بیت کی محبت کا اگر حکم دیا ہے تو اپنے صحابہ کے احترام و کرام کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں اہل بیت کے بارے میں فرمایا: **مَنْ أَحَبَّ أَهْلَ بَيْتِي كَمَا سَأَلَ سَفِيَتْ نَفْسُهُ مَسْجِدَ مَنْ رَكِبَ فِيهَا تَحَبَّأَوْ مَن تَخَلَّفَ عَنْهَا عَرَقَ**۔ یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔ تو دوسرا ارشاد گرامی یہ بھی ہے **أَصْحَابِي كَالنَّجْمِ مِمَّنْ رَكِبَ فِيهَا تَحَبَّأَوْ مَن تَخَلَّفَ عَنْهَا عَرَقَ**۔

بحمدِ تعالیٰ یہ شرفِ اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام کی جھلکتی ہوئی روشنی پر مرکوز ہیں۔ ہم زندگی کے سمندر کو آزمائشوں اور تکالیف کی گالی دات میں عبور کر رہے ہیں۔ جو اس کشتی میں سوار نہ ہوا وہ مشرق ہو گیا اور جس نے ان روشن ستاروں سے ہدایت حاصل نہ کی وہ راہِ راست سے بھٹک گیا۔



حَسَنَةً تَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۲﴾ اَمْ

کوئی نیکی ہم دو بالا کریں گے اس کے لیے اس میں حسن ملے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا قدروان ہے لگے کیا یہ

يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۗ اِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ

لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹا بہتان بنا دیا ہے۔ لگے ہیں اگر اللہ چاہتا تو مٹا دیتا آپ کے

۲۲ آیت ارشاد ہر ہا ہے کہ جو شخص نیکی عمل کرتا ہے ہم اس کے اعمال کے حسن اور دل کئی میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں۔ اس کی سنی و کوشش کے باوجود جو خامی رہ جاتی ہے ہم اپنے فضل و کرم سے وہ پوری کر دیتے ہیں۔ اس کا یہ مضموم ہی بتایا گیا کہ ایک نیکی کے بدلے اسے کم از کم دس نیکیوں کا اجر دیتے ہیں اور زیادہ کی تو حد نہیں۔ جتنا جتنا اس کے عمر و دنیا زمین اور اس کے در و سوز زمین اضافہ ہوتا جائے گا اس کے اجر میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا۔ یقترف : یکتسب : الاقترف الاکتساب : واصل القرف : الاکتساب۔ (قرطبی) یقترف کا معنی کمانا ہے۔

آیت میں حسنة (نیکی عمل) سے مراد ہر نیکی عمل ہے اور ان اعمال حسنة کے ہر فرست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت ہے۔ جس کو یہ نعمت بخشی جاتی ہے اس کے مدارج رفیع سے رفیع تر پہلے ہیں۔ جو خوش نصیب اہل بیت کرام اور صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے اسے عشق مصطفوی کی دولت سے الامال کر دیا جاتا ہے اور جس دل میں عشق حبیب کی شمع روشن ہوتی ہے اسے محبت النبی کی شراب ظہور کے جام پر جام پلائے جاتے ہیں۔ علامہ شفاء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں : من ہمنہا قالت الصوفیۃ یحصل للصوفی اول الفناء فی الشیخ ثم الفناء فی الرسول ثم الفناء فی اللہ تعالیٰ والفناء عبارة عن شدۃ الحب بحیث ینذہل نفسہ عند ذکر المحبوب حتی لا یرى من نفسه ولا من غیرہ عنہا ولا اشرا ما عند المحبوب (مظہری) ترجمہ : اسی لیے صوفیائے کرام نے فرمایا کہ صوفی کو پہلے خانی الشیخ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ خانی الرسول کے درجہ پر فائز ہوتا ہے پھر وہ خانی اللہ کی منزل تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ ناکام طلب محبت کی وہ کیفیت ہے جب انسان اپنے محبوب کے ذکر کے وقت اپنے آپ کو بھی فراموش کر دیتا ہے اور اپنے محبوب کے مدارج سے کوئی چیز دکھائی ہی نہیں دیتی۔

علمائے فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ آپ کے دل میں آل بیت کرام کی از حد محبت تھی اور وہ اپنی اولاد پر ہی خاندان مصطفوی کو رہا تھا سے ترجیح دیتے تھے۔

لگے اللہ تعالیٰ کی حیثیت ہے یا ان اور اس کے اسمائے لامحدود ہیں۔ وہ اپنے بندوں کے بے شمار گناہوں کو بخشنے والا ہے اور ان کی قلیل اور تھیں نیکیوں کو قبول فرمائے والا ہے۔ قال قتادۃ غفور للذنوب و شکور للحسنات وقال السدی غفور للذنوب آل محمد علیہ السلام و شکور للحسنات تم تداۃ فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور نیکیوں کو قبول کرنے والا ہے اور سنی کے گناہ بخشنے والا ہے اور ان کی نیکیاں قبول کرنے والا ہے۔

لگے کفار عموم ہر نہ مرانی کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ معنی غلط اور بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس

# قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ

دل پر۔ اور مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ باطل کو۔ اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے ارشادات سے۔ بے شک وہ جاننے والا

# يَذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَ

ہے جو ہر سینوں میں ہے۔ اور وہی ہے جو توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں کی۔

یہاں پر اظہارِ حیرت کرتے ہیں اور اس کی تردید فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو مہر ان اپنے رب سے ڈر رہا ہو، جس کا دل اس کے خوف سے ہر وقت لرز رہتا ہو، جس کی احتیاط کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنی زبان پر اس کے اذن کے بغیر کوئی حرف بھی نہ لانا ہو، کیا ایسی ہستی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے خداوندِ ذوالجلال کی طرف غلط بات منسوب کرے گا۔ ہاں اگر آپ کا دل اسے محبوب اللہ تعالیٰ کے خوف سے سمورنہ ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نمر لگا دی ہوتی پھر تو ایسا ممکن تھا، لیکن آپ کا قلب مہر تو اپنے رب کے انوار و تجلیات کا مہبط ہے آپ کے بارے میں تو اس افترا پر دماغی کا وہ دم تک بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۱۱۱ اگر یہ کلام خداوندِ کریم کا نازل شدہ نہ ہوتا بلکہ آپ نے گمراہی تو اللہ تعالیٰ اس کا نام و نشان بھی مٹا دیتا۔ اس کو یہ ترقی، یہ عروج ہرگز نصیب نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ باطل کو آخر کار مٹا دیتا ہے اور حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں، حق کا بول بالا ہو کر رہتا ہے۔

اگر وہ بل و فریب کے باعث باطل کو چند روزہ فروغ نصیب ہوا اور اہل حق کی غفلت اور فرض ناشناسی کی وجہ سے حق کمزور اور ضعیف ہو جائے تو اس سے نہ باطل حق ہو جاتا ہے اور نہ حق باطل۔ آج کل کیوہ نزم کو جو عروج حاصل ہو رہا ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے اباحت اور فسق و فجور کو جو روز افزوں مقبولیت حاصل ہو رہی ہے یہ کیوہ نزم کے حق اور اباحت اور اخلاق باطنی کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بین الاقوامی سازشوں سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لیے مرزا کی جمہوری نبوت کے اگر چند راہی یا مہل لوگ تسلیم کریں تو اس سے مرزا کی نبوت کی سچائی ثابت نہیں ہو سکتی۔ منقریب وہ وقت آنے والا ہے جب یہ فتنہ و فساد کی آگ بجھ جانے گی اور اس کو مانتے والے اس پر پچھکار بھیجیں گے اور اس سے اپنی برأت کا اظہار کریں گے، انشاء اللہ۔

۱۱۲ ان ناکاروں کے گناہوں نے جرم کے ذکر کے بعد یہ بتایا جا رہا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ جس کا بھی پاب ہے آئے۔ اگر وہ اپنے دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا: اللہم انی استغفرک و ائقوب الیک و کتبزلے اللہ میں تجھ سے منفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، پھر اس نے کبیر تحریر کی اور نماز پڑھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا علیؑ نے فرمایا ان سرعۃ اللسان بالک مستغفر و توبۃ الیک الذابین و توبتک تحتاج الی التوبۃ کہ زبان سے تیز تیز توبہ کرنا جوڑوں کی توبہ ہے۔ یہ ایسی توبہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المؤمنین توبہ کیا ہے؟

يَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۗ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ

درگزر کرتا ہے ان کی گلیوں سے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور وہی قبول کرتا ہے دعائیں ان لوگوں کی جو

أٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ وَالْكَٰفِرُونَ

ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور ان کے حق سے بھی انہیں زیادہ دیا جاتا ہے سزا سے بچنے اور کفرت سے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا

ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اور اگر کشادہ کر دیتا اللہ تعالیٰ رزق کو اپنے تمام بندوں کے لیے تو وہ سرکش

فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ

کرتے گتے زمین میں ہے لیکن وہ اتارتا ہے ایک انداز سے جتنا چاہتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے اعمال سے خوب آگاہ

بَصِيْرٌ ۗ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ

سب کچھ دیکھنے والا ہے ہے اور وہی ہے جو برسا آتا ہے زمین اس کے بعد کہ لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں افسہ اور پھیلا دیتا ہے

آپ نے فرمایا جب چھ باتیں پانی بائیں تو توبہ مکمل ہوتی ہے۔ گزشتہ گناہوں پر ندامت۔ فوت شدہ فرائض کی قضا جو کسی کا مال چھینا ہے اس کی واپسی جس طرح ٹونے اپنے نفس کی پرورش کی ہے اسی طرح اطاعت سے اسے گانا۔ اسے جس طرح ٹونے گناہوں کی بخشاس چکائی ہے اسی طرح اس کو فرما بنواری کی گنجی چکھانا اور کثرت گریہ۔

۱۰۰ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی صرف دعائیں ہی قبول نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم سے انہیں ان گنت نعمتیں مرحمت فرماتا ہے۔ ۱۰۱ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو کثرت دولت و ثروت سے سے تو وہ سرکشی اور نافرمانی کو اپنا شعار بنا لیں۔ فتنہ و فحشاء کا بازار گرم کر دیں۔ ساری زمین میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ وہ اندازہ اور مقدار کے مطابق ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔ تقادہ فرماتے ہیں۔ خیر العیش مالا یلہیک ولا یطغیث۔ بہترین زندگی وہ ہے جو تیسرے ناغل بھی نہ کرے اور سرکش بھی نہ بنائے۔ (ابن کثیر)

۱۰۲ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے لیے دولت کی کثرت تباہی کا باعث بنے گی اور کس کے لیے تنگ دستی و بے گناہ ثابت ہوگی۔ اس کی جو روحطا کا سلسلہ اس کی حکمت کا آئینہ دار ہے۔

۱۰۳ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بلوہ نمائی کے صد بانوہ ہیں۔ ان میں سے ایک کا یہاں ذکر فرمایا جا رہا ہے۔



رَحْمَتُهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ

اپنی رحمت کو اور وہی کارسازِ حقیقی اور سب تعریفوں کے لائق ہے۔ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ ۗ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ

ہے۔ اور جو ہاذا اس نے پیدا دیے ہیں آسمان و زمین میں۔ اور وہ جب چاہے ان کو بسج کرنے پر

إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ

پہری قدرت رکھتا ہے اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تمہارے ہاتھوں کی گمانی کے سبب پہنچی ہے

أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴿۴۰﴾ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ﴿۴۱﴾

اور وہ کریم اور گزر فرما رہا ہے تمہارے بہت سے کرتوتوں سے اور تم عاجز نہیں کر سکتے (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں۔

۳۸ اللہ تعالیٰ کی قدرت و کبریائی کی مزید نشانیاں بیان فرمائی جا رہی ہیں۔

۳۹ قرآن کریم نے اہل نعمت کو شکر کا حکم دیا ہے اور اہل بلا کو صبر کی تلقین کی ہے۔ شکر کو نعمت کی بقا اور اس میں اضافہ کا سبب قرار

دیا ہے اور صبر کو مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ بتایا ہے لیکن عام انسان خوش حال اور اقبال مندی کے دنوں میں ناکسے بن جاتے ہیں۔

دولت مند ہیں تو غریبوں اور بے نواؤں پر شفقت کرنے کے بجائے ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اقتدار بخشنا گیا ہے تو ظلم و تعدی کی آمد جیسا کہ چلنے

لگتی ہیں۔ عاجز ہیں تو ساوہ لوح گاہک کو دونوں ہاتھوں سے ٹوٹا ان کا شاعر بن جاتا ہے۔ دیانت و امانت کو اپنے کاروباری اداروں سے

دھکا دے کر نکال دیتے ہیں اور جب ان کی دھاندلیوں کی حد ہو جاتی ہے اور رکانات عمل کا چکر چلنے لگتا ہے تو پوچھتے ہیں: چلاتے ہیں، سر

پھوڑتے ہیں۔ ان کا ذہن ان اسباب و عوامل کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جو ان کی موجودہ تباہی کا باعث بنے ہیں۔ اس آیت میں ایسے

لوگوں کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھایا جا رہا ہے اور انہیں کہا جا رہا ہے کہ ذرا اپنے اعمال سے پر ایک سرسری نظر ڈالو، ذرا اپنے گریبان

میں جھانکو۔ یہ حقیقت خود عیاں ہو جائے گی کہ تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا کریم ہے۔ اس نے تمہاری

بے شمار غلطیوں اور سرکشوں کو معاف کر دیا ہے۔ اگر تمہیں تمہاری بے کاریوں کی پوری سزا دی جاتی تو تمہارا نام و نشان ہی مٹ گیا ہوتا۔ یہ

معاملہ تو سرکشوں اور گنہگاروں کا ہے، لیکن فرما رہا ہے کہ جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن کثیر نے یہ مسیح

حدیث لکھی ہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ والذی نفسی بیدہ ما یغیب المؤمن من نسیب ولو وصب

ولو هم ولا حزن الا كفر الله عنه بھما عن خطایاہ حتی الشوكة تیشا کھما۔ یعنی اس ذاتِ پاک کی تم جس کے دستِ

قدرت میں پیری جان ہے مومن کو کوئی تکلیف، کوئی رنج و کوئی غم نہیں پہنچتا، مگر اللہ تعالیٰ اسے اس کی غلطیوں کا کفارہ بنا دیتا ہے یہاں تک کہ کائنات



وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

اور نہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ﴿۳۸﴾ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۳۹﴾ إِنَّ يَشَاءُ يَسْكُنَ الرِّيحَ فَيَظْلَنَ

سے وہ سمندر میں تیرنے والے جہازوں کی مانند ہیں ﴿۳۹﴾ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کرے۔ پس وہ دُکے نہیں

رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۴۰﴾

سمندر کی پشت پر۔ بے شک اس میں اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں ہر کمال درجہ صبر کرنے والے و شکر کرنے والے کے لیے

أَوْ يُوبِقُهُنَّ يَمَّا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴿۴۱﴾ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ

یا اگر وہ چاہے تو تباہ کر دے ﴿۴۱﴾ اور وہ ان لوگوں کے اعمال بدی کے درجے اور درجہ زبرداری کو کتابت میں لکھ لے گا۔ اور اس وقت جان لیں گے جو

جو مومن کو چھوڑتا ہے۔ بعض بندوں کو امتحان کے لیے مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور بعض مقررین کے مدارج اور مناصب بلند کرنے کے لیے ایسا نہیں کیا لوگوں کو تالیف سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ حضرت نبی علیہ السلام معصوم نبی تھے لیکن انکارینو بدوں نے آپ کو ذبح کیا اور آپ کا سر بنی اسرائیل کی ایک پیشہ ور زندگی کو بطور تحفہ پیش کیا۔

﴿۳۸﴾ ولی کا معنی ہے متولیاً الشئ من امورکم بالا استقلالاً یحییکم من المصائب؛ یعنی وہ شخص جو مستقلانہ کے کام کا ستون بنے اور تمہیں وہ مصیبتوں سے بچائے۔ "نصیر"؛ یدفعها عنکم۔ جو مصیبتوں کو تم سے دور کرے۔

﴿۳۹﴾ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور رحمت بے پایاں کی ایک اور دلیل پیش فرماتا ہے کہ اسے اہل کفر تم تجارت پیشہ ہو آئے روز تم بھروسہ میں سفر کرتے رہتے ہو یہ بتاؤ کہ وہ بادبانی جہاز جو پہاڑوں کی طرح بلند بالا اور مفلوں کی طرح آرام دہ ہوتے ہیں اور وزنی سامان اٹھانے پانی کی سطح پر تیرتے جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ جہازوں کو چلنے سے روک دے تو تم کس طرح ان بھاری بھر کم جہازوں کو گھسیٹ کر منزل مقصود تک پہنچاؤ گے یا ان نرم نرم پہاڑوں کے جیلے جن کے بل پر تمہارے جہاز غراماں غراماں ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ طوفان بھیج کر تمہارے کشتیوں کے ہارٹ میں غرق کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو۔ اتنے بے بس اور ضعیف ہو کر تم رب العالمین سے اکڑ رہے ہو۔ اپنی حقیقت کو پہچاننا اور ان سرکشوں سے باز آنا۔ "جوار" کا واہد جاریہ ہے معنی کشتی جو سطح آب پر رواں رہتی ہے اظہار جمع ہے علم کی اس کا معنی پہاڑ بھی ہے اور مل بھی۔ الاعلام الجبال وقال مجاهد الاعلام القصور۔ (قرطبی)

﴿۴۰﴾ اوبق کا معنی ہے ہلاک کرنا۔ یہاں اس کی دو صورتیں ہیں؛ یا تو ہواؤں کا چلنا ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا جائے یہاں تک کہ جہاز وسط سمندر میں کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سخت طوفان آجائیں اور جہازوں کو اٹھ کر رکھ دیں۔ پڑانے بادبانی

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ حَيِّصٍ ۖ فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ

جھگڑا کرتے رہتے ہیں ہماری آیتوں میں کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ پس جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے یہ

شَيْءٍ ۖ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ

ذمیری زندگی کا سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت عمدہ اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۗ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ

ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۷ اور جو لوگ بچتے رہتے ہیں بڑے بڑے

الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۗ وَالَّذِينَ

گناہوں اور بدکاریوں سے اور جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں ۷ اور جو اپنے

جہازوں کی جگہ آج کل کل سٹیٹم، بجلی اور ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہازوں سے لے لی ہے لیکن سمندر میں اٹھنے والے طوفانوں کی تہذیبوں کے سامنے ان کی حیثیت بھی تنگ سے زیادہ نہیں۔ پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بادلانی کشتیاں ساحل تک پہنچتی تھیں، آج بھی اسی کے کرم کے طفیل ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہاز سلامتی سے منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔

سمندران کے جہازان کے، ہوائیں ان کی، فضا میں ان کی  
گرہ جنور کی کھلے تو کیونکر، گرہ ہے تقدیر کا ہوسا

۷ یہ دولت و ثروت، یہ حریمیاں اور مملکتیں، یہ زمینیں اور کارخانے یہ سارے ٹھکانے فانی ہیں اور چند روزہ ذمیری زندگی میں کام آنے والی چیزیں ہیں۔ جس کم نگاہ نے ان فانی چیزوں کو اپنا حاصل حیات بنایا، اس سے بڑا گھٹے والا کون ہوگا۔ ادھر زندگی کا چراغ بجے گا وہ سب کچھ درجہ برجم ہو جائے گا۔ البتہ اہل ایمان کے لیے اور توکل کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو لازوال نعمتیں اپنے پاس محفوظ رکھی ہیں وہ باقی اور سرمدی ہیں۔ سیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر نے اپنا سارا مال راہِ نما میں قربان کر دیا تو کوئی لوگ انہیں ملامت کرنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری)

۷ سابقہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو خصوصی انعامات ہیں وہ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے جنہیں یہ ابدی نعمتیں بخش جائیں گی۔ بتایا کہ یہ اہل ایمان کا حصہ ہے۔ ان اہل ایمان کی خوبیوں اور خصائل حمیدہ کا بیان شروع ہے۔ ایک خوبی تو ان کی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ اس آیت میں ایمان کی دو خوبیاں بیان کی جا رہی ہیں۔ ایک خوبی تو یہ ہے کہ وہ کیرو گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے ڈور رہتے ہیں، اپنے دامن کو ان سے آلودہ نہیں ہونے دیتے اور ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ جب انہیں

## اَسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

رب کا حکم ملتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ۱۹۵ اور ان کے سامنے کام باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں نئے

ستایا جاتا ہے یا انہیں اشتعال دلایا جاتا ہے تو یہ کچھ بن کا مظاہرہ کرتے ہوئے غضب ناک ہو کر اپنے آپ سے باہر نہیں جو جاتے اور وہی تباہی نہیں کیے گئے بلکہ بلا کے طعم اور بردہا رہیں۔ کوئی لاکھائیں مشتعل کرنے کی کوشش کرے یہ اشتعال میں آنے کا نام نہیں لیتے۔ متانت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑتا ہی نہیں بلکہ دل ڈکھانے والوں کو بڑا بھلا کھنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

صاحبِ لسان العرب نے ائم کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا: الاثم، الذنب وقیل ان یعمل ما لا یجیل لہ اثم کا معنی گناہ ہے یا ایسا کام کرنا جس کا کارنا طلال نہ ہو۔ علامہ راغب کہتے ہیں کہ مردہ کام جو نیک اعمال میں تاخیر کا باعث ہو اسے اثم کہتے ہیں۔ الاثم الذنب صوفی فعل مبطل عن الثواب۔ (تاج العروس) اثم اس گناہ کو کہتے ہیں جو ثواب میں تاخیر کا باعث ہو۔ کبیرہ گناہوں کی تفصیل ضیاء القرآن جلد اول سورہ النساء کی آیت ۳ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے۔

فراخش بھی اگر چرگنا و کبیرہ میں داخل ہیں لیکن ان کبیرہ گناہوں کو فراخش کہتے ہیں جن میں پرلے درجے کے بے حیائی اور قباحت ہو۔ اس صورت میں عطف ایضاً علی الملک ہوگا اور بعض کا خیال ہے کہ کبیرہ دونوں ایک ہی شے میں صرف متعدد الفاظ پر عمل کرنا ذکر کیے گئے ہیں۔

۱۹۵ وہ سعادت مند جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اہدیٰ نعمتیں ہیں ان کی چند مزید صفات حمیدہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ استجاب کسی کی دعوت پر نیک کنائنی جب اللہ تعالیٰ کے رسول نے حق قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے صدقِ دل سے اس پر نیک کئی۔ پھر اُسے ذوق و شوق سے اس کی عبادت اس کے احکام کے مطابق بجالاتے ہیں۔

۱۹۶ علامہ راغب شوریٰ کی تحقیق کے ضمن میں کہتے ہیں: التشاور والمشاورۃ والمشاورۃ استعراج السرای بمراجعة البعض الی البعض من قواہم شررت العسل اذا اتخذتہ من موضعہ واستخرجتہ منہ یعنی آپس میں تباہی و خیال اور بحث و کراہ کے بعد کوئی رائے قائم کرنے کو تشاور مشاورت اور مشورہ کہتے ہیں۔ اس لیے جب چھتے سے شدت کا لالہ ہائے تو عرب کہتے ہیں شررت العسل۔

امام ابن جریر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ جب بھی کوئی مشکل یا پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو سب اکٹھے ہو کر اس کے ہر پہلو پر گفتگو کرتے اور آخر کار ایک نتیجے پر پہنچتے۔ لہذا حذبہم امر تشاور و۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوئی ایسی مشکل پیش آتی تو صحابہ کو بلا کر مجلس مشاورت منعقد فرماتے اور بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ فرماتے۔ صحابہ کرام کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے ایک مجلس شوریٰ مقرر کی ہوئی تھی جو عیال اللہ صحابہ پر مشتمل تھی اور تمام مکی، سیاسی، جنگی اور قانونی معاملات زیر بحث آتے اور مجلس کے فیصلے کے مطابق عمل کیا جاتا۔ کسبئی اور قیسر کے مقابلہ کے لیے حضرت فاروق اعظم نے بغیر بغیر تشریف لے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو مخالف مصلحت سمجھا اور خود جانے سے روکا اور آپ کی رائے کے مطابق عمل کیا گیا اس آیت میں اسلامی سیاست کا ایک اہم ترین اصول بتلایا گیا ہے۔ جب ہر طرف ملکیت اور نفسی آمریت کا بول بالا تھا۔ بادشاہ اور آمرانی ساری رعایا اور ملکے لگس کے لیے



## وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ

اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا

قانون بنانے کے مجاز تھے لیکن جن کے لیے قانون بنایا جا رہا ہو ان کی پسند اور ناپسند ان کے فائدہ اور نقصان کا جائزہ لینا قطعاً ضروری نہ خیال کیا جاتا۔ اس سعلق انسان حکمران کی جو مرضی میں آجاتا وہی ملک کا قانون قرار پاتا خواہ اس سے سارا ملک ہی گونا گوں مشکلات میں گھر جائے اسلام نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں قابل قدر دُور رس اور انقلابی نوعیت کی تبدیلیاں کیں وہاں سیاسی زندگی کو بھی نئے اصولوں سے آشنا کر دیا۔ ان میں ایک شورا ئی نظام ہے۔ یعنی ہر کام جس کا تعلق عوام سے ہو اس کے بارے میں ان لوگوں سے ضرور صلاح مشورہ کیا جائے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ رعایا کی دل جونی ہوتی ہے بلکہ انہیں اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے اور استبدادی طریقہ کا اسے جو بھوری اور جھوٹی کی گھنٹن تلمب دُور رس رہی ہوتی ہے اس سے نجات حاصل ہوتی ہے نیز قوی سطح پر کسی اہم معاملہ کے متعلق فرد واحد کا فیصلہ نافذ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے محدود علم، ناقص تجربہ یا اپنی ذاتی منفعت کے باعث کوئی غلط فیصلہ کرے جس کا نقصان ساری قوم کو برداشت کرنا پڑے اور پھر بھی اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے۔ اس لیے مشورہ کا حکم دیا کہ ہر ایک اپنی اپنی قابلیت، تجربہ اور معاملہ کی صلاحیتوں کے مطابق مشورہ دے اور اس کی برکت سے منزل مقصود تک رسائی آسان ہو جائے گی۔

اللہ اس سے پہلے اہل ایمان کی جو خصوصی صفات بیان کی گئی ہیں ان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسے اگر تکلیف دی جاتی ہے یا ستایا جاتا ہے تو وہ غضب ناک ہو کر اوجھی حرکتیں نہیں کرنے لگتا بلکہ بردباری اور صبر سے کام لیتا ہے۔ اس آیت میں بندہ مومن کی ایک اور خوبی کا ذکر ہوا ہے کہ اگر کوئی اس پر سیم زیادتی کرتا رہتا ہے اور اسے کمزور سمجھ کر اس کو رگینا چاہتا ہے یا اس کے دین میں غلطی کوئی محاذ قائم کر لیتا ہے تو پھر یہ شیر نر کی طرح میدان میں اُترتا ہے اور اس وقت تک پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتا جب تک باغیوں اور سرکشوں کے مغرور کونٹاں میں نہ طمانے اور ان کی قوت کو پاش پاش کر کے نہ رکھے۔ اس وقت وہ طوفان بن کر اُترتا ہے، ظلم و تعدی، کفر و طغیان کے مغرور و تکبر طبرداروں کو تنگوں کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ مغرور درگزر اور چیز ہے۔ ذلت و بے چارگی اور چیز۔ مومن مغرور و درگزر تو کرتا ہے لیکن کوئی سرکش اس سے ذلت اور بے چارگی کی توقع کرے تو یہ جھٹ ہے۔ مومن مغلوب اور ضعیف پر تو رحم کرتا ہے لیکن جو قوت و طاقت کے نشہ میں مغرور ہو کر اس کو تاز نا چاہے تو اس کی وہ ناگیں توڑ دیتا ہے، وہ ہاتھ جن میں ظلم کی گوارا ہوتی ہے کاٹ بیٹے جالتے ہیں اور وہ آگہ پیوڑ دی جاتی ہے جو ان کی طرف بڑی نیت سے اُٹتی ہے۔

سے جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شجر جنم  
دیادوں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

يَنْتَصِرُونَ اِي يَنْتَقِمُونَ عِلْمًا بِيْنَعْمُوْر كَهْتَةُ هِي. اَلْوَنْتَصَارُ، اَلْوَنْتَقَامُ، اَوَنْتَصِرْمَنْهُ اِي اَنْتَقَمَ (لِسَان)  
عِلْمًا قَرْطُبِي كَهْتَةُ هِي اِي اِذَا نَالِمُ ظَلَمٍ مِّنْ ظَالِمٍ لَّمْ يَسْتَسْلِمِ اَلظَّالِمَةَ. یعنی اگر کوئی ظالم ان پر ظلم کرے تو وہ اس کے  
سانے سر نہیں جھکا دیتے بلکہ اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ جاتے ہیں۔ ابراہیم غنی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل ایمان کے طرز عمل کیوں بیان



## هُم يَنْتَصِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا

و مناسب) بدل لیتے ہیں۔ اور بُرائی کا بدلہ ویسی ہی بُرائی ہے۔ لے پس جو معاف کر دے

فرمایا ہے۔ انہم کا نواب کر ہوں ان یذنبوا انفسہم فنجراً علیہم الفساق۔ یعنی اہل ایمان اس بات کو از حد ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل و خوار بنا دیں تاکہ فاسق اور فاجر ان پر دست درازی کر سکیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کے سامنے وہ فولاد کی چٹان بن جاتے ہیں اور بدست مغزوروں کو کچل کر رکھ دیتے ہیں۔ علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں خوب کہا ہے۔ وقال البیضاوی وصفہم بسائر امہات الفضائل منها کراہۃ التذلل وھی لا یتخالف و وصفہم بالغفران فانہ یُنْبَأُ عن عجز المغفور والانتصار عن مقاومۃ الخضم وللعلم عن العاجز محمود وعن المتغلب مذموم لانه اجراء وانصراف۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی بنیادی خوبیوں سے توصیف فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کسی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و خوار ظاہر کرنے کو از حد ناپسند کرتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ آیت پہلی آیت کے مخالف ہے جس میں غطران ان کی صفت بیان کی گئی ہے کیونکہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عاجز اور دراندہ سے عفو و درگزر کرنا بہتر ہے اور تہ مقابل دشمن سے انتقام لینا میں حکمت ہے۔ کمزور سے علم محمود ہے اور زبردست سے جلم مذموم ہے کیونکہ اس طرح وہ ظلم کرنے پر اور زیادہ جری ہو جائے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

اذا انت اکرمت الکریم ملکک

وان انت اکرمت اللئیم تمردا

اگر تو کسی شریف آدمی کی عزت کرے گا تو وہ مذت العزیز بنے گا اور اگر تو کسی کینہ فطرت آدمی کی عزت کرے گا تو وہ اور زیادہ کرسش ہو جائے گا۔

فوضع السدافی موضع السیف بالعزیز

مُضْتَرٌّ کوضع السیف فی موضع السدافی

یعنی جہاں تلوار استعمال کرنا چاہیے وہاں سناوت سے کام لینا مُضْتَرٌّ ہے جس طرح سناوت کے موقع پر تلوار کا استعمال خطرناک ہے۔

۳۸ لے کیونکہ ظالم سے انتقام لینے کو تسنن قرار دیا گیا تھا جو کہتا تھا کہ انتقام لینے والا حد سے تجاوز کر جائے اور کل کا مظلوم جو شہ انتقام میں خود ظالم بن جائے اس لیے فراموش نہ کر دیا کہ انتقام میں بھی انصاف کو نظر رکھنا ضروری ہے۔ جتنی زیادتی کسی نے تم پر کی ہے اتنی ہی زیادتی تم اس پر بھی کر سکتے ہو۔ انتقام کی اجازت سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ اب اسے مکمل عفو مل گئی ہے جس طرح چاہے وہ اپنے دل کی بڑاس نکالتا ہے۔

وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۳۸﴾ وَلَمَنْ

اور اصلاح کر دے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے ۳۸۴ بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا ۳۸۴ اور جو

انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿۳۹﴾ إِنَّمَا

بدلیئے ہیں اپنے اور ظلم ہونے کے بعد پس یہ لوگ ہیں جن پر کوئی ملامت نہیں ۳۸۹ بے شک

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ

لامت ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور فساد برپا کرتے ہیں زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ

ناحق - یہی ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے - اور جو شخص ان مظالم پر صبر کرے اور طاقت کے

۳۸۹ بسا اوقات انتقام لینے سے ظالم کا دماغ درست ہو جاتا ہے اور وہ لوگوں پر ظلم و تعدی سے باز آ جاتا ہے اور

بسا اوقات انتقامی کارروائی سے فتنہ بڑھتا ہے اور شور و شر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں اہل ایمان کی توجیہ اس امر کی طرف مبذول

کرانی جاری ہے کہ اگر غم و درگزر سے گزے ہوئے حالات اصلاح پذیر ہو جاتے ہوں اور مشغول جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے ہوں

تو اگر کوئی شخص انتقام لینے کی اجازت کے باوجود معاف کرے اور اپنے احساسات اور جذبات پر قابو پالے تو اگر واقعی طور پر اسے

تخلیف ضرور ہوگی لیکن اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا حسبِ ندمانہ و ندم کریم ایسا عطا فرمائے گا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسکود

ہو جائے گا۔

۳۹۰ وہ شخص جو ظلم کی ابتدا کرتا ہے اور وہ مظلوم جو جوشِ انتقام میں اندھا ہو جاتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے، دونوں

ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو پسند نہیں کرتا۔

۳۹۱ بعض لوگ ضرورت سے زیادہ امن پسند ہوتے ہیں۔ مظلوم اگر ظالم کا دستِ ظلم کاٹنے کے لیے تلوار بے نیام

کرتا ہے تو شور مچانا شروع کر دیتے ہیں اور اس کو جوابی کارروائی پر ملامت کرنے لگتے ہیں حقیقت میں ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ظالم

کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ دل کھول کر لوگوں پر جو رجحان کے تیز چلا آتا ہے۔ قرآن کا یہ فلسفہ نہیں ہے۔ صاف اعلان کیا جا رہا ہے کہ ظالم

سے انتقام لینے کے لیے مظلوم جو کارروائی کرے گا، بشرطیکہ وہ عداوتِ امتداد سے تجاوز نہ کرے اس پر کسی قسم کی ملامت نہ ہوگی۔ ملامت

کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظلم و زیادتی کا آغاز کیا اور زمین میں ناسحق فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔

إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

بادجوہر معاف کرے تو یقیناً یہ بڑی بہت کے کاموں میں سے ہے اللہ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے تو اس کا کوئی

مَنْ وَوَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ

کار ساز نہیں اس کے بعد اللہ اور آپ ملاحظہ کریں گے ظالموں کو جب وہ دیکھیں گے عذاب (تو پشیمان ہوں گے)

يَقُولُونَ هَلْ أَلِئْنَا إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

پر چھین گئے کیا واپس لے سنے گا بھی کوئی راستہ ہے؟ اللہ اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ پیش کیے جانے ہوں گے کوئی

خُشَعِينَ مِنَ الدُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وَقَالَ الَّذِينَ

پر اس حال میں کہ عاجز و در ماندہ ہوں گے ذلت کے باعث دیکھتے ہوں گے نگلیوں سے چوری چوری اللہ اور کہیں گے

اللہ لفظ عزم کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ لغت نے لکھا ہے قال الليث ما عقد عليه قلبك من امر

امثك فاعله۔ ایسے کام پر جس کو تو کرنے والا ہے تیرے دل کا پختہ ارادہ کرنا عزم کہلاتا ہے (لسان العرب) علامہ جوہری

کہتے ہیں عزم علی کذا اذا اردت فعله وقطعت عليه۔ جب تو کسی کام کا قطعی ارادہ کر لے تو عرب کہتے

ہیں عزم علی کذا (الصاحح) علامہ راغب کہتے ہیں۔ العزم والعزيمة عقد القلب علی امضاء الامر کسی حکم کی

قبول پر دل کا پختہ ارادہ کرنا عزم اور عزمیہ کہلاتا ہے۔ آیت کا مضموم بیان کہتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں کہ صبر اور صبرت ان امور میں

سے ہیں جنہیں بندہ کو اپنے نفس کے اوپر واجب کرنا چاہیے کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور پسندیدہ ہیں ای من معزومات

الامور ای مما يجب العزم عليه من الامور بما يجب العزم عليه من الامور المحموده عند الله تعالى (روح البیان)

اللہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کس کو گمراہ کرے اس کے متعلق قرآن کریم میں بارہا ارشاد

تبارک و تعالیٰ ہے کہ جو لوگ ایمان افرازی اور سرکشی سے اپنی صلاحیتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ دعوت حق سننے اور فریضہ حق پکھنے سے اپنی گوشہ نشینی بند کر دیتے ہیں ان

لوگوں کو گمراہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ گمراہی کے بیڑہ اور کسی چیز کے طلب گار بھی نہیں اور جس دل میں ہدایت کی خواہش ہی نہ ہو بلکہ دعوت حق کو حقارت سے سزا

کرنا ہی اس کا مولیٰ ہی چکا ہو تو قدرت ذہر دہی اس کو ہدایت قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔

اللہ آج تو کفار کو سمجھا رہا ہے لیکن اس پندہ و عظمت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ قیامت کے روز جب جڑ کا ہوا اجڑم دیکھیں گے تو اس وقت ان

کی آنکھیں کھلیں گی اور ہوش آئے گا۔ اس وقت راہ قرار تلاش کریں گے لیکن اس روز نجات کے تمام راستے بالکل بند ہوں گے۔

اللہ حضرت سید بن جبیر نے طرف غنی کا معنی کیا ہے یسار قون النظر من شدّة الخوف۔ یعنی شدت خوف کے باعث



امْنُوآِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ

اہل ایمان کہ حقیقی گھٹانے میں وہی لوگ ہیں جنہوں نے گھٹانے میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گروہوں کو قیامت کے

الْقِيٰمَةِؕ اِلَّا اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۱۵۰ وَاَمَّا كَانَ لَهُمْ

روز۔ سن لو! ظالم لوگ ضرور ابدی عذاب میں ہوں گے ۱۵۰ اور نہیں ہوں گے (اس روز)

مِّنْ اَوْلِيَاءٍ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ

ان کے لیے مددگار جو مدد کریں ان کی اللہ کے بغیر۔ اور جس کو گمراہ کرے اللہ تعالیٰ

فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۱۵۱ اِسْتَجِيْبُوْا لِلرَّبِّ كُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ

تو اس کے لیے (بچنے کی) کوئی راہ نہیں۔ (لوگو!) مان لو اپنے رب کا حکم اس سے پیشتر کہ آجائے

يَوْمٌ لَاْ مَرَدٍّ لَّهٗ مِنْ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّالٍ اَوْ مَوَدِّ وَّمَا لَكُمْ

وہ دن جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹٹنے والا نہیں ۱۵۱ نہ ہوگی تمہارے لیے کوئی پناہ گاہ اس روز اور نہ تمہاری طرف سے کوئی مددگار

مِّنْ تَكْوِيْنٍ ۝۱۵۲ اِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ

کرنے والا ہوگا ۱۵۲ پس اگر وہ (بچ رہی) روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا

پوری چوری کن اکھیروں سے دیکھیں گے (قرطبی) بڑس کہتے ہیں کہ یہاں میں معنی ہا ہے۔ ای بی نظرون بطرف خفی ای ضعیف من الذل

والخوف یعنی ذلت اور خوف کے باعث ان کی آنکھوں کی بینائی کمزور ہو چکی ہوگی اور وہ کمزور آنکھوں سے جہنم کی طرف دیکھیں گے۔

۱۵۰ اہل ایمان جب جنت میں ان دوزخیوں کی حالت زار کا مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے کہ ان ظالموں سے زیادہ گناہ اس کو پہلا

ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنایا اور اپنے اہل و عیال کو بھی تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

۱۵۱ قیامت کے روز کفار کی حالت زار بیان کرنے کے بعد انہیں پھر قبول اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے اور انہیں اس پر

براگینتہ کیا جا رہا ہے تاکہ اس روز کف افسوس ٹٹنے اور اشک ہمارے کے بجائے آج ہی تو بکر لیں جب وہ حق آئے گا تو کوئی

اس کو روک نہ سکے گا۔ اسے مشرک کہتا ہے اسے اس روز کوئی پناہ لینے کی جگہ نہ ہوگی۔

۱۵۲ آیت کے اس آخری فقرے کے متعدد مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ تکوین اس معنی اٹھا کر کہنا ہے یعنی قیامت



عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلْغُ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَحَرَبَهَا

فرض تو صرف احکام کا پہنچانا ہے جسے اور ہم جب مزا چکھا دیتے ہیں انسان کو اپنی رحمت کا خوش ہوا ہے اس سے۔

وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ

اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے اپنے کرتوتوں کے باعث (خوشحال نہ لگتا ہے) بے شک انسان بڑا شکر گزار ہے

کے روز جب ان کا دفتر عمل کھول کر ان کے سامنے رکھا جائے گا تو انہیں یہ طاقت نہ ہوگی کہ اس کے مندرجات کا انکار کر سکیں (یعنی) مجاہد نے نیکو کامی نامی اور مددگار کیا ہے یعنی قیامت کے دن ان کا کوئی ایسا مددگار نہ ہوگا جو انہیں غذاب الہی سے بچھڑا سکے بعض نے نیکو یعنی نیکو یعنی بدل دینے والا تبدیل کر دینے والا کہا ہے۔ یعنی کوئی ایسا آدمی انہیں نہیں ملے گا جو اس غذاب میں رو دو بدل کر سکے الذکیر والانکار تغیب المکر (قرطبی) ابن کثیر نے یہ مفہوم بتایا ہے تفتت کرون عنہا وتغیبون عن بصرہ عنز و جبل۔ یعنی تم اپنی شکل و صورت کو بدل کر اور اپنا علیہ تبدیل کر کے اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے چھپ نہیں سکتے ہو اور بھگا نہیں سکتے ہو۔

۳۲ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم سے رہے ہیں کہ یہ کفار آپ کی اتنی غلصت گمشدوں کے باوجود حق کو قبول نہیں کرتے بلکہ روگردانی کیے ہوئے ہیں تو آپ دگرہ گزند ہوں۔ ان کی گمراہی اور تباہی کے بارے میں آپ سے قطعاً کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ آپ کا فرض پیغام حق کا پہنچانا تھا آپ نے اپنا فرض باحسن و جود پورا کر دیا ہے۔ اب بھی اگر وہ باطل پر آئے ہوئے ہیں تو یہ ان کی اپنی بدبختی ہے اور اس کی سزا یہ خود بگتیں گے۔ حقیقت کا نظریاں تو چرط لب ہے۔ ملاس پانی تپنی نے اس کا معنی لکھا ہے رقیباً مواخذ اعلیٰ اعراضہم ایسا گنہگار جس سے ان کی روگردانی پر مواخذہ اور باز پرس کی جا سکے۔ تاج العروس میں اس کا یہ مفہوم بتایا گیا ہے۔ الحفیظ الموکل بالشیء یحفظہ الحفیظ اسے کہتے ہیں جسے کسی کا سپردوار بنایا جائے اور اس کی نگہداشت و حفاظت اس کے ذمہ ہو۔ ملاس جو ہری نے صحاح میں لکھا ہے الحفیظ المحافظ: گنہگار۔ ان تمام تصریحات سے حقیقت کا یہی مفہوم سمجھیں آگے کہ ایسے گنہگار اور محافظ کو حقیقت کہتے ہیں جو ہر طرح سے کسی کا سپردوار ہو اور اس کے افعال کے لیے جواب دہ ہو۔

۳۳ انسان کی دُور تہی اور سفلہ مزاجی کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ حضرت بھی عجیب شے ہے۔ اگر راست و آرام کے دن آجائیں تو خوشی سے پھولے نہیں مانتا اور اگر اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں رنج و عن کے بادلوں میں گھر جائے تو ناشکری کی آنتا کر دیتا ہے کہ میں تو ہمیشہ سے ایسی ہی خستہ حالی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میں نے تو عمر بھر کبھی خوشی دیکھی ہی نہیں۔ مسرت و شادمانی کے گز سے ہونے سارے دن اُسے قبول جلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی گزشتہ تمام مہربانیوں کا انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس وقت بھی جب اپنے آپ کو مصائب میں گمراہ پارا ہے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار ایسی نعمتیں ہیں جن سے وہ لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے اُن کا بھی امت راف نہیں کرتا۔ منہ بوسے ہونے اپنے رب سے روضائے شام چھرتا ہے اور آئندہ کے لیے بھی مایوس و نا امید ہو کر رہ جاتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُخْلِقُ مَا يَشَاءُ وَيَهْبُ لِمَنْ يَّشَاءُ

اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے

اِنَّا نَاثَا وَيَهْبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرُ ۝۱۰۱ اَوْ يَزُوْجُهُمْ ذُكْرًا وَاِنَّا نَاثَا

بچیاں اور عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ فرزند۔ یا بچہ نکلا کر دیتا ہے انہیں بیٹے اور بیٹیاں۔

وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ۝۱۰۲ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۱۰۳ وَاَمَّا كَانَ لِبَشَرٍ

اور بنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے شک۔ بے شک دو سب کچھ جانتے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ شے اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ

اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحِيًّا ۝۱۰۴ اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ۝۱۰۵ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (ربا اور راست)۔ مگر وحی کے طور پر یا پس پس پردہ یا جیسے کوئی پیغامبر (فرشتہ)

فِيْوَحْيٍ ۝۱۰۶ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۱۰۷ وَاَمَّا كَانَ لِبَشَرٍ اِذَا دَعَا رَبًّا

اور وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ بلاشبہ وہ اونچی شان والا بہت دانہ ہے۔ لے اور اسی طرح ہم نے بذریعہ وحی بیجا

۱۰۱۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکمرانی ہے۔ ہر چیز اسی کے تصرف میں ہے۔ جس کو چاہے بتنا پائے

۱۰۲۔ لے اور اگر کسی کو کسی نعمت سے محروم رکھنا چاہے تو زبردستی اسے دینے پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ اولاد کے سلسلہ میں بھی لوگوں کی

پارتمیں ہیں ① وہ لوگ جن کو صرف بچیاں ہی دیتا ہے۔ بچے کے لیے وہ ترستے رہتے ہیں اور ان کی حسرت پوری نہیں ہوتی ② وہ

لوگ جن کو صرف بچے دیے جاتے ہیں ③ جن کو لے جلیے بچے اور بچیاں عطا فرماتا ہے۔ ④ وہ لوگ جو بانجھ ہیں جن میں اولاد پیدا

کرنے کی صلاحیت ہی مفقود ہے۔ ان کے ہاں نہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہ بچی۔ آخر میں فرمادیا کہ میں علم بھی ہوں اور قدرت بھی۔ میں ہی بہتر جانتا

ہوں کہ کس کو کیا دینا ہے اور کس کو کچھ نہیں دینا ہے۔

۱۰۳۔ اس مقام پر وحی کے لفظ کی لغوی تحقیق اور پھر اس کا اصطلاحی مفہوم ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ صاحب تاج العروس لفظ

وحی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اصل الایحاء ان یُسِّرَ لبعضهم الی بعض کما فی قولہ تعالیٰ یُوحی بعضہم الی بعض زخرف

القول غروراً؛ ہذا اصل الحرف ثم قُصِّرَ او حاد علی معنی الیحاء فقَالَ ابواسحاق اصل الوحی فی اللغۃ اعلوم

فی خفاء ولذٰلک صارا لہام یشعی وحباً قال الزہری وکذٰلک الاشارة والایحاء یشعی وحباً والکتابۃ تسعی

وحباً۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۸۵) یعنی ایحاء کا اصل معنی توریہ ہے کہ راز داری میں کسی کو کچھ کہنا۔ قرآن کریم میں ہے یوحی بعضہم





إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ

آپ کی طرف ایک جانور اکلام اپنے حکم سے شے نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے شے

وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ

لیکن اے حبیب! ہم نے بنا دیا اس کتاب کو (سراپا) نور ہم ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعہ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں سے اور بلاشبہ آپ

دی گئی جس کی بیاوری پر وہ چیز طبعاً بہور ہے جیسے اوجھی ریشٹ الی النخل۔ آپ کے رب نے شہد کی گئی کی طرف وحی کی باذریعہ خواب ہوئی جیسے حضور نے فرمایا وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اب خوش خبریاں رہ گئیں یعنی مومن کو جو خواب دکھانے جاتے ہیں پس الہام تفسیر اور خواب کی شکل میں جو وحی ہوتی ہے اس پر آیت کے اس فقرہ نے دلالت کی ماکان لبشسان یکلمہ اللہ الا وحیاً اور پس پر وہ کلام نئے کی صورت میں جو وحی ہوتی ہے اسے او من ورا احجاب سے تعبیر کیا اور جو وحی جو تیل لے کر آتے تھے اس پر آیت کے اس فقرہ او یوسل رسول نے روشنی ڈالی۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ تیسری قسم انبیاء کرام سے مخصوص ہے۔ بل لانه مخصوص بالانبياء علیہم السلام روح المعانی شے یہاں روح سے مراد قرآن کریم ہے جس طرح روح جسم کو زندہ کرتی ہے اسی طرح قرآن حکیم دلوں کو حیات جاوید عطا کرتا ہے اس لیے اسے ہی روح فرمایا گیا۔ لہذا آیت کے مراد وحی کی مذکورہ تمام قسمیں ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی کی ان تمام قسموں کا نزول ہوتا تھا۔

۱۰۰ بظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ کتاب کا علم تھا نہ ایمان کا۔ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ کیا انبیاء کرام کو بعثت سے پہلے ایمان و کتاب کا علم ہوتا ہے یا نہیں؟ آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم یہ آیت پڑھتے ہیں وَأَتَيْنَاهُ الْعُكُوفِ صَبِيحًا اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ ابجد کیے تھے کہ ہم نے انہیں علم و حکمت سے شرف فرمایا حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق آپ کی عمر تین سال تھی اور حکم سے مراد تفقہ فی الدین ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گوارا یہ ہی اعلان فرمایا اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اَشْفَى الْكُتَابُ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مَبَارَكًا اِنَّ مَآكُنْتَ۔ یعنی میں اللہ کا بند ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی کس ہی تھے کہ بھائیوں نے ان کے گلے میں ریشہ ڈال کر کنیز میں لٹکا دیا تھا۔ اس وقت انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ شرف نہایا تھا کہ واوحینا الیہ لثبث نھم و امرھم ہذا یعنی ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ انہیں ان کے اس فعل پر آگاہ کریں گے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بچپن میں ہی حضرت تیل سے عزم کیا تھا یا ایت افعل ما توامر مستجید فی انشاء اللہ من الصابورین۔ اے پربزرگوار! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے جا آپ مجھے صابروں میں پائیں گے



اگر ان حضرات انبیاء کو کچھ میں ہی ان امور پر آگاہی بخش دی گئی تھی اور ان سے وہ حیز القبول کا نام سے صادر ہوئے جو صرف اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کا ہی ثمر ہو سکتے ہیں تو حضور فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کیسے فرض کر لیا جائے کہ حضور کو ایمان اور کتاب کا علم نہ تھا۔ سرور کائنات کی قبل از اعلان نبوت زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ بھی اس مفروضے کی تائید کرتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: لما نشأت بغضت الی الذواتان وبغض الی الشعر و لہما ہولشیئین مما کانت الجاہلیۃ تفعلہ الا مرتین فعضمتنی اللہ منہما شکر لہما اعد۔ جب میں بڑا جوان میرے دل میں بتوں اور شرکوں کے متعلق بغض اور نفرت پیدا ہوئی اور میں نے جاہلیت کے کاموں کا بھی ارادہ نہیں کیا۔ صرف دو مرتبہ نیاں آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا اور پھر میں نے ان کا قصد نہیں کیا۔ حضورؐ بچپن میں اپنے چچا ابوالطالب کے ہمراہ مکہ شام گئے۔ اسی سفر میں بحیرہ رابہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضورؐ میں نبوت کی علامات دیکھیں تو آزمانے کے لیے اس نے حضورؐ کو لات و عزی کی قسم کمانے کے لیے کہا۔ حضورؐ نے اپنی کسب کی باوجود ارشاد فرمایا: لا تستلنی بہما فواللہ ما بغضت شیئا قط بغضہما۔ یعنی لے رہا ہوں؛ مجھ سے ان بتوں کے واسطے کوئی بات مست پوچھو۔ بخدا مجھے جتنی نفرت ان سے ہے اور کسی سے نہیں۔

انبیاء کے بچپن کے احوال کہنے کے بعد علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ثم یتحکم الامم لہم وتترادف نجات اللہ علیہم وتشرق النوار المعارف فی قلوبہم حتی یصلوا الغایۃ ویبلغوا باصطفاء اللہ تعالیٰ لہم بالنبوۃ فی تحصیل الخصال الشریفۃ و فن ہمارسۃ و لا ریاضۃ۔ پھر ان کے حالات میں لکھی پیدا ہونے لگی تھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول پائے ورپے ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں معرفت کے انوار چمکنے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ انتہا تک پہنچتے ہیں اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نبوت کے لیے انہیں چن لیتا ہے۔ وہ اوصافِ مہدیہ میں کمال حاصل کر لیتے ہیں۔ انہیں کسی مشق اور ریاضت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں الصواب انہ معصوم قبل النبوۃ من الجہل باللہ وصفاتہ والتشکک فی شیئ من ذلک وقد تعاضدت الذخائر والذخائر عن الانبیاء بتنزہیہم عن ہذہ النقیصۃ منذ ولدوا ونشأ تہم علی التوحید والایمان بل علی اشراق انوار المعارف ونجات الطاف السعادت ومن طالع سیرہم منذ صباہم الی مبعثہم حقق کذلک۔ (قرطبی) صحیح یہ ہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے بھی اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے جاہل ہوں یا ان میں سے کسی بات میں ان کو شک ہو۔ بکثرت ایسی احادیث و آثار موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء بچپن میں ہی ان امور سے پاک ہوتے ہیں اور ان کی نفوس توحید اور ایمان پر ہوتی ہے بلکہ معرفت کے انوار ان پر عموماً روشن رہتے ہیں۔ سعادت و رحمتی کے الطاف کی تک سے وہ معطر رہتے ہیں۔ جنہوں نے ان کی سیرتوں کا مطالعہ کیا ہے ان کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔ جب حقیقتِ حال یہ ہے تو اب اس آیت کا معصوم کیا ہے؟ علامہ قرطبی نے متعدد جواب نقل کیے ہیں۔ مجھے یہ جواب ان میں سے زیادہ پسند ہے:

ما کنت تدری ما لکتاب لو اذنا منا علیک ولا الایمان لو اذنا ہدایتنا لک۔ یعنی آپ پر اگر ہمارا لطف و انعام نہ رہتا

## لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي

رہنمائی فرماتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف ۱۷۷ جو اللہ کی راہ ہے وہ اللہ جو مالک ہے ہر اس چیز کا جو

## السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب غیب میں لو سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے ۱۷۸

قرآنی کتاب کو زبان سکتے اور اگر ہم آپ کی رہنمائی نہ فرماتے تو آپ کو ایمان کا علم ہی نہ ہوتا۔

(ملخصاً عن تفسیر القرطبی)

نیز روایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ روایت کہتے ہیں المعرفة المدركة بضرب من الخلق (مفادات) یعنی کسی چیز کو خلق و تخلیق سے یا اصل پتھر سے جاننا۔ تاج العروس میں اس کا یہ معنی لکھا گیا ہے دریتہ و دریت بہ۔ علتہ او علتہ بضرب من الحيلة و لذا لا يطلق على الله تعالى۔ یعنی حیلے سے کسی چیز کے جاننے کو روایت کہتے ہیں۔ اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاتا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں دلائل عقلیہ سے پہچانا جا سکتا ہے اور دوسری وہ ہیں جن کی معرفت دلائل سمیہ کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ دوسری قسم کی معرفت نبوت سے پہلے نہ تھی۔ (کبیر) بعض علمائے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے۔ اے کنت من قوم اٰمیین لا یعرفون الكتاب ولا الایمان حق اكون قد اخذت ما جسطهبر به عن من كان يعلم ذلك منهم وهو كقولہ تعالیٰ۔ وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذ الارتاب المبطون۔

۱۷۷ یعنی ہم نے قرآن کو نہ بنا دیا ہے اور اس کے ذریعہ ہم جس کو چاہتے ہیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں اور اسے محبوب آپ بھی صراطِ مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ یہ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

۱۷۸ آخر میں پھر اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کا ذکر فرمادیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا نافع و مالک وہی ہے اور اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

۱۷۹ اس میں اخلاصت گزار اور فرمانبردار بندوں کے لیے نجات ہے اور سرکشوں اور ناکاموں کے لیے دکھ اور سزا ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ سب مخلوقات کے ذمہ داری اور اخروی امور بارگاہِ الہی میں انجام پاتے ہیں۔ ہر چیز کے بڑے کام کی وہی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کی تقاضا و قدر کے بغیر کوئی شے بھی جنبش نہیں کر سکتا۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "نزد محققان باگفتے ہر امر و در ہر اوقات و اسماں بجنسرت دست و بازو تفریح و مسرت و نشاطہ این سنی دست و پا۔ . . . . و ذلك لا . . . . . تعالیٰ مبدأ کل شئی و مرجعہ و مصیرہ اما بالفناء الاختیاری او بالفناء الاضطراری۔ یعنی اہل تحقیق کے نزدیک امام اوقات اور جملا اعمال میں ہر کام کی بازگشت

اسی کی جناب میں ہے جب پرے اٹھتے ہیں اور وساٹو دور ہوتے ہیں تب اس مہوم کا شاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چیز کا آنا زبھی اللہ تعالیٰ ہے اور ایشا بھی اسی تک۔ اب چاہے کوئی اپنی مرضی اور اختیار سے اپنے آپ کو اس کی رضامین بنا کے، ورنہ اضطرار آتا رہتا ہے کہ عقل مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں چیز سے سفر نہ ہوں، خوشی سے قبول کر لیا جائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک جنازے کی تدفین میں شریک ہوئے۔ جب اس پر سٹی ڈال دی گئی تو اتارنے کے کہ آنسوؤں سے منی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا اے مردمان! آخر دنیا گری گورست اول آخرت گری گورست پر نہ نازید بعلیٰ آخرت یعنی گورجوں فی ترید از مالے کہ اولش ایست یعنی گور۔ (روح البیان) لے لو کہ اونیہ کا انجام قبر ہے اور آخرت کی ابتدا قبر ہے۔ اس جہان پر ناز کرنا کتنی حماقت ہے جس کا انجام قبر ہے اور اس جہان سے کیوں نہیں ڈرتے جس کی پہلی منزل قبر ہے۔

الحمد لله والصلوة والسلام على اول نورا شرق من شمس الازل اللهم اجعل  
 دنيا ناخير منزرعة بلاخرة واجعل قبورنا روضة من رياضات الجنة وانس  
 وحشتنا بانسك وبرؤية الوجب الصبيح الذي لا زلنا مشتاقين الى رؤياها  
 اللهم صل على صاحب الوجب الجميل والخذ السيل والطرف الكميل وعلى ال  
 وصحبه ومبارك وسلم



# تعارف

## سورة زخرف

**نام:** اس کا نام زخرف ہے۔ یہ کلمہ آیت ۳۵ میں مستعمل ہوا ہے۔ اس سورت میں سات رکوع نواک آیات اور تین ہزار چار سو حرف ہیں۔

**زمانہ نزول:** یہ بھی ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جن کی ابتدا لخص سے ہوئی اور اس کا زمانہ نزول بھی اس سلسلے کی سورتوں کے زمانہ نزول کے قریب قریب ہے۔

**مضامین:** ویسے تو قرآن کریم کی ہر سورت کی طرح اس سورت کی ہر آیت بھی شیع نور ہے جو شاہراہ حیات کو متور کر رہی ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو اس سے لطف اندوز ہوں گے، البتہ چند ایسی باتیں ہیں جو آپ کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں:

۱۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر دشمن کے احسان کا شکر یہ ادا نہ کیا جائے، بلکہ اُلٹا ناشکری اور سرکشی کو اپنا شعار بنایا جائے تو دشمن اپنے احسان کا سلسلہ بند کر دیتا ہے۔ لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازراہ لطف و احسان انبیاء کی بعثت اور وحی کے نزول کا سلسلہ جاری کیا تاکہ لوگ ہدایت کی راہ سے ہٹ نہ جائیں، لیکن اس نعمت کی قدر کرنے کے بجائے کفار نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ چاہیے تو یہ بتانا کہ ان کی ناشکری کے باعث یہ سلسلہ بند کر دیا جاتا اور گمراہی کے گپ انہیں میں انہیں دھکے کھانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی، تمہیں نفس اور شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ نہیں دیا جائے گا، بلکہ قرآن کریم آفتاب ہدایت بن کر تمہارے مطلع حیات پر چمکاتا رہے گا تاکہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر جس وقت بھی کوئی شخص اپنی منزل کی طرف بڑھنا چاہے، تو وہ بڑھ سکے۔ ہم تم سے تمہاری سرکشیوں کے باعث ناراض ہو کر یہ نعمت سلب نہیں کر لیں گے۔

۲۔ تم خود مانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم ان ائمہ سے بہرے بتوں کو خدا کیوں مانتے ہو اور ان کی ٹوچا کیوں کرتے ہو؟ اس وقت کہتے کہ اچھی ہم تو وہی کچھ کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے۔ اس نے چاہا تو ہم نے بتوں کو ٹوچا، اگر وہ نہ چاہتا تو بھلا ہماری کیا مجال تھی کہ ان بتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتے۔ ہم پر یہ اعتراض نہ کرو، بلکہ ہمارے خدا پر کرو جس کے ارادہ و مشیت کے ہم پابند ہیں۔ ان کے اس معاملے کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ محض جہالت اور حماقت ہے۔ اگر ان کی اس توجہ کو قبول کر لیا جائے، تو پھر دنیا بھر کے گناہوں کو سند جواز مل جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قتل و کشتی



زنا وغیرہ) ہونے ہیں، اگر وہ نہ چاہتا تو کسی کی کیا مجال تھی کہ وہ کوئی نازیبا حرکت کرنا اور جب خدا کے چاہنے سے سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر یہ سارے کام عین ثواب ہونے۔ یہ جاہل لوگ رضا اور مشیت کا فرق بھی نہیں جانتے۔ بے شک اس جہان میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے ارادہ و مشیت سے ہو رہا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ وہ اس پر راضی اور خوش بھی ہو۔ اس کی رضا انہی کاموں سے حاصل ہوتی ہے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

۳۔ انہیں اس بات پر بھی سخت اعتراض تھا کہ منصب نبوت کے لیے ایسے شخص کو چنا گیا ہے جس کے پاس نہ مال، نہ زر ہے اور نہ اعوان و انصار کا مضبوط جتھہ۔ وہ کہتے جزیرہ عرب میں دو مشہور شہر ہیں کہ اورطائف، ان میں برسے برسے نہیں ہیں جن کی ثروت و امارت کی گرد و نواح میں دھوم مچی ہوتی ہے، جن کے اثر و اقتدار کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ان میں سے اگر کسی کو اس منصب پر فائز کر دیا جاتا تو یہ دعوت بڑی شرمت سے ملک عرب کے کونے کونے میں پھیل جاتی۔ ان کے اس اعتراض کو یہ فرما کر ٹھکرایا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کو تقسیم کرنے کا انہیں قطعاً کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بستر جانتا ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کی اہلیت کس میں پائی جاتی ہے اور اس انعام کا کون حقدار ہے۔

یہ بھی بتا دیا کہ یہ کتاب مقدس، یہ صحیفہ زُشرد و ہدایت جو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے، اس کا نزول آپ کے لیے اور آپ کی ساری قوم کے لیے وجہ عزت و شرف ہے۔ اس کی برکت سے تمہیں سمندر کی روانیاں، مہر و ماہ کی تابانیاں اور عرش کی بلندیاں نصیب ہوں گی۔ اس کے فیضان سے قافلہ انسانیت کی قیادت کا منصب تمہیں سونپ دیا جائے گا۔ اسے بوجہ تمہیں سمندر کی تعلیمات کو انہی ترقی کی راہ میں رکاوٹ مت خیال کرو، بلکہ شرح صدر سے اسے قبول کر لو اور خوشی خوشی اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اسی ضمن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے حالات کی طرف بھی اختصار کے ساتھ اشارہ فرمایا تاکہ جرم مصائب میں ان کی اولوالعزمی باعثِ تکمیل ثابت ہو۔



## تَعْقِلُونَ ﴿۶﴾ وَإِنَّ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿۷﴾ أَفَضْرِبُ

مطالب کو مجھو۔ اور بے شک یہ قرآن ہمارے ہاں لوح محفوظ میں ثبت ہے اسے اپنی شان والا سمت سمیر نہ کہے کیا ہم روک میں گئے

جس پر تمہاری سعادت و ازمنہ کا دار و مدار ہے۔ وہ قوم کتنی خوش بخت ہے جس کو ایسی کتاب سے سرفراز کیا گیا ہو۔  
ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جَعَلَ کے لفظ کی تحقیق ذکر کی جائے کیونکہ اس لفظ میں تدبیر کرنے کے باعث ایک بہت بڑا  
قدتہ خلق قرآن کا رونما ہوا جس نے کئی صدیوں تک اُنمت کو گونا گوں ذہنی پریشانیوں اور دیگر مصائب و آلام میں مبتلا رکھا۔  
علامہ راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں اس کی جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ وہ کہتے ہیں جَعَلَ  
پانچ وجوہ پر استعمال ہوتا ہے:

- ۱۔ صارا اور طفق کا ہم معنی۔ اس وقت یہ لازمی ہوتا ہے جیسے جعل زید یقول (زید کہنے لگا)
- ۲۔ یہ اوجد اور خلق یعنی پیدا کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس وقت یہ فقط ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے  
جعل الظلمات والنور (اس نے اندھیروں اور نور کو پیدا فرمایا)
- ۳۔ کسی چیز سے کوئی اور چیز بنا دینا جیسے جعل لکم من الجبال اکتانار یعنی اس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں گہرائیوں
- ۴۔ کسی چیز کو ایک حالت پر مخصوص کر دینا جیسے الذی جعل لکم الارض خراشا (اس نے تمہارے لیے زمین کو بستر بنا دیا) ای ضمن  
میں علامہ راغب نے یہ آیت ذکر کی ہے۔ یعنی ہم نے اس کتاب کو قرآن عربی بنا دیا۔
- ۵۔ کسی چیز پر کسی چیز کا جھوٹا یا سچا حکم لگا دینا، وجعلون ہذہ البسات یا انا آذوہ الیث وجاعلوہ من المرسلین۔  
اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ جعلنا کا معنی یہاں خلقتنا نہیں ہے، ورنہ یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا مالا کہ یہاں دو مفعول  
مذکور ہیں۔

صاحب قرطبی نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ای انزلناہ بلسان العرب۔ نماز ان نے بھی کہا ہے وقبیل انزلناہ یعنی ہم نے اس  
کو عربی زبان میں آنا ہے۔ میں نے ترجمہ انہی حضرات کی تحقیق کے مطابق کیا ہے۔  
اسے اُم الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ بعض علماء نے اُم الکتاب کی تعبیر العلم الانزلی سے کی ہے۔ تعبیر یہاں سہی مدلول ایک  
ہی ہے قبیل العلم الانزلی (روح المعانی)

۵۵۔ یہ قرآن کریم کوئی معمولی کتاب نہیں جس رت قدوس نے اسے نازل فرمایا ہے اس کے حضور تو اس کا مرتبہ بہت اونچا اور شان  
بڑی بلند ہے۔ کوئی دوسری کتاب نقلی اور معنوی اعجاز اور اسرار و معارف میں اس کی ہم پایہ نہیں۔ ای رفیع الشان بین الکتب الاعجازہ  
واشتمالہ علی عظیم الاسرار۔ (روح المعانی) لفظ حکیم کی تشریح کرتے ہوئے علامہ آوسی کہتے ہیں۔ حکیم، ذو حکمۃ بالغة او محکمہ  
لا یسخرہ غیرہ او حاکم علی غیرہ من الکتب (روح المعانی)

یعنی حکیم سے کوئی معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ یہ اسرار حکمت ہے یا یہ حکم ہے اسے کوئی دوسری کتاب یا اس کے احکام کو کوئی دوسری

عَنْكُمْ الذِّكْرُ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ ۝ وَكَمْ أَرْسَلْنَا

تم سے اس ذکر کو ناراض ہو کر اس وجہ سے کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو تھے اور ہم نے بکثرت جیسے ہیں

مَنْ نَبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيِّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

نہی پہلے لوگوں میں تھے اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی نبی مگر وہ (کفار) اس کا

شریعت منسوخ نہیں کر سکتی۔ یا یہ ماکم ہے یعنی جتنے بھی نظامہائے حیات ہیں ان سب پر اس کا فیصلہ بائق ہے اور اس کا حکم نافذ ہے۔

تھے بڑی پیاری آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو بے پایاں محبت ہے اور ان کے حال پر جو خصوصی نظر و شفقت ہے اس آیت میں اس کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفار و مشرکین کو آیات ربانی پڑھ کر سنایا کرتے۔ عظیم معجزات سے اسلام کی صداقت ثابت کرتے۔ حضور کی اپنی زندگی کا ہر پہلو آفتاب سے تابندہ نظر آتا۔ یہ گوشہ نشین تھے غمناک اور جانگاہی سے برسوں سے شروع تھی۔ اس کے باوجود ان کا انکار اور اس انکار پر ان کا بے جا اصرار آئے روز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ چاہے تو یہ تھا کہ ایسے ناشکر گزراؤں سے چشم عنایت پھیر لی جاتی، ان کو ہمیشہ کے لیے نظر انداز کر دیا جاتا، تاکہ وہ ابدی محرومیوں کے سنان اندھیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جھکتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری رحمت، میری رأفت اور میری شفقت ایسا نہیں کرے گی۔ ہم ہر حالت میں انہیں دعوت حق دیتے رہیں گے۔ خواہ وہ قبول ہی سے انکار کرتے رہیں اور اسلام کو ناکام بنانے میں عقل و دانش کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال دیں۔

اس آیت کے کلمات بھی غور طلب ہیں۔

مَلَأَهُ قَرْطَبِي كَيْتَةً هِيَ كَسَبِ كَوْفِي شَمْسٍ كَمِي طَيْرٍ مَزْمِيرٍ لِهَ اِدْرَاسَ نَفْرٍ اِنْدَازِ كَرِيَسَ تَوْعَرَبِ كَيْتَةً هِيَ قَدَّ ضَرْبِثَ عَنَهٗ صَفْحًا اِذَا عَرَضَتْ عَنَهٗ وَتَرَكْتَهُ (قرطبی)

ملاء ابن منظور اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ای نعملکم ولا نفعرکم وایجب علیکم لان کنتم قومًا مسرفین ای لان اسرفتم (لسان العرب) یعنی کیا ہم تم کو نظر انداز کر دیں گے اور تمہیں ان فرائض و واجبات سے مطلع نہیں کریں گے جن کی تعمیل تم پر لازمی ہے اور یہ اس لیے کہ تم اسراف کے خوگر ہو۔ صفحاً کے متعلق ملاء آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ لغت عرب کا مفعل مطلق ہے جیسے قعدت جلوساً۔ اسے مفعل لہذا اور حال بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس وقت صفحاً صافغین کے معنی میں ہوگا۔ ردوع المعانی

کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مقسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مضطرب کو تسلی دیتے ہیں کہ کفار کا آپ کے ساتھ یہ نامعقول اور سرسبز غیر انسانی رویہ کوئی زلل بات نہیں۔ جو رسول ہونے آپ سے پہلے جیسے تھے ان کے ساتھ بھی ان کی قوموں نے اسی تم کا برتاؤ کیا تھا۔ تم یہاں استغما یہ نہیں بلکہ خبریر ہے۔ کم هنا خبریة والمراد بها التکثیر (قرطبی)



يَسْتَهْزِءُونَ ۷ فَاهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأُولَئِينَ ۸

نفاق آڑایا کرتے۔ پس ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا جو ان سے زیادہ طاقتور تھے شے اور گزر چکا ہے مال پہلے لوگوں کا شے

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو سنئے تو ضرور کہیں گے پیدا کیا ہے انہیں بڑے

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۹ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ

زبردست 'سب کچھ جانتے والے نے۔ جس نے بنا دیا ہے تمہارے لیے زمین کو گھوارہ لے اور بنا لیے ہیں تمہارے لیے

شے جب ان قوموں کا عناد و حد سے تجاوز کر گیا اور ان کی ہدایت پذیری کے سلسلے امکانات ختم ہو گئے تو ہم نے ان کو تنہا  
نس کر دیا۔ ان بچاے کمزوروں کی کیا حقیقت ہے۔ بڑی بڑی طاقت و راہ ترقی یافتہ قومیں جیسے خدایا کے سامنے لمحہ بھر کے  
لیے نہ جم سکیں۔ یہ تو ہمت کی گھڑیاں ہیں جو ہم نے ان کو سوچنے، سمجھنے اور سننے کے لیے ارزانی فرمائی ہیں اور یہ نادان اس  
نفاذی میں مبتلا ہیں کہ ان کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ وہ اپنی تدبیر یا قوت ہازد سے خدایا الہی کو روکے ہوئے ہیں۔ وہ اسی طرح  
سدا واد عیش دیتے رہیں گے حتیٰ کا سر چراتے رہیں گے اور اہل حق کو ذلیل و رسوا کرتے رہیں گے۔ یہ ان کی کم فہمی ہے جو ہمت  
کی گھڑی ختم ہوگی انہیں فرزا دھر لیا جائے گا۔

۹ گزشتہ نامہ فرماں قوموں کا جو عبرت ناک شہر ہوا اس کا تذکرہ جا بجا قرآن کریم میں بیان ہو چکا ہے اور وہ بار بار اسے پڑھنے  
چکے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

سنئے اگرچہ وہ شیخ اسلام کو گل کر دینے کے درپے ہیں، اگرچہ وہ پیغمبر اسلام کے خون کے پیاسے ہیں، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے  
علاوہ سیکڑوں بتوں کی پوجا پاٹ بڑی شد و مد سے کرتے ہیں، لیکن حق اتنا واضح اور سچ اتنا بین ہے کہ اس کے انکار کی ہمت ان میں  
بھی نہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے تو انہیں طوعاً و کرہاً کہنا پڑے گا کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جو عزیز  
بھی ہے اور علیم بھی۔ لالت و تہلیل یا کسی دوسرے دیرینہ دیتا کا ان کی تخلیق میں رانی کے برابر بھی کوئی حصہ نہیں۔ اس اعتراف کے  
بعد ان کا کسی کو خدا سمجھنا اور اس کی عبادت کرنا اتنی بڑی بیوقوفی اور نادانی ہے کہ اس کے بطلان کے لیے کسی دلیل کی ضرورت  
ہی نہیں۔

۱۰ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کبریا کی کا ذکر فرما رہا ہے۔ یعنی نہیں وہ عزیز اور علیم ہوں جس نے تمہارے لیے اس زمین کو یوں آرام دہ بنایا  
ہے جس طرح تپتے کے لیے پتھر ٹاٹا تمہاری آسائش و راحت کے جملہ اسباب فراہم کر دیے گئے ہیں۔ پھر اس نے طرح طرح کی گزر گاہیں  
بنادی ہیں تاکہ تم ان پر چل کر اپنی منزل تک پہنچ سکو۔

فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اس میں راستے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور جن نے آمارا آسمان سے پانی انمازہ کے

يُقَدِّرُ فَآنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ وَالَّذِي

مطابق۔ پس ہم نے زندہ کر دیا اس سے ایک نمروہ شہر کو۔ یوں نہیں ہی قبروں سے نکالا جانے کا ملکہ اور جن نے

خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمُ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا

ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ملکہ اور بناوین تمہارے لیے کشتیاں اور مویشی جن پر تم

اگر تم ان احسانات کی قدر پہچانو گے اور ان کا شکر ادا کرو گے تو تمیں وہ راہ بھی مل جائے گی جو تمیں حرم ذات تک لے جانے

گی اور تم اس کے نور عرفان سے اپنے دل کی دُنیا کو روشن کرو گے۔  
”مہد“ گوارے کو کہتے ہیں۔ آگ سے فرماتے ہیں۔ ”مکانا مہد ای موطن و مال بسطھا لکم تستقرون فیہا  
ولا ینافی ذلک کریتھا مکان العظم۔“ (زور المعانی یعنی یہ زمین کے کروی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ زمین کا کہہ آنا زمین اور کائنات  
ہے کہ یہاں اس کی کریت کا احساس نہیں ہوتا بلکہ حد تک صاف ٹیل میدان دکھائی دیتا ہے۔

ملکہ ایک اور شان کبریائی بیان فرمائی جا رہی ہے۔ اس کا ہر کام ایک انمازے کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح بارش برتی ہے تو  
انمازہ بند نہیں بلکہ ایک طے شدہ انمازے کے مطابق۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ تپتی جس میں چند لمحے پہلے خاک اُڑ رہی تھی، ہر طرف افسردگی  
اور مردنی چھائی تھی، یکایک اس میں تمازی اور شادابی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فرادیا کہ جو خداوند ذوالجلال  
لحمہ میں ایک اُبڑی ہوئی بستی کو آباد کر دیتا ہے وہی تمہیں قبروں سے زندہ کر کے میدانِ حشر میں لا کر اکٹھے گا۔ اس کے لیے  
یہ قطعاً مشکل نہیں۔

ملکہ زور سے مراد یہاں صفت اور نوع ہے۔ علامہ اوسلی لکھتے ہیں: ”ای اصناف المخلوقات فالزوج هنا بعضی  
الصنف لا بمعناہ المشہور۔“ اس کی تائید میں انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ عن ابن عباس  
الازواج الضروب والانواع كالحلو والحامض والابيض والاسود والذکر والانسختی یعنی اللہ تعالیٰ  
نے گونا گوں اور قسم قسم کی مخلوق پیدا کی۔ ذائقہ کے اعتبار سے کوئی میٹھی، کوئی ترش، رنگ کے اعتبار سے کوئی سپید کوئی سیاہ۔  
پھر کوئی بے جان اور جاندار، پھر کوئی نر اور کوئی مادہ۔ یہ تنوع اتنا وسیع، اتنا دل چسپ اور اتنا مفید ہے کہ انسان اس  
میں ہمتا غور کرے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر ایمان پختہ ہوتا جا آئے۔

تَرْكِبُونَ ۱۷ لِيَسْتَوِيَ عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذَكَّرُونَ نِعْمَةً رَبِّكُمْ إِذَا

سوار ہوتے ہو گئے تاکہ تم جم کر بیٹھو ان کی پیٹھوں پر پھر دو لوں میں یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جب

اَسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا

تم خوب جم کر بیٹھ جاؤ ان پر اور (زبان سے) یہ کہو پاک ہے وہ ذات جس نے فرمانبردار بنا دیا ہے اسے ہم سے لیے اور ہم اس پر قابو پائے

كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۱۸ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۱۹ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ

کی قدرت د رکھتے تھے ۱۸ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اور بنا دیا ہے (شکر کوں نے) اس کے لیے

۱۷ بھروسہ میں تمہاری سواری کا بندوبست کر دیا گیا ہے تاکہ تم اپنے سارے سامان کے ساتھ دشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے آسانی سے اپنا منزل پر پہنچ سکو۔ کشتیوں اور جہازوں میں بیٹھ کر تم دریائوں اور بحیراں سمندروں کو عبور کرتے ہو۔ اور گھوڑوں اونٹوں ایل گاڑیوں کاروں پر سوار ہو کر تم فضلی کا سفر کرتے ہو۔

۱۸ تاکہ جب تم ان کی پیٹھ پر بیٹھ کر سونے منزل روانہ ہو تو تمہارے دل اپنے رب کریم کے شکر سے لبریز ہوں، تمہاری رُو میں اس کے احسانات کی یاد سے سرشار ہوں اور اپنی ناتوانی اور بے بسی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ان پاکیزہ کلمات سے اپنے رب کی پاکی کے تم گیت گارہے ہو۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو جہاں لطیف اور فرمانبردار بنا دیا، درد آنا گرا نہیں لیا اور طاقتور کرکشی پر اڑنے کو کسی کو نزدیک نہ چھکنے دے۔ ایک دولتی جہاز سے تو بڑے طاقتور انسان کا پگھلا نکال دے۔ اتنی طاقت والا حیوان ہیں اپنی پشت پر لائے ہوئے گلے کوسوں کی مسافت چھپکے چھپکے طے کرنا بارہا ہے۔ نہ تو گاؤں کی شکایت اور نہ بھوک و پیاس کا شگورہ۔ یہاں رعایت یہ سراگندہی اسے میرے رب نے اس کے دل میں ڈال دی ہے۔ ہم اس حقیقت کو بھی صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سب نے تیری جناب میں ہی لوٹ کر حاضر ہونا ہے۔

اسلام کی جامعیت کی یہ بین دلیل ہے کہ اس کی روشنی سے زندگی کے سارے گوشے منور ہو رہے ہیں اور اس کے فیض سے ہماری زندگی کا ہر شعبہ بہرہ ور ہو رہا ہے۔ ان آیات میں کسی مرکب پر (جالور ہو یا کشتی ہو یا کوئی اور) پر سوار ہونے کے اسلامی آداب سکھانے ہمارے ہیں۔ ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے فرمے کہ تم سوار ہونے لگے تو جس وقت رکاب میں تھم رکھا تو فرمایا بسم اللہ۔ جب اس کی پشت پر تشریف فرما ہوئے تو الحمد للہ۔ پھر یہ آیت پڑھی سبحان الذی . . . الی لمنقلبون۔ اس کے بعد تین مرتبہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کہا۔ پھر تین مرتبہ کمالا الہ الا انت ظلمت نفسی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ پھر آپ نہیں دیے عرض کی گئی امیر المؤمنین بننے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو دیکھا کہ حضور نے ایسا کیا جیسا میں نے کیا۔ وہی کلمات کہے جو میں نے کہے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں دیے۔ ہم نے عرض کی حضور



## عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿۱۹﴾ أَمْ اتَّخَذَ مَا يَخْلُقُ

اس کے بندوں سے اولاد تو بے شک انسان کھلا ہوا ناشکر گزار ہے بلکہ کیا اللہ تعالیٰ نے پسند کر لی ہیں (اپنے لیے) اپنی

## بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ

مخلوق سے بیٹیاں اور مخصوص کر دیا ہے تمہیں بیٹوں کے ساتھ شلہ اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو اس کی جنس کی نسبت اس نے

آپ کیوں بننے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ جب بندہ یہ الفاظ کہتا ہے رب اغفر لی انا تو اللہ تعالیٰ اس کے یہ کلمات سن کر بہت خوش ہوتا ہے۔ عجب کا اظہار کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا بندہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ گناہوں کو بخشنے والا میں ہی ہوں، اور کوئی نہیں بخش سکتا۔ جب منزلِ مقصود پر پہنچ جائے اور سواری سے اترے تو اس وقت یہ ہے۔ اللہم انزلنا منزلاً مبایناً کا ولنت خیر المنزلاتین بکسبی یا بہما میں سوار ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ نَجْرُهَا وَمَنْزِلُهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيْمٌ۔ جب گھر سے سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ دعا پڑھے۔ آپ بھی اسے یاد کر لیں۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْحٰلِفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَعَالِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْرِ وَمُسُوْمَةِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَعَالِ۔ اسے اللہ! سفر میں تو میرا ساتھی ہے اور میرے اہل اور مال کا نگہبان ہے۔ اسے اللہ! میں سفر کی شدتوں سے اور رستے کی تنگائی سے اور معاملات کی درنگی کے بعد اتری ہے اور اپنے اہل اور مال میں رُسے منظر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اب آیات کے چند کلمات پر غور فرمائیے۔ "استوی" سواری پر چم کر ٹھہرنا، ظہور ضمیر کا مرجع الضلالت اور الانعام ہے جو جمع ہے۔ قادم کے مطابق ظہور ہا ہونا چاہیے تاہم اس کے معنی میں ماسوولہ کے لفظ کی روایت کرتے ہوئے ماہرند کی ضمیر ذکر کر دی۔ "مقرنین" قال الجوهري واقربن له ای اطلاقہ وقوی علیہ قال اللہ تعالیٰ وما کان مقربین ای مطیقین (الصمان) یعنی کسی کو تقابلاً یا نا اور اس کو اپنا مطیع کر لینا۔

قاله کفار مشرکوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور بھی باپ کا بھڑو ہوا کرتی ہے۔ ارشاد فرمایا جاہلہ ہے کہ کفار کے اقوال کا تضاد قابل دید ہے۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ زمین اور آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اس کی بیٹیاں بھی ہیں۔ انسان ذرا غور کرے ان کے یہ خرافات کتنے لغو اور بیہودہ ہیں۔ انسان تو اولاد کا اس لیے خواہش مند ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں وہ حوصلے پیری ثابت ہو غربت اور بیماری کی گنتا میں اس کی خدمت کے لیے ہونے کے بعد اس کی ہانپاؤ کی وارث بنے اور اس کی یاد کو تازہ رکھے۔ لیکن خالق کائنات بڑھاپے میں عزت و وقار سے پاک ہے۔ وہ ان ضرورتوں سے بالاتر ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ عقل و فہم سے جو لوگ بے بہرہ ہیں اور جن کے ہوش و خرد کے چراغ بجھ چکے ہیں وہی یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

شلہ الانسان سے مراد یہاں کافر ہے۔ کھنور مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ازہد ناشکر گزار۔

سے اللہ تعالیٰ جس طرح بیٹیوں سے منزہ ہے اسی طرح بیٹوں سے بھی مبرا ہے۔ یہاں لفظ کفار کی اس بندر بانٹ کے ہونے سے



لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَوْ مَنْ يَنْشِؤُا

رحمان کی طرف کی ہے تو اس کا چہرہ دفرط پر لٹ سے سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کا دل غم سے بھر جاتا ہے ۱۷ کیا وہ ایسی اولاد بنے گا جو پروردگار

فِي الْحَلِيَّةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ

پڑھتی ہے زبور میں اور وہ ہمیشہ کے وقت اپنا مدعا واضح نہیں کر سکتی ۱۸ اور انہوں نے ٹھہرا لیا ہے فرشتوں کو

کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے لیے تو بیٹوں کو پسند کرتے ہیں اور بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

۱۷ یعنی ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ اگر ان کو بتایا جائے کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو ان کے گھر میں صغ نام بچھ جاتی ہے۔ چہروں پر باؤسی کی سیاہی پھیل جاتی ہے۔ دل غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایسی جنس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کہنے میں انہیں حیا نہیں آتی۔ ان کی بیوی بیٹی جنے تو گھر میں آنا جانا بند کر دیتے ہیں، ان کی چاہتی بیگم ان کو چھٹیوں کی مانند ڈراؤنی نظر آنے لگتی ہے۔ ایک عرب عورت اپنے خاوند کی اس بے رنجی کو یوں بیان کرتی ہے:

ما رأی بی حمزة لا یأتینا یظل فی البیت الذی ینا

غضبان ان لا نغلد البیننا وانما ناخذ ما اعطینا

یعنی میرے خاوند ابو حمزہ کو کیا ہو گیا ہے کہ اب وہ ہم سے ہاں آتا ہی نہیں اور ساتھ دالے مکان میں ہی رہتا ہے۔ وہ اس لیے غضب ناک ہے کہ ہم بیٹے کیوں نہیں بنتیں۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ ہمیں جو ملتا ہے وہی ہم لیتی ہیں۔

۱۸ ان کی اس تقسیم کے محبوب ہونے کو ایک دوسرے اٹلا سے بیان کیا جا رہا ہے۔ یعنی بچیاں تو تازو نعم میں پتی ہیں اور کئی مجلس میں اپنا مدعا واضح طور پر بیان کرنے سے بچھپاتی ہیں۔ کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ مملکت خداوندی کے فرائض و منامات کو وہ کامیابی سے انجام دے سکیں۔ نہ ان میں زور بازو کہ شمشیر و سناں کف میدان میں اتر سکیں اور نہ ان میں حجت و بیان کی استعداد کہ وہ زبان سے حق کا بول بالا کر سکیں۔ ایسی بے معرف اولاد کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے۔

اس آیت سے علامتے یہ مسئلہ اند کیا ہے کہ عورتوں کو زور پھانا جائز ہے۔ حدیث نبوی سے بھی اس کی تائید ملتی ہے۔ عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئن الحمریر والذہب حرام علی ذکور امتی وحلال لافاشہا۔ یعنی ریشم اور سونے کا استعمال میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حد نبوت سے لے کر آج تک عورتیں زور پھناتی آئی ہیں اور کبھی کسی نے اس کو ناجائز نہیں کہا۔ اس لیے اہل اہل آما سے عورتوں کے لیے زور کی ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی۔ (احکام القرآن ج ۳)

الذین هم عبد الرحمن انما اشهدوا خلقهم ستکتب

جو (مخداوند) رحمن کے بندے ہیں، جو زمین ۱۱۱۱ کیا یہ موجود تھے ان کی پیدائش کے وقت؟ لکھ لی جائے گی

شهادتہم ویسئلون ﴿۲۳﴾ وقالوا لئن لم یفزعنا إلیہم فیما کذبوا

ان کی گواہی اور ان سے باز پرس ہوگی ۱۱۱۱ اور کہتے ہیں کہ اگر چاہتا (مخداوند) رحمن تو ہم انہیں نہ بچتے ۱۱۱۱

۱۱۱۱ یہ ان کی لاف زبیاں اور لہن ترابیاں حقیقت کے سراسر خلاف ہیں۔ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو ہر وقت اس کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے جملہ احکام کی بے چون و چرا اطاعت کرتے ہیں۔ ان کو ظالموں نے خدا کی بیٹیاں کننا شروع کر دیا ہے یہ کتنا ظلم اور کس قدر نا انصافی ہے۔

۱۱۱۱ ایسی نامعقول اور لغو بات پر ان کا یوں اڑ جانا آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔ کیا یہ لوگ اس وقت موجود تھے جب اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ذاتی مشاہدہ کی بنا پر یہ ان کو بیٹیاں کہہ رہے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو وہ اس پر شہادت پیش کریں۔ ان کی یہ شہادت قلمبند کر لی جائے گی۔ جب وہ روز قیامت ہمارے روبرو پیش ہوں گے تو ہم اس شہادت کے متعلق ان سے باز پرس کریں گے۔ ان کو جواب دہی کے لیے آج ہی سے تیار ہو جانا چاہیے۔

۱۱۱۱ اگر کوئی نادان اس نطفہ فنی کا شکار ہو جائے کہ وہ بڑا زبرد اور دان ہے یا اگر کوئی جاہل اپنی جہالت کو علم و فضل خیال کرنے لگے تو افسوس تو فہم کا مگر ملے گا۔ چہ بچا ہے اور اس کے نتیجہ خیز ہونے کے امکانات بہت قلیل رہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی سدا سدا نامعقول بات کو معقولیت کی جان قیہیں کرتا ہے اور اگر اس کو اس کی نامعقولیت کی طرف متوجہ کیا جائے تو وہ بات تک ٹھنسنے کا روادار نہیں ہوتا۔

اہل کفر اسی قسم کی صورت حال سے دوچار تھے۔ جب انہیں ٹوکا جاتا کہ فرشتوں کی عبادت نہ کیا کرو۔ وہ تو اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ یہ بڑی نامناسب بات ہے کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی شروع کر دی جائے تو کتے کے ہم عصا دراز سے ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ ہوتی تو ہماری مجال نہ تھی کہ ہم ایسا کر سکتے۔ اس نے ہمیں ایسا کرنے سے باز نہیں رکھا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کام اسے پسند ہے۔ یہ دلیل پیش کر کے وہ یہ جھگڑتے کہ انہوں نے اپنے موقف کی حقانیت کو ایسی دلیل سے ثابت کر دیا ہے جس کی صداقت میں شک و شبہ کی ادنیٰ گنجائش ہی نہیں۔ لیکن اگر اس میں ذرا تاثر کیا جائے تو یہ دلیل ہمارے حکمت سے بھی کمزور اور ضعیف ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو پھر حق و غور کی محضیں ہر شب بیتی ہیں۔ ظلم و ستم کی مشق ہر لمحہ ظلموں اور کمزوریوں پر ہوتی رہتی ہے۔ عمل، زنا، چوری، ڈاکوئی، لٹک و قوم سے غداری کی جو وارداتیں آئے دن وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں ان کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ مین صواب ہے اور ان پر نہ کسی کو احترام کا حق ہے اور نہ ان کا ارتکاب کرنے والوں کو کوئی سزا ملنی چاہیے۔ کیا وہ اپنی پیش کردہ دلیل کے مطابق ان سب ظرافت کو جائز اور مستحسن قرار دینے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے

مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۵﴾ أَمْ أُنذِرْتُمْ سَبْعًا كِتَابًا

انہیں اس حقیقت کا کوئی علم نہیں۔ وہ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں لکن کیا ہم نے ہی انہیں کوئی کتاب

مِّن قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿۱۶﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

اس سے پہلے پس وہ اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں لکن بلکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو

عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ﴿۱۷﴾ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ

ایک طریقہ پر اور ہم ان کے نقوش پا پر چل رہے ہیں لکن۔۔۔ اور اسی طرح جب بھی ہم نے بھیجا

قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ تَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا

آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا ترکہ وہاں کے میٹھ پرستوں نے کہ ہم نے پایا

آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ﴿۱۸﴾ قُلْ أَوْ لَوْ جِئْتُمْ

اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر اور ہم ان کے نشانات قدم کی پیروی کرنے والے ہیں لکن اس نبی نے فرمایا اگر میں نے آؤں تمہارے

تو پھر وہ عقیدہ توحید اور دینی معاملات میں ہی اس دلیل پر اعتماد کیوں کرتے ہیں۔

۱۵۔ بالکل انکار اور جاہل ہیں۔ علم و فہم کی انہیں جڑا تک نہیں گئی۔ اپنی قیاس آرائیوں کو انہوں نے دلیل سمجھ رکھا ہے۔

۱۶۔ اگر ہم نے ان کی طرف کوئی ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہم نے انہیں شرک کرنے کی اجازت دی ہو یا ان کو توحید و روان کی پابندی کا حکم دیا ہو تو وہ سب لوگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ ہر روز کا جگڑا ختم ہو اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ان کے عقائد ان کے اعمال اس کتاب کے مطابق ہیں جہاں نہیں عطا کی گئی ہے۔

۱۷۔ ان کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل۔ جب ہر طرف سے عاجز اور لا جواب ہو جاتے ہیں تو اپنے گم کردہ راہ آباد و جہاد کی تقلید کا سہارا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جس راہ پر چلتے دیکھا ہم اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔  
الامت، الطریقۃ والدین۔ کسی طریقہ اور دین کو ثابت کہتے ہیں۔ (الصالح للہجویری)

۱۸۔ یہ اہل مکہ کا ہی انداز فکر نہیں بلکہ ان سے پہلے ہی جہاں یزید و باطل گزرتے ہیں اپنے رسولوں کے ساتھ وہ بھی اسی نوع کی تہمت بازی کیا کرتے تھے۔ اپنے موقف کی سچائی کو ثابت کرنے کے لیے جب کوئی عقلی اور نقلی دلیل دستیاب نہ ہوتی تو وہ بھی اپنے باپ دادا کی تقلید کا آٹے کر پناہ دیا کرتے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ انبیاء کی اصلاحی تحریکوں کی مزاحمت کرنے والے ہمیشہ خوش حال طبقہ کے میٹھ پرست



يَاهُدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءُكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ

پاس زیادہ درست چیز اس سے جس پر پایا ہے تم نے اپنے باپ دادا کو (تب بھی) انہوں نے جواب دیا ہم جو نے کر سیں جیسا کیلئے اس کو

كُفْرُونَ ﴿۲۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَنْزَلْنَا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكذِبِينَ

نہیں مانتے ۲۵ پس ہم نے ان سے انتقام لیا ذرا دیکھو کیسا (المناک) انہیں ہم جھٹلانے والوں کا ۲۶

لوگ کیوں ہوتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ جب وہ ٹکڑے ماش سے آزاد ہیں، معاشرہ میں ہر شخص ان کا احترام کرتا ہے، انہیں اپنی رائے کے اظہار میں ہر طرح کی آزادی میسر ہے۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ آگے بڑھ کر حق کا جھنڈا اٹھام لیتے۔ سابقین آدمین میں ان کا نام سرفروست ہوتا۔ راہ حق پر انہیں گامزن دیکھو کہ دوسرے لوگ بھی باطل سے اپنا رشتہ منقطع کر کے ہدایت کو قبول کر سکتے۔ ان کے اثر و رسوخ اور کشش سے سارا معاشرہ گمراہی و ضلالت کی گمبیر غلطیوں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آجاتا، لیکن وہ اس کے بجائے اہل حق سے عداوتی شروعات کرتے ہیں اور اپنے پیلوں کو درنہا در اہل حق کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کر دیتے ہیں۔ اس کی آخر وجہ کیلئے؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان لوگوں کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے اور وہ اس کے نشہ میں لیں سرشار ہوتے ہیں کہ کسی کا طبع اور فرمانبردار بننے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں، عبادت کی جس سند پر وہ بیٹھے ہوتے ہیں اس کو خالی کرنا ان پر سخت گراں گزرتا ہے۔ نیز معاشرہ میں لوٹ کھسوٹ کی جو گرم بازاری ہوتی ہے اس میں وہ برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ مغرب طبقہ کا معاشی استعمال ان کی دولت و ثروت کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اگر وہ اصلاح معاشرہ کی ان کوششوں میں مصیبتیں کا ساتھ دیں تو پیش و آرام کی زندگی جس کے وہ عادی ہو چکے ہوتے ہیں اس کی بدلائمات جاتی ہے اور سب سے بڑی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ دین اور مذہب کو مفلسوں اور رنگالوں کا دھندا سمجھتے ہیں، جنہیں رہنے کے لیے آرام دہ بیگلے سواری کے لیے بہترین کاریں اور جوس نفیس کو ٹھکانے کے لیے دولت فراوانی شتر ہول سے کیا پڑی کہ وہ مذہب کے بارے میں سوچتا ہے۔ اسی قسم کی دیگر رکاوٹیں ان لوگوں کی راہ میں پھاڑیں کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بدلنے کے تکلیف دہ عمل کے بجائے یہ آسان سمجھتے ہیں کہ حق کی بات کو سختی سے دباویں اور اہل حق کو پھلنے چھلنے کا موقع دویں۔ اگرچہ وہ اس کوشش میں بڑی طرح ناکام ہوتے ہیں۔

۲۵ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جب ان پر اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ ان کے آباء و اجداد کا طریقہ گمراہی اور ان کی ذہنی، مادی اور روحانی ترقیوں میں سبک گراں کی حیثیت رکھتا ہے اور زندگی کا جو پر دو گرام ہم نے پیش کیا ہے وہ ہر حیثیت سے تمہارے لیے مفید ہے تو اس وقت وہ انہماکی روش اختیار کرتے ہیں کہ تم لاکھ دلیلیں پیش کرو، جیسے راستہ پر علم و حکمت کی ہزاروں تہذیبوں روشن کرو، ہم نہیں مانتے گے، ہرگز نہیں مانتے گے۔

۲۶ جب ان کے اصلاح پذیر ہونے کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں، پھر قدرت ان سے عبرت ناک انتقام لیتی ہے۔ اگر تمہیں دیدہ بینا اور گوشہ نشینا میسر ہے تو ان اجڑے ہونے کنڈروں کی شکستہ دیواروں سے پوچھو جہاں حق کو ٹھٹھلانے والے کسی بڑے طاقتور ہاتھ سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔



وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۖ إِلَّا

اور یاد کیجیے، جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو ستم۔ بجز

الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ۖ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي

اس کے جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے بیشک وہی میری رہنمائی کرے گا ۱۱۰ اور آپ نے بنا دیا کلمہ کو باقی رہنے والی بات اپنی

۱۱۰ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روشن معجزات دیکھنے کے باوجود قرآن کریم کی دل جلا دینے والی آیات کو سننے کے باوجود کفار کو شرک پر اڑے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ و دادا کی پیروی چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو مذہبی تقلید کی آہنی زنجیروں میں یوں جکڑ دیا تھا کہ عقل و دانش کے تقاضوں کو وہ بڑی خوش دلی سے نظر انداز کر دیا کرتے۔ ان کے سامنے ان کے جدا جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کار پیش کیا جا رہا ہے کہ دیکھو حضرت غلیل نے جب اپنے اسلاف کو اور اپنی قوم کو راہِ حق سے جھٹکا ہوا پایا تو ان سے قطعاً تعلق کر لیا تم لوگ جو حضرت ابراہیم کی اولاد ہو اور ان کے بنائے ہوئے کعبہ کے متوال اور خدمت گزار ہو۔ اسی نسبت کے باعث مکہ بھر میں تمہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جب انہوں نے اپنے گمراہ پیشروؤں کی روشش کو اٹلانیہ ترک کر دیا تھا تو تم بھی آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے گمراہ آباد و صاحب داد سے اپنی برأت کا اعلان کرو۔ گھبراؤ مت، آسمان نہیں گر پڑے گا۔ نیز ان آیات سے انہیں یہ بات بھی سمجھادی کہ اگر تم عقل و دانش سے کام لینا نہیں چاہتے اور تقلید کرنے پر ہی مہربن ہو تو پھر تقلید کرنا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی کرو۔ یہ کیا مذاق ہے کہ عقل کا سب داغ بھی گل کر رکھا ہے اور تقلید کے لیے ابراہیم جیسے صدق شجاع اور راست باز کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کی تقلید پر اُدھار کھائے بیٹھے ہو جو انسان کھلانے کے بھی مستحق نہیں۔

تَبْرَأْنَا؛ مصدر ہے اور اسم صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ واحد تفریغ، جمع تفریغ و تفریغ سب حالتوں میں یہ اسی طرح مستعمل ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی امام لغت جوہری کا قول نقل کرتے ہیں قال الجوهري "وت تبرأت مسن كذا وانما منه براء لا يثنى ولا يجمع لان مصدره في الاصل" اور اگر تبریغ "مستعمل ہو تو وہ تشبیہ، جمع، تفریغ و تفریغ میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگا۔

۱۱۱ شرک سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے ان تمام معبودوں سے بیزار ہوں جن کی تم پریش کرتے ہو۔ میں صرف اس کا پرستار ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا۔ وہی مجھے راہِ ہدایت پر ثابت قدم رکھے گا اور بلند سے بلند مقامات اور درجات کی طرف میری رہنمائی فرمائے گا۔ ای سیڈبثنی علی الهدایۃ ویرشدنی فوق ما ارشدنی الیہ۔ تم جن معبودوں کی پوجا کرتے ہو وہ کسی چیز کے خالق ہیں اور وہ کسی کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور جس پر وہ روگاں کی بارگاہ میں میری جبین نیاز سمجھ دینے سے وہ تو میرا خالق بھی ہے اور میرا دستگیر بھی۔ میں اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف کیوں دیکھوں؟

عَقِبَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَاَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

اولاد میں ۳۱ تاکر وہ اس کی طرف رجوع کریں ۳۱۔ بلکہ میں نے لطف اندوز ہونے والے آپس میں اور ان کے آباء و اجداد کو یہاں تک

جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا

کہا گیا ان کے پاس حق اور رسول کریمان کرنے والا رسول ۳۲۔ اور جب آگیا ان کے پاس حق تو وہ کہنے لگے یہ تو جاؤ

سَعْرًا وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ

ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ اور کہنے لگے کیوں نہ آتا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو ان

مِّنَ الْقُرْآنِ عَظِيمٍ ﴿۳۴﴾ اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا

دو شہروں میں بڑا ہے ۳۴۔ کیا وہ بانٹا کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟ ہم نے خود تقسیم کیا ہے

۳۲ حضرت عقیل خود ہی عقیدہ توحید پر ایمان نہیں لائے بلکہ اپنی آنے والی لاش کو بھی تاکید کی کہ خبردار اس راہ حق سے جنگ نہ جانا اپنا  
رشتہ نبوت اپنے رب کریم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بچتے اور حکم رکھنا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر گرچہ ہے سو وہ عقوبت کی  
آیت ملاحظہ ہو ووضی بھسا ابراہیم بنیہ ویعقوب الایۃ کہ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور اپنے پوتے یعقوب کو دین  
حق پر ثابت قدم رہنے کی وصیت فرمائی العقب: الذریعۃ۔ یعنی اولاد اور نسل۔

۳۳ یعنی اے مجرب! آپ قریش کو کہ حضرت ابراہیم کے حالات سنائیے۔ شاید وہ اس طرح دین حق کو قبول کریں اور راہ ہدایت  
پر گامزن ہو جائیں۔

۳۴ ان لوگوں نے عرصہ دراز سے مسلک ابراہیمی کو ترک کر دیا تھا اور شرک و کفر کو اختیار کر لیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انہیں اس  
ناشکری اور نافرمانی کی فرمائش ہی جاتی اور ان کو نیست و نابود کر دیا جاتا لیکن ہماری رحمت نے ان کو ملت دی اور یہ ذیوی زندگی کے ساز و  
سامان سے اور پیش و آرام سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ عرصہ دراز کے بعد ان کے افریق حیات پر اب نور حق ملوہ گر ہوا۔ انہیں چاہیے تھا کہ  
وہ اس نور پر ہیں سے اپنے سینوں کو روشن کرتے اور ہمارے رسول کریم کی حیات آفریں تعلیمات اور نوروں پر درویشادات پر عمل کرتے لیکن  
ان پر نصیبوں نے ایسا نہ کیا۔ اُنہا سے جاؤ کے نفرت انگیز لفظ سے تعبیر کیا اور اس پر ایمان لانے سے صاف صاف انکار کر دیا۔

۳۵ پہلے تو کفار عرب اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہی تیار نہ تھے کہ کوئی انسان نبوت کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے اگر یہ  
فرمان کر لیا جائے کہ ایسا ہو سکتا ہے تو میرے اس منصب کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب ہونا چاہیے جو شاد و سرخ کا مالک ہو۔ سردار اور مالدار ہو  
اس کا منصب ہرگز ناؤ ہیر کے دل میں بیٹھا ہو۔ اس ملک کے دو مشہور شہر ہیں۔ کثر اور طائف۔ ان میں بڑے بڑے نو سار اور بار سوغ سردار وجود

## بَيْنَهُمْ مَعِيشَتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

ان کے درمیان سامانِ زینت کو اس دنیاوی زندگی میں ۳۷ اور ہم نے ہی بلند کیا ہے بعض کو بعض پر مراتب

ہیں۔ منصبِ نبوت کے لیے ان میں سے کسی کو منتخب کرنا چاہیے تھا کہ لوگ اس کی زبان سے گل ہوئی دعوت کو فرما قبول کرتے اور اس کے احکام کے سامنے تسلیمِ خم کرتے چنانچہ ولید بن مغیرہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا لو کان مایقولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقاً لنزل علی او علی ابی مسعود یعنی جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے تو یہ مجھ پر نازل ہوتا یا اوطاف کے سردار ابو مسعود تھے۔ بے شک اس بار نبوت کے اٹھانے کا حوصلہ ہر کہہ میں نہیں بے شک کوئی عظیم انسان ہی اس امانتِ عظمیٰ کا تحمل ہو سکتا ہے اور اس منصبِ عظیم کی نازک ذمہ داریوں سے مدد ہر آہو سکتا ہے لیکن لے کفارِ اعظم کا جو میاں تہمتے مقرر کر رکھا ہے کہ بڑا دولت مند بڑا مالدار کی بہتات ہو، قدم و حشم کا فخر جہاز اس کے ساتھ ہو۔ اس منصب کی اہلیت کے لیے عظمت و بڑائی کا یہ میاں نہیں بلکہ اس کا میاں یہ ہے کہ دل ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو، کردار بے داغ اور سیرت آفتاب سے تابندہ تر ہو، عزم و حوصلہ کا یہ عالم ہو کہ مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو نہ گھبرائے اور دسپائی اختیار نہ کرے بلکہ بے سکون اور وقار کے ساتھ ہر قسم کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ علامہ شامی نے فرمایا: رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فان الرسالة من اللہ منصب عظیم لا یلیق الا لعظیم ولم یعلما انھا رتبة روحانیة یتستدعی عزم النفس بالتجلی بالفضائل والکمالات القدسیة و کمال الاستعداد للتجلیات الذاتیة والصفاتیة لا الترخی بالزخارف الدنیویة۔

ترجمہ: یعنی رسالت ایک منصبِ عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے اور یہ کسی عظیم ہستی ہی کو سزاوار ہے۔ کفار نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ایک روحانی رتبہ ہے۔ اس کے لیے مزوری ہے کہ نفس فضائل اور قدسی کمالات کی جلوہ گاہ ہو اور اس میں ذاتی اور صفاتی تجلیات کو برواقت کرنے کی کامل استعداد ہو۔ دنیاوی زیب و زینت اور سامانِ ان کی یہاں کوئی اہمیت نہیں۔

۳۷ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی مخصوص ترین رحمت ہے۔ کیا یہ لوگ اس کے رحمت کے خزانوں کی تقسیم پر مقرر ہیں۔ جس کو چاہیں کچھ دے دیں اور جس کو چاہیں محروم کر دیں۔ ذرا ان کا یہ مقام ہے اور ذرا اس بخشش و عطا میں ان کی پسند و ناپسند کا کچھ دخل ہے۔ رُو نمی بحکما در ہے ہیں۔

یہ مال و دولت جس پر یہ چھو لے نہیں سہاتے اور جس کو یہ نبوت کی اہلیت کے لیے بنیادی شرط قرار دیتے ہیں یہ بھی تو ہم ہی نے ان کو عطا کی ہے اور اس عطا میں گونا گوں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ کسی کو غنی کر دیا، کسی کو فقیر، کسی کو جسمانی صحت و توانائی بخش دی، کسی کو فنی ہمارت اور کسی ہنر میں کمال عطا فرمایا، کسی کو اعلیٰ ادب و سخن کا سلطان بنا دیا، کسی کو ریاضی اور سائنس کے دقیق اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی قابلیت بخش دی، کسی کو دولت دی اور کسی کو کاروباری اور انتظامی صلاحیتوں سے مالا مال کر دیا تاکہ ملت کی ساری ضروریوں پروری ہوتی رہیں۔ اگر سب سامن دان ہی ہوتے تو تجربہ کاروں میں تو رونق رہتی لیکن ہل کون چلتا اور کارخانوں میں کام کون کرتا اگر سب لوگ انتظامی صلاحیت کے مالک ہوتے تو انتظام کس کا کرتے۔ اگر سب شاعر ہوتے، خواہ وہ ترقی پسند شاعر ہی ہوتے تو ساری دنیا مجلسِ مشاعرہ تو بن



دَرَجَاتٍ لِّيَخِذْنَ مِنْهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا ۖ وَرَحِمْتُ رَبِّيكَ خَيْرًا مِّمَّا

میں تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں ۱۳۷ اور آپ کے رب کی رحمت ان سے بہتر ہے اور

يَجْمَعُونَ ۗ وَلَوْ أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ

جموعہ جمع کرتے ہیں ۱۳۸ اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک امت بن جائیں گے تو ہم بنا دیتے ان کے لیے جو انکار

يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُوقِتَهُمْ سُفْقًا مِّنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهِمْ يَظْهَرُونَ ۗ

کرتے ہیں رمن کا، ان کے مکاؤں کے لیے چھتیں چاندی کی اور نیڑے جیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں (وہ بھی چاندی کی)

وَلِيُوقِتَهُمْ آبُؤَابًا وَسُرًّا عَلَيْهَا يَتَكَبَّرُونَ ۗ وَزُخْرًا وَإِن كُنْ

اور ان کے گھروں کے دروازے بھی چاندی کے اور وہ تخت جن پر وہ ٹیکے لگاتے ہیں وہ بھی چاندی اور سونے کے ۱۳۹ اور یہ سب

جاتی لیکن کمانے مینے کے لیے من و سلوی کا انتظار کرنا پڑتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کا لہ سے بعض لوگوں کو بعض امور میں فضیلت دی اور بعض کو دوسرے کاموں میں فوقیت بخشی تاکہ سب ایک دوسرے سے کام لے کر اس بزمِ ہستی کی رونق کا باعث بنیں۔

۱۳۷ علامہ محمود اسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لیستعمل بعضهم لبعضاً فی مصالحهم ویستخدومهم فی مہنہم ویسخر وہم فی اشغالہم حتی یستعاضوا ویستغلذوا ویصلوا الی مرافقہم رزوق المعالیٰ یعنی تاکہ بعض لوگ دوسروں کو اپنی مصلحت میں استعمال کریں اور مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں اور مختلف کاموں میں ان سے فائدہ اٹھائیں تاکہ وہ مل کر آرام و راحت کی زندگی بسر کریں اور اپنی آسائشوں پر رسائی حاصل کریں۔

۱۳۸ لے محبوب ایتیر سے رب کریم کی خصوصی رحمت یعنی منصب رسالت و تہتم نبوت جس سے اس نے آپ کو سرفراز فرمایا ہے، اس کے مقابلہ میں دنیا بھر کے تار و نوں کے خواہوں کی کیا حیثیت؟ رحمتہ ربانیت کے کلمات میں کیا ٹھنڈ ہے، رب کو دوسرے جہازوں کا ہے لیکن اس کی شانِ ربوبیت کی جو خصوصیت نہایت آپ کی ذات سے ہے وہ تو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ آجیکہ اس جتن سے بناو یا کہ جب ہیبت و دنیا کی تفسیر میں ان کا کوئی دخل نہیں تو نہت جوڑی تمہاری اور گراں بہا متاع ہے اکی بخشش میں ان کی رستے کوں پوچھتا ہے۔

۱۳۹ ارشاد ہے کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سارے لوگ گمراہ ہو جائیں گے تو ہم کفار کو اتنی دولت دیتے ان کے ہاں سونے چاندی کی اتنی افراط ہوتی کہ ان کے شلوں کی چھتیں چاندی کی بنی ہوتیں ان کے زینے ان کے مکاؤں کے دروازے اور چنگ بھی چاندی کے بنے ہوتے اور زرب و آرائش کا ہر عالم ہوتا کہ ان کی چمک کمال حسن و جمال کو دیکھ کر اکھیں نیڑے ہو جاتیں یہ ناپائیدہ چیز ہم صرف ناپائیدہ لوگوں کو ہی دیتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا سبوا کم فہم لوگ کفار کی سچ و سچ کو دیکھ کر ان کو ہدایت یافتہ سمجھنے لگیں بس اکی راہ پر گامزن ہو جائیں



ذٰلِكَ لِمَا مَتَّاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴

رسنہری روپیسی، چیزیں دنیوی زندگی کا سامان ہے اور آخرت کی عزت و کامیابی آپ کے رب کے نزدیک سب سے بڑی چیزوں کے لیے ہے لہٰذا

وَمَنْ يَّعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقِيْضْ لَهُ شَيْطٰنًا فٰهُوَ لِقَرِيْنٍ ۝۵

اور جو شخص (دانش) اندھا بنا ہے رحمان کے ذکر سے لہٰذا تو ہم مقرر کرتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان ہیں وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے لہٰذا

”زخرف“ کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب کہتے ہیں: الزخرف: الزينة المزوقة - وقت قبيل اللذنب زخرف یعنی وہ زینت جو رنگوں نقش و نگار سے آراستہ ہو اور اسی وجہ سے سونے کو بھی زخرف کہتے ہیں کہ یہ بھی زیب و آرائش کا ذریعہ ہے۔

بخاری زخرفاً کا لفظ مستقلاً ہے اس صورت میں اس کا معنی نقش و نگار زیب و زینت ہو گا۔ قال الحسن ای نقوشاً و تزویقاً قال ابن زید الزخرف لثالث البيت و تجملة - (سامان، آرائش و زینت) اور اگر زخرف سے مراد سونا ہو تو پھر اس کا لفظ من فضة ”پرہیزگار اور کسی کا نصب عمل کی وجہ سے ہو گی اور آیت کا معنی ہو گا کہ ان کی چیزیں ان کے لیے ان کے دروازے ان کے پاس لگے ہیں سونے کے بنے ہوئے اور بعض چاندی کے بنے ہوئے مکان الاصل مستقلاً من فضة و زخرف یعنی بعضہا من فضة و بعضہا من ذهب و نصب عطفاً علی المحل (روح المعانی)

یہ سب کچھ محض چند روزہ دنیا میں کام آنے والا سامان ہے اس آیت میں دنیا کے ساز و سامان کی بے بائگی اور تحقیر کو بیان کر کے تعزیری و پارسانی کو اپنا شعار بنانے کی رغبت دلائی جا رہی ہے یہاں ایک حدیث پاک بھی سماعت فرمائیے رسول بن سعد سے مروی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضہ ما سئىٰ منھا کافر اشرہ ما۔ (ترمذی ابن ماجہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا۔

لہٰذا قیامت کے دن ساری سرفرازیوں اور سرفروشیوں فقط مستحق لوگوں کو بخش دی جائیں گی۔

لہٰذا اس آیت کی تشریح سے پہلے چند الفاظ کی لغوی تحقیق ازس ضروری ہے یعنی علامہ زبیدی تاج العروس میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: المشا مقصورہ: سوا البصر باللیل والنہار یكون فی الناس والدواب واللیل والطیر کما فی المحکم: قال الراغب: قلنا تعترض العین کالتشاؤ او هو العی ای ذهاب البصر مطلقاً وقولاً - تعالیٰ من یبصر عن ذکر الرحمن ای ہم یعنی مینائی کی کمزوری عموماً است میں ہر یادوں میں اس کو غفلت کہتے ہیں یہ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں سب میں پائی جاتی ہے۔ راغب کہتے ہیں وہ تاریکی جو گھول پر چھا جاتی ہے اور اس کا ایک معنی اندھا ہونا مینائی کا بالکل ضائع ہونا ہے۔ علامہ زبیدی کہتے ہیں کہ اس آیت میں من یبصر کا معنی لیم اندھا ہونا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تائب ہوا ہو جائے علامہ ابن منظور اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں عشا من الشیثی یشو: ضعف بصره - ونحیط - نحیط عشا ولم یتعدہ (لسان العرب) مینائی کا کمزور ہونا وہ اونٹنی ہونے پر ہر کے باعث دینی من اٹھانے پر جاتی ہے ایسی اونٹنی کا ناقصہ العشا کہتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ مذکور کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی چیز سے سیر لے کر عرب کہتے ہیں عشا و عنہ اور اس آیت قرآنی میں من یبصر کا یہی مضموم ہے۔ قال الفراء: معناه من یعرض عن ذکر الرحمن (لسان العرب) خبر کہتے

وَأَنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّقْتَدُونَ ﴿۳۳﴾

اور شیاطین روکتے ہیں ان (انہوں) کو راہِ ہدایت سے اور یہ لوگ غیبِ ال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ۳۳

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَفْسُقُ

یہاں تک کہ جب وہ (انہوں) کو آواز دے گا تو انہیں کھل جائیں گی کہنے کا کاش! میرے درمیان اور رائے شیطان! تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوئی۔ تو تو

ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جو رحمان کے ذکر سے منہ پھیر لے۔

۳۳ قیض کہتے ہیں اس فعل کو جو انڈے پر ہوتا ہے۔ اسی اظہار سے قیض لہ شیطانا کا معنی ہو گا کہ ہم اس کے لیے ایک شیطان مخصوص کر دیتے ہیں جو اس پر اس طرح چھا جاتا ہے اور اس کو ہر جانب سے اس طرح گھیر لیتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے۔ علامہ آؤسی لکھتے ہیں۔ اِی نَقِيح لَهٗ شَيْطَانًا لِيَسْتَوِي عَلَيْهِ- استيلاء القیض علی البیض وهو القشر الاعلیٰ یعنی ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس پر اس طرح چھا جاتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے پر چھا جاتا ہے۔ علامہ راضی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے اِی شَقَّعَ لِيَسْتَوِي عَلَيْهِ- استيلاء القیض علی البیض وهو القشر الاعلیٰ۔ یعنی ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ہماری توفیق اس کو نظر انداز کر دیتی ہے تاکہ اس پر شیطان یوں تسلط جمائے جس طرح چھپکا انڈے پر متولی ہوتا ہے۔ ان الفاظ کی لغوی تفسیر آپ پڑھ چکے اب اس کی روشنی میں اس آیت کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔ نطف آجائے گا یعنی وہ شخص جو ذکرِ رحمن سے اندھا بن جاتا ہے یا اپنی دنیا کی کمزوری کی وجہ سے اللہ ربانی اور تجلیاتِ رحمانی کی تاب نہ لاکر آنکھیں جھپکنے لگتا ہے یا جو شخص ذکرِ رحمن سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری لغویات میں منہک ہو جاتا ہے۔ خداوند ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہم اس کو اس کی غرضی کی یہ سزا دیتے ہیں کہ ہماری توفیق اس سے الگ ہو جاتی ہے اور شیطان کو اس پر یوں تسلط کر دیا جاتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے کو ہر طرف سے گھیرے ہوتا ہے۔ وہ بد نصیب کھل طور پر شیطان کے سامنے سزاوار ہو جاتا ہے۔ اس کی الغلویت شیطان کی اطاعت و رضا جوئی میں کھو جاتی ہے۔ اس کے شعور و تحت الشعور میں عقل و فہم کے جتنے دیے روشن تھے بوجھ جاتے ہیں۔ وہ شیطان کے پھیلائے ہوئے اندھیروں سے اتنا مالوس ہو جاتا ہے کہ اسے روشنی کی ایک کرن بھی ناگوار گزرتی ہے اور شیطان کی یہ رفاقت پل در پل کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ زندگی بھر اس کا رفیق اور ساتھی رہتا ہے۔ قسورین، ایسے ساتھی کو کہتے ہیں جو ہر وقت ساتھ رہے جیسے وہ سختی سے بندھا ہوا ہو۔

اب آپ ایسے بے یمنوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔ آپ کو اس آیت کی ہر ہر تصویر و باں نظر آئے گی۔

۳۴ شیطان انہیں راہِ حق پر چلنے سے روک دیتے ہیں انہیں فسق و فجور کا خوگر بنا لیتے ہیں۔ دنیا کی حرص انکے دلوں میں یوں بھڑکا دیتے ہیں کہ وہ ساری قوم کا خون چوسنے کے باوجود تشنہ لب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ قوم کی آزادی کا سودا کرنے سے بھی نہیں چمکھاتے۔ ان تمام عملی مغزربوں کے باوجود وہ اپنے پائے میں براہِ سخن لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہے ہیں بس وہی صحیح ہے۔ جو راہ انہوں نے اختیار کر رکھی ہے وہی سیدھی راہ ہے۔ قوم کی ترقی و خوشحالی کے لیے جو ہر دو گم انہوں نے طے کر رکھا ہے اس سے بہتر سوچا ہی نہیں جاسکتا۔

الْقَرِينِ ۵۳ وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنْكُمُ فِي الْعَذَابِ

ہست بڑا ساتھی ہے لگے اور یہ (شور و فغاں) ہمیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا آج جبکہ تم انہیں ظلم کرتے ہو تم اس عذاب میں

مُشْتَرِكُونَ ۵۴ اَفَاَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ

حصہ دار جو ۵۴ کیا آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو یا راہ دکھانا چاہتے ہیں اندھوں کو اور انہیں جو

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۵۵ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ۵۶ اَوْ

کھل گمراہی میں ہیں ۵۵ پس اگر ہم لے جائیں آپ کو اس (دلفانی سے) تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ لیں گے۔ یا ہم

نُرِيكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ۵۷ فَاَسْتَمْسِكُ

آپ کو دکھادیں گے وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے پس ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں ۵۷ ہن نہیں ہٹاؤں گے

۵۳ اس خود ستانی اور خود فریبی میں زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے۔ موت کی تاریک شام ڈراتی ہے۔ وہ بزمِ نشاط جہانوں نے  
بڑے ارمانوں سے جہاں تھی اس سے انہیں اشاکر ہمارے زور و کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ اب آنکھیں کھلی ہیں اور مارے حسرت و ندامت کے  
کھلی کی کھل رہ جاتی ہیں۔ بڑے پشیمانے ہیں، کسمپاسے ہیں اور اپنے اس دوست کے باعث جس پر وہ جان چھڑکتے رہے اور اس کے کلمات  
پڑنا پڑتے رہے۔ اس کے باعث جب وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں گمراہ ہوا پاتے ہیں تو فخر و ندامت سے چیخ اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں۔  
یالیت بیدنی الخ کاشش! میں نے اس شخص کو نہ جانا ہوتا۔ کاشش! میرے اور اس کے درمیان اتنا ٹیڈہ اتنی دوری ہوتی جتنی مشرق  
اور مغرب کے درمیان ہے۔ اس جیسا بد بخت! شخص اور بدترین ساتھی اور کوئی نہیں۔

۵۴ اب شور و ستیجھاؤ۔ یہ آلاہیاں سب بے کار ہیں۔ عمر بھر غلظ و فغان کرتے رہے۔ اب کس سے جھگڑے ہو۔ تمہیں بھی اور تمہارے  
ان جان و دستوں کو بھی اکٹھی سزا دی جائے گی اور ایک ہی جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

۵۵ اے محبوب! یہ بہرے، یہ اندھے نہ نہیں اور نہ کچھ دیکھیں، آفتاب چمکتا رہے انہیں کیا دکھائی دے گا۔ دنیا بقدر نورانی رہے ان  
کے دلوں میں گھپ اندھیری رات ہوگی۔ حق کی دلنواز صدائے سونے ہوئے شخصوں کو بیچارہ کر دیا لیکن ان اذلی بد بختوں نے ان کو نہ سنا اور نہ  
جاہلیت کو قبول کیا۔ آپ ان کی عمر ماں نصیبی پر غمزہ نہ ہوں۔

۵۶ ہر بدکار کو سزا ملے گی، ہر ناجائز کار کو اپنی کشتِ ملل کا ٹھکانا پڑے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے کامِ حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔  
اس نے ہر کام کے لیے ایک مناسب وقت مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں کے جلدی چمانے سے وہ اپنے فیصلوں کو بروئے کار لانے میں تاخیر  
سے کام نہیں لیتا۔ جلد بازی تو وہ کسے چھے یہ اندیشہ ہو کہ اگر حرف اب قابو سے نکل گیا، پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کو تو قیام کوئی خدشہ نہیں۔ ۵۷



بِالَّذِي أَوْحَىٰ إِلَيْكَ إِنَّا كَلَّمْنَا مَوْلَانَا بِمَا خَالَاكَ ۗ وَإِنَّ لَكَ لَأَعْيُنًا عَالِمَةً ۗ أَرَىٰ أَصْحَابَ الْأَنْبِيَاءِ ۗ وَإِنَّ لَكَ لَأَعْيُنًا عَالِمَةً ۗ أَرَىٰ أَصْحَابَ الْأَنْبِيَاءِ ۗ وَإِنَّ لَكَ لَأَعْيُنًا عَالِمَةً ۗ

اس (قرآن) کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں ۴۲ اور بے شک یہ بڑا شرف ہے

وَلَقَوْلِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ۗ وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے اور اہلے فرزند ان (اسلام) ہم سے جواب طلبیں ہوں گے ۴۳ اور آپ پوچھیے ان سے جنہیں ہمجاہم نے آپ سے پہلے

کسی سرکش کو کتنی ڈھیل دی ہے اور وہ اس عرصہ میں بظاہر کتنا طاقتور ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی حیثیت ایک جوتی سے بھی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو فرما رہے ہیں کہ ان کفار کو سزا ملے گی اور ضرور ملے گی، لیکن ہر شخص کو سزا دینے کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ یعنی تو آپ کے سامنے کیفر کردار کو پہنچی جائیں گے اور جو بچی جائیں گے انہیں آپ کے دھماکے کے بعد مذاہب کے شکنجے میں کس دیا جائے گا۔

۴۴ اسے میرے رسول! آپ ان کی شرانگیزیوں کا کوئی اثر قبول نہ کریں، جو کتاب ہدایت ہم آپ پر نازل فرما رہے ہیں، اس کو بڑی مشہور ملی ہے تمہارے رہیں۔ بلاشبہ آپ راہِ راست پر گامزن ہیں۔ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ آپ کے دین کو نادر نصیب ہوگا۔ آپ کا آفتاب عظمت ہمیشہ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہے گا۔ ناکامیاں اور محرومیاں فقط ان لوگوں کا مقدر ہیں جنہوں نے تیرا دامن چھوڑ دیا۔ تیری ذات اقدس کے بغیر کسی اور کو اپنی عقیدت کا مرکز بنالیا۔

۴۵ ذکر کا معنی یہاں شرفِ عظیم ہے۔ علامہ آوسی فرماتے ہیں لَذِكْرُكَ أَيُّ لَذِكْرِكَ عَظِيمٍ (یعنی یہ تو ان حکیم کوئی مولانا چیز نہیں، یہ ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ آپ کے لیے بھی یہ باعثِ صد عز و شرف ہے اور آپ کی امت کے لیے بھی سرمایہٴ افتخار و نازش ہے۔ کیا پیاری بات فرمائی، جس نبی کو تم رسولِ معظم اور غیرِ مثم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب العزت نے ایسا لائقِ تکریم و تکریم فرمایا اس کی شانِ رفیع کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اور جس امت کو یہ جامع نظامِ حیات مرحمت فرمایا گیا وہ اس پر شکر کے جتنے سجدے کرے، بجا ہے۔

۴۶ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والطیب التیۃ کو ذمہ داری کا احساس دلایا جا رہا ہے، یعنی یہ نور میں تمہیں اس لیے نہیں دیا گیا کہ اس سے تم صرف اپنے قلب و نگاہ کو روشن کرو، بلکہ تمہارا فرض ہے کہ جہاں جہاں اندھروں نے اپنے سچے گاڑ رکھے ہیں وہاں پتھر اور اس نور سے وہاں ابلا کر دو۔ ہم تم سے اس کے ہارے میں پوچھیں گے اور اسی طرح باہر پرس ہوگی۔

شوخی قسمت ملاحظہ ہو۔ آج حالت یہ ہے کہ سب سے زیادہ اندھیروں میں ہے جہاں عالمین قرآن کی بتیاں ہیں معاشی پیمانگی، اخلاقی انحطاط اپنے عروج پر ہے۔ کہیں کہیں عشرتِ کد سے آباد ہیں۔ اس کے برعکس جگہ جگہ غربت و افلاس کی آوازیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں گل ہم کیا منے کر جائیں گے؟ ہمارے لیے کیونکر ممکن ہو گا کہ اتنی رُویا ہی کے باوجود محبوبِ خدا کے دامنِ شفاعت کو کھریں



مَنْ رُسُلِنَا أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً يُعْبَدُونَ ۚ وَلَقَدْ

اپنے رسولوں سے کیا ہم نے بنائے ہیں خداوندِ رحمن کے علاوہ اور خدا تاکہ ان کی پڑجا کی جائے اے اور ہم نے

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ

میں ہاں موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اے پس آپ نے انہیں کہا بیشک میں رب العالمین کا

الْعَالَمِينَ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذْ هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ۗ وَمَا

فرستادہ ہوں اے پس جب آپ آئے ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر تو اس وقت وہ ان سے ہنسنے لگے۔ اور ہم نہیں

نُرِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعُنَابِ

دکھاتے تھے انہیں کوئی نشانہ الا وہ بڑی بھاری پہلی سے۔ اور ہم نے ہتک کر دیا انہیں عناب میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا السَّحَرَاءُ لَنَا رَبُّكَ بِمَا عَمِدْ عِنْدَكَ

تاکہ وہ باز آجائیں اے اور وہ بولے اے جادوگر! دعا مانگیے ہمارے لیے اپنے رب سے کہ اس کے پاس ہمارا ساتھ کیا ہے

خداوندِ عالم تو ہی رسم فرما! اے اسس کارواں کے سالار تو ہی لاج رکھیو!

اے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔ سب رسولوں سے بھی اگر آپ پوچھیں گے تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔

۲۵ اس روئے میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے جو علی دینا چاہتے ہیں کہ قوم کا یہ معاملہ زور پر صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں پہلے ہی گواہ اندیش لوگ اپنے امیلا کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھتے تھے ساتھ ہی کفار کو بھی تشبیہ کر دی کہ فرعون کے ہونا کہ انجام سے پہنچا چاہتے ہو تو بوشس سے کام لو اور اس نئی رحمت پر ایمان لے آؤ۔

۲۶ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں تشریف لے گئے۔ وہاں اعیانِ مملکت اور سردارانِ قوم بھی اپنی زرنگار کر سلیوں پر بیٹھے تھے آپ نے جا کر اعلان کر دیا کہ میں سارے جہازوں کے مالک کا فرستادہ ہوں۔ میری بات منو اور اپنے رب کو سچا نو اور اس کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔ ان لوگوں نے آپ کی بات کو ذرا اہمیت نہ دی اَلْمُنَاقِ اَزْ اَنَّا شُرُوعُ كَرِيحًا۔

۲۷ موسیٰ علیہ السلام انہیں راہِ حق پر چلانے کے لیے پتے درپتے معجزات پیش کرتے رہے اور ہر معجزہ پہلے معجزہ سے اعلیٰ ہوتا لیکن بے سود آخر اس سرکشی سے انہیں باز کرنے کے لیے طرے طرے کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا گیا تاکہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور حق کو قبول کریں۔

۲۸ فرعون کی قوم معاصب و کلام میں گرفتار رہے۔ رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ آخر کار حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست

إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذْ هُمْ يُبْكُونَ ﴿۴۴﴾

ہم ضرور ہدایت قبول کریں گے۔ پس جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب تو فرزا وہ عمد شکنی کرنے لگے۔

وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَ

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں (اور) کہنے لگا اے میری قوم! کیا میں مصر کا فرمانروا نہیں؟ اور

هَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۴۵﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ

یہ نہریں جو میرے نیچے بہ رہی ہیں کیا تم (انہیں) دیکھ نہیں رہے؟ کیا میں بہتر نہیں ہوں

هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۚ وَلَا يَكَادُ يَبِينُ ﴿۴۶﴾ فَلَوْلَا أَلْقَىٰ عَلَيْهِ آيَةٌ

اس شخص سے جو ذلیل ہے اور بات بھی صاف نہیں کر سکتا لہے (الہمیرد) کیا ہے تو کیوں نہ آتا ہے گئے اس پر

کرتے ہیں لیکن اس وقت بھی اسے رسول کے الفاظ سے آپ کو خطاب نہیں کرتے بلکہ ایسا سحر کہہ کر آپ کو پکارتے ہیں۔

بعض علمائے فریاد ہے کہ ساحر ان کے نزدیک بڑا معزز اور محترم ہوا کرتا تھا۔ جو کہ وہ اشرف العلوم تصور کرتے تھے یہاں ایسا سحر

تحریر کے لیے نہیں بلکہ احترام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ غرور و سرکشی میں وہ اتنے بڑھ چکے تھے کہ اپنی انتہائی

بے بسی کے باوجود آپ کو باوجود کہہ کر پکارتے حضرت موسیٰ علیہ السلام معمول دل گرنے کے تو آدمی نہ تھے کہ اتنی ہی بات پر خفا ہو جاتے

آپ نے ان کی اس بدتمیزی کے باوجود دماغی۔ عذاب مل گیا لیکن انسانوں نے حق کو قبول کرنا تھا اور نہ کیا۔ نیز مکمل بربادی جو

ان کا مقدر بن چکی تھی اس کی طرف وہ آہستہ آہستہ یوں بڑھ رہے تھے کہ ادھر سے انعامات ہوتے ہیں اور ادھر سے سرکشی، ادھر سے

پیہم غم و درگزر، ادھر سے مسلط کفر و طغیان۔ سمجھی کہ جب وہ غرق ہوتے تو ان کی اس تباہی پر کسی کو حیرت نہ ہوتی۔

لہے انسان کو چاہیے کہ ان آیات کو بار بار پڑھے اور ان میں غور و فکر کرے۔ ان آیات میں مادہ پرست ذہنیت کے خبیث

نظریات، اینٹا اور ڈکھیر کی نفسیات کی ایسی ہی تصویر پیش کی گئی ہے جو آج بھی اسی طرح حقیقت ہے جس طرح ہزاروں سال پہلے

مصر کے فرعون کے زمانے میں ایک حقیقت تھی۔

فرعون نے جب محسوس کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اس کی قوم ان کی طرف مائل ہوتی جا رہی ہے۔ ایسا

نہ ہو کہ کسی روز وہ اس کو خدا ماننے سے بڑا انکار کر دیں اور اس کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں۔ اس نے بچے

دور میں اپنی ساری قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا، اے میری قوم! مصر کے وسیع و عریض علاقہ میں کس کی شاہی کا نشانہ بچ رہا ہے اس

کی نیکیوں فضائل میں کس کا پرچم لہرا رہا ہے۔ دریا نے نیل سے نہریں کس نے نکالی ہیں اور کس کی تمبیر کا یہاں عجاہز ہے کہ دور دراز صحرائوں

## مَنْ ذَهَبَ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ

سونے کے گنگن یا کیوں نہ آئے اس کے ساتھ فرشتے قطار در قطار ۳۳ میں اس نے امن بنا دیا اپنی قوم کو ۳۳

میں جہاں لوگ ایک لہند پانی کے لیے ترستے تھے نہروں کا جال بچھا دیا گیا۔ تمہارے ریگستانوں میں یہ لہلہاتے ہوئے کھیت اور شاداب بانات کس کی سخن تدبیر کا کرشمہ ہے۔ ان نہروں کا میں مالک ہوں۔ ان میں پانی میرے حکم سے بہتا ہے۔ لے اہل ہضرا! یہ ایسی حقیقت ہے جس کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہو۔ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ میں بہتر ہوں یا یہ موسیٰ جس کی نہ تو کوئی عزت ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اہمیت ہے اور باتیں ایسی لکچ بچ کر تباہ کر چکے ہیں پڑتا۔ تم بتاؤ کہ تم میرے جیسے صاحب عظمت و جبروت، دوسرا اختیار کے مالک، فرعون کے تخت و تاج کے وارث کی اطاعت کرنا پسند کرتے ہو یا کیا موسیٰ جیسے فقیر کی غلامی اختیار کرتے ہو جس کے پاس چوٹی کوڑی بھی نہیں۔ وہ اور اس کی ساری قوم صدیوں سے تمہاری غلام چلی آ رہی ہے۔

”مہبین“ ضعیف اور حقیر“ لایکا دی مبین“ اس کا ایک مفہوم تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی زبان میں گنت تھی۔ اگرچہ وہ اس میں شدت تو باقی نہ تھی لیکن اس کا اثر بھی کچھ باقی تھا۔ فرعون نے اس لفظ سے اسی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی باتیں بڑی اچھی ہوتی ہیں۔ عقل کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

۳۳ ان کے ہاں یہ رواج تھا کہ بادشاہ جس کو وزارت و سفارت کے منصب پر فائز کرتا تو اسے عظمت و فخر سے نوازتا اور بانہوں میں سونے کے گنگن پہنتا۔ اس کو خدام کا ایک دستہ بھی دیا جاتا جو اس کے آگے پیچھے موجود رہتا اور اس کے احکام کی پابندی فرعون اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم تو اگر کسی کو کسی اہم منصب پر فائز کرتے ہیں تو اسے سونے کے گڑے پہنتے ہیں۔ موسیٰ کہتا ہے کہ میں سارے جہان کے مالک کا فرستادہ ہوں۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کلنیاں بھی سونے کے مرنج گنگنوں سے مزین ہوں گی۔ اس کے ہمراہ بھی فرشتوں کا ایک دستہ ہوتا جو پابانہ دستہ بہت اس کے پیچھے پیچھے چلتا۔ اس کی کلنیاں بھی گڑے تو گنا، اس کی جیب میں تو چھٹی کوڑی بھی نہیں۔ فرشتوں کا گنگنا تو بڑی بات ہے یہ تو بازل سے سودا سلف بھی خود اٹھا کر لاتا ہے تو خود سچا ہوتا تھا۔ کاذبول اور یہ شے مالی! کیا تم اس کا دعویٰ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو؟

۳۳ قرآن کریم کے ان کلمات نے مطلق العنان بادشاہوں، امروں اور ڈکٹیٹروں کی نفسیات کا پردہ چاک کر دیا۔ یعنی وہ یہ باتیں اس لیے نہیں کرتا تھا کہ وہ انہیں حقیقت اور سچ ماننا تھا یا وہ اپنی قوم کا بھی خواہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے اپنی قوم کو اس لیے دودھ رکھنا چاہتا تھا کہ وہ ان کی راہ اختیار کرے اور بارہ اخطا طل کی پستیوں میں نہ گر جائیں یا ان کی شکرش عالی، تنگ دستی و بد حالی سے نہ بدل جائے۔ اسے محض اپنے اقتدار کی فکر تھی۔ اسے صرف اپنے تاج و تخت کی سلامتی سے مطلب تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، وہ ان پکٹی چٹری باتوں سے اپنی قوم کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اور ان کو اپنی ہمدردی اور بھی خواہی کا یقین دلا کر اپنے دام فریب میں پھانسنے رکھنا چاہتا تھا۔ ایسے جاہل سلطانون، ظالم ڈکٹیٹروں اور سبہ رجم عمروں کا یہی دستور پیلے تھا۔ آج بھی یہی ہے اور جب تک لوگ اپنی سادہ لوحی کے باعث ایسے شاطروں اور نوسر بازوں کے بچپانے ہوئے جاہلوں میں پھنسنے کے لیے آمادہ ہوں گے، ایسا ہوتا رہے گا۔



فَاطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿۵۹﴾ فَلَمَّا آسَفُونَا انتقمنا

سودہ اس کی پیروی کرنے لگے۔ درحقیقت یہ نافرمان لوگ تھے ۵۹ پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے

مِنْهُمْ فَأَعْرَقْتَهُم بِجَمْعَيْنِ ﴿۶۰﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿۶۱﴾

انتقام لیا پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ۶۰ اور بنا دیا انہیں پیش رو اور کہاوت پھیلوں کے لیے اللہ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۶۲﴾ وَ

اور جب بیان کیا جاتا ہے مریم کے فرزند (عیسیٰ) کا حال تو آپ کی قوم اس سے شورو مغل مچا دیتی ہے ۶۲ اور

ابن الامراء فاستخف فاستخف قومہ فاستجھل قومہ۔ اپنی قوم کو احمق اور اٹو بنا دیا اور  
اپنی چکنی چیزیں باتوں سے انہیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔

۵۹ فرعون کی قوم اس کے دھوکے میں آگئی۔ انہوں نے ان مظالم کو فراموش کر دیا جو وہ ان پر توڑتا تھا انہوں نے نبی علیہ السلام  
کی عظیم شخصیت، ان کے بے داغ کردار اور پاکیزہ سیرت کو نظر انداز کر دیا۔ فرعون کی اطاعت کا بڑے زور شور سے از سر نو مدعا کیا۔  
قرآن کریم نے ان کے اس خطرناک عمل کی وجہ بتادی کہ وہ فاسق لوگ تھے۔ حق و صداقت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔ انہیں اپنی  
ذات اور اپنے مفادات کا تحفظ مطلوب تھا۔ اس کے لیے اگر انہیں کسی ظالم کی غلامی بھی قبول کرنی پڑتی اور انہیں اپنی عزت نفس اور قومی  
مفاد سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے تو وہ اس کے لیے آمادہ تھے۔ مظلوموں کی چیزیں بے بسوں کی آہوں، ملک و قوم کی اخلاقی اور معاشی تباہی  
کی بھی انہیں ذرا پروا نہیں تھی بشرطیکہ ان کی ذات محفوظ رہے اور ان کے مفادات پر کوئی آنچ نہ آئے۔ ظالم کے سامنے ٹوٹ جانا، حق کی  
سر بلندی کے لیے جان کی بازی لگانا، مظلوموں اور بے کسوں کی امداد کے لیے تمام مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر میدان میں کود پڑنا  
فاسقوں کو زیب نہیں دیتا اور نہ یہ ان کے بس کا روگ ہے۔ اس کے لیے تو اول العزم ہستیاں ہی منتخب کی جاتی ہیں۔

۶۰ حضرت ابن عباسؓ "اسفونا" کا معنی کرتے ہیں غاظولنا و اغضبونا؛ ہمیں انہوں نے ناراض کر دیا۔ ان لوگوں نے  
جو بنا تھا زور پر اختیار کیا تھا، وہ ان کو غضب الہی سے بچا نہ سکا، چنانچہ وہ غرق کر دیے گئے۔

۶۱ سلف کہتے ہیں پیش رو کو۔ والسلف المتقدم اور مثلاً کا معنی حجت اور پند و معظمت ہے۔ مثلاً ای عبرۃ لیس  
یعنی قوم فرعون کے بعد جو آئیں ان کے لیے ان کے حالات میں پند و معظمت اور حجت ہے اور ان کا تذکرہ ضرب المثل کے طور پر  
کیا جاتا ہے۔

۶۲ اس مقام پر حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت  
پڑھی وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم یعنی لے شرکین! تم اور جو چیز اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے،





مُسْتَقِيمٌ ۱۱ وَلَا يَصِدَّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۱۲ وَلَكِنَّا

راستہ ہے۔ کہیں روک نہ دے تمہیں شیطان (اس رولے) بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور جب

جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَابْيِّنَ لَكُمْ

آئے عیسیٰ علیہ السلام آدھن نشانیاں لے کر تو فرمایا میں آیا ہوں تمہارے پاس حکمت لے کر اور میں بیان کروں گا تم سے

بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۱۳ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

کچھ بات جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور میری فرمانبرداری کیا کرو ۱۳ یقیناً اللہ تعالیٰ وہی

آپ کا قیامت سے پہلے تشریف لانا وقوع قیامت کی شرائط میں سے ہے اس لیے جب آپ نازل ہوں گے تو لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ اب قیامت قائم ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ علامہ زبیری لکھتے ہیں کہ ای شرط من الشرط العلم بفسحی شرط علمنا لحصول العلم بہ اکتشاف یعنی وقوع قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہیں اور اس علامت اور شرط کو علم کہا گیا کہ لوگوں کو علم حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول امامیث صیحو سے ثابت ہے جن کے انکار کی جرأت کوئی ایمان دار انسان نہیں کر سکتا۔ ان متعدد صحیح امامیث میں سے ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے جسے صحیح مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلن عیسیٰ ابن مریم حکماً عادلاً ویکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر و یضعن الجوزیۃ ولتترکن القلاص ویسعی علیہا ولتذہبن الشحناہ والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال ولا یقبلہ احد۔ یعنی یقیناً عیسیٰ ابن مریم مکہ ماہل کی مشیت سے آسمان سے نازل ہوں گے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے چوزیا مٹا دیا جائے گا اور آدھن نشانیاں لے کر آؤں گا۔ مدیونہ اور حد کا نام و نشان نہ رہے گا۔ لوگوں کو مال قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی لیکن اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ کا ماحظ یہ فیما القرآن۔

۵۶ میں عیسیٰ علیہ السلام کو علیل اللہ معجزات سے متوہد کر کے بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ اس وقت بنی اسرائیل کی حالت یہ تھی کہ مذہبی بحثیں اور مناظرے روزمرہ کا معمول تھے۔ ایک دوسرے کی تکفیر پر نندیدہ مشغلہ تھے۔ دین ان کے لیے اتحاد و اتفاق کا منبع نہ رہا تھا بلکہ علفشار و انتشار کا سبب بن گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ آؤ میں قرہ حکمت لے کر آیا ہوں۔ اگر تم تعصب اور بے حجابانہ کا طریقہ چھوڑ دو گے تو تمہارے بہت سارے مختلف فیہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ مناظرہ بازی کا پتھر ختم ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ تیبیہ بھی فرمادی کہ میری رہنمائی سے وہی فائدہ اٹھائے گا جس کے دل میں سندا کا خوف ہو اور وہ میری اطاعت کرنے کے لیے تیار ہو۔

رَبِّي وَرَبِّكُمْ فَأَعْبُدُوا هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ

میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ پس اس کی عبادت کیا کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے اللہ پر استغناء کرنے والے گئے

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ قَوْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

ران کے، اگر وہ آپس میں ۱۷۷ ہیں بلاکت ہے ظالموں کے لیے دردناک عذاب کے دن

الْيَوْمِ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ

سے - کیا یہ لوگ قیامت برپا ہونے کے منتظر ہیں کہ آجائے ان پر اچانک اور انہیں

لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا

خبر تک نہ ہو - گھر سے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو سستی راہ

الْمُتَّقِينَ ۝ يُعْبَادُ لَخَوْفِ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ

پر مینا گاہ ہیں ۱۷۸ اسے میرے سپاہیے، بندو آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم (آج) غمزدہ ہو گے - (یعنی وہ بندے جو

۱۷۷ نیز آپ نے انہیں فرمایا کہ یہ بات ابھی طرح ذہنی نشین کر لو کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی عبادت کرنا ہی لوہو بہت ہے۔ آپ نے اپنی امت کو پہلے ہی ان فرشتوں پر تشبیہ کر دی جن میں وہ قبلا ہونے والے تھے۔

۱۷۸ ان کے بھی اشتکافات کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ضیاء القرآن جلد اول سورۃ النساء آیت ۱۷۷۔ نیز ضیاء القرآن سورہ مریم آیت ۱۷۷۔ جلد سوم

۱۷۹ قیامت کے دن دنیا کے سارے جہان چاکے یا رلنے اور دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ ہر شخص یہ چاہے گا کہ اس کے حصے کا مذاب بھی اس کے دوست پر تسلط کر لیا جائے۔ وہ ایک دوسرے سے دور جاننے کی کوشش کریں گے ایک دوسرے سے بیزاری کا اعلان کریں گے، لیکن وہ لوگ جو پرہیزگار تھے اور محمد رسول اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ان کی دوستی اس روز بھی سلامت رہے گی۔ چنانچہ امام سلمہ نے یہ روایت نقل کی ہے عن ابی

ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقول یوم القیامۃ ابن المتحابون بجلال الیوم اظہلہم فی ظلی یوم لظہل الا ظلی یعنی کیا ان میں وہ آپس میں محبت کرنے والے؟ مجھے اپنے مجال کی تم میں ان کو آج اپنے ملنے کے نیچے جگہ دوں گا۔ جبکہ میرے سامنے کے غیر اور

کوئی سایہ نہیں ہے۔ یہ سستی نے شعب الایمان میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو أن عبدین تجابا فی اللہ عز وجل واحد فی المشرق والآخر فی المغرب لجمع اللہ بینہما یوم القیامۃ یقول هذا الذی کنت تحتہ فی حضوری ان اللہ تعالیٰ علیہم



امْنُوا بِاللَّيْتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۱۹﴾ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ

ایمان لے آئے تھے ہماری آیتوں پر اور فرمانبردار تھے ﴿۱۹﴾ (بگم ہوگا) داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں

تُحْبَرُونَ ﴿۲۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِخَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَآكُوبٍ وَفِيهَا

خوشی خوشی ہے ﴿۲۰﴾ گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال اور حساب اور وہاں

مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَكْدُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۱﴾ وَ

ہر چیز موجود ہوگی جسے دل پسند کریں اور آنکھوں کو لذت ملے۔ (مزید باریں) تم وہاں ہمیشہ رہو گے ﴿۲۱﴾ اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۲﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ

یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا لیے گئے ہو ان اعمال کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لیے یہاں بکثرت پھل

نے فرمایا اگر دو بندے اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا تھا تو قیامت

کے دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا اور فرمائے گا کہ یہ وہ آدمی ہے جس کے ساتھ تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔ (مظہری)

﴿۱۹﴾ یہی لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کیا کرتے تھے انہیں یہ شرفہ جائز فرمایا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے

المرء مع من أحبّ کہ روزِ حشر یہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت تھی تو فرمایا کہ جب مشاقِ مجالِ مصطفوی

صاحبِ لواہِ الحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنگت اور رفاقت میں ہوں گے تو پھر خوف کیا اور غمزن کیوں؟

﴿۲۰﴾ ان خوش نصیبوں کو کہا جائے گا کہ تم ہی جنت میں تشریف لے چلو اور تمہاری بیویاں بھی علامہ پانی پتی تحبیروں کی تشریح کرتے

ہونے لگتے ہیں ای تسرون مسروذا بیظہر حبارہ علی وجوہکم یعنی تم اس روز اتنے خوش ہو گے کہ مسرت کن نشانیاں تمہارے

شگفتہ چہروں اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے نمایاں ہوں گی۔ تحبیروں کا ایک اور معنی بھی کیا گیا ہے۔ قال زجاج فی قولہ تعالیٰ انتم و

ازواجکم تحبیرون معناه تکرمون اکراما علیا بالغ فیہ لسان العرب یعنی تمہیں اور تمہاری بیویوں کو بڑی شان و عزت سے جنت

میں جانے کا اذن ملے گا۔

﴿۲۱﴾ انفس جو پاویں گے اور آنکھیں جس سے منظور ہوں گی ہر شخص کو وہی ملے گا، البتہ سب نفس ایک ہی چیز کے طلب کار نہیں ہوں

گے سب آنکھیں ایک چیز کی چیزوں کو دیکھ کر روشن نہیں ہوں گی۔ ہر شخص کا اپنا ذوق اور ہر شخص کی اپنی نگاہ ہوگی۔

ہے مجھے تو پسند اور جنوں کو میلی

نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی



كثِيرَةً مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۱۶﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّهِمٍّ خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾

ہیں ان میں سے کماؤ گے (جو بھی پاپ ہے) بے شک عظیم عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ۱۶

لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْسَوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا

نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے (یہ عذاب) اور وہ اس میں اس توڑ بیٹھیں گے - اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ (اپنی جانوں پر) ظلم

هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۱۹﴾ وَنَادَوْا أَيْمَانَهُمْ لِيُقْضَىٰ عَلَيْكَ رَبُّكَ قَالَ إِن كُنتُمْ

ڈھلنے والے تھے ۱۹ اور وہ پجاریں گے اسے مالک! بہتر ہے کہ تمہارا رب ہمارا تمہاری کر ڈالے۔ وہ جواب دے گا کہ تمہیں

مَّا كُنتُمْ ﴿۲۰﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿۲۱﴾

تو سنا ہمیشہ جلتے رہنا ہے لگے بے شک ہم نے تمہارے پاس (راہ) حق لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے تھے -

حضرت ثوبانؓ یہی ہیں کعب اور ان کے ہم شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہم بارگاہ رسالت کی ماضی پر سب کچھ قرآن کرنے والے ہوں گے، بعض دیار الہی کی تالیف وہاں حاضر ہوں گے۔ فالصوفی الذی مشقواہ الوصل العریان بلا کیف و دوام رؤیۃ اللہ سبحانہ کلہ ذلک واما غیرہ فکلہ من نعماء الجنۃ ما یشتہیہ۔ (مظہری) یعنی وہ صوفی جس کا مقصد وحید اللہ کا دیدار ہے حجاب اور وصال دائمی ہے اسے یہ نعمت بخشی جائیگی اور اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کو جنت کی نعمتوں سے ان کی چاہت کے مطابق سرفراز کیا جائے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جنت میں گھوٹے ہونگے؟ ایک ایرانی بولا کیا وہاں آؤٹ ہونگے؟ دونوں کو فرمایا اگر تمہیں خدا جنت میں لے گیا تو تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ (مظہری) نے ۱۶ پتلے اپنے طبع و فطرت اور بندوں پر اپنے بے پایاں انعامات اور غیر محدود اسماوات کا ذکر فرمایا اب ان کا حال زاریاں کیا جا رہے جو عجز و عجز کی بنے رہے بناوت و سرکشی کا علم بند کیے رہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی دل آزاری ان کا شمار رہا کسی چیز کی شدت کے کم کرنے کو عرب میں فقر کہتے ہیں جب شدید بیمار ہو اور پھر وہ ہلکا ہو جائے تو کہتے ہیں فقرت عند الہمی اذا سکت قلبہ لا یبلسون، آیسون من الرحمة۔ رست ما یس ہونے والے یعنی عرصہ دراز گزرنے کے باوجود ان کے عذاب میں تخفیف نہ کی جائے گی۔ وہ جیسے چلاتے رہیں گے سر جھوٹے رہیں گے فریادیں کرتے رہیں گے لیکن کوئی شرفائی نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ مایوس ہو جائیں گے اور یقین کر لیں گے کہ اب اس جہنم سے رہائی کی کوئی امید نہیں۔

۱۸ لیکن یہ ان کا اپنا تصور ہے ہم نے قرآن پر کھلم کھلی زیادتی نہیں کی۔ انہیں عقل و فہم کی قومیں بخشیں ان کے پاس اپنے رسول جیسے پھر انہیں عرصہ دراز تک سوچنے اور سمجھنے کی ہمت دی۔ پھر انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے طرح طرح کے آلام و مصائب میں مبتلا کیا۔ یہاں ہم وہ دیکھے اور کفر پر اٹھے رہے۔ اب اپنے کیے کی سزا جگت رہے ہیں۔

۱۹ لگے زندگی بڑی عزیز چیز ہے۔ موت کو کوئی پسند نہیں کرتا لیکن دوزخی دار و روز جہنم سے کہیں گے کہ اگر ہماری سمائی اور بخشش کی



الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۳۷﴾ فَذَرَهُمْ مَخُوضًا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

عرش کا وہ جس میں عرش سے جو یہ بیان کرتے ہیں ۳۷ پس وہ لے جیسا آپ نے ہیں انہیں کہ یہ وہ ہیں جو اپنے لیے نہیں اور کھیل تماشا کرتے ہیں حتیٰ کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۳۸﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي

فلمات پہنچنے ان کی اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ۳۸ اور وہی ایک آسمان میں خدا ہے اور زمین میں بھی

الْأَرْضِ إِلَهٌُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۳۹﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَكَ السَّمَوَاتِ

خدا ہے۔ اور وہی بہت دانہ سب کچھ جانتے والا ہے ۳۹ اور بڑی برکت والا ہے وہ جس کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾

اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

ہوتا تو کیا میں اس کے سامنے بے ساختہ طور پر سر بسجود نہ ہو جاتا میرا ایسا نہ کہ تا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس سے پاک اور بہت پاک ہے کہ کسی کو اس کا بیٹا یا بیٹی کہا جائے۔

یہاں شرط بھی محال ہے اور جزا بھی محال ہے اور ایک محال دوسرے محال کو مستلزم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو بیٹا ہونا بھی محال اور میرا اس کی عبادت کرنا بھی محال ہے۔

اس آیت کا یہ مضموم بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں ان شرطیں نہیں بلکہ نافیہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں۔ عابدین کا معنی آذنبین ہے یعنی میں اس کذب و افتراء کو تسلیم کرنے سے سب سے پہلے انکار کرتا ہوں اور اس کے خلاف علم بنیادت لبتہ کہتا ہوں۔

قال الجوہری: وقال ابو عمر قولاً: فانما اول العابدین من الالف والنضب، قال ابن الاعرابی فانما اول العابدین امی الفضاب الالفین (قرطبی)

۳۷ کفار کی بہتان طرازیوں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی تشریح و تفسیر کا بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات جو آسمانوں کا خالق بھی ہے اور ملک بھی زمین بتائی بھی اس نے ہے اور اس میں محم بھی اسی کا چلتا ہے۔ عرش پر بھی اسی کی کبریائی کے پرچم لہرا رہے ہیں ایسی عظیم و علیل ہستی کو اولاد کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہر چیز اس کی ممکن ہے اور وہ صمد اور بے نیاز ہے۔

۳۸ لے محبوب! آپ انہیں نظر انداز کر دیجیے اور ان کے ہاسے میں نگر نہ نہ دیکھیے ان میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اسی اترکھم مخصوصاتی باطلہم ویلصوفی دنیا ہم (قرطبی) جب قیامت کا دن آئے گا تو اس وقت ان کی سسکھیں کھیں گی۔

۳۹ آسمانوں میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اسی کی عبادت کی جاتی ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ



وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور نہیں اختیار رکھتے جنہیں یہ اللہ کے سوا پڑھتے ہیں شفاعت کرنے کا ان شفاعت کا حق انہیں ہے جو حق کی گواہی ہیں

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ

اور وہ اس کو جانتے ہی ہیں اللہ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو یقیناً کہیں گے اللہ نے

فَأَنْتَ يُؤْفَكُونَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ لَهُ يَرْبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۷﴾ فَاصْفَحْ

پر کہ مرے لئے پھر رہے ہیں ۲۶ اور تم ہے میرے رسول کے اس قول کی کلیے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ۲۷ پس رسلے

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلِّمْ وَسَلِّمْ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾

عجیب! زینب! اور میرے پیچھے ان سے اور فرمائیے تم سلامت ہو وہ اس کا انجام ضرور جان میں گے ۲۸

اس کی کوئی اولاد ہے۔

۲۵ کفار اس گمبخت میں تھے کہ یہ نبوت اور فرشتے ان کی شفاعت کریں گے۔ بتادیا کہ ایسا نہیں ہوگا ہر ایک کی مجال نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں شفاعت کرنے کی جرأت کر سکے اور نہ ہر شخص اس قابل ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے۔ شفاعت کرنے کا وہ مہماز ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی بھی دے اور اس کی یہ گواہی علم یقین پر مبنی ہو اسی طرح شفاعت اس کی کی جائے گی جس کا نام ایمان پر ہوا ہو۔ یہ بات خوب ذہنی نہیں رہے کہ شفاعت صرف ان گناہ گاروں کے لیے ہوگی جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جن کا خاتمہ کفر یا شرک پر ہوگا ان کے لیے شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

۲۶ عجیب! حق لوگ ہیں! یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اس کے علاوہ دوسروں کو اپنا مہبود بنا تے ہیں اور اس طرح راہ حق سے روگردانی کرتے ہیں۔

۲۷ حضور رحمت و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کو آشکارا کر دیا۔ شک و شبہ کے بادل چھٹ گئے۔ قرآن کریم کے اہمازانے ان منکرین کے چمکے چمکے نظریے اور ان پر سکتہ طاری کر دیا۔ اس کے باوجود وہ اپنے باطل سے پھٹے پھرتے پڑھتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خداوند و اولیٰ اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی! یہ جسے مندی اور ہٹ و حرم لوگ ہیں! یہ ملتے ہی نہیں۔ آفتاب وایت طلوع ہو چکا ہے! لیکن یہ اسے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ ادب بڑی پسند آئی اور اس قول کی قسم اٹھائی جو لبِ مصطفیٰ علیہ افضل التمیۃ و اجمل الشان سے نکلا۔

۲۸ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اسے میرے عجیب! آپ بھی ان سے زینب! اور پھر لیجیے۔ اب ان سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔



ان کے لیے سلامتی اور ہدایت کی دعا مانگتے رہا کیجیے۔ عنقریب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور حقیقتِ مالِ جان میں گئے۔ اگر حق کو قبول نہ کیا تو اپنی سزا پائیں گے اور اگر قبول کر لیا تو فردوس بریں کے دروازے ان پر کھول دیے جائیں گے۔  
 علامہ ابو حنیان الاندلسی اور علامہ محمود الرسی کی رائے یہ ہے کہ یہاں سلام دعا نہیں بلکہ ان سے اپنی بات اور قطعِ تعلیق کے اعلان کے لیے استعمال ہوا ہے۔ فلیس ذلک امر بالسلام علیہم والتحیة وانما امر بالمسارکة وحاصلہ اذ ابیتم القبول فامرہم بالتسلیم منکم (روح المعانی) علامہ ابو حنیان لکھتے ہیں وعید لہم وتہدید وموادعة (مجموعہ) یعنی قل سلام میں کفار کو خطاب کی وعید اور جو بھی وہی ہمارا ہی ہے اور ان سے نہائی کا اعلان مقصود ہے۔

اللہم لک الحمد ولک الشکر علی ما ائمت علی وفقتنی وعلی حبیبک وصفیك  
 ونبینا وشفیعنا محمد وآلہ واصحابہ افضل الصلوات واجعل التسلیمات  
 واحسن التعمیات۔ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب فاطر السموات و  
 الارض انت ولی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلماً والحقنی بالفضالحمین۔

# تعارف

## سُورَةُ الذُّخَانِ

**نام :** اس سورت کا نام الذخاں ہے۔ یہ کھل آیت مطا میں مذکور ہے۔ اسی سے اس کا نام ماخوذ ہے۔ اس میں تین رکوع، ستاون یا اٹھسہ آیتیں، تین صد چھیالیس کلمات اور ایک ہزار چار سو اکتیس حروف ہیں۔

**زمانہ منقول :** وہ سورتیں جن کی ابتدا حسم سے ہوتی ہے ان سب کا زمانہ نزول قریب قریب ہے۔ اگرچہ سال و ماہ کے تعین کے لیے ہمارے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں، لیکن جس واقعے کا ذکر سورہ ذخاں میں ہے اس سے اس کے زمانہ نزول کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

کفار کا عناد اور اسلام سے ان کی عداوت حیب حد سے بڑھنے لگی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں نقرہ و مسابین پر قلم و تشدد شروع کر دیا، سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی الھی! ان کو عہد یوسفی کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا کر تاکہ دولت کا شماران کے دماغوں سے نکلے اور جب پے درپے فاقوں سے جان لبوں پر آئے تو شاید ان کے دل پسیج جائیں اور یہ حق کو قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کی دعا قبول فرمائی۔ میند برسنا بند ہو گیا۔ خشک سالی سے ہر طرف خاک اڑنے لگی۔ اشیائے خوردنی بازار میں نایاب ہو گئیں۔ وہ مَرُواد کھانے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حضور کی دعا کا اثر ہے اور جب تک حضور کے دست مبارک دعا کے لیے ہار گا، الھی میں نہیں اٹھیں گے، یہ جلا نہیں ملے گی۔ چنانچہ ان کے منگبڑ سرداروں کا ایک وفد جس میں ابوسفیان بھی تھا، ہارگا و نبوت میں حاضر ہوا اور متقی ہوا کہ حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس قحط سے نجات بخشنے۔ ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ سزا پارحمت و رافت نبی کے مبارک ہاتھ دعا کے لیے اٹھے۔ میند برسنا شروع ہو گیا اور قحط کی ہلاکت اگیڑیوں سے انہیں نجات مل گئی۔

**مضامین :** اہل مکہ کی وہی دیرینہ بیماریاں ہیں اور انہیں کا علاج یہاں مقصود ہے۔ قرآن کریم کو وہ کلام الھی ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس سلسلہ میں شکوک و شبہات کے وہ انبار لگا دیا کرتے۔ ان کے ازالہ کے لیے فرمایا یہ تو کتاب بہین ہے۔ اس کا انداز بیان اس کے بڑا حکمت مضامین خود بتا رہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کتاب کے نزول سے تم گونا گوں مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے ہو اور تمہیں نحوست نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، یہ تمہاری کج فہمی ہے۔ یہ کتاب تو میں و برکت کا سرچشمہ ہے۔ وہ رات جس میں یہ نازل ہوئی، اس کے نزول کے باعث دوسری راتوں پر فوقیت لے گئی۔ سال کے بعد جب وہ رات لوٹ کر آتی ہے، اللہ تعالیٰ کے دریاے رحمت میں جوش آجاتا ہے اور انگنت لگ بھگروں کو نوید بخشش سنادی جاتی ہے۔

دوسرا روگ جس میں وہ بڑی طرح مبتلا تھے، شرک تھا جس نے ان کی توانائیوں کا آخری قطرہ تک چوس لیا تھا۔ اس سورت میں اس کے علاج کی طرف توجہ مبذول کی جا رہی ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ جن بتوں اور معبودانِ باطل کو تم اپنا خدا سمجھتے ہو، جو کل تک ان گھڑے پتھر کی صورت میں کسی پہاڑ میں پڑے ہوئے تھے، تمہارے سنگتراش نے انہیں اٹھایا اور اپنے فن کی قوت سے اس سے ایک صورت تراش دی۔ تم خود ہی بتاؤ یہ بے جان پتھر بھی جلا لیں تمہارے نفع و نقصان کے مالک بن سکتے ہیں۔

کفار کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنی دولت اور اثر و رسوخ پر بڑے نازاں ہو اور اپنے حالات پر پوری طرح مطمئن ہو۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں اصلاحِ احوال کے لیے کسی نئی دعوت کو قبول کرنے کی ضرورت نہیں، تم نے زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ بالکل سیدھا سادہ ہے، جن نظریات و افکار کی بنیادوں پر تم اپنے اعمال کی دنیا تعمیر کر رہے ہو وہ بالکل صحیح ہیں، تم نے زندگی بسر کرنے کے جو انداز اختیار کر رکھے ہیں، ان میں کسی اصلاح کی گنجائش نہیں، اس لیے تم نہ آیاتِ الہی میں غور کرتے ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کی مخلصانہ کوششوں کو بار آور ہونے دیتے ہو۔ یہ گھنڈہ تمہیں منہ کا پٹے کا تم سے پہلے فرعون نے ہی روش اختیار کی تھی اور تم خوب جانتے ہو کہ ہاں جاہ و جلال اس کا انجام کتنا جہنمک ہوا تھا۔ وہ لوگ قیامت کے بھی منکر تھے اور اس انکار پر انہیں شدید اصرار تھا۔ وقوعِ قیامت کی حکمت بیان فرمادی کہ اگر قیامت کے عقیدے کو خوار نہ کر دیا جائے، تو یہ جہان ایک کھیل تماشا بن کر رہ جائے گا جس میں جس کی لالچی اس کی جینس کا قانون نافذ ہوگا۔



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَخَمِیْسًا اِیْمًا تَلٰوْنَهَا

سورہ دخان کی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے آیات ۵۹ رکوع ۲

## حَمْدٌ ۙ وَ الْكِتَابِ الْمُبِیْنِ ۙ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا

عامیم لے سخن کو واضح کرنے والی کتاب کی قسم لے بیٹھنا ہم نے آرا سے لے لے ایک بابرکت رات میں لے ہماری یہ شان ہے کہ ہم بوقت

لے یہ بھی حروف مقطعات میں سے ہیں ان کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے بعض علماء نے فرمایا: تاحی اور میم ترمیم کی طرف اشارہ ہے لے اس کی وضاحت بھی سورہ زخرف میں گزر چکی ہے۔

لے یہ قسم علیہ ہے یعنی ہمیں اس کتاب میں کئی قسم۔ اس کتاب کو ہم نے ہی نازل فرمایا ہے۔ نہ یہ انسانوں اور جنوں میں سے کسی فرد واحد کی تصنیف ہے اور نہ دانشوروں کے کسی پور ڈننے باہمی مشوروں سے اس کا ستودہ تیار کیا ہے۔

لے میں نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور بڑی نیرو برکت والی رات میں اس کو نازل کیا ہے۔ وہ کون سی رات تھی علماء کے اس میں دو قول ہیں۔ حضرات ابن عباسؓ، قتادہ اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ لیلۃ القدر تھی کیونکہ سورہ قدر میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ اور مکرر اور ایک جہامت کا خیال ہے کہ یہ پندرہ شعبان کی رات تھی لیکن صحیح پہلا قول ہے۔

ویسے نصف شعبان کی رات بھی بڑی برکتوں والی رات ہے۔ اس کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا منہا رھا قال اللہ تعالیٰ ینزل علیہا الغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول اولا مستغفر اعفولہ۔ اولا مسترزق فلرزقہ۔ اولا مبتلی فأعافیہ۔ اولا کذا اذ کذا احتی یطاع العجرج۔ ابن ماجہ۔ والیہ تھی (روح المعانی) ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو جاگا کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو جب سورج غروب ہوتا ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پر نزل فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ جسے کوئی منقرت طلب کرنے والا ناکر نہیں اس کو بخش دوں ہے کوئی رزق طلب کرنے والا ناکر نہیں اس کو رزق دوں ہے کوئی صیبت ناکر نہیں اس کو اس سے نجات دوں۔ یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے۔

دوسری حدیث اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ تھی ہیں کہ ایک رات میں نے حضورؐ کو اپنے بستری نہ پایا تو میں حضورؐ کی تلاش میں لگی۔ میں نے حضورؐ کو جنت البقیع میں پایا کہ آسمان کی طرف حضورؐ نے سر اٹھایا ہر اتنا مجھے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعرة عم کلب۔ رواہ الترمذی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے جس قدر بال ہیں اتنے ہی



## مُنذِرِينَ ۵ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۴ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا

خبردار کر دیا کرتے ہیں ۵ اسی رات میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا ۴ ہر حکم ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے جسے ہم ہی

لوگوں کو انہی سے لے کر اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔

علمائے کرام نے اس آیت کے ضمن میں یہ بحث بھی کی ہے کہ بعض اوقات اور مقامات کو ذاتی لحاظ سے دوسروں پر فضیلت ہے یا نہیں۔ علامین عبد السلام کہتے ہیں کہ ذاتی طور پر کوئی فضیلت نہیں البتہ کسی خاص وقت یا مکان میں بعض اعمال کے روز پر ہونے کے باعث ان کو فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز ان کی نسبت کسی مقدس شخصیت کی طرف ہوجانے تو اس کے باعث وہ وقت اور وہ جگہ مشرف و محترم ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر علامہ آکوسی لکھتے ہیں البقعة التي حضرت - صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فانها افضل البقاع الارضية والسماوية حتى قيل وب- اقول انها افضل من العرش رزوح المعاني

ترجمہ: وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں وہ زمیں و آسمان کے تمام مقامات سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے اور میرا وہ سب بھی یہی ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔ اصحاب طریقت و معرفت فرماتے ہیں اشد اللیالی بركة وقد را لیلۃ یكون العبد فیہا حاضر اقلقب - مشاهد الرب - ینتعمع بانوار الموصلا - یعنی وہ رات برکت اور منزلت کے اعتبار سے بہت بڑی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں دل سے حاضر ہوتا ہے اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے اور نور وصال سے لذت حاصل کرتا ہے۔

۴ نزول کتاب کی حکمت بیان کی جا رہی ہے یعنی ہماری شان یہ ہے کہ ہم آنے والے مصائب و آلام سے بروقت آگاہ کر دیا کرتے ہیں تاکہ جو ان سے بچنا پائے وہ اپنا بچاؤ کر لے۔ وانزلنا الانذار والتمخذا من العقاب (کشف) ۵ امام لغت جوہری نے فرق یفرق کا معنی بقیق کیا ہے یعنی کسی چیز کو واضح کر دینا (صحاح) اصحاب تاج العروس نے اس معنی کے علاوہ دوسرا معنی یقضی کیا ہے یعنی فیصلہ کرنا (تاج العروس) حکیم: ذوالحکمة او هو المحکم ای الذی لا اختلاف فیہ ولا اضطراب (لسان العرب) حکیم کے دو معنی ہیں حکمت والا اور پختہ جس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

بتایا جا رہا ہے کہ اس بابرکت رات میں وہ ملائکہ جو عالم سکون میں مختلف فرائض کی انجام دہی کے لیے متعین ہیں سال بھر کے لیے ان کو ان کے متعلقہ فرائض کے بارے میں تفصیل سے بتایا جاتا ہے اور اگر یفرق یعنی یقضی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آنے والے امور کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ ہر حکیم سے مراد یہ ہے کہ ایسا کام جو سراسر حکمت ہی حکمت ہو یا حکیم سے مراد حکم ہے یعنی یہ فیصلہ سچا ہے۔ اس میں کسی طرح کا تغیر ممکن نہیں۔

۵ یعنی یہ فیصلے میری بارگاہِ اقدس و جلالت سے صادر ہوتے ہیں اور جو فیصلہ ہماری بارگاہ سے صادر ہوگا یقیناً وہ خیر و برکت کا حامل ہوگا۔ عدل و احسان کا آئینہ دار ہوگا۔ اس مبارک رات میں جو فیصلے کیے جاتے ہیں ان کی عظمت شان کے اظہار کے لیے امرا من عندنا کے الفاظ ذکر کیے گئے۔ امام رازی نے امرا کے منسوب ہونے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔ ان - نصب علی

مُرْسِلِينَ ۞ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۗ رَبِّ السَّمَوَاتِ

کتاب رسول بھیجتے ہیں شہ سراہت آپ کے رب کی طرف سے بیشک وہی سب کھنسنے والا جاننے والا ہے ۞ وہ جو رب ہے آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَكَايِنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُّوقِنِينَ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اگر تم ایسا انداز ہر شے نہیں کرتی مہر و پیکر اس کے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۞

الاختصاص۔ کہ مخصوص ہونے کی وجہ سے یہ منصوب ہوا۔ یا یہ حال ہے۔ اس کا ذوا عمل ازناہ کی ضمیر قائل ہوگی۔ یا ضمیر مفعول۔  
شے ہر قرآن کریم کو نازل کرنے والے اور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت فرمانے والے میں۔ قرآن میں کتاب میں کا  
نزل اور آپ جیسے رسول معظم کی بعثت آپ کے رب کریم کی رحمت بے پایاں ہے۔ آپ کے رب کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ وہ  
شجر ہا در میں بچے کی نڈا انشور و نڈکے تمام وسال مہیا فرماتا ہے۔ اس سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہر ادھوس کے تندو تیز ریلوں کے  
سولے کرے اور ان کی دستگیری نہ کرے۔ انہیں مگر ابھی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑنے اور ان کی رہنمائی نہ کرے۔

۞ وہ اپنی مخلوق کی انتہاؤں کا کسٹنا بھی ہے اور انہیں قبول بھی فرماتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی ہر طرح کی ضروریات سے باخبر ہے  
اور ان کے دلوں کے احساسات و معاملات کو بخوبی جانتا ہے۔

شے اس آیت سے جہاں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مانتا ہے پھلتا ہے جس کی دستیں بلند ہیں اور پستیوں کو اپنے دامن میں سینٹے ہوئے ہیں  
اور جس کی ذرہ فرازیاں ہر خرد و کلاں کا سارا بنی ہوئی ہیں۔ وہاں قرآن کی رحمت شان اور جلالت منزلت کا ظہور ہی حاصل ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی بتا دیا  
کہ جب ہر چیز پروردگار وہ ہے تو حکم بھی اسی کا ناطق ہوگا۔ کسی بندے کو یہ نریب نہیں دیتا کہ وہ چون و چرا کرے۔ ان کتتم موقنین سے  
گفار کہ شنبہ کیا جا رہا ہے کہ زبان سے تو تم بھی اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تمہارے دل بھی اس کو مانتے  
ہیں تو پھر تمہیں اس کتاب اور صاحب کتاب کی اخامت میں است و مل کر کے کا کوئی حق نہیں۔ رب ماننا اور اس کا حکم نہ ماننا مالک  
کہنا اور اس کے بھیجے ہوئے رسول سے مخالفت کوئی جوش مندا یا نہیں کیا کرتا۔

۞ یہ حقیقت جب روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ بلند یوں اور پستیوں میں جو کچھ ہے اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا  
کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اس کا ہر فیصلہ اس کی رحمت کا مظہر ہے۔ اب اس حقیقت سے انکار ہی پرلے درجے کی حماقت ہے کہ  
لا الہ الاہو ہے شک صرف وہی مہر و ہے وہی اس کا سزا دہ ہے کہ اس کی بندگی اور عبادت کی جلتے۔ زندہ کرنا اور مارتا ہی کی شان  
ہے۔ کان کھول کر سن لو اقبال خالق و مالک بھی وہی ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا جن کا نام لے کر تم جیتے ہو میں کی طرف اپنی نسبت پر تم اترتے  
ہو اور جن کی جا سید اول کے مالک اور وارث ہو۔ ان کا خالق اور مالک بھی وہی ہے۔ ایسی باکمال اور ذوالجلال والا کلام ہستی پر ایمان نہ لانا  
بڑی نادانی ہے۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ ۝۸ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝۹ فَارْتَقِبْ

تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔ بگڑو شک میں نہ سے کھیل رہے ہیں سلاہ پس آپ انتظار کریں

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝۱۰ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۱

اس دن کا جب ظاہر ہوگا آسمان پر صاف نظر کرنے والا دُحَانُ — جو چھا جائے گا لوگوں پر۔ یہ دردناک عذاب ہوگا۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝۱۲ أَلَمْ يَكُن لَكُمْ آيَاتٌ مِّن قَبْلُ ۝۱۳

(اس وقت کہیں گے، اے ہمارے رب! ڈور کھینچے ہم سے یہ عذاب۔ ہم (اچھی ایمان لائے تھے میں سلاہ ان کے نصیحت قبول کرنے کی امید کہاں مالا کھرا

۱۲ یہ لوگ درحقیقت فریقین سے محروم ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ان کے دل کی آواز نہیں ممالک کی سنگینیاں جب انہیں اپنے نرسے میں لے لیتی ہیں، اس وقت وہ اپنے مہبودان باطل کو بے بس پاتے ہیں تو مجبوراً مان لیتے ہیں کہ اس عالم کا کوئی خالق ہے اور جب حالات کی شدت میں تخفیف ہونے لگتی ہے تو پھر وہ اپنے پڑائے کفر کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ شک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں زندگی کا انہوں نے ایک دل گئی سمجھ رکھا ہے۔ ہم و نفس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں تو پھر انہیں کسی اور چیز سے سروکار نہیں۔ خدا کو ماننا یا نہ ماننا ان کے نزدیک کوئی اتنی اہم بات نہیں۔ ان کی ساری توجہ اور ساری گوشائیں ایک لفظ پر مرکوز ہیں اور وہ ہے ان کی معاشی خوش حالی۔ اس کے علاوہ تمام چیزیں کھیل اور مذاق ہیں۔

۱۳ انہیں اپنی دولت و ثروت پر بڑا مان ہے، ان کے تجارتی کارواں زردی ہم سے لے لے ہوئے واپس آتے ہیں۔ اس خوش حالی نے انہیں مغرور بنا دیا ہے۔ وہ حق کی آواز کو تو جیسے سنتے ہی نہیں۔ قرآن کریم کی آیات، بیانات میں تذبذب کرنے کی مزدورت انہوں نے کئی برس ہی نہیں کی، لے محبوب! آپ قہر سے انتظار کریں۔ ہم انہیں قوط سالانہ کے شکر میں یوں کس دیں گے انہیں چھٹی کا دو دو حیا دا دے جائے گا۔ نہ بادل گھر کر آئیں گے نہ مینڈر سے گا۔ نہ ان کے صحراؤں میں نہ ہمارے کھیت، ہمارا دکھائیں گے ان کے کھیت اور چراگاہیں ویران ہو جائیں گی، ہر طرف خاک اڑے گی، ساری فضا گر و آلود ہو جائے گی۔ یوں محسوس ہوگا کہ ہر طرف دُحَانُ ہی دُحَانُ پھیل گیا ہے۔ پاجوک کی وجہ سے اتنی نقاہت ہو جائے گی کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا اور یوں محسوس ہوگا جیسے ہر چیز دُحَانُ میں چھپ کر رہ گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کو کور سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں نزول اجمالی فرمایا تو اہل مکہ اور گرد و نواح میں بسنے والوں کو قوطنے آیا۔ نبت یابن جبار سید کو مژدارا دے گئے کھا کھا کر وقت گزارنے لگے۔ اپنے چھوٹے بڑے سب بتوں کے سامنے بڑی دروندانہ اتھاریں کیں لیکن سب بے سود۔ آخر اوسقیان ہارگا و رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کی قوم بہوک سے ہلاک ہو گئی ہے۔ آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اس حدیث سے میری نجات بخشے خدعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مستقوا الغیث۔ چنانچہ حضور نے دعا فرمائی اور بارش برسنے لگی۔



جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عُنُقَهُ ۝ وَقَالُوا مَعَلَمٌ مُّبِينٌ ۝ اِنَّا

کے پاس تشریف لے آیا روشن رسول - پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تھا اس سے اور کہا کھایا ہوا ہے، دیرانہ ہے ۱۱۷

كَاشَفُوا الْعَذَابَ قَلِيلًا اِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

ڈور کرنے والے ہیں عذاب کو تھیلے عرصہ کے لیے تم پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے - جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے

الْكُبْرَىٰ اِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ

اس روز ہم (ان سے) بدلہ لے لیں گے ۱۱۸ اور ہم نے آزمایا تھا ان سے پہلے قوم فرعون کو اور آیا تھا ان کے پاس

یہ آیات کو کمر میں نازل ہوئیں۔ ان میں قحط شدید کی آمد کی اطلاع دی گئی پھر اس قحط سے بھرپور کوشش کرنے کے رویہ میں جو تبدیلی آنے والی تھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اُنہی لفظوں سے بتا دیا گیا کہ ان کا یہ کہنا (انسا مومنون) محض وقتی مجبوری کے باعث تھا اور نہ سبب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور روشن معجزات کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا تو اب اتنی ہی بات سے وہ ہدایت کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ ان کا شرفوا الخ سے بتا دیا گیا کہ ان سے وہ عذاب ایک عرصہ کے لیے نال دیا جائے گا لیکن وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آئیں گے۔

آیات کی یہ تفسیر جو نگار ہی سے منقول ہے اس کو ان احادیث سے متعارض کہنا جن میں دُخَانِ مَلَامَاتِ قِيَامَتِ کے ضمن میں مذکور ہے قطعاً درست نہیں۔ بلکہ شک قیامت سے پہلے بھی دُخَانِ ظاہر ہو گا جیسے حدیث میں مذکور ہے۔ وہ دُخَانِ مَلَامَاتِ قِيَامَتِ میں سے ہو گا اور یہ الگ واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اس لیے قطعاً کوئی تعارض نہیں جیسے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

۱۱۷ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے روشن معجزات اور کمالات دیکھ کر بھی نصیحت قبول نہیں کی اور حضور سے منہ پھیر لیا اور جہانت جہانت کی بڑیاں برتنے لگے۔ کوئی کہتا کسی نے اس کو یہ باتیں کھائی ہیں، کوئی کہتا نہیں، دماغ چل گیا ہے اسی لیے ایسی آن ہوئی باتیں کرتے کہ کوئی عقل مند انہیں مان نہیں سکتا۔ یقیناً انہیں جنون کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ فقال بعضهم هو معلم قال بعضهم هو مجنون۔ (مفسر ہی)

۱۱۸ جب ہمارے عذاب کا کوڑا ان کی پیٹھ پر لگا تو بلبلا اٹھے۔ منتیں کرنے لگے کہ اگر یہ عذاب ایک مرتبہ ٹل گیا تو ہم نافرمانی سے باز آجائیں گے۔ ہمیں علم ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور اپنی کج روی سے باز نہیں آئیں گے۔ پھر بھی ہم کچھ وقت کے لیے ان سے عذاب نال دیتے ہیں اور ابھی سے انہیں بتائے دیتے ہیں کہ تم وہی کرتوت کرنے لگو گے، البتہ جس روز ہم تم کو سختی سے پکڑیں گے تو بدلہ لے کر چھوڑیں گے۔ اس دن سے مراد پھر کا دن ہی ہو سکتا ہے اور قیامت کا دن بھی۔

وقف الزمر وقف الزمر



رَسُولٌ كَرِيمٌ ۗ اَنْ اَدُوَّالَّذِي عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ اَمِيْنٌ ۗ وَاُو

مغز رسول ﷺ اس نے فرمایا تھا کہ میرے حملے کو وہ اللہ کے بندوں کو میں تمہارے لیے معبر رسول ہوں ﷺ اور

اَنْ لَا تَعْلَوْا عَلٰی اللّٰهِ اِنِّي اَتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۗ وَاِنِّي عٰذْتُ

نہ سرکش کرو اللہ کے مقابلہ میں ﷺ میں نے آیا ہوں تمہارے پاس اپنی رسالت کی اور روشن دلیل ﷺ اور میں نے پناہ لے لی ہے

۱۱۷ مشرکین کے معاندانہ رویے کے ذکر کے بعد اب فرعون اور اس کی قوم کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ اہل مکہ فرعونوں کے مترساک انہام سے عبرت حاصل کریں۔ "ففتنا" کا معنی آزما ہے۔ یہاں ان کی آزمائش کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت موسیٰ کو مبعوث فرمایا جس نے ان کو ان کے باطل عقائد و نظریات پر متنبہ کیا "ان کی سیاسی و صائدیوں پر انہیں نوکھا" وہ جن اخلاقی پستیوں میں گرے ہوئے تھے ان سے باہر نکلنے کی انہیں دعوت دی اپنی صداقت کو عیاں کرنے کے لیے بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ اس کے باوجود وہ لوگ انہی مصلحتوں اور معاشی مفادات کے باعث حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہی ان کی آزمائش تھی۔ رسول کریم و رسول باگاہ رب العزت میں جس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ نیز اپنے اخلاقی حسد اور اطوارِ جلیل کے باعث لوگوں کی نگاہ میں بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔

۱۱۸ فرعون اور اس کی قوم قبلی تھے۔ بنی اسرائیل کا اصل وطن کنعان تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں یہ کنعان سے ترک سکونت کر کے مصر میں آکر آباد ہو گئے تھے یہاں رہتے انہیں صد ہاں بیت گئیں۔ اپنی ضلالت و صلاحتوں میں منت و جفا کشی کے باعث انہوں نے مصر میں اپنا مقام پیدا کر لیا۔ ان کی خوشحالی کے باعث مصری ان سے حسد کرنے لگے قبیلوں نے قومی مصیبت کے جذبہ کو ہرانے کے ان کے خلاف ایک منگولہ ماذن قائم کر لیا حکومت کو بھی ان کے خلاف اسباب مانے لگے ان پر حکومت کا تختہ اللہ کی سازشوں کا بھی اڑام لگا جانے لگا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کو مصر کی شہرت کے حقوق سے محروم کر کے غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے جانے لگے۔ بات بات پر انہیں سزائیں دی جاتیں ان سے جہانِ شقت کے ایسے کام لیے جاتے جن سے حیوانات بھی پناہ مانگتے ان کے مرد قبیلوں کے کیتروں میں کام کرتے ان کے کائنات کو تعمیر کرتے ان کی نجی زندگی میں بھی انہیں کام کی مانند ان کے گروں میں جس سے شام تک گروہوں میں نجی زندگی میں ان کے بچوں کا قتل عام کیا جاتا۔ فریسیک کوئی ایسی ذلت نہ تھی جس سے وہ دوچار نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے ان ظلموں کی فریاد سنی اور انہی میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف رسالت سے شرف کے فرعون کی طرف بھیجا تاکہ آپ اس کو توحید کی دعوت بھی دے اور ان سے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا مطالبہ بھی کریں۔ آپ نے مجھے وہ بار میں جا کر کہہ کر بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن کو تم نے نعت سے اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ان کا استحصال کر رہے ہو اور ان کو ہجرتم کے بنیادی حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔ اب تم اس سے باز آ جاؤ اور ان کو میرے حملے کو رو اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ جب رب العالمین نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور میں اس راہوں ہوں جو خدا کے نزدیک بھی مقرب ہے اور ساری قوم ہی اس پر کامل اعتماد کرتی ہے۔

۱۱۹ ﷺ میرا دوسرا طالب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز آ جاؤ تمہارے ذہن میں خود خدائے کا جو خدائے کا جو ضبط سامیلا ہوا ہے اس کو نکال باہر کرو۔ بندوں کو بندگی ہی زیب دیتی ہے۔ بندہ اگر خدا میں دیکھے گا تو خود بھی برباد ہوگا اور اپنے ماننے والوں کو بھی تباہ کرنے لگا۔

۱۲۰ ﷺ میرا دوسرا طالب ہے دلیل نہیں۔ میں ایسی مضبوط دلیلیں اور روشن معجزات لے کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔



مِنْ جَدَّتِ وَعَيُونٌ ۱۵ وَزُرُوعٌ وَمَقَامِرٌ كَرِيمٌ ۱۶ وَنَعْمَةٌ كَانُوا فِيهَا

ہست سے بانگات اور چشے - (سرسبز) کھیتیاں اور شادمانہ مقامات - اور بہت سارا ساز و سامان جس میں وہ

فَلِكِهِنَّ ۱۷ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۱۸ فَمَا بَكَتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ

بیش کیا کرتے تھے ۱۷ یعنی یہی تھا۔ اور ہم نے وارث بنا دیا ان تمام چیزوں کا دوسرے لوگوں کو۔ پس زردیوان (کی برادی) پر آسمان

وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۱۹ وَلَقَدْ بَعَجْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ

اور نہ زمین اور نہ انہیں مزید بہت دی گئی - اور بے شک ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو

الْعَذَابِ الْمُبِينِ ۲۰ مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِنَ الْمُسْرِفِينَ ۲۱

رُسُلًا كُنْ عَذَاب سے ۲۰ یعنی فرعون (کی غلامی) سے۔ بلاشبہ وہ بڑا ظالم (اور) حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلِيًّا ۲۲ وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ

اور ہم نے چنا تھا بنی اسرائیل کو جان بوجھ کر، جس ان والوں پر ۲۲ اور ہم نے عطا فرمایا انہیں ایسی نشانیاں

فکر نہ کرو ان میں سے ایک بھی نیک نہیں جائے گا جو سب کو غرق کر دیں گے۔ قال لعمریٰ فی الجعر قاصمًا ما ہا ساکنًا و غیر انت البحر طارہ طلی کہتے ہیں کہ زھو کا خمی سکون نہیں بلا اس کثادہ جگہ کو کہتے ہیں جو درختوں کے درمیان ہوتی ہے قبل ایس الرومن سکون بل هو الفرجۃ بین الشیفین طلی ۲۱ کئی اثر انگیز تفسیر ہے اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے کیا عمدہ درس ہے۔ وہ لوگ جو یہ جتھے تھے کہ ان کے دم قدم سے ہی بزمِ موت کی آوازیں رونقیں ہیں۔ اگر وہ نہ رہیں تو کوشش عالم میں خزاں آجائے۔ نہ کوئی کو نسل چھوٹے نہ کوئی غنچہ چکھے نہ کوئی مندلیب لغو فراہ ہو علم و حکمت کے سلسلے پر اراغ گل ہو جائیں بڑھو ویرانی ہی ویرانی ہو۔ درحقیقت یہ میض ان کی خود غرضی تھی کہ وہ اپنے آپ کو اتنا اہم سمجھتے تھے جب ان پر عذاب الہی آیا اور وہ نیست و نابود کر دیے گئے تو ان کی تباہی پر نہ کوئی دل تڑپا نہ کوئی آنکھ اشکبار ہوئی اور نہ کسی نے دوبارہ انہیں یاد کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ انہوں نے سُن گیتی کو اپنی ہونٹا کیوں سے ٹوٹنے اور پامال کرنے کی کوششیں تو عمر بھر کی تھیں لیکن اس کو سنا لے اور اس کو آراستہ کرنے کی انہیں توفیق ہی نصیب نہ ہوئی تھی! پھر ان کو یاد کرنا تو کون اور ان کے فراق میں آسو رہائے جاتے تو کیوں؟

۲۲ غلامی کو عذابِ مبین کہا گیا ہے یعنی رُسُلًا عذاب۔ بے شک کسی قوم پر اس سے بڑا عذاب مستط نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی آزادی اس سے سلب کر لی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر عذاب سے خصوصاً کفار و مشرکین کی غلامی سے منظور رکھے۔ آمین ثم آمین!

۲۳ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جبکہ اقوامِ عالم سے چُن لیا اور رحمتِ حق کا شرف انہیں ارزانی فرمایا۔ یہ سب کچھ بلاوجہ نہ تھا



مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ﴿۲۸﴾ إِنَّ هَؤُلَاءَ لَيَقُولُونَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا

جن میں صریح آزمائش تھی ۲۸۔ بے شک یہ (کفار کہہ رہے تھے) ہمیں ۲۹ نہیں ہے (پہلے لیے) مگر ہماری (ہی)

الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ﴿۳۰﴾ فَاتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۱﴾

پہلی موت اور نہ ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ - بھلا پہلے سے باپ دادوں کو تو زندہ کر کے لے آؤ اگر تم سچے ہو ۳۱

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ان کو اس منصب جلیل کے لیے منتخب فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں بتنی قومیں تھیں ان سب سے اس بار امانت کو اٹھانے کی اہلیت صرف بنی اسرائیل میں تھی۔

۲۸ ان کے دلوں کو فریقین سے متوز کرنے کے لیے انہیں بے شمار معجزات دکھائے گئے درحقیقت یہ ان کا استمان تھا، یہ ان کی آزمائش تھی کہ آیا وہ اس اعزاز کا حق رکھتے ہیں جو انہیں بخشا گیا ہے یا نہیں۔

۲۹ پہلے گفتگو کفار کر رہے تھے اور ان کو کفر سے باز آنے کی تلقین کی جا رہی تھی، لیکن جب ان کی ضد میں کوئی فرق نہ آیا تو ان کو سمجھانے کے لیے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کر دیا۔ بتایا کہ ان کی روشنی بھی ہٹ دھرمی اور تعصب کی تھی جس طرح تمہاری ہے

لیکن ان کی جاہ و شہرت اور حکومت و سلطنت سے تم کو تو دور کی بھی نسبت نہیں، وہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے، ان کے خزانے سونے چاندی سے بھرے تھے، ان کے پاس وسیع و عریض زر خیز زرعی زمینیں تھیں جن کو دریائے نیل سے نکل ہونی نہریں سیراب کرتی تھیں جب انہوں نے قبول حق سے انکار کر دیا تو بائیں جاہ و شہرت ان کو صرف غلطی کی طرح مٹا دیا گیا، تم خود سوچو کہ تم میں یہ

طاقت ہے کہ غضب الہی کا مقابلہ کر سکو؟

اس ضمنی بحث کے بعد اب پھر گفتگو اہل کفر کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں خواہ مخواہ قیامت اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہتے ہیں۔ پہلی دفعہ جب ہم موت کا پہلا لہر نہیں گے تو ہمیشہ ہمیش کے لیے زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اس کے بعد نہ کوئی زندگی ہے نہ کوئی حشر و نشر۔

الموت الأولى سے مراد پہلی موت۔ پہلی موت کے لیے ضروری نہیں کہ کوئی دوسری موت بھی ہو۔ قال الامسوی فی التعمید الاولی فی اللغة ابتداء الشئ ثم قد یکون له ثانی وقد لا یکون۔ امسوی اپنی کتاب التعمید میں کہتے ہیں کہ لغت میں اولیٰ شے کی ابتدا کو کہتے ہیں۔ کبھی اس کے بعد دوسرا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

۳۰ دفعہ قیامت پر ان کے سامنے بیسیوں دلائل پیش کیے گئے۔ وہ نہ انوں نہ ماؤں کی رٹ لگاتے اور کہتے کہ ہم تمہاری اس بات کو سب تسلیم کریں گے جب تم ہماری مطلوبہ دلیل پیش کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے آباء و اجداد جو مر چکے ہیں تم ان کو زندہ کرو۔ ہم مان لیں گے کہ ہم بھی زندہ ہوں گے اور قیامت بھی قائم ہوگی۔ ان کا یہ مطالبہ سراسر ناحق تھا۔ بھلا ان سے کس نے یہ کہا تھا کہ وہ اسی دنیا میں مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔



## أَمْ خَيْرٌ مَّقَوْمٌ تَبِعُوا وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكَهُمْ أَنْبَاءُ

ہلے لوگو! ذرا سوچو کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا شیخ کی قوم جسے ان سے پہلے گزریے میں ہم نے انہیں بہتر شوکت و شہادت اہلاک کر دیا۔ بیشک وہ

اسے جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور چین کے سلطان کو خاقان کہا جاتا تھا اسی طرح میں اور حضرت موت کے فرماؤ کا لقب شیخ تھا۔ یہ علاقہ اس وقت آپاشی کے ترقی یافتہ نظام کے باعث بڑا زرخیز اور آباد تھا یہاں کے لوگ متمول اور خوش حال تھے۔ یہاں کے سلاطین کے خزانے بھرے ہوئے تھے ان کی شوکت اور سلطوت کے باعث ان کے مہجر سلاطین اور لوگوں میں ان کی بڑی دھماک مٹھی جوتی تھی اور سب ان سے خائف رہا کرتے تھے۔

اہل کو کہو کہ جابر ہے کہ تم اتنے بدست کیوں نے چوتے ہو تمہاری تو بساط ہی کیلئے ہے شیخ کی قوم تم سے کہیں زیادہ دولت مند اور طاقتور تھی انہیں زندگی کی جو راحتیں اور سہولتیں میسر نہیں تھیں تو ان کا فخر شیر بھی نصیب نہیں ان کی عظمت و شہرت کے افسانے خود تمہارے ہاں زبان زد عوام ہیں تمہیں خوب ظلم ہے کہ جب انہوں نے راہ راست سے منہ موڑا اور ہماری نافرمانی اور بغاوت برآمد ہو گئے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہا۔ بلکہ تم سے پہلے مٹی تو میں گزری ہیں انہوں نے جب سرکشی کو اپنا ڈھیر و بنا لیا تو ان کو اسی حسرت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ اب ذرا یہ بتاؤ کہ تم کس بل بوتے پر ہم سے رسول کی عداوت پر کمر بستہ ہو اور ہماری آیات کو ٹھٹھالتے ہو۔ کیا کبھی تم نے اس بات پر غور کیا کہ تمہاری اس روش کا انجام کس قدر خوفناک ہے۔ جو شخص میں آؤ عقل سے کام لو

مفسرین کرام نے کہا ہے کہ اس خاندان میں سے ایک شیخ مشرف بر اسلام ہوا تھا۔ اس کا نام ابو کرب بتایا جاتا ہے! اسی نے سب سے پہلے خدا کو سب پر تعظیمی غلاف چڑھایا جب اس کا گزند میر طیب کے مقام سے ہوا تو اس کے لشکر کے علمائے اسے بتایا کہ یہ نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے۔ اس ضمن میں اسے ایسی کشش اور روحانی جاذبیت محسوس ہوئی کہ اس نے حضور کے نام ایک عہد نامہ لکھی جس میں اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ التجا بھی کی کہ میرا ایمان قبول ہو اور روز قیامت مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کیا جائے علامہ قرطبی اور دیگر علماء تفسیر نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ قرطبی نے وہ خط تحریر کیا ہے جس میں شیخ نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

وان لم ادرکک فاشفع لی ولا تنسنی یوم القیامۃ فافی من ائتک الاولین الخ۔

ترجمہ: اگر میں اس حیات مستقام میں حضور کی زیارت سے بہرہ مند نہ ہو سکوں تو میری شفاعت فرمائیے اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کیجئے کیونکہ میں آپ کے ان امتیازوں میں سے ہوں جو پہلے گزرے ہیں۔

اس کے ہمراہ علماء بھی تھے۔ ان میں سے ایک جماعت نے اسی جگہ اقامت کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے ان کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کروائے ان کو زندگی کی ضروریات فراہم کیں اور ان میں جو معزز ترین عالم تھا اپنا مکتوب اس کے حملے کیا اور اسے وصیت کی کہ اگر تجھے زیارت نصیب ہو تو میرا عریضہ پیش خدمت کرنا، درہن اپنی اولاد کو ہدایت کرتے جانا کہ جس کو یہ سعادت نصیب

**مُجْرِبِينَ ۳۰ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۳۱ مَا**

مجرب تھے۔ اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کیل کے طور پر نہ تھے نہیں

**خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۳۲ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ**

پیدا فرمایا ہم نے آسمان و زمین کو مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں سے اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلہ کا دن ان سب کو اور بارہ

**مِيقَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ ۳۳ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَىٰ عَنْ مَوْلَىٰ شَيْئًا وَلَا هُمْ**

زندہ کرنے کے لیے مقرر وقت ہے ۳۲ جس روز کوئی دوست کسی دوست کے ذرا کام نہیں آئے گا اور نہ ان کی

ہو وہ میرا خط پیش کرے۔ تبیح کا زمانہ عہد رسالت سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ جب رحمت مالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو جس گھر کے سامنے تادم مبارک پیشی وہ حضرت ابراہیم انصاری کا دولت کہ تھا اور یہ اس عالم کی اولاد سے تھے جس کو یہ خط ملا تھا۔ انہوں نے وہ عریضہ پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ پڑھ کر سنا نہیں۔ حضور نے یہ خط سُن کر اُس کا ایمان قبول فرمایا اور اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔

۳۲ تبیح کی قوم نے بھی یوم الحساب کا انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رنگ رلیاں منانا اور جی بھر کر پیش کرنا ان کی زندگی کا مستند بن گیا جو ان کی تباہی کا باعث ہوا۔ اے اہل کفر! تم بھی روز قیامت کا انکار کر کے مکافات عمل کے اہل اصول سے غافل بن گئے ہو کبھی اس کے انجام پر بھی غور کیا کرو۔ اس آیت میں ان کی توجہ کائنات کے حکیمانہ اور دقیق نظام کی طرف مبذول کرانی گئی ہے۔

اس کا راز ہستی کے ہر پڑے میں جو نظم و ضبط پایا جاتا ہے اس کے نظام میں جو سنجیدگی اور گیرائی نظر آ رہی ہے اس کے مشاہدہ کے بعد کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ سب کچھ کس کی تماشہ ہے اور اس کے بنانے والے نے اسے محض تفریح طبع کے لیے بنایا ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا پکارا کر کہہ رہی ہے کہ میرا صانع بڑا عظیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ ہر چیز با مقصد ہے۔ جب پتھر اور روڑے بھی بے کار نہیں تو اس خلق عظیم کا یہ حسین و جلیل شاہکار حضرت انسان جسے دیگر اُن گنت خوبیوں کے علاوہ عقل و شعور کی نعمت بھی بخشی گئی ہے اس کی زندگی جلالے مقصد کیسے ہو سکتی ہے۔ اس کے اعمال و افعال بے نتیجہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ قیامت آنے گی اور ضرور آئے گی۔ اس روز تم اپنے خالق کے روبرو پیش کیے جاؤ گے جہاں بیگانوں سے بیگانگی کا اظہار کیا جائے گا اور اپنے عاشقان و لفقار پر ابر کرم کھل کر رہے گا۔

۳۳ وقرب قیامت کے لیے ایک وقت مقرر ہو چکا ہے تمہیں اس کے بارے میں پہلے سے آگاہ کر دیا گیا ہے اب یہ تمہاری صوابدید پر منحصر ہے کہ چاہے اس پر ایمان لے آؤ اور اس دن کی کامیابی کے لیے تیاری شروع کرو اور چاہے تو اُس دن

يُنصَرُونَ ﴿۱۱﴾ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲﴾ إِنَّ شَجَرَتَ

مدکی جانے گی ۱۱۔ سوائے ان کے جن پر اللہ نے رحم فرمایا ہے ۱۲۔ بیشک وہ سب پر غالب ہمیشہ رحم کرنے والا ہے ۱۳۔ بلاشبہ زقوم کا

الزَّقُومُ ﴿۱۳﴾ طَعَامُ الْأَشْيَمِ ﴿۱۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿۱۵﴾ كَغَلْيِ

درخت گندگار کی خوراک ہوگا ۱۳۔ پختلے تانبے کی مانند، پیشوں میں جو شش مارے گا جیسے کھولتا پانی جو ش

الْحَمِيمِ ﴿۱۶﴾ خَذُوهُ فَاَعْتَلُوهُ إِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ

مارتا ہے ۱۶۔ دھم ہوگا اس دنیا جہاں کو پکڑ لو پھر اسے گھسیٹ کر لے جاؤ جہنم کے وسط میں۔ پھر اندھیلو اس کے سر کے

سے بے خوف ہو کر داد پیش دیتے رہو اور جب قیامت برپا ہو اور تمہیں قبروں سے نکال کر بارگاہِ ذوالجلال میں کھڑا کر دیا جائے تو اس

ندامت و عجزات سے سر جھکائے کف افسوس کئے گا۔

معیقات کہتے ہیں وہ وقت جو کسی کام کے لیے مستحقین کو دیا گیا ہو۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت

سے وقوعِ قیامت کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ تمہاری جلد بازی سے اس پر دو گرام میں ردو بدل نہیں کیا جا سکتا۔ تم کہتے ہو کہ ہم

قیامت پر تب ایمان لائیں گے کہ ہم سے پہلے جو لوگ مر چکے ہیں ان میں سے کسی کو زندہ کسے تمہارے سامنے لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ اس

دنیا میں تو مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا کوئی پروگرام ہی نہیں۔ جب قیامت کا سترہ وقت آجائے گا قیامت برپا ہو جائے گی۔

۱۳۔ سرورِ عزت اور تعلق جس کی وجہ سے کوئی شخص کسی کی امداد و اعانت کرتا ہے اسے سولی کہتے ہیں۔ غمناہ و تعلق نسب کا ہر دو تعلق کا

ہر دو عقیدہ ہونے کا ہر یا آنا و کرنے کا۔ والمعنى الذى متوقع منه النصرة اما القريب فى الدين او النسب او المعلق كل هؤلاء يسيئون بالموتى

آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کوئی قریبی رشتہ دار یا دوست کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ کسی کی مدد کی جائے گی۔ پہلے وقوعِ قیامت کا ذکر

کیا گیا اس احوالِ قیامت کا بیان شروع ہے۔

۱۴۔ البتہ وہ عرشِ نصیب جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی ان کی دوستی بھی کام آئے گی اور ان کی رشتہ داری بھی۔ ان کے ساتھ کسی

قسم کا بھی ربط ہوگا تو وہ بے سود نہ ہوگا۔

۱۵۔ یہاں دشمنوں اور دوستوں دونوں کا ذکر ہو رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے ایسے دو ام یہاں ذکر کیے گئے جن سے اس سلوک

کا پتہ چل جائے جو دونوں گروہوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ فرمایا وہ العزیز ہے یعنی سب سے زبردست اور سب پر غالب اگر اپنے

دشمنوں سے انتقام لینا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے اور اپنے دوستوں کے ساتھ وہ الرحیم ہے۔ اى المنتقم من اعدائه الرحيم باولى اعد-

۱۶۔ اہل نار کو جو نذاری جانے لگے اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ الزقوم : دوزخ کا ایک درخت ہے۔ غاروار، کڑوا، کھلا۔ نہ نشی نہ پتہ

نہ پھل نہ پھول۔ تمہارے ایک گز نمائش کے باعث الزقوم کہا گیا ہے۔ انشیم : بدکار، فاجر، المھل : الخناس المذاب-

۲۴۳  
عند التناخون ۱۳



رَأْسَهُ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝ إِنَّ

اوپر گھولنا پانی (رأس) عذاب دینے کے لیے شعلہ لوجھولہ تم نے مسزود مکرم ہو۔ جہنم

هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ لَا

یہ وہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ یقیناً پرہیزگار امن کی جگہ میں ہوں گے۔ شعلہ

فِي جَدَّتِ وَعْيُونَ ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

بانٹ میں اور دبتے ہوئے آچشوں میں۔ پٹنے ہونے لگا لگا رہے ہوں گے ہارک اور دسینہ ریشم کا۔

مُتَقَبِلِينَ ۝ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا

آنے سانسے بیٹھے ہوں گے۔ شعلہ ہاں یونہی ہوگا اور ہم بیاہ دیں گے انہیں گوری گوری آہونچ عورتوں سے۔ وہ ملگوا لیا کریں گے وہیں

پگھلا ہوا تانا۔ اس کا دوسرا معنی تیل کا پگھٹ بھی کہا گیا ہے۔

۲۱ شعلہ ملازمتوں فضا عتوا کا معنی کہتے ہیں العتل، ان تاخذ بتلابیب الرجل وتعتلہ ای تجرد الیہک۔ کسی کو گریبان سے پکڑ کر کھینچنا۔ ملازم کو کسی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی اقصافہ کما یقصف المعطب یعنی اس کو آگ میں جھونک دوسرے طرح اند میں جھونکا جاتا ہے۔ سواء الجحیم، ای وسط الجحیم یعنی جہنم کے وسط میں۔ صابوا، اُنہلوا۔

۲۲ اس طلب ایم پر پر سرزنش، اللہ تعالیٰ کو کہتا ہے جہاں سے برداشت کر کے۔

۲۳ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں، تقویٰ و پارسائی کو اپنا شعار بنانے والوں پر جو نعت و کرم اس روز فرمایا جائے گا اب اس کا ذکر ہے بیان شروع ہے۔ بتایا کہ جہاں انہیں ٹھہرایا جائے گا وہاں انہیں کبھی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا نہ بیماری کا نہ تنگی و تنگی کا نہ غم و اندوہ کا۔ اہم مسلم اپنی صیغ میں حضرت ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت سے کہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہ ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی نہ ہو گے، ہمیشہ خوش حال رہو گے، کبھی شستہ حال نہ ہو گے ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ جہاں انسان ان تمام آفات اور پریشانیوں سے ہر طرح محفوظ ہو اس سے بڑھ کر کبھی کوئی نال ہو سکتی ہے۔

السندس، الرقيق من اللدیباج۔ ہارک ریشمی کپڑا۔ الاستبرق، غلیظہ۔ ویز ریشمی کپڑا۔

۲۴ روبرو۔ آنے سانسے یعنی دلوں میں غیبا اور طباغ میں کہ درت نہیں ہوگی کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھے کیے بیٹھے ہوں۔ جگہ باہمی محبت و مودت کی ایسی کیفیت ہوگی کہ ایک دوسرے کے روبرو بیٹھیں گے جیسے باہمی دیدار کا شوق ہو اور لگا ہوں ایک دوسرے



بِكُلِّ فَالْكَهَةِ اَمِنِينَ ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ

ہر قسم کا پہلا اطمینان سے ۲۲۵ نہ چکھیں گے وہاں موت کا ذائقہ جس سے اس

الْاُولَىٰ وَوَقَّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضَلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ

پہلی موت کے۔ اور اللہ نے بچا لیا ہے انہیں عذابِ جہنم سے۔ محض آپ کے رب کی مہربانی سے ۲۲۶ یہی وہ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ فَاِنَّمَا يَسْرُنَا لِعَلْمِكَ لَعَالَهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

بڑی کامیابی ہے جس کی انہیں آرزو تھی! پس ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو آپ کی زبان میں تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

فَاَتَقَبُّ اِنَّهُمْ مُّرتَقِبُوْنَ ۝

سو آپ بھی انتظار کیجیے وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ۲۲۷

کی بلائیں لے رہی ہوں۔ بخور، بخورنی۔ اس کا معنی ہے گری رگت والی۔ عسین جمع ہے عین نام کی، وہ عورت جس کی آنکھیں بڑھی اور خوبصورت ہوں۔

۲۲۷ جو پہل طلب کریں گے جتنی بار اور جتنی مقدار میں وہ فوراً پیش کر دیا جائے گا یہ یہ فکر ہوگا کہ مطلوبہ مقدار نہیں ملے گی اور ذرا ذریعہ ختم ہونے کا اندیشہ ہوگا۔

۲۲۸ یہ سب بندہ کو ازبیاں یہ سب ذرہ پر دریاں یہ سب کرم ستریں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا ثمر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اس دنیا میں ہی ایسے ایسے انعامات کیے ہیں کہ ہم عمر بھر شکر ادا کرتے رہیں تو کسی ایک نعمت کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے بڑے سے بڑا مستحق اور پارسا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے اعمال صالحہ ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں۔ اس لیے قیامت کے روز جو نمایاں وہ اپنے مقبول بندوں پر فرمائے گا اسے اس کا فضل و احسان ہی کہا جاسکتا ہے۔

۲۲۹ ہم نے قرآن کو آپ کی مادری زبان میں نازل فرمایا جس کا سمجھنا ان کے لیے آسان ہے۔ اب بھی اگر وہ نصیحت قبول نہیں کرتے تو ان کی قسمت، پس لے جبیب کرم! آپ بھی انتظار فرمائیں اور وہ بھی انتظار کریں۔ جب ان کی بربادی کی مقررہ ساعت آپ پہنچے گی تو ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا مل کر رہے گی۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ شَفِيعَ الْمُنْتَدِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمُبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَعَلَى الْاٰلِ وَاَصْحَابِهِمْ اَجْمَعِيْنَ - رَبَّنَا اَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ

# تعارف

## سُورَةُ الْحَاشِيَةِ

**نام:** اس کا نام حاشیہ ہے۔ یہ لفظ آیت نمبر ۲۰ میں مذکور ہے۔ اس سورت میں چار رکوع، بیستیس آیات اور سواٹھائی کلمات اور دو ہزار ایک سو اکیانوے حروف ہیں۔

**زمانہ نزول:** ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جن کا آغاز حسم سے کیا گیا ہے۔ مضامین و مساب میں کیسائیت اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ ان کا نزول یکساں حالات میں ہوا۔

**مضامین:** ① عقیدہ توحید کو تسلیم کرنا ان کے لیے بڑا دشوار تھا۔ اسی دشواری کی دیوار کو منہدم کرنے کے لیے عالم رنگ و بو کی بلند یوں اور پتلیوں میں بھری ہوئی ان روشن نشانیوں کی طرف تازمین کی توجہ مبذول کرانی جو پکار پکار کر اپنے بنائے والے کی حکمت بالغہ، قدرت کا مہر اور علم محیط کی شہادت دے رہی ہیں۔ چشم خود کھول کر زمین و آسمان کی پہنائیوں کو دیکھو، خود اپنے وجود اور اس کی بوقلمونیوں کی سیر کرو، حیوانات کے لئے شمارا انواع و اقسام پر نگاہ ڈالو، اگر دش لیل و نند کے دقیق نظام میں غور و فکر کرو، ہر چیز نہیں اس خالقِ عظیم کا پتہ ہے گی جو تقدیر و حکیم بھی ہے اور وحدۃ لا شریک بھی، البتہ کذاب اور بدکار لوگ قدم قدم پر فروداں ان روشن قندیلوں کو نہ دیکھ سکتے ہیں اور شان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان مزید احسانات کا ذکر فرمایا جن سے انسان کو بہرہ ور کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی بتا دیا کہ ان کی قدر و منزلت وہی لوگ جان سکتے ہیں جو فکر اور تدبیر کے خوگر ہیں۔

② نخی اسرائیل پر جو بے پایاں الطاف کیے گئے، انہیں بیان کیا۔ بتایا کہ ہم نے اس قوم کو کتاب، حکومت اور نبت کی گراں بہا نعمتیں ارزانی فرمائیں۔ انہی عنایات کے باعث اُس زمانے کی تمام اقوام عالم پر انہیں فضیلت اور بزرگی بخشی، لیکن کچھ عرصہ بعد ان میں باہمی حسد و عداوت کی وبا پھوٹ پڑی۔ وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے مختلف دھڑوں میں بٹ گئے اور اس آسمانی دین کو انہوں نے اس طرح پارہ پارہ کر دیا کہ وہ ان کی اجتماعی زندگی میں رہنمائی کی قوت سے محروم ہو گیا۔

اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو بھی ایک شریعت، ایک جانِ نظام حیات عطا فرمایا ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ اس کا اتباع کریں اور ان جاہلوں اور نادانوں کی اطاعت نہ کریں جو اپنے نفسوں کی خواہشات کے بندے بن کر رہ گئے ہیں۔ اگر آپ نے (بغرضِ حال)، ایسا کیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہماری گرفت سے آپ کو نہ بچا سکے گی۔ اے غلامانِ مصطفیٰ! بے سز زمینِ پاکستان میں بسنے والے فرزندِ انِ اسلام! اپنے خالق و مالک کا فرمان سن رہے ہو! کیا

اس کے بعد بھی ہمارے سربراہان مملکت کو: ہمارے قانون ساز اداروں کو اور نئے مقرر کردہ کشتوں کے اراکین کو مزید کسی تشبیہ اور سرزنش کی ضرورت ہے۔ صاف صاف بتا دیا کہ ہماری دی ہوئی شریعت پر عمل کرو، ورنہ عذاب الہی سے تمہاری نجات کی سب راہیں بند ہو جائیں گی۔

آیت ۲۳ میں بھی غور فرمائیے۔ ارشاد ہے جو ہمارے قانون پر عمل نہیں کرتا گویا وہ ہمیں خدا نہیں مانتا اور جو نفس کی ہر فرمائش کو پورا کرتا ہے گویا اس نے لے اپنا خدا اور معبود بنا لیا ہے۔ ایسا شخص علم و فضل کا پتلا ہی کیوں نہ ہو، وہ راہِ راست سے ہٹ جاتا ہے۔ ایسے بدبخت سے فہم و تدبیر کی قوتیں سلب کر لی جاتی ہیں اور اس کے ہدایت قبول کرنے کا امکان ہی باقی نہیں رہتا۔

کفار کا عقیدہ تھا کہ بس یہی زندگی ہے۔ گردش زمانہ ان کی موت کا پہنچا لاتی ہے۔ نہ قیامت برپا ہوگی اور نہ دوبارہ جی اُٹھنے کا سوال پیدا ہوگا۔ یہ عقیدہ انہیں اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا تھا۔ وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔

سورت کے اختتام سے پہلے ان کو اس دلدل سے نکالنے کی طرف توجہ فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ قیامت کا برپا ہونا اختلافِ عقل نہیں، بلکہ عینِ حکمت ہے اور عقل کے تقاضوں سے گلہ نہ ہم آہنگ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس نے عمر بھر تقویٰ کو اپنا شعار بنائے رکھا اور کئی عیش دینے والا شخص دونوں کیساں ہوں۔ دنیاوی عیش و عشرت نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے، ورنہ وہ اس روشن حقیقت سے انکار نہ کرتے۔



لَقَدْ جَاءَكُمْ آيَاتُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ۖ لَوْلَا نِعْمَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۚ وَتَلَايَا تَارِكًا مَوَاقِفَ

سورہ ہاشمیہ علی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ ۳۴ آیتیں۔ ۴ رکوع:

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۚ إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ

عالمیم۔ آدھی گئی ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست داد و محنت والا ہے سہ بے شک آسمانوں اور زمین

وَالْأَرْضِ لَآيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۗ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ

میں (اس کی کتابوں اور قدرت کی نشانیاں ہیں اہل ایمان کے لیے) اور خود تمہاری پیدا نشی میں اور ان حیرانات میں جن کو وہ پھیلا رہا ہے

آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۚ وَاخْتِلَافِ النَّبْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ نیز گردشیں میل و نہار میں اور جو آتا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے

سہ پہلی دو سورتوں کی طرح اس سورت کا آغاز بھی اس حقیقت کو آشکارا کرنے سے ہو رہا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ کفار کا یہ خیال سراسر باطل ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اس کے مصنف ہیں یا کوئی اور شخص آپ کو یہ کلام سکھاتا ہے۔ کفار کی یہ باتیں باطل لغز و بھوہ ہیں۔ اس کا پر شکوہ اسلوب بیان اس کے دلآویز حکیمانہ مواضع اس کا بیان کردہ فلسفہ حیات سب بتا رہے ہیں کہ یہ اس ارفع، اعلیٰ، ہمدان، ہمدین، استقامت کا کلام ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ اس لیے تمہاری فلاح اس میں ہے کہ اس عزیز و حکیم کے ارشادات پر بڑے اطمینان سے عمل پیرا رہو اور یقین کرو کہ ایسی ہستی کی فرمانبرداری میں ہی تمہاری کامیابی اور کامرانی کا راز مضمر ہے۔

تَنْزِيلُ الْمَسْمُومِ مَكْتُوبٌ كَيْفَ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ

سہ اسلام کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ لوگ غفلت کی چادر تانے سوئے رہیں۔ ہمیشہ وعشرت کا گمن زندگی کی تعمیری صلاحیتوں کو کھوکھلا کر رہے، فسق و فجور کے بد نما داغ ان کی انسانیت کو سُج گرتے رہیں۔ اسلام اس صورت حال کے خلاف علم ہما و بلند کرتا ہے اور انہیں کیسے بدل ڈالنے کے لیے اپنی ساری قوت بروئے کار لاتا ہے۔ لیکن باہر ہر وہ جبر و تشدد کا قائل نہیں۔ وہ زبردستی اپنے نظریات کسی پر نہیں مسلط دیتا۔ وہ صرف غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، وہ آیات، بیانات، حقائق کون و مکان کی وحدانیت اور اس کی صفاتِ کاملہ پر ناقابل تردید شہادت دے رہی ہیں، ان کی طرف مڑو متوجہ کرتا ہے تاکہ اگر دل میں حق پذیری کی صلاحیت موجود ہے تو وہ اسے شوق و رغبت سے قبول کرے، اگر آنکھوں میں بینائی ہے تو وہ سمجھ ازل کی دلخبریوں سے اُطفت اندوز نہ کرے، اسی مقصد کے لیے قرآن کریم اپنے قارئین کو آفاق عالم کی ان تابندہ آیات میں غور کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔



مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَاهُ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ

آسمان سے رزق کا سبب مینٹا پھر زندہ کر دیا اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد سسے اور ہواؤں کے باہر ادر چلنے

الرِّيحِ آيَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٥﴾ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ

میں نشانیاں ہیں ان کے لیے جو عقلمند ہیں سسے یہ سب نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی اہم بیان کرتے ہیں انہیں آپ حق کے ساتھ۔

فِي آيٍ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَةٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٦﴾ وَيَلِكُلْ أَفْكَ آفِيْمٍ ﴿٢٧﴾

پس وہ کوئی ایسی بات ہے جس پر وہ اذ اور اس کی آیتوں کے بعد ایمان لائیں گے سسے بلاکت ہے ہر جمونے ہر کار کے لیے سسے

سسے اگر ہمیشہ رات ہوتی یا ہمیشہ ہی دن رہتا تو دنیا کا منظر اس طرح خوشنما اور دل فریب نہ ہوتا جس طرح اب ہے۔ رات دن کا بڑی باقاعدگی سے کیے بعد دگر سے آنا پھر ایک کا آہستہ آہستہ گھٹتے چلے جانا اور دوسرے کا بڑھنا اپنے اندر انگھنت خواند رکھتا ہے جو اہل بصیرت کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس نظام کا برباد کرنے والا بڑی قدرت کو سین علم اور گری حکمت کا مالک ہے۔

سسے اس کڑھوانی پر نظر ڈالو۔ اس کی یکسانیت میں حیران کن تنوع ہے اور اس تنوع میں جو انگھنت اثرات مضمحل ہیں اس کا اندازہ لگانا ہر باب غم کے لیے مشکل نہیں کہیں باؤنیم کے جمونے غراب لود غنچوں کو بھگار ہے ہیں کہیں سبز قشوں پر شبنم کے موتی چھاپے ہیں کہیں طوفان بن کر اڑ رہے ہیں کہیں بادل کے بچھرے ہونے کو یکساں کرنے کی قدرت انجام دی جا رہی ہے کہیں گھنسلور گھنسلوں کو آن واحد میں ناپید کر رہے ہیں کہیں ہمارا پیغام لا رہے ہیں کہیں خزاں کی چیرہ دستیوں میں اضافہ کر رہے ہیں کہیں انسان کے منہ سے جملے ہونے الفاظ کو تمام کرہ میں آنا فنا پھیلا رہے ہیں کہہ جوا کی بول تو نہیںوں کو دیکھتے ہی انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے والی کی قدرت و حکمت اور علم بے نظیر اور لا جواب ہے اور ان حقائق کے مشاہدہ کے بعد ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان اور یقین کا نور موجود ہے اور عقل و فہم کا چراغ روشن ہے اسے آسانی سے عرفان الہی نصیب ہو سکتا ہے۔

سسے سورج طلوع ہو چکا ہو اس کی کرنوں سے زمین کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا ہو پھر بھی اگر کسی کو کچھ نظر نہ آئے اسے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا محسوس ہو تو کیا ایسے شخص کی راویں کوئی دیا جلا کر رکھا جائے تو اس کو کچھ نظر آئے گا قرآن کریم کی آیات قیامت کے بعد بھی اگر کسی کو نور ایمان نصیب نہیں ہوتا تو اس کے غفلت کدہ دل میں کسی اور ذریعہ سے اجالا کر نا مانگن ہے۔

سسے ان آیات میں کفار کے ایک مخصوص گروہ کے طرز عمل کو بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ آیات الہی کو سنتے ہیں لیکن مانستے اور ایمان لانے کے لیے نہیں بلکہ ان کو ٹھٹھالنے کے لیے۔ ان کا یہ طے شدہ پروگرام ہے کہ وہ آیات قرآنی کو ہرگز نہیں مانیں گے بلکہ اس خیال سے آئے سنیں گے کہ اس میں کوئی عیب نکال سکیں یا اس کا مذاق اڑا سکیں۔ ایسے لوگوں کو رسوا کن عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جس سے چھٹکالا ممکن نہ ہو گا۔ نہ ان کی کمائی ہوئی دولت ان کے کام آئے گی اور نہ ان کی اولاد ان کو اس مصیبت سے بچائے گی نہ وہ بہت جن کی وہ



اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا

اللہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے سمندر کو تیار کر دیا اس میں کشتیاں اس کے حکم سے لے لے اور تاکم بھری جا سکتی

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي

آسمانوں کو اس کا فضل سے اور تاکم اس کا شکر ادا کیا کرو۔ اور اس نے سمندر کو تیار کیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الرحمن في القرآن هو العذاب المُتَقَلِّبُ لشدته وله عاقلة شديدة متتابعة (لسان العرب) یعنی اور اس نے تمہارے لیے کئی کئی  
بجز کافلانہ جو قرآن میں مذکور ہے اس کا معنی ہے ایسا عذاب جو اپنی شدت کے باعث لرزہ نیز ہو۔ اس کے جھکے شدید اور لگاتار ہوں۔  
آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بہشت جواز راوغرور وکبر اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں انہیں شدید عذاب میں سے بڑے دردناک عذاب  
میں مبتلا کیا جائے گا۔

لے پہلے ان آیات بنیات کے ذکر کا سلسلہ شروع تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات کمال پر دلالت کرتی تھیں۔  
درمیان میں کفار کے ایک گروہ کی ہٹ دھرمی کا ذکر آ گیا۔ اب پھر انہی آیات کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔

علماء لغت لفظ تسخیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تسخیر تفسیراً، كلفه عملاً بلا احبرة  
(الصمان الجوبہری، کسی کو اُجرت اور معاوضہ دینے بغیر کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں تفسیر کو یہی مفہوم نقل  
کرنے کے بعد لکھتے ہیں: قال الزجاج: تسخیر ما في السموات تسخیر الشمس والقمر والنجوم  
للأدميين وهو الانتفاع بها في مبلوغ منابهم والقتداء بها في مسالكهم وتسخیر  
ما في الأرض تسخیر بحارها وانهارها ووديانها وجمعها منافعها۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے  
جس نے سمندر کو تمہاری مفت خدمت انجام دینے پر مقرر کر دیا ہے۔ اس کی سطح کو اس طرح نرم بنا دیا ہے کہ تم اس  
میں غوطہ لگا سکتے ہو۔ تمہارے بڑے بڑے مسافر بردار جہاز، مال بردار جہاز اور وہ ٹینگر جو لاکھوں ٹن تیل اٹھا کر دور دراز مقامات  
تک پہنچتے ہیں وہ اس پر تیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ تم ان میں غوطہ لگا کر آبدار مٹی نکالتے ہو، پھلیاں پکڑ کر ان کو بیجتے بھی ہو  
اور کھاتے بھی ہو۔ اس کے علاوہ اور بے شمار خدمات ہیں جو سمندر انجام دے رہا ہے اور تم سے ان خدمات کا کوئی معاوضہ  
بھی طلب نہیں کیا جاتا۔

خود سوچو اگر سمندروں کی سطح سخت ہوتی تو تم اس میں غوطہ کیسے لگا سکتے۔ اگر ان میں بھاری بھرم جہازوں کو اٹھانے کی صلاحیت  
نہ ہوتی تو بین الاقوامی تجارت کی یہ گرم بانزاری سرسے سے منقود ہوتی۔ یہ سب اس کا فضل ہے جس کو تم تلاش کرتے ہو۔

۳۵ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسبِ ممالک کا شوق دلاتا ہے اور پاکیزہ رزق تلاش کرنے کے لیے مجبور ہو میں سفر اختیار کرنے والوں  
کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ میرے فضل کے متلاشی ہیں۔ اس لفظ میں کسبِ ممالک کی جو عزت افزائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔



الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۷۰﴾ قُلْ لِلَّذِينَ

زمین میں سب کچھ اپنے حکم سے ہے۔ اس کے لئے شک اس نظام میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کیا کرتے ہیں۔ (۱۷۰) اے مہیب!

أَمِنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا

فرمائیے اہل ایمان کو کہ درگزر کرتے رہیں ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ اللہ خود بدل دے ہر قوم کو جو وہ کیا

۱۷۰ صرف سمندروں پر ہی کیا منحصر ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ تمہاری خدمت گزار کی لیے وقف ہے اور اس نظریہ میں تمہارا یا تمہارے دیوی دیوتاؤں کا کوئی دخل نہیں۔ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ سانس و ان اپنی خیر العقول ایجادات کے باوجود کسی چیز کے خالق اور موجد نہیں۔ انہوں نے تو صرف ان کثرت و قوتوں کو آشکارا کر دیا ہے جو پہلے سے موجود تھیں اور نامعلوم تھیں۔ مثلاً جب انسان بولتا ہے اور اس کے متحرک ہونٹ ہوائی لہروں سے جھلکتے ہیں تو اسے کہہ ہوائی میں ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور وہ آواز دنیا کے گوشوں کو پہنچاتی ہے۔ سانس کے تھیم ہارن کو اس راز کی خبر نہ تھی، اس لیے وہ اس سے استفادہ نہ کر سکے۔ اب انہوں نے اس راز کو پایا، اس لیے اب ریڈیو وغیرہ کے ذریعے آپ دُور دراز کی آوازیں سن لیتے ہیں۔ "ممننہ" سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

امریکہ کا شہرہ آفاق سائنس دان تھامس ایڈیسن جس نے ایک ہزار سے زیادہ ایجادات کیں، ایک روز کہنے لگا میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا موجد ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میں قطعاً ایسا موجد نہیں جو قابلِ ذکر ہو۔ جب میں سوچتا ہوں کہ میں ایک زبردست انسان تو کہا ایک بے وقوف آدمی بنانے پر بھی قادر نہیں جو امتوں کی سی باتیں کر سکے، اس کے باوجود مجھے موجد کہنا بڑی بے لطفانی ہے۔ پھر اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "THAT IS THE REAL INVENTOR" حقیقی موجد اس کی ذات ہے۔

(ریڈرز ڈائجسٹ، اگست ۱۹۷۳ء)

۱۷۱ ان آیات کے آئینوں میں حقیقی اور کمالِ ازل کا کس جہیل وہی دیکھ سکتے ہیں جو غور و فکر کرنے کے عادی ہوں، لیکن جنہوں نے غور و فکر کی کٹھن داریوں میں قدم نہ بٹھایا، فرمانے کی کبھی زحمت نہیں کی، انہیں ان جملوں کی رعنائیوں کی کیا خبر۔ تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ وہ قوم جو قرآن مجیب کی کتاب کی حامل ہے، بے بسی اور جمود کے آغوش میں اُدگھ رہی ہے۔ اسے اُدگھتے صدیاں بیت چکی ہیں اور ابھی تک وہ جاگنے کا نام نہیں لیتی۔ اقبالؒ نے اسی لیے بددعا یا دُعا کی تھی۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے

کہ تیرے بجز کسی موجوں میں اضطراب نہیں



يَكْسِبُونَ ﴿۱۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ

کرتے تھے ۱۵ جو نیک عمل کرتا ہے پس وہ اپنے بھلے کے لیے کرتا ہے۔ اور جو بُرا کرتا ہے تو اس کا وبال اس پر ہوگا ۱۵ پھر

إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اپنے رب کی طرف تمہیں لوٹایا جانے گا۔ اور بے شک ہم نے عطا فرمائی بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت

وَالنَّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ﴿۱۷﴾

اور نبوت ۱۷ اور ہم نے ان کو پاکیزہ رزق دیا ۱۷ اور انہیں بزرگی دی دلہنے زمانے کے، اہل جہاں پر ۱۷

۱۵ اہل ایمان کو عنود و درگزر کی تلقین کی جا رہی ہے کہ گرفتار نہیں اللہ تعالیٰ کے مذاب کا کوئی خوف نہیں وہ تمہیں طرح طرح کی آفت میں دیتے ہیں اور دکھ دیتے ہیں تم ان سے الجھنا شروع کرو اور زمانہ سے انتقام لینے کے واسطے ہر ماؤ، عنود و درگزرے کام لیا کرو۔ تمہارے مقام رفیع کو یہی بات زیب دیتی ہے۔ رہا ان کی سزا کا معاملہ تو اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے اسے سبلی و نفعی کا علم بھی ہے اور وہ حکیم بھی ہے۔ جب مناسب ہوگا ان کو مذاب کے شکنجے میں کس نے گا۔ قسومتا سے مراد اہل ایمان بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں معنی ہوگا کہ اہل ایمان قدرت و طاقت کے باوجود حکم الہی کی تعمیل کرتے ہوئے ان منکرین سے درگزر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے گا۔

بڑی اہمیت کے تاریخی واقعات کو مجازاً الایام کہا جاتا ہے، چنانچہ وہ جنگیں جو زمانہ جاہلیت میں لڑی گئیں جن میں انسانی خون پانی کی طرح بہا گیا جن کی تلخ یاد دہت مدید تک تازہ رہی۔ انہیں ایام العرب کہتے ہیں۔ نیز ایام کا معنی مذاب بھی کیا گیا ہے۔ اس صورت میں میر جیون۔ یخا خون کا ہم معنی ہوگا۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے مذاب سے نہیں ڈرتے۔

۱۶ ہر شخص اپنے اعمال نیک و بد کا خود ذمہ دار ہے۔

۱۷ بنی اسرائیل پر جو انعامات فرمائے گئے اب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے ان انعامات کا ذکر کیا جو دین سے متعلق ہیں یعنی ہم نے ان کو تورات جیسی عظیم کتاب مرحمت فرمائی۔ پھر انہیں حکم سے سرفراز فرمایا۔ حکم سے مراد حکومت ہے یعنی ہم نے ان کو حکومت عطا فرمائی تاکہ وہ احکام الہی کی تنفیذ کر سکیں اور ارشاد خداوندی کے مطابق اپنے مقدمات کا فیصلہ کر سکیں اور حکم کا دوسرا معنی کتاب کا فہم اور اس کے مطالب کا ادراک بھی ہو سکتا ہے، یعنی ہم نے انہیں کتاب بھی دی اور اس کے اسرار و معارف کی سمجھ بھی اترانی فرمائی۔

۱۸ ان دینی عنایات کے علاوہ انہیں پاکیزہ رزق بھی عطا فرمایا جب تک دشست تیر میں رہے سن و سلویٰ اترتا رہا جب شام و فلسطین پر ان کی حکومت قائم ہوئی تو وہاں کی سرسبز و شاداب زمینوں نے ان کو مال مال کر دیا۔

۱۹ یعنی اس زمانے میں تین تریں موجود تھیں ان میں سب سے زیادہ ہی لوگ پارانہت کو اٹھانے کی صلاحیت رکھتے تھے اس



## وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُمْ لَنْ يَغْنُؤُوا عَنْكَ مِنَ

پیروی کرتے ہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو بے علم ہیں ﴿۱۸﴾ یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کو قطعاً کچھ فائدہ نہ

اپنی افادیت کھودی تھی اور اب وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دعوت حق کے منصب پر فائز رہیں۔ ان کے حالات بیان کرنے کے بعد نئے نئے سمن اپنے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے۔ یعنی جہنم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک واضح شریعت عطا فرمادی ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے اور اس پر عمل کرنے والا فرد ہو یا امت خلائج و ارباب کے شرف سے شرف ہو گا۔

۲۴۔ اے میرے پیارے حبیب! اب آپ پر فرض ہے کہ آپ اس کی پیروی کریں، نفس کے پرستار اور دنیا کے بھاری لاکھ شور مچائیں، آپ ان کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ بڑی ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں، جس ذات نے آپ کو یہ جان شریعت عطا فرمائی ہے وہ عظیم و خیر ہے اور امتراہن کرنے والے لوگ جاہل اور نفس پرست ہیں، اگر عظیم و خیر کی واضح پابندی پر ان جاہلوں کی نفسانی خواہشات کو ترجیح دی جائے گی تو اس پر جو نتیجہ مرتب ہو گا وہ واضح ہے۔

۲۵۔ یاد رکھو اگر تم نے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ کی نظرِ لطف و کرم سے محروم کر دیے گئے تو پھر اس کے غضب سے دنیا کی کوئی طاقت تمہیں بچا نہیں سکے گی۔

اہل پاکستان کے لیے یہ آیت خصوصی توجیہ کی مستحق ہیں۔ ہم آزادی کے بعد ابتدائی سالوں میں یورپ اور امریکہ کی ماوی ترقی پر فریفتہ رہے، اپنی پاکیزہ ثقافت اور خوبصورت تمدن کو مغربی تہذیب کی کینز بنانے پر توجہ رہے، ان کے ادنیٰ اشارے سے پراپیسیا ست کو رنگ دیتے رہے، بیس پچیس سال تک مغرب کی کورانہ تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری معاشیات، سرکاری واری نظام کے قالب میں ڈھل گئی، چند نڈان امیر بن گئے، باقی ساری قوم قلاش ہو گئی۔ اس تباہ کن پالیسی کے خطرناک اثرات ظاہر ہوئے تو ہم ہچکچاتے اور اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیا لیکن شرفی قسمت ملاحظہ ہو اگر پہلے لندن اور واشنگٹن ہمارا مرکز عقیدت تھا تو اب ماسکو ہمارا قبضہ سا جات بنا جا رہا ہے اور حالات بتا رہے ہیں کہ ہمارے موجودہ قائدین ہمیں سوشلزم کی دلدل میں چنسا کر دم میں گئے، کاش، کوئی مرد وانا ان نازک لمحوں میں ہمیں قرآن کریم کے بتلنے ہوئے نظام پر عمل پیرا کر دیتا اور اسلام کا وہی نظام جسے رحمت مالیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے جہنم نزار میں نافذ کیا، اسے رشک فردوس بنا دیتا تھا، اسی کو وہ اس پاکستان میں نافذ کر کے ہماری کشتی کو بحال کر دیتا۔ ہم تک سبک در یوزہ گرنے و در در کی شوگریں کھاتے رہیں گے۔ اپنے نبی برحق کے واہن جت کو چھوڑ کر اغیار کے سائے دیوار میں پڑے رہیں گے؟ اس انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ قوم میں فکری اتحاد ہو اور قیادت اتنی جاندار اور فراریمان سے مالا مال ہو کہ مخالفین کی غوغا آرائی میں قرآن کی اس آیت پر خاتبہما ولا تتبع اہواء الذین لا یعلمون پر عمل پیرا ہونے کی ہمت رکھتی ہو۔

قافلہ محب از میں ایک حسین بھی نہیں

گر چہ ہے تاہارا بھی گیسوئے دبلد و فرات



اللَّهُ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۵﴾

دہنہنا سکیں گے۔ بلاشبہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ پر مہینہ نگاروں کا دوست ہے۔ ۳۵

هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۳۶﴾ أَمْ حَسِبَ

یہ بصیرت افزوں باتیں ہیں سب لوگوں کے لیے اور باعث ہدایت و رحمت ہیں ان کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ۳۶ کیا خیال کر رکھا ہے

الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا

ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا کہ ہم بنا دیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ

سَوَاءٌ فِيحْيَاهُمْ وَمَمَاتِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۳۷﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ

یکساں ہے جیسا کہ ان دونوں کا جینا اور مرنا ۳۷ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں

۳۶ اگر تم قرآن کریم کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ دو گے تو ظالم بن جاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید کے مستحق نہیں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ تو صرف ان لوگوں کی امانت فرماتا ہے اور دشمنی کرتا ہے جو اس کی نافرمانی سے لڑ رہے ہوں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا شعار بناتے ہیں۔

۳۷ قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے نوری ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ جو اس سے مستفید ہونا چاہئے وہ محروم واپس نہیں جائے گا۔ وہ جو حق و باطل کی بیان کردہ حقیقتوں پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے یہ سارا ہدایت و رحمت ہے۔ اس کا دامن پکڑ کر اور اس کے ارشادات کو خضر پارہ بنا کر ہم اپنی منزل مراد تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

۳۸ گنہگار عرب قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ بہ طرح کی باز پرس سے بے غم تھے ان کی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقصد یہ تھا کہ وہ خوب داد و پیش دیں اور معاشرہ میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔ جب اسلام نے انہیں قیامت کے حساب سے ڈرایا اور انہیں ان بدکاریوں کو ہٹانے کی تلقین کی تو ان کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے تو ان میں سے جو بڑے سرکش تھے بڑھکے گئے کہ پہلے تو قیامت کا پرہیز ہونا ہی خلاف عقل اور محال ہے، اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو وہی خدا و ہاں ہی ہو گا جو یہاں ہے۔ جب اس نے ہمیں یہاں گونگون نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ ور کیا ہے وہ ہمیں اس روز بھی محروم نہیں رکھے گا۔ وہ بڑی شوخی سے کہا کرتے۔ لَئِنْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِشَّةً كَثُورًا لِّعَسْنَىٰ؛ اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لوٹ کر گیا تو مجھے وہاں بڑی عمدہ چیزیں ملیں گی۔ ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ کیا بدکاری اور فحاشی میں مبتلا ہیں کہ ان کی زندگی اور موت ان لوگوں جیسی ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے سچے دل سے ایمان لائے اور ساری عمر اطاعت و فرمانبرداری میں گزار دی؟ کیا وہ لوگ ان کے ہم پلہ ہو سکتے ہیں جو عمر بھر شرک کرتے رہے

۳۵



وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۵﴾

اور زمین کو حق کے ساتھ ۲۵ تاکہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر (قطعاً) ظلم نہیں کیا جائے گا۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

فؤادِ اس کی طرف تو دیکھیں جس نے بنایا ہے اپنا خدا اپنی خواہش کو نہ کہ اور گمراہ کر دیا ہے اسے اللہ نے باوجود علم کے اور نمر لگا دی

نفس کی برائی خواہشات کی تلکین کے لیے تمام اخلاقی مضابطوں کو روندتے رہے اور حصولِ مال و جاہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی منزل کو توڑتے رہے۔ اگر ایسا ہے تو چہ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ کان کھول کر سن لو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ جس طرح ان کی ذہنی زندگیاں کیاں نہیں تھیں اسی طرح ان کی آنے والی زندگیاں بھی کیاں نہیں ہوں گی۔ اطاعت گزاروں اور فرمانبرداروں کو فروں بریں میں بعد عزت و اکرام داخل کیا جائے گا اور بدکاروں اور سرکشوں کو دیکھنے سے کہتہ کے حذلہ زاروں میں پھینک دیا جائے گا۔

اس آیت کی ترکیب پر ذرا سرسری نظر ڈال لیجیے۔ اُم منقطعہ ہے۔ اس کا کوئی خاص مدلول نہیں۔ محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کے لیے ذکر کیا گیا ہے یا استقنایم انکار کے لیے ہے یعنی اللہ لایلیق دانہ لایسبغی لفظہ و خلافہ۔ حسب کا فاعل الذین ہے۔ تاہم کے مطابق حسب کے وہ مفعول ہونے چاہئیں۔ یہاں صرف ایک مفعول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فاعلہم اگرچہ بظاہر ایک مفعول ہے لیکن دو کے قائم مقام ہے۔ نجعل کا معنی نصیر ہے۔ فہم اس کا مفعول اول ہے اور کالذین لغنا مفعول ثانی ہے۔ مساو بدل ہے اور کاف تبدل منہ ہے جو یہاں مثل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ مساو مصدر ہے اور مستحو کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ محیہم و محاتہم اس کا فاعل ہیں۔ اگرچہ اور بھی اقوال ہیں لیکن زیادہ صحیح اور صاف یہی ترکیب ہے۔

اب آیت کا مطلب واضح ہو گیا کہ بدکاروں کا یہ خیال باطل محض ہے۔ ہم انہیں اور اہل ایمان کو ایک جیسا کر دیں گے اور ان سے یکساں سلوک کیا جائے گا۔ یعنی ہم کفار کی زندگی اور موت، اہل ایمان کی زندگی اور موت کی طرح کر دیں گے۔ ان کا خیال باطل غلط ہے۔ ۲۹ یہ کارخانہ جہتی کیل تماشائیں بلکہ بڑی سنجیدگی اور سادگی سے اس کی تخلیق کی گئی ہے اور اس کو برتر رکنے کے انتظامات کر دیے گئے ہیں۔

۳۰ اپنی خواہش کو خدا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کام کو کرتا ہے جو اس کے نفس کو پسند ہو اور ہر ایسے کام سے روگردانی کرتا ہے جس سے اس کا نفس انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی ذرا پروا نہیں کرتا۔ جب کسی شخص پر اس کی خواہشات کا اس طرز سے قابو ہو جائے تو گویا وہ اپنی خواہش کا بندہ بن گیا ہے اور اس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہے۔ قرآن کریم نے بھی ہولنے نفس کی اشباح کی جگہ جگہ مذمت کی ہے اور امدادِ شہ مبارکہ میں بھی اس سے احتساب کا حکم دیا گیا ہے۔ قال شداد بن اوس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الکثیر من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والفاجر من اتبع نفسه

## سَمِعَهُ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشْوَةً فَمِنْ يَمْهَدِيهِ مِنْ بَعْدِ

ہے اس کے کانوں اور اس کے دل پر لٹھ اور ڈال دیا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ ۳۳ پس کون ہدایت لے سکتا ہے اسے اللہ کے

ہواھا و تسمی علی اللہ۔ یعنی دانوہ ہے جس کا نفس حکم الہی کا پابند ہوتا ہے اور اُسے دلی زندگی کے لیے عمل کرتا ہے اور نفا جو وہ ہے جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا رہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی توقعات وابستہ رکھتا ہے۔ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاث مہلکات وثلاث منجیات: یمن چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ المہلکات شیخ مطاع، ہوی متبع، و اعجاب المرء بنفسہ۔ والمنجیات خشية اللہ فی السر والعلانیہ۔ والقصد فی الغناہ والعقر، والعدل فی الرضا والغضب۔ پس ہلاک کرنے والی یہ چیزیں ہیں: بخل جو مسلط ہو جائے، خواہش نفس جس کی پیروی کی جانے لگے اور خود بینی، یعنی اپنے آپ کو سب کچھ سمجھنے کی عادت۔ اور نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں: ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف اٹھانہ نہی اور ناراضگی میں عدل و انصاف اور خوش حالی اور افلاس میں میاں دروی۔

مرداگی بھی یہی ہے کہ انسان ہونے نفس کا مقابلہ کرے اس کی تزیینات و تخریصات کے باوجود باوجود حق پر ثابت قدم ہے اور اگر کوئی شخص ایسی عزیمت کا مظاہرہ کرتا ہے تو نفس ہر اطاعت تم کر دیتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی خواہشات اور مطالبات احکام الہی سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ صاحب تہذیب بڑوہ کہتے ہیں۔

۳۳ النفس كالطفل ان تعلمه شب علی

حب الرضاع وان تقطمه یفطم

ترجمہ: نفس بچے کی مانند ہے اگر تم اس کا دودھ نہ چڑھاؤ تو وہ اسی عادت پر چلے گا اور اگر تم اس کا دودھ چھڑاؤ تو وہ بچہ بننے کے بعد دودھ پینا چھوڑے گا۔ لیکن اگر نفس کا مطالبہ ماننا شروع کر دیا جائے تو نفس کے مطالبات میں ہر لحاظ اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ابو عبید الطوسی لکھتے ہیں ۳۳ والنفس ان اعطیتھا ما

فاغرة فحو هو امانا ما

ترجمہ: اگر تو نفس کی خواہشات کی تکمیل کرتا رہے تو یہ اپنی مزید خواہشات کی طرف مزے کو لے ہوئے بڑھتا جائے گا۔

۳۳ علی علم حال ہے اس کا ذوالجلال اضل کا قائل اللہ جل جلالہ ہی ہو سکتا ہے اور مظلوم اَحْسَلَهُ ہو ضمیر ہی پہلی صورت میں

معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا ہے کہ یہ شخص صرف اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرے گا۔ دعوت حق کی طرف قطعاً التفات نہ کرے گا اس کے دل میں ہدایت کا شوق ہے اور وہ اس نے حصول ہدایت کے لیے کوئی کوشش کی ہے۔ اس لیے اس کو گمراہ کر دیا گیا۔ دوسری صورت میں آیت کا معنی ہوگا کہ یہ شخص جانتے ہوئے حق سے گریزاں رہا اور باطل سے چمٹا رہا۔ وہ اسی قابل تھا کہ اسے نعمت ہدایت سے محروم کر دیا جائے اور باقی ضلالت میں جھکنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

۳۳ اس اشتهار ہوئی کی خواہش اس پر ایسی بڑی کہ کان آواز حق سننے سے بہرے ہو گئے اور دلوں میں عرفان صداقت کی جو

اللَّهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳۵﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا

بعد (دو گویا) کیا تم غور نہیں کرتے۔ اور وہ کہتے ہیں نہیں (کوئی دوسری) زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے (ہیں) ہم نے مرنا اور زندہ

وَمَا يَهْدِيكُمْ إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا

رہتا ہے اور نہیں فنا کرتا ہمیں مگر زمانہ سلسلہ حالانکہ انہیں اس حقیقت کا کوئی علم نہیں۔ وہ محض ظن (و تخمین) سے

استعدادِ تمہی وہ ختم ہو گئی آنکھوں سے نورِ حق کو دیکھنے کی بینائی سلب کر لی گئی۔ اب ایسے بے نسبت کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔  
 سلسلہ کفارِ عرب کی ذہنیت یہاں بالکل بے نقاب ہو کر سامنے آ گئی ہے۔ وہ صرف قیامت اور حیاتِ بعد الموت کے ہی منکر تھے بلکہ وہ ایسی ہستی کے بھی قائل تھے جو اس سلسلے سے جہان کی خالقِ ہوا اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے واقعاتِ تغیرات اور اعمال کی حقیقی قائل ہو۔ حیات اور موت، نفع و شگست، عروج اور زوال اس کے قبضہ قدرت میں ہوا۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ زمانہ ہی مؤثرِ حقیقی ہے۔ رنج و راحت، ادا و اقبال، کامیابی و ناکامی، صحت اور مرض، بہادری و خزاں سب کا تعلق فلک الافلاک کی گردش سے ہے۔ جب وہ خالقِ کائنات کے ہی منکر تھے تو پھر رسالتِ قیامت، نزولِ وحی پران کا ایمان کیسے ہو سکتا تھا اس لیے وہ اسی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے، اسی کو خوب سے خوب تر بنانا ان کے تخیل کی پرواز کی انتہائی۔

الدَّهْرُ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں، الدَّهْرُ فِي الْأَصْلِ اسْمٌ لِمُدَّةِ الْعَالَمِ مِنْ مَبْدَأِ وُجُودِهِ إِلَى انْقِضَائِهِ..... ثُمَّ يُعْتَبَرُ بِهِ عَنْ كُلِّ مَدَّةٍ كَثِيرَةٍ. یعنی "دہر" اصل میں جہان کی ابتداء سے لے کر اس کے اختتام تک کی مدت کو کہتے ہیں۔ پھر طویل مدت کو بھی "دہر" کہا جاتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے "فان الله هو الدهر" کہ زمانہ ہی اللہ تعالیٰ ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں، عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یقول اللہ تعالیٰ یؤذین بنی آدم یسبب الدهر وانا الدهر یدعی الیہم اقلب اللیل والنهار. اس کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان آدم مجھے اذیت دیتا ہے کیونکہ وہ "دہر" کو بڑا بھلا کہتا ہے، حالانکہ اس اللہ ہی میں زمانہ کا موجد ہے۔ سارا امتیاز میرے دستِ قدرت میں ہے۔ یہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں الدهر مرفوع نہیں ہے، تاکہ اس کا معنی ہو کہ میں "دہر" ہوں، ورنہ الذہر بھی اللہ تعالیٰ کے اسمِ پُرُسی سے ہوتا بلکہ اس اللہ ہی ہے اور الذہر ظرفیت کے باعث منصوب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کفارِ عرب ممانت و الام کا حقیقی قائل دہر کو سمجھتے ہیں اور "دہر" کو بڑا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ حقیقی قائل "دہر" نہیں ہے، میں ہوں۔ جس نے زمانہ کو پیدا کیا اور منفعتِ تغیرات کا اس کو سبب بنایا۔ گویا ان کا سبب و ختم میری طرف منسوب ہوتا ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں، انما غلط بعض الرواۃ فتنقل المعنی عندہ وقال لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر (احکام القرآن لجمہاص) یعنی بعض راویوں نے اس حدیث کے بعینہ الفاظ نقل نہیں کیے بلکہ روایت بالمعنی کی ہے۔



يُضْطَوْنَ ۝ وَإِذْ أَنْتَلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ

کام لے سبے ہیں لکن اور جب پڑھ کر نشان مہائی ہیں ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں تو ان کے برابر ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں

قَالُوا اتُّوَابَا بَابِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

ہوئی بجز اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ لے آؤ ہماری باپ دادا کو اگر تم سچے ہو لکن فرمائیے اللہ نے زندہ فرمایا ہے تمہیں پھر وہی مارے گا تمہیں

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

پھر جمع کرے گا تمہیں روز قیامت جس میں ذرا شک نہیں لکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو)

اس طرح ان سے غلطی سرزد ہو گئی اور انہوں نے فان اللہ ہوالدہم نقل کیا، مگر کہ حدیث کے صحیح الفاظ یہ تھے أَنَا الَّذِي هَسَرَ  
یہ نظریہ عرب کے بائیسٹیوں کا تھا جو جہالت و بربریت کی آغوش میں پروان چڑھے تھے۔ اسی نظریہ کو عصر حاضر کے فلسفی اڈ  
مادہ پرست سائنس دان بڑی شد و مد سے پیش کرتے ہیں اور ہمارے سادہ لوح نوجوان جو خود علم و حکمت کے مجھ بے پیدا کنار ہیں  
غواصی کی جرأت نہیں کرتے کیونکہ ان کی تن آسانی اور غفلت کشی انہیں ان جانفشانیوں اور زہرہ گدازوں کی اجازت نہیں دیتی جو  
ایک طالب علم کے لیے ناگزیر ہیں۔ وہ صرف ضرت بینی پر ہی قائل ہیں اور ذہنی طور پر اتنے مرعوب ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ  
یہ تو وہی پرانا 'بوسیدہ اور ازکار رفتہ نظریہ ہے جس کو عرب کے گنواروں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ علم جدید کے بعض ملامدہ اگر یہی عقائد  
رکھتے ہیں تو اس کو ترقی یافتہ اور محققانہ نظریہ نہیں کہا جاسکتا۔ ترقی یافتہ اور محققانہ نظریہ وہی ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور جس کا  
اعلان اور تبلیغ محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

۳۲ خالق عقائد کے انکار اور بھشت و قیامت کے ابطال کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ وہ محض ظن و تخمین کے گھوٹے  
دور رہے ہیں۔

۳۳ وقوع قیامت کے امکان بلکہ اس کے ضروری اور یقین حکمت ہونے پر تو محسوس اور ناقابل تردید دلائل پیش کیے جا چکے  
ہیں لیکن ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی دلیل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کچھ کہتے ہیں تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ ہمارے مرنے ہونے  
باپ دادوں کو زندہ کر دکھاؤ۔ ہم مان جائیں گے کہ قیامت برپا ہوگی۔ ان کے اس قول کی لغویت واضح ہے۔ ان سے یہ کہنے کی کیا  
ہے کہ اس دنیا میں انہیں وہ بارہ زندہ کیا جائے گا۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ روز قیامت انہیں زندہ کیا جائے گا۔ ان کے اس عمل قول کو محبت  
اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اسے ایک قومی محبت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ لہذا ہم اولوالبابہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے  
اور زندگی حسب انہم و تقدیر ہم حجتہ۔

۳۴ ان کے تمام نظریات باطلہ کی تردید کر دی گئی۔ انہیں بتا دیا گیا کہ زماذی بچارہ خود مخلوق ہے۔ اس کی شبہیں اور شایاں اس کی



لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۝

نہیں جانتے - اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی مخلوق اور جس روز بڑا ہونگی قیامت

يَوْمَئِذٍ يَخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ ۝ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَائِئَةٍ طَرَفِ كُلِّ اُمَّةٍ ۝

اس روز سنت نقصان اٹھائیں گے باطل پرست - اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل کر ہوا شامہ ہر گروہ کو بلا جاتے

تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ۝ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا ۝

گھاس کے صحیفہ عمل کی طرف - (انہیں کہا جائے گا) آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے - یہ ہمارا نوشتہ ہے

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۝ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ فَاَمَّا ۝

جو لوگ آپہ تمہارے بارے میں سچی بات کہتا ہے ہم کھد لیا کرتے تھے جو تم (دنیا میں) عمل کیا کرتے تھے - پس

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔

ہمارا اور جنہاں اس کے خالق کے اشارہ کی مرہون منت میں نہ اس میں شعور نہ اور ان کے نہ قدرت نہ اختیار نہ وہ کیسے مؤثر حقیقی ہو سکتا ہے۔ دہر نہیں بلکہ خالق دہر نہیں زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ وہی نہیں قیامت کے دن ایک بجو جمع کرے گا اس میں ذرا شک نہیں، تا وقت اور بے خبر لوگ ہی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے۔

۲۵ آسمانوں اور زمین کا خالق ہی وہی ہے اور مالک ہی وہی۔ ایسے قادر و قیوم کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے اس حقیقت کو تسلیم کر لو اور نہ قیامت کے روز فرط اندامت سے ہنٹ کا لوگے اور اس وقت حسرت و ندامت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۲۸ حساب کے خوف اور باز پرس کی ہیبت سے لوگ ملتے مرعوب اور وہشت زدہ ہوں گے کہ ان کے لیے سچا کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور لوگ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے۔ ہر گروہ کو ان کے صحیفہ عمل کی طرف بلا جائے گا اور اسی کے مطابق ان سے باز پرس ہوگی۔

۲۹ انہیں کہا جائے گا یہ صحیفہ اعمال ہے جو آج تمہارے متعلق بلا کم و کاست سچی گواہی دے گا تمہارے اعمال حسنہ میں سے کچھ ان کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور تمہیں مجرم گرداننے کے لیے تم پر غلط الزامات نہیں لگائے گئے۔ جو نیک و بد اعمال تم کہتے رہے یہ اسی کا مصدقہ ریکارڈ ہے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا فَاَفْلَحَ سَكُنْ اَيْتِيْ

یہی وہ روشن کامیابی ہے جسے اور جو لوگ کفر کرتے رہے لگے ان سے پوچھا جائے گا کیا میری آیتیں تمہارے

تُتْلٰی عَلَيْكُمْ فَاَسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ

سائے لادت نہیں کی جاتی نہیں پھر تم (مومن) کہہ کر کیا کہتے تھے اور تم لوگ (عادی) مجرم تھے۔ اور جب آیتیں کہا جاتا تھا کہ

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا

اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت (کے آنے) میں کوئی شک نہیں تو تم (بڑے غرور سے) کہتے ہم نہیں جانتے قیامت

السَّاعَةُ اِنَّ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَبَدَا لَهُمُ

کیا ہے۔ ہمیں تو یقین ہی ایک گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں اس پر (قطعا) یقین نہیں۔ اور ظاہر ہو گئے ان کے لیے

سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوْۤا وَّحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْۤا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقِيْلَ

بڑے نتائج ان کے کرتوتوں کے اور دھڑکنے سے گھیر لیا انہیں اس (عذاب) نے جس میں کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور (انہیں) کہہ دیا گیا

ہمارے حکم سے فرشتے تمہارے اعمال کو ضبط تحریر میں لاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ہمارے جملہ اعمال کو لکھو آتا ہے اس کی حقیقت کے اور آگ سے اگر ہم قاصر بھی ہوں تو بھی اس کا انکار ممکن نہیں کسی کی گفتگو کو بے یقینی اس کے ضوقی لبوں کے ساتھ محفوظ کرنے کے کتنے طریقے چند سالوں میں ایجاد کر لیے گئے ہیں جن کا کل تک ہم تصور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ ٹیپ کی ایک چھوٹی سی ریل میں کیا کچھ محفوظ نہیں کر لیا جاتا۔ بین ممکن ہے کہ کل ہم اس سے بھی زیادہ محیر العقول طریقے دریافت کر لیں جن کے ذریعے الفاظ، احکامات و سکناات کو اسی طرح منضبط کیا جاسکے جب انسانی مہارت کا یہ عالم ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ ہماری زندگی کے روز و شب کی سب کچھ کی پوری طرح ریکارڈ کر لے۔

جسے وہ اہل ایمان جو عمر بھر صراطِ مستقیم پر گھمزن رہے انفس و شیطان کے بہکانے میں نہ گئے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیا ان رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اس رحمتِ خاصہ کی شانِ ذلالتِ هو الفوز للمبیین کے آیت میں ملاحظہ فرمائیے۔ طالب مولیٰ کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے کہ اس کا رب کریم اس کا محبوب حقیقی اس کو شاندار کامیابی کا خزانہ منگائے۔ اسے میرے بندے! تمہیں لاکھ لاکھ مبارک کرنے اس استخوان میں شاندار کامیالی حاصل کی ہے۔

لگے ان آیات میں کفار کے عبرت ناک انجام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے تمہیں خوابِ غفلت سے

الْيَوْمَ نَسُكُكُمْ كَمَا نَسَيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا وَكُمُ الثَّارُ وَ

آج ہم تمہیں فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے فراموش کیے رکھا اپنے اس دن کی عاقبات کو اور تمہارا ٹھکانا آگ سے اور

مَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۳۵﴾ ذَلِكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَبْتُمْ

تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ یہ اس لیے کہ تم نے بنا رکھا تھا اللہ کی آیتوں کو مذاق اور فریب میں مبتلا کر دیا تھا

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَاَلْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۳۶﴾

تمہیں دُنویٰ زندگی نے پس آج وہ نہیں نکالے جائیں گے آگ سے اور نہ انہیں توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرنے کا موقع دیا جائے گا ۳۶

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ وَلَهُ

پس اللہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا (اور وہی) سائے سے جہانوں کا پروردگار ہے ۳۷ اور وہی ہے

الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۸﴾

کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی سب سے والا، حکمت والا ہے۔

بیدار کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ سرکشی اور نافرمانی کی جو راہ تم نے اپنے لیے پسند کی تھی ہم نے اس کے ہونک انعام سے تمہیں بار بار آگاہ کیا، لیکن تم ماننے سے انکار کرتے رہے اور ہماری آیتوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ جاؤ، جس قسم میں آج تمہاری فریاد و رنجی کرنے والا کوئی نہیں۔

۳۶ الاستعتاب، طلبت الی المسئی الرجوع من اساءتہ، یعنی کسی بد کار سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ اپنی بد کاری سے

رجوع کرے۔ مقصد یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حقیقت ان پر عیاں ہو جائے گی، ان کی ساری غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی، اپنے غرور و سرکشی کے بُرے نتائج ان کو اپنے نرغہ میں لے لیں گے۔ دوزخ کے بڑھتے ہوئے شعلوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اس وقت وہ چاہیں گے کہ انہیں ایک باز توبہ کا موقع دیا جائے اور ایک مرتبہ اپنے کریم و رحیم پروردگار کو راضی کرنے کی مُہلت مل جائے، لیکن ایسا نہ ہوگا۔ ای لا یطلب منهم ان یرضوا ربهم بالتوبۃ لغوات او انہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا بعد للموت من مستعتب۔ (منظری) حضور نے ارشاد فرمایا کہ موت کے بعد چھ توبہ کرنے کی مُہلت نہیں ملے گی۔

۳۷ اس سُورت کا اختتام کس شاندار اور اثر آفرین انداز سے ہو رہا ہے۔ عالم کے صنایع ممتاز کا انکار کرنے والے انکار کرتے رہیں اور اس پر اپنے لاطال لاطال کا انہار لگاتے رہیں۔ شرک کرنے والے اپنا منہ کالا کرتے رہیں اور شرک کو ثابت کرنے کے لیے وہ لاکھ

جتن کرتے ہیں ان کے انکار سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ کوئی مانے یا نہ مانے ہر قسم کی تعریفوں اور ثنا گسٹروں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو آسمانوں کا رب، زمین کا رب، بلکہ سب جہانوں کا رب ہے۔ سچی اور سرمدی عظمتیں اور ہر نوع کی بڑائیاں اسی کو زیبا ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی کبریائی کا ڈھنگا کج رہا ہے۔ وہی سب پر غالب اور بڑا وانا ہے۔

فَللّٰهُ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَهٗ الْكَبِيْرُ يَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
 وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ  
 وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاَمْرِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ شَفِيْعِ الْمَذْنُبِيْنَ  
 اِنِّيْسِ الْغُرَبَاۗءِ وَالْمَسٰكِيْنَ وَعَلَى الْاٰلِ وَصْحَبِہٖمُ وَاٰلِہٖمُ السَّلَامُ  
 فَاَطْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَاٰلِہٖمُ السَّلَامُ وَتُوْفِىْ مُسْلِمًا وَاَلْحَقْتَنِىْ بِالصَّالِحِيْنَ  
 رَبِّ اَرْحَمِہُمْ اَكْحَارُ يَا فِى صَفْوٰہِہٖمُ



# تعارف

## سُورَةُ الاحقاف

**ناظر:** آیت ۲۱ میں الاحقاف کا لکھنا ذکر ہے یہی اس سورہ مبارکہ کا نام ہے۔ اس سورت میں چار رکوع اور بیستین آیتیں ہیں۔ اس کے کلمات کی تعداد چھ سو چوالیس اور حروف کی تعداد دو ہزار پانچ سو پچانوے ہے۔

**زمانہ نزول:** یہ سورت ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آخری آیت فاصب کا حسب اولو العزم من الرس سلسلہ کے حسیب آپ لوں صبر فرمائیے جس طرح اولو العزم رسولوں کا شیوہ تھا، کے کلمات صاف بتا رہے ہیں کہ یہ کئی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار کے ظلم و تشدد کی انتہا ہو گئی تھی۔ وہ اسلام کی روزِ افزوں ترقی کو دیکھ کر غضب ناک ہو رہے تھے وہ ہر قریش پر اس شخص کو بھاریا چاہتے تھے۔ قرابت رشتہ داری ہمسائیگی کے سارے رشتوں کو پاؤں تلے روند چکے تھے۔ ہم وطن اور ہم قوم ہونے کا بھی کوئی پاس نہ رہا تھا، ستنے کہ انہوں نے مکہ کے تمام کافر قبائل کو جمع کر کے بنو ہاشم اور مسلمانوں سے معاشرتی قطع تعلق کا مشورہ کیا، ان کا تحریر ہی معاہدہ کیا تھا اور اس کو ایک صندوقچی میں بند کر کے بڑی حفاظت سے رکھ دیا تھا۔ اس معاہدے میں یہ تحریر کیا گیا کہ سارے قبائل بنو ہاشم سے ہمیں دین شادی بیاہ کا سلسلہ کلیتہً بند کر دیں گے۔ کمانے پینے کی اشیاء بھی انہیں فروخت نہیں کریں گے۔ تین سال تک حضور اپنے خاندان اور اپنے جان نثاروں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ الغرض کفار نے اذیت رسالت کی حد کڑی کئی زندگی کے یہ آخری سال تھے جب اس سورہ کا نزول ہوا۔

اس سورت میں جنات کی معافی کا بھی ذکر ہے۔ جنات نے متعدد بار شرفِ باریابی حاصل کیا۔ جس معافی کا ان آیات میں ذکر ہے اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوقِ بکاء سے واپس تشریف لارہے تھے۔ حضور کے ہمراہ چند صحابہ بھی تھے اور صبح کی نماز ادا کی جا رہی تھی۔ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، عبادہ اور دیگر اکابر کا خیال یہ ہے کہ جب حضور طائف سے واپس تشریف لارہے تھے، اس وقت جنات نے معافی دی۔ اس قول کے مطابق سورت کا زمانہ نزول نبوت کا دسواں سال یا گیارہویں سال کا آغاز ہوگا، کیونکہ دسویں سال میں جناب ابوطالب کی وفات ہوئی ایک ماہ بعد ائمہ المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئیں۔ حضور کے قلب نازک کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس سال کو حضور نے عام الحزن یعنی رنج و اندوہ کا سال فرمایا۔ کفار کے جو روتھ میں جو شر بااضافہ ہو گیا۔ ان رُوح فرسا حالات میں حضور نے طائف کا رخ کیا کہ شاید یہی تکیف کے سردار اس دعوت کو قبول کر سنے پر آمادہ ہو جائیں، لیکن انہوں نے انتہائی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ دو تین مہائی تھے۔ عبدیہ اہل مسود، حسیب، قریش کی ایک خاتون بھی ان کے ہاں بیابھی ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایمان لانے کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے: آگ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہو تو میں غلاب کعبہ نوح کر چیکے ہوں گا۔

دوسرے بولے: کیا خدا کو آپ کے سوا رسول بنانے کے لیے کوئی دوسرا نصاب تھا؟ تیسرے بھائی نے یوں اظہار خیال کیا: بھئی میں آپ سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کی شان اتنی اونچی ہے کہ سیری مجال نہیں کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں اور اگر آپ خود ساختہ رسول ہیں تو پھر آپ اس قابل نہیں کہ آپ سے گفتگو کی جائے۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جب واپس جاتے گئے تو انہوں نے شہر کے لشکروں اور اہل بائیں کو بھیجے لکھا: دو طرح طرح کے آواز سے کہتے، گاتنیاں کرتے اور پتھر مارتے پیچھے ہو لیے۔ حضور کی پنڈلیاں زخموں سے لولہاں ہو گئیں، جو تیاں خون پاک سے جھگٹیں، ایسی حالت میں طائف سے باہر تشریف لائے۔ قریب ہی ربیعہ کے بیٹوں عقبہ اور شیبہ کا ایک باغ تھا، حضور وہاں سستانے کے لیے ٹھہرے اور اپنے دل درد مند کی فریاد اپنے کریم اور قدیر رب کی بارگاہ میں بائیں الفاظ پیش کی:

”اللہ ای ہی کمزوری! اپنی بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے بائگی کا شکوہ میں تیری جناب میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! کمزوروں کا تو ہی آسرا ہے اور میرا ب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟ ایسے بندے کی طرف جو تشریف رُوئی سے مجھ سے ہائیں کرتا ہے۔ کیا کسی دشمن کو تو نے میرے کام کا مالک بنا دیا ہے اور مجھ پر تیری ناراضگی نہ ہو تو مجھے (ان الام و مصائب) کی ذرا پروا نہیں، لیکن تیرا دامن عافیت میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے رُسنے پاک کے نور کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیری ناراضگی مجھ پر اترے۔“

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ حاشی تشریحی لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ترجمہ) عقبہ اور شیبہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حالت میں دیکھا تو ان کا دل پیچ گیا۔ انہوں نے اپنے غلام عداس کو بلا دیا اور کہا کہ ان گوروں کا ایک گھنٹے لے لو اس کو ایک شیشی میں رکھو اور اس کے پاس لے جاؤ۔ جب عداس نے وہ طبق حضور کی خدمت میں پیش کیا، تو حضور نے بسم اللہ کہا اور کھانا شروع کیا۔ عداس نے تعجب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس علاقہ کے لوگ تو کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا کرتے حضور نے پوچھا تم کس علاقہ کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ کہنے لگے میں نصرانی ہوں اور بیٹائی کا رہنے والا ہوں، حضور نے پوچھا کیا تم مرد پاک یونس بن مثنیٰ کے شہر کے رہنے والے ہو۔ عداس کہنے لگا آپ کو یونس کا کیسے علم ہے؟ فرمایا وہ تو میرے بھائی ہیں۔ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے جھک کر حضور کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو چوم لیا۔ واپس گیا، تو عقبہ اور شیبہ نے پوچھا تم نے ان کی قدس جوئی کیوں کی۔ کہنے لگا اس وقت رُسنے زمین پر ان سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جو نبی کے بغیر کوئی نہیں بتا سکتا۔

وہاں سے روانہ ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وادنی نخلہ میں پہنچے۔ وہاں شب ہوا، سب نماز میں حضور تلاوت فرما رہے تھے کہ نصیبین کے جنات کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت سنی تو سب وہیں جم کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو اس کے نبی کی پاک زبان سے سننے میں محو ہو گئے، جب اپنی قوم میں واپس گئے تو قرآنی تعلیمات سے انہیں بھی آگاہ کیا۔



**مضامین:** جیسے مندرجہ بالا طور سے واضح ہوا کہ یہ سورت نبوت کے دسویں سال کے آخر یا گیا رہیں سال کے آغاز میں مکہ میں نازل ہوئی اس لیے اس میں ان کی اصلاح کی طرف پوری توجہ دی گئی ہے۔ ان کے مہودان باطل کی بے بسی اور یکپارگی کا پردہ چاک کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا ہے۔ قیامت پلے میں وہ جن شبہات میں بڑی طرح الجھے ہوئے تھے ان سے نکلنے کا انہیں راستہ بتایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے بیمار اذہان جس خود ستانی اور خود فریبی کے مرض کا شکار تھے اس کو عیاں کیا گیا ہے۔

عوام الناس اسلام کی سچی تعلیمات سے متاثر ہو کر اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت و صورت سے مسحور ہو کر اسلام کی طرف راغب ہونے لگتے تو یہ لوگ ان سادہ منش عوام کو یہ کہہ کر اسلام سے برگشتہ کر دیتے کہ اسے لوگو! ہمیں دکھینا اس جہے شہر میں اس سادہ علاقہ میں علم و فہم میں ہمارے پانے کا کوئی دوسرا آدمی ہے؟ کوئی ایسا شخص ہے جسے احوالِ عالم کا تجربہ ہم سے زیادہ ہو؟ تمہارا شاہد ہے کہ جنگ اور صلح ہر حالت میں ہماری رلنے ہی صاحب اور درست ہوتی ہے۔ مزید برآں ہماری امت کا ستارہ بڑی بندھی برسے۔ اپنے نبوت کی ارجندہ کی باعث ہر اچھی بات کی طرف ہم سب لوگوں پر سبقت لے جاتے ہیں۔ اگر اسلام کوئی اچھا دین ہوتا تو باہیں علم و فہم، تجربہ اور فراست کیا اس کو قبول کرنے میں ہم بچھے رہ جاتے اور یہ مہیاڑ بھونکنے والے اس معاملے میں ہم سے سبقت لے جاتے۔ یہ کیونکر ممکن تھا اس لیے ہمارا اس دین کو قبول نہ کرنا اس بات کے لیے کافی سند ہے کہ یہ دین کسی نصرت کا نہیں، بیکار نہیں ہے۔

یہ ان کی ابلہ فریبی تھی جس میں وہ عمر بھر مبتلا رہے۔ خود بھی اسلام کے سرچشمہ شیشیوں سے فیض یاب نہ ہونے اور جہاں تک بن پڑا، عوام کو بھی اس سے دور رکھتے رہے۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات جس رُوح پر اور انقلاب سے اپنے ماننے والوں کو بھنکار کر دیتی ہیں اس کی وضاحت دو آدمیوں کے خیالات کا تذکرہ کر کے فرمادی۔ ایک مومن اور دوسرا کافر۔

آیت ۱۵۱ کے آخر میں جو دعا ہے اس کے آئینہ میں بندہ مومن کی آرزوؤں اور تمناؤں کا عکس جمیل آپ کو نظر آئے گا اور آیت ۱۵۲ میں ایک کافر کی غلطی کا عکس بھی کی تصویر صاف صاف دکھائی دے رہی ہے۔

اہل مکہ کو قومِ عاد کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی بربادی کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی قوت و طاقت عطا فرمائی تھی۔ انہیں ظاہری اور باطنی صلاحیتیں مرحمت کی تھیں۔ وہ اگر چاہتے تو اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے اور مزید انعامات و احسانات کے مستحق بن جاتے لیکن آیاتِ الہی سے بے اعتنائی، بلکہ ان کا استہزاء اور انبیاء کی تکذیب کی عادت نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا۔ پھر زمان و دولت ان کو ہمارے ضابط سے بچا سکی نہ علم و فہم میں ان کا کمال و مہارت ان کے کسی کام آئی۔ اپنی بکاروں کے باعث وہ صرف غلطی کی طرح نیست و نابود کر دیے گئے۔

کفار و مشرکین کی طرف سے جب حدودِ جہنم و عداوت کا اظہار کیا جانے لگا، وہ مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے، خود ذاتِ پاک حبیبِ کبریا علیہ التیمۃ والثناء کو بھی جی بھر کر ستاتے، تو ان کی بربریت کا مقابلہ کرنے کے لیے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو صبر کی دعائے استعمال کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا: فاصبر كما صبر اولوالعزم من  
الرسول۔ بے شک اہل حق کے لیے ہمیشہ سے صبر ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے وہ دشمن کے کمر و فریب کا بھی مقابلہ کرتے  
ہیں اور اسی سے منہج ہو کر دشمنان حق کے جدید ترین ہتھیاروں کو بھی ناکارہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
بھی اسی ہتھیار سے باطل کو شکست دی اور حق کا پرچم بلند کیا اور ہم غلاموں کے لیے بھی کامیابی اور فلاح کا یہی طریقہ ہے۔



سُورَةُ الْحَقَّافِ مَكِّيَّةٌ تَرْتِيبًا خَمْسَةٌ وَثَلَاثُونَ آيَاتٍ وَأَوَّلُهَا مَعْرُوفٌ بِرُكُوعِكَ

سورۃ الحقاف مکی ہے اور اس کی پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ مَا خَلَقْنَا

ما-یم۔ اُذی گئی ہے یہ کتاب اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب بہت دانہ ہے لے نہیں پیدا فرمایا ہم نے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ قُسْمَتِي ۝ ط

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ لے اور مدت مقررہ تک لے

لے کفار کی مخالفت اپنے شباب پر ہے۔ وہ بڑی شہود سے اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ سورۃ ہاشیہ کی طرح یہاں بھی سورت کا افتتاح کرتے کئے بڑی فصاحت و بلاغت سے بتا دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو عزیز ہی ہے اور حکیم ہی۔ اس قرآن پاک کی برکت اس کی عزت اور اس کی محنت کی گواہی دے رہی ہے۔ تنزیل حسبہ اور اہم معمول منزل کے معنی میں یہاں متعمل ہوا ہے۔

لے آسمانوں اور زمین کی تخلیق بے مقصد اور محض کیل تماشا نہیں بلکہ اس میں اُنگھٹ حکمتیں ہیں۔ علامہ آسی آیت کے اس حصے کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، خلقنا متلبسًا بالحق الذي تقتضيه الحكمة التكوينية والتشريعية (زُور المعالي) یعنی کوئی اور تشبیہی حکمتوں اور زکوٰتوں کا پورا اماند کرتے ہوئے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔ بنانے والے نے اسے اس خوبی اور مہارت سے بنایا ہے کہ اس میں کسی قسم کی اصلاح اور ترمیم کی گنجائش نہیں۔ جو چیز ہمیں بنا دی ویسے ہی بنی چاہیے تھی جو چیزیں جہاں سہادی گئی ہے وہی اس کی سوزوں ترین جگہ ہے۔ کوئی مهندس کوئی معزز فنون لطیفہ کا کوئی ماہر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر یوں نہ ہوتا یا ایسا ہوتا تو زیادہ مفید زیادہ کارآمد اور حسن و خوبی کے اعتبار سے زیادہ دل کش ہوتا۔ جتنا زیادہ کوئی غور و فکر کرے گا اس نظام کی خوبیوں اور لطافتوں کو دیکھ کر دنگ رہ جائے گا۔

گالے انسان! تو تو اس مطلق عظیم کا شاہکار ہے تیرے ہائے میں اس نے خود بڑے فخر سے فرمایا لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم۔ ذرا اپنی رعنائیوں اور دلربائیوں کو آئینہ فطرت میں دیکھو تجھے موسوس ہو گا کہ زمین کی دوستیں پہاڑوں کی جڑیاں سندروں کی روانیاں آسمانوں کی پہنائیاں تیری عظمتوں کو سلام کر رہی ہیں۔ تو ان میں نہ کھوجا۔ تو خود وہ ہے خادم نہ بن۔ تو مظلوم ہے۔

غالب نہیں۔ اگر طالب بننا ہے تو اس کا بن جس نے تجھے یہ حسن یہ رعنائی عطا فرمائی ہے۔

لے اجل مستحق فرما کر بتا دیا کہ اس جہاں کی کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہر چیز کو اس کے خالق نے جس طرح بڑی حکمت

وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ﴿۶﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ تَتَدْعُونَ

اور کفار اس چیز سے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے ڈوگروانی کرنے والے ہیں۔ فرمائیے (وہ کفار) کہیں تم نے خور سے (دیکھا ہے نہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

تم اللہ کے سوا خدا سمجھ کر پکارتے ہو (جیسا) مجھے بھی تو دکھاؤ جو پیدا کیا ہے انہوں نے زمین سے یا ان کا آسمانوں (کی تخلیق) میں

فِي السَّمَاوَاتِ إِنِّي نُنِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَشْرَاقٍ مِّنْ عِلْمٍ

کچھ حصہ ہے مگر (لازم ہے) اس کوئی کتاب جو اس سے پہلے اتری ہو یا کوئی (دوسرا) علمی ثبوت ہے

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۷﴾ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ

اگر تم سچے ہو - اور کون زیادہ گمراہ ہے اس (بدبخت) سے جو پکارتا ہے اللہ کو چھوڑ کر

سے پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس کے لیے ایک مینا دہی مقرر کر دی ہے۔ جب مقررہ مینا پوری ہو جائے گی تو وہ چیز فنا ہو جائے گی۔ تم آسمانوں کی پہچانی اور زمین وغیرہ کی مضبوطی کو دیکھ کر اس نغظ نفسی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ دنیاویوں ہی رہے گی، کہیں فنا نہ ہوگی۔ اس دنیا کی عمر طویل ہو سکتی ہے، لیکن اسے ایک روز ختم ضرور ہونے ہے۔ اس کے بعد تمہیں پھر زندہ کیا جائے گا اور تم سے تمہارے اعمال کی بازپرسی ہوگی۔ خوش نصیب وہ ہے جو ہر وقت ہوشیار ہو جاتا ہے اور اپنے مستقبل کو درخشاں کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے۔ وہ لوگ جس طرح کہ فوق کے ہامت قلب سلیم کی نعمت سے محروم ہو چکے ہیں وہ اس نہرو عظمت کی قدر نہیں کرتے بلکہ ان ناراضگی اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے منہ موڑ لیتے ہیں۔

۶ مے مشرکین جو بڑے زور شور سے اپنے بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور اگر اس پر انہیں ٹوکا جاتا تو وہ بہت برہم ہوتے۔ ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ جن کو تم نے مہود بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر تم نے ان کی پوجا شروع کر رکھی ہے۔ کیا اس کی کوئی معقول وجہ بھی تم بتا سکتے ہو؟ کیا کہ زمین کی کسی چیز کے وہ مخالف ہیں، آسمان کی آفرینش میں کیا ان کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تمہارے پاس کوئی تحریری ثبوت سے توجیہ کرو اور اگر تم خود اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ اس دین و عین و عرض کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ ہے تو یہ اس مخالف و حکیم کو چھوڑ کر کسی شجر کسی بے زور یا ذی زور شے کی پوجا کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ ماتت دعون: ماتت بدون (دوسرا المعانی) اس آیت میں ماتت دعون کا معنی ماتت بدون ہے یعنی بتوں کی تم عبادت کرتے ہو۔ ماتت دعون: ماتت بدون (ظہری) ماتت دعون: تفسیر بدون (مگر)

۷ مے اگر تمہارے بتوں نے زمین و آسمان کی تخلیق میں کچھ حصہ لیا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کرو کہ قرآن کریم کو تو تم تسلیم نہیں

اللَّهُ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ

ایسے مہبود کہ جو قیامت تک اس کی فریاد قبول نہیں کر سکتا اور وہ ان کے پکارنے سے ہی

غفلون ﴿۱﴾ وَإِذَا حَشَرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ

نافل ہیں سُنَّہ اور جب یمن کیے جائیں گے لوگ رز و زحشر تو وہ مہبود ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا صاف

کرتے۔ آخر اس سے پہلے بھی کئی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان میں سے کسی میں یہ لکھا ہوا کہ وہ لوگ تمہارے غلام بُت یا غلام مہبود نے زمین و آسمان کی غلام چیز بنائی ہے۔ اگر تم اس قسم کا کوئی سوال کسی آسمانی کتاب سے نہیں دیکھا کتنے تو بیچارہ کوئی عقلی ثبوت ہی پیش کرو۔ علامہ ابن حبان ائمہ سنن اشارۃ من علم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ای ہقیقۃ من علم ای من علوم الاولین۔ یعنی وہ علم جو پہلے علماء و عقلاء سے منقول ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ابو سلمیٰ بن عبدالرحمن اور قتادہ نے فرمایا او خاصۃ من علم یعنی وہ علم جو صرف تمہیں حاصل ہوا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کی رسائی اس تک نہیں ہوئی۔ اگر تمہارے پاس نہ کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی دلیل تو پھر بلاوجہ جان بوجھ کر ایسی غلطی نہ کرو جس کی سزا آدمی جہنم ہے۔

سُنَّہ مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بُت نصب کر رکھے تھے۔ اپنے اپنے گروں میں جو مورتیاں انہوں نے بنا رکھی تھیں وہ ان کے علاوہ تھیں۔ ان کی اس کلی گراہی بلکہ حماقت کو بڑے نثر نثرانہ مزین پیش کیا جا رہا ہے کہ اسے عقل کے اندھو اتم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ وہ بلا کسی مشکل وقت میں تمہاری مدد کیا ناک کریں گے اس سے زیادہ نادان اور گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ای اضل من یدعو من دون اللہ احساناً ویطلب منها ما لا تستطیع۔ ای یوم القیامۃ وہی غافلۃ عما یقول لا تسمع ولا تبصر ولا تبطلش لانہا جماد حجارۃ صخر تفسیر ابن کثیر

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ جو وہ کہہ رہا ہے وہ اس سے نافل ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بے ہوش پتھر ہیں جو بالکل بے ہوش ہیں۔

علامہ ابن حبان ائمہ سنن کی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

یبدعون من دونہ جماد الیستجیب لہم ولا قدرۃ بہ علی استجابۃ۔

یعنی وہ ایسے بے ہوش پتھر کو بجاتے ہیں جو انہیں نہ جواب دے سکتا ہے اور نہ اس میں جواب دینے کی طاقت ہے۔

بعض نم نم لوگ جو سنت کے اتحاد کو انتشار کا شکار بنا چاہتے ہیں رات دن اس دامن میں گمے رہتے ہیں کہ سنت میں ہی سنت چلتی کریں۔ وہ یہ آیت اہل سنت پر چسپاں کرتے ہیں و معاذ اللہ یہ حکم کمالی اہل سنت میں سے کوئی ان پڑھے سے نہ پڑھ بھی اللہ جل مجدہ کے ہاں



کسی کی طمانی اور الوہیت کا عقیدہ فاسد نہیں رکھتا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب تمام نبیوں کے سرواز تمام رسولوں کے سرتاج اپنے آقا و مولیٰ اور دونوں جہان کے آسماں سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اشد شہدان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نمازیں کی گئی بار اس شہادت کا مادہ کرتا ہے تو وہ کسی اور کو کیونکر خدا یا خدا کا ہمسرا و شریک تصور کر سکتا ہے۔ یہ محض ہمتان اور افترا عظیم ہے کہ اہل سنت کسی کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔ ہذا اخلاک مبین و بہتان عظیم۔

شیار القرآن میں مختلف مقامات پر اس کی تشریح گزر چکی ہے۔  
خارجیوں (جدید اور قدیم) کے علاوہ تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ و یکس پناہ میں جب کوئی غلام صلوة و سلام عرض کرتا ہے تو حضور اس کو سلام کا جواب فرماتے ہیں جس کو خواص اپنے کانوں سے سنتے ہیں اور لذتِ جواب سے سرشار ہوتے ہیں۔ مصر کے مشہور ولی کامل حضرت شیخ احمد رفائی رحمۃ اللہ علیہ جب رووضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو بعد اسب نیاز عرض کی الصلوٰۃ والسلام علیک یا جندی۔ لے میرے نانا پاک آپ پر صلوة و سلام ہو۔ رووضہ اقدس سے جواب آیا۔ و علیک السلام یا ولدی لے میرے بچے تجھ پر ہی سلام۔ میں سن کر آپ پر وہی کیفیت طاری ہو گئی اور فی البدیہہ بیباکی عرض کی:

فِي حَالِهِ الْبُعْدِ زَوْجِي كُنْتُ أَرْبِلُهَا      تَقْبَلُ الْوَضْعَ عَسْفِي وَهِيَ نَائِبَتِي

جب میرا جد نکال یہاں سے دور تھا تو میں آستانہ بوسی کے لیے اپنی نوح کو بھیج کر تھا  
وہلہ بدقولۃ الا شہاب قد حضرت فامندد چہنشت کی تعظی ہا شلفتی  
اب تو میں خود بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں۔ دست پاک نکال لیتے تاکہ میں بوسے کے کر دل کی حسرت پوری کر سکوں۔

دست مبارک باہر آیا جس کو آپ نے بوسہ دیا ہزار بار آڈیوں نے اس کو کیا۔

اس واقعہ کو دیگر علماء کے علاوہ علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں اور مولانا تھانوی نے اپنے رسائل میں بیان کیا ہے۔

حضرت شرف الدین برصیری رحمۃ اللہ علیہ کو تاج کامرض الاتق ہوا نصف جسم بے کار ہو گیا۔ آپ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں فرما دی کہ اسی رات زیارت سے شرف ہونے سے حضور نے دست مبارک ان کے ہان پر پھیلا دیا تو ریشا لیا اب ہو گئے مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب مطبوعہ دیوبند ۲۳۲ پر اس واقعہ کو کہنے کے بعد تحریر کرتے ہیں اسے آپ ہی پڑھیے:

اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجیے جو آپ نے مدح نبوی میں کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون سا قصیدہ؟ اس نے کہا جس کے اوّل میں ہے اہن تذکیر جبران بیدی سلم۔ ان کو تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ اس درویش نے کہا واللہ! میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جب یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے۔

یہ قصیدہ آپ زور سے کہنے کے قابل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے پسند فرمایا ہے۔ اس کا ایک شعر آپ بھی سن لیں۔ ان شریک سازوں کے فتووں کی حقیقت کھل جائے گی۔



كُفْرَيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

انکار کریں گے کہ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں جو روشن ہیں شے تو کہتے ہیں کفار

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ قُلْ

حق کے بانے میں جب ان کے پاس آیا کہ یہ کھلا جاؤ وہ ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ نبی نے اس کو خود گھڑ لیا ہے۔ فرمائیے

مِآ اَكْرَمَ الْمَخْلُوْقِ مَا لِيْ مِنْ اَلْوَدِّيَّاهِ بِسُوْاكَ عِنْدَ حٰنُوْلِ الْحَدٰثِ الْعَمَمِ

لے ساری مخلوق سے زیادہ سخی امصائب الامم کے وقت حضور کے بغیر میں کس کے واسطے میں پناہ لوں۔

ہمارے مہند کے نابغہ روزگار شاعر عبدالعزیز غالب کے یہ اشعار بھی سن لیجیے:

تُوخْرِشْ يَدِ سَحْرِ تُوْبِدْر كَامِلٍ ، هِرَاوَاتِيْرِيْ

نگاہیں مشکب گیس معذب نشان یا رسول اللہ

تیری رحمت کے دروازے کھلیں ہر کہ و مہند ہے تو واسطہ میں مستندان یا رسول اللہ

عزیز خاطر آشفستہ مالان کون ذیبا میں تے دیلے نہ کہیں کس کا دامان یا رسول اللہ

آخر میں شاہ اسماعیل دہلوی کی یہ عبارت بھی پیش نظر رکھیے۔ وہ اپنے پیر سید احمد دہلوی کے متعلق کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ الاظم اور حضرت بہا الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہما نے ان کو ایک وقت قادری اور نقشبندی سلسلہ کا فیض بخشا۔ چشتی سلسلہ سے حصول فیض و نسبت کے متعلق دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقہ توتوز حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ و العزیز تشریف فرما شہدہ و بر مرقہ مبارک ایشاں مراقبہ نشستند دریں اثنا بروح پر فتوح ایشاں ملاقات متحقق شدہ و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہ میں ترقی فرمودند کہ بسبب اس توجہ ابتدائی حصول نسبت چشتیا متحقق شدہ۔“ (صراط مستقیم ص ۱۶۶ مطبع فخر المصالح کسٹو)

یعنی ایک دن سید احمد صاحب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور وہاں مراقبہ میں بیٹھے۔ اسی اثنا میں حضرت کی روح پر فتوح سے ملاقات نصیب ہوئی۔ خواجہ خواجگان نے آپ پر بڑی زور و توجہ فرمائی۔ اس توجہ کی برکت سے نسبت چشتیہ کے حصول کی ابتدا ہوئی۔

کچھ بتوں کے پکاریوں کو بتایا جا رہا ہے کہ روزِ مشرب تمہیں پکار لیا جائے گا تمہارے عقائدہ فاسدہ اور اعمالِ بیشک کی بڑس شرح ہوگی تو تمہارے وہ جوئے بڑ جن کی کمرہ تمہارے کہتے رہے تھے وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ جن کو تم اپنی نجات کا ذریعہ کہتے تھے وہ تمہاری تباہی و بربادی کا سبب بن گئے ہیں وہ تمہاری پورا پورا پاٹ کا صاف صاف انکار کریں گے۔ سابقہ آیت میں یہ دعوا اور عن دعائیم کے الفاظ ہیں مفسرین نے ان کا معنی یہ لکھا ہے اور عبادت تم سے کیا ہے۔ اس آیت نے ان کی اس تفسیر کی تصدیق کر لی۔ فرمایا و کانوا لعباد تہم کافرین۔

شے انصاف اور شگونی کا تقاضا تو یہ تھا کہ آیاتِ ربانی کو سن کر وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجاتے مگر حق کو قبول کر لیتے اور ان کے

إِنْ افْتَرَيْتَهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنْ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا

اگر میں نے اس کو خود گھڑا ہے تو تم اس طاقت کے مالک نہیں کہ مجھے اللہ سے چھڑالو۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم

تَفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا ابْنِي وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُورُ

مشغول ہو گا۔ وہ کافی ہے بطور گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان شہدے اور وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ

الرَّحِيمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاءِ قَوْمِ الرَّسْلِ وَمَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ

رحم فرمانے والا ہے۔ آپ کہیے میں کوئی ان کا رسول تو نہیں ہوں۔ اللہ اور میں (از خود) نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا

دونوں جہان سنور جاتے ہیں ان بد بختوں نے انہیہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ صاف صاف جانتے ہیں۔

۹۹ کفار کے اس اقرار اور ہمتان کا جواب دینے کا حکم مل رہا ہے۔ اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کی نہیں نے خود اس کو گھڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مہوتی نسبت کر رہا ہوں تو یہ ایک سنگین جرم ہے جس کی سزا بڑی الناک ہے اور تم میں سے کسی میں یہ جنت اور قوت نہیں کہ اگر مجھے سزا دینے لگے تو تم مجھے خیر اسکو تم خود سوچو کیا میں اپنی جان پر ایسا نالوم ڈھا سکتا ہوں اور اپنے آپ کو خدا کے غضب کا ہدف بنا سکتا ہوں ہرگز نہیں ہرگز نہیں تم بھی یہ سمجھ لو کہ جو مذاق تم کر رہے ہو اور جس شغل میں تم گمے ہوئے ہو اللہ تعالیٰ اس کو بھی خوب جانتا ہے اور تمہاری اس ہمتان تراشی کی سزا ضرور وہ تمہیں دے گا۔

تفويضون: الالفاضة في الشئ، الخوض فيه والاندفاع افاضوا في الحديث اي اندفعوا فيه۔ کسی کام میں کو  
جانا۔ منسک ہو جانا۔ کسی گفتگو میں محو ہو جانا۔

۱۰۰ میں حق پر ہوں یا تم اس کا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی گواہی کے بعد کسی دوسرے گواہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اب ہمیں  
مباد نامہ ہے اور مشیر مرفوع قائل ہے۔ فاسلام زاندة والضعيف في محل الرفع على الفاعلية۔ (مظہری)

اللہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر کفار طرح طرح کے اعتراضات کرتے۔ کبھی کہتے یہ بشر ہے بھلا بشر بھی منصب نبوت پر فائز ہو سکتا ہے؟ کبھی کہتے یہ تو بالکل ہماری طرح کا تا پینا ہے بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ بھلا رسول سے بھی ایسے معمولی کام سرزد ہوتے ہیں؟ کبھی کہتے اگر خدا کو رسول بنا کر بھیجنا ہی تھا تو وہ کیا ایسے شخص کو رسول بنا تا جس کے پاس نہ مال نہ دولت نہ خدم نہ شرم نہ بھائی نہ اعمان نہ انصار بھلا یہ بھی کوئی ملک ہے؟ چہاں سے ہاں بڑے بڑے رؤسا ہیں جو زیرک بھی ہیں اور تجربہ کار بھی۔ ان کے اثر و رسوخ کا دائرہ بڑا وسیع ہے عرب کے تمام قبائل کے دلوں پر ان کی وحاک مٹھی ہوئی ہے۔ ان کی دولت و ثروت کے افسانے دُور دُور تک مشہور ہیں۔ منصب رسالت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کیوں کسی کو منتخب نہ کیا۔ پھر وہ فرمائش کرتے ہیں کہ ہم تب نہیں گے اگر بیشک کالے پہاڑیاں سے دُور پہاڑیے جائیں، مدینہ کا ملک ہمارا میدان ہوا، اس میں چٹے اُبٹنے لگیں، نہریں بہنے لگیں وغیرہ وغیرہ۔

## بِنِي وَلَا يَكْمُرُ اِنْ اَشْبَعُ اِلَّا مَا يُؤْوِي اِلَيْكَ وَمَا اَنَا اِلَّا اَنْذِيرُ قَبِيْلِيْنَ

میرے ساتھ اور کیا کیا جانے کا تمہارے ساتھ۔ میں تو پیروی کرتا ہوں جو وہی میری طرف کی جاتی ہے اور میں نہیں ہوں مگر صاف صاف ڈرانے والا سائل

ان سب ہرزہ سرائیوں کے جواب میں صرف ایک ہی پُر مغز بات فرمانے کا حکم دیا کہ اسے رونق بزمِ ہستی اسے شمع منظرِ امکان، آپ نہیں کہیں کر کیا میں نرالا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا؛ اگر میں پہلا رسول ہوتا تو تمہاری ان گھڑی گھڑی باتوں میں کچھ وزن ہوتا اور ان کے جواب کی طرف توجہ کی جاتی۔ جب مجھ سے پہلے کثیر تعداد میں پیغمبر آچکے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم بھی مانتے ہو اور ان کا احترام کرتے ہو۔ کیا وہ انسان نہ تھے؟ کیا وہ کھاتے پیتے نہ تھے؟ کیا وہ ضروریم کے انباروں کے مالک تھے؟ کیا وہ اپنی امت کی ایسی بے پردہ فرمائشوں کو پورا کیا کرتے تھے؟ جب ایسا نہیں تھا تو تم میرے متعلق یادہ گئی کیوں کرتے ہو۔ میرا کام ظاہری چشمے جاری کرنا نہیں۔ میں تو معرفتِ الٰہی کے چشموں سے تمہارے اُجڑے ہوئے چہن چہات کو از سر نو بہا رآشا کرنے آیا ہوں۔ ان پہاڑوں کو تو قہراً خاموش سے بھی اُڑا سکتے ہو۔ میں ایسے جہاںات اٹھانے کے لیے آیا ہوں جنہوں نے تمہارے دلوں کی آنکھوں کو اندھا بنا رکھا تھا۔ مجھے بخوار دیکھنے کے بجائے نہ پوچھو۔ مجھ سے اپنے رب کی قرب و رشتہ کے طریقے سیکھو۔ میں تمہیں اس سبکدہ تصورات سے نکال کر حرمِ ذات تک لے جاؤں گا۔ مجھ سے اس چوسکے بارے میں سوال نہ کرو جو تمہارا گنوار اور اونٹ چرا کر لے گیا ہے۔ مجھ سے اس رلینز اور ڈاکا پتر پوجھو جو دن و رات تمہارے ایمان و ایقان کے خزانوں پر ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ اس کا پورا پتہ اور نشان بتاؤں گا تم اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لو گے کیا ہوا اگر میرے پاس خزانے نہیں۔ کیا دنیا کے شہنشاہوں کے خزانوں کے قہنچی موتی، علوم و معارف، اسرار و لطائف کے ان درہائے آبدار کا مقابلہ کر سکتے ہیں جن سے میرے رب نے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔ پیغمبر تمہارا کوکر نہیں ہے تاکہ تمہاری فرمائشوں کی تعمیل میں لگا رہے، وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور تمہارا آقا ہے۔ وہ تو صرف اور صرف اپنے رب کی فرمانبرداری کرے گا۔ ہاں! تمہاری عزت و شرف اس میں ہے کہ تم بے چوٹ و چرا اس کی اطاعت کرو۔

ایک ہی فقرہ سے ان کی تمام ہنر نیات کا اندازا شکمیں رو در فرمایا۔

اللہ آیت کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے علماء کرام نے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ پہلے میں ان کے ارشادات نقل کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو مضموم میں سمجھا ہوں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ماقت اور انجام کے بارے میں (معاذ اللہ) کچھ خبر نہ تھی اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے احوال آخرت کا کوئی علم تھا۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی ہو گا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ قیامت کے روز میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا اور نہ مجھے یہ علم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا۔

کفار یہود اور منافقین نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ایسے نبی پر ایمان لانے سے کیا حاصل! جسے اپنے انجام کی بھی خبر نہیں۔ ہم نہ کہتے تھے کہ یہ قرآن ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے۔ اگر یہ منزل بن اللہ جتنا تو کیا اللہ تعالیٰ انہیں یہ بھی نہ بتاتا کہ روزِ حشر ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہرزہ سرائی کو ختم کرنے کے لیے یہ آیت فرمائی لِيُنْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ



مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَعَمَّا تَخْتَسِرُ اس آیت سے دو پہلی آیت (مَا آذَرْتَنِي) منسوخ ہو گئی صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مبارک مسہ پاکہ! حضور کو تراپنے بارے میں علم ہو گیا لیکن ہم غلاموں کا کیا حال ہو گا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی لِيَذْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ اللہ تعالیٰ ایماندار مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل کرے گا جہاں نہریں بہتی ہیں۔ علماء محققین نے اس قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ خبر ہے اور نسخ اشہد کہ نہیں ہوتا اوامر و نواہی کا ہوتا ہے نیز یہ آیت مکی ہے اور سورہ فتح کی آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر سالہا سال بعد نازل ہوئی حالانکہ اگر کسی آیت میں اجمال ہو تو اس کے بیان میں تاخیر نہ ہوا ہے نیز صورت کی ابتدا سے خطاب کفار و مشرکین سے ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیں کہ تم کفار کو بتا دو کہ مجھے اپنے انجام کی کوئی خبر نہیں۔ کفار بڑی آسانی سے یہ کہہ کر حضور کی دعوت کو مسترد کر سکتے تھے کہ جب آپ کو اپنے بارے میں کچھ خبر نہیں تو پھر ایک غیر یقینی چیز کی طرف دعوت دینے کے لیے یہاں کیسے آدھکے؟ جالیسے تشریف لے جائیے۔ چنانچہ ابن جریر طبری، قرطبی، عنقریب اور دیگر اکابر نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روز اول سے اپنی نجات کا یقین تھا۔

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اہل ایمان کو مغفرت کا مشورہ ہے اور منکرین کو دوزخ کی وعید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزازات کا ذکر قرآن میں بھی بڑی شرح و بسط سے موجود ہے اور احادیث طیبہ میں بھی بے شمار مقام محمود، مقام شفا، عظمت کبریٰ، کوشش وغیرہ ان امور کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا اَنَا سَيِّدٌ وَلِدَاؤُكُمْ وَأَنَا سَيِّدٌ وَلِدَاؤُكُمْ وَأَنَا سَيِّدٌ وَلِدَاؤُكُمْ وَأَنَا سَيِّدٌ وَلِدَاؤُكُمْ وَأَنَا سَيِّدٌ وَلِدَاؤُكُمْ اور دیگر پیغمبروں کو میرے جہت سے کیسے نیچے پناوٹے گی۔ یہ باتیں فخریہ طور پر نہیں کہہ رہا، حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔

ایسی بے شمار احادیث صحیحہ ہیں جن میں حضور کے مقامات رفیعہ اور درجاتِ سنیہ کا ذکر موجود ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراپنے شہد و ملامتوں کے بارے میں نام لے لے کر ان کے شہتی ہونے کی ریشارت دی۔ عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی سے کون واقف نہیں؟ حسین بن علی کے متعلق فرمایا سیدنا اشباب اهل الجنة۔ یہ دونوں شہداء اہل جنت کے جوانوں کے سرور ہوں گے۔ حضرت ثابت بن ثعلبہ بن جابر کا تفسیلی ذکر سورہ ہجرات میں آرہا ہے کہ متعلق فرمایا اے ثابت! اَنَا تَرَضِي اَنْ تَقِيَسَ حَمِيْدًا وَتَقْتَلَّ شَهِيْدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم عزت و آرام سے زندگی بسر کرو۔ تمہیں شہادت کا شرف بخش جائے اور تم جنت میں داخل ہو۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔

ان آیات حکمت اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں یہ کہنا بڑی گستاخی ہے کہ حضور کو اپنے انجام کی خبر نہ تھی۔ (معاذ اللہ!) دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے حالات سے بے خبری کا اعلان مقصود ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ دنیا میں میرا کیا حال ہو گا۔ میں شہید کیا جانوں گا یا یہاں سے نکال دیا جاؤں گا۔ اسلام کا مایاب ہو گا یا کفر کو غلبہ ہو گا؟ مسلمانوں کا مستقبل تابناک ہو گا یا تاریک و غیرہ وغیرہ لیکن اگر اس آیت کو دوسری قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھا جائے اور منکرین حدیث کی طرح تمام احادیث کو من گھڑت قرار دیا جائے تو یہ قول بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دین حق کے قلب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی کا ذکر قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے۔



هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَنَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَدِينُ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا. دوسری جگہ ہے (إِنْ جُنَدْنَا نَأْتِيهِمْ أَلْفًا بِلِسُونٍ - ارشاد ہے وَإِنْ جُنِبَ اللَّهُ هُمْ الْمُتَغْلِبُونَ کہ مسلمانوں کے ساتھ نصرت اور کامیابی کا پختہ وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ہم سے ذمہ کرم پر یہ لازم ہے کہ ہم اہل ایمان کی مدد ضرور کریں گے۔

وہ آیات جو عہد نبوت کے بالکل ابتدائی ایام میں نازل ہوئیں ان کے نزول کے بعد بھی اپنے مستقبل کے لیے ہمیں حضورؐ کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ سورہ والضحیٰ میں صاف طور پر ارشاد فرمایا وَكَانَ الْآخِرَةُ خَيْرًا لِّكَ مِنَ الْأُولَىٰ. وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ. اے محبوب! آپ کا ہر نئے والا لمحہ گزریے ہوئے لمحے سے بہتر ہوگا۔ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

غزوہ خندق پر نگاہ ڈالیے صرف کفار کو نہیں بلکہ جزیرہ عرب کے بھلا مشرک قبائل نے میرے پر خدا بول دیا ہے۔ ان کا ایک لشکر جزیرہ مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ان کے دفاع کے لیے خندق کھودی جا رہی ہے۔ کڑا لکے کی سردی ہے، کئی کئی وقت کا فاقہ ہے۔ یہودی جو مدینہ طیبہ میں آباد ہیں انہوں نے کفار مکہ کے ساتھ ساز باز کر رکھی ہے کہ باہر سے تم بھڑ بھول دینا، اندر سے ہم یٹنا کر دیں گے۔ ظاہری حالات اس قدر مخدوش ہیں اور نقصان ہی ناسازگار ہے کہ ایک عام شخص بڑی خوش فہمی کے باوجود مسلمانوں کی کامیابی کی پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا محبوب جب ایک چٹان کو ٹوٹنے کے لیے ضرب لگا تا ہے تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر اٹک ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی زبان نبوت سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ مجھے مکہ ایران کی کنئیاں نے دی گئیں مجھے قیصر کے شاہی خزانے دیے گئے۔ مجھے یمن کی کنئیاں نے دی گئیں اور جن ممالک کی کنئیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی تھیں ان کا عملی طور پر ظہور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا۔

حضرت خلیفہ بن میان بن کالعب از وان رسول ہے فرماتے ہیں وَاللَّهِ انى لا علم الناس بكل فتنة هي كانت في قبلي حتى وب بين الساعة وما بالي الا يكون رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم استراني في ذالك شيئا  
بخ و سلم شريف جلد دوم ص ۳۹۰

حضرت خلیفہ فرماتے ہیں کہ آج سے لے کر قیامت تک آنے والے جتنے فتنے ہیں ان میں سے ہر فتنہ کے متعلق میں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان فتنوں کی ہمیں خبر دی۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانہ سیکون فی امتی کذا یون ثلاثون کلہم ینزع عنہ منی وانا خاتم النبیین لا منی بعدی (ابوداؤد کتاب السنن)

ترجمہ: حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس کتاب ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کسے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ان آیات و امارت کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کو یہ علم نہیں تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ آپ کے دین کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مسادری نے تفصیل ملکہ کی نفی ہے کہ میں تفصیلاً نہیں جانتا، اگرچہ اجمالاً جانتا ہوں۔ ان تینوں اقوال سے

کوئی بھی ایسا نہیں جو دل کو مطمئن کر سکے۔ لیکن اگر ما ادری کی تحقیق کی جائے تو ساری تشویش دور ہو جاتی ہے۔ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

علامہ رابعی اصفہانی اپنی شہرہ آفاق مفردات القرآن میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الدرایۃ: المعرفة المدركة بضرب من الحمتل يقال دریت بـ دریة نحو فطنت و شعرت . . . . . والدرایة لا تستعمل فی اللہ تعالیٰ وقول الشاعر لا فہم لا ادری ولنت الداری فن تعبر عن اجلاف العرب (مفردات) یعنی درایت اس معرفت کو کہتے ہیں جو ظن و تخمین سے حاصل ہوتی ہے۔ فہم و ذہانت سے کسی چیز کو سمجھنا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ درایت کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ شاعر کا یہ مصرع جس میں اللہ تعالیٰ کو الداری کہا گیا ہے، یہ شاعر کا جاہلانہ اُجدہن ہے۔

علامہ زبیدی شارح قاموس اپنی مائتہ ناز تصنیف تاج العروس میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے قلمطراز ہیں: دریت نودہ . . . . . علمتہ۔ قال شیخنا صریحاً: اتحاد العلم والدرایة۔ وصرح غیرہ بان الدرایة اخص من العلم او علمتہ بضرب من الحیلة ولذا لا یطلق علی اللہ تعالیٰ ولما قولہ الراجز لا فہم لا ادری ولنت الداری فن عجر فة الاعراب (تاج العروس)

ترجمہ: یعنی درایت بذات خود ہی مقتدی ہوتا ہے اور بہانہ کے ساتھ بھی اس کا تعدیہ کیا جاتا ہے۔ درایت کا سنی ہے میں نے جان لیا۔ میرے شیخ کہتے ہیں کہ علم و درایت ہم معنی ہیں لیکن دوسرے علماء لغت نے تصریح کی ہے کہ درایت علم سے خاص ہے یا حیلہ و قیاس سے کسی کو جانتا درایت کہلاتا ہے۔ اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاتا اور ایک رجسٹر گونے درایت کی نسبت اس مصرع میں ذاتِ باری کی طرف کی ہے یہ اس کا گنہگار ہے۔

علامہ ابن عابدین نے درایت کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔ الدرایة ای ادراك العقل بالقیاس علی غیرہ۔ یعنی عقل کا بذریعہ قیاس کسی چیز کو جاننا۔ (رد المحتار جلد اول ص ۹۷)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ درایت کا مفہوم یہ ہے کہ غور و فکر، ظن و تخمین اور قیاس آرائی سے کسی چیز کا علم حاصل کرنا۔ یہ مفہوم ذہن نشین کر کے اب آیت میں غور کریں ادنیٰ سا شبہ بھی باقی نہ رہے گا۔ نہ تخصیص کی ضرورت پڑے گی۔ نہ نسخ کا قائل کرنا پڑے گا۔ آیات قرآنی میں باہمی تضاد یا اعلیٰ بیث صحیحہ سے تعارض کی نوبت بھی نہ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمے رہے ہیں کہ آپ ان کفار کو بتا دیجیے کہ میں اپنی عقل و فہم و ذہانت و فطانت اور قیاس سے نہ یہ جانتا ہوں کہ آخرت میں میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ نہ میں یہ جان سکتا ہوں کہ اس دنیا میں میرا، تمہارا یا ان کے لئے والوں کا اور میری اس دعوت کا انجام کیا ہوگا یا تمہاری سرکشی کی تمہیں کب اور کیا سزا ملے گی۔ ان امور کو میں اپنی فہم و فراست سے نہ تفصیلاً جان سکتا ہوں اور نہ اجمالاً، میرا علمی سرمایہ میری عقل و شعور کا اثر نہیں کہہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اگر میں نے غور و فکر سے ان حقائق کو جاننا ہوتا تو اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی تھی اور تمہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ اس کو جانچو اور اپنی کسوٹی پر پرکھو، لیکن میرا علم تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس میں شک و شبہ کا ذرا شائبہ نہیں۔

معاذری سے روایت کی نفی ہے۔ مابینوحی ائی سے علم خدا و کاشیوت ہے۔ سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہوا اور سیکھنے والا مصطفیٰ علیا نبیہ والشاہ، ہوا استاد عالم النیب والشاہدہ ہوا اور تلمیذہ فارغہ کاشیوت نشین ہوا، یسینے والارب العالمین ہوا اور آکنے والاربعہ للعالمین ہوا وہاں کی سب کی تو کیسے؟ کوئی نقص ہوگا تو کس جانب سے؟

آخر میں مفسرین کرام کی چند آراء بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کا آئینہ بدل ہر قسم کے گرد و نبار سے پاک ہو جائے گا۔ علامہ ابن جریر طبری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد اقوال لکھے ہیں ان میں سے ایک قول حضرت حسن بصریؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اعا فی الآخرة فمما اذا الله قد علم انه في الجنة حين اخذ ميثاقه في الرسل ولكن قال ما ادري ما يفعل بي ولا بكم في الدنيا اخرج كما اخرجت الانبياء۔

یعنی یہ کہنا کہ حضور کو یہ علم نہ تھا کہ آخرت میں حضور کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ایسی نازیبا بات سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ حضور کو اس وقت سے اپنے ناجی ہونے کا علم تھا جب روز اول ارواح انبیاء سے حضور پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا تھا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں مجھے سابقہ انبیاء کی طرح جلا وطن کر دیا جائے گا یا نہیں۔ ابن جریر حسن بصری کے قول کو صحیح قرار دیتے ہیں لیکن ذلک کما قال الحسن بشر بین اللہ لنبیہ ما هو فاعل به، وبعن کذب بما حبا به، من قومه وغیره۔ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جو معاملہ حضور سے کیا جانے والا تھا اور جو سلوک آپ کی قوم اور دوسرے مکذبین کے ساتھ ہونے والا تھا اس کو بیان کر دیا۔

علامہ نیشاپوری کہتے ہیں: وان لم ینف الا الدراییۃ من قبل نفسه ومعافی الدراییۃ من جهة الوحی۔ یعنی خود بخود جان لینے کی نفی کی گئی ہے اور جو بذریعہ وحی عطا ہوا اس کی نفی نہیں۔

علامہ آوسی نے تو بڑی کثرت و بطن کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ والذی اختاره ان المعنی علی نفس الدراییۃ من غیر جهة الوحی سواء كانت الدراییۃ تفصیلیۃ او اجمالیۃ وسواء کان ذلک فی الاموالد نیویۃ لوالاخریۃ واعتقد انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی اوتی من العالم باللہ تعالیٰ وصفاتہ وشنونہ، والعالم باشیاء بعد العالم بهما کما انما لم یعطہ احد غیرہ من العالمین۔ (روح المعانی)

ترجمہ: میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ نفی اس روایت کی ہے جو وحی کے بغیر ہو۔ خواہ تفصیل ہو یا اجمالی اس کا تعلق ذنبوی واقعات سے ہو یا افروی حالات ہے۔ آوسی کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیا الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا سے انتقال نہیں فرمایا جب تک حضور کو اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اس کے شنون کا علم اور تمام ایسی اشیا کا علم جو دیگر کمال ہے نہ دیا گیا۔

واللہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الشواب والیہ المسائب۔



قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ

فرمایے کیا تم نے کسی اس پر غور کیا کہ اگر اللہ کی طرف سے ہوا تو تم اس کا انکار کرو اور تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ ۳۶ اللہ مالا کہ گواہی دے چکا

شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ

ہے ایک گواہ بنی اسرائیل سے اس کی مثل پر اور وہ ایسا ہی لے آیا اور تم نے سمجھ کر کیا ۳۷

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو۔ اور کفار اہل ایمان کے بارے میں

أَمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَكُنْ لَهُ آيَةٌ فَسَيَقُولُونَ

کتے ہیں کہ اگر یہ (اسلام) کوئی بہتر چیز ہوتی تو یہ ہم سے بدقت نہ جاتے اس کی طرف شلہ اور کیونکہ انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی قرآن سے تو یہ

۳۸ اے کفار مجھے یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہوا تو اس کا انکار کر رہے ہو تو تم نے کسی سوچا اس کا انجام کس قدر ہونا چاہیے خدا اور خدا کو دل سے نکال دو اور اس کتاب الہی کو تسلیم کرو۔

۳۹ تعجب ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ انہیں تورات عطا کی گئی بنی اسرائیل نے اس کتاب کو بھی مان لیا اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بھی ایمان لے آئے۔ تمہارے پاس قرآن کریم جیسی عظیم اور بے مثل کتاب آئی ہے اور اس کتاب کو لے کر آنے والی وہ ہستی ہے جس کی منتظوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود تم کتاب پر ایمان لائے ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول پر تم نے غرور و سرکشی کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ سن لو! جو قوم ظلم کو اپنا شمار بناتی ہے اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق سے اس کو محروم کر دیتا ہے۔

بعض مشرکین نے شکا یہ ہڈ سے مراد عبد اللہ بن سلام کو لیا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ ہجرت کے بعد ایمان لائے اور یہ آیت ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی حضرت مسروق کا قول ہے: "قال مسروق قال التوراة مثل القرآن وموسى مثل محمد والسنوايا التوراة وبسر مسولهم وكهنتهم" (ابن جریر)

شلہ غرور اور کبر نے انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا کہ وہ عقل کل ہیں جس بات کو وہ پسند کریں وہی پسندیدہ ہے اور جس کو وہ مسترد کریں اسے رد ہی کی ٹوکری میں پھینکنا چاہیے۔ حق وبالل کے پرکھنے کے لیے وہ اپنے آپ کو میار قرار دیتے ہیں۔ پتا چلے کہ جب دعوت اسلام لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے لگی اور ان میں اکثریت غلاموں، کینڑوں، غریبوں اور فقیروں کی تھی تو انہوں نے لوگوں کو اسلام سے ڈور کھینچنے کے لیے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر اس دین میں کوئی خرابی نہ ہوتی تو جلاہم اس کو روکتے۔ کیا یہ ممکن ہے



هَذَا فَكُ قَدِيمٌ ۱۱ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَ

اب مخروم کہے کہ راہی یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے جسے مالانگہ اس سے پہلے کتاب موسیٰ رہنا اور رحمت بن کر آچکی ہے۔ اور

هَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيًّا لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَبُشْرَىٰ

یہ کتاب (قرآن) تو اس کی تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ بروقت خبردار کر دے ظالموں کو اور خوش خبری ہے

لِلْمُحْسِنِينَ ۱۲ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلا خَوْفٌ

نیکی کاروں کے لیے کھلے بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پر وہ اس پر ثابت قدم رہے پس کوئی خوف نہیں

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۱۳ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ

انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۱۳ یہی لوگ بھلے ہیں ہمیشہ رہیں گے اس

کہ ایک اچھی چیز کو قبول کرنے میں یہ لوگ جو علم، تجربہ، دولت، شہرت، ہر لحاظ سے ہم سے فروتر ہیں اس وقت لے جاتے؟ — ہرگز نہیں۔ ہم نے اسلام کو خوب جانچا ہے۔ اس میں ایسی خرابیاں دکھی ہیں جن کی وجہ سے ہم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسے لوگوں تم خود بتاؤ کہ تم ان غلاموں، مفلسوں، جملے علم ہی ہیں، کم سمجھ بھٹی اور نا تجربہ کار بھی، ان کا مقصد کیا ہوا راستہ اپنے لیے پسند کرنا چاہتے ہو یا جو راہ ہم دانشوروں اور چماندہ مشائخ و مفسرین نے اختیار کیا ہے اس پر چلنا چاہتے ہو۔

۱۱۔ یہ لوگ خود بہ نصیب تھے، شقاوت نے ان کو قبول حق سے محروم رکھا۔ اب ان کی مرضی ہے کہ ساری دنیا اس فیض سے محروم رہے، اس لیے وہ بڑی شد و حد سے اسلام کے بارے میں جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے، ایسا جھوٹ جو صدیوں سے بولا جا رہا ہے، جسے داراس کے نزدیک نہ جانا۔

۱۲۔ ان کے اس دعوے کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قدیم جھوٹ نہیں بلکہ قدیم سچائی ہے۔ ایسی سچائی جس کو ہر زمانہ کے پاکباز لوگوں نے قبول کیا اور حزر جان بنایا۔ قرآن کریم سے پہلے ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی جو بعینہ وہی دعوت دیتی رہی جس کی دعوت قرآن دیتا ہے۔ قرآن کریم تورات کی تصدیق کرتا ہے اور جو لوگ ظلم اور نافرمانی کی روش اختیار کیے تھے ہیں ان کو بروقت ہرنک انجام سے آگاہ کرتا ہے اور جن لوگوں نے تقویٰ و پارسائی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے انہیں لوہے رحمت سنانا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

۱۳۔ اس کو بیان سبب السجدہ میں گزر چکا ہے۔ آیات ۳۰، ۳۱، ۳۲ کے حواشی ملاحظہ ہوں۔

فِيهَا جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

میں۔ یہ جزا ہے ان نیکوں کی جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا

إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ

سلوک کرے ۱۹۔ اپنے لطمہ میں اٹھائے رکھا اس کو اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اور بیٹا اس کو بڑی تکلیف سے اور اس کے عمل اور اس کے نوروں

۱۹۔ عام طور پر قرآن کریم میں توحید، دلائل توحید اور فرائض بندگی کے ذکر کے بعد حقوق والدین کی طرف زور دار الفاظ میں توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہاں بھی مشرکین کی غلط فہمیوں کے ازالے کے بعد اور اہل استقامت کی کامرانیوں کے بیان کے بعد قارئین کی توجہ والدین کی خدمت اور دلجوئی کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ وصیت کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی فرض کرنا ہوتا ہے۔ لان الوصیۃ من اللہ انما ہی فرض (لسان العرب) اگرچہ ماں باپ دونوں کے ساتھ سب سلوک اور ان کی خدمت اور ہر طرح سے دلجوئی کا حکم بار بار دیا ہے۔ بایں یہ اس آیت سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہاں ان تکالیف اور مشقتوں کا مفصل تذکرہ ہے جو بچے کے سلسلہ میں صرف ماں برداشت کرتی ہے۔ جن روز رحم مادر میں حمل قرار پکڑتا ہے اس وقت سے ماں کی ساری جسمانی قوتیں نہیں کی پرورش اور نگہداشت میں صرف ہونے لگتی ہیں، اس کی اپنی صحت کا نظام بڑی طرح متاثر ہوتا ہے۔ نیند، صبر، صبر و غیرہ معمولات میں نمایاں فرق رونما ہوتا ہے۔ طبیعت گراں اور افسردہ رہتی ہے اور آسے دن ان مشقتوں میں اٹنا نہ ہوتا جاتا ہے۔ پیدائش کے لمحے تو ماں کو جان کنی کی کیفیت سے دوچار کر دیتے ہیں۔ ان جان لیوا مصلوں سے گزرنے کے بعد پھر ایک طویل ریاضت کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور پلانا، مہس و شام اس کی نگہداشت کرتے رہنا، بیماری کی صورت میں رات رات بچہ اس کو گود میں اٹھانے رکھنا، اس کے آرام کی خاطر اپنا آرام بڑی خوشی اور محبت سے قربان کرنا صرف ماں کا حصہ ہے۔ ان تمام مشقتوں کا ذکر کر کے بتا دیا کہ ماں کی خدمت کا حق باپ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ایک شخص نے رحمت مالیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! میں کس سے نیکی کروں؟ فرمایا ماں سے۔ اس نے عرض کی اس کے بعد، فرمایا ماں سے عرض کی اس کے بعد، چوتھی بار فرمایا اپنے باپ سے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جو مفسر ہونے کے علاوہ اپنے عہد کے مایہ ناز فلسفی بھی تھے۔ انہوں نے اس آیت کے ضمن میں ان تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے جنین کو دورانِ حمل گزرنے پڑتا ہے۔ آپ بھی اس کا خلاصہ سماعت فرمائیے اور دیکھیے کہ وہ خلاقِ عظیم انسان کی پیمپہ ترین شینہی کو کس طرح بنا تا ہے۔

امام لکھتے ہیں کہ جب مٹی رحم مادر میں پہنچتی ہے تو وہاں کی حرارت کی وجہ سے اس کی ہیئت میں گونا گوں تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں۔ چھ دن وہ ہماگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پھر اس میں خون کے تین لفظے ظاہر ہوتے ہیں۔ درمیانی نقطہ

## ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً لَا

چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے تھے یہاں تک کہ سبب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا

بعد میں جا کر دل قتل ہے۔ اور والد و ماخ اور دائیں طرف والا جگر، پھر سرخ رنگ کے دھاگے نما ہر ہوتے ہیں جو ان کو آپس میں ملاتے ہیں۔ یہ عمل دن دن ہوتا ہے۔ نودن کے بعد یہ سالانہ خون میں بدلنے لگتا ہے اور چھ روز کی مدت میں وہ لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پندرہ روز کے بعد یہ لوتھڑا گوشت کی شکل اختیار کرنے لگتا ہے۔ بارہ دن کی مدت میں تینوں اعضا متین ہونے لگتے ہیں اور نر کا گودا پھیلنے لگتا ہے۔ ستائیس دن کے بعد پانچواں مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ سرکنڈھوں سے لگ بھگ ہونے لگتا ہے۔ پسلیاں بازو اور پیٹ اپنی ابتدائی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس تبدیلی میں نودن لگتے ہیں۔ چھ ماہ بعد چاروں کا ہوتا ہے اس میں مختلف اعضا اپنی مخصوص شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح چالیس دن کے عرصہ میں حضرت انسان کا ابتدائی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ عرصہ پینتالیس دن کا ہوتا ہے اور اس کی کم از کم مدت تیس دن ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ ان طبی تحقیقات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی تصدیق کر دی۔ یجمع خلق احدکھ فی بطن اُمّہ اربعین یومًا یعنی ماں کے شکم میں تمہاری آفرینش چالیس دن میں پوری ہوتی ہے۔ باقی عرصہ اس ڈھانچہ کو کامل و مکمل کرنے اور اس کی لوک پک کے شمارنے میں صرف ہوتا ہے۔

سبحان من یصور فی الارحام کیف یشاء۔ یقیناً ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو رحموں میں تصویر بناتی ہے جیسی چاہتی ہے۔

تیس اس آیت سے اہل علم نے یہ مسئلہ متنبط کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ کیونکہ یہ تیس مہینے حمل اور دودھ پلانے کی مجموعی مدت ہے۔ دودھ پلانے کی مدت دوسری آیت میں دو سال بتی ہے۔ والولادات یرضعن اولادھن حولین کاملین یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ اس کے بعد چھ ماہ بچتے ہیں اور یہ عمل کی اقل مدت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت پیش کی گئی جس نے شادی کے چھ ماہ بعد بچہ جنما تھا۔ آپ نے اس کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر کوئی رحم نہیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وحملہ وفضالہ ثلاثون شہرًا۔ اس کے حمل اور فضال کی مدت تیس ماہ ہے۔ پھر فضال کی مدت کے متعلق فرمایا وفضالہ فی عاقبین دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے۔ اس کے بعد حمل کے لیے صرف چھ ماہ رہ جاتے ہیں۔ حضرت فاروق نے اس عورت کو چھوڑ دیا (مظہری)

قدیم اطباء کی بھی یہی تحقیق ہے۔ حکیم جالینوس سے منقول ہے کہ میں اس امر کی کسوٹی میں لگا رہا کہ حمل کی کم سے کم مدت کتنی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ایک ایسی عورت دیکھی جس نے ۱۸۳ دنوں (دھپ ماہ چار دن) میں بچہ جنما۔ جدید تحقیقات سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بچے کو کم از کم ۲۸ ہفتے یعنی ۱۹۶ دن رحم میں رہنا پڑتا ہے۔ یہ چھ ماہ اور سولہ دن بنتے ہیں۔ دنوں کا یہ شمار اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب عورت حیض سے فارغ ہوتی ہے اور اس طہر کا آغاز ہوتا ہے جس میں حمل قرار پاتا ہے۔ مغربی تو نہیں کہ طہر کے پہلے



قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ

جو گیا اللہ تو اس نے عرض کی اسے میرے رب! مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کرتا رہوں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر اور

وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي

میرے والدین پر فرمائی اور میں ایسے نیک کام کروں جن کو تو پسند فرمائے اور صلاح (دور شد) کو میرے لیے میری اولاد

دلوں میں ہی عمل قرار پائے بلکہ جدید تحقیقات سے تو یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آئندہ حیض سے ۱۴ دن پہلے دو چار روز کے عرصہ میں عمل تعلق وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ سولہ دن کا فرق بھی نہیں رہتا۔

عمل کی زیادہ سے زیادہ کتنی مدت ہے قرآن کریم میں اس کا ذکر نہیں۔ البتہ بومل سینانے اپنی مشہور کتاب الشفا کے نازیں مقالہ میں لکھا ہے کہ مجھے نہایت باوثوق ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایک عورت کے ہاں عمل کے چوتھے سال بچہ پیدا ہوا اس کے مز میں دانت آگ آئے تھے۔ چھوڑوہ زندہ سلامت رہا۔ ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ دیگر حیوانات کے لیے تو حمل کی مدت مقرر ہے لیکن انسان کے ہاں یہ یقینی تحدید مشکل ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ قرآن کریم نے دودھ پلانے کی تو زیادہ سے زیادہ مدت بیان کی اور حمل کی کہ سے کم مدت؟ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: ان المقصود من تقدیر اقل الحمل ستة اشهر وتقدیر اکثر الرضاع حولین کا ملین السعی فی دفع المضآن والفواحش وانواع التجمعة عن المرأة فصبغان من له تحت کل کلمة من هذا الكتاب اسرار عجيبة ونفائس لطيفة تعجز العقول عن الاحاطة بکمالها۔ (تفسیر کبیر)

ترجمہ: یعنی اس میں حکمت یہ ہے تاکہ عورت کے ہر قسم کی تمت کا مذہب کیہا کے مندر رسائی اور فحاشی کا قطع ہو سکے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کتاب کے ہر کلمہ میں ہزاروں حکمتیں اور لطیفے ودلیتے فرمائے ہیں جن کے احاطے سے عقل عاجز ہے۔

اللہ جب انسان کی عمر چالیس سال ہوتی ہے تو اس کی جسمانی اور ذہنی قوتیں پورے شباب پر ہوتی ہیں۔ اس وقت نہ مغویان شباب کا وہ اندھا بوش باقی رہتا ہے نہ بڑھاپے کی کمزوریوں نے سب سے گائے ہوتے ہیں۔ جسمانی اور ذہنی اعتبار سے یہ وقت بڑا مستدل ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان الشیطان یجرب یدہ علی صبیہ من زاد علی الاربعین ولم یرتیب ویقول مابی وجبة لا یضلع۔ یعنی وہ آدمی جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہوا اور پھر بھی وہ تائب نہ ہو تو شیطان اس کے من پر ہاتھ پیرتا ہے (بجبر مارتا ہے) اور کہتا ہے کہ یہ ایسا چہرہ ہے جو کبھی سرخوردہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے عن ائی علیہ الاربعون سنة فلم یقلب خبیثه فلیتجمل فی النساء (روح المعانی)

ترجمہ: جس کے چالیس سال گزر جائیں پھر بھی اس کی نیکی اس کی بُرائی پر غالب نہ ہو تو ایسے شخص کو دوزخ کی تیاری کرنی چاہیے۔



## ذَرِيَّتِي ۱۱۱ تَبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۱۱۲ أُولَٰئِكَ

میں راج فرمائے۔ بے شک میں تو بہر کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں تیرے حکم کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ہوں اے میری وہ

## الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ

دعوتِ نصیب) میں قبول کرتے ہیں ہم جن کے بہترین اعمال کو اور درگزر کرتے ہیں ہم جن کی برائیوں سے

۱۱۲ بندہ مومن کے عقائد و نظریات اس کے افکار اور سوچ کا ناماز اس کی آرزوؤں اور امنگیوں اور اس کی منزل بردار کا مکسر جیل اس آیت کے آئیے میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے وہ ان انعامات و احسانات کا اعتراف کرتا ہے جو اس پر کیے گئے ہیں جن سے نہ صرف اس کو بلکہ اس کے والدین کو بھی نوازا گیا ہے۔ اعترافِ نعمت پر بس نہیں کرتا بلکہ ان کا کما حقہ شکر ادا کرنے کی توفیق مانگ رہا ہے اور یہ توفیق و تقنی کے لفظ سے نہیں بلکہ آرزو غیبی کے کلمہ سے طلب کی جا رہی ہے کیونکہ اس لفظ سے طلب توفیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی توفیق مانگی جا رہی ہے اس کے دل میں اس کی شدید لگن اور حد درجہ شغفگی بھی پائی جاتی ہے علامہ آکوسی فرماتے ہیں رغبہ و غیبی من اوزعتہ بکذا ای جعلتہ مولعاً بہ راغب فی تحصیلہ اذ غیبی العانی ملا ما بن منظور فرماتے ہیں اس آیت میں اذ غیبی کا معنی یہ ہے کہ میرے دل میں شکر کا جذبہ قائم رہے اور مجھے اس کا شوق ملے ومعنی اذ غیبی: المعنی والعمنی (لسان العرب)

اس لفظ نے اس دعا کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد عمل صالح کے لیے التجاہت کی جا رہی ہے، لیکن وہ عمل صالح نہیں جس کو لوگ تو صالح کہیں، لوگ تو تمہیں و آذین کے مہول برسائیں لیکن دینا یا کسی دوسری خرابی کے باعث بارگاہِ الہی میں اسے مسترد کر دیا جائے۔ اس لیے عرض کی کہ ایسے نیک اعمال کی توفیق مرحمت فرما جو تجھے ہی پسند ہوں۔ پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ ایسا نہ ہو کہ جب تک میری شمع حیات روشن ہے، نیکی اور نیکیوں کا اُبالا پھینتا رہے، ادھر یہ شمع گل ہو اور ادھر غفلت کا اندھیرا چھ چھا جائے۔ میرے اللہ! جو اولاد کو نے اپنے اس بندے کو عطا فرمائی ہے میرے سفید بالوں کی لاج رکھنا، ان کو شیطان کے ترغیب میں پھیننے سے بچانا، ان کی جبینیں تیرے حضور میں ٹھکتی ہیں، ان کے دلوں پر تیرے الوار رحمت کی برکھا ہوتی ہے۔ ان کے سینوں کو اپنے محبوبِ کریم شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھی نکالی اور زندہ عشق کی دولت سے مالا مال فرمانا جب تک زندہ رہیں تیرے بندے بن کر تیرے پیارے رسول کے غلام بن کر اور تیرے دین عیسیٰ کے سچے مخلص اور بلند اقبال خادم بن کر زندہ رہیں۔

واصلح لی فی ذریعتی میں "لی" اور "فی" کے الفاظ بڑے معنی خیز ہیں۔

دعا کے آخری جملے کیا ہیں انہما رہندگی کی انتہا تسلیم و رضا کا مظہر اتم، بندہ عرض کرتا ہے میرے رب! سب سے منہ

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَّ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ وَالَّذِي

یہ جنتیوں میں سے ہوں گے۔ یہ اللہ کا، سچا وعدہ ہے جو (اہل ایمان سے) کیا گیا ہے ۲۳۷ اور جس نے

قَالَ لِيُؤَدِّيَهُ أَفِّ لَكُمْ أَعِدْنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ

کہا اپنے والدین کو کہ تم لوگوں سے تمہارے مال پر کیا تم مجھے دیکھتی دیتے ہو اس کی کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا مالا مال مگر گریہ میں کئی صدیاں

مَنْ قَبْلِي ۚ وَهِيَ اسْتِغِيثُ اللَّهِ وَيْلَكَ ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

مجھ سے پہلے (ان میں سے) تو کوئی اب تک زندہ نہ رہا، اور اس کے والدین بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتے ہیں (اور اسے کہتے ہیں) تیرا نامہ خراب ہوا ایمان لے آ۔

حَقٌّ ۚ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ

یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ (جواباً) کہتا ہے نہیں ہیں یہ کہانیاں مگر پہلے لوگوں کی فرسودہ کہانیاں (فصلی ہی وہ) (پہنخت) ہیں جن پر

حَقٌّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّرٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ

ثبوت ہو چکا ہے عذاب کا فرمان ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جنہوں

موزکر میں تیری طرف، صرف تیری طرف رجوع کرتا ہوں، میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضرت نبیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تو لا، علماء، مساللا، انی اسلمت لسرب العالمین کا نعرہ مستانہ لگایا اور اپنی گردنیں بھونکا دیں۔

مؤمن کو چاہیے کہ اس دعا کو یاد کرے اور در رست پر ہر وقت ان پاکیزہ کلمات سے صدا دیتا رہے۔

۲۳۷ پہلے شانِ بندگی کا اظہار تھا یہاں شانِ بندہ نوازی پوری اولئے دلبری سے جلوہ نما ہے۔ انسان کو یہ مقام نصیب ہو جائے

تو اسے اور کیا چاہیے۔

۲۳۸ سابقہ آیات میں بندہ مومن کا ذکر بیان کیا گیا کہ وہ اپنے رب کا اطاعت گزار اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے متولیا

سے لے کر صرف ان کو کیا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے۔ اب ایسے شخص کا کردار بیان کیا جا رہا ہے جسے آخرت پر ایمان نہیں۔ وہ اپنے خالق سے لوگوں کی

ہے اپنے ماں باپ کا گستاخ ہے انہیں بات بات پر چڑھتا ہے اگر وہ اس کی اصلاح اعمال کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ان کا مذاق اڑاتا ہے ان

کو اتحق اور یہ قوت بھرتا ہے یہ پڑانے لوگوں کے من گھڑت قصے ہیں ان دونوں کرداروں کا نظریہ نامرطالعہ کیجیے۔ آپ کو از خود پتہ چل

جائے گا کہ آخرت پر ایمان لانے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے میں کتنا اور کیسا فرق ہوتا ہے۔

۲۳۹ ماں باپ کی شفقت ملاحظہ ہو بارگاہِ الٰہی میں بھی اس کے ہدایت یافتہ ہونے کی عاجزانہ دعائیں کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ

الْبِحْنَ وَالْإِنْسَ إِتَّهَمُوا كَانُوا خَيْرِينَ<sup>۱۸</sup> وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِمَّا عَمِلُوا

اور انسانوں میں سے ہلکے بے شک وہ سراسر گھائے ہیں تھے۔ اور ہر ایک کے لیے مرتبے ہوں گے انہی اعمال کے مطابق ہلکے

وَلِيُوفِّيَهُمْ أَجْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ<sup>۱۹</sup> وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ

اور اللہ تعالیٰ پورا پورا لکھے گا انہیں ان کے اعمال کا بدلہ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور جس روز لا کر کھڑا کر دیا جائے گا

كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبَتْكُمْ طَبِئَتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ

کفار کو آگ کے سامنے (تو انہیں کہا جائے گا) تم نے جہنم کو دیا تھا اپنی نعمتوں کا حشر اپنی ذنوبی زندگی میں اور خوب لطف اٹھایا تھا تمہارے

بِهَاءِ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي

ان سے ہلکے آج تمہیں رسوائی کا عذاب دیا جائے گا جو کہ اس گھنڈے کے جو تم

اسے بھی کہا ہے ہیں۔

۱۸ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبرؓ کے بیٹے عبدالرحمن یا عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرتے تھے۔ اس آیت سے اس رائے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ان لوگوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے بارے میں مذہب کا فیصلہ قطعی ہے، لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما دونوں شرفِ اسلام ہوئے اور ان کا شمار اکابرِ اسلام میں ہوتا ہے۔

۱۹ اہل زین و ضلال کو بھی دوزخ میں ان کے اعمال کے مطابق جگہ ملے گی۔

۲۰ کفار کو روزِ حشر جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا جائے گا۔ انہیں اپنی ذنوبی شان و شوکت یاد آئے گی۔ دنیا میں جو اچھے کام انہوں نے کیے تھے وہ انہیں یاد کریں گے۔ انہیں بتایا جائے گا کہ جہنم نے اچھے کام کیسے تھے ان کا معاوضہ تمہیں دنیا ہی میں دے دیا گیا تھا تمہیں دولتِ نبی عزت و شہرت دی تمہارا حساب چمکا دیا گیا آج تو تمہیں اس کفر و شرک کی سزا دی جائے گی جو تمہیں کہتے رہے اور بار بار کہنے کے باوجود اس بار نہیں لٹنے حضورِ فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عملاً زندگی کی آسائشوں، لذتِ کمازوں اور شاندار مکانات سے اجتناب فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول ایک پٹائی پر کھڑا م فرمایا ہے جو ریت پر چلی ہوئی ہے اور ریت ایک پہلو کو لگی ہوئی ہے چپڑے کا ایک گدا ہے جس میں کجور کے پتے بھرے ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! قیصر کو سبھی یوں آرام و پیش کی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کا حبیب یوں ریت پر لیٹے۔ یا رسول اللہ! دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو رو سین رزق عطا فرمائے۔ سرورِ کائنات نے فرمایا اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا اِمَامِ الدُّنْيَا وَاَنْ تَكُوْنُوْا اَلَا تَرْضَوْنَ



الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿۲۹﴾ وَاذْكُرْ أَخَاعَادِ إِذْ

زمین میں ناحق کیا کرتے تھے اور بوجہ تمہاری نافرمانیوں کے۔ (اسے حبیب) ذکر سنا دیجیے انہیں قوم عاد کے بھائی

انذركومك بالاحقاف وقد خلت النذر من بين يديك و

توہد کا۔ جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ۲۹ اور گزر چکے تھے ڈرانے والے ان سے پہلے بھی اور

اسے عمر باقی تم اس پر راضی نہیں کر انہیں دنیا سے دی جائے اور میں آخرت

اس حسن تربیت اور بجاوہ شفقت کا نتیجہ تھا کہ حضرت فاروق اعظم ہمیشہ لذت و عشرت سے کنارہ کش رہے۔ اپنے  
عہد خلافت میں بھی سادگی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ فتح بیت المقدس کے سلسلہ میں آپ شام تشریف لے گئے۔ آپ کے اعزاز  
میں بڑی پر تکلف و دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ دسترخوان پر بیٹھے ہونے رنگ برنگ کماؤں کو دیکھ کر فرمایا یہ تو ہمارے لیے ہے، ان فقیر  
مسلمانوں کو کیا ملا جنہوں نے عمر بھر جوگی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔ حضرت خالد نے عرض کی: لہم الجنة۔ انہیں تو جنت مل  
گئی۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ اگر ہمارے لیے دنیا کا یہ ایندھن ہے اور انہیں جنت مل گئی ہے تو وہ  
ہم سے بہت آگے نکل گئے۔

۲۹ قریش مکہ کو ایک ایسی قوم کی تباہی کا حال سنایا جا رہا ہے جو ان سے جرمانی قوت، مال و دولت کا اعتبار سے کہیں  
بڑے ہوتے تھے اور اپنے سیاہی اثر و رسوخ کے باعث سارے عرب میں معروف تھے لیکن جب انہوں نے راہ حق سے ہٹنا  
کر لیا اور اپنے نبی حضرت نبو علیہ السلام کے بھانے کے باوجود باز نہ آئے تو ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

الاحقاف: مشہور جغرافیہ دان یا قوت حموی اس عنوان کے ضمن میں لکھتے ہیں:

الاحقاف جمع حقف من الرمل والعرب تستق الرمل المعقج حقاقا واحقاقا والاحقاف المنذکور فی

الکتاب العزیز الاحقاف رمل فیما بین عمان الی حضر موت۔ (معجم البلدان جلد دوم)

ترجمہ: احقاف، حقف کی جمع ہے اور عرب ریت کے بل کھاتے ہوئے ٹیلے کو حقاف یا حقان کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں احقاف  
سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا ہے۔

اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جا رہا ہے۔ اسے الربع الخالی بھی کہتے ہیں۔ بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے  
کہ جو چیز وہاں پہنچے اندر چھتی ملی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مہم جوئیاں بھی اس کو عبور کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔

یہی وہ علاقہ ہے جہاں کسی زمانہ میں اپنے عہد کی ایک طاقتور زبردست اور متمول قوم آباد تھی جس کی دولت و ثروت کے  
افسانے دور و نزدیک تک زبان زد عوام تھے۔ جب انہوں نے اپنے نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیا تو عذاب الہی نے ان کا نام و نشان  
تک بھی باقی نہ رہنے دیا۔ آج اس علاقہ کی ویرانی اور بربادی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ علاقہ قوم عاد کا مسکن تھا یہاں



صحرائے الاحقاف - متعلقہ آیت ۲۱ سورہ الاحقاف



مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا تَعْبُدُ وَإِلَّا اللَّهُ لَأِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

ان کے بعد بھی نہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو (دور) مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ

عَظِيمٍ ۱۶۱ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَأْفِكَنَا عَنِ الْهِتَانِ فَاتِّبَاعًا تَعِدُ نَا إِن

آہلئے۔ وہ دربار فرشتہ ہو کر آئے ہوں اور تم کو ایمان اس لیے ہلائے ہیں جو کہ تم نے انہیں ہلائے خداؤں سے برگشتہ کر دیا ہے اور وہ عذاب جس

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۱۶۲ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا

کی تم نہیں دیکھتے رہتے ہوا اگر تم سچے ہو۔ جو نے فرمایا کہ نازل عذاب کا علم تو اللہ کے پاس ہے میں اور میں دربار پہنچا ہوں

أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۱۶۳ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا

تمہیں وہ پہنچا ہوا ہے کہ تم جانتے ہو لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔ پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو

مُسْتَقْبِلًا أَوْ دِيْبَتِهِمْ ۱۶۴ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا

بادل کی صورت میں کہ وہ ان کی وادیوں کی طرف آ رہا ہے تو بولے یہ بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے ۱۶۳ (میں نہیں) بلکہ یہ تو وہ

کبھی گنجان شہر اور بارونق بستیاں آباد تھیں یہاں کبھی بچوں کھلتے اور بلبلیں چھپاتی تھیں یہاں کبھی میٹھے پانی کے پٹھے اُپتے اور

نہریں بہتی تھیں۔ لے کے کہہ کر شہر غور کرو کیا تم ایسے عبرت ناک انتخاب کے لیے تیار ہو! ۱۶۴ یہ عجلہ معترض ہے۔ بتایا حضرت ہو وان میں آئے والے پہلے ہی نہ تھے بلکہ ان سے پیشتر کئی نبی تشریف لائے تھے اور

بیشک اسبیار کا سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔

۱۶۵ انہوں نے جو علیہ السلام کی دعوت کو سنا تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے۔ کہنے لگے اچھا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے خداؤں سے برگشتہ کرو نہیں اپنے ابا و اجداد کے مذہب سے بہکا دو۔ جاؤ ہم تمہاری بات نہیں مانتے جس عذاب سے

تم ہمیں ہر وقت ڈراتے ہو اسے لے آؤ۔ ۱۶۶ آپ نے فرمایا عذاب کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ جب موعودہ گھڑی آئے گی تو عذاب نمودار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ

یہ جانتا ہے کہ اس نے تمہاری تباہی کے لیے کون سی تاریخ مقرر فرمائی ہے۔ میرا کام تمہیں بروقت خبردار کرنا ہے اور تم ہو کہ جاہلوں اور نادانوں کی سی باتیں بنا رہے ہو۔ ۱۶۷ جب مقررہ وقت آپسچا تو افاق پر انہیں کال گھنٹا نظر آئی جو ان کی وادی کی طرف متنازع وار برستی علی آ رہی تھی اسے دیکھ

اَسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۗ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ تَدْمُرُ كُلَّ شَيْءٍ عِوَابًا ۗ

مذابہ ہے جس کے لیے تم جلد ہی پھاڑ رہے تھے۔ ریتھیں ہولناک ہیں۔ وہ دکان مذابہ ہے۔ لہذا جس جس کو کھٹے گی ہر چیز کو اپنے

رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَكِنُهُمْ ۗ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

رب کے حکم سے ہیں جب ان پر سبج ہوئی تو نہ دکھائی دی کوئی چیز بجز ان کے دوربان مسکانوں کے۔ اسی طرح ہم سزا دیتے

الْمُجْرِمِينَ ۗ وَلَقَدْ مَكَّنَّا لَهُمْ فِيهَا آيَاتٍ لِّئَلَّامُونَ يَأْتُوا الصَّلَاةَ ذُرُوعًا

ہیں مجرموں کو۔ اور ہم نے ان کو وہ قوت و طاقت بخشی تھی جو ہم نے تمہیں نہیں دی اور ہم نے عطا کیے تھے

لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً ۗ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا

انہیں کان، آنکھیں اور دل ۵۷ لیکن ان کے کسی کام نہ آئے ان کے کان نہ

أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۗ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ

ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل کیونکہ وہ انکار کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں

کہ وہ باغ باغ ہو گئے۔ لہذا دل کیا ابھی رہے گا، کوہ و دین سیراب ہو جائیں گے۔ ندیاں نلے اور وادیاں پانی سے لبریز ہو جائیں گی۔

۵۷ لہذا نادانوں پر بارش نہیں، الناک مذابہ ہے جو شہد و تیز آمدھی کی شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔ چنانچہ سوات راہیں اور آٹھ دن

مسلل بجڑ پھلتا رہا۔ وہ لاکھوں سن ریت کے نیچے دفن ہو گئے۔ ان کے ہانات کا نام و نشان باقی نہ رہا اور حکم ملامت کی بنیادیں لرز گئیں۔

۵۸ قوت و مال ہیں وہ تم سے کہیں زیادہ تھے۔ انہیں سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور بچنے کے لیے دل دیے گئے تھے۔

لیکن انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور آیات الہی کا بہیم انکار کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ساری صلاحیتیں بائیکاٹ ہو کر رہ گئیں

اور ان کا انجام بڑا دردناک ہوا۔

ان آیات کو پڑھ کر قلوب ہی آگے نہ بڑھ جائیے بلکہ لہو دو لہو کے لیے توقف فرمائیے۔ ان آیات میں آپ کے لیے جو درجہ عبرت

ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

قرآن حکیم نے ان واقعات کو کہانی اور افسانے کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اپنے قارئین کے شعور کو صبح بھونڈنے کے لیے ان کو اپنا

مماسہ کرنے پر مائل کرنے کے لیے ان کے اعمال کے آئینہ میں انہیں ان کا سپہرہ دکھانے کے لیے ان واقعات کو پیش کیا ہے۔ غور کیجیے اور

بتکئے کیا ہم اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور فہم و فراست کی قوتوں کو صحیح استعمال کر رہے ہیں۔ یاد رکھیے قدرت کے قوانین اٹل ہیں۔ یہ

اللہ وحق بہم ماکانوا بہ یستہزؤن ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا

کا اور احاطہ کر لیا ان کا اس (مذاب) نے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور ہم نے برباد کر دیے وہ گاؤں

حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَفْنَا آيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۳۶﴾ فَلَوْلَا

جو تمہارے ارد گرد آباد تھے ۳۶ اور ہم نے مختلف انداز میں اپنی نشانیاں پیش کیں شاید وہ (حق کی طرف لوٹ آئیں۔ پس کیوں

نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ ضَلُّوا

مدد کی ان کی ۳۷ ان مشرکوں نے جنہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہوں نے اقرب کے لیے اپنے خدا بنا رکھا تھا ۳۷ بلکہ وہ تو ان سے

عَنْهُمْ وَذَلِكَ إِفْكَهُمُ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۸﴾ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ

نور پوش ہو گئے۔ اور یہ شخص ان کا ڈھونگ تھا اور بہت ان جو وہ باندھتے تھے۔ اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی

ہمیشہ کیساں رہتے ہیں۔ کسی کی خاطر ان میں رد و بدل نہیں کیا جاتا۔

۳۵ لے اہل مکہ! تمہارے قرب و حوا میں بھی مجھ ٹھوڑا قوم لوط کے کئی انجڑے ہوئے شہروں اور ویران بستیوں کے کندرات

موجود ہیں۔ تمہارے تجارتی قافلے ان کے پاس سے گزرتے ہیں۔ ان کے آداس درو دیوار سے پوچھو کہ ان پر کیا بتی۔ وہ تمہیں بتائیں گے

کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے یہاں بسنے والوں کو تیسرا سمجھایا۔ طرح طرح کے معجزات دکھائے، لیکن بدبختی نے ان پر یوں قبضہ ہوا رکھا تھا کہ

انہوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر معبودان باطل کی بندگی کا دم بھرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب

کا شکار ہو گئے۔

۳۷ انہیں اپنے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی قوت پر بڑا مانا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا مذاب آیا تو وہ قوں غائب ہو گئے جیسے

گدھے کے سر سے سینگ۔ اس آئے وقت میں انہوں نے اپنے پجاریوں کی خیر بگ نہ لی۔ ان بتوں کی خدائی کا دعویٰ ان بے ہمان

معبودوں کی مدد پر ہوسا اودان کی شفاعت پر یقین یہ سراسر فریب ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ اس آیت سے بھی کفار کے عقیدہ

کی حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اپنے بتوں کو الہتہ یعنی خدا اور معبود یقین کرتے تھے۔ جو بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا خدا اور معبود خیال

کرتا ہے اس کا یہی حال اور انجام ہوگا۔

۳۸ علامہ قرطبی الذین اتخذوا من دون اللہ قریبان الہتہ کی ترکیب کرتے ہوئے کہتے ہیں اتخذوا لا مقول

اقول ضمیر مذکور ہے جس کا مرتب الذین ہے اور الہتہ مقول ثانی ہے اور قریباننا حال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قریباننا

کو مقول ثانی اور الہتہ کو اس کا بدل بنا نام درست نہیں۔



نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا

طرف جنات کی ایک جماعت کو کہ وہ قرآن سنیں نہ کہ تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو۔

فَلَمَّا قُضِيَ وَلُوا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّندِرِينَ ۝ قَالَُوا يَٰقَوْمَنَا إِنَّا

پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سنا تے ہوئے۔ انہوں نے (ہاں) کہا اے ہماری قوم!

سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

ہم نے (آج) ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی

يَهْدِي إِلَىٰ الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ

رہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہِ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم! قبول کر لو اللہ کی طرف

نہ کہ جنات بھی حضور کی امت و دعوت میں شامل ہیں۔ اس آیت میں بارگاہِ رسالت میں جنات کی پہلی حاضری کا ذکر

کیا جا رہا ہے۔ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ واقعہ وادیِ نخلہ میں پیش آیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشاکی نماز یا صبح کی نماز

میں تلاوت فرماتے تھے۔ جنوں کے ایک گروہ کا گڑاس وادی سے پہلے۔ یہ اثر انگیز کلام سن کر وہ رک گئے اور ایک دوسرے کو تاکید کی

کہ خاموشی سے سنیں۔ جب انہوں نے قرآن کریم کی آیات کو سنا تو ان کے دل کی دنیا بیل گئی۔ خود اسلام قبول کیا اور اسلام کے دائمی

اور مبلغ بن کر اپنی قوم کے پاس پہنچے۔ انہیں بتایا کہ کس طرح انہیں کلامِ الہی سننے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ وہ اس کلام سے بے ہوش

انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، راہِ حق کو واضح کرتا ہے۔ ان جنوں نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ ایک لمحہ مضائقہ کیے بغیر

اس پر ایمان لائیں۔ ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ انہیں مذاہبِ الہی سے نجات مل جائے گی۔

اس کے علاوہ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد جنات کی حاضری کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ حضور کی زبانِ اقدس سے کلام

الہی سننے، شریعت کے مسائل دریافت کرتے اور اپنی قوم میں جا کر ان کی تبلیغ کرتے۔ علامہ مظاہر نے ائمہ علیہ السلام نے کھلم کھلا کہ ہجرت

سے پہلے ہی جنات حاضری خدمتِ اقدس ہوئے۔ اس طرح وہ احادیثِ جن میں اس واقعہ کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ان

میں بھی تطبیق ہو جائے گی۔

جنات کی تبلیغ کا ایک عجیب واقعہ ملازمینِ کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

”حضرت برادر بن عازب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فاروقِ اعظمؓ غلبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپ نے پوچھا تم میں سوا

بن قاریب ہے؟ خاموشی طاری رہی۔ آئندہ سال پھر آپ نے یہی سوال دہرایا۔ میں نے عرض کی یہ سواؤ کون صاحب ہیں؟ فرمایا ان



اللَّهُ وَآمَنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابِ

بلانے والے کی دعوت کو اور اس پر ایمان لے آؤ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو اور پھیلے گا تمہیں دردناک عذاب

الَيْكُمْ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَ

سے - اور جو قبول نہیں کرتا اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو تو وہ اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں زمین میں کہ اس سے بچ کر

لَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ أَوَلَمْ

جگہ نکلے اور نہیں اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔ یہ (منکر لوگ) کھلی گمراہی میں ہیں - کیا انہوں نے

کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ اسی اثنا میں حضرت سواد بھی آپ سنبھے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے سواد! اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو سواد بولے اے امیر المؤمنین! میں ہند میں تھا اور ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک شب میں سویا ہوا تھا اور اس نے اگر مجھے خواب میں کہا اٹھو اور میری بات غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لؤئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ دوڑو! وہ اس پر ایمان لاؤ تین رات یوں ہی ہوتا رہا۔ اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں اذنتی پر سوار ہوا اور کمر کر رہا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضورؐ کے آس پاس ملحقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ جب حضورؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا مرحبا بہک یا سواد بن قارِب! قد علمنا ما جاء بہک۔ لے سواد! خوش آمدید۔ جو تجھے لے آیا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے چند شعر عرض کیے ہیں۔ اجازت ہو تو پیش کر دوں۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ انہوں نے قصیدہ پیش کیا۔ ابتدا میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ پھر بڑے محبت بھرے انداز میں اپنے ایمان کا اعلان کیا چند شعر آپ بھی سنیے:

۱) فَأَشْهَدَ أَنَّ اللَّهَ رَبُّكَ رَبُّكَ عَزِيزٌ وَأَنْتَ مَا تُؤْمِنُ عَلَىٰ خَلْقِ عَسَائِبِ

۲) وَأَنْتَ أَذَىٰ الْمُرْسَلِينَ وَبَيْتِلَّةٌ إِلَىٰ اللَّهِ يَا ابْنَ الْكَرْمِينِ الْأَطْلَابِ

۳) فَزِنَا بِمَا يَا بُنَيَّكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ وَإِنْ كَانَ فِيهَا جَاءَ شَيْبُ السَّدَائِبِ

۴) وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَقْدُ شَفَاعَتِهِ وَسَوَّاكَ يُنْفَعُ عَنِّي مَسَاوِدُ بَنِي قَارِبِ

ترجمہ ۱) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے فیوں کا امین بنایا گیا ہے۔

۲) لے ہزاروں اور پاکہاؤں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے۔

۳) جو وہی آپ کے پاس آئی ہے آپ میں اس کا حکم جیسے ہم حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ عمل حکم میں ہلکے بال ہی سفید ہو جائیں۔

۴) یا رسول اللہ! اس روز سواد بن قارِب کی شفاعت فرمائیے جبکہ حضورؐ کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

يُرَوُّ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ

نہا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ذرا لھکن موسیٰ نہ کی ان کے بنانے میں

بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۶﴾

وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے ۳۶ بلکہ وہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ؕ

اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں۔

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۷﴾

کہیں گے ہائے رب کی قسم یہ حق ہے ۳۷ اللہ فرمائے گا اچھا اب چھو عذاب کا مزہ اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

مشق و محبت ایمان و یقین سے لبریز یہ اشعار سن کر حضورؐ نہیں بیٹھے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور مجھے فرمایا اظہت  
یسا سواد! لے سواد! تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔

امیر المؤمنین نے پوچھا کیا وہ بن ابی تمہارے پاس آتا ہے؟ عرض کی جب سے میں نے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا پھر نہیں آیا۔ میں  
غش ہوں کہ اس جن کے عرض مجھے قرآن کریم جیسا سینہ ہدایت مل گیا۔

اس آیت میں من بعد موسیٰ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہل تھے۔

۳۶ روئے سخن کفار کی طرف ہے جو قیامت کے منگرتے انہیں بتایا جا رہے ہے کہ اس کا نفاذ حیات کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تمکنت نہیں  
گیا کہ اب وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ نہ کر سکے۔ اس کی قدرت اور اس کی طاقت کے سامنے اس کا نفاذ حیات کو پہلے پہل فرما کر کی گئی  
کام تھا اور اس کو وہم پر ہم کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کچھ دشوار ہے تم مگر خاک میں مل جاؤ تمہارے تنگ کے ذمے کے آفاق عالم میں کچھ نہیں  
جب وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنا چاہے گا تو صرف کفن کئے گا اور تم زندہ ہو جاؤ گے۔ اس کے برعکس تو رات میں متعدد جگہم قوم ہے کہ چھ دنوں میں اللہ تعالیٰ  
نے زمین و آسمان وغیرہ کو پیدا کیا اور ساتویں دن اپنی تمکاوٹ ڈور کرنے کے لیے اور اپنے آپ کو تازہ دم کرنے کے لیے آرام کیا، ایک حال آپ  
بھی ملاحظہ فرمائیے چنانچہ تو رات کتاب فروع باب ۳۱ کی آیت دکھائی ہے :

”اس لیے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا۔“

ذات باری کے تعلق قرآن کریم نے جو تصور پیش کیلئے اس کی روشنی میں تو رات کی اس آیت کا مطالعہ فرمائیے۔

۳۷ کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ضلالت و گمراہی سے اب باز آ جاؤ اور دین اسلام کو قبول کر لو۔ قیامت کے دن جب انہیں



فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ

پس اے محبوب! آپ صبر کیجیے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا سیکھ اور ان کے لیے (بددعا کرنے میں) جلدی نہ کیجیے

كَانَهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوْعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

جس روز وہ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو خیال کریں گے کہ وہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں گردن کی فقط ایک گھڑی۔

بَلِّغْ فَهَلْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ۴

یہ پیغام حق ہے۔ پس کیا نافرمانوں کے علاوہ بھی کسی کو ہلاک کیا جائے گا ۴

دورخ کے سامنے لاکھڑا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ دورخ ہے جس کا تم پر انکار کرتے تھے۔ بتاؤ یہ ایک حقیقت ہے یا نہیں۔ اس وقت انہیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہ ہوگا لیکن اب بخشش کہاں انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۳۱۷ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محبوب! انہار کی شرانگیزیوں، فتنہ پردازوں اور اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کی پروا نہ کرو اور صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ آپ سے پہلے ہی جو انبیاء و رسل ہم نے مبعوث فرمائے تھے ان کے ساتھ بھی ان کی قوموں کا سلوک بڑا ظالمانہ اور سنگدلانہ تھا۔ انہوں نے ہمیشہ عزیمت و حوصلہ سے کام لیا۔ ان کی مخالفتوں کی پروا نہ کی اور اپنا فریضہ و دعوت انجام دیتے رہے۔ آپ بھی انہی کی سنت پر عمل کرتے رہیں۔ بڑی اولوالعزمی اور پامردی سے اسلام کی دعوت دیتے رہیں۔ فریضہ تبلیغ پوری قوت سے انجام دیں۔ اگر یہ کفر و عصیان سے باز نہیں آتے تو خود ہی پھینک تیار کیے۔ آیت میں سبحانه کا لفظ ہے وہ مرفوع ہے اور اس کی جتہا بڑا ممدوف ہے۔

۳۱۸ وہی لوگ ہلاک ہوتے ہیں جو نافرمانی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں اور فریق و فرج میں اپنی قیمتی زندگی اور گراں بہا صلاحیتیں قربان کر رہتے ہیں۔ جو لوگ اطاعت و انابت کو اپنا شعار بناتے ہیں اللہ تعالیٰ انہوں کا محافظ و نگراں ہوتا ہے۔ دشمن کی شرانگیزیوں سے خود ان کو بچاتا ہے۔ نفس و شیطان کے کرو فریب سے خود ان کی گمراہی کو گمراہی کرتا ہے۔



اللهم لك الحمد ولك الشكر

وعلیٰ حبیبك المصطفیٰ وصفیک المجتبیٰ۔ التحیة والثناء

اللهم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آل سیدنا و مولانا محمد و باریک و سلم

فاطر السموات و الارض انت ولی فی الدنیا و الاخرۃ تو فی مسلمان و الحقنی بالصالحین

# تعارف

## سُورَةُ مُحَمَّدٍ

نام : اس سورہ مبارکہ کے دو مشور نام ہیں۔ سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سورہ القتال۔ اس سورت میں چار رکوع ۱۱ آیتیں پانچ سواٹھاون کلمات اور دو ہزار چار سو پچھتر حروف ہیں۔ دوسری آیت میں یہ نام نامی مذکور ہے۔ یہی اس سورت کا نام بھی مقرر کیا گیا، کیونکہ انسانیت کو جن دو حصوں، مومن اور کافر میں تقسیم کیا جا رہا ہے اس کا دار و مدار اس کتاب پر ایمان لانے اور ایمان نہ لانے پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ نیز اس سورت کی آیت منہ میں قتال کا کلمہ بھی موجود ہے۔ اس کو اس سورت کا عنوان بنایا گیا۔ اس سورت میں اسلام اور کفر کے مابین جنگ کا تذکرہ اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

زمانہ نزول : جب کہ کی سرزمین کفار کے ظلم و ستم کے باعث اہل اسلام کے لیے تنگ ہو گئی تو وہ اپنی دولت ایمان کو ان کی دست برد سے بچانے کے لیے اپنے گھر باز زمینیں اور کاروبار سب چھوڑ چھاڑ کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ سب کچھ ان سے چھین گیا تھا، لیکن وہ خوش تھے کہ وہاں مصطفیٰ قرآن کے ہاتھوں سے نہیں چھوڑا۔ ان کا خیال تھا کہ اب وہ یہاں پوری دلچسپی کے ساتھ اپنے رب کے ذکر اور اس کی عبادت میں اپنے شب و روز بسر کریں گے۔ دعوت دین کا جو کام کئی پوری طرح نہیں ہو سکا، یثرب کے پر امن ماحول میں آسانی تکمیل پذیر ہوگا، لیکن اہل مکہ نے انہیں یہاں بھی آرام کا سانس نہ لینے دیا۔ ان کی مختلف اولیائیاں آتیں، مدینہ کے گرد و نواح میں لوٹ مار مچا تیں، اونٹ، بھیڑ بکریاں ہانک کر لے جاتیں۔ اگلا ذکا مسلمان ہتھے چڑھ جاتا، تو اس کو بھی قتل کرنے سے گریز کرتیں۔

غریب الوطن مسلمانوں کے لیے انہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ یا تو مسلمان بے حیثی کا مظاہرہ کریں، یہاں تک کہ مکہ سے اٹھنے والی آندھیاں کسی روز اسلام کی شمع ہی کو گل کر دیں اور ان کو بھی صفرِ ہستی سے مشاویں اور اگر وہ اس دین جو فرزندِ ذن ہاں دین سے بھی زیادہ عزیز ہے، اس کے چراغ کو بجھتا نہیں دیکھ سکتے اور اپنی اہمیت کا بھی احساس ہے کہ بزمِ عالم کو فوراً ہدایت سے سزا کرنے کے لیے ان کا زندہ رہنا، بلکہ شان و شوکت اور قوت و سطوت کے ساتھ زندہ رہنا ضروری ہے تو پھر انہیں صبر کھٹ میاں جنگ میں آنا ہوگا۔ انہوں نے تیرہ سال صبر کیا، بڑے ضبط و تحمل کے ساتھ مخالف برداشت کیے۔ اس بار سے میں اب مزید صبر خود کشی کے مترادف ہے، لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول کے حکم کے پابند تھے۔ از خود تو کچھ نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ سورہ الحج کی آیت ۳۶ میں کفار سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ سورہ البقرہ کی آیت ۱۹۱ نے جہاد کا حکم دیا۔ وقتاً فوقتاً سبیل اللہ

الذین یقاتلونکم ولا تقعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ حد سے تجاوز نہ کرو۔ بے شک



اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

حالات بے شک اس امر کا تقاضا کر رہے تھے کہ کفار کے ساتھ بجز آزمائی کی جائے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا مسلمان اس پر زین میں تھے کہ وہ کفار کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز کر سکیں۔

افراد طاقت بہت قلیل تھی پہلے معرکے میں صرف تین سو تیرہ مجاہد شریک ہو سکے تھے۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی جس کے وسائل بڑے محدود تھے، کیا جنگ کی ضروریات، اسلحہ، خوراک، رسواری کے جانور دینا کر سکتی تھی؟ مکہ، مدینہ کے مقابلے میں کئی گنا بڑا شہر تھا۔ وہاں کے اکثر لوگ نجاست پیشہ تھے۔ نہ دولت کی وہاں کئی تھی نہ وسائل کی قلت۔ افرادی تعداد بھی مسلمانوں کے کئی گنا زیادہ تھی، لیکن ان ناسازگار حالات کے باوجود مسلمانوں کے لیے فیصلہ کن گھڑی آچکی تھی۔ یہ حالات تھے جب یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورت کے نزول سے تہذیب کی کیفیت ختم ہوگئی، کفار کی تعداد کی کثرت، وسائل کی فتواری کے باعث مسلمانوں کو جو شہ تھما، وہ دور ہو گیا۔ ابتدائی آیتوں ہی میں واضح طور پر بتا دیا کہ کفار جو خود بھی گمراہ ہیں اور فوج کو پھیلنے سے بھی روک رہے ہیں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ان کی جہاد جہاد کا میاب نہ ہوگی۔ ان کی ساری محنت اور کوشش خاک میں مل جائے گی۔ اہل ایمان کی کمزوریوں کو دور کر دیا جائے گا اور کامیابی کا نام ان کے سر پر سجایا جائے گا۔

یہ فرمانے کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ میدان جنگ میں وہ کفار کے پرچھے اڑا دیں۔ اسیران جنگ کے ساتھ جو بڑا نازانوں نے کرنا ہے، اس کے اصول بتا دیے۔ ساتھ ہی واضح کر دیا کہ میدان جہاد میں جو مسلمان قتل ہوگا، اسے شہادت کی خلعتِ فاخرہ سے نوازا جائے گا۔ اسلام کے جس گلشن کی آبیاری وہ اپنے خون سے کریں گے، وہ سدِ شاداب دسر سبز رہے گا اور ان کی قربانیوں کے طفیل آنے والی نسلیں بھی فوج حق سے اپنے دلوں کو منور کرتی رہیں گی۔

اہل ایمان کو صاف لفظوں میں بتا دیا کہ اگر تم نے سچے دل سے اپنی پوری قوت اور توانائیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یہی اسلام کی مدد کی، تو کفر کے تند و تیز ریلے کے سامنے اللہ تعالیٰ تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا، بلکہ اس کی نصرت تمہاری پشت پر نہاں کرے گی آسمان کے فرشتے تمہارے دوش بدوش کفار سے نبرد آزما ہوں گے اور اس کی تائید تمہیں نازک حالات میں بھی ثابت قدم رکھے گی کفار کی ظاہری سچ و سچ کو دیکھ کر مت گھبراؤ، کفر کا انجام تباہی اور نامرادی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اگرچہ کمزور ہوئے، تو انہوں نے تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جو بڑی قوت و طاقت کا مالک ہے، کفار کو تائید الٰہی نصیب نہیں اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کامیاب وہی ہوتا ہے جس کی مدد خدا کرتا ہے۔

اس ضمن میں منافقین کے ایمان کا حال بھی آشکارا کر دیا جو جہاد کے حکم کے نزول سے پہلے بڑی ڈیگیں مارا کرتے تھے، اپنی بہادری اور جاں نثاری کے لیے جوڑے دعوے کیا کرتے تھے۔ کہتے ہم بڑی بے تابی سے اس گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں جب ہمیں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا اذن ملے گا۔ اس کے بعد دیکھیے گی کہ ہم کس طرح شیخ اسلام پر والدوں کی طرح جان قربان کرتے ہیں۔ اب جب کہ جہاد کے تقاضے پر چوٹ لگ گئی ہے ان کی حالت قابلِ دید ہے۔ یوں یہ چلتا ہے جیسے موت کی غشی طاری ہوگئی ہو، انھیں پتھر لگتی ہیں، چہرے کی رنگت زرد ہوگئی ہے، کیا اللہ تعالیٰ پر بچے دل سے ایمان لانے والوں کی آزمائش کی گھڑیوں میں یہ حالت ہوا کرتی ہے۔

اسلام کے جہانناز اور غیور سپاہیوں کو آیت ۲۵ میں ایک خصوصی حکم دیا کہ جنگ میں حالات کتنے ہی رُوح فرساکہوں نہ ہوں گے زوری مت دکھاؤ صلح کی درخواست مت کرو۔ اگر تم نے کمزوری کا مظاہرہ کیا یا صلح کے لیے اپنی بے تابی کا اظہار کیا تو دشمن جبری ہو جائے گا۔ تمہاری اس پیشکش کو کمزوری اور بزدلی پر محمول کرے گا۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس کا انجام کتنا خطرناک ہوتا ہے۔ سن لو! تم ہی سر بلند ہو گے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تمہاری محنت اور کوشش کو وہ منافع نہیں ہونے دے گا۔

آخر میں مالی جہاد کی طرف متوجہ کیا۔ اگر اسلام کو تمہارے مال کی ضرورت پڑے تو بڑی دریا دلی سے اس کو پیش کرو۔ اگر تم نے مل ضرعی کرنے میں نکل سے کام لیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، البتہ تمہارا ستیا ناماں ہو جائے گا اور تمہاری جگہ یہ عزت کسی اور کو بخش دی جائے گی۔ پھر تم ہاتھ نلتے رہ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا علم تو لہرا رہا ہی رہے گا۔ اگر کوئی قوم اس کو اٹھانا بوجہ کہے گی تو دوسری قوم شوق سے یہ خدمت بجالانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے گی۔

اہل سنت کے علماء و شایخ اس پر جلال آیت کو بار بار پڑھیں۔ وَإِنْ تَسْأَلُوهُ لَأَيَّ شَيْءٍ جَاءُكُمْ فَسَأَلْتُمْ لَعَنَ كُفْرًا

أَمْثَلَكُمْ۔



سُوْحُوْحِ الْبَدْرِ وَرَبِّهِمْ بِرَبِّهِمْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَتَلٰوْنَهَا اٰیٰتًا رَّجُوْحًا

سورہ محمدنی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔ ۳۸ آیت رکوع ۴

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱

جنہوں نے (خود ہی) حق کا انکار کیا اور وہ دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکتے رہے، اللہ نے ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَهُوَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایمان لے آئے جو انہیں انزل فرمایا (رسول معظمؐ) محمد پر اور وہی

سلا جو لوگ حق کو قبول نہیں کرتے اور باطل سے چمٹے رہتے پراسرار کرتے ہیں، وہ دو گدغزایوں کا باعث بنتے ہیں۔ پہلی خزانہ تریہ کہ ان کی اپنی زندگی نور ہدایت سے محروم رہتی ہے، وہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے، ان کی ساری عرشوں کو کھاتے گزر جاتی ہے جو بیباک صلاحیتیں قدرت نے انہیں ودیعت کی ہیں وہ پرورش نہیں پاتیں، ان کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ دوسری خزانہ یہ ہے کہ ان کا جذبہ دوسرے لوگوں کے لیے محاب بن جاتا ہے۔ سادہ لوح سماج جو خود غور و فکر کرنے کے عادی نہیں بنتے، وہ انہیں دیکھ کر ان کی گمراہی کی تقلید کرنے لگتے ہیں۔ نیز حق سے انہیں جو خدا واسطے کا تیر ہوتا ہے۔ وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ حتی المقدور حق کی ترقی میں روڑے اٹھاتے رہیں اور لوگوں کو طائف ایل سے حق سے متنفر کرتے رہیں۔ خود بھی اندھے بنے رہے اور لوگوں کی آنکھوں میں بھی بھول ڈالتے رہے۔ خود بھی حق کو قبول کرنے سے گریزاں رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی حق سے دُور کرنے کے لیے جتن کرتے رہے۔ اس سے بڑی بد بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال ضائع اور رائیگاں جاتے ہیں۔ انہیں کامیابی اور کامرانی نصیب نہیں ہوتی۔ ہمارے جو نیک کام وہ کرتے ہیں آخرت میں انہیں ان کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ انہوں نے رضائے الہی کے لیے کوئی قدم اٹھایا اور نہ انہیں رضائے الہی کی سعادت سے نوازا گیا، دنیا میں شہرت، نیک نامی، کاروباری ترقی وغیرہ جو چیزیں انہیں مطلوب تھیں وہ ان کو ملے ہی گئیں۔

واضلل اعمالہم کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کو ناکام کرنے کے لیے جو جتن انہوں نے کیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوساڑشیں انہوں نے کیں، شیخ اسلام کو گل کرنے کے لیے جو منصوبے انہوں نے بنائے وہ سب ناکام ہو کر رو گئے، ان کی ساری کوششوں کے باوجود اسلام کا آفتاب اقبال بند نہ ہوا، یہ قدم قدم پر انہیں مذک کی کمانی پڑی، ان کی ہر عیب رائی ہو گئی، المعصی اَنْطَلَجَتْ وَعَقْرًا عَمَلُوا مِنْ الْكَيْدِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَصْرِ رَسُوْلِہِ وَظَلَمًا رَدِیْتُمْ عَلٰی الدِّیْنِ طٰغُوْا وَتَعٰلٰہُ اَوْفَقَ لِمَا بَعْدَہُ۔ (رُودِ الْمَعٰلٰی)

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ لَكَفَرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بِاللَّهِمْ ذَلِكَ

حق ہے ان کے رب کی طرف سے کہ اللہ تعالیٰ نے دور کر دیں ان سے ان کی برائیوں اور سنوار دی ان کے حالات کو تھے (لوں) اس

بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا

لیے کہ جنہوں نے کفر کیا وہ باطل کی پیروی کرتے تھے اور جو ایمان لائے تھے وہ حق کی پیروی کرتے تھے جو

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۖ وَإِذَا الْقِيَمَةُ

ان کے رب کی طرف سے تھا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کے حالات پر حسب (میدان جنگ میں)

الَّذِينَ كَفَرُوا فَضْرَبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَكْثَبَتْهُمُ فَشَدُّوا

تہا را کفار سے آنا سامنا ہو تو ان کی گردنیں آزادو شہ یہاں تک کہ جب انہیں خوب تھل کر تو پھر کس کر ہاں مو

صَدَقَتْ فِي لَازِمِي اِدْرِ مَتَقَدِّی دُونِ طَرَحِ اسْتِعْمَالِ ہُو تَمَہے لَکِن یہاں مناسب دوسرا سنی ہے کیونکہ لازمی کا مفہوم کفر و ایمان میں آیا۔  
 ۱۔ ان کے برعکس جو خوش نصیب دولت ایمان سے مالا مال ہوئے، کجروی کو چھوڑ کر انہوں نے راست روی اختیار کی اپنے اعمال  
 کو مٹانے والی اور اطاعتِ مطہرہ کے ساتھ میں ڈھال لیا، قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 پر نازل کیا اس کو تسلیم کر لیا، ان کے ساتھ ہمارا رویہ یہ ہو گا کہ جو گناہ آج تک وہ کرتے چلے آئے ہیں وہ سب مٹا کر دیے جائیں گے  
 عادات و مشاغل کی طرح اس کی جو خرابیاں ان میں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور کر دی جائیں گی۔ اب وہ سوچیں گے تو صبح سویرے نچ پر قدم اٹھائیں  
 گئے تو سیدھی راہ پر۔

۲۔ لفظ بئال کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ مہا ہننے اس کا معنی شان، وقاد نے اس کا معنی مال اور ابن عباس  
 نے اس کا معنی امور کیا ہے، منوم کے لفظ سے ان میں کوئی فرق نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات کو درست کر دیا ہے۔ پہلے  
 وہ بغل اور کھڑے تھے اب وہ تو گھرا اور طاق تر رہیں، پہلے وہ کفار کے جبر و تشدد کا نشانہ بنے رہتے تھے۔ اب کفار ان کے دامن رحمت میں  
 پناہ تلاش کرتے ہیں پہلے وہ آزادی سے عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے اب ان کی عظمت کا پرچم سائے جزیرہ عرب میں لہرا رہا ہے۔

۳۔ دو لوگوں کے درمیان کے ساتھ جو الگ الگ بتاؤ کیا ہمارا ہے اس کی وجہ بتا دی، پہلا گروہ باطل کا پرستانہ ہے۔ جو شخص جھوٹ  
 اور گناہ کا بیہ پارکے گا اسے حتماً نقصان اٹھانا پڑے گا اور جو شخص نور حق کی پیروی کرے گا منزل خود کنجی کر اس کے قریب آجائے گی۔  
 فز و کامرانی ہے تہا نہ اس کی طرف بڑے گی۔

۴۔ پہلے کفار کے معاندانہ اور جابلانہ نظر عمل کے واسطے میں بتایا گیا اور ان کے مقابلہ میں فرزند ان اسلام کی حق پرستی اور راست روی

## الْوَثَاقُ لِإِمَامَاتِنَا بَعْدُ وَإِمَافِدَاءِ حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا

رسایا سے بعد ازاں یا تو احسان کر کے ان کو رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے لیاں ہمک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے کہ

کا ذکر کیا گیا۔ ان حالات میں ان دو متنازع قوتوں کا ٹکراؤ ناگزیر ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر جنگ کے بغیر بار بارہ کلہ نہ رہے تو پھر کھل مندی، سستی، کوتاہ اندیشی اور بزدلی کا مظاہرہ و مت کرنا بلکہ بڑی جرات اور بہادری سے ہاتل کے ساتھ ٹکرا جانا اور سردی کی بازی لگانا۔ اس وقت رحم و شفقت کا اظہار کمزوری اور ضعف کی علامت ہے۔ جو کا فر سامنے آئے اس کی گردن اٹا کر رکھ دو؛ ہاتل کا کوئی سرخند تمہاری ضرب سے جان بچا کر بھاگ نہ پائے۔ ایسے مواقع بار بار میر نہیں آتے۔ دشمن کی طاقت کو کھل کر رکھ دو تاکہ وہ پھر سزا اٹھانے کے قابل ہی نہ رہے۔ یہاں حضرت مسدرا حضرت قیو امر کا قائم مقام ہے اور اپنے مفعل کی طرف مضاف ہے۔ جوڑ ضرب اور جلال ضرب الرقاب میں ہے وہ فَاَفْتَلُوْهُمُ کے الفاظ میں نہیں۔

سے وہ کپڑا جس کی بنائی گئی اور عمدہ ہوا سے شوبہ ٹھینکتے ہیں۔ ابو العباس نے اس کا معنی غلبت و موہ و کثرت فہم الجسراج کیلئے۔ یعنی جب تم ان پر غالب آ جاؤ اور ان کی اکثریت زخمی ہو جائے۔ ابن اعرابی نے اس کا معنی کیلئے الاٹخان فی الشیخ المبالغۃ فیہ والاکتشاف مند۔ یعنی کسی چیز میں مبالغہ کرنا اور اس میں کثرت کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم ان کے کشتوں کے پتے لگاؤ انہیں زخموں سے بچو۔ چور کر دو حتیٰ کہ وہ بالکل مشہور و مغلوب ہو کر رہ جائیں تو اس وقت جنگ بند کر دو اور بقیہ السیف کا میر کر لو۔ ان کی مشکلیں خوب کس کر بانڈ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں اور تمہارے لیے نئی مصیبت کھڑی کر دیں۔

سے اسیران جنگ کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جانا چاہیے؟ اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔ بعض علماء ابن جریر، سدی اور قتادہ کا خیال ہے کہ یہ آیت فسورج ہے اور اس کی تاریخ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم ہے۔ جو علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت حکم ہے فسورج نہیں اور اسیر کو قتل کرنا جائز نہیں۔ اسیر کے ساتھ وہی معاملہ کیا جا سکتا ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ چنانچہ اہل حال کے طور پر وہ یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ جہان نے حضرت ابن عمر کو کہا کہ ظلال اسیر جنگ کو قتل کر دو۔ آپ نے فرمایا لیس بھذا امرنا کہ ہمیں قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اسیران جنگ کو قتل نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابن جریر یہ اقوال لکھنے کے بعد اپنی تحقیق کا لڑاں اظہار کرتے ہیں:

والصواب من القول عندنا ان فسدہ الأیۃ بحکمة لیست منسوخة کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے فسورج نہیں ہے۔ اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بیان کر دی کہ فسورج کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو۔ یہاں ایسی صورت نہیں۔ وغیر مستنکر ان کیوں جعل الخیار فی المن والقداء والقتل الی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی القائمین بعدہ بامر الامة۔ یعنی یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ مذکورہ صورتوں میں برتاؤ کرنے کا حق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے خلفاء کے پر دیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہاں قتل کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔







ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانتَصَرْتُمْ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوْا بَعْضَكُمْ

ببعض سے ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی ان سے بدل لے لیتا لیکن وہ آزمائش چاہتا ہے تمہیں بعض کو

بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قَتَلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱

بعض سے ہے اور جو مار ڈالے گئے اللہ کی راہ میں پس اللہ ان کے اعمال ضائع نہیں ہونے دے گا ۱

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قیدیوں کی تقسیم سے پہلے تو یہ تہا دلہ جائز ہے لیکن تقسیم کے بعد ناجائز اور امام محمد کے نزدیک ہر وقت ناجائز ہے۔ اس کی دلیل میں انہوں نے یہ حدیث پیش کی ہے حضرت سلمہ سے مروی ہے کہ حضور نے حضرت ابوبکر کی قیادت میں ایک سریر روانہ کیا۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ تقسیم میں ایک کینز بچھے لی۔ دوسرے روز حضور علیا الصلوٰۃ والسلام سے بازار میں شرف ملاقات حاصل ہوا حضور نے فرمایا سلمہ وہ کینز بچھے ہے دو جو تجھے نیست میں لی ہے۔ میں نے عرض کی حضور مجھے بہت پسند ہے۔ دوسرے روز پھر ملاقات ہوئی حضور نے پھر سی ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کی ہی لاک یا رسول اللہ! میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں پس حضور نے اسے کہ جیسا اور انہوں نے اس کے بدلے میں مسلمان قیدی لئے دیئے۔

کیا مال لے کر اسیران جنگ کو رہا کرنا درست ہے؟ اس کے متعلق آؤسی لکھتے ہیں کہ احناف کا مشہور مذہب تو یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ یہ قیدی رہا ہو کر پھر حملے خلاف نہر آزا ماہوں گے لیکن السیر لکھیے میں ہے انہ مل باس بہ اذا کان بالمسلمین حلجۃ (روح المعانی) اگر انہیں آزاد کرنا مسلمت ملکی کے خلاف ہوا اور مشرکین نہ ہوا کہنے کے لیے بھی تیار نہ ہوں اور مسلمان بھی قیدیوں کے ساتھ بے لگاؤ کی صورت میں نہ ہو تو پھر انہیں ہمیشہ کے لیے قیدی بنا کر نہیں رکھا جائے گا بلکہ غازیوں میں انہیں تقسیم کر دیا جائے گا ان کو عملی زندگی میں بھر پور حصہ لینے کی اجازت ہوگی، اپنے مالک کی اجازت سے وہ کاروبار وغیرہ میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسیران جنگ کا معاملہ حکومت وقت کی صوابدید پر ہر وقت ہے۔ مندرجہ بالا طریقوں میں سے جو طریقہ مناسب حال یا قوی اور ملکی مفاد سے ہم آہنگ پائیں اس کو اختیار کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۰۔ ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِّحُوْا لِلّٰهِ حَمْدًا مِّمَّا رَزَقَكُمْ مِنْهُ وَكُلُوْا مِنْ رِزْقِهِ وَارْتَقِبُوْا يَوْمَ تَأْتِي السَّمَكُمُ الْمَوْتُ وَاَنْتُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰

۱۰۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں زمینت جہاں نہ دیتا اور خود بخود ان سرکشوں کا غرور خاک میں ملا دیتا لیکن اس کی حکمت کا اتنا مناجیہ ہے

کہ میدان کارزار گرم ہو، اہل حق کو مسرفہ نہ کرنے کے لیے سرحد کی بازی لگائیں، کفار و منکرین باطل کا بول بالا کرنے کے لیے اپنا سب کچھ ڈالیں لگادیں سب دنیا کو چھوڑ چل جائے کہ مومن و کافر میں کتنا فرق ہے۔ مومن کا مقصد حیات کتنا بلند اور گہرے ہے اور کافر کا تمنا کتنا خس اور ذلیل ہے۔ نملہ احد کے معرکہ میں مسلمان کثرت سے شہید اور زخمی ہوئے۔ اہل ایمان نے خوشی سے دیوانہ ہو کر نعرہ لگایا اُخْلُ خُبْلُ۔ خُبْلُ زندہ باور مسلمانوں نے جوابی نعرہ لگایا اَللّٰهُ اَخْلَى وَاَجَلُ۔ اللہ تعالیٰ بلند اور بزرگ ہے۔ اہل ایمان نے کہا کہ یہ دن، بدر کا بدلہ ہوا۔ اور

سَيَهْدِيَهُمْ وَيُصْلِحُ بِاللَّهِ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا هُمْ ۝

وہ پہنچائے گا انہیں بندہ مدراج پر اور سنوارے گا ان کے حالات کو سلسلہ اور داخل کرے گا انہیں بہشت میں جس کی پہچان اس نے انہیں کرا دی تھی سلسلہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور (میدان جہاد میں) تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۝

لڑائی کا پانسہ پٹتا رہتا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے فرزندِ انِ اسلام! اس سے کو تم ہم سے برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہو۔ ہمارے مقتول اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن۔ مشرکین نے کہا اِن لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ۔ ہمارا عزی ہے اور تمہارے پاس کوئی عزی نہیں۔ فقال المسلمون اللّٰهُمَّ مَوَّلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ۔ مسلمانوں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

فلن يضل اعمالهم کا جملہ بڑا معنی خیز ہے یعنی ان شہیدانِ حق کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ ان پر بڑے خوش آمد نتائج مرتب ہوں گے۔ اس قربانی کا صلہ انہیں تو یہ ملے گا کہ جنت میں ریح النشان عملات میں وہ تشریف فرما ہوں گے اور ان کی امت کو ان کی جانفشانیوں کے صدقے عزت و سربندی نصیب ہوگی اور جس مقصد کے لیے انہوں نے اپنی جوانیاں نثار کی تھیں وہ مقصد حاصل ہوگا۔ حق کی روشنی سے کوہ و دین میں اجماع ہو جائے گا۔ ان پاکبازوں نے جان دیکر اتنے عظیم مقاصد حاصل کر لیے ان سے بڑھ کر کون خوش نصیب ہو سکتا ہے۔

اللہ یعنی جنت اور رضائے الہی کی ذی شان منزل تک انہیں رسائی حاصل ہو جائے گی۔ راہ کی رکاوٹیں دور کر دی جائیں گی۔ فاصلے سٹ کر رہ جائیں گے اور ان کے حالات سنو رہ جائیں گے یعنی جو لغزشیں ان سے ہوئی تھیں جن گناہوں کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا وہ سب معاف کر دیے جائیں گے۔ مقربین اور متقیین کے زمرہ میں ان کا شمار ہوگا۔

اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی برکت سے دوسرے لوگ راہ ہدایت پر گامزن ہو جائیں گے۔ ان کی قوم کی بگڑی ہوئی حالت سنو رہ جائے گی۔ شکست و نامرادی کے جو داغ ان کی قوم کے چہرے کو بد نما بنا رہے تھے وہ دور ہو جائیں گے فوز کلامی کا دوران پر مشرف ثانی کرنے لگے گا۔

۳۱ جب جنت میں قدم رنج فرمائیں گے تو اپنے عملات کی طرف اس طرح جائیں گے جیسے وہ مدت سے یہاں آباد ہیں اور سارے راستے ان کے جانے پہچانے ہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۳۱ دین اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد کو اللہ تعالیٰ کی امداد فرمایا گیا ہے۔ جان کی بازی لگانے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر فوہ کیا ہو سکتا ہے۔ وہ مجاہدِ نصرتِ الہی جن کی پشت پناہی کر رہی ہو، ہر نازک مرحلہ پر تائید ایزدی جن کے دلوں کی ڈھارس ہو، دشمن کا کوئی طوفانی حملہ ان کے قدموں میں لغزش نہ پیدا کر سکے، تو ایسے جانناز مجاہدوں کو دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوا

اور جنہوں نے (حق کا) انکار کیا خدا کرے وہ منہ کے بل اندھے گردیں اور اللہ ان کے اعمال کو برباد کرے ۱۷۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ناپسند کیا

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۙ اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

جرات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا پس اس نے ضائع کر دیے ان کے اعمال ۱۸۔ تو کیا انہوں نے بیروسیاحت نہیں کی زمین میں تاکہ وہ خود کو دیکھ لیتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۙ وَاللّٰكِفِرِيْنَ

کر کیا انجام ہوا ان (منکروں) کا جو ان سے پہلے گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی نازل کر دی اور کفار کے لیے ای تم

اَمْثَالِهَا ۙ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ

کی مثالیں ہیں ۱۹۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے ۲۰۔ اور کفار کا کوئی

شکست نہیں دے سکتی۔ شرط یہ ہے کہ یہ جنگ وہ دنیاوی مفادات کے لیے نہ کر رہے ہوں یہ غمخیزی کسی حقیر مقصد کے لیے نہ ہو۔ محض اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے ہوا اور دین حق کو غالب کرنے کے لیے ہو۔

۱۷۔ اب کفار کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ نفس کی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور لکھتے ہیں التمس: الا نخطاط والمشور۔ گرین، اور کھڑانا پھلنا۔ فرامگتے ہیں کہ یہاں نفس مصدر منصوب ہے اور بطور بدو مانہ کو رہے۔ قال الفراء نصب على المصدر على سبيل الدعاء۔ ابن منظور کہتے ہیں بان يكبت الله المنغص بها خدا انہیں منہ کے بل گر لے۔ میں نے ترجمہ اسی کے سلاہن کیا ہے۔ اصل اعمالہم سے ان کی حراماں نصیبی کا ذکر کیا کہ انہوں نے حق کو نیچا دکھانے کے لیے مال و دولت بھی خرچ کی۔ جنہوں سے پھر پھر بھی ہوتے۔ کشتی لپٹے سر بھی کٹے اور جان بھی دکا لیکن نتیجہ؟ دنیا میں ذلت و رسوائی، آخرت میں عذاب الیم۔

۱۸۔ اتنے ذریعہ اور تجربہ کار ہو کر کیوں منہ کے بل گر کر رسوا کئے، کیوں ان کی قربانیاں راہیگاں گئیں؟ اس کی وجہ بتا دی کہ انہوں نے اس حکام کو ناپسند کیا تھا۔ جن اعمالیہ منہ کے وہ خود کو جو چکے تھے انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے تھے یہ نیکو حکم ان کی ساری زندگی ضائع ہو گئی۔

۱۹۔ وہ متعدد دھماکے کی سیاحت پر گئے۔ انہوں نے پہلی بدکار قوموں کے اُبڑے ہوئے کشترات دیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کو نصبت و نابود کیا تھا اس سے یہ بے خبر نہیں، لیکن انہوں نے خود سیر و سیاحت سے کوئی عبرت حاصل نہ کی اور ان پر وہی عذاب نازل ہوا جو ان جیسے کفار پر پہلے نازل ہو چکا تھا۔

۲۰۔ اعمال اور جہد اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے تو کیا تھے۔ اہل ایمان نے بھی مال خرچ کیا اور انہوں نے بھی



لَا مَوْلَى لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

مددگار نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ داخل فرمائے گا جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے۔

جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَ

رسد بہار باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔ اللہ اور جنہوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اڑتا رہے ہیں اور

يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۗ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ

مٹھ کھانے اپنے میں مصروف ہیں ڈنگروں کی طرح حالاً کھڑا لٹخ جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ اور بہت سی ایسی بستیاں تھیں

هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ أَهْلَكَ مِنْهَا فَلَا نَاصِرَ

برقوت و شوکت میں تمہاری اس بستی سے کہیں زیادہ تھیں جس کے باشندوں نے آپ کو نکال دیا۔ اللہ ہم نے ان بستیوں کے کیڑوں کو ہلاک کر دیا

مال غریب کیے۔ وہ بھی میدان جہاد میں زخمی ہوئے، یہ بھی زخمی ہوئے۔ انہوں نے بھی شہین حق پر جانیں قربان کیں، انہوں نے بھی سر کٹانے میں نکل سے کام نہیں لیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نتائج بالکل مختلف رونما ہوئے؟ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا حامی و ناصر تھا۔ اس کو راستی کرنے کے لیے انہوں نے یہ سب کچھ کیا، سوا اس نے اپنے مخلص بندوں کی تائید و حمایت کی اور ان کفار کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تھا نہ اس نے ان کی دستگیری کی۔ جن بڑوں کو انہوں نے اپنا مہجور بنا رکھا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آئے اس لیے نتائج کا اختلاف ایک طبی امر ہے۔ اللہ اہل ایمان تو مخلص نیت اور سچ عمل کی برکت سے جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہوں گے اور کفار کا ٹھکانہ دوزخ کا بھڑکتا ہوا آتشیں کدو ہوگا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی نہ پہچانا۔ ساری عمر عیش و عشرت میں گزار دی۔ ڈنگروں کی طرح عمدہ، لذیذ اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں کھانا کھانا ہی ان کا محبوب مشغلہ بنا رہا۔ نہ انہوں نے اپنے انجام کے بارے میں سوچنے کی زحمت گوارا کی نہ اپنے خالق کو پہچانا، نہ اس کو راستی کرنے کا شوق ان کے دل میں پیدا ہوا۔ ان کے طرز عمل کا انجام وہی ہونا چاہیے تھا جس سے وہ اب دوچار ہیں۔

اللہ اہل کفر کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم نے اپنے نبی کو بڑی سنگدلی سے اپنا پیارا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ سنو! یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اس پر تمہیں کوئی سزا نہ ملے گی۔ بلکہ تم سے پہلے جن قوموں نے اپنے نبیوں کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا وہ اگرچہ تم سے زیادہ طاقتور، زور آور اور نموش حال تھیں لیکن ہم نے ان کو تباہ کر دیا اور کسی کو جنت نہ بخشی کہ ان کی مدد کرے۔ سن لو! اگر تم باز نہ آئے اور توبہ نہ کی تو تمہارے ساتھ ہی ایسا سلوک ہی کیا جائے گا۔



لَهُمْ ۝۱۹۰ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَتٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ

پس کوئی انکار دگار نہ تھا کیا وہ شخص جس کے پاس روشن دلائل ہیں اپنے رب کے پاس سے سزا اس (پر بخت) کی مانند ہے اگر اسے کر دے گئے جس

وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝۱۹۱ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ

کے لیے اس کے سب سے عمل اور وہ پیروی کرتے رہے (اپنی خواہشوں کی) احوال اس جنت کے جس کا وعدہ متقینوں سے کیا گیا ہے اس میں نہریں ہیں ایسے

مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٍ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٍ مِّن

پانی کی جس کی بڑا اور مزہ نہیں بگڑتا لٹے اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ اور نہریں ہیں شراب

خَمْرٍ لَّدَّةٍ لِلشَّرِيبِينَ ۝ وَأَنْهَارٍ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا

کی بھرتی بخش ہے پینے والوں کے لیے۔ اور نہریں ہیں شہد کی جو صاف ستھرا ہے۔ اور ان کے لیے اس میں

مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۝ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ

ہر قسم کے پھل ہیں گے اور (مزہ) ہاں ان کے لیے بخشش ہوگی اپنے رب کی طرف سے (سچو) کیا یہ ان کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝۱۹۲ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ

رہیں گے اور انہیں کھولتا پانی پلا رہا پلٹے گا اور وہ کٹ لے گا ان کی آنتوں کو سلائے اور ان میں کچھ ایسے ہیں جو کان لگائے رکھتے ہیں آپ کی طرف

سلائے بتا دیا کہ جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے روشن دلائل ہیں اور ان کی روشنی میں زندگی کی مسافت طے کر کے منزلِ تصدُّر

کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے اس کا انجام اس پر بخت کے انجام سے بالکل مختلف ہوگا جس کے بڑے اعمال اس کی نگاہوں میں خوش نماک

پیدا گئے ہیں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں مگن رہتا ہے۔

۱۹۱ لے مثنوی اور پر ہیز گار لوگوں کو جو جنت مرحمت ہوگی اس کا قدسے تفصیلی بیان ہو رہا ہے۔ غیر آسن کی تحقیق کسے ہوئے علاقہ

قرطبی کہتے ہیں ای غیر متغیر لرا نحتہ وقد آسن للساویا سن استنا واسونا اذا تغیرت راعتہ۔ وہ چیز جس کی بڑھ بٹلا اس

کو غیر آسن کہتے ہیں اس کا مادہ آسن یا سن ان ہے جس کا منہ ہے بڑا کا بدل ہا۔

۱۹۲ لے اس جنت میں نطف و سرور کی زندگی بسر کرنے والے خوش نصیب کے ساتھ اس بد نصیب کو کیا نسبت جو اپنے کرتوتوں

کی پاداش میں جہنم رسید کر دیا گیا۔ اس کی بانی پانے کی امید بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ انہیں ایسا گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا جو ان کی آنتوں

حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ بَاذًا قَالُوا إِنَّا

تھی کہ جب نکلے ہیں آپ کے پاس سے تو کہتے ہیں اہل علم سے (کہ خدا فرمائیے) یہ صاحب ابھی ابھی کیا کہہ رہے تھے سنا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۗ وَالَّذِينَ

یہی وہ رہے بخت، ان میں ٹھہرا دی ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کی۔ اور جو لوگ راہ

اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّهُمُ تَقْوَاهُمْ ۗ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا

ہدایت پر چلے اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے ان کے نور ہدایت کو اور انہیں تقویٰ کی توفیق بخشتا ہے سنا پس کیا یہ لوگ اٹھ کر رہے ہیں

السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمُ

قیامت کا کہ آجائے ان پر اچانک سنا بے شک اس کی نشانیاں تو آئی گئی ہیں سنا اور جب قیامت ان پر آگئی تو اس وقت ان

کو کڑے محضے کرنے لگا۔

۲۳ جمعہ کے خطبوں اور دیگر اجتماعات میں اہل ایمان کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوا کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد و اہل ایمان تو ہر تن گوش ہو کر سنتے اور اپنے دل میں انہیں محفوظ کر لیتے، لیکن منافقین حضور کے فریضے تو سنتے، مگر ان کی طبیعت پر یہ بڑے گراں گزرتے، جب مفضل بن عمر استہوتی تو صحابہ کرام سے پوچھتے کہ ابھی ابھی انہوں نے کچھ فرمایا ہے، ذرا بتائیے تو انہوں نے کیا فرمایا ہے؟ ہمیں تو یاد نہ رہا یا ہم سمجھ نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر نمریں لگا دیں اور وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں گھے رہتے ہیں، اس لیے انہیں سرور عالم کے ارشادات کیسے یاد رہ سکتے ہیں۔

۲۴ جو نیک بخت حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور کلام بلاغت نظام سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان پر مزید کرم یہ کیا جاتا ہے کہ انہیں علم بصیرت اور شرح صدر کی دولت سے بالمال کر دیا جاتا ہے اور انہیں احکام الہیہ پر عمل کی توفیق بھی بخشی جاتی ہے یا ان چیزوں سے بچایا جاتا ہے جو دوزخ میں لے جانے کا باعث ہوتی ہیں۔ تقویٰ کے یہ دونوں مفہوم درست ہیں۔

۲۵ حق واضح ہو گیا، دلائل و براہین سے شک و شبہ کا غبار چھٹ گیا، اس کے باوجود یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ اچانک قیامت برپا ہو جائے تب وہ ایمان لے آئیں گے۔

۲۶ قیامت کی علامات کے بارے میں احادیث نبوی میں واضح ارشادات ہیں۔ مندرجہ ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمائیے۔ (مظہر سہری)

① عن ابی ہریرۃ قال بیننا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدثنا اذ جاء اعرابی قال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانظر الساعة قال کیف احصا عنہما قال اذا وضدنا اعرابی غیر اہلہ فانظر الساعة رروا ابہاری، ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی۔ ارشاد فرمایا جب امانت کو ضائع کیا جائے گا تو اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے عرض کی امانت ضائع کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ فرمایا جب کام ناپلوں کے سپرد کیے جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔

② حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور جانشین فرما ہے جس میں ہم سب کے لیے عبرت کے ہزاروں سامان ہیں۔  
 ذرا غور سے پڑھیے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتخذ الفی ذوارا والامانة معننا والزکاة صغیرا وتعلم لغیر الدین واطلاع الرجل امراتہ وعق امة واد فی صدیقہ واقصی اباہ وظہرت الاصوات فی المساجد وساق القوم فاستقیہم وکان زعیم القوم اردلہم واكرم الرجل معافاة شرہ وظہرت العینات والمعایف وشربت الخمر ولعن اخر هذه الثمۃ اولہا فارتقبوا عند ذلك ریحا حرا۔ وزلزلة وخسفاً ومسحاً الخ (ترمذی)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مال نسیبت کو باہم بانٹ دیا جائے گا اور امانت کو ٹوٹ کا مال سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کو تادان خیال کیا جائے گا اور ذمی و مقاصد کے لیے ذمی تعلیم حاصل کی جائے گی، جب مرد اپنی بیوی کا فرما نہ دار اور اپنی ماں کا نافرمان ہو جائے گا، جب وہ اپنے دوست کو قریب کرے گا اور اپنے باپ کو دور ہو جائے گا، جب مسجدوں میں طرح طرح کی آوازیں بلند ہونے لگیں گی، جب فاسق قوم کا سردار بن جائے گا، جب ذلیل شخص قوم کا قائد ہوگا، جب کسی شخص کی عورت اس کی بیویوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی، جب گائے والیاں اور گائیاں بھانا مام ہو جائے گا، جب کچھ بندوں شراب پی جائے گی، جب بعد میں آنے والے امت کے پہلے حضرات پر لعنت بھیجیں گے۔ اس وقت مرنخ آمدی کا زلزلہ کا خوف اور مسخ کا انتظار کرو۔

علامہ آکوسی نے اس موضوع پر مکمل کرکھلے ہے۔ فرماتے ہیں:

”بعض لوگوں نے قیامت کے بارے میں مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کی ہیں۔ کسی نے چودہ صدیاں، کسی نے کم و بیش مدت مقرر کی ہے۔ بعض نے خلافتِ عثمان سے دنیا کی عمر اٹھتر ہزار سال نقل کی ہے، بعض نے پچیس ہزار برس، کل ذلك خبط لا دلیل علیہ۔ یہ سب ٹھک بندیاں ہیں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات وہ ہے جو بعض اسلامیوں سے منقول ہے کہ قیامت چودہ سو سات ہجری میں قائم ہوگی۔ علامہ موصوف آخر میں لکھتے ہیں و انت تعلم ان مثل ذلك مما لا یمنعنی العاقل ان یعول علیہ اذ یلتفت الیہ والمعزم والمجزم بانہ لا یعلم ذلك الا اللطیف الخبیر۔ (روح المعانی)

یعنی تو جانتا ہے کہ نقل شدہ آدمی ایسے اقوال کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔ احتیاط اور یقین کا فیصلہ یہ ہے کہ قیامت کے وقوع پر جوئے کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو لطیف و خبیر ہے۔“



## ذَكَرَهُمْ فَأَعْلَمَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لَذَنبِكَ وَالْمُؤْمِنِينَ

کہ جسنا کب نصیب ہوگا پس آپ جانیں کہ میں کوئی مہر و جزا اللہ کے لئے اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے اور اللہ سے مغفرت طلب کرے

۱۲۷ اہل ایمان کی سعادت اور کفار کی شقاوت کا حال بیان کرنے کے بعد اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ توحید کا عرفان کامل جو آپ کو بخشا گیا ہے اسے ہمیشہ یاد رکھیے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس بات میں تو ادنیٰ شائبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم حضور کو ان آیات سے حاصل نہیں ہوا بلکہ روزِ رست سے حاصل ہے۔ اس لیے یہاں اِغْلَمَ بِمَعْنَى اَنْثَبْتُ ہے۔ یعنی آپ اس پر ثابت قدم اور پختہ رہیے۔ لیکن انکار کرنے فرمایا کہ حضور کو اس عقیدہ پر ثبات اور پختگی بھی پہلے سے حاصل ہے اس لیے فاعلم بمعنی متذکر ہے یعنی اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھیے۔

۱۲۸ علامہ قرطبی نے اس کے دوسری ذکر کیے ہیں: یعنی ① اِسْتِغْفِرُ اللّٰهَ اَنْ يَقَعَ بِشَيْءٍ ذَنْبٌ۔ یعنی آپ اس بات سے اللہ کی مغفرت طلب کریں کہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ میں نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔

② اِسْتِغْفِرُ لِيُغْفِرَ لِيْ غَضَبَاتِ بَنِ الدُّنْيَا۔ یعنی استغفار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔ علامہ آذری لکھتے ہیں کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اولے درجے پر پہنچ کر جب نیچے والے درجے پر گناہ پڑتی تو موجودہ درجہ کے مقابلہ میں وہ حضور محسوس ہوتا، اس لیے حضور کثرت سے استغفار کیا کرتے۔ وقد ذکرنا ان للنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کل لحظۃ عروجاً الیٰ مقام اعلیٰ مما کان فیہ۔ فیکون ما عرج منہ فی نظرہ الشریف دنیا بالنسبۃ الیٰ ما عرج الیہ فیستغفر منہ (روح المعانی)

عارف باللہ حضرت مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: اس حکم میں دو حکمتیں ہیں: ① اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں غولہ تھی ہی کوشش کی جائے انسان پر لازم ہے کہ اپنے حضور کا اعتراف کرنا ہے اور یہ کہ جسے کہ جیسا کچھ مجھے کرنا چاہیے سنا مجھ سے نہیں ہو سکا۔ منعم حقیقی نے جو بے پایاں احسانات مجھ پر فرمائے ہیں میں ان کا حتیٰ شکراً و انشیراً نہیں کر سکا۔ یہ تصور انسان کا کمال ہے نقص نہیں۔ ہذا ما النفسک و اظہاراً للتقصیر فی العبادۃ بالنسبۃ الیٰ جلال ربک و عظمتہ۔ یعنی آپ ازراہ تواضع یہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے پیش نظر اپنی تقصیر کا اعتراف کیجئے۔

② دوسری حکمت یہ ہے کہ استغفار امت کے لیے سنت بن جائے۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ خطاب اگرچہ حضور سے ہے لیکن مراد امت ہے۔ یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ مؤمنین کے لیے استغفار کا علیحدہ حکم ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہاں ذَنْب سے مراد گناہ یا نافرمانی نہیں بلکہ بزرگِ افضل ہے۔ امام لکھتے ہیں وحاشا لمن ذلک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا صفات اس سے منتر ہے کہ وہ افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کریں۔ اس لیے امام رازی نے اپنی توجیہ پیش کی ہے فرماتے ہیں ان المسراد توفیق العمل الحسن واجتناب العمل الشئیء۔ اچھے کام کی توفیق اور بُرے کاموں سے اجتناب۔ کیونکہ استغفار کا معنی طلبِ عفو ہے



وَالْمُؤْمِنَاتُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۚ وَيَقُولُ الَّذِينَ

مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے پلنے پھرنے اور آرام کرنے کی جگہوں کو۔ اور اہل ایمان کہتے ہیں

أَمْنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ فَحُكْمَةٌ وَذَكَرَ فِيهَا

کیوں نہ آتی کوئی نئی سورت، جہاد کے بارے میں، سنتے ہیں جب آئی جاتی ہے کوئی واضح سورت اور اس میں جہاد کا ذکر

الْقِتَالُ ۚ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ

ہوتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں رنفاق کا روگ ہوتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف

ہے اور خفران کا مسمیٰ کسی قبیح چیز کا ڈھانپ دینا۔ اس کی دو صورتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قبیح چیز کے ارتکاب سے ہی محفوظ رکھے جس طرح حضور کی شان ہے یا گناہ کے ارتکاب کے بعد اس کو ڈھانپ دینے جس طرح کہ مومنین اور مومنات کا عمل ہے۔

آپ کے سامنے ملتے نہایت مبین کے ارشادات پیش کر دیے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ وہی ہے جو علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو براہِ اعزاز بخشا ہے کہ ان کے لیے مغفرت مانگنے کا حکم اپنے محبوب کو دیا۔ علامہ مغربی کہتے ہیں۔

هذا اکرام من الله تعالى لهذه الأمة حيث امر نبيهم صلى الله تعالى عليه وسلم ان يستغفر لذنوبهم وهو الشفيع المحباب فيهم، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی عزت افزائی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ امت کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں اور حضور کی ذات پاک وہ شفیع ہے جس کی شفاعت اور دعا مقبول ہے۔

سنتے مسلمان ہجرت سے پہلے بڑے صبر و سکون کے ساتھ کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے اور زیادتیاں سنتے رہے،

یہاں تک کہ انہیں ہجرت کی اجازت مل گئی۔ ان کا خیال تھا کہ کفر سے اڑھائی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں آرام کا سانس لینا نصیب ہو گا لیکن کفار کی دست درازیوں نے عین حرام کر دی۔ کوئی مسلمان تھا بڑا آقا تو اسے قتل کر دیتے۔ مدینہ کے فواج میں جو چراگاہیں تھیں

ان پر وحالوں لیتے اور چراگاہیں چھتے چڑھتے لے کر بھاگ جاتے مسلمان اس صورت حال سے تنگ آ گئے تھے۔ وہ بڑی بے چینی سے اذانِ جہاد کے منتظر تھے منافقین بھی بڑی ڈینگیں مار رہے تھے کہ اگر جہاد کا اذن مل گیا تو ہم کافروں کو ہجرت آگیز سزا دیں گے اور

میدانِ جہاد میں اپنی شجاعت کے ایسے کارنامے دکھائیں گے کہ دنیا میں عیش کرانے کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ

جہاد کرنے کا اذن دے دیا تو اہل ایمان نے شکر الہی ادا کیا لیکن اس وقت منافقین کی حالت دیدنی تھی، حواس باختہ ہو گئے تھے اور سنا

خطا ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا کہ نزع کا عالم ہے موت کی فحشی ان پر طاری ہو گئی ہے۔ اب سرے کا بدمرے۔ بے شک استہمان کے وقت ہی مومن اور منافق کی پہچان ہوتی ہے۔ باتیں بدلنے میں تو منافقین بڑے چرب زبان ہوتے ہیں۔

الْبُغْثِيُّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَىٰ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ

جیسے تمنا ہے جس پر موت کی قطعی طاری ہو۔ پس ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ طاعت کرتے اور اچھی بات کہتے۔

وَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرَ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۗ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر وہ سچے رہتے اللہ تعالیٰ سے تیری ان کے لیے بہتر ہوتا۔ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ

إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَعُوا أَرْحَامَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ

اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کرو گے اپنی قرابتوں کو ۳۲ یہی وہ لوگ ہیں جن پر

۳۱ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے بہتر تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور جب جہاد کے بارے میں قطعی حکم نازل ہو گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کے جو دہے اور دوسے انہوں نے کیے تھے انہیں پورا کر دکھاتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے دونوں جہان سنور جاتے، لیکن ان کے دل ایمان کے نور سے محروم ہیں۔ ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اہل ایمان کی طرح اسلام کو سر بلند کرنے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔

لفظ اذلی کی تفسیق کرتے ہوئے علماء سے دو قول منقول ہیں ① اذلی یعنی اذیق و اذق یعنی زیادہ و زیادہ صحیح۔ اس صورت میں طاعت مبتدا اور خبر ہوگا اور یہ خبر مقدم۔ اسی الطاعة اذلی و اذیق بہم۔ ② وینیل سے اذیل کے وزن پر بنایا گیا ہے۔ پہلے وینیل میں قلب کیا گیا یعنی مین کلمہ کو لام کلمہ اور لام کلمہ کو مین کلمہ بنایا گیا۔ پھر انھل کے وزن پر اذلی بنایا گیا۔ اس صورت میں اس کا معنی بلاکت و بربادی ہوگا۔ اسی نے اذلی لہم کا یہ معنی نکلا ہے مَعْتَاةً قَارِبَةً مِّمَّا يَهْلِكُكُمُ ۗ یعنی اس کو ہلاک کرنے والی چیز قریب ہوگئی۔ ثعلب کہتے ہیں لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ فِي أَوْلَىٰ أَحْسَنَ مِمَّا قَالَ الرَّصِصِيُّ (قرطبی) یعنی اذلی کی تفسیق میں اسی کا قول نہایت پسندیدہ ہے ۳۲ اس آیت میں خطاب ان منافقین سے ہے جو جہاد کا حکم سن کر مرے جا رہے تھے۔ آیت میں تو لیستم کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اول: تو لیستم اے عرضتہم عن الاسلام ربح محیط یعنی اگر تم اسلام سے منہ پھیر لو تو پھر تم زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹ آؤ گے۔ زمین میں فتنہ و فساد برپا کرو گے، ایک دوسرے کا گلا کاٹو گے، زمینیں بدل و انصاف کے تقاضے یاد نہیں گے اور تم پر ایک دوسرے کے ساتھ احسان و مروت کا سلوک کرو گے۔ سابقہ وحشت و بربریت کا دور پھر آجائے گا۔

دوم: تو لیستم ولایت سے ہے یعنی اگر زمام اقتدار تمہارے ہاتھ میں آجائے تو تم سے کسی بھلائی کی توقع عیث ہے تم جیسے بزدل جو راہ حق میں جہاد کرنے سے بچی فراتے ہیں ان سے یہ کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ سزاوار اقدام پر ہتھیار بدل و انصاف قائم کریں گے یا اپنے شہداء کے حقوق ادا کریں گے۔ ان نااہلوں کو اگر حکومت مل جائے تو وہ جو رو تم کی آگ بھڑکائیں گے، مکہ کے امن و سکون کو تروبالا کر کے دکھ دیں گے۔ بزدل ہمیشہ ظالم اور تم گمراہ ہوا کرتے ہیں۔

الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۗ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

اللہ نے لعنت کی پھر حق سننے سے، انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ۳۳۔ کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے

الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۗ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ

قرآن میں یا ان کے دلوں پر قفل لگا دیے گئے ہیں۔ بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹ گئے

مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۗ

باوجودیکہ ان پر ہدایت کی راہ ظاہر ہو چکی تھی۔ شیطان نے انہیں خراب دیا اور انہیں لمبی زندگی کی آس دلائی ۳۴۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَطِيْعًا ۚ فِىۡ بَعْضِ

یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں کو جنہوں نے ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا کہ ہم تمہاری ایک بات میں اطاعت

الْاٰمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَسْرَارَهُمْ ۗ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يُضْرَبُوْنَ

کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ مشوروں کو جانتا ہے ۳۵۔ پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحوں کو قبض کریں گے اور چومیں

۳۳۔ یہی وہ ہنسی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ ان کی بزدلی اور ان کے ظلم و مددوان کے باعث ان کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ حق کی صدقے و نوازش ہی نہیں سکتے۔ ان کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ نور ہدایت انہیں نظر ہی نہیں آتا۔

۳۴۔ حق جب نکل کر سامنے آجاتا ہے تو اس کی کشش خود بخود دلوں کو اپنی طرف جذب کرنے لگتی ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ حق کو قبول کرنے سے روگردانی کرتے ہیں اور باطل سے چپے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان باطل عقائد اور بڑے اعمال کو ان کے سامنے آراستہ و پیراستہ کے پیش کرتا ہے۔ ان کو جھوٹی انگلیوں سے لچھاتا ہے۔ ان کے دل میں ڈالتا ہے کہ ابھی تو مغفوان شہاب ہے موت تو بڑی دیر کے بعد آئے گی۔ ان لمحوں کو ضائع مت کرو اور جی بھر کر پیش و نشاط کرو۔ سَوَّلَ لَهُمْ زَيْنَ لَهُمْ خَطَايَاهُمْ یعنی ان کے گناہوں کو ان کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ اَمْلَىٰ لَهُمْ اِی مَدَّ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فِى الْاٰمَلِ وَوَعَدَهُمْ طَوْلَ الْعَسْرِ۔ یعنی شیطان انہیں طرز کی امیدیں دلاتا ہے اور ان سے وعدہ کرتا ہے کہ تمہاری عمر بڑی لمبی ہوگی۔ توبہ کرنے کی اتنی جلدی کیا ہے جب بڑھا پا آجاتے گا اس وقت توبہ کر لینا۔

۳۵۔ منافقین درون پر وہ مشرکوں سے ساز باز کرنے میں مصروف رہتے تھے اور انہیں یقین دلاچکے تھے کہ اگرچہ ہم نیک مسلمان







بِسْمِهِمْ ۖ وَتَعْرِفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝

ان کو ان کے چہرے سے ۳۹ اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہیں ان کے انداز گفتگو سے اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو۔

وَلَنْبَلُوكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالضَّيِّرِينَ ۖ وَلَنْبَلُوا خَبَارَكُمْ ۝

اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں تاکہ ہم دیکھ سکیں تم میں سے جو مصروف جہاد رہتے ہیں اور سرگرداں رہتے ہیں اور ہم تمہیں گے تمہارے حالات کو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ

بے شک جو لوگ کفر کرتے رہے اور لوگوں کو بھی روکتے رہے اللہ کی راہ سے اور مخالفت کرتے رہے رسولِ کریمؐ کی باوجودیکہ

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيُحِبُّوا أَعْمَالَهُمْ ۝

ظاہر ہو چکی تھی ان کے لیے راہِ ہدایت وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو کاہت کرنے کا نیک

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝

اسے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسولِ کریمؐ کی اور نہ ضائع کرو اپنے عملوں کو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ بَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا ۖ

بے شک جو لوگ کفر کرتے رہے اور رسول کو بھی راہِ حق سے روکتے رہے پھر وہ مرنے تک کفر کی حالت میں تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز

فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْآغْلُونَ ۝

نہیں بخشے گا۔ ۴۰۔ اے فرزندِ انِ اسلام! اہمیت مت ہارو اور کفار کو صلح کی دعوت مت دو ورنہ تم ہی ناسب آؤ گے۔

۳۹ اس جملہ کا میں نے وہ ترجمہ کیا ہے جو مولانا محمود الحسن صاحب نے کیا ہے۔

۴۰ اسلام کے خلاف ان کے منصوبے دھرسے کے دھرسے رہ جائیں گے۔ ان کی ہر سازش ناکام ہوگی یا جو نیکیاں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کی ہیں ان کا انہیں کوئی اجر نہ ملے گا۔

۴۱ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان مشی پر مسلمانوں کی جو صلہ افزائی فرما رہی ہے جنہیں چاروں طرف سے کٹانے لڑنے میں لے رکھا ہے جن کی تعداد کم ہے جن کے وسائل محدود ہیں اور سامانِ محول جن کے خلاف نبرہ آ رہا ہے انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ بہت مت ہارو۔

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرُكَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهٰؤُلَآءِ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال (اور کوششوں) کو ضائع نہیں بخندے دیکھا۔ یہ دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشا ہے۔

وَ اِنْ تُوْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِيْكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَّ لَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝

اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگار بن جاؤ تو وہ تمہیں تمہارے اجر عطا کرے گا اور وہ نہ طلب کرے گا تم سے تمہارے مال ۱۱۲

اِنْ يَسْئَلْكُمْ وَّهَا فَيُخْفِكُمْ تَبَخَّلُوْا وَّ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝ هَا تُمْ

اگر وہ طلب کرے تم سے تمہارے مال اور اس پر اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو اور ریلوں، ٹھکانوں، بچاؤ، تباہی، ناگواروں کو۔ ہاں تم ہی

دشمن کی کثرت و قوت سے ڈر کر صلح کی خواہش منت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ تم سر بلند اور غالب رہو گے۔ اسلام کی سر بلندی کے لیے جو مخلصانہ کوششیں کر رہے ہو، گلشنِ توحید کو حیرت آباہ کرنے کے لیے جس طرح تم اپنے خون کے دریا بہا رہے ہو وہ ضائع نہیں جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو صلح کی درخواست میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح دشمن دلیہ ہو جائے گا اور اپنے لوگ اپنے آپ کو کڑو اور دیر لے بس محسوس کرنے لگیں گے۔ دشمن کے تاثر توڑ عملوں کے سامنے ڈٹ جاؤ، اس کا بے عجزی سے مقابلہ کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے چنانچہ علمائے اسلام نے تصریح کی ہے۔ فَلَا يَجُوْزُ مَعَاذَةَ الْكَفَّارِ اِلَّا عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ (قرطبی) یعنی کفار کے ساتھ جنگ بندی شدید ضرورت کے بغیر جائز نہیں۔

۱۱۲ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم اپنا سارا سرمایہ اس کی راہ میں خرچ کر دو، اس کو تمہاری ضرورتوں اور کمزوریوں کا بخوبی علم ہے۔ اگر وہ تمہیں اپنی ساری دولت خرچ کرنے کا حکم دے تو تم بخل کرنے لگو گے اور تمہارے دلوں میں مال و دولت کی محبت جو معنی ہے وہ آشکارا ہو جائے گی۔

صاحب تاج العروس حَصِيْنٌ كَيْ حَقِيْقٌ كَرْتَهٗ هُوْنَهٗ كَهْتَهٗ هِيْنَ قَدْ حَضَغْنَ الْبِهٖ وَعَلِيْهٖ مَالٌ وَّ اَشْتٰقٌ وَّ حَقِيْقٌ۔ اس لفظ کے تین معنی ہیں کسی چیز کی طرف مائل ہونا، کسی چیز کا شوق دل میں پیدا ہونا اور کینہ و بغض۔ اس آیت میں تُوْمِنُوْا سے سن اگر منافقین کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہو گا کہ تمہارے دلوں میں اسلام کے بارے میں جو بغض و عناد ہے جسے تم بڑی مہارت سے چھپانے ہو وہ ظاہر ہو جائے گا، لیکن اگر اس سے مراد اہل ایمان ہوں تو پھر اس سے مراد دولت کی محبت ہوگی کیونکہ ہر شخص صدیق اکبرؐ نہیں ہوا کرتا کہ اپنے محبوب کریم کے اشارہ ابرو پر اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے آئے اور اس کے قدموں میں ڈھیر کر دے۔ بعض لوگوں کو دنیا سے محبت ہوتی ہے وہ کسی حد تک تو قربانی کے لیے آمادہ ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو بعض لوگ دولت سے اپنے دلی لگاؤ کو چھپائیں سکتے۔ حَصِيْنٌ کے یہ مترادف معانی ہیں مل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی

هُؤْلَاءِ تَدْعُونَ لِنَفْسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَا مِنَّكُمْ مَن يَبْخُلُ وَ

وہ لوگ یہ جنہیں دعوت دی جاتی ہے کہ اپنے مال خرچ کرنا اور اللہ کی راہ میں لڑنے میں تمہیں سے کچھ بخل کرنے لگتے ہیں اور جو

مَنْ يَبْخُلُ فَإِنَّمَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ

شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی ذات سے بخل کر رہا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے کسی کا محتاج نہیں بلکہ تم اس کے محتاج ہو۔

وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ

اور اگر تم لوگوں کو الٹ کر دو گے تو اس سعادت سے محروم کئیے جاؤ گے اور تمہارے عوض وہ دوسری قوم لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے لڑکے

متین کیا جائے گا۔

۳۳ ماہر و تہیب ہے۔ انتم مبتلا اور ہولناک خبر ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں دعوت دیتا ہے کہ تم اس کی راہ میں اپنے مال خرچ کرو۔ اس میں سراسر تمہارا ہی بھلا ہے۔ زکوٰۃ لکھا لگے اور اپنے معاشرہ کے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی ضروریات بہم پہنچاؤ گے تو تمہیں معاشی سکون والینان نصیب ہوگا۔ اگر جہاد کے موقع پر مہاجرین کی ضروریات کا انتظام کرو گے اور وہ میدان جنگ میں دشمن کو شکست دیں گے تو تمہاری عزت میں اضافہ ہوگا۔ تمہاری مالی حالت میں خوش آئند تبدیلی ہوگی۔ اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ ہم اپنے لیے تو تم سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ اس کے باوجود تم میں ایسے کوتاہ اندیش لوگ بھی ہیں جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ درحقیقت وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے بلکہ اپنے آپ کو ثواب سے محروم کر رہے ہیں نیز قوم کے ضرورت مند طبقہ میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات پرورش پائیں گے اور ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ اس کو تمہاری دولت کی ضرورت نہیں۔ تم محتاج ہو تمہیں اس کی حمایت و رحمت کی ہر لحاظ حاجت ہے۔ تم کو تم نگاہ ہو اس ہمدان اور ہمدین کی رہنمائی کے بغیر تم منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا تم میں سے کون شخص ہے جس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز ہو۔ حضور نے ارشاد فرمایا مَثَانُ مَثَالٍ مَا قَدَّمَ وَحَالَ وَارِثًا مَا آخَرَ کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے راہ خدا میں خرچ کر دیا اور جو بچے چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے۔

۳۴ اللہ تعالیٰ جس قوم کو اپنے دین کا علمبردار بیٹھے کی سعادت بخشتا ہے اور اصلاح عالم کا اہم اور عظیم فریضہ تفویض کرتا ہے جب تک وہ قوم اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوشاں رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے شامل حال رہتی ہے اس

کی ہر تبدیلی ہم آہنگ تقدیر ثابت ہوتی ہے۔ اس کا ہر قدم منزل کی طرف اٹلتا ہے اور ہر قدم کی عزتیں اور سرفرازیوں اس پر نچاؤ کی جاتی ہیں لیکن جب کوئی قوم اس نعمت کی قدر نہیں کرتی، اللہ کی راہ میں جان و ثمن سے کتراتی ہے اور مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لینے لگتی ہے اس کی قوت عمل میں کاہلی اور سستی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں تو اس کو مناسب انداز سے اس کی کوتاہیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے۔ اگر پھر بھی وہ اپنی اصلاح نہیں کرتی تو اسے اس منصبِ جلیل سے ہٹا دیا جاتا ہے اور کسی دوسری قوم کو وہ منصبِ جلیل کی عزت بخشی جاتی ہے۔ وہ نئی قوم زبان کی بازی لگانے میں پس و پیش کرتی ہے اور مال خرچ کرنے میں ورین کرتی ہے تاہنگ گواہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے اور قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے گا۔ جو قومیں بگڑ جوافراد اس منصب پر فائز ہیں انہیں اپنے اس منصب کی نازک ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہونا چاہیے اور انہیں ہر لحاظ پر کٹار بننا چاہیے کہ اولیٰ فرض میں ان سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہونے پائے۔



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ لَعْنَةِ جَبِيهٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
 وَمِنْ حَمَلَةِ كِتَابِهِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ  
 نَسَأَلُكَ التَّوْفِيقَ لِتَقْتَنِي أَسْأَلُكَ سَلَفَاتِ الصَّالِحِينَ  
 الَّذِينَ بَدَّلُوا أَرْوَاحَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَتَضَعُوا بِكُلِّ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قُوَّةٍ وَعِلْمٍ وَنَبَاهَةٍ  
 فَكَلِمَاتُكَ كَلِمَاتُ اللَّهِ هِيَ الْعَلِيَا وَكَلِمَاتُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالسُّفْلَى  
 لِأَحْوَالٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



# تعارف سُورَةُ الْفَتْحِ

نام: یہ سورہ مبارکہ الفتح کے نام سے موسوم ہے۔ جو اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ یہ اس کا نام بھی ہے اور اس میں بیان کیے گئے مضامین و مطالب کا عنوان بھی۔ یہ چار رکوعوں پر مشتمل آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد پانچ صد تریسٹھ اور حروف کی تعداد دو ہزار پانچ صد اسی ہے۔

زمانہ نزول: اس بات پر سب علماء متفق ہیں کہ یہ سورت ماہ ذی القعدہ ۱۰ ہجری میں اس وقت نازل ہوئی جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ واپس تشریف لے جا رہے تھے۔

تاریخی پس منظر: مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مسلمان مکہ کو چھوڑ کر اڑھائی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں جا کر آباد ہوئے یہاں بھی کفار نے انہیں آرام کا سانس نہ لینے دیا۔ ان کا دھکا بھڑپوں کے علاوہ کیے بعد دیگرے بدرا، احد اور خندق کی جنگیں ہوئیں۔ جنگ و جدال کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اہل مکہ نے مسلمانوں کے لیے مکہ کے دروازے بند کر دیے۔ خانہ کعبہ کے طواف و زیارت کے لیے سرزمینِ یسوع کا شخص آسکتا تھا لیکن مسلمانوں پر یہ قدغن بھی کہ وہ حرم شریف کی زیارت کا قصد نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ناروا اقدام کی متعدد مقامات پر مذمت کی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے: **وَاللّٰهُ يَصِدُّ عَنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو کیوں عذاب نہ دے حالانکہ انہوں نے اہل ایمان کو مسجد حرام میں آنے سے روک دیا ہے۔

مدینہ طیبہ میں مہاجرین و انصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ اپنی اس خواہش کا اظہار وہ بارگاہ رسالت میں بھی کرتے رہتے تھے حضور انہیں صبر کی تلقین کے ساتھ ساتھ یقین دلاتے کہ غنقریب وہ دن آنے والا ہے جب یہ سب رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور تم بڑی آزادی سے حج و عمرہ کے ارکان ادا کر سکو گے۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ نوید جانفزائے انسانی کہیں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم سب امن و سلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام کی خوشی کی حد نہ رہی۔ انہوں نے اللہ کریم کی حمد و شکر کے نعرے بلند کیے اور یہ خبر ان واحد میں سارے شہر میں پھیل گئی صحابہ کرام یہ جانتے تھے کہ نبی کریم کا خواب ہم خواب نہیں ہے بلکہ یہ وحی الہی ہے اور اس میں ہماری دیرینہ آرزو کے برآنے کی بشارت دی گئی ہے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا کہ

ایسا ضرور ہوگا، لیکن کس طرح ہوگا اس کے بارے میں مختلف دھمے ان کو پریشان کرنے لگے۔ کیا قریش کے ساتھ جنگ ہوگی اور وہ انہیں شکست دے کر مسجد حرام میں داخل ہوں گے؟ کیا وہ زور بازو سے اہل مکہ کو شرفِ خالی کرنے پر مجبور کر دیں گے؟ کیا اہل مکہ خود بخود ان کے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ بہر حال سفر کی تیاریاں زور شور سے شروع ہو گئیں۔ مدینہ طیبہ سے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے انہیں بھی دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں شریک ہوں۔

یکم ذیقعدہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت میں عشاق کا یہ قافلہ سونے حرم روانہ ہوا۔ اس کی تعداد چودہ صد اور پندرہ صد کے درمیان تھی۔ حضور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے۔ ستر اونٹ قربانی کے لیے ساتھ تھے۔ ان کے گلوں میں قلابے ڈال دیے گئے تھے تاکہ پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ یہ قافلہ جب مدینہ طیبہ سے چھ سات میل دور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچا تو سب عمرہ کا احرام باندھا۔ ان کے پاس ایک ایک تلوار تھی جو میان میں بند تھی۔ اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ان فرج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس سفر میں حضور کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔

قریش کو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں دوسوں اور اندیشوں کے طوفان اٹھانے انہوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض سمانہ ہے۔ اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انہوں نے طے کر لیا کہ وہ کسی قیمت پر شلمانوں کو شہر میں قید رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

حضور جب عثمان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو دن کی مسافت پر واقع ہے تو یہی کعب قبیلہ کا ایک آدمی ملا۔ حضور نے اس سے قریش مکہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ انہیں آپ کی روانگی کی خبر پہنچ گئی ہے۔ وہ مکہ سے نکل کر ذوطویحی کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے نیز انہوں نے آپ کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے دو صد شسواروں کا دستہ دے کر خالد بن ولید کو کراخ انیم کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ بستی عثمان سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا صد حیف! قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے۔ کیا حرج تھا اگر وہ میرے درمیان اور دیگر عرب قبائل کے درمیان حائل نہ ہوتے اگر عرب قبائل ہمارا فاتحہ کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشا تو وہ اپنی عددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر اس وقت بھی اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے تو پھر مجھ سے جنگ کرتے، اس وقت وہ طاقتور ہوتے۔ آخر میں حضور نے فرمایا: فماتظن قریش! فواللہ لا ازال اجاہد علی الذی بعثنی اللہ بہ حتی ینظہرہ اللہ او ینفرد ہذہ السالفۃ۔ ترجمہ: قریش کیا سوچ رہے ہیں! بخدا میں اس وقت تک اس دین کے لیے جہاد کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میری زندگی ختم ہو جائے۔

حضور نے جنگِ قتال سے بچنے کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ اس مشورہ راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کر کے مکہ پہنچیں۔ حضور نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو کسی غیر معروف راستہ سے ہمیں مکہ لے جائے۔ ایک شخص نے حامی بھری؟



چنانچہ ایک نہایت ہی کھن اور دشوار گزار راستہ پر چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہ جگہ حرم شریف کی سرحد پر واقع ہے۔ اس طرح خالد کے گھوڑے سوار دستے سے ٹکراؤ ٹل گیا اور قریش کی یہ تدبیر ناکام ہو گئی کہ مسلمانوں کو راستہ میں ہی الجھا دیا جائے۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو حضور کی ناقہ قصویٰ بیٹھ گئی۔ لوگوں نے خیال کیا کہ تمکاوشا کی وجہ سے بیٹھ گئی ہے۔ نبی کریم نے فرمایا: انما حبسها حابس الفیل عن مکة۔ اسے اس ذات نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے بائیسوں کو مگر جانے سے روکا تھا۔ حضور نے حکم دیا کہ میں فروکش ہو جاؤ۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہاں تو پانی کی ایک بوند نہیں سائے کنویں خشک پڑے ہیں۔ یہاں لشکر اسلام نے قیام کیا تو پانی کی نالی کی وجہ سے بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حبیب کبریٰ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ایک صحابی کو حکم دیا کہ کسی کنویں میں اتر جائے اور تیر اس میں گاڑ دے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی بوحش مار کر اُبنا شروع ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کنواں پانی سے بھر گیا۔

قریش بصدقتے کہ وہ کسی قیمت پر حضور کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ حضور کی خواہش تھی کہ جنگ نہ ہونے پائے اور سارے معاملات حسن و خوبی سے طے پا جائیں۔ اسی اثنا میں بدیل بن ورقانہ جو بنی خزاعہ قبیلہ کا سردار تھا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں آیا اور حضور سے یہاں آمد کا مقصد پوچھا۔ حضور نے اسے بتایا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے ہیں۔ بیت اللہ کی زیارت کا شوق ہمیں کشاں کشاں یہاں لے آیا ہے۔ جنگ کرنے کا ہمارا قطعاً کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی ہم کسی بہانے سے مکہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ احرام کی دو چادریں ہمارے زیر تن ہیں۔ قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں۔ کیا تم یہ باور کر سکتے ہو کہ ایک تلوار لے کر ہم تمہارے ساتھ اتنی مسافت طے کر کے لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں۔ بدیل کو اطمینان ہو گیا؛ چنانچہ وہ اہل مکہ کے پاس گیا اور انہیں جاکر کہا کہ مسلمان صرف کعبہ کی زیارت اور طواف کے لیے آئے ہیں۔ جنگ کرنے کا ان کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تم ان کا راستہ نہ روکو۔ قریش نے اسے ڈانٹ دیا اور صاف کہا کہ تم بدو لوگ ان باریکیوں کو نہیں سمجھتے ہم کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

چند قابلِ جنہیں احابیش کہا جاتا تھا مکہ کے نواح میں آباد تھے۔ قریش کے ساتھ ان کا دوستانہ معاہدہ تھا، مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اہل مکہ کو ان کی بڑی ضرورت تھی۔ یہ لوگ بلا کے تیر ناما ز اور جنگجو تھے۔ اہل مکہ نے ان کے سردار عیسیٰ بن مغترہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ مجبور کرے کہ حضور واپس چلے جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ اگر حضور نے اس کی ہمت نہ مانی تو وہ برا فوجتہ ہو کر مسلمانوں کے خلاف اپنی بڑی قوت استعمال کرے گا۔ حضور نے جب اسے اپنی لشکر گاہ کی طرف آتے دیکھا تو صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کی قطاریں اس کے سامنے سے گزاریں۔ عیسیٰ نے جب یہ منظر دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ حضور نے گفتگو کیے بغیر قریش کے پاس واپس آ گیا۔ اور جو کچھ دیکھا تھا وہ آکر بیان کر دیا اور انہیں یقین دلایا کہ مسلمان نہ جنگ کرنے کی غرض سے آئے ہیں اور نہ مکہ پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔ اس کی بات سن کر قریش کے غیظ و غضب کی حد نہ رہی۔ اُسے کہا او بدو! بیٹھ جاؤ تمہیں ان چیزوں کا کیا علم ہے عیسیٰ غصے سے بے قابو ہو گیا اور انہیں کہا کہ تم نے تمہارے

ساتھ اس لیے دوستی نہیں کی کہ زائین کعبہ کا راستہ روکنے کے لیے تمہاری امداد کریں۔ اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ قریش اس کی منت سماجت کرنے لگے کہ ذرا صبر سے کام لو، ہمیں سوچنے کا موقع دو۔ اس کے بعد اہل مکہ نے عودہ بن مسعود ثقفی کو کہا کہ وہ مکانوں کے ساتھ جا کر گفتگو کرے اور انہیں واپس چلے جانے پر آمادہ کرے۔ اپنے پہلے سفیروں کے ساتھ انہوں نے جو برتاؤ کیا تھا۔ وہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو گے اس لیے میں یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہوں۔ قریش نے اسے یقین دلایا کہ اس کی شخصیت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس کی دانائی اور فراست پر انہیں کلی اعتماد ہے؛ چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور بڑی سلیقہ مندی سے گفتگو کا آغاز کیا کہنے لگا کہ: آپ کی قوم کا مرکز ہے اگر آپ ان ادارہ نش لوگوں کی فرج اکٹھی کر کے اس پر حملہ کر کے اس کو ویران کر دیں گے اور یہاں کے باشندوں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے تو یہ داغ پھر کبھی نہیں مٹے گا اور اگر جنگ کی نوبت آئی تو آپ کے یہ ساتھی آپ کو تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ جائیں گے حضرت صدیق اکبر اس کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب اس نے یہ آخری بات کہی تو آپ کو یار لے ضبط نہرا اور کرک کر فرمایا اولات کے غلیظ چیتھرے کو چوسنے والے، تم نے کیا کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ عودہ نے یہ سننا سنا کر ہنسا ہنسا گیا۔ عرب کے دستور کے مطابق عودہ اتنا لے گفتگو کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو چھو لیتا۔ حضرت مغیرہ جو پاس کھڑے تھے اس کے ہاتھ کو سختی سے جھٹک دیتے۔ اگرچہ آپ عودہ کے ممنون احسان تھے کہ اس نے ان کی طرف سے تیر و آدمیوں کا خون بہا ادا کیا تھا، جو ان سے قبل از اسلام قتل ہوئے تھے۔

عودہ نے حضور سے تامل و خیال کیا لے یقین ہو گیا کہ حضور کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ مکہ پر قبضہ کرنا ہے بلکہ حضور اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ حج بیت اللہ کی غرض سے یہاں آئے ہیں؛ چنانچہ اسلامی کیمپ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جب وہ واپس گیا تو اس نے اہل مکہ کو اپنے مشاہدات کے نتیجے سے آگاہ کیا اور انہیں یہ شورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کی مزاحمت کا ارادہ ترک کر دیں۔ انہیں حج و زیارت بیت اللہ سے ضرور کہیں۔ وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے اس نے انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ قیصر و کرمی اور کنبی دوسرے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہے لیکن جہاں نشاری اور عقیدت کے جو جذبات اس نے غلامان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلوں میں موجزن دیکھے ہیں ان کی نظیر اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ وہ اگر ٹھوکتے ہیں تو لعاب دہن کو تبرک سمجھ کر ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔ اگر وہ وضو فرماتے ہیں تو وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے بڑھ کر اسے اپنے چہروں اور اپنے سینوں پر نل لیتے ہیں۔ اگر کوئی کام کرنے کا اشارہ کرتے ہیں، تو حکم بجالانے میں سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے بیاب ہو جاتے ہیں میں نے اطاعت کبھی جہاں نشاری مخصوص اور محبت کے یہ دکش مناظر کسی شاہی دربار میں نہیں دیکھے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مشکل وقت میں مسلمان اپنے نبی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے میں نے حقیقت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب جو تم مناسب سمجھو وہ کر۔ قریش نے مسلمانوں کے خلاف جو روش اختیار کر رکھی تھی۔ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ جزیرہ عرب کے طول و عرض



میں اس کا رد عمل ان کے خلاف ہو گا۔ لوگ یہ سمجھ گھبیں گے کہ قریش کعبہ کے خادم نہیں ہیں بلکہ مالک ہیں انہیں یہ اختیار ہے کہ جس کو چاہیں وہاں آنے دیں اور جس کو چاہیں وہاں آنے سے روک دیں۔ قریش کی کوشش تھی کہ اہل مکہ کے اذہان میں ان کے تعلق یا تاثر پیدا نہ ہو سہی وجہ تھی جس کے باعث وہ مسلمانوں پر بڑا حملہ کرنے سے گریزاں تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں کہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کا آغاز کریں؛ چنانچہ انہوں نے بار بار ایسی حرکتیں کیں جس سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے۔ ایک دفعہ رات کی تاریکی میں ان کے چالیس پچاس آدمی اسلامی کیمپ میں گھس آئے اور مسلمانوں پر ہتھیاروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی مسلمانوں نے صبر و ضبط سے کام لے کر جنگ کو پھیلنے نہیں دیا۔ بلکہ ان سب کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سے انتقام نہیں لیا بلکہ سب کو آزاد کر دیا۔ اس طرح قریش کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ ایک روز مسلمان صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے تنوع کی طرف سے ۸۰ آدمیوں کے ایک دستہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے ان سب کو بھی گرفتار کر لیا لیکن سرور عالم نے ان کے لیے بھی عفو و اہم کا اعلان کر دیا۔ یوں قریش کی دوسری سازش بھی ناکام بنا دی گئی۔

حالات کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہیں کر رہے تھے۔ اہل مکہ نے جتنے سفیر بھیجے مسلمانوں کی حسن نیت کے بارے میں وہ خود تو مطمئن ہو کر آئے لیکن اہل مکہ کو مطمئن نہ کر سکے۔ چنانچہ نبی کو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تاکہ یہ اپنی ذاتی وجاہت اور فاندانی اثر و رسوخ کے باعث اہل مکہ کی غلط فہمیوں کو دور کر سکیں اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو زیارت و طواف کعبہ سے نہ روکیں۔

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہو کر مکہ گئے۔ رؤسا قریش سے ملاقات کی۔ صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا اے عثمان؛ تمہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت ہے۔ آپ نے جواب دیا: مَا كُنْتُ لَأَحِلُّوْا بِالْبَيْتِ وَرَسُولِ اللَّهِ لَمْ يَكُنْ

ترجمہ: جب تک اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا، میں طواف نہیں کروں گا۔

آپ نے انہیں بتایا کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے۔ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے، قربانی کے جانور چاہئے ساتھ ہیں۔ اسلو ہمارے پاس نہیں۔ اگر ہمارا ارادہ مکہ پر قبضہ کرنے یا تم سے جنگ آزمائی کا ہوتا تو کیا ہم اس بے سرو سامانی کی حالت میں یہاں آتے۔ آپ نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ ہم یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تم کھانی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ آپ اس وقت واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ اہل مکہ نے حضرت عثمان کو اپنے پاس روک لیا تاکہ بات کا سلسلہ جاری رہے۔

لے یہ مکہ کے قریب حرم کی حدود سے باہر ایک مقام ہے۔ مکہ کے لوگ بالعموم عمرہ کرنے کی خاطر اسی مقام پر جا کر احرام باندھتے ہیں اور پھر واپس آکر عمرہ ادا کرتے ہیں۔

اسی اثنا میں یہ افراہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان کو شدید کر دیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان کر دیا کہ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لے میں گے یہاں سے نہیں ملیں گے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ جان کی بازی لگا دینے کے لیے بیعت کریں۔ سرور عالم ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہیں صحابہ کرام پر دونوں کی طرح شوقی شادیت سے سرشار بیعت کر رہے ہیں۔ انہیں؟ بات ابھی طرح معلوم ہے کہ وہ اپنے مرکز سے اڑھائی سو میل دور ہیں۔ ان کی تعداد صرف چودہ پندرہ سو ہے۔ جنگ کے لیے جنم کے مسلمانوں اور سازو سامان کی ضرورت ہوتی ہے اس کا فقدان ہے۔ باونیشن قابل میں سے کوئی بھی ان کی مدد کرنے کے لیے تیار نہیں، دشمن اپنے علاقہ میں ہے وہ مکہ کے سارے جگہوں کو میدان میں لاسکتا ہے ضرورت کے وقت دوست قابل بھی ان کی کمک کو پہنچ سکتے ہیں۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے بھی وہ عشق اور ایمان کے تقاضوں سے باخبر ہیں اور ان کو عملگی سے بُرا کرنے کی جرات بھی رکھتے ہیں۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر وہ اپنے ہادی و مرشد کے دست مبارک پر سرتکڑے اور جان دینے کی بیعت کر رہے ہیں۔ ہر فریضی، جان نثاری کا یہ رُوح پروردگار جہنم تک پہنچنے کی دیکھا ہوگا۔ ان پاکباز اور نیک نسا و محشاق کے جذبہ ایشا پر عالم بالا کے کینوں کو بھی وجد آگیا ہوگا۔ اسی حالت میں جبریل امین آئے اور خداوند کریم کا یہ پیغام سنا کر شمع جمال مصطفوی کے پروانوں کو یوں شردہ جانفرا سنا یا:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ بیابونک تحت الشجرة۔

ترجمہ: "بیک راضی ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ مؤمنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کے دست حق پرست پر سر دھڑکی بازی لگانے کی بیعت کر رہے تھے؟"

یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی اس کے تذکرہ سے ایمان کو جلا اور عشق کو نئی توانائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ جس ہٹ دھرمی کا وہ اب تک مظاہرہ کرتے رہے تھے، اس کی تندی کا فر ہو گئی۔ انہوں نے صلح کی بات چیت کرنے کے لیے سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان کے ہمراہ حضور نبی کریم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

گفت و شنید کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ آخر کار ایک معاہدہ صلح طے پایا جس کی اہم شرائط درج ذیل ہیں:

- ۱- فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے۔ اور کوئی فریق خضیہ یا اعلانیا ایسی حرکت نہ کرے گا جو امن و آشتی کو درہم برہم کر دے۔
- ۲- اس عرصہ میں اگر کوئی قریشی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکہ سے جاگ کر حضور کے پاس چلا جائیگا تو حضور اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو کر مکہ چلا جائیگا تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔
- ۳- عرب کے باونیشن قابل آزاد ہیں مسلمانوں یا کفار جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔
- ۴- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عہد کیے بغیر سال واپس چلے جائیں گے۔ البتہ آئندہ سال اگر وہ عہد ادا

کر سکیں گے۔ انہیں تین دن تک مگر میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ تمہارے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا اور تمہارا بھی میان میں رہے گی۔

۵۔ اہل مکہ ان تین دنوں میں مکہ سے باہر چلے جائیں گے لیکن مسلمان جب واپس جائیں گے تو مکہ کے کسی شخص کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

مسلمانوں نے معاہدہ کی جب یہ شرائط نہیں تو ان پر رنج و اندوہ کا گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کی غیرتِ ایمانی یہ یک گوارا کر سکتی تھی کہ حق و صداقت کے علمبردار ہوتے ہوئے وہ باطل سے ڈب کر صلح کریں۔ راجہ حق میں جان دے دینا اور سر کٹنا انہیں ہرگز گراں نہ تھا، لیکن یہ بات ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھی کہ کفار میں مانی شرائط پر ان سے صلح کر لیں۔ شخص جو حق پر تھا ہر دل میں بے چینی اور بھڑکی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت فاروقِ اعظم جیسا بالغ نظر بھی مضطربانہ حالت میں اپنے قلبی اضطراب کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ایک اللہ تعالیٰ کا نبی تھا جس کی نگاہِ نبوت ان خوش آئند نتائج اور عواقب کو دیکھ رہی تھی جو مستقبلِ قریب میں اس معاہدہ پر ترتیب ہونے والے تھے اور ایک اس کے بارِ غار صدیقِ اکبر کی شخصیت تھی جس کے دل میں اطمینان اور سکون تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ کا رسول جو کرتا ہے اپنے رب کے حکم سے کرتا ہے اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں بندوں کی اصلاحی اور سرفرازی ہے۔

ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو کا لڑکا ابوجندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور جسے زنجیروں میں بکڑویا گیا تھا زنجیروں کو گھسیٹتا ہوا حدیبیہ کے میدان میں پہنچ گیا اور وادری کے لیے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا ہم معاہدہ کر چکے ہیں، اب معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے، تم صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری خلاصی کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا۔ اس چیز نے صحابہ کے زخمی جذبات پر تک پاشی کا کام کیا، لیکن کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہیں احرام کھول دیا، اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا، حضور کے سارے ساتھیوں نے اپنے آقا کے عمل کی اقتدا کرتے ہوئے احرام کھول دیے اور اپنے جانور یا کو ذبح کر دیا۔ اور یہیں سے یہ پیمانہ تسلیم و رضامراجمت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے۔ راستہ میں جب صحیحان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے، دیا بقول بعض کراخ العیم کے مقام پر پہنچے، یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی جس کی پہلی آیت : انا فتحنا لک فتحاً مبیناً نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ جس صلح سے تم کبیدہ خاطر ہو، جن شرائط کے باعث تمہارے دل غمزہ ہو گئے ہیں، یہ حقیقت میں فتح مبین ہے۔ چنانچہ چند سال میں ہی جب اس معاہدہ میں مضمر برکات کا ظہور ہوا تو ہر ایک کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی یہ صلح اسلام کے لیے اور ہادی اسلام کے مشن کی تکمیل کے لیے اور امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم الشان فتح تھی۔ کفار نے ان شرائط کو مان کر مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو گویا تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اب اپنی قوم سے بیکے ہوئے چند افراد کی ٹولی نہیں تھے، بلکہ ایک آزاد قوم تھے جن کی آزاد مملکت تھی، جس کے اپنے مساویانہ حقوق تھے اور وہ لوگ جو اس کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے، انہوں نے بھی آج اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ نیز صلح ہوجانے کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان حالت جنگ کی کیفیت اختتام پذیر ہو گئی۔ آنے جانے پر پابندیاں اٹھ گئی تھیں؛ چنانچہ تبلیغ اسلام کا کام اس



زور شور سے ہوا اور ایسی کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ گزشتہ تیس سال کی جدوجہد ایک طرف اور صلح کے بعد دو سال کی جدوجہد ایک طرف۔ قبائل فرج و فرج مدینہ طیبہ کا رخ کر رہے تھے اور حضور کے دستِ حق پرست پر سلام قبول کر رہے تھے۔ اس سفر میں حضور کے ہمراہیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی اور دو سال بعد جب فتح مکہ کے لیے حضور روانہ ہوئے تو دس ہزار کا لشکر ہر راہ ہوا تھا۔

نیز اس قائم ہو جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ موقع مل گیا کہ جو علاقے اسلام کے زیرِ نگین ہو چکے ہیں انہیں اسلامی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ سے مسلم معاشرہ کو ایک نئی تہذیب اور تمدن کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

اس صلح کا یہ فائدہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ قریش کی جانب سے جب اطمینان ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثانی عرب اور وسط عرب کی مخالف طاقتوں کو مستحکم کرنے کے لیے عنانِ توجہ مبذول فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد یہودیوں کے اہم مرکز خیبر، فدک وادی القریہ، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسط عرب میں پھیلے ہوئے بادیہ نشین قبائل جو پہلے قریش کے حلیف تھے ایک ایک کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے یا حضور کی اطاعت قبول کر لی۔

صلح نامہ کی جو شرط مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث بنی تھی وہ شرط یہ تھی جس کی رو سے اگر اہل مکہ کا کوئی آدمی جھاگ کر مدینہ طیبہ میں چلا جاتا تو اس کو واپس کرنا ضروری تھا۔ اس کے برعکس اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی جھاگ کر مدینہ چلا جاتا تو مسلمان اسے واپس نہیں لے سکتے تھے لیکن قلیل عرصہ کے بعد خود اہل مکہ کی درخواست پر یہ شرط معاہدہ سے خارج کر دی گئی۔ ہوا یوں کہ ابولجیر جو اسلام لا چکا تھا اور جسے اہل مکہ نے اس جرم کی پاداش میں قید کر دیا تھا۔ قید سے جھاگ بھگا اور مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ کفار نے اسے واپس لانے کے لیے آدمی بھیجے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاہدہ کا احترام کرتے ہوئے اسے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ راستہ میں وہ پھران لوگوں کے قبضہ سے جھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، اور بجز احمر کے ساحل پر اس جگہ ڈیرا لگایا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ جب دوسرے مسلمانوں کو پتہ چلا جو مکہ میں قید و بند کی سختیاں جھیل رہے تھے تو وہ قید سے جان چھڑا کر ابولجیر کے پاس جمع ہونے لگے یہاں تک کہ ستر آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ قریش کا جو قافلہ ادھر سے گزرتا وہ اسے ٹوٹ لیتے۔ اور اگلا دکان جو کافر بنا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اس سبب سے اہل مکہ بہت پریشان ہو گئے؛ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ طیبہ بھیجا اور یہ درخواست کی کہ ابولجیر اور ان کے ساتھیوں کو اپنے پاس مدینہ بلا لیں اور اس شرط کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح انا فختنا لک فختنا مبینا کی عملی تصویر اپنی اور بیگانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

اس سورت کے اس تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو ازیں مغید ہو گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفِيْ اَيِّ اَوْزَانٍ كَبِيْرَةٍ  
سُوْرَةُ الْفَتْحِ وَرَبِّ رَجَبٍ

سورۃ الفتح مدنی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔ انہیں آیات اور چار رکوع

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۗ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے لہٰذا کہہ دو فرمائیے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو الزام آپ پر ہجرت سے پہلے لگائے گئے

لہٰذا اگرچہ بعض روایات میں اس فتح میں سے مراد فتح کربلا کی گئی ہے اور بعض حضرات نے اس سے مراد فتح خیبر لی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس فتح میں سے مراد صلح حدیبیہ ہے چنانچہ امام زہری کہتے ہیں۔ لقد كان الحدیبیة اعظم الفتح وذلك ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جاء اليها في الف واربع مائة لتفاوضت الصلح معي الناس بعضهم في بعض وعلوا وسمعوا عن الله تعالى فما اراد احد الا سلام الا يمكن من ههنا مضت تلك السنن ان المسلمون قد جاءوا الى مكة في عشرة آلاف (قرطبي)

ترجمہ: صلح حدیبیہ ایک عظیم الشان فتح تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس موقع پر صرف چودہ صد صحابہ حضور کے ہمراہ تھے۔ صلح کے بعد لوگوں نے آپا جاننا شروع کر دیا۔ اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جاننے اور سننے کے مواقع دسترس اور جس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا وہ آسانی اسلام لے آیا صرف دو سال کے عرصے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ فتح کرنے کے لیے جب تشریف لائے تو دس ہزار جاننا حضور کے ہمراہ تھے۔

۱۔ بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ عفو و غفران کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گناہوں کا صلہ و پیمانہ بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ حضور کے واسطے عصمت پر گناہ کا کوئی وارث نہیں ہے۔

اس شہ کو دور کرنے کے لیے علمائے تفسیر نے متعدد جواب دیے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۔ یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

۲۔ یہاں گناہ سے مراد خلافِ اولیٰ ہے اور حسنات الابرار سیئات المتقربین کے قاعدے کے مطابق خلافِ اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔

۳۔ وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیرہ ہے نہ خلافِ اولیٰ، لیکن حضور کی نگاہِ عالی میں وہ نہیں جیتا اس لیے حضور کے مقام رفیع کے باعث اسے ذنب (گناہ) کہہ دیا گیا ہے۔

۴۔ بعض علمائے غفران کا معنی بجا لینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ

اور معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظتِ ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہوگا۔

۵۔ بعض علمائے یہ توجیہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرتِ عامہ کی بشارت دے کہ حضور کے قلب مبارک کو مطمئن کر دیا جائے۔ یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوتی، بالفرض اگر کوئی سہواً سرزد ہوگئی ہو تو بھی اس سے حضور درگزر کا مشرکہ منسایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی خلتش یا سواخسے کا اندیشہ نہ رہے۔

یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ بنایتِ اہم ہیں، لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتحِ سین کی غرض و غایت یا اس کا نتیجہ اور انجامِ مغفرت بتایا گیا ہے، لیکن فتح اور مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں۔ اس لیے اس آیت میں مزید غور و غوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمتِ نبوت پر بھی کسی کو گھٹت نمانی کا موقع نہ ملے۔

ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو، لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس شخص سے صادر بھی ہوا ہو، بلکہ بسا اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو اور لفظ ہیں ذَنْبٌ اور ذَنْبٌ۔ ذَنْبٌ کا معنی دم سے جو جانور کے جسم کے آخر میں چھٹی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں، بلکہ باہر سے اس کے ساتھ چسپاں دی گئی ہے۔ اور پانی نکالنے والے ڈول کو ذَنْبٌ کہتے ہیں جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے۔ اسی مناسبت سے ذَنْبٌ کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

قرآن کریم میں بھی ذَنْبٌ کا لفظ الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی اور ایک قبیلی کو باہم لڑتے دیکھا، قبیلی اسرائیلی کو زد و کوب کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے پہلے قبیلی کو منع کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ جب وہ بازنہ آیا تو آپ نے اسے ایک ٹکڑے مارا جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے زیر دست ساتھی کی مدد کرنا، اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لیے حملہ آور کو کھانا مارنا، شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے، لیکن فرعون چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا، اس نے آپ پر قتل کا الزام رکھا تھا اور اگر اس کا پس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتلِ عمد کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوتِ حق دو، تو آپ نے بارگاہِ الہی میں عرض کی:

وَأَنَّهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (۱۴: ۲۶)

ترجمہ: انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔



اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے اور اپنے امتی کے بچاؤ کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر تمکات گننے سے موت واقع ہوتی ہے۔ ان آیات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں نمودار اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفَسَ کا معنی چھپا دینا، دُور کر دینا۔ مَا تَقْتَدِمُ سے مراد ہجرت سے پہلے اور مَا تَأْخِرُ سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں، اس فتحِ بمبین سے وہ سارے کے سارے نیت و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

پہلے ہم قرآن حکیم اور کتبِ حدیث سے ان الزامات کی چھان بین کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ وضاحت کریں گے کہ وہ الزامات اس فتحِ بمبین کے کس طرح دُور ہو گئے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے، وہ یہ ہیں: یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اُوروں سے سُن کر فانسے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اُرد پڑھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

وہ کہتے یہ قوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ دالا ہے، مجالی کو مجالی سے، اولاد کو اپنے ماں باپ سے جا کرنے والا ہے۔ اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے۔ ہمارے قومی انتظامات کو درجہ برجم کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس فتح سے پہلے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالتِ جنگ تھی۔ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا، مل بیٹھنا، تبادلہ خیال کرنا ناممکن تھا۔ حضور کے خلاف جو بہتان اہل غرض تراشتے، سادہ لوح صحابہ انہیں سچ تسلیم کر لیتے اور اسلام سے کچھ کچھ رہتے۔ مسلمان صرف مدینہ طیبہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ ہجرت کے بعد مکہ میں ان کی آمد و رفت ممنوع قرار دے دی گئی تھی۔ مکہ کے سردار اپنے آدمی بھیج کر بادیشین قبائل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت اور عداوت کی آگ بھڑکاتے رہتے۔ یوں عرصہ تک بدو قبائل میں تبلیغِ اسلام کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔

حدیبیہ کے موقع پر جو صلح ہوئی، اس کی مشہور دفعات آپ سورت کے تعارف میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اس معاہدے پر سرسری نظر ڈالنے سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے بہت دسب کر صلح کی ہے اور کفار اپنی من مانی شرائط منوانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے لشکرِ اسلام کو ان شرائط کا جب علم ہوا، تو انہیں بہت گراں گزرنا حضرت

وَمَا تَأْخُرُ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝۲۸

اور جو ہجرت کے بعد لگائے گئے اور مکمل فرمائے اپنے انعام کو آپ پر سنے اور چلانے آپ کو سیدھی راہ پر سنے اور

يَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ

تمہارے اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو بڑی تیز ہے وہی ہے جس نے تمہارا اطمینان کو اہل ایمان کے

فاروق اعظم جیسی ہستی بھی بے تاب ہو گئی۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب نے ارشاد فرمایا: انا عبد الله ورسوله لئن أخالف أمته ولئن قضيتني

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا۔

اور ایسا ہی ہوا کہ اس صلح کی وجہ سے فریقین میں جنگ بند ہو گئی۔ امن قائم ہو گیا۔ آمدورفت کی پابندیاں ختم ہو گئیں مسلمانوں کو ان الزامات کی تردید کا سنہری موقع مل گیا۔ مشکوک و شبہات کی کالی گٹھائیں چھٹ گئیں۔ حقیقت اپنے رونے لیا کے ساتھ آشکارا ہو گئی۔ غلط پراپیگنڈے کے باعث دلوں پر جما ہوا غبار زور ہو گیا اور لوگ دھڑا دھڑوین اسلام کو قبول کرنے لگے۔ چنانچہ اس واقعے کے صرف دو سال بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کی مہم کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو دس ہزار جاہلزار اور سرزدوش قلاموں کا لشکر چل رہا تھا۔

آپ ان آیات کو اب پھر پڑھیے۔ حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فتح حسین سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ اپنے لیے درپے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ محبوب! ہم نے اپنی نعمتوں کی انتہا کر دی۔ دین کو مکمل کر دیا۔ اسلام کی عظمت کا ڈھنگا آفاق عالم میں بج رہا ہے۔ اس کے غلبہ کو دشمنوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ باعلاء الدین وانتشاره في البلاد وغير ذلك مما افاضه تعالى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من النعم المبنية والذوقية یعنی یہ تکمیل نعمت عبارت ہے دین کی سرحدیں اور دور دراز ممالک میں اس کے پھیل جانے سے اس کے علاوہ جو دینی اور دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر فرمائی ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں۔

سے فراتر رسالت کی انجام دہی اور احکام شریعت کی تنفیذ کوئی معمولی کام نہیں۔ اس میں سرگرمی کو تباہی بھی ناقابل برداشت ہے اور سنگین نتائج کا باعث بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسے میرے حبیب! ہم نے آپ کو ان کمسن، دشوار اور ذمہ وگلا زور دہیوں سے عمدہ برآہونے کے لیے نمودار راست تک رہنمائی فرمادی ہے۔ کوئی مشکل راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ کوئی آشکال باعث اضطراب نہیں بن سکتا۔ ملامت کسی نے بھی یہی تشریح کی ہے۔ ای فی تبلیغ الرسالة وإقامة الحدود (روح المعانی)

۳۱ ان انعاماتِ خصوصاً کے آخر میں فرمایا وینصرك الله۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی شہرت فرمائے گا کہ حضور ہمیشہ

## الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ آيَاتِنَا ۗ وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ

دلوں میں سے تاکہ وہ اور بڑھ جائیں (وقت) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ۔ اور ان کے زیر فرمان ہیں سائے شکر آسمانوں

غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری روپیہ نہ ہوگی۔

یہاں ایک نکتہ غور طلب ہے۔ ان آیات میں مذکور تمام افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے لیکن لیغفر اور ویضرب کے بعد اللہ عزوجل سے ذکر کیا گیا۔ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ مغفرت کا تعلق عالمِ آخرت کے ساتھ ہے اور نصرت و غلبہ کا تعلق دنیا کے ساتھ۔ گویا فرمایا اے محبوب! تیری دنیا اور تیری آخرت کے تمام امور ہمارے سپرد ہیں۔ اس دنیا میں آپ کو فکر نہ ہونے کی ضرورت ہے اور نہ محنتی کسے ہمارے میں کسی اندیشہ کی ضرورت ہے۔ ان اللہ عنہ وجعل هو الذی یتولئ امرک فی الدنیا والآخرۃ (شرح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے ذمہ داری اور اخروی تمام امور کا ذمہ دار ہے۔

۱۰ صلح حدیبیہ کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جہاں نشادوں کی سمیت میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو راستہ میں اس سورت کی پہلی آیتیں نازل ہوئیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ پھر پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے محبوب تر اور عزیز تر ہے۔ حضور نے دوسری آیت پڑھ کر نائل۔ جب زبانِ پاک سے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کے کلمات طیبات ادا ہوئے، تو صحابہ خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ مبارکس پیش کرنے لگے۔ عرض کی ہنیت لک یا رسول اللہ لے اللہ تعالیٰ کے رسول! مبارک صد مبارک اللہ تعالیٰ نے حضور کو تو بتا دیا جو معاملہ وہ آپ سے فرمائے والہ ہے۔ وماذا لنا یا رسول اللہ۔ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

سکینتہ اس المینان اور تسلی کو کہتے ہیں جس سے دل کو قرار آجائے اور ہر قسم کے قلق اور تشویش کا تعلق جمع ہو جائے۔ صحابہ کرام کو صلح حدیبیہ سے جو پریشانی اور تشویش تھی اور جس کے باعث ان کے دل بے چین اور بے قرار تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے مضطرب اور بے چین دلوں میں سکون و طمانینت کا نور نازل دیا۔ وہ اضطراب جس میں وہ بُری طرح گرفتار تھے وہ المینان سے بدل گیا۔

اگر نظرِ فائر دیکھا جائے تو یہ ہم جن مصلوں سے گزری، ہر ملہ بڑا صبر آزما اور ہمت شکن تھا۔ حالات کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ کئی مہم پر بھی نظم و ضبط کے بند ٹوٹ سکتے تھے۔ جب زائرینِ حرم کا یہ قافلہ روانہ ہوا تو منافقوں نے بڑا کٹنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے کو جا رہے ہیں۔ تنویری ہی تعدد اور وہ بھی غیر مستح، ان کا بیچ کر واپس آنا ممکن نہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرحِ جمال کے پر والوں نے اس کی قطعاً پروا نہ کی۔ راستہ میں جب یہ اطلاع ملی کہ کفار اوجھار کھائے بیٹھے ہیں کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو کتہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور وہ جنگ کی تکمیل تیار ہی کیے ہیں، پھر بھی مسلمانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا نہ ہوا۔ بلکہ بڑی شہر دلی سے آگے بڑھتے گئے۔ پھر جب حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ گرم ہوئی اور بدعتِ رضوان کی دعوت دی گئی اس وقت بھی ان کا جذبہٴ مہاں فروشی دیدنی تھا۔ آگے بڑھ کر ہیبت کر رہے تھے اور اس عہد کو نبھانے کا عزم کیے ہوئے تھے اور جب صلح کی



وَالْأَرْضُ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے والا بہت دانائے ہے کہ تاکہ داخل کر دے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو جسے

جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفَّرُ عَنْهُمْ

جانوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور دُور فرما دے ان سے ان کی

سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ

برائیوں کو جسے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور تاکہ عذاب میں مبتلا کر دے منافق مردوں

شرائط طے پائیں جو اسی انظر میں کفار کی فتح اور مسلمانوں کی ہار دکھائی دیتی تھیں تو اس وقت بھی حضور کی قیادت پر انہیں اس قدر اعتماد اور  
جبروت تھا کہ تسلیمِ محرم کر دیا۔ ان تمام مصلوں میں نظم و ضبط کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔ ایک وقت خوف و ہراس، اشتعال و اشتہام باہوی  
اور بدولی کے پیشروں کے سامنے ثابت قدم رہنا صرف اسی گروہ سے متوقع ہو سکتا ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تسکین و اطمینان کی  
دولت سے مالا مال کر دیا ہو۔

جسے اسی تسلیم و رضا، ہجرت و ولایت اور بہت و استقامت میں کامیاب و انہوں نے قدم قدم پر کیا اس کا اجرا انہیں یہ دیا گیا کہ ان  
کی قوتِ ایمان دو چند ہو گئی اور ان کے یقین کو کئی گنا نصیب ہوئی۔

زمین و آسمان کے سامنے لشکر اللہ تعالیٰ کے زیرِ فرمان ہیں۔ اس کا اشارہ ملے تو چشمِ زون میں ساری طاغوتی قوتیں تھس تھس کر کے  
رک و دی جائیں۔ ان کو دم ہانسنے کی بھی مہلت ملے۔ لیکن اس کو محض اپنی قوت کا اظہار مطلوب نہیں۔ وہ تمام حالات کو اچھا طرح جانتا ہے۔  
ماضی، حال اور مستقبل سب اس کے سامنے عیاں ہیں اور اس کے سامنے کام حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ صلح اس لیے نہیں کی گئی کہ  
کفار طاقت ور تھے اور مسلمان کمزور اور ان کی نگر نہیں لے سکتے تھے بلکہ اس صلح میں گونا گوں حکمتیں ہیں جو اپنے اپنے موقع پر نمایاں ہوں گی۔  
جسے اس کا تعلق انزل کے ساتھ ہے یعنی مسلمانوں پر سکینہ کا نزول اس لیے ہوا کہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو ان معاملات  
سے فرائز ہائے جن کا بیان اس آیت میں کیا گیا ہے۔

جسے یکفر کا مثنیٰ یغظیہا۔ کسی چیز کو ڈھانپ دینا کسی چیز پر اس طرح پردہ ڈال دینا کہ کسی کو اس کے وجود کا پتہ ہی نہ چلے۔ علامہ  
آوسی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ای یغظیہا و لا یظہرہا والمراد یغظیہا سب حجاب و لا یؤخذہم بہا۔  
ذروت المعانی مقصد یہ ہے کہ اس سفر میں جو نغماتِ محظنہ ہر کلاب تھے ان کے اعمال نامہ سے ان کی بُرائیوں، ان کی خطاؤں اور ان کی لغزشوں  
کو محو کر دیا جائے گا۔ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ یہ کمالِ مغفرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
ان کی خطاؤں اور لغزشوں پر کلمہ غفور میرے اور قیامت کے روز جب انسان بارگاہِ خداوندہ و الجلال میں پیش ہو تو فرشتے اس کے نام اعمال

وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ

اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بُرے گمان رکھتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ

انہیں پر ہے بُری گردشیں منہ اور ناپائیدار ہے اللہ تعالیٰ ان پر اور اپنی رحمت سے انہیں دور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے

جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ

ان کے لیے جہنم اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ کے زیر فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور

اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

اللہ تعالیٰ سب سے غالب بڑا عالم ہے جسے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر اللہ اپنی رحمت کی اور عجزی نشانے والا اور قوت دار لے والا۔

سے ایک جرم بھی بطور ثبوت پیش نہ کر سکیں۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے فرزندِ عظیم فرمایا ہے اور اس فرزندِ عظیم کے اولین مسیح اسلام کے وہ چہرہ سو جانیانہ اور سرفروش ہیں جو اس سفر مبارک میں اپنے محبوبِ قائد کے ہمراہ تھے۔

منہ مدینہ میں متاعی اس زعم باطل میں بیٹھا تھے کہ اب مسلمان زندہ بچ کر واپس نہیں آئیں گے کفار مکہ ان کا کومر نکال کر مکہ ویں گے کفار مکہ خوشی سے چھوٹے نہیں سلاہے تھے کہ انہوں نے پہلی دفعہ من مانی شہر انظر پر مسلمانوں کو صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان دونوں گروہوں کی یہ غلط فہمی بہت جلد دور ہو جائے گی سب سے سلام کا قدمِ عزت و غلبہ کی منزل کی طرف اٹھے گا۔ اسلام کا آفتاب آفتابِ انوار پر چمکے گا۔ جزیرہ عرب کے قبائل توح و دروغ اسلام کو قبول کر لیں گے۔ بحر کے قابلِ غنم سر واد خود چل کر آئیں گے اور حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر طوقِ غلامی زیب گھم کریں گے اور اس غلامی پر فخر و ناز کریں گے سلام کی ترقی اور پیغمبرِ سلام کی بے مثال کامیابی کو دیکھ کر منافقین و مشرکین پوزینیا ہر ایک ہو جائے گی۔ ان کے گروہوں میں صغیر ماتم بچ جائے گی۔ ان کے دلوں سے غم و الم کا دُشواں اٹھے گا۔ تباہی و بربادی کا جو بچہ چلا کر وہ مسلمانوں کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتے تھے خود ان کو پیس کر رکھنے گا۔

سلاہ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور علی الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے نیک اعمال اور بُرے اعمال پر گواہ ہیں۔ شاہد علیہم باعمالہم من طاعة و معصية شاہد علیہم یوم القیامة فہو شاہد افعالہم الیوم والشیخہ علیہم یوم القیامة۔ قرطبی، یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں اپنی اُمت کے نیک و بد اعمال کا شاہد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ علامہ زبیری کہتے ہیں۔ تشہد علی بہت کثرتاً لکن قولہ تعالیٰ ویکون الرسول علیکم

## لَتُؤْتِنَا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأُمْراً

ما کہلے تو گواہی ایمان لانا اور پھر اس کے رسول پر اور اس کے مکرر اور دل سے ان کی تعظیم کرو ملے اور پاکی بیان کرو اللہ کی سبح اور

## اصيلاً ۵۰ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ

شام۔ اسیے جان عالم جیسا کہ جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں سب ملے ورسیت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے

شاہید (کشاف) یعنی حضور اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے۔ ویكون الرسول عليكم شهيداً۔ علامہ خازن کہتے ہیں۔ ای شاہد اعلیٰ اعمال امت۔ یعنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ علامہ اکوسی فرماتے ہیں۔ اخرج عبد بن حميد و ابن جرير عن قتادة ای شاہد اعلیٰ امتك و شاہد اعلیٰ الانبياء عليهم السلام انهم قد بلغوا ربح العانی یعنی محمد بن عبد بن جریر نے حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اپنی امت پر گواہ ہیں اور سابقہ انبیاء کے بارے میں بھی گواہی دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اس کی مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیے سورہ بقرہ آیت ۱۴۳، سورہ النساء آیت ۷۰، الاعراب آیت ۴۵۔

۳۱ علامہ راجب اصفہانی اس کلمہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ التعزیر: النصرة مع التعظیم کہ کسی کی نصرت و امانت کرنا اور اس کے ساتھ اس کی تعظیم و تکریم کو بھی ملحوظ رکھنا (المفردات) علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ التعزیر: النصرة باللسان والسيف۔ زبان اور تلوار سے کسی کی مدد کرنا (لسان العرب) عز و: فخذ و غنم مذ کسی کی تعظیم و تکریم کرنا۔ توفیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وقدر الرجل: بجمله والتوقیر التعظیم والتعزیر۔ یعنی کسی کی تعظیم و احترام کرنا یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ میرے پیلے رسول پر بچے دل سے ایمان ہی لادو اس کی نصرت و امانت میں سر و سر کی بازی لگادو۔ اس کے دین کی سربندی کے لیے اپنے جملہ ماویٰ اور اولیٰ وسائل کو پیش کر دو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب و احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو لیکن بارگاہ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امانت اور اسی طرح حضور کی تعظیم و تکریم کیا اس اہمیت کی حامل ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ تعزیر و اور توقیر میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور کی ذات والاصفات ہے۔ یہاں وخصب ہم ہے اور تسبیح سے نیا کلام شروع ہوتا ہے اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تکریم و تکریم کی بوجہ ملانے تمام اعمال میں مفعول کی ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دینے کا تکرار فریق ضامن لازم ملنکے۔ ومن فرق الضمان فقد انفق، علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ امام انوری کا قول ہے کہ پہلے دو مفعول میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تسبیح میں ضمیر کا مرجع اللہ عز و جہ ہے۔ لکھتے ہیں مستند اللفظی لکن مستاناً لا نقشا والضمائر قلنا اور اس بعد عند اقیام القرینۃ وعدم اللبس و نظری یعنی زمشری نے اس قول کو پسند نہیں کیا کیونکہ اس طرح انتشار ضامن لازم آتا ہے اور ہم لکھتے ہیں کہ سب قرینہ موجود ہوا اور القباس کا احتمال معدوم ہوا تو اس وقت انتشار ضامن میں کوئی قباحت نہیں۔

۳۱ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حدیث کے مقام پر خیر زن ہیں۔ کفار کو نبض ہیں کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو کفر کرنے کے لیے مکر میں داخل نہیں ہونے دیں گے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو بار رسالت کے سفیر بن کر مکہ گئے ہوتے ہیں۔ اسی آیت میں



## اَيْدِيَهُمْ فَمَنْ تَكْتَفِ وَائْتَمَيْنَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ اَوْفَى بِمَا

ہاتھوں پر ہے۔ کلمہ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا۔ اور جس نے ایفا کیا اس عہد کو اس نے

یہ افواہ پھیلتی ہے کہ کفاس نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے ساتھی جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ احرام کی دو پادریں اور قربانی کے بانوڑی ہی ان کا زاد سفر تھا۔ لیکن یہاں تک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ تعداد کی قلت اور اسلمہ کے فتنہ ان کی پروا کیے بغیر محض قوت ایمانی پر عبور و سہ کرتے ہوئے باطل سے نکلنا ناگزیر ہو گیا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت جابرؓ راوی ہیں یہ بیعت اس بات پر تھی کہ جب تک ہلکے جسموں میں جان ہے، جب تک بدن میں خون کا ایک قطرہ موجود ہے، ہم میدان جنگ میں ڈٹے رہیں گے اور اہل مکہ کو اس خیانت اور غیر کشتی کی عبرت ناک سزا دیں گے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ غلامان حبیب کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اذیتوں سے بھر پور دوزخ کو حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے آقا و مولا کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر جان بازی اور سرفروشی کی بیعت کر رہے ہیں۔ انگریزوں نے جو وہ سوسہرا بیوں میں سے کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ البتہ جد بن قیس جو حقیقت میں منافق تھا اس نے بیعت نہ کی۔ بخدا مجھے اب بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ وہ اپنی اذنی کے پیٹ کے ساتھ پٹا بول رہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

حضور سرور عالمیوں نے اپنے ان چودہ سو جاں نثاروں اور سرفروش مجاہدین کے پاس میں اپنی زبان حق تر جان سے فرمایا۔ انتم خیر اهل الارض الیوم لے اسلام کے قابل فخر مجاہدو! آج دوسرے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو۔ حضرت جابرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی منقول ہے۔ لایدخل النار احد من بائع تحت الشجرة۔ جنہوں نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ (ابن کثیر)

ملاحیح اللہ کا شافی شیعہ اپنی تفسیر منج الصادقین میں لکھتے ہیں: آنحضرت اصحاب را در تحت شجرہ جمع کردہ ایشان را تہجد بیعت امر نمود و اصحاب بر بیعت تمام و جدی لاکلام دست بردوست بی غیر نہادہ بیعت کردند کہ تا حین موت طریق متابعت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مری دارند و در ہیج زمان طریق فرار سلوک نہ نمایند و بجهت کمال رغبت ایشان بود کہ این بیعت منجی شد بہ بیعت رضوان و در آئینے آن رس آید نازل شد۔ (منج الصادقین۔ جلد ۸ ص ۲۶۳)

ترجمہ: آنحضرت نے اصحاب کو دعوت کے نیچے جمع کیا اور انہیں از سر نو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام انتہائی شوق و رغبت اور بڑی نیندگی سے آگے بڑھے اور حضور کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس بات پر بیعت کی کہ تا دمِ دہائیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کے راستے پر گامزن رہیں گے اور کسی وقت بھی راو فرار اختیار نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام کے لیے پناہ اشتیاق اور کامل رغبت کے باعث اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا اور اس آیت نازل ہوئی۔

کلمہ یہ بیعت بجا رہا اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر ہم ہی ہے لیکن وہ حقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے

ساتھ تھی۔ اگرچہ بظاہر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ تھا لیکن درحقیقت یہ دست خدا تھا۔ جس طرح حضور کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضور سے بیعت اور حضور کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔

علامہ اسماعیل حنفی صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اس آیت کی تیس شرحیں کرتے ہیں۔ وقال اهل الحقيقة هذه الآية كقولہ تعالیٰ من يعط الرسول فقد اطاع الله فالسبی علیہ السلام تقدحی عن وجودہ بالکلیۃ فتحقق بانلہ فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ وکل ما صدر عنہ صدر عن اللہ (ردوع البیان)

یعنی اہل حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت بعینہ اس فرمان خداوندی کی طرح ہے کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی ذات و صفات سے بنا ہو کر بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اس لیے جو فعل حضور سے صادر ہوتا وہ حقیقت اللہ سے صادر ہوتا۔

آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنت کا اتباع ہے۔ علامہ اسماعیل حنفی کہتے ہیں۔ بقول الفقیر ثبت بیئذہ الایۃ سنۃ المیابۃ ولغذ التلقین من المشائخ الکبار وهم الذین جمعہم اللہ قطب ارشاد بان اوصلہم الی التعلی العینی بعد التعلی العالی ردوع البیان یعنی فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور شاخ کیاب سے کتاب فیض ثابت ہوتا ہے۔ وہ مشائخ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطب ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ علمی تجلی سے ترقی دے کر انہیں مشاہد کی تجلی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت شہزاد ابن اوس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے :

قال کنا عند رسول اللہ علیہ السلام فقال اهل الکتاب قلنا لایارسول اللہ فامر بغلق الباب فقال ارفعوا یدیکم فقولوا لا اله الا الله فرفعنا یدینا ساعة ثم وضع رسول الله یدہ ثم قال الحمد لله اللهم انک بعثتني بهذه الکلمة وامرتنی بها ووعدتنی علیها الجنة انک لا تخلف الميعاد ثم قال ابشر وافان الله تعالیٰ غفر لکم۔

ترجمہ: ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم باگا ورسالت میں حاضر تھے حضور علیا الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا تم میں کوئی بے گناہ و اہل کتاب تو نہیں؟ ہم نے نفی میں جواب دیا۔ ارشاد ہوا اور واہ بندہ کرو اور اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو لا اله الا اللہ۔ ایک گڑھی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بلند رکھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست بلند کیے کیا اور گویا مجھے الحمد للہ اے اللہ! تم نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ بھروسہ فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکا ہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا پھر فرمایا اے قرظہ بنان اسلام! تمہیں شہرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف فرمایا ہے۔

اس حکم کی متعدد صحیح روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اپنے نلاموں سے بیعت لیا کرتے تھے مستورات کو بھی اس شرف سے مشرف فرماتے، لیکن ان کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ پانی کے ایک پیالہ میں پہلے حضور کا پناہ دست مبارک رکھتے۔ اس کے بعد ان کو اس پیالہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ حضور نے کبھی کسی انبیاء کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

عَمَدًا عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ

اللہ سے کیا تر وہ اس کو اس عظیم عطا فرمانے گا ۱۵۔ منقریب آپ سے عرض کریں گے وہ یہاں ہی جو بیچے

مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلْتَنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ

چھوٹے گھسے تھے تلوہ ہمیں بہت مشغول رکھا ہمارے مالوں اور اہل و عیال نے اس پر ہمارے لیے معافی طلب کریں۔ بلکہ صیب! یہ اپنی زبانوں سے ایسی

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم کے ساتھ بیعت کر کے جس نے بیعت کو توڑ دیا، اس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جس نے اس بیعت کو پورا کیا اور اس حمد کو ایسا کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وہ جنت میں اقامت گزریں ہوں گے اور اس میں انہیں ایسی نعمتوں سے نوازا جائے گا جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں وہ ٹھکنیں۔ ہو الجنتہ و ہما یکون فیہا منازعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

جن نفوس قد سینے اس درخت کے نیچے بیعت کی سعادت حاصل کی ان میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا اور حضرت جابر فرماتے ہیں: ہایعننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ علی الموت و علی الذنوب فما انکث احدنا البیعتۃ الیحد بن قیس و کان منافقاً اختبأ تحت ابطہ بعیرہ و کشف ایمنی ہم نے اس درخت کے نیچے اس بات پر اللہ کے رسول سے بیعت کی کہ ہم ہاں سے دس گے لیکن وہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ پس ہم میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا بجز وہی جنس کے وہودہ حقیقت منافق تھا اور جب مسلمان بیعت کر رہے تھے تو وہ اپنے اوش کی بغل میں چھپا ہوا تھا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب سفر مکہ کی تیاری شروع کی تو مدینہ منورہ کے فوجیوں میں جو قبائل جزیہ، مزیہ، مغفارا، اشج، ذیل اور اسلم آباد تھے جو اکثر اسلام سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ان کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں ہمراہ پیلیں۔ یہ قومی اندیشہ تھا کہ ان کا کفار و کوشش سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہوگی تو وہ ہر قسم کی خباثت سے باز رہیں گے قبائل نے سرپا کر اس سفر میں شرکت تو سوت کے سز میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے۔ الی کہ جن کی کجی ہمارت اور شہادت ملے ہے جن کی قوت کا یہ عالم ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہو چکے ہیں اور مسلمان خندق کو دیکھ کر صرف دفاعی جنگ لڑ سکے ہیں۔ اگر مسلمان احرام کی حالت میں ان کے گروہوں میں جائیں گے تو وہ ان کو تہ بونی کر ڈالیں گے صرف قتلش سے ہی متامل نہ ہوگا بلکہ ثقیف، کننا اور دیگر قبائل جو مکہ کے اردگرد آباد ہیں وہ بھی قتلش کی آمادہ کے لیے نکل آئیں گے۔ ان حالات میں یہ لوگ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ تھے لہذا لیل میں وقت گزار دیا۔ صرف چودہ سوا ہاں اپنے آقا علیہ السلام کی میت میں سناج سے بے پروا ہو کر گمراہی کے غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔

منافقین کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ انہیں یقین تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کجی کر واپس نہیں آئے گا کہ مکہ کے جنگجو ان سب کو تہ تیغ کریں گے۔ اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ جانے کا لیکن جب ان کی ترغیبات پیش گوئیوں اور اندازوں کے بالکل برعکس حضور علیہ السلام کا کارواں ایک عظیم صلح کر کے مکہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا تو اب ان میں کسبلی ہی گئی۔ جن کی تباہی کی خبر سننے کے لیے وہ ہر لمحہ گوش برآواز



يَا سِنْتِهِمْ تَالَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ طَقْلٌ فَمِنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ

ہائیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں شلہ آپ راہیں افریے کون ہے جو اختیار رکھتا ہو تمہارے لیے اللہ کے مقابلے میں

شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا

کسی چیز کا اگر ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی ضرر کا یا ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی نفع کا شلہ بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۖ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ

پوری طرح باخبر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب ہرگز لوٹ کر نہیں آئے گے یہ تمہارا اور ایمان والے

تھے وہ تو عاقبت واپس آ رہے ہیں۔ انہوں نے اب طرح طرح کے بہانے سوچنے شروع کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی مطلع فرادیا کہ اے محبوب! جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو باور نشین قبائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنی قوم شمولیت کے لیے طرح طرح کے خدو خیال کریں گے۔ وہ کہیں گے یا رسول اللہ! ہم تو دل و جان سے آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار تھے لیکن ہمارے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کا ہم کوئی انتظام نہ کر سکے۔ انہیں پڑنی چھوڑ کر پلے جانا قرین و آشنہ ہی نہیں تھا۔ ہمارے دشمن اس ناک میں بیٹھے تھے کہ ہم کہیں سفر پر جائیں تو وہ بدلہ لیں گے۔ مال مویشی بائیں گے۔ بائیں اور ہمارے بچوں اور عورتوں کی بے خبری کریں گے۔ بس ایک خطرہ و دشمن نہ ہوتا تو ہم سو جان سے آپ پر فدا ہوتے۔ پھر بھی ہم اس فرودگشاہت پر بڑے نادوم ہیں۔ ہمارے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔

شلہ اگر ان کی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ ہوتی یا انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا۔ اس پر انہیں پشیمانی اور تعلق ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ وہ تو معصومانہ سازی کر رہے ہیں۔ نہ ان کی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ تھی نہ ہی ان کو اپنی اس نازیبا حرکت پر کوئی مذمت تھی اور نہ ہی وہ معذور کی استغفار کو کوئی اہمیت دیتے تھے۔ وہ تو معصومانہ سازی سے کام لے رہے تھے اور اپنی منافقت کو ایک دوسرے روپ میں ظاہر کر رہے تھے۔ ایسے ناہنجاروں کے لیے نہ استغفار کی ضرورت ہے اور نہ اب مزید پردہ پوشی کی ضرورت ہے۔

شلہ اے محبوب! آپ انہیں فرمائیے کہ تم مال و عیال کی حفاظت کا بہانہ بنا رہے ہو۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہاری موجودگی میں کسی کو یہیم اہل ایمان تو کیا تم اس کو بچا سکتے۔ تمہاری موجودگی میں اگر کوئی با تمہارے ڈنگروں میں پھوٹ پڑتی تو تم کیا کر لیتے۔ تمہارے کہیتوں پر اگر اولے برسائے جاتے تو کیا تم ان پر پھرتی تان کر ان کو بچا لیتے۔ نیز اگر تم سفر میں میرے ہم کاب ہوتے تو کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم کا دروازہ بند ہو جاتا۔ یہ سب تمہارے نفاق کی نحوست ہے کہ تم ان گوناگوں سعادتوں سے محروم ہو گئے جو جو میرے ساتھیوں کو ازانی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ اس تم کے بہانے بنا کر تم اپنے کفر و نفاق کو چھپا نہیں سکتے۔

إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيْنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوْفًا

اپنے اہل خانہ کی طرف بھی ۱۹ لہ اور برا بھلا گناہاں تمہاری ظن و گمان سے دلوں کو شلہ اور تمہارے طریق طرح کے بڑے خیالوں میں محسوس ہے

وَكَنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۲۰ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا

۱۸ جس سے تم برا دہنے والے قوم بن گئے ۲۰ لہ اور جو نہ ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے ان تمام کافروں

لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۲۱ ۲۲ وَاللَّهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعْزِرُ لِمَنْ يَشَاءُ

کے لیے بزرگئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ بخش دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۲۳ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۲۴ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ

اور نہ رویتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ ہمیں گے پہلے سفر جہاد سے کچھ چھوٹے جا

إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَائِمٍ لِّتَأْخُذُوا حَرْبًا وَهَٰذِرُونَ نَفْسَكُمْ يُرِيدُونَ

والے جب تم روانہ ہو گے اموال غیرت کی طرف تاکہ تم ان پر قبضہ کر لو، ہمیں بھی اجازت دو کہ تمہارے کچھ پیچھے آئیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ

۱۹ لہ اس سفر میں ان کی عدم شمولیت کی اصل وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

۲۰ لہ وہ لے اپنی دوزخ میں اور عاقبت اللہ تعالیٰ کی قرار سے رہتے تھے اور اس پر بڑے نازاں تھے کہ انہوں نے جہاد کا رخ پہچان لیا  
چاہا اور اپنے آپ کو ان خطرات سے بچا لیا ہے جن میں مسلمان پھٹنے والے تھے۔ یہ سوچا انہیں بڑی حسین اور صحیح معلوم ہوتی تھی اور اس پر  
وہ دل ہی دل میں بڑے نازاں اور فرماں تھے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں اسلام اور قرآن کے لیے خیر سرگامی کا  
ذرا بھی جذبہ ہو تا تو تمہیں مسلمانوں کی اس متوقع تباہی پر کم از کم رنجی اور افسوس تو ہونا کہ بے چارے کو اپنی جوانیاں گنولنے جا رہے ہیں،  
لیکن تمہارا تو یہ حال ہے کہ تم یہ خیال کر کے بیٹھو گے نہیں ساتھی۔ تمہارے نزدیک اسلام اور اہل اسلام کی بربادی کا اتنا زور ہی بڑا  
دل کش اور از حد پسندیدہ تھا۔

۲۱ لہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو برباد کرنے والے وہ نہیں جنہوں نے حق کو قبول کیا اور اس کی سر بندگی کے لیے سرکھٹ  
میدان میں جانے کے لیے ہر لمحے قرار رہے بلکہ تم وہ بد بخت جنہوں نے توحیق کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ "بقود" مصدر ہے اس  
لیے یہ واحد تثنیہ، جمع، مذکر مؤنث سب کی صفت واقع ہوتا ہے۔

علامہ جوہری لفظ بقود کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ

اللہ کے حکم کو بدل دیں گے۔ فرمائیے تم قطعاً ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے یونہی فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے۔

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُ عَلَيْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُ ۝

پھر وہ کہیں گے کہ (تو نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو ﷺ (ان کو یہ غلط خیال ہے) اور حقیقت وہ (الحکم الہی کے سوا) کو بہت تم سمجھتے ہیں ﷺ

البور: الرجل الفاسد المہالك الذي لا خير فيه۔ یعنی جو اس شخص کو کہتے ہیں جو فاسد اور تباہ حال ہو جس میں نیکی اور بھلائی کا شائبہ تک نہ ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن الزبیری جب مشرف باسلام ہوا تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

يا رسول الملئك ان لسانى رائق ما نقت اذ انسا بئور

یعنی اے ملک الملک کے رسول! جب میں گرا اور تباہ حال تھا اس وقت میری زبان نے جو چاک کیے اب میں ان کو سینا اور زور کرنا پاتا ہوں۔

یہ نونٹ کی صفت ہی واقع ہوتا ہے۔ کہتے ہیں امیراۃ بئور۔ تباہ حال عورت۔ جن کے لیے بھی قوم بئور ہی ہلکی۔ یعنی اجڑی ہوئی قوم۔ اس کے بعد جوہری کہتے ہیں کہ لبیس نے کہا ہے کہ بئور جن ہے۔ اس کا دامہ بئور ہے۔ مثل حال و حول۔ لیکن آنحضرت نے اس کی تردید کی ہے۔

ﷺ جینہ، مزینہ اور دیگر قبائل جنہوں نے سفر حدیبیہ میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا، گزشتہ آیت میں اس کی اصلی وجہ بتادی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک اور ہونے والے واقعے سے اپنے رسول کو مخبر کر مطلق فرما رہے ہیں۔ اے حبیب! منقریب جب تم ایک دوسرے فرج ہوا پر روانہ ہونے لگو گے جہاں کامیابی کے امکانات بالکل روشن ہیں، نظرات کم اور بالیغ نیت کے حصول کی توقع بہت زیادہ ہے۔ یہ موقع پرست لوگ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنے دیوانہ جوش اور جذبہ جہاد کا اظہار زور شور سے کریں گے اور اس جہاد میں شمولیت کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں گے۔ ان کا مقصد تلافیِ منافات نہیں ہوگا بلکہ محض اموالِ نیت کے حصول کے لیے اپنے جذباتِ جاہل شہداء کو بھڑکائیں گے۔ آپ انہیں وہ لوگ بتا دیجیے کہ اس سفر جہاد میں تمہیں شرکت کی اجازت نہیں مل سکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس جہاد میں صرف وہ لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو بیتِ رضوان سے مشرف ہوئے ہیں۔ میری مجال نہیں کہ میں اپنے رب کے فیصلے کو بدل دوں۔

ﷺ بجانے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے تسلیم نہ کریں اور خوشی سے اسے مان لیں۔ ان کے دلوں میں ٹھپا ہوا نفاق نمودار ہو کر رہے گا اور سونے ظن سے کام لیتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں غلغلے سے منع نہیں کیا بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں، ہم سے جلتے ہیں۔ انہیں یہ گوارا نہیں کہ بال نیت میں سے ہمیں بھی کچھ حصے۔ سارا مال خود شہر پر کرنا چاہتے ہیں۔

ﷺ ٹہسے اہق ہیں۔ جس طرح خود لاپی اور عیب ہیں، خیالی کہتے ہیں کہ مسلمان بھی دولت کے پرستار ہیں اور ان کا ہادی و مشہدی (معاذ اللہ) دولت سیننے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ کہتے نادان اور نابجہ ہیں۔ جس کی سیرت کا دامن آفتاب سے توندہ تر ہے، اس کے



قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّ عَوْنٍ إِلَى قَوْمِ أُولِي بَأْسٍ

فرمادجیے ان پیچھے چھوٹے جانے والے بدوی عربوں کو کہ منقریب تمہیں دعوت دی جانے کی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے

شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا

تم ان سے لڑائی کرو گے یا وہ تمہیں ارفال دیں گے ۵۲۵ پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا

حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۵۲۶

اچھے سے گا۔ اور اگر تم نے اس وقت بھی منہ موڑا جیسے پہلے تم نے منہ موڑا تھا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمُرِيضِ

نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ مسنگرے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے۔ اور اگر بیمار ہو جائے

ہائے میں ایسی بدگمانی کا شکار ہیں۔

۵۲۵ میرے پیغمبر کے گرد و نواح میں بسنے والے قبائل غزوہ خیبہ میں شریک ہونے کے لیے بٹے بنے تھے۔ ان کی یہ بے گمانی

اوسے پہنچی اس لیے نہ تھی کہ وہ اپنی گوشت تڑکاتا بیویوں کی تلانی کرنا چاہتے تھے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ خیبہ میں انہیں اہمال نیستی لٹنے کی توقع

تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب کفار کھانہ کھان ان مسلمانوں کی تاب نہیں لاسکتے تب یہ چاہے یہودیوں میں یہ بہت کہاں کہ وہ مسلمانوں کو مغلوب کر سکیں۔

مسلمان اس قسم میں یقیناً فتح یاب ہوں گے۔ یہودیوں کے باغات، زرخیز زمینیں اور کئی پشتوں سے جمع کیا ہوا مال انہیں مفت ہاتھ آئے گا۔

ملا وہ انہیں ان کا شمار بھی نازیباں مسلمان میں ہونے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ان

بدوی عربوں کو فرمائیے کہ اگر انہیں کفر و سلاہ کا یہ آخری معرکہ نہیں کہ اگر تم اس میں شریک نہ ہوئے تو پھر تمہیں اپنی جان بھاری اور سرفروشی کے

جوہر دکھانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ اس سستی و گاہ عالم میں یہ سلسلہ تاحشر جاری رہے گا۔ ایک طاقتور جنگجو اور بہادر قوم سے منقریب کر ہونے

والی ہے۔ اس وقت تمہیں دعوت جہاد دی جائے گی۔ اگر اس وقت تم نے اس دعوت پر قیام کی، میدان جہاد میں داؤد شجاعت دی اور اپنی

جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا اور اگر اس وقت بھی تم نے اپنی ذاتی بڑولی اور منافقت کے باعث

نورگدالی کی اور جہاد میں شریک ہونے سے گریز کیا تو یاد رکھو تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ کہ یہ دعوت جہاد ان قبائل کو کب دی گئی جو قوم ہیں کہ قرآن نے انہیں بائس شدید بڑی طاقتور اور

جنگجو قوم کا خطاب دیا ہے۔ وہ کون سی قوم ہے۔ تاریخی روایات میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ انسان ان کے مطالعہ سے پریشان ہو جاتا ہے کہ

ان میں سے کون سی روایت واقع کے مطابق ہے، لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ میں غور کیا جائے تو حقیقت بظہر کر سکتے آجاتی ہے اور کسی

شک و شبہ کی گہما شس باقی نہیں رہتی۔

ارشاد خداوندی ہے کہ تمہیں ایسی قوم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی جائے گی جو بڑی طاقتور، جنگجو اور بہادر ہوگی۔ اس جنگ کا انجام بھی قرآن نے بتا دیا کہ تقاتلو فہم اویسلا من یعنی تم ان سے جنگ کر کے انہیں خاک و خون میں ملا دو گے یا وہ اسلام قبول کریں گے یا تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ ان تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے اب آپ روایات کا غیر جانبداری سے مطالعہ کریں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صحیح قول کون سا ہے۔

ہمارے مباحث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد عہد رسالت میں کفر و مسلام کے درمیان مندرجہ ذیل فرقے کے ہونے: غزوہ موتہ، فتح مکہ، جنگ حنین و طائف، غزوہ تبوک۔ ان میں سے کوئی بھی اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ غزوہ موتہ میں روزیوں کے ساتھ ٹکر ہوئی مسلمانوں کی تعداد فقط تین ہزار تھی۔ روزیوں کی تعداد مختلف روایات ایک لاکھ یا دو لاکھ تھی لیکن اس جنگ کا نتیجہ یقاتلون اویسلا من نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے تین ہزار تھے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید نے لشکر کی قیادت سنبھالی۔ آپ کی جنگی مہارت، عبقریت اور بے مثال شجاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا لشکر جوڑی ذل روزیوں کے محاصرہ میں پھنس گیا تھا اور جس کے پھنسے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ حضرت خالدؓ کے دشمن کے محاصرے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ جنگ فیصلہ کن نہ تھی اسی لیے جب یہ لشکر مدینہ طیبہ واپس آیا تو مسما نے ان کا استقبال اس طرح نہ کیا جس طرح ایک فاتح لشکر کا کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض نے تو انہیں بھگورنا (خوار و نوا) کہا لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بل ات تم کراون۔

اس کے بعد فتح مکہ کے لیے روانگی کا وقت آیا۔ ایک لشکر چار ہزار کا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں پہلے ہی خوشخبری سے دی تھی۔ لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین مخلقیں رؤسکم و مقتضیرین لا تحت اخون۔ یعنی آپ انشاء اللہ تعالیٰ مسجد حرام میں داخل ہوں گے امن کے ساتھ اور آپ کو قطعاً کوئی خوف نہ ہوگا اس شہرہ کے بعد یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضورؐ جنگ کے ارادے سے کوئی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اتنے بڑے لشکر کو لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ کفار کو اتنے مرحوم ہو جائیں کہ اگر کسی کے دل میں شرارت اور فتنہ انگیزی کا خیال ہو بھی تو وہ اس کی ہمت نہ کر سکے۔ تاہم اس پر شاہد ہے کہ جب اسلام کی فرج ظفر موج اپنے ہادی و مرشد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت مکہ میں داخل ہوئی تو ان کا ڈکاؤ واقعات کے سوا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جنگ کا تو اہل مکہ نے ارادہ تک نہ کیا۔ قریش کہہ اگر پہلے اولی باس شدید کا مصداق ہوں تو ہوں لیکن بڑے اعدا و خصوم غزوہٴ احزاب کے بعد تو ان میں یہ دم خم ہی نہ رہا تھا کہ وہ مسلام کے خلاف سینہ سپر ہو سکیں۔ اب تو وہ اپنی دیرینہ ہٹ اور عدالت کو بنا رہے تھے۔ ورنہ ان کی قوت کو کوئی ہر گز بھی نہ تھا۔ جب قریش کے حریف بنی کنظہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیف بنی خزاعہ پر شب خون مار کر عہد شکنی کی تو اہل مکہ کی نیند اڑ گئی۔ انہیں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا کہ اب مسلمان ہم سے انتقام لینے کے لیے چڑھائی کر دیں گے۔ چنانچہ ابوسنیان مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ بڑی لیا جت اور خوشامد سے اس صلح نامہ کو برقرار رکھنے کی درخواستیں کرتا رہا۔ کئی صماہ کرامؓ کی بھی بڑی ہمت سماجت کی کہ بارگاہ رسالت میں اس کی سفارش کریں، لیکن بے نیل مرام وہ وہاں سے واپس آیا اس لیے فتح مکہ وقت قریش اور ان کے حلیف تھما اس قابل نہ تھے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں اولی باس شدید کے الفاظ استعمال ہوتے۔

ہوازن اور ثقیف نے بے شک اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کیا، لیکن اسلام کے بارہ ہزار بہادروں کے سامنے ان دو مین ہزار آدمیوں کی کیا حقیقت تھی۔ جنگ خنین کی ابتدا میں جو واقعات رونما ہوئے جن کے باعث ہوازن کا پتہ بھاری نظر آتا ہے، وہ میدان جنگ میں پیش نہیں آئے تھے۔ بلکہ مسلمانوں کا لشکر بے ترتیبی سے ان کی وادی "اوہاس" کی طرف بٹھ رہا تھا۔ انہوں نے کہیں گاہروں میں اپنے تیر انداز چھپا کر ٹھہریے تھے۔ بے خبری اور بے حیائی کی حالت میں جب لشکر اسلام کی چند محرمیاں اس جنگ ذرہ سے گزرتے گئیں تو انہوں نے اپنا کھتیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی جس سے جگہ ٹھنکی گئی، لیکن جوں ہی حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق حضرت عباسؓ نے اپنی گرجی دار آواز سے مسلمانوں کو دکھایا یا معشر الانصار اللذین آؤوا ونصروا یا معشر المهاجرین الذین بایعوا تحت الشجرة۔ ان محمدیہ احیائی فہم لہوا۔ وادی کے کوڑے کوڑے لہتیاک، لہتیاک کی صدائیں گونجنے لگیں۔ سب پروانہ وار دوڑتے چلے آئے اور لہر میں جنگ کا پانسہ لٹ کر رکھ دیا۔ ہوازن اور ثقیف اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی کو پیچھے چھوڑ کر جنگ گئے۔ علامہ ابن خلدون کے قول کے مطابق صرف چار مسلمان شہید ہوئے۔

واستشهد من المسلمین یوم حنین اربعۃ۔ ائین ابن ام ایمن اخواسامۃ لام وینید بن زعم۔ ابن اسود وسراقہ بن حرث من بنی العجلان وابو عامر الاعمش۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۲، صفحہ ۱۵۱)

ان حقائق کو سامنے رکھ کر آپ غزوہ خنین کا جائزہ لیں، آپ کا دل ان باتوں سے لگا کہ اس آیت میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ یہ معمولی جھڑپ نہیں ہو سکتی۔

رہا غزوہ تبوک تو اس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہاں رومیوں کو ہمت ہی نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے صفت آرا ہو سکیں۔ لقات لو نھم او یسلسون کا مفہوم وہاں ہی نہیں پایا جاتا۔

ہاں غزوہ خیبر کے بعد سب سے پہلے سلام اور باطل کی جو خون ریز لڑائی ہوئی وہی اس آیت کا مصداق بن سکتی ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جو محمد مصطفیٰ میں سید کذاب کے ساتھ لڑی گئی جن لوگوں نے اس جنگ کے حالات پڑھے ہیں وہی اس کی شدت کا کچھ احساس کر سکتے ہیں۔ بڑے انتہا کے ساتھ اس خون ریز معرکہ کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ آپ کو پورا اطمینان ہو جائے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے بعد عرب کے نو مسلم بڑے قبائل میں قبائلی عصیت کا فتنہ باگ اٹھا اور ابتدا کی آگ بھڑک اٹھی کسی نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کوئی غلافت اسلام کی حاکمیت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، بعض طالع آزمایے بھی تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ سب سے زیادہ خطرناک یہی فتنہ تھا۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، سید کذاب قوت، اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام خطرات کا قلع قمع کرنے کے لیے بوڑھا آدمی شروخ کرینے سید کذاب کی روز افزوں قوت سلام اور اسلامی مملکت کے لیے شدید ترین خطرہ بن کر ابھری تھی۔ دو سالوں میں سید کذاب اور اس کا پانچواں اقتدار قبیلہ بنو نضیرہ میں ہو گیا جو بابل، جنگلی مہارت اور شجاعت کے باعث عرب بھر میں مشہور تھا، ارد گرد کے دوسرے قبائل بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے۔ قبائلی عصیت نے ان کا اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ وہ سید کو مجبور سمجھتے ہوئے بھی اس کی مدد کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ جنگ ظہیر النمری جو بنی نضیرہ کا سردار تھا، یہاں آپ کو اس نے لوگوں سے چھپا کر سید کہاں ہے؟ سید کے عقیدت مندوں نے جواب دیا کہ تم نام



لے کر سیلہ کا ذکر کرو چکا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جب تک میں اس کو دیکھ نہ لوں میں اس کو رسول نہیں کہوں گا جب  
دو دن کی ملاقات ہوئی تو علی نے پوچھا کہ تم اسے پاس کون آتا ہے؟ سیلہ نے کہا رحمان۔ پھر اس نے دریافت کیا آیا ثوبان غلام ہے؟  
رہتی میں یا تارکی میں؟ سیلہ نے کہا تارکی میں۔ علی نے جواب دیا اشہد انک کذاب وان محمدًا (علیہ الصلوٰۃ والسلام)  
صادق لکن کذاب ربیعة۔ اہلبیت الیہامن صادق مفسر۔

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جو مل ہے اور محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنے ہیں لیکن بڑی قبیلہ کا جو مل ہے مفسر قبیلہ کے چپے سے  
زیادہ مہرب ہے۔

اسی ایک واقعہ سے آپ قبائلی عصبیت کا آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔  
دیکھتے ہی دیکھتے سیلہ کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ سارے علاقہ پر اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ پہلے مسلمانوں کا لشکر مکرہ ابن ابی جہل کی قیادت  
میں آیا لیکن ان کے شدید حملہ کی تاب نہ لا کر پناہ لیا۔ اس کے بعد شمر بن ابی اسد نے سیلہ پر دھاوا بولا لیکن قریب پنیدہ نہ تھا حضرت  
صدیق اکبرؓ نے حضرت خالدؓ کو جنہیں حضورؐ نے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار سیف من سیوف اللہ فرمایا تھا اس قتلہ کی سرکوبی کے  
لیے جیسا کہ پہلے لکھی ہے اور ماجرن اور ابدالہ صدیق کثیر تعداد تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس کا کافی تعداد میں تھے چنانچہ حتر باکے گاؤں کے گلے میدان  
میں دو دنوں شکر خف آکر پہنچے سیلہ کے جاں فروش سپاہیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ اتنا بڑا لشکر اہل عرب نے اس سے پہلے کسی نہیں دیکھا  
تھا۔ سارے سپاہی فولاد کی زنجیروں میں غرق تھے۔ اسلحہ کی فراوانی تھی۔ زاوراہ کی ذمت تھی۔ جب یہ جنگ شروع ہوئی جس کے نتیجے پر اسلام کے  
مستقبل کا انحصار تھا تو مرتدین نے پہلا حملہ اس شدت سے کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکڑ گئے۔ دشمن بڑھتے بڑھتے اس غیر تک پہلا آیا جو کاندھ نجیب  
کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ حضرت خالدؓ کی جعفریت اور بے نظیر شجاعت کام آئی۔ حضرت خالدؓ خود گھوڑے پر سوار ہوئے۔ یا محمد! اہ کانہو لکھا  
اور سیلہ پر حملہ کر دیا۔ چند گھنٹوں کی خون ریز لڑائی میں دشمن کے سات ہزار سے زیادہ سپاہی ہلاک ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے چکر کا نا اور سیلہ کے  
گرد و پیشانیہ کر کے ہونے والے سپاہیوں پر بقیہ خائف بن کر گئے اور ان کو گاہر موم کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ اس اچانک اور بے پناہ  
حملہ سے ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے سیلہ سے پوچھا شروع کیا۔ ابن مساکت تعدد نا جس نصرت کا تم ہم سے وعدہ کیا کرتے  
تھے وہ کہاں ہے؟ سیلہ نے کہا قاتلوا علی احسابکم۔ میری ہجو وہ مدد کا انتظار نہ کرو۔ اب اپنی خانہ دانی عزت و کمیت کے لیے جنگ  
کر دیر کہا اور میدان جنگ سے ہٹا کر حکم ابن طفیل نے جب اپنی قوم کی بے دروائی دیکھی اور افراتفری کے عالم میں میدان سے شکست کا  
کر بھاگتے دیکھا تو پکارا۔ یا بانی حنیفہ الحدیقہ۔ لے نی غیضہ باغ میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں قریب ہی ایک وسیع باغ تھا جس  
کی چار دیواری بڑی مضبوط اور اونچی تھی اور آہنی دروازے بڑے پختہ تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے پناہ لی۔ حضرت برائہ ابن مالک نے جب  
یہ دیکھا کہ دشمن قلعہ بنا باغ میں پناہ کریں ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مجھے اور پانچا کسی طرح باغ کی دیواری پر چڑھاؤ۔ انہوں  
نے منع کیا لیکن ان کا اصرار برقرار رہا چنانچہ آپ کو دیواری پر پہنچا دیا گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے بڑی جوش سے دروازے کی طرف بڑھنا شروع  
کر دیا۔ راستے میں جو مرتد ملا اس کو تیرتین کر دیا۔ یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچے اور اسے کھول دیا۔ مسلمان مجاہدین اندر داخل ہو گئے  
بڑے گھمان کی لڑائی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ جوشی (قتالی شہداء) حضرت علیؓ نے سیلہ کو قتل کر دیا۔ جب اس کے لشکریوں کو



تو بے گاہہ اپنی ہی رسوائی اور زور و سیاهی کا باعث بنے گا لیکن جس نے بیان و قلم باندھا اور پیراس کے تقاضوں کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا جس اجر کو قرآن عظیم کمرہ ہے اس کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ان آیات میں ان مردان پاکباز، عاشقان و فقاہت مندوں کا تذکرہ ہے اور پیراس کا حق ادا کر دیا ساتھ ہی اس جاں سپدی جنوں نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ ہدایت بخش پر بیعت کی اور پیراس کا حق ادا کر دیا ساتھ ہی اس جاں سپدی اور وفا شاری کا جو صلہ باز گاہ و رب جلیل سے انہیں از نانی ہوا اس کو بیان کر دیا تاکہ دنیا و دیکھ کے کاف کے محبوب کے غلام، اس کے آغوشِ لطف و کرم کے پروردہ، اسلام کے لشکر کے یہ جیلے غازی کسی قسم کے لوگ تھے۔

سنہ ۶ ذی القعدہ کے مہینہ میں حضور سرور کائنات علیہ الطیب الصلوٰۃ و اہل النبیات اپنے چودہ سو ماں شادوں کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے احرام باندھے ہوئے تھے۔ قربانی کے ہاں راسم تھے۔ ذاتی مخالفت کے لیے ایک تلواری کے علاوہ کسی قسم کا سامان جنگ ان کے پاس نہ تھا۔ اللہ کے بندوں کا یہ گروہ اللہ کے گھر کی زیارت کے شوق سے سرشار ہو کر مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اہل مکہ کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ ان کے پاس اپنا سفیر بھیج کر انہیں اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کریں اور ان کی اس غلط فہمی کو دور کر دیں کہ مسلمان مکہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں۔ اس نازک اور اہم مقصد کی تکمیل کے لیے نگاہ رسالت نے چودہ سو صحابہؓ میں سے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا۔ آپ کے وہاں جانے کے بعد یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار مکہ نے آپ کو شدید کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں ایک جہان پیدا ہو گیا۔ نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نازک صورت حال میں ایک ایسا اقدام کیا جس سے نیا بھر کے جرنیل بنی ممالک کر سکتے ہیں کہ قوم کے جوش و خروش کو کسی طرح تعمیری مقصد کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ حضور ایک رخت (سرو) کے نیچے تشریف فرما ہو گئے اور فرزند ان سلام کو دعوت دی کہ وہ اس بات پر بیعت کریں کہ جب تک خون عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لیں گے میدان جنگ نہ بنیں گے۔ اس بیعت کی برکت سے مسلمانوں میں ایسا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور جاں بازی کا وہ بے پناہ جذبہ بیدار ہو گیا جس کو دنیا نے کفر کے خونِ قاہرہ بھی شکست نہیں دے سکتے تھے۔ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے صلح کر لینے میں ہی اپنی خیریت مانی۔ اس بیعت کی دوسری برکت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پاکباز بندوں اور اپنے محبوب کی شہین ممالک کے پرانوں کے سروں پر اپنی رضا کا تاج سجا دیا۔

مبارک صدر مبارک الیہ اسلام کے سرکھن مجاہد و ائمہ دار ب تم پر راضی ہو گیا۔ مبارک صدر مبارک الیہ محمدی مکتب کے شاگرد و ائمہ اپنی زندگی کے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ مبارک صدر مبارک! براہِ عشق کو اپنے حسن عمل اور خلوص نیت کے رنگین پھولوں سے آراستہ کرنے والو! ایسا مکتب آگے والے ارباب و فقاہی راہ میں تمہارے ایسے چراغ روشن کر دیے ہیں جن کو کوئی آندھی سمجھا نہ سکے گی۔ تمہاری جاں فروشی کے فضیل محبت کی دنیا آباد ہے گی۔ مادہ حق کے مسافر تمہارے کاناٹوں سے تاباں اکتساب فیض کتے رہیں گے۔

آیت کے ان ذرا نی کلمات میں غور کیجیے اللہ تعالیٰ کیا فرما رہا ہے۔ کس زمانہ سے فرما رہا ہے اور کن کے بارے میں فرما رہا ہے۔ ازم تکید قد بلئے تکید۔ رضی ماضی کا صیغہ جو تحقیق اور وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ اسم جلال کو ظاہر ذکر کر دیا یعنی بلا شک و شبہ با



# الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

مؤمنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا شے

# فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً

پس انہاں نے اطمینان کو ان پر نازل اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی شے اور بہت سی غنیمتیں بھی (دعا کیوں)

اللہ تعالیٰ انہیں بھیگاتے کھن سے، المؤمنین سے اس میں یہ انعام و نیکوئی ہے کیوں کہ اس وقت جب کہ آپ نے اس درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور آپ کے یہ غلام و بولہاؤں اور حاضرین جو کہ آپ کے دست پاگ پر فرشتے جہاں بازی اور وفا شاماری کی بیعت کر رہے تھے۔

اولیٰ علم آیت کی بلاغت پر فرمائیں کہ رضی اللہ عنہم استعمال کیا اور یہ یاقونہ منافع کا مرضی کا بیعت اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے لڑنی ہو گیا خداوند شہرہ کی کی دولت سروری سے ان کو مال لکڑیا اور یہ یاقونہ منافع ڈگر کرنے میں لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا اتوا پند اور مجرب ہے کہ اسے لطفی کے حملے نہیں کیا یا سکتا بیعت کا وہ ایمان افزہ منظر تو سبھی نگاہوں میں ہے کہ آپ نے اس کے باج شادوق و شوق سے دوڑے چلے گئے ہیں اور بیعت کر رہے ہیں یہ سہما منظر اور اس کی ایمان پروردگار ہمیشہ عالی ہی رہے گا ماضی کی داستان نہیں بنے گی۔

شے یعنی ہم ان کے دلوں کی کیفیت معلوم اور پکی بخت کو خوب جانتے ہیں اور یہی بنا ہے کہ ان کو اپنی ضمانندی کی سند زانی فرمائی ہے ایک شیعہ منظر طبری اس آیت کی دو ضمانت کرتے ہیں کہتے ہیں فعلہ ما فی قلوبہم من الیقین والصدور والوفاء منسالیان جلد ۶ ص ۲۰۳ یعنی ان کے دلوں میں یقین سبیلہ و وفاء کے پائیز و جذبات تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں جان لیا پھر وہ کسی شیعہ منظر لافتنی لاشان کہتے ہیں فعلہ ما فی قلوبہم انچہ ردول ہنہ ایشاں است انطوس بختیت و منافع بخت ویزیر درخت و وفا و صداقت نسبت نمودن العاقین جلد ۶ ص ۲۰۳ م ۲۰۴ یعنی ان کے دلوں میں جو عقیدت کا انطوس اور بخت کی صفات اور آپ کو وہی کی وفا کے جذبات تھے ان کو جان لیا تو ان کی کہ اس آیت سے بیعت بنوان نے تشریح کئے والوں کا انطوس اور ایمان ثابت ہو گیا جس کی تصدیق چار چار ایمان نجد مالوں کو بھی کر پڑی جن کے دلوں کے تو ایمان سے نور پانے کا گواہ و عظیم بذات الصدور ہوا میں کسی دوسرے کی شہادت کی قطعاً ضرورت نہیں۔

شے اللہ تعالیٰ نے ان مخلص بندوں کو جن انعامات اور نوازشات سے نوازا ان اہلوں میں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔

پہلا احسان تو یہ تھا کہ ان کے دلوں کو سکون اور طمانیت سے مملو کر دیا گیا کیونکہ یہ شہر کو اس انعام کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ ہو آپ کسی ایسے شخص سے اس کی توجہ و قیمت لڑیں جو پادوں طرف سے دشمن کے دشمن میں ہو دشمن سے بزدلانا ہونے کے لیے اس کے پاس تھیاری نہ ہوں اپنے وطن اور اپنے دوستوں سے سیکڑوں میل دور جو ایسی حالت میں پادوں نہ لڑیں ہاتھ دکھائیں انکھیں تیرہ ہوں دل جو ان اپنے نون پر شباب کی کیفیت ظاہری ہو دشمن کی کثرت اس کا انطوس کا ماحول اس کے لیے بہت دشمن نہ ہو بلکہ اس کے موصول اور عزم کوئی قوت سے سرشاکر رہا ہو اس سے بچو حفاظت لاسکتا ہے علیہم کہ کسی نعمت ہے کہ نوازا احسان ہے یہ انعام کن لوگوں کو دیا گیا؟ فرمایا علیہم وہی جنہوں نے عیبیہ کے تمام ہلاک و درخت کے نیچے میرے مجرب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی طبری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں وہی اللطف المقوی قلوبہم و الطمانین یعنی اللہ نے ان پر لطف فرمایا انکھوں کو مضبوط کر دیا اور ایمان سے لبریز کر دیا اور ایمان جلد ۶ ص ۲۰۳

شے یہ دوسرا انعام ہے جس سے مخلصین کی اس جماعت کو بہرہ و نوازا دیا گیا یعنی مغرب ہم تمہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا فرمائیں گے اور غرور

# يَاخُذُ وَنَهَاوُكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَّكُمْ اللهُ مُعَانِمَ كَثِيْرَةً

جن کو وہ اذیت پہنچا رہا تھا اور اللہ نے سب کے نبوت بڑا دانا ہے۔ اے غلامانِ مطلق! اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم اپنے

ذکر نے کا جو وعدہ تمہیں پہنچا ہے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ جب کفر سرنگوں ہوگا اور اسلام کو چم ادا نہ ملے گا تو تمہارے رنجیدہ ولی فرحت اور اوساط سے باغ بان ہو جائیں گے۔

یہاں بھی انشا بہم "میں ضمیر مشغول کا مزاج وہی لوگ ہیں جنہوں نے بیعت الرضوان کا شرف حاصل کیا تھا۔

اس خوش خبری کا مصلحت خیر ہے کیونکہ سفرِ مدینہ کے فوراً بعد یہی غزوہ پیش آیا یہودیوں کے ہاں سے قلعہ اور تمام گڑھیاں فتح ہوئیں اور اسلام کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو حکم دیا کہ اس سفر میں صرف وہی لوگ جو کابلی کا شرف حاصل کریں گے جو مدینہ کے سفر میں ہمارے ساتھ تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے بھی خاشا بہم کی ضمیر کا مزاج متعین ہو گیا۔

لے یہ میرا انعام ہے جس سے جاں فروشوں کے اس گروہ کو سرفراز فرمایا جا رہا ہے یعنی ہم انہیں مالِ غنیمت دیں گے اور بکثرت دیں گے جس سے ان کے اخلاص کا خاتمہ ہو جائے گا یہ اموالِ غنیمت جنہیں غنم کثیرہ کہا گیا ہے، غنم سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ اموالِ واطحاک ہیں۔

حیرت میں کفار کو کہے کے ساتھ جس صلح نامہ پر دستخط ہونے اس کی مدت دس سال تھی۔ اس صلح سے اہل مکہ اور ان کے حلیف قبائل جو مکہ کے گرد و نواح اور جنوبی حجاز میں پھیلے ہوئے تھے ان کی طرف سے حملہ کا بند نہ ختم ہو گیا۔ اس طرح مدینہ طیبہ پر مسلسل کئی سال سے دشمن سے برس بھر بیکار تھا، شب و روز ان کی ہلنا کار کا کھٹکا لگا رہتا تھا اس سے سکون ملا تو فرما ہی رہتی تھی نے ایک دوسرے مذاک کی طرف توجہ فرمائی یہ نمازِ خیبر کے یہودیوں کا تھا۔ اسلام اور بغیر اسلام سے عداوت میں یہ لوگ کفار کو کہے دو قدم آگے تھے۔ ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی خیبر کی زرخیز وادی ان کی ملکیت تھی، وہاں انہوں نے اونچی پٹانوں پر متعدد قلعے اور گڑھیاں بنائی ہوئی تھیں جو دفاعی نقطہ نظر سے بڑی مستحکم تھیں۔ یعنی قریظہ اور بنی نضیر کے علاوہ بنی نے ان کی عداوت کو اور بڑھا دیا تھا۔ ان کے پاس افرادی طاقت کی بھی کمی نہ تھی۔ خیبر کے قلعوں میں جنگجو بہادروں کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ انہوں نے سلمہ کے اہل را کہے تھے۔ ان کے پاس خوراک کے اتنے ذخائر تھے جو مہاصرہ کی صورت میں کافی مدت تک ان کے کام آسکتے تھے عرب کے مشرک قبائل پر ان کا اعتماد باقی نہ رہا تھا۔ حجاز میں مختلف مقامات پر وادی القریٰ تیار ہیں جو یہودی قبائل آباد تھے وہ ان کو ساتھ ملا کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے قبیلہ غطفان سے بھی ان کے گہرے تعلقات تھے۔

یہی خطرناک اور کینہ زروز دشمن کی طرف سے صرف نظر یا انہیں حملہ کی تیاری کے لیے مزید مہلت دینا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ حضور نے خیبر پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور اس مہم میں شرکت کے لیے غطفان، ہمدانوں کو دعوت دی گئی جو مدینہ کے مقام پر بیعت الرضوان سے مشرف ہوئے تھے۔ یہ سفر بڑی رازداری اور بڑی تیزی سے کیا گیا۔ ایک رات لشکرِ اسلام خیبر کی طرف رواں دواں تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عامر بن ابی العوجہ کو یاد فرمایا۔ انزل یا ابن الزکوة عغد لنا من ہت اتانک۔

لے اگرچہ کے فرزند فرما رہے آ رہا اور اپنا کلام سناؤ وہ آتے اور انہوں نے بڑی خوش الحالی سے یہ اشعار پڑھے۔

واللہ لولا اللہ ما اہتدینا ولا تصدقت اولاد صلینا

بمخدا اگر اللہ تعالیٰ نہ رہا تو ہم کو نہ ہدایت نصیب ہوتی اور نہ صدقہ دینے اور نماز پڑھنے کی توفیق میسر آتی۔

انا اذا قوم بفسوا علینا وان ارادوا فقتلنا ایبنا

ہم وہ جان بازیں کہ اگر کوئی قوم ہم پر سرکشی کرتی ہے اور ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو ہم اس کے سامنے سر جھکنے سے انکار کرتے ہیں۔

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الازقدام ان لوقینا

اسی ہم پر سکینہ نازل فرما اور جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھو۔

ان کے یہ شعر سن کر حضور بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: میرا جھک ریک لے عامر! تیار رہ تبھی پر جسم فرمانے سے میں نے حضرت عمرؓ فرمایا اٹھو۔ وجیت یا رسول اللہ لو امتعتنا بدمقتل یوم خیبر شہید ذالے اللہ کے پیارے رسول! آپ کے اس غلام پر شہادت واجب ہو گئی۔ گمشد حضور کچھ مدت اور ہمیں ان سے متفقہ ہونے دیتے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ نے غزوہ خیبر میں شہادت پائی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ خیبر ایک شہر کا نام ہے۔ وہاں ایک ہی قلعہ تھا جب وہ فتح ہوا تو خیبر پر سلاطین کا چرچا لہانے لگا اس طرح صحابہ کرام نے خیبر کو سر کرنے میں جن جاننازیوں کا مظاہرہ کیا اور جس طرح داد و شہادت دی ان کا صحیح علم نہیں ہو سکتا۔ میں تقاریر کرام کی اجازت سے تحقیقت حال ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں۔

خیبر ایک علاقہ کا نام ہے جس میں کئی آبادیاں، مشرفہ و قلعہ اور گڑھیاں تھیں۔ یہ علاقہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک کا نام "قناة" ہے۔ یہ پہاڑی حصہ ہے اس میں چٹانیں اونچے نیچے ٹیلے اور پتھر ٹلی زمین ہے۔ دوسرے کا نام "شق" ہے۔ یہ نرم زمین میں واقع ہے اس کی آب و ہوا صحت کے لیے مضر ہے۔ "قناة" کے مشہور قلعوں کے نام یہ ہیں: حصن نام، حصن العصب، ابن معاذ، حصن زینرہ اور شق کے مشہور قلعوں کے نام یہ ہیں: سموان، نمل، قوص، دلج اور سلم۔

جب حضور خیبر کی وادی میں داخل ہوئے گے تو سب کو حکم دیا: "قفوا۔ زک باؤ۔ پھر یہ دعا مانگی:

اللہم رب السموات وما اظلمن ورب الارضین وما اظلمن ورب الشیاطین وما اظلمن ورب الراح وما اذرن نساکن خیر هذه القریة وغیر اهلها ونعوذ بک من شرھا وشر اهلها وشر ما فیھا اے اللہ! اے آسمانوں کے رب اور جس پر وہ سایہ لگن ہیں اور لے زمینوں کے رب اور جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اے شیاطین کے رب اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے اے ہوائوں کے رب اور جنہیں وہ اڑائیں ہیں اے اس گاؤں اور اس میں رہنے والوں کی بھلائی کی تجھ سے التجا کرتا ہوں اور میں گاؤں اس میں رہنے والوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (پھر سستی میں داخل ہوتے وقت یہ دعا مانگا کرتے۔)

پھر وادی خیبر میں داخل ہوئے۔ صبح کا وقت تھا۔ یہودی حسب معمول روزِ مزد کے کام کے لیے گداہیں کہنیاں اور لوگ سے اٹھائے



ہوئے اپنے قلعوں سے باہر نکل کر کام کاج کے لیے جا رہے تھے لشکر اسلام کو وہاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ واللہ محمد و آلہ وسلم نے اپنی ہاتھ مبارک بلند کئے ہوئے نعرہ مارا: اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا باساحة قوم صا صبا المذربین۔ اللہ رب سے بڑا ہے خیبر اجر گیا ہم جب کسی قوم کے صحن میں آتے ہیں تو ان کی صبح بڑی خطرناک ہوتی ہے۔

تمام نوزائین اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا، ابن کثیر، ابن شہیر، ابن خلدون، بڑی شدید جنگ ہوئی یہودیوں نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا یہ سلسلہ کئی دن تک طاری رہا، یہاں تک کہ لشکر اسلام کو فتح ہوئی اور قلعہ پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا بطرانی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضور نے اس روز ارشاد فرمایا کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عاقبت اور سلامتی ماننا کرو۔ لیکن جب جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے فقوا لواللہم ربنا و ربہم یومنا و فوا صیہم بیدک انما اقتلہم انت ثمر الزموا الارض جلوسا فاذا غشوکم فانهضوا وکرتوا یعنی دشمن جب بل بولے اس وقت کہو لے اللہ! تو ہی ہمارا اور ان کا رب ہے۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو ہی ان کو نکل کرنا ہے۔ یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ جاؤ پھر جب دشمن تم پر قبضہ بولیں تو کھڑے ہو جاؤ اور زور سے نعرہ کبیر بلند کرو۔

قلعہ نام سر کرنے کے بعد قلعہ صعب کا محاصرہ کیا گیا۔ یہ قلعہ بڑا مضبوط تھا۔ اس میں ان کے خوراک کے ذخائر تھے۔ اس کی حفاظت کانہوں نے بڑا اہتمام کیا ہوا تھا تین روز تک جنگ ہوتی رہی۔ دونوں فریق داؤد شجاعت جیتے جیسے مسلمانوں کے پاس خوراک کی کمی نہ تھی۔ حضرت خباب بن منذر کو حضور نے یاد فرمایا۔ ان کو کلمہ دیا اور اپنی دعاؤں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ یہودیوں کی طرف سے یوشع نامی پہلوان میدان میں آیا اور دعوت مبارزت دی۔ حضرت خباب نے ایک ہی وار میں اس کو ذبح کر دیا۔ پھر زبیل نامی یہودی اپنی تلوار لہرایا ہوا، عمارہ ابن انور الفخاری نے اس کو مہل بچھم کیا۔ آخر یہ قلعہ بھی فتح ہوا۔ اس میں جز کھجور لگی، شہد زرتیون چربی وغیرہ کے لئے ذخائر مسلمانوں کے ہاتھ آئے جن کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی فائقہ کشی کا خاتمہ ہوا۔

لیکن علامہ ابن اثیر اور ابن خلدون کے قول کے مطابق قلعہ قمرص کا محاصرہ کیا گیا۔ یہ یہودیوں کے سردار ابی اہنیق کے قبیلوں کا قلعہ تھا۔ اس میں یہودیوں کی عورتیں جمع تھیں۔ آپ خود انازہ کر سکتے ہیں کہ یہ قلعہ کتنا مضبوط ہو گا، لیکن چند دن کی شدید جنگ کے بعد اس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

علامہ پانی پتی کے قول کے مطابق قلعہ صعب کے بعد صہارہ نے قلعہ زبیر کو اپنے قبیلے میں لے لیا۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا تین دن لگے کہ یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ اس آٹنا میں غزال نامی ایک یہودی حضور کی خدمت میں آیا اور کہنے لگے ابو القاسم! اگر آپ مجھے امان دیں تو میں آپ کو ایسا طریقہ بتاؤں گا جس سے یہ مشکل حل ہو جائے گی۔ ویسے اگر آپ ایک مہینہ تک بھی اس کا محاصرہ کیے ہیں تو یہودیوں کو پروا تک نہ ہوگی۔ قلعہ میں شتر نہیں ہیں۔ رات کے وقت وہ ان شترگوں سے نکل کر پانی بھر لاتے ہیں۔ اگر ان شترگوں کو تباہ کر دیا جائے تو یہودی فوراً ہتھیار ڈال دیں گے۔ چنانچہ حضور نے ایسا ہی کیا۔ یہودی اب کھلے میدان میں نکل کر لڑنے سے پر تیار ہو گئے۔ سخت جنگ ہوئی بہت سے صحابہ کرام نے جاہ شہادت نوش کیا اور یہودیوں کے گشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے حضور کو فتح ہوئی

نظارت کے علاوہ کا یہ آخری قلعہ تھا۔ اس علاقہ سے فراغت ہوتی تو نیش کے علاقہ میں یہودیوں کے قلعوں کو سر کرنے کی طرف حضور متوجہ تھے۔ سب سے پہلے قلعہ سومان کا محاصرہ کیا گیا۔ فریقین نے اپنی اپنی شہامت کے خوب جوہر دکھائے۔ عزول نامی یہودی دعوت مبارزت دیتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت نیا ب ابن منذ نے آگے بڑھ کر اس کو جہنم رسید کیا۔ اس کے بعد ایک اور یہودی بہادر نے مسلمانوں کو فلکار حضرت ابو جہل نے اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانوں نے نعرہ کھیر بلند کیا۔ قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ اس کے آہنی دروازے کو توڑ کر مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابو جہل پیش پیش تھے۔ ان کی تلوار یہودی پزیر بکلی بن کر گر رہی تھی۔ یہاں بھی مسلمانوں کو بہت ساتھی سامان ریوڑ اور خوراک کے ذخائر دستیاب ہوئے۔ یہاں شکست کھانے کے بعد یہودی جان بچا کر اسی علاقہ کے دوسرے قلعہ حصین نذل میں اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ ایک کثیر جمعیت قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئی اور حضور علیا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کا عزم کر لیا۔ ان لوگوں نے لشکر اسلام پر تنگ باری اور تیرا گھنی کی حکم دی۔ کئی تیرے حضور کے لباس کے ساتھ آ کر ہرست ہو گئے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ٹہنی میں ننگریاں لیں اور انہیں اس قلعہ کی طرف پھینک دیے۔ قلعہ کی بنیادیں لرز گئیں۔ ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

ابن کثیر ابن اثیر اور ابن خلدون کی روایات کے مطابق آخری قلعہ جن پر مسلمانوں نے حملہ کیا وہ دمشق اور سلام کے قلعے تھے۔ انہیں میں سے ایک قلعہ میں مرحب نامی ایک پہلوان تھا جس کی قوت ہمدانی اور فنی مہارت کی دھوم سلنے جزیرہ عرب میں مچی ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نامور صحابہ نے جب یہودیوں کے ان آخری مورچوں پر حملہ کیا تو انہوں نے بھی جان کی بازی لگادی۔ کئی دن تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک دن حضور نے حضرت صدیق اکبر کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ دن بھر گھسان کی جنگ ہوتی رہی، لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ شام کو یہ لشکر اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ دوسرے روز حضرت فاروق اعظم کی قیادت میں لشکر نے اس قلعہ پر حملہ کیا۔ شدید لڑائی ہوئی، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! وحیٰ تجھ سے آج آج بھیج اللہ ورسولہ وحبیبہ اللہ ورسولہ یاخذہا عنوۃ۔ بعد ازاں میں یہ جہنم ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے۔ وہ اس قلعہ کو زبردستی یہودیوں سے چھین لے گا۔ صبح ہوئی۔ حضور نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو یاد فرمایا۔ عرض کی گئی ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا انہیں لے آؤ۔ سلمہ کہتے ہیں میں آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر بارگاہ رسالت میں لے گیا۔ حضور نے پوچھا علی! کیا ہوا؟ عرض کی آنکھیں دکھنے لگی ہیں۔ سخت درد ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔ فرمایا میرے نزدیک آؤ۔ میں قریب گیا تو حضور نے میرا سراپائی گود میں رکھ لیا۔ پناہ طلب دہی اپنی مبارک تشلیوں پر تلا اور میری آنکھوں پر لگا دیا۔ پھر کیا تھا درد غائب۔ آشوب ختم کا فور۔ ایسے معلوم ہوا جیسے مجھے کوئی تکلیف تھی یہ نہیں۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اسلام کا پرچم شہر نذا کو رحمت فرمایا اور اپنی دماغوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف رخصت کیا اور وصیت فرمائی کہ ان کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا۔ اگر ایک شخص کو بھی تیری وجہ سے ہدایت نصیب ہو گئی تو میرے شمار سترخ آؤٹوں سے بہتر ہے۔ آپ نے قلعہ کے قریب پہنچ کر ایک میدان میں جہنم لگا ڈیا۔ اس روز آپ نے سترخ لباس زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ قلعہ کی دیوار سے ایک یہودی نے جھانکا اور پوچھا تمہارا نام کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا علی ابن ابی طالب۔ اس نے قلعہ بند یہودیوں کو کہا اب تمہاری شکست یقینی ہے۔ غلب تم یا معشر الیہود۔ مرحب مست ہاتھی کی طرح زندہ نا ہوا تھا۔ اس کے سر پر آہنی خود تھا۔ اس کے جسم

پرچک دار آہنی زرہ تھی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت تخمیر الی مرحب شاک السواح بطل محرب

یعنی خمیر کے درو دیار جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ بوری طرح مسلح ہوں بہادر ہوں ماہر اور تجربہ کار ہوں۔ اس کی اس بڑکوسن کر ملی المرنضی خمیر نڈا خمیر کی طرح گیسے اور فرمایا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ آلیکھ بالسیف کیل السنہ

لیث بغابات شدیدہ مقصورہ رابن اشیرا

میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے میں اپنی شمشیر نثارہ گلانہ کے ساتھ خوب ناپ ناپ کر ڈول گاؤں جنگوں

کا خمیر ہوں بہت سخت بہت نڈر۔

دونوں پہلوان ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ رعد کی طرح ان کے نعرے گونج رہے تھے۔ بجلی کی تیزی سے ایک دوسرے پر تھلکے دار کر رہے تھے۔ آخر ذوالفقار حیدری صاف موت بن کر اس پر گری۔ ڈھال پارہ پارہ ہو گئی۔ خود کو کاٹتی 'زردہ کو چیرتی' اس کے جسم میں تیرتی اور اس کے دل کو چمکے کرتی ہوتی پارہ پارہ کر گئی۔ مرحب کا گرانڈیل بٹنڈا دو ٹکڑے ہو کر خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔ لشکر اسلام میں نعرہ بکیر کی صدا میں بلند ہوئیں اور یہودیت کا یہ آخری حصہ بھی خربت حیدری سے سہا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے محبوب مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جان بازوں بہادروں کی ایسی فوج نظر فرمایا عطا فرمائی تھی جنہوں نے خمیر کے ان مضبوط قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کیا اور ان پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ ان قلعوں کے فتح ہونے سے ہر قسم کے اموال غنیمت کے ڈھیر لگ گئے۔ نہ انہیں خوردنی کا انازہ لگایا جا سکتا تھا اور نہ دیگر قیمتی ساز و سامان کا جو مسلمان جنگ دستیاب ہوا وہ بھی بے انداز تھا۔ خمیر کی زرخیز وادی جس میں دور دور تک سرسبز و شاداب باغات تھے اور لہلاتے ہوئے کھیت تھے۔ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمادے۔ اس طرح وہ وعدہ پورا ہوا جو اس آیت میں کیا گیا تھا "وعدنا انکم کثیرۃ مآخذ و نھما۔"

اب آپ اس آیت کو دوبارہ پڑھیے۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان صحابہ کرام کا کتنا بلند مقام ہے جنہوں نے حیدریہ کے میدان میں اپنے آقا و مومنی کے دست مبارک پر سرفروشی کی بیعت کی تھی۔ ان خوش نصیبوں کو چند ماہ کے اندر لاکھوں ایک خطرناک دشمن پر فتح عطا فرمائی۔ مال غنیمت آنا دیا جس کا انہوں نے کبھی تصور تک بھی نہ کیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے خلوص اور ایمان کی خود گواہی دی اور ان کو اپنی خوشنودی کے شردہ سے نوحہ نہ فرمایا اور اپنی رضا کا ایسا زریں تاج ان کے سروں پر بچایا جس کی آب و تاب ختم ہر ماہ کو تازگی سے تازگی ہے۔ جس کی چمک دمک میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ جنہوں نے اپنے رب کو راضی کر لیا۔ جن پر ان کا رب راضی ہو گیا۔ اگر کوئی جہاں یا کم فہم ان سے برہم یا ناراض ہوتا ہے تو ہوتا ہے۔ ان کی شان رفیع میں گستاخی کرنا ہے تو کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنا نام اعمال ہی سیاہ کرے گا۔ ان نفوس قدسیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

انذکتہ عنی یا مئی القلب را ضیا اذی کل من فی الکونین یبتئسہ

اے میرے دل کی مراد! اگر تو مجھ پر راضی ہو جائے تو مجھے یوں لگتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز میرے لیے مسکرا رہی ہے۔



# تَاخُذُ وَنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّتْ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ

اپنے وقت ہر اعمال کرنے کے لئے پس ہمدی شے وہی ہے تمہیں یہ صلح آئے اور روک دیا ہے اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے لے کرنا اور تاکہ جو چاہے یہ

# آيَةُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَأُخْرَى لَكُمْ تَقْدِيرًا

وہاں نصرت کی نشانی اہل ایمان کے لیے آئے اور تاکہ ثابت قدمی سے گامزن رکھے میں صراط مستقیم پر آئے اور کئی مزید نعمات بھی ہیں پر تم قدرت نہیں

آئے سابقہ آیت میں اس فتح اور ان عنانم کا ذکر کیا جو ملے ہی بخشی جانے والی تھیں۔ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ نوازشات کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوگا بلکہ جب تک تم اطاعت و خلوص کا مظاہرہ کرتے رہو گے ہمارا ہر رحمت تم پر برکت ہی رہے گا۔ تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ بے شمار نعمتوں سے تم ہمیں مالامال کرتے رہیں گے اور اس سے پیشتر کہ نوازشات کا یہ سلسلہ شروع ہو ہم نے تمہیں صلح حدیبیہ سے نوازا ہے جو تمہاری مستقبل کی کامرانیوں اور نعمات کی تمہید ہے۔ اس آیت میں جن منافع کا ذکر ہے حضرت ابن عباس اور ماہر فرماتے ہیں کہ ان سے مزاد قیامت تک حاصل ہونے والی نعمتیں ہیں۔ قال ابن عباس وجماعہ انہم اللغائم التي تنكون ان يوم القيامة (القرطبي) آئے اس جلد میں ہندہ کا شمار الیہ صلح حدیبیہ ہے۔ قال ابن عباس عجل لكم صلح الحدیبیة۔ اور بعض نے ہندہ کا شمار الیہ عنانم خیر کر بنا لیا ہے۔

آئے یہاں ایک اور احسان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم احبار ہانڈے ہوئے اور قرانی کے جانور ہانڈے ہوئے عمرو کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حدیبیہ میں پہنچے تو کفائے مزاحمت کا پکا اداہ کر لیا۔ تم اپنے وطن سے ازحافی تین سو میل دور تھے۔ فوری طور پر ملک یا آلہ پہنچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ کفار صرف تیرہ میل کدے دور تھے۔ ضرورت پڑتی تو بڑی آسانی سے انہیں رسد مسلمان جنگ لڑی ہو گیا ہو سکتے تھے اور گردے قبائل بھی ان کے حلیت تھے۔ لہذا ہر حالت بڑے تشویشناک تھے۔ یہ نہیں نے تم پر کرم فرمایا کہ ان کے دل ٹوٹ گئے۔ ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ ان پر ایسی وحشت اور رعب طاری ہوا کہ انہوں نے صلح کو نصیحت جانا اور انہیں ہمت نہ ہونی کہ وہ تم سے جنگ کریں۔

آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حدیبیہ چھپے سے اپنے جاں نثار صحابہؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں ممکن تھا وہاں کے یہودی مسلمانوں کے اہل و عیال پر قبہ بول دیتے اور خون ریزی کا بازار گرم کر دیتے۔ ان کے مال مویشی ٹوٹ لیتے اگر ایسا ہوتا تو تمہاری پریشانی کی حد نہ رہتی لیکن تمہارے خداوند ذوالجلال نے یہودیوں کو یہ ہمت نہ دی کہ وہ ایسی حرکت کریں اور تمہارے لیے پریشانی کا باعث بنیں۔

آئے اس سفر میں جو واقعات رونما ہوئے قدم قدم پر نصرت خداوندی نے جس انداز سے تمہاری باوری فرمائی اور تمہیں ہر طرح کی گزند سے سلامت رکھا اور تمہارے دشمنوں پر خوف اور رعب مسلط کر دیا۔ یہ سب (آیتیں) واضح کلمات الفاظ میں اعلان کر رہی ہیں کہ تم خدا کے ہوا اور خدا تمہارا ہے اور تمہارا دین اللہ کا دین ہے جس کی حفاظت اور کامیابی کا وہ ذمہ دار ہے اور تمہارا دین کرم اس کا محبوب بندہ ہے جس کے ساتھ اس نے وعدہ ناک ذکر کیا کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہر تارکے مصلحت اور خطرناک موٹاس وعدہ کے ایسا ثابوت مہیا کرتا رہتا ہے۔

آئے تم پر اس کی یہ مہربانیاں ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان نوازشات سے وہ تمہیں صراط مستقیم پر

عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿۳۶﴾

کہتے تھے شکہ لیکن وہ ان کے احاطہ قدرت میں نہیں شکہ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت قادر ہے۔ ۳۶

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَ

اور اگر جنگ کرتے تم سے یہ کفار تو پیٹھ سے کھار کر بھاگ جاتے پھر نہ پاتے کسی کو (دنیا بھر میں) اپنا دوست

لَا نَصِيرًا ﴿۳۷﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَحْدِثُونَ

اور مدگار شکہ یہ اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے لکن اور اللہ کے دستور میں تو ہرگز

نہایت قدسی سے سونے منزل بڑھتے چلے جانے کا عزم عطا فرمایا جاتا ہے۔

۳۶ اس آیت سے ان فتوحات کا مشرہ اور ان اموالِ غنیمت کے حصول کی بشارت ہے جن کو مسلمان ان دنوں تصور بھی نہ کر سکتے

تھے مغرب میں شام، فلسطین، مصر، شمالی افریقہ، سپین اور مشرق میں عراق، ایران، افغانستان، برصغیر وغیرہ ممالک کی فتوحات ملواریں۔ قال

ابن عباس ہی الفتوح التي فتحت على المسلمين كأرض فارس والسرزم وجميع ما فتحه المسلمون (القرطبي)

اس آیت میں فتح مکہ کی خبر بھی دی گئی ہے اس وقت یہ پیشین گوئی کون کر سکتا تھا کہ مغرب کی سلام کا پرچم لہرانے لگے

گا کس کی عقل یہ سوچ سکتی تھی کہ عرب کے یہ بادشاہین چند سالوں میں مشرق و مغرب کی دو عظیم طاقتوں کو یک وقت یوں بچھا دیں گے کہ

پھر وہ سنبھل نہ سکیں گی اور ایک صدی کے اختتام سے پہلے معلوم دنیا کے تین تہ حصوں میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مسئلے

دنیا بھر گھسنے لگے گی۔

۳۷ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ ایسا کرنا تمہارے بس کی بات تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ باہر نہیں ملتا قرطبی

نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا۔ وقیل حفظها اللہ علیکم لیکون فتحها لکم یعنی اللہ تعالیٰ نے ان ملکوں اور مالوں کو محفوظ رکھا ہے

تاکہ تم اگر ان میں فتح کرو۔ ان کے قتلے اور شہر تمہارے استقبال کے لیے اپنے دروازے کھول دیں۔ قیصر کسریٰ کے جوڑو روم اور جاہلرات کے

انباریں وہ تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دیے جائیں۔

۳۸ آیت کا یہ فقرہ کتنا بر محل اثر اگیز اور حوصلہ پرور ہے۔

شکہ یعنی اگر کفار کو تمہارے ساتھ جنگ آنا ہوتے تو انہیں ایسی رُسوا کئی شکست دی جاتی کہ میدانِ جنگ سے ہٹ کر پیر کرسی

پر پاؤں رکھ کر بھاگ جاتے اور اس شکستِ مالی میں کوئی بھی ان کا ساتھ نہ دیتا۔

۳۹ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول ہے کہ آخر کار اپنے رسول اور اس کے فرمانبردار امتیوں کو فتح و کامرانی سے بہکن کرے کہ بکفر و ہٹل کو

شرنک شکست ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ہمیشہ سے دستور ہے۔ تاہا ایسا ہی ہے گا۔ کوئی طاقتِ مذمتِ الہی کو بدل نہیں سکتی۔

اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے ۵۵۲

بِطَّنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا

وادی مکہ میں باوجودیکہ تمہیں ان پر مستابر دے دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے

تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

تھے غریب دیکھ رہا تھا ۵۵۳ یہی وہ (بے نصیب) ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں بھی روک دیا مسجد حرام میں داخل ہونے سے

الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ حِمْلَهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالُ الْمُؤْمِنُونَ

سے اور قربانی کے جانوروں کو بھی کہ وہ بندھے رہیں اور اپنی بگڑ بگڑ نہ پہنچ سکیں۔ اور اگر نہ ہوتے (مکہ میں) چند مسلمان مرد

وَأَسَاءَ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُنَّ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فِتْصِبَكُمْ مِنْهُنَّ

اور چند مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اور یہ اذیت نہ ہوتا) کہ تم روند ڈالو گے انہیں سو تمہیں پہنچے گی ان کی وجہ سے

۵۵۲ اگر چہ عیبیہ کے مقام پر باقاعدہ لڑائی کی فوجت نہیں آئی لیکن کفار کے کئی حصے بغض باطن سے مجبور ہو کر مسلمانوں سے چیز چھین کر لے رہے تھے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مکہ کے آسمانی شوریہ سرسری طرح ہو کر جبل تنیم سے اترے تاکہ بے خبری میں شکر اسلام پر دعا پڑھ لیں اس سے پیشتر کہ وہ ہم پر حملہ کرتے جہنم ان کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور گرفتار کر لیا لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ مکہ میں ابی جہل نے پانچ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر شکر اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کا ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا لیکن وہ دم دبا کر جھاگ نکلے اور مکہ کی گلیوں میں ہمارا پناہ لی۔ اس قسم کے کئی واقعات رونما ہوئے جن سے جنگ کے شعلے بجھ چکے تھے اور صلح کی کوششیں ناکام ہو سکتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت حال پیدا ہونے دی کہ کفار کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کر دیں اور تمہیں بھی یہ حوصلہ بخشنا کہ تم ان اشتعال آگیزوں سے برا فرود نہ ہو کر ان پر حملہ نہ کرو۔

۵۵۳ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہم کفار کی کارستانیوں اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہے تھے بلکہ فرمایا جو کچھ تم کر رہے تھے۔ مال اذیتوں اور اشتعال آگیز ماحول میں مہر و ضبط سے کام لے رہے تھے۔ یہی امور دیدنی تھے اور ہم انہیں ہی دیکھ رہے تھے تمہارے کارنامے ہی اس قابل تھے کہ چشم قدرت اور مشائخ فرمائے۔ باقی سب کفار کے کثرت اور ان کی کارستانیوں تو وہ آئی گئی تھیں کہ نہ قابل توجہ تھیں اور نہ قابل ذکر۔



مَعْرَةً يُغَيِّرُ عَلِمَ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا

مارے بلی کے باعث گناہ (نیر) تاکہ داخل کروے اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے ۵۶۰ اگر یہ (مکر) گناہ ہو جاتے

لَعَدَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ اذْجَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا

قوا اس وقت، جنہوں نے کفر کیا ان میں سے تو ہم انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتے ۵۶۱ جب دی کفار نے

۵۶۰ یہ ایک مسلم اصول تھا کہ جو شخص حج و عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ میں آتا اس کو روکا نہ جاتا، خواہ آنے والے شخص یا قبیلہ سے اہل مکہ کی کتنی ہی عداوت ہوتی۔ اس اصول پر بڑی سختی سے عمل کیا جاتا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہیں اتنی عداوت تھی کہ اس مسلمہ اصول کو بھی انہوں نے پس پشت ڈال دیا اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور قربانی کے جو ہاں مسلمان اپنے ہمراہ لائے تھے ان کے متعلق بھی اجازت نہ دی گئی کہ نہ منی میں لیجا کر انہیں ذبح کیا جائے۔ ان کے حسب راء کی فہرست بڑی طویل اور شرمناک تھی۔ ان سنگین برائیاں میں پہلے تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا جاتا، اور وہ کفر و شرک ان مفرد و ملبر داروں کو پیش کر دیتے لیکن کفر کی اس اندھیر گہری میں چند ایسے مرد اور عورتیں بھی تھیں جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ اپنی بے بسی کے باعث نہ وہ اسلام ظاہر کر سکتے تھے اور نہ وہاں سے ہجرت کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی ان کی پوری چھان نہ تھی۔ اگر جنگ چھڑ جاتی تو وہ بھی روڈ ٹالے جلتے۔ جب تمہیں اپنے مسلمان بہن بھائیوں کے یوں پس جانے کا علم ہوتا تو تم پر کوہِ اہم ٹوٹ پڑتا۔ فتح کی خوشی غم میں بدل جاتی۔ کفار بھی تم پر زبان طعن و تاز کرتے کہ دیکھو یہ اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی قتل کرنے سے باز نہیں آتے۔ اس طرح تمہارے خلاف ہتھیار پائیگنٹے کا طعن بڑھا کر دیا جاتا۔ کفار کے خلاف جنگ کا اذن نہ دینے میں یہ ایک حکمت تھی۔

۵۶۱ جنگ سے باز رکھنے کی دوسری حکمت یہ تھی کہ اہل مکہ میں بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اگرچہ ہمال مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے لیکن ان میں تھی پڑ پڑی کی صلاحیتیں موجود تھیں۔ انہیں بھرنے کا لالچہ کے لیے خرگھوڑا ماحول اور مناسب حالات کی ضرورت تھی۔ اگر اس وقت جنگ چھڑ جاتی تو ان کفار کے ساتھ جن کے دلوں پر نہیں لگ چکی تھیں۔ یہ لوگ بھی موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بن جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یہ نہ چاہا کہ ان کی صلاحیتیں اور قابلیتیں برباد ہو جائیں اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی، تاکہ ان لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار نہ کرنے کا مزید موقع مل جائے اور وہ کفر سے اپنا ناکھ توڑ کر اپنے رب کریم سے عبودیت کا رشتہ جوڑ سکیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس صلح کے بعد ہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایسا ایسا نایاب روزگار جنرل، حضرت عمرو بن العاصؓ جیسا ماہر سیاست دان، عثمان بن طلحہؓ کھید بردار کعبہ اور مکہ کے کنی میلل اللہ فرزند کشاں کشاں ہانگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ولایت ایمان سے الالامال ہوئے۔

۵۶۲ اگر یہ مسلمان مرد اور یہ مسلمان عورتیں کفار سے الگ کی جا سکتیں اور ان کو مشرف بہتے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم کفار کو ایسی وقت ایسے المناک عذاب میں مبتلا کر دیتے کہ انہیں چھٹی کا ڈوڈو دیا دیا جاتا اور ان کے سارے نشے برن ہو جاتے۔ اس آیت سے فقہانے

## فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ

لہنے دلوں میں شد کو وہی زمانہ، جاہلیت کی ضد شگہ تو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی سکین کو اپنے

ایک مسئلہ مستنبط کیلئے کہ اگر کفار کسی قلم میں مورچہ لگا کر بیٹھ گئے ہوں اور ان کے ساتھ اس قلم میں چند مسلمان قیدی بھی ہوں تو کیا اسلامی لشکر کے لیے اس پر گولہ باری یا بمباری جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر کفار کا لشکر مسلمان قیدیوں کو سامنے کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان سے ڈھال کا کام لینا چاہتا ہے تو کیا اس حالت میں ان پر فائرنگ جائز ہے یا نہیں؟ یا کفار کا کوئی بحری جہاز ہے جس میں کافر فرج کے علاوہ چند مسلمان بھی ہیں، کیا ایسے جہاز کو غرق کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

امام مالکؒ ان تمام صورتوں میں گولہ باری کی اجازت نہیں دیتے، لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اس کی اجازت دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں ماثر المسلمین کی بقا کا لازمہ ہے۔ اگر لشکر اسلام چند مسلمان قیدیوں کی موجودگی کے باعث کفار کے لیے قلم کی اینٹ سے اینٹ نہیں بچا دے گا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار لشکر اسلام کو پسپا کریں گے اور اس کے بعد ان قیدیوں کو تہ تیغ کرنے میں پس و پیش نہیں کریں گے۔

علامہ قرطبیؒ جو خود ماکی ہیں انہوں نے صراحتاً لکھا ہے کہ ان حالات میں مسلمان اسیروں کا معاملہ نہیں رکھا جائے گا جنہیں کافر ڈھال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، لیکن اس اجازت کو انہوں نے بعض شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ آپ بھی ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

وذلك اذا كانت المصلحة ضرورية كلية قطعية وقولهم ايضاً مسلمان قیدیوں کی موجودگی کے باوجود جنگی کارروائیاں اس وقت جائز ہیں جبکہ تین شرطیں پائی جائیں۔ مسلمان قیدیوں کو کوئی کا نشانہ بننے بغیر دشمن کو شکست دینے کی اور کوئی صورت نہ ہو۔ ایسا کرنے سے جمہور امت کا مفاد وابستہ ہو۔ ایسا کرنے سے اسلام کی فتح قطعی اور یقینی ہو۔

لیکن اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط بھی منقوہ ہو تو پھر مسلمان قیدیوں کو ہلاک کرنا جائز نہیں۔ اس آیت کے چند کلمات تحقیق طلب ہیں:

الْهَدْيُ وَالْبَهْدِيُّ، اس میں دونوں لغتیں ہیں۔ وہ جانور جو کعبہ میں قربانی کے لیے پیش کیا جائے۔ مِثْلَهُنَّ، ایسی کتب۔ اِلَى الْكُفَّةِ، مَمَكُوفًا، ای محبوسا جسے کسی جگہ روک دیا جائے۔

مَحَالَّةٌ، مَكَاتِهِ الَّذِي يُحِلُّ فِيهِ نَحْرُهُ، وہ جگہ جہاں اس کو ذبح کرنا جائز ہے، یعنی مٹی۔

تَطْلُوهُمْ، الوطئ واللدوس عبارة عن الازيقاع والازيادة، یعنی روزہ ڈالنا، بیچنا، دینا، برہا کر دینا۔

البعرة، العيب وهي مفعلة من العسر، عيب، تنگ و مار۔

تَشْرِيهًا، تفرقوا وتميز، بعضهم عن بعض، چھانڈا، ہونا، الگ الگ ہونا۔

شگہ آیت میں بڑے بیش اور دل نشین انداز سے اس تفاوت کو بیان کیا گیا ہے جو کفار اور اہل ایمان کے طریقہ کار میں تھا۔ پہلے

حمیتہ کی تحقیق ذہن نشین کر لیجیے۔

علامہ قرطبیؒ حمیتہ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ الحمیة فعیلة وهي الؤلفة يقال حمیت عن كذا حمیة

وَعَجَبِيَّةٌ إِذْ أَنْفَقَتْ مِنْهُ وَدَاخِلَتْ عَارِزًا وَأَنْفَقَتْ أَنْ تَقْعَلَهُ.

ادوانسی منہم وعرضی عرضہم کذی اللفظ بھی لفظ ان کی شہما  
یعنی حسرت کا وزن فعلیہ ہے۔ اس کا معنی خود داری اور کسی چیز سے نفرت ہے۔ کہا جاتا ہے حسرت عن کذا یعنی اس نے  
اس کام سے استغناہ اختیار کیا کیونکہ اس کام کا کرنا میرے لیے باعث ننگ و مارتھا۔  
طاہر ابن حیان کہتے ہیں کانت حسية جاهلية لانها بقير حجة وفي غير موضعها فانها ذلک  
محض تعصب۔

کنار کی حسرت کو حسرت جاہلیت اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی ضد بغیر کسی دلیل کے تھی غیر عمل میں تھی اور اس کی دوسری تعصب  
اور ہٹ دھرمی تھی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غم سے باز رکھنا ان کے صدیوں سے مروجہ دستور اور مسلمہ اصول کے سراسر خلاف تھا ان کے  
بڑے بڑے ہی انہیں اس قبیح حرکت سے روک رہے تھے۔ انہیں یہ بخوبی علم تھا کہ حضور کا یہ سفر محض غم و کرب کے لیے ہے۔ اس کے باوجود وہ  
اپنی ضد پر اٹھے ہوئے تھے۔ اسی کو قرآن کریم نے حسرت جاہلیت فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ قتلا  
ابنائنا واخواننا شریداً خلون علینا فی منازلنا واللوات والعسری اذ یدخلون ابداننا کہ ان مسلمانوں نے ہمارے بچوں اور  
بھائیوں کو قتل کیا کیا اب ہم انہیں اپنے گروں میں داخل ہونے کی اجازت دیں۔ لات وعسری کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

کنار کے لیے پانچ اور تعصب کا تو یہ حال ہے۔ ان کے برعکس میرے رسول اور اس پر ایمان لانے والوں کی کیفیت یہ ہے  
کہ انہیں غم کوئی ایسی بات کہنے کا حکم ملے جو ان کے جذبات کے خلاف اور ان کی خود داری کے سراسر منافی ہو یہ اللہ کا حکم ہے ہی بیکہ تسلیم  
و رضامندی ہاتھ ہیں۔ دل میں اضطراب کی جو موجیں سرشاری ہوتی ہیں فوراً سم جاتی ہیں۔ ان کا یہ اضطراب ان کی یہ ہے کہ اپنی ذات و اپنے نفاق  
کے لیے نہیں محض اسلام کے لیے اور نبی کریم کے لیے ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ ہر میدان میں ظاہر اور باطناً اسلام کو غلبہ حاصل ہو۔ ان کے محبوب  
کی عظمت کا دیکھا جیسے اس مقصد کے حصول کے لیے اگر ان کے مال کی ضرورت ہے تو وہ سب کاسب قدموں میں ڈھیر کرنے کے لیے بعد  
نوحی آمادہ ہیں۔ اگر ان کی جانوں کی ضرورت ہے تو وہ اپنے سرگٹنے کے لیے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے آمادہ ہی نہیں بلکہ  
بے تاب ہیں۔ کہہ کے بہت پرستوں کی عارضی کامیابی اور وقتی تسرت بھی ان کے لیے سوہانِ رُوح بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی اس  
کیفیت سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس لیے اس کی نگاہوں میں ان کی بڑی قدر ہے۔ جب وہ ان کے دلوں میں ناموس اسلام اور ناموس رسالت کے  
لیے اضطراب و بے کلمی کے طوفان اٹھتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ ان کے دلوں کو سکون و طمانیت سے نوازتا ہے۔ ان کی بے تابیوں اور بے چینیوں  
سرتوں میں بدل جاتی ہیں۔

خوشا وہ دل جسے عشقِ محبوب میں اضطراب و بے قراری کی لذتیں بخشی جائیں۔ خوشا وہ لذتِ اضطراب جو محبوب کی چشمِ لطفِ کرم  
کا اپنی طرف منہ دل کر لے بلکہیں وہاں آئے گی جہاں بے چینیوں ہوں گی۔ دلا ساسے دیا جائے گا جو دردِ فراق سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ  
رہا ہوگا جہاں تم بجز میری آنکھیں شگبار نہ ہوں وہاں ابر رست برستے تو کیوں برسے جہاں مقصد کے لیے تڑپ نہیں وہاں الطینان ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔



# رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ

رسول دکریم پر اور اہل ایمان پر اور انہیں استقامت بخش دی تقویٰ کے کلمہ پر ۵۶۳ اور وہ اس کے مختار بھی تھے

# بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ

اور اس کے اہل بھی تھے ۵۶۴ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۵۶۵ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرط پائی تھیں وہ بھی ہرگز نہ غلط اور اسلام کی کمزوری کی غمازیوں میں سے ان جانفروں کو لے کر یہاں پہنچا تھا جنہوں نے دست مبارک پر جان کی بازی لگائی تھی اور پھر وہاں پہنچ کر کسی کا جذبہ ایثار نہ اٹھاتا تھا آسانی اس کا اضطراب شدید تھا حضرت فاروق اعظمؓ سے زیادہ اضطراب تھے کیونکہ ان کی غیرت ایمانی اس قدر بھی بڑھتی تھی کہ ان کے لئے یہ شرط اور ایسے سوال نے حکم دیا تو اس کا جواب نہ دیا۔ سزا دلاطمنہا کہتے تھے سب مطمئن ہو گئے۔

۵۶۴ خود سہراؤں کی کیا اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی ارشاد ہوا والزمہم کلمۃ التقویٰ۔ ان چند کلمات میں اطاعت والفاظ کی جو دنیا سہری گئی ہے کاش آپ اس میں غور کریں۔ الزم کہتے ہیں کسی چیز کو کسی کے ماتھے میں چھپا کر لینا کہ وہ اس سے جواز رکھے۔ چنانچہ علمائے ملت لکھتے ہیں۔ الزم الشیئ اثبتہ و اللعہ والنجمہ صاحب لسان العرب نے طرز میں۔ الزمہ ایادہ فالترجمہ ورجل لزومۃ یلزم الشیئ فلا یضار قہ۔ یعنی کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ یوں چسٹ ہانا کہ وہ اس سے الگ نہ کی جاسکے۔

تاکر میں ہے۔ الزمہ ایادہ فالترجمہ وھو لزومۃ ای اذا لزم شیبۃ الزیفر قہ۔

کلمۃ التقویٰ سے اولاد الہ اللہ محمد رسول اللہ ہے حضرت علی اور ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کلمۃ التقویٰ سے اولاد الہ اللہ واللہ اکبر ہے۔ اب آپ عموماً صاف کہتے ہیں کہ میں انہوں نے تقدیر کے متعلق اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو توحید کے دہلیز میں لایا ہے اور ان کے دل میں کلمہ حق نقش کر دیا ہے۔ غرض میں نے تم کو اللہ رب العزت سے نہیں بنا سکتا جسے اللہ تعالیٰ ثبات و دوام بخشنے کو ان ہی ایسی قوت ہے جو اسے خدا کر کے وہ لگے جو صحابہ کرام کے ایمان پر زبان طبع و دماغ کرتے ہیں اس پر یہ سب کچھ ان تین انہوں پر غور کریں انہیں اپنی کتابی نگار اور عقلی کا احساس پہنچانے کا یہ آگاہی بات ہے کہ کوئی اپنی بیسیوں کے باعث حیرت و جاہلیت کی پہلی میں مبتلا ہوا اور اس آیت میں غور کرنے کے بعد بھی اپنی غم سے بزدل نہیں رہے۔

۵۶۵ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام پر اپنی رحمتوں کو جس فیاضی سے بھرا دیا کہ ان کا سلسلہ ہی ختم نہیں ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے وکانوا العقبہ ما اہلہا جو دنیا بات کیے مانا اور انعامات خرد و انان پاکانوں پر فوطے گئے ہیں وہ بلا وجہ نہیں بلکہ وہ اس کے تھیں۔ اپنی زبانوں کیوں کہ جس وکشی انہوں میں انہوں نے منظر دکھایا ہے جس غم سے میرے حیرت کے دست پاک پر انہوں نے بیت کی ہے ایمانی حیرت اور اسلامی غیرت جس کے باعث وہ شرط صلح حدیبیہ ان تمام چیزوں نے انہیں اس کا اعتبار بنا لیا ہے کہ ہر دل کو ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں۔ سادھی و اہلہا کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ وہ قابل نہیں ہیں کہ انہیں ان نوازشات کی قدر ہو بلکہ وہ ان کے اہل ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت اور قابلیت ہے کہ وہ ان کی قدر کریں اور ان سے بھر پور فائدہ اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ میں انہوں نے تقدیر کے متعلق اور الہیت کی گواہی سے راجح ہے ان کے لئے میں تم سے نکلنے سے کام لیتا کسی مرد و ان کو زور نہیں دیتا۔ ۵۶۶ صحابہ کرام پر یہ نوازشات کسی ایسی ہی تھیں نہیں فرمائیں جو ظاہر کو تو جانتی ہو باطن سے بے خبر ہو۔ زبان پر آنے والے کلمات کو تو سن

۱۰۷



## اٰمِنِيْنَ مُخَلِّقِيْنَ رُوُوْسَكُمُ وَّمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اس نامان سے منزلت ہے اپنے رسول کو یا ترشواتے ہوئے۔ تمہیں (کسی کا) خوف نہ ہوگا لہٰذا وہ جانتے ہوئے نہیں

## تَعَلَّمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتَحًا قَرِيْبًا ۗ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا

جانتے تو اس نے عطا فرمادی (تمہیں) اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے یہاں اپنے رسول کو

کہتے ہیں صدقہ المحدث تو اس کا معنی ہوتا ہے اَنْبَاءُ بِالصَّدَقِ یعنی اس نے اسے صحیح اور سچی بات سے آگاہ کیا اس طرح صدقہ القوم کا معنی ہے قلت لہم صدقاً یعنی میں نے ان سے سچی بات کہی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق آیت کا وہی معنی ہوگا جو میں نے کیا ہے یہ معنی بڑا واضح اور ہر قسم کے مختلف سے پاک ہے۔

بعض حضرات نے یہ معنی بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اگرچہ لغت میں صدق اس معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن اس مقام پر یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ آیت حدیث سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی۔ اس خواب کی تفسیر دو سو سال ہوئی جب مکہ فتح ہوا۔ اس صورت میں یہاں تاویل کا سہارا لینا پڑے گا۔

۲۱۵ یہ فرمانے کے بعد کہ میرے رسول کرم نے جو خواب دکھایا ہے وہ میں نے دکھایا ہے اور میں نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے۔ اس میں ادنیٰ شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔ اب اس خواب کا ذکر ہے جو دکھایا گیا آیت بالکل واضح ہے۔ سادہ ترجمہ ہے اس کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے۔ البتہ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کافقرہ غور طلب ہے۔ اِنْ شَکَ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ اللہ کا کام ہے اس میں شک کا کیا دخل؟ گزارش ہے کہ یہاں اِنْ کا معنی اِذْ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم سب پر آمین میں داخل ہو گے۔ اِنْ بمعنی اِذْ کا استعمال عام ہے۔ صاحب لسان لکھتے ہیں۔ وتجبی اِنْ بمعنی اِذْ ضرب قولہ اتقوا اللّٰه وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین المعنی اِذْ کنتم مومنین۔ یعنی اللہ سے ڈرو۔ باقی سوچو اور دیکھو کہ تم ایمان لائے ہو۔ اس آیت میں بھی اِنْ کا معنی اِذْ ہے۔

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کافقرہ یہاں ذکر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نبی کریم اور صحابہ کرام کا اس واقعہ کو نہ بنانا اس لیے نہیں کہ کفار بہت طاقت ور تھے اور مسلمان ان کی قوت سے متاثر ہو کر واپس چلے گئے، بلکہ اللہ کی مشیت یہ تھی کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں وہ حکمتیں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا لیکن تم نہیں جانتے تھے۔

فعلہم ما لم تعلموا سے اسی کی طرف اشارہ ہے جب یہ مصیبتیں پوری ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے حبیب کے قدم سینت لڑوم سے مکہ کی پیاسی زمین کو شرف فرمائے گا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اپنے بندوں کو بھی بتا دیا کہ تماری یہ نصیبانی میرے لطف و کرم کی ہر چون منت ہے تم میں خود یہ بہت نہ تھی کہ تم ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کر سکو چنانچہ علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں۔ وطلبہ تعدیض اذن وقوع الدخول من مشیبتہ تعالیٰ لا من جلاوتہم وتدبیرہم (روح المعانی)

چنانچہ دوسرے سال سات ہجری ماہ ذی قعدہ میں حضور اپنے صحابہ کو ہر کاب لے کر عمرو کی قضا کے لیے مکہ کو ترش لیا لے



## بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

(کتاب ہدایت اور دین حق سے کہ سچے مگر غالب کر دے اسے تمام دینوں پر سچے اور رسول کی صداقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

گئے جب مسلمانوں کے کمر میں داخل ہونے کا وقت آیا تو کفر و باطل کے سرخنے کو چھوڑ کر چلے گئے تاکہ وہ اس ایمان افروز منظر کو نہ دیکھیں۔ ان کے علاوہ یہ نورانی منظر دیکھنے کے لیے کہ کے مرد و عورتیں نیچے راستوں میں، سرکانوں کی چپتوں پر جہاں کسی کو بگدلی جم کر بیٹھ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں۔ اسلام کے متوالوں کا جھگٹا ہے۔ لبیک اللہم لبیک کی صدا میں بلند ہو رہی ہیں۔ تہہ پسیوں کا یہ گروہ ان کی گونئی رونقیں بخش رہا ہے جو سالہا سال سے سُنّی پُری تھیں جو اللہ کا نام سننے کے لیے ترس گئی تھیں جن ہفتادوں کو کفر کی ظلمتوں نے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ آج پھر وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرے گونج رہے ہیں۔

حج و عمرہ ادا کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مناسک سے فارغ ہونے کے بعد سر سُنّی میں یا بال تشریح میں، لیکن تشریح نہ کرنے سے منڈانا افضل ہے حضور نے ملحق کرنے والوں کے لیے تین بار دعا فرمائی اللہم اغفر للمسلمین۔ اے اللہ تعالیٰ سر سُنّی کرنے والوں کو بخش دے۔

۵۳ اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کبریائی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام رفیع اور منصب عالی کا ذکر فرمایا ہے کہ انہیں منصب رسالت پر فائز کرنے والے ہیں، انہیں نے ہی اس تہمید کو کتاب ہدایت عطا فرمائی ہے جس کے مقدم میں اس کی عظمت کلمہ عالم کو منور کرنا ہے، میں نے اس کو ایسا جامع نظام حیات اور شریعت پیش کی ہے جس کے رُبوبیت اور شریعت پر فائز کیا ہے جو افاضل و فخریہ و گناہوں پر حنائیوں سے روزے ہوتے گلشن انسانیت کے لیے پرینام بہا ہے جس کو میں نے اس منصب رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کر سکتی ساری دنیا نکال کر دے اس کی عظمت کا ہر تمام چمکتا ہی ہے گلے کھلا، تم نے میرے محبوب کے اہم گراہی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ مشائخہ پر اصرار کیا۔ اس ورق سے تو تم نے محو کر دیے لیکن لوح محفوظ مشعر و کبریٰ کے بلند کندھوں، جنت کے ایوانوں اور اہل ایمان و محبت کے اولاد قلب پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔ وہاں سے تو تم نہیں مناسکتے۔

”رسول“ میں اضافت نحو مطلب ہے۔ سارے رسول اسی نے بھیجے ہیں لیکن اس رسول کو جو نسبت ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔ برقی غضب بن کر باطل کو خاکستر کرنے کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ ابر حمت بن کر پسیا ہی دنیا کو سیراب کرنے کے لیے آیا ہے۔ فرمایا اے ہدایت اور دین حق سے کہ رُبوبیت کیا گیا ہے۔ ہدایت سے مراد قرآن، دین حق سے مراد شریعت یا ہدایت سے مراد علم دین سے مراد عمل۔ دین الحق میں اضافت موصوف الی الصفۃ ہے یعنی الدین الحق۔ ایسا دین جو حق ہے۔

۵۴ بتایا کہ جو دین نبی کریم کے لئے ہے وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ میری تائید اور اپنی نظری توانیوں سے ساری طاقتوں و قوتوں کو سرنگوں کرنے کا یہ غاروں میں چھپ کر اور ضائقا ہوں میں دُک کر رہنے والوں کا دین نہیں۔ یہ کائنات حیات سے واسن بچا کر کج مافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے منہ ہمت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیریں کا دین ہے جو کہ جتنے ہیں تو باطل کے روگئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان متعابوں اور شاہینوں کا دین ہے کہ جب وہ پر کشتا

# هُمَّ حَمْدُ رَسُولِ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشَدُّ أَعْلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ

ادبانی عالم محمد اللہ کے رسول ہیں جسے اور وہ دعاؤں میں جو آپ کے سامنے ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں انہیں میں بڑے رحم و دل میں جسے

ہم سے ہیں تو خدا کی پہنچیاں سٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندگی کی کٹھنی کو حادثات کے طوفانوں میں کینا ہاتھ تین۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان، مذاہب اور نظا منہائے حیات پر غلبہ بخشنے گا۔ اس وعدہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ محمد رسالت میں ہی اسلام کا پرچم کھڑا کرنے پر لہرانے لگا جو کفر و شرک کا گڑھ تھا۔ خلافت راشدہ میں ایشیا اور افریقہ کے بڑے ممالکوں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجھنے لگے۔ شرق و غرب میں کلمہ توحید کی صدا تیں گونجنے لگیں۔ غالب آئے کہ مطلب یہ ہے کہ یا لوگ اس کو قبول کر لیں گے یا اس کی برتری کو تسلیم کر لیں گے۔ مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں بھی نظر دیکھ کر کے میدانوں میں اسلام کا پرچم لہانا رہا۔

آخر میں فرمایا کہ میں اپنے رسول کی رسالت کا بھی گواہ ہوں اور اس حقیقت کا بھی گواہ ہوں کہ وہ کتاب ہدایت اور دین رحمت لے کر آیا ہے اور اس بات کا بھی ضامن ہوں کہ یہ دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔ اور میری گواہی کے بعد ان سچائیوں کو ثابت کرنے کے لیے کسی دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں۔

۵۵۔ اس کی ترکیب میں دو شعور قول یہ ہیں: ① مُحَمَّدٌ مَبْتَدَاً اَوْرَسُولُ اللّٰهُ اِسْ كِىْ خَبْرٍ ② هُوَ مَبْتَدَاً مَخْبُوفٍ مُحَمَّدٌ مَوْصُوفٌ۔ رسول اللہ صفت۔ یہ عطف بیان۔ دونوں مل کر خبر۔

یہ جملہ متانصب۔ اس میں اس چیز کا بیان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور رسول اللہ کے الفاظ جملہ اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر مشتمل ہیں۔ وہ مشتمل علی کل وصف جمیل۔ (ابن کثیر)

۱۔ یہاں سے انشاء سورت تک اللہ تعالیٰ اپنے ہی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی توصیف فرما رہا ہے۔ فرمایا کہ میرے رسول کرم پر ایمان لانے والے اور اس کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے کفار کے مقابلے میں بڑے بہادر بڑے طاقتور ہیں۔ یہ سیر کرنا سکتے ہیں لیکن ظلم کے سامنے اسے بجا کھانچ نہیں سکتے۔ یہ بجا کھال نہیں کہ دشمنان اسلام ان کو خرید لیں، یہ بزدل اور ڈرپوک نہیں کہ جو روٹم سے ان کو اس ناوہ محبت سے برگشتہ کر لیا جائے۔ انشاء شہید کی جمع ہے اور لفظ شدت کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور نے لسان العرب اور علامہ زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے۔

الشدّة: الجدة وثبات القلب والشديد، الشجاع، والقوي من الرجال والمجع اشداء زمان العروس یعنی شدت قوت اور دل کی محکمگی کا نام ہے اور اشدید شجاع اور طاقتور دیکھتے ہیں۔ اس کی جمع اشداء ہے۔ اشداء کا سبب تک یہ مفہوم ذہن نشین نہ ہو جائے گا۔ اس شخص کا نہیں ہوتا۔ انا انسان اس پر گمانی کا شکار ہوا ہے کہ اسلام کے یہ ماننے والے بڑے بے رحم اور سخت دل تھے اور کفار پر جو روٹم کرنے سے باز نہیں آتے تھے، حالانکہ آیت کا یہ مفہوم نہیں۔

کفار کے مقابلے میں تو یہ فرلاد کی چٹان ہیں جنہیں کوئی طوفان اپنی جگہ سے سرسبز کر نہیں سکتا۔ لیکن اپنے دینی مہمائیوں کے ساتھ

ان کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ بڑے نرم، بڑے شفیق اور بڑے مہربان ہیں۔ ان کی باہمی رافت و رحمت کی کیفیت کو جس طرح اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم كمثل الجسد الواحد وإن اشتكى مناه عضو تداعى له سائر الجسد بالحسنى والنهى۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کی مثال باہمی محبت اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بیمار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور زینہ کا نور ہو جاتی ہے۔ دوسرا ارشاد و گرامی ہے:

قال صلى الله تعالى عليه واله وسلم المؤمنون المؤمنون كالأئمة كالأئمة بعضهم بعضاً، وشبكت صلى الله تعالى عليه وسلم بين أصابعهم۔

ترجمہ: مؤمن کا تعلق مؤمن کے ساتھ ایسا ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دینے جیسے ہوتا ہے حضورؐ نے یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملا دیا۔ (بخاری)

ایک عرب شاعر نے بھی اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

حليم اذا ما العلم زين الصلوة  
على ان عند اللذ ومحبية

کہ میرا معبود اس وقت تک بڑا عظیم اور بڑا ہر ہے جب تک کہ علم باہمیت زینت ہو لیکن دشمن کے مقابلہ میں وہ بڑا خوفناک ہے۔  
ترجمان حقیقت کا ارشاد بھی ٹھیک ہے۔

اگر ہو نرم تو شیران غاب سے بے دگر  
اگر ہو نرم تو رونا منزال تادی

اہل ایمان کی باہمی محبت اور وابستگی کا یہ حال ہے کہ جب آگ سے ملنے مہلتے ہیں تو آبِ حیات کی طرح پہلو بہا کر نکل نہیں جاتے بلکہ مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا التفت المشركون وخصافحوا وحمدوا الله واستغفروا غفر لهما۔ یعنی جب دو مسلمان ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اپنے رب کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتا ہے۔

اس موقع پر علامہ آؤسی کی اس عبارت کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا: ملکہ کئی شہادت دہور ہو جائیں گے۔

واقامها اعتاد الناس بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له ولكن لا باس به فان اصل المصافحة سنة  
وكونهم محافظين عليها في بعض الاحوال ومقرطين في كثير منها لا يخرج ذلك البعض عن كونهم من المصافحة التي  
ورد الشرع باصلها وجعل ذلك العزمين عبد السلام في قواعد من البدع المباحة۔ (روح المعاني)

ترجمہ: یعنی ہمارے ہاں لوگوں کی عادت ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے۔ بعض حالات میں اس کی پابندی بلکہ اس میں غلو اس کو سنون مصافحہ سے خارج نہیں کر دیتا۔ چنانچہ شیخ الاسلام عز بن عبد السلام نے اپنی کتاب القواعد میں اسے بہت مبارک شمار کیا ہے۔





## فِي الْأَنْجِيلِ كَزَّرِعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَازَرَدًا فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ

انجیل میں بھی درج ہے کہ اس وقت سے پہلے ایک کیت کی مانند ہیں جس نے کھلا اپنا پنڈا لٹسے پھر تقویت دی اس کو چہرہ مضبوط ہو گیا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا

عبدالعزیز کی سے منقول ہے کہ اس سے مراد وہ لاغر اور زردی بھی نہیں بلکہ اس سے وہ نور مراد ہے جو عبادت گزاروں اور شہیدانہ دلوں کے ہاں سے ان کے چہروں پر چمکتا ہے خواہ وہ ماہر زندگی اور جوشی کیوں نہ ہو۔ لکتہ نور ڈیظہر علی وجوہ العابدین یبید و حسن باطنہم علی ظاہرہم۔ . . . . ولو کان فی زنجی او حبشی۔ (ذریع المعانی)

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے :

قال بعض السلف من حکثت صلواتہ باللیل حسن وجہہ بالنتہار کہ بعض بزرگوں نے فرمایا جو رات کے وقت کثرت نماز پڑھتا ہے دن کے وقت اس کا چہرہ بڑا دکھش ہو جاتا ہے حضرت جابر سے یہی الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں لیکن ابن کثیر کہتے ہیں۔ والصحیح انہ موقوف وقال بعضهم ان للحسنۃ نور فی الطب و ضیاء فی الوجہ وسعة فی الرزق و محبة فی قلوب الناس۔ یعنی بزرگوں کا قول ہے کہ کئی کئی دنوں کے دل میں ایک نور پھرے میں چمک رزق میں فراخی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ ما استزاحد مسیریۃ الا ابداھا اللہ تعالیٰ علی صفحات وجہہ و فلفقات لسانہ یعنی جو شخص کوئی کام ٹھپ کر بھی لڑناری سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے آئنا اس کے چہرے اور اس کے کلام میں نمایاں کر دیتا ہے۔

حضرت امام مالک سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب نصاریٰ نے ان صحابہ کرام کو دیکھا جنہوں نے شام کا ملک فتح کیا تو وہ کہہ اٹھے۔ وَاللّٰہِ لَہٰؤُلَآءِ خَیْرٌ مِّنَ الْمَعَوْرِیِّیْنَ۔ خدا کی قسم! یہ لوگ مسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔

نکتہ امام لغت جوہری مشنل کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مشنل الشیئی ایضا صفتہ (صحابہ) یعنی مشنل کے دوسرے معانی کے علاوہ ایک یہ معنی بھی ہے کہ کسی چیز کی صفت و حالت کو مشنل کہتے ہیں۔ قال ابن سیدہ و منہ قولہ تعالیٰ مشنل الجنة التي وعد المتقون۔ . . . . وقال ابو اسحاق معناه صفة الجنة۔ (تاج العروس / لسان) ابن سیدہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں بھی مشنل کا یہی معنی صفت ہے۔ ابو اسحاق سے بھی یہی معنی منقول ہے۔

اب آیت کا تفسیر ہو گا کہ میرے رسول کے صحابہ کے یہ وہ اصناف اور صفات ہیں جو تورات اور انجیل میں مذکور ہیں یعنی نے تورات پر وقت کیا ہے۔ ان کے نزدیک مشاہم فی الانجیل کا تعلق اگلے جملہ کوزع سے ہے۔ یعنی یہ تو وہ اصناف ہیں جو تورات میں مذکور ہیں۔ انجیل میں ان کی جو صفت بیان کی گئی ہے اس کا ذکر کوزع اخراج سے ہو رہا ہے۔

اللہ آیت کے اس حصہ میں جو مشکل الفاظ ہیں پہلے ان کی وضاحت ضروری ہے۔

ذرع، جو فصل زمین سے اگتی ہے اسے ذرع کہتے ہیں۔ الزرع نبات کل شئی یخثر لسان ایساں مراد ایک بال یا

# عَلَى سَوْقِهِ يُعْجَبُ الزُّرَّاءُ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللهُ الَّذِينَ

پہننے تنہ پر اس کا جوہن خوش کر رہا ہے ہونے والوں کو سلاقت تاکہ آتش غیظ میں جلتے ہیں انہیں دیکھ کر کفار سلائے اللہ نے و مدہ فرمایا ہے جو ایمان

انگوری ہے جو پیٹے نمودار ہوتی ہے۔ قال عقاب تل هو نبت واحد۔ (قرطبی)

شطاطۃ: غصہ لختہ و اولادہ (قرطبی) والشططاً: فروخ المزروع (معانی) جو بچیاں پونے کی بڑوں سے چھوٹی ہیں۔  
آزرۃ: اعانتہ و قواد قال الحسن رزوع المعانی کسی چیز کی اعانت کرنا اسے مضبوط و مستحکم بنا دینا۔ آزر کا فاعل شطاطاً اور  
ذمیرہ کا مریض زرع ہے۔ یعنی وہ پہل بانی تھا اور کمزور تھی۔ اس کے پہلو میں اسی کی بڑ سے جو اوز بچیاں نکل آتی ہیں انہوں نے اسے مضبوط و  
مستحکم کر دیا ہے۔ استعلاظ: مزنا ہونا یعنی وہ بانی جو پیٹے لاغرا اور کمزور تھی، کوئی بوجھ سہانے کے قابل نہ تھی۔ بجا کا معنی جو نہ نکالے دُہرا کر دیتا  
تھا۔ اب اس کی کمزوری باقی نہیں رہی۔ وہ دیز اور موٹی ہو گئی ہے۔ فاستوی: سیدھا کھڑا ہو جانا۔ سُوق: جمع ساق: پٹنڈی یعنی تنہا۔  
یُعْجَبُ: خوش کرنا۔

اس لفظی تشریح کے بعد آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ یعنی ابتدا میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تہاتے۔ بعد میں  
صحابہ نے حضور کی دعوت کو قبول کیا۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسلام ایک تناور اور مضبوط درخت بن گیا۔  
مخالفت کی شہ آندھیاں بھی اسے گزند نہیں پہنچا سکتیں۔

سلائے اسلام کے چمن کو بہار بھرا دیکھ کر کشت ایمان کو سرسبز و شاہل دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا رسول خوش ہے کہ اس کی مسامی ہارا اور  
ہنرمیں اس کی گوششیں کامیاب رہیں۔ ہر سمت توحید کا اہلا پھیلتا جا رہا ہے۔ بحر و بر میں لا الہ الا اللہ کی صدا میں گونج رہی ہیں۔ استبلا  
اور تشدد کی جہن آہنی زنجیروں میں انسان بکڑا ہوا تھا وہ ایک ایک کر کے ٹوٹ رہی ہیں۔ انسان نے اپنی جہالت اور کم فہمی کے ہاش ہتھ  
اور جس قوم کے بُت کدے بنائے ہوئے تھے وہ ایک ایک کر کے پونہ زمین چور ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول یہ سہانا منظر دیکھ کر اور نورانی  
فرشتے اس بابرکت انقلاب کو دیکھ کر خوش چور ہے ہیں، لیکن کفار کے گھروں میں صفت نام بچھ گئی ہے جو لوگ جبر و تشدد سے انسانیت کی  
نزہیل کیا کرتے تھے اور جو فحش سے اس پر تالییاں بجا یا کرتے تھے، اسلام کی کامیابی پر وہ آتش حد میں جل رہے ہیں۔ ان کے چہروں پر ہمایاں  
اُڑ رہی ہیں۔ ان کے غیظ و غضب کا عالم قابل دید ہے۔

سلائے اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے خلوص و محبت، بندہ جانفروشی، مبادہ حق پران کی استسقا  
اور عزیمت دیکھ کر اس کا رسول ترس رہا ہے اور کفار ان ایمان افروز مناظر کو دیکھ کر مل ٹھن جاتے ہیں۔ آج بھی صحابہ کرام کے محبت و حقیت  
ایمان کی علامت ہے اور ان سے کینہ و عداوت، ان کی بدگونی اور قیبت، ان کے حیرت انگیز کارناموں کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جن  
کے دلوں میں کوسٹ ہوتا ہے، جن کو اسلام کی ترقی سے ذہنی اذیت پہنچتی ہے، جو حضور کی شان مجتہد علمائے نبی کے فیض عام کی دستوں اور گریزوں  
کو سنے کی تاب نہیں رکھتے۔ یہی لوگ ان پاکیزہ ہستیوں پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں جن کی تعریف سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے،  
جن کے خلوص و ایمان کا یہی شاہد خود اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔



## امْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمًا ۴

لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجرِ عظیم کا ۴

حضور علی الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا جن کے دلوں میں صحابہ کرام کا بغض و عناد ہو گا۔ اس لیے حضور نے پہلے ہی اپنی امت کو اس گروہ کی شرکینہوں سے آگاہ کر دیا۔ چند احادیث آپ ہی سماعت فرمائیے:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لَنْ تَسْبِقُوا أَصْحَابِي قَلْوَانٌ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ بِشَلِّ أَحَدٍ ذَهَبًا مَا يَلْبَغُ مَدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا يَضْفَهُ (متفق عليه)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو بڑا جلائے گا کہ وہ اگر تم میں سے کوئی ان پہاڑ کے برابر ہی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک پیمانے کے برابر ہی نہیں ہو سکتا بلکہ نصف پیمانے کے برابر ہی نہیں ہو سکتا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الله الله في أصحابي. الله الله في أصحابي لَنْ تَجِدُوا هُمْ عَرَضًا مِنْ بَدِيحٍ حَتَّى أُعْجِبَهُمْ فَيُحِبُّوهُمْ وَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَيُبْغِضُهُمْ فَيُبْغِضُنِي بَعْضُهُمْ فَيُبْغِضُنِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ فَيُؤْثِرُ أَنْ يَأْخُذَهُ (ترمذی)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو کھنکھانے کا ہدف نہ بنالینا۔ جو شخص ان سے محبت کرے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے میرے بارے میں اس کے دل میں جو بغض ہے اس کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے میرے صحابہ کو ازیت پہنچائی اس نے مجھے ازیت پہنچائی۔ جس نے مجھے ازیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ازیت پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ازیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

شیخ الطائفہ طوسی رشیدی اپنی تفسیر التبیان میں لکھتے ہیں۔ لیغیظ بہم الکفار معناه لیغیظ بالنسب واصحابہم الکفار والہش رکبہن کفار اور شریکین نبی اور اس کے صحابہ کو دیکھ کر غصہ سے بیچہ کتاب کہاتے ہیں۔

جو لوگ کسی غلط فہمی کے باعث صحابہ کرام کے بارے میں سونہن میں مبتلا ہیں انہیں پاسبیہ کہ لیغیظ بہم الکفار کے جملہ میں غور کریں اور ان ارشادات رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غور سے پڑھیں۔

۴۴۴ اس سورۃ طہ کی بیشتر آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تعریف و توصیف کی ہے۔ آخر میں وعدہ اللہ کے کلماتِ طیبات سے انہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا ثبوت و جانفشانی کیا ہے۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ گروہ جو ان خصوصی انعامات سے بہرہ ور ہوا۔ بڑا ہی بلند اقبال، صاحبِ بین و کمال ہے وہ نبی جس کی سعی اور توجیہ بالسنی سے خاک کے ان ذروں کو درمہ کی تابانی نصیب ہوئی، لیکن بعض لوگوں کے دلوں میں اسلام سے عداوت کی بجز آتی گمراہی ہے کہ وہ حق سننے اور حق قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے بھی انہوں نے صحابہ کی تقیص کا پہلو نکال لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس آیت میں منہم کا لفظ ہے

اور یہ جن بعضیہ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میدانِ حدیبیہ میں ماخر سب صحابہ کے ساتھ مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ نہیں بلکہ بعض کے ساتھ ہے۔ ایک حق پسند کے نزدیک یہ قول از قلمِ خلفاء ہے، ورنہ اس شہادت کی بہت سی آیات پر خطِ تہنیت کھینچنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دلوں کے غموس کی گواہی دی ہے۔ ان سب پر اپنی جناب سے تکمیل و طمانیت کے نزول کی خبر دی ہے، ان سب کو اپنی رضا سے نورسند کیا ہے۔ اس شہادت کی آیات ۲۳ - ۵ - ۱۸ - ۲۶ اور ۲۸ کا دوبارہ مطالعہ کریں۔ ان کی ہر ذرہ سزا آپ پر آشکارا ہو جائے گی۔

اگر جن خطہ تبیض کے لیے ہوتا تو ان کا یہ اصرار بجا تھا، لیکن یہ لفظ چودہ مختلف معانی پر دلالت کرتا ہے۔ عمل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی متعین کیا جائے گا۔ صاحبِ تاج العروس لکھتے ہیں: ومن بالکسر حرف حفص یا قی علی اربعة عشر وجہا الاول لابتداء الغایة . . . والثانی للتبویض والثالث لبیان الجنس الم کہ جن حرف بار ہے۔ اس کے استعمال کی چودہ صورتیں ہیں ابتدا، تبیض اور بیان وغیرہ۔

اس آیت میں منہم کا جن تہیز کے لیے ہے۔ جس طرح نازل من القرآن ما هو شفاء من جن تبیض کے لیے نہیں بیان کے لیے ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بعض قرآن تو شفاء ہے اور بعض شفا نہیں۔ اسی طرح فاجتنبوا الرجس من الذواتان میں من بیان کے لیے ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بعض تہیز کی پرستش سے باز آؤ اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔

نور شیعہ مفسرین نے بھی جن کو بانیہ لکھا ہے۔ شیخ الطائف طوسی اپنی تفسیر التبیان میں لکھتے ہیں: منہم قبل انہ بیان یخصہم بالعدد و غیرہم۔ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲۔ مطلوبہ نجف اشرف، لیکن من بیان کے لیے ہے، یہ وعدہ مغفرت اور اجرِ عظیم صرف صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہیں۔ خلافتِ اللہ کا شان اپنی تفسیر منہم جلد ۸ صفحہ ۳۹۹ پر لکھتے ہیں: ومن اذ رلئے بیان است از قبیل فاجتنبوا الرجس من الذواتان یعنی جس طرح من الذواتان میں من بیان ہے اسی طرح یہاں بھی بیان ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں عمرو بن عبید محدث ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک مسئلہ پر بحث شروع ہو گئی۔ ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے حضرت ابوہریرہ کی روایت کر دی کہ وہ حدیث پیش کی، دوسرے فریق نے اس حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا اور کہا ہم ابوہریرہ کی روایات کو نہیں مانتے کیونکہ یہ مستحکم ہے عمرو بن عبید لکھتے ہیں میں نے دیکھا کہ ہارون بھی اسی کی طرف مائل ہے اور ان کی تائید کرنے لگا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہ روایتِ احادیث میں ثقہ اور سچے ہیں۔ ہارون نے ششناک نظروں سے میری طرف دیکھا، میں وہاں سے اٹھ کر گھر چلا آیا، ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کا خاص اہلی دروازے پر کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا اجب امیر المؤمنین اجابہ مقتول و تحتقط و تکفون۔ فوراً امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے قتل کیا جانے کا اس لیے کہ میں ہی ہوں اور نہ شوہر ہی لگاؤ۔ میں نے یہ سنا تو بارگاہِ واپسی میں عرض کی میرے رب! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی کے صحابی کا دفاع کیا ہے۔ اس طرح تیرے نبی کریم کی شان کو بلند کیا ہے۔ انہی اچھے ہارون کے شہسہ پیمانہ۔ یہ دعانا گئی اور ہارون کی طرف روانہ ہوا، وہ زرد لگا کر کسی پریشما ہوا تھا۔ اس نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوتی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں تکی تواری تھی اور اس کے سامنے نعلی دھڑے کا کھڑا رکھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا، اے عمرو! میری بات کو آج تک ایسی گستاخی سے کسی نے

رو نہیں کیا جس طرح تو نے کیا۔ میں نے کہا امیر المؤمنین انہیں نے صرف اس بات کی تردید کی ہے جس سے شان رسالت پر حرف آتا اور حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت کی توہین ہوتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضورؐ کے صحابہ پر جھوٹ بولا گئے تھے تو شریعت باطل ہو جائے گی۔ نماز، روزہ، طلاق، نکاح اور حدود کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب مردود اور غیر متبول ٹھہریں گے۔ میری یہ بات سن کر یوں معلوم ہوا کہ ہارون کو ہوش آگیا۔ اس کا فتنہ کافر ہو گیا اور مجھے کہنے لگا۔ اچھی سنتی یا عمرو بن حبیب احیاء اللہ۔ لے عمرو بن حبیب! تو نے مجھے ازبہ فو زعمہ کر دیا۔ اللہ تجھے سلامت رکھے۔ پھر وہ ہزار دینار بطور انعام مجھے دینے کا حکم دیا۔ (قرطبی)

آخر میں حضور رسالتؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی پیش کر کے اس سورتہ پاک کا اتمام کرتا ہوں۔

روی عویم بن ساعدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ عزوجل اختارنی واختر لى اصحابی فجعل لى منهم وزراً واختارنا واصهارا فن سبہتم فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین ولا یقبل اللہ منہ یوم القیامة صرفاً ولا عدلاً۔ (قرطبی)

عمر بن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پناہ اور پھر میرے لیے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے میرے لیے وزیر، داماد اور سر نہاٹے ہیں جس سے ان کو بڑا بھلا کہہ لیں اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان سے کوئی معاذ نہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔



اللهم لك الحمد على جلالك و كبرياتك و لك الشكر على ما سبقت على من توفيقناك و نعمائك استلكت فضلك و رضوانك و امسلك بصفاك الجميلة و الجليلة و بسلامتك المحسنة ان تصلى و تسلم و تبارك على سيد الانبياء و كيف الوري حبيبك و نبيك و صفتك سيدي و مولاي و قرة عيني و نور قلبي و وسيلتي في حضرتك محمد و على اله و اصحابه و ممن تبعه و احببه الى يوم الدين. فاطر السموات و الارض انت و لي في الدنيا و الآخرة توفيق مسلماً و الحقني بالصالحين. رب اجعلني متقياً الصلوة و من ذريتي ربنا و تقبل دعاء ربنا اغفر لي و لوالدي و للمؤمنين يوم يقوم الحساب۔



# تعارف

## سُورَةُ الْحُجْرَاتِ

**نام :** اس سُورۃ مبارکہ کا نام الحجرات ہے۔ یہ کل آیت ۱۸ میں مذکور ہے۔ اس میں دو رکوع ۱۸ آیتیں ہیں۔ تین صد تیس کلمات اور ایک ہزار چار سو چھتر حرف ہیں۔

**زمانہ نزول :** حضرت حسن بصریؒ، قتادہ، عکرمہ اور دیگر علماء کے نزدیک یہ ساری سُورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ باقی آیات مدنی ہیں۔ صرف آیت ۱۸ کہ عکرمہ میں نازل ہوئی لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔

آیت ۱۸ اس وقت نازل ہوئی جب بنی تمیم کا وفد شرف باریابی حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ وفد نے حضور کی آمد کا انتظار نہ کیا۔ حجرے کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینے لگے کہ باہر آئیے، باہر آئیے، ان کو تشبیہ کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ کتب سیرت کے مطابق یہ وفد ۳۰ میں آیا تھا۔ اس سے پہلے ہے کہ یہ سُورت مدنی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ نیز آیت ۱۸ میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کا تعلق ولید بن عقیل بن ابی معیط سے ہے اور وہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا تھا۔

**مضامین :** اس سُورۃ مبارکہ کی آیتوں کی تعداد اگرچہ صرف ۱۸ ہے، لیکن اس میں نہایت اہم موضوعات بیان کیے گئے ہیں جن پر اعتقاد، اخلاق، سیرت اور کردار کا عمل تعمیر کیا جاسکتا ہے اور جن کی برکت سے معاشرے میں اُسنِ محبت اور ایثار کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔

سے پہلے بارگاہ رسالت کے ادب و احترام کے بارے میں جتنی احکام صادر فرمائے، صاف صاف بتا دیا کہ ان کو قبول کر سُن لو، اگر تم نے گستاخانہ لہجے میں میرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اپنی آواز بھی اُونچی کی تو عمر بھر کے اعمالِ صالحہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ میرا پیارا رسول آرام فرما ہو تو باہر کھڑے ہو کر آوازیں مت دو، بلکہ خاموشی سے انتظار کرو۔ جس وقت حضور تشریف لائیں، اُس وقت اپنی معروضات پیش کرو۔ مختلف طریقوں سے بارگاہِ نبوت کے ادبِ احترام کا نقش لوحِ دل پر ثبت فرمایا تاکہ تم لوہے سے بھی کوئی مومن یہ گستاخی نہ کر بیٹھے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو بتایا کہ اتنے سادہ لوح بھی نہ بن جاؤ کہ جس کسی نے کوئی بات کہہ دی، فوراً اسے پلے بانہ لیا اور اس پر اپنے روئے عمل کا اظہار کر دیا۔ جب بھی کوئی غیر معتبر آدمی کوئی بات آکر بتائے تو پہلے خوب چھان بین کر لیا کرو، پھر کوئی قدم اٹھایا

کر وہ درخشندہ پندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضور کے صحابہ کے بارے میں صراحتاً اعلان کر دیا کہ ہم نے ایمان کو ان کا محبوب بنا دیا ہے اور ان کی آنکھوں میں اسے یوں آراستہ کر دیا ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ کفر و فسوق کی نفرت اور بغض ان کے دل میں یوں پیدا کر دیا ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جن انہوں پر اللہ کی حالت کلام الہی میں ان نورانی الفاظ سے بیان کی گئی ہے ان کے ایمان کے بارے میں شک کرنا اور ان کے دامن عمل پر کچھ اچھالنا بے فحاشی اور محرومی کی انتہا ہے۔

انسانی معاشرے میں تعلقات کا کثیدہ ہونا قطعاً بعید از امکان نہیں۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے اور اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں دست و گریبان ہو جائیں تو دوسرے مسلمانوں کو خاموش تماشائی بننے کی اجازت نہیں بلکہ انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور ان کے درمیان صلح کرا دیں اور اپنا پورا اثر و رسوخ بھی استعمال کریں۔ پھر بھی اگر ایک فریق صلح پر آمادہ نہ ہو تو اس کی امداد کریں جو تہمتی پر ہے۔

آیت منہ میں تصریح کر دی کہ مومن زمین کے کسی گوشے میں آباد ہو کوئی بولی بولتا ہو کسی بھی نسل سے متعلق ہو جب وہ اس دین کو قبول کر لیتے ہے تو وہ اختتامِ اسلامی کے رشتے میں پر د جاتا ہے۔ بیگانگی اور مغائرت کے سارے حجابات کھینٹ اٹھ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسلامی معاشرے کو صحت مند بنیادوں پر استوار کر کے ترقی اور خوش حالی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے اس لیے ان تمام باتوں سے سختی کے ساتھ روک دیا جو دلوں میں نفرت، حقارت، حسد اور عداوت کی تخم ریزی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، ایک دوسرے کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا، چغلی کھانا، ایک دوسرے کو بڑے القاب سے یاد کرنا وغیرہ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے دل ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں اس لیے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ ان چیزوں سے ڈور رہیں۔

آیت ۳۱ میں ان تمام باطل امتیازات کا قلع قمع کر دیا جو انسانی معاشرے کو رنگ، نسل، زبان، دولت وغیرہ کی بنیادوں پر ستار ب گروہوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ انہیں بتا دیا کہ تم سب آدم و حوا کی اولاد ہو اور تمہاری قدر و منزلت کا معیار دولت، حکومت وغیرہ نہیں بلکہ تمہارا تقویٰ ہے جو زیادہ متقی ہوگا اللہ تعالیٰ کی جناب میں اسی کا مقام بلند ہوگا۔ یہ آیت اسلام کے معاشرے کی نشستِ اقل ہے۔ جو باطل امتیازات آج بھی بڑی بڑی ترقی یافتہ قوموں کو آپس میں دست و گریبان کیے ہیں اسلام نے اس ایک حکم سے ان تمام کو طیامیٹ کر کے رکھ دیا۔

آخر میں بتا دیا کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں جو دین اسلام کو قبول کرتے ہیں وہ اسلام پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے کہ اس نے اس دین حق کو قبول کرنے کی انہیں توفیق عطا فرمائی۔

سُوْرَةُ الْحَجْرَاتِ بِكَ نَبِيْتًا وَهُوَ مَلِكِي عَشْرَةَ اَيَاتٍ وَفِيهَا رُكُوْعَانِ

سورہ الحجرات مثنیٰ ہے اور اس کی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقَدْ مُوَابِيْنِ يَدِيْ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَتَّقُوْا

اے ایمان والو! اے آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے ملے اور ڈرتے رہا کرو

اے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ اس سے پہلے سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقام عالی اور شان رفیع بیان فرمائی کہ یہ وہ رسول ہے جس کی رسالت کے ہم گواہ ہیں۔ جس کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اس کے نام ان صفات جلیلہ سے موسوف ہیں جن کا ذکر خیر سابقہ آسمانی کتب میں بھی موجود ہے۔ اس سورت میں اس رسول ذی شان کی عزت و کرم کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ادب و احترام کے انداز سکھائے جاسے ہیں۔ چونکہ ادب ہوگا تو دل میں تعظیم ہوگی۔ تعظیم ہوگی تو اس کے ہر حکم کی تعمیل کا بندہ پیدا ہوگا۔ جب تعمیل حکم کی خوشچہ ہوگی تو محبت کی نعمت مرحمت فرمائی جائے گی اور جب محبوب خداوند ذوالجلال کے عشق کی شمع فروزاں ہوگی تو جہنم کبر بانی تک جاسے والا سارا راستہ متور ہو جائے گا۔

اے ادب و احترام کے درس کا آغاز لَنْ تَقْدَرُوْا عَلٰی سُوْرَةِ الْحَجْرَاتِ سے فرمایا جا رہا ہے۔ علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے پیشوایا امام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کئے تو عرب کہتے ہیں کہ فُلَانٌ يَقْدُمُ بَيْنَ يَدِيْ اِمَامِهِ۔ یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ سے اس جملہ کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ عن ابن عباس لا تقولوا احلوا الكتاب والسنة۔ کہ کتاب و سنت کی خلاف ورزی مت کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رب کی طرف اور اس کے رسول مکرم کے ارشاد کے علی الرغم کوئی بات کہے یا کوئی کام کئے۔ جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس امر کا بھی اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش اس کی مرضی، اس کی مصلحت خدا اور اس کے رسول کے حکم پر بلا تامل تکیا کر دی جائے گی۔

یہ ارشاد فقط اہل ایمان کی شخصی اور انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی کو بھی محیط ہے۔ نہ کسی فرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو کتاب و سنت سے متصادم ہو اور نہ کسی عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ احکام شریعی کے برعکس کوئی فیصلہ کرے۔



اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ

اللہ تعالیٰ سے بیگم اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے والا ہلانتے والا ہے۔ اسے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

نبی کریم کی آواز سے سٹے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔

لا تقد مواہبین بیدی اللہ ورسولہ کے مختصر کلمات میں معانی و مطالب کا بحر بیکراں موجزن ہے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ لا تقد مواہب متدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں محکم کی خلاف ورزی ممنوع ہوتی مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل نیز کوئی قول ہوا زندگی کے کسی شعبے سے اس کا تعلق ہو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے۔ نیز اگر مفعول ذکر کیا جاتا تو سامع کی توجہ اُدھر بھی مبذول ہو جاتی۔ اس کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ تمہاری تمام تر توجہ لا تقد مواہب کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہیے۔

زخشری کہتے ہیں۔ احدھما ان یحذف لیتنا اول کلمات فی النفس مما یقدم والثانی ان لا یقصد قصد مفعول ولا حذفہ ویتوجہ بالنھی الی نفس التقدّمہ۔ (کشاف)

سٹے اس آیت طیبہ میں بھی بارگاہ رسالت کے آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے سابقہ آیت میں بتایا کہ قول و عمل میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بہت نہ کرو۔ اب گفتگو کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم میں وہاں شرف باریانی نصیب ہو اور ہنگامی کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے جب حاضر ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضر ہو دو۔ اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بی پروائی سے کام لیا تو سارے اعمال حسنہ ہجرت ہجرت ہجرت و غیر تمام کے تمام اکارت ہو جائیں گے۔ پہلی آیت میں بھی۔ یا ایہذا الذین امنوا سے خطاب ہو چکا تھا۔ یہاں خطاب کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن معاملہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر دوبارہ اہل ایمان کو یا ایہذا الذین امنوا سے خطاب کیا۔ انہیں جھنجھوڑا اور بتایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس پر زندگی بھر کی طاقتوں، نیکیوں اور حسنات کے مقبول و نامقبول ہونے کا انحصار ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت فاروق اعظم نے آہستہ آہستہ کلام کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ قرآن نازل فرمایا میں تادم واپس حضور سے آہستہ آہستہ بات کر دوں گا جب کوئی وفد حضور سے ملاقات کے لیے مدینہ طیبہ پہنچتا تو حضرت صدیق اکبرؓ ان کی طرف ایک خاص آدمی بھیجتے جو انہیں حاضر کی کے آداب بتاتا اور ہر طرح ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا۔ وارسل الیہم ایوبیکر من یدلکم ہم کیف یدلکون ویاہم ہم

بہا لکینۃ والوقار عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رُوح المعانی)

صحابہ کرام جو پہلے ہی سراپا ادب و احترام تھے، اس آیت کے نزول کے بعد مزید متلاطم ہو گئے۔ حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قدرتی طور پر بلند آواز تھے، اس آیت کے نزول سے ان پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی۔ گھر میں بیٹھ رہے۔ دروازہ کو قفل لگا دیا اور دن رات زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ مرشدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ایک دو روز ثابت کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں دریافت کیا۔ عرض کیا گیا کہ انہیں تو دن رات رونے سے کام ہے۔ دروازہ بند کر رکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا جیہا اور رونے کی وجہ پوچھی۔ غلامِ اطاعت شاعر نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری آواز اونچی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوتی ہے۔ میری تو عمر بھر کی کمائی فارت ہو گئی۔ اس دن آواز آتے تسمیٰ دیتے ہوئے یہ مژدہ جانفزا سنایا۔ اما شر رضی ان تعیش حمیدا و تقفل شہیدا و تدخل الجنة کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم قابلِ تعریف زندگی بسر کرو اور شہیدِ قتل کیے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ عرض کیا رضیت اپنے ربِّ کریم کی اس نوازش بے پایاں پر پر بندہ راضی ہے۔ (رُوح المعانی)

علامہ ابنِ قیم اس حدیث کو کہنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب سیدِ کذاب کے خلاف یہ امر کے مقام پر گھمان کا زون پڑا تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ حضرت ثابتؓ اور حضرت سالمؓ نے آپس میں کہا کہ عبد رسالت میں تو ہم کفار سے اس طہارت نہیں لڑا کرتے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے لیے گڑھا کھودا اور اس میں بزمِ کوشن تہ تیغ کی بوجھاؤ شروع کر دی حتیٰ کہ دونوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس روز حضرت ثابتؓ نے ایک نفیس اور قیمتی زرہ پہن رکھی تھی۔ ایک شخص آپ کی فٹش کے پاس سے گزرا تو اس نے وہ زرہ اتار لی اور جا کر چھپا دی۔ اسی شب حضرت ثابتؓ نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں۔ خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ محض خواب ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ سونو میں کل جب متقلی ہوا تو ایک آدمی میرے پاس سے گزرا اور میری زرہ اتار لی۔ اس کی بڑھائی گاہ پڑاؤ کے آخری کنارہ پر ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے نیچے کے نزدیک ایک گھوڑا چر رہا ہے جس کے پاؤں میں ایک لمبی رسی بندھی ہے۔ اس شخص نے میری زرہ پر ایک دیگپہ اتار کر دیا ہے۔ اس کے اوپر اونٹ کا کھانا ہے۔ تم صبح حضرت خالدؓ کے پاس جاؤ اور انہیں کو کہو کہ میری زرہ اس شخص سے لے لیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو حضرت صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ ثابتؓ پر اتنا قرض ہے۔ وہ ادا کر دیں اور میرے خلائ خلائ غلام کو آزاد کر دیں۔ جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالدؓ کے پاس گیا اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت خالدؓ نے وہ زرہ وہاں سے تلاش کر لی اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثابتؓ کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا۔ (کتاب الرُوح)

جن خوش نصیبوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب ہوتا ہے، ان کی رفعتِ شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَعْصُوْنَ

(اس بے ادبی سے کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال کے اور تمہیں خبر تک نہ ہوٹے بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں

اَصْوَاتِهِمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَعَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ

کو اللہ کے رسول کے سامنے . یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ان کے دلوں کو

کلمہ یہاں لام مقدر ہے اور یہ لام عاقبت کے لیے ہے۔ یعنی اگر تم سے آواز اونچا کرنے کی بے ادبی ہو گئی تو اس کا انجام یہ ہو گا کہ تمہارے سامنے اعمال برابر ہو جائیں گے۔ اولاً اور بالذات یہ خطاب صحابہ کرام کو ہو رہا ہے جن کا ارشاد ہے نظیر جن کی قربانیاں بے مثال، جن کی عبادتیں خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی تھیں، جو سرتاپا تسلیم و رضا تھے۔ انہیں کہا جا رہا ہے کہ اگر تم نے میرے پیار سے رسول کی جناب میں آواز بھی اونچی کی تو یہ ایسی گستاخی تصور ہوگی کہ تمہاری سب نیکیاں ملیا میٹ ہو جائیں گی۔ آج جو لوگ حضور کی شان پر عین شوقیانہ آئیں کرتے ہیں حضور کے علم خدا اور مستتر میں ہوتے ہیں، ادب و احترام کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اپنے علم پر اپنی نیکیوں پر اور اپنے ایمان سوز لیے لیے و غفلوں پر مغرور ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں خود سوچ لیں۔

یاد رکھو! سے ادب کا ہیست زیر آسمان از عرضش نازک تر

نفس کم کر وہ می آید خستید و با زید اینب

۵۔ اس جملہ میں گستاخوں کی اس محرومی و بد نصیبی کا بیان ہے۔ اس کو سن کر بھی علم و ذہد کا شمار اگر نہ اتنے فضیلت و پارسائی کا طلسم اگر نہ تھے تو بے ہمتی کی انتہا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے سامنے اعمال غارت ہو جائیں گے سب نیکیاں ملیا میٹ ہو جائیں گی اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔ تم اس غلط فہمی کا شکار ہو گے کہ تم بڑے نمازی اور قاری ہو۔ صائم اللہ پر اور قائم اللیل ہو، منہ سبز و معذرت ہو، واعظ آتش بیان ہو اور جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے اور جب وہاں پہنچو گے تو اس وقت پتہ چلے گا کہ اعمال کا جو باخ تم نے لکھا یا تھا اسے تو بے ادبی اور گستاخی کی باوصصہ صرنے تک سب یاہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت کف افسوس لو گے، سر پیٹو گے لیکن بے پروا لا حاصل۔

۶۔ بٹے اس زُود و پشیمان کا پشیمان ہونا

یہ جملہ حال ہے۔ اعمال کم میں خیر غالب ذوالحال ہے اور تشعرون کا مفعول مندوف ہے۔ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے علمائے فرمایا ہے کہ انسان جب روضہ مقدر پر حاضری دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو وہاں بھی آواز اونچی نہ کرے۔ جہاں حدیث پاک کا درس ہو رہا ہو وہاں بھی آواز بلند نہ کرے۔ علمائے ربانیوں کی نصرت میں حاضر ہو تو اس وقت بھی چلا چلا کر گفتگو نہ کرے اور اپنے پیروں سے بھی ادب و احترام ملحوظ رکھے۔ بارگاہ رسالت میں اگر کوئی اس طرح اونچا بولے گا جس سے خاطر خاطر کو اذیت پہنچے تو یہ منع ہے لیکن ضرورت کے وقت



## لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۴۹ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ

تقویٰ کے لیے۔ انہی کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ ۴۹۔ جسے جگمگ جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو

بلند آواز سے ہونا منع نہیں۔ حضرت بلالؓ حضورؐ کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان پیتے تھے۔ جگمگ میں بلند آواز سے نعرے لگائے جاتے۔ جگمگ جنین میں حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صبا کو بلائیں۔ حضرت حسانؓ حضورؐ کی موجودگی میں بلند آواز سے اپنے قصائد سناتے تھے۔ الغرض تبت پر انحصار ہے۔

علامہ اسماعیل حنفی لکھتے ہیں۔ لیس المراد ما يقع الرفع واللبس في حرب او مجادلة معاندا او ان هاب عدو او نحو ذلك فانه مما لا يأس به (رد المحتار)

اسی پر بلند آواز سے مل کر درود شریف یا کوئی نعمت پڑھنے کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

۴۹۔ اب ان لوگوں پر اپنی منایات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو حضورؐ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہیں۔ اس آیت کا مفہوم بیان کرنے سے پہلے اس کے دو لفظوں کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

يَغْتَضُونَ: غضض البصر۔ آنکھیں نیچی کرنا۔ غضض الصوت: آواز کو آہستہ کرنا۔

إِمْتَحَنَ: علامہ ابی عبد اللہ قرطبی نے علمائے لغت و تفسیر کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

قال الضراء: ای اخلصها للتقوى۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان باادب حضرات کے دلوں کو تقویٰ کے لیے ناس کر لیا ہے۔

قال الاخفش: اخلصها۔ اخفش کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے مخصوص کر لیا ہے پھر فرماتے

ہیں۔ الامتحان افعال من محنت الاویم محنا حتی اوسعتہ فغنى امتحن الله قلوبهم للتقوى وسمها وشرحها

للتقوى۔ یعنی امتحان باب افعال ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے چھڑے کو کھلا کرنا۔ اس مفہوم کے پیش نظر آیت کا معنی ہوگا کہ ہم نے

ان کے دلوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے لیے کشادہ اور وسیع کر لیا ہے۔ وہ تقویٰ کی راہ پر چلتے ہوئے کوئی گنہگار یا بوجہ عیوس نہیں کرتے۔

علامہ زحرفی اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے ایک اور کلمہ پیدا کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ من قولك امتحن فلان لامر كذا

وحبب له ودرج للنهوض به فهو مضطجع به غيب وان عنه (كشاف) یعنی جب کوئی شخص کسی چیز کا نحو گزار اور عادی

بن جائے اور اسے اس کی خوب مشق کرادی جائے تو عرب کہتے ہیں امتحن فلان لامر كذا۔ جب کوئی شخص مسلسل ریاضت اور

مشق سے کسی چیز کا عادی بن جاتا ہے اس وقت وہ اسے بارگراں کو آسانی سے اٹھایا جاتا ہے اور اس میں کسی منفع اور کمزوری کا

مظاہرہ نہیں کرتا۔

ان لغوی تحقیقات کے بعد اب اس آیت کو غور سے پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے محبوب کا ادب

ملفوظ رکھتے ہیں ہم ان پر تین نصوصی احسان فرماتے ہیں۔ پہلا احسان تو یہ ہے کہ ہم ان کے دلوں کو تقویٰ کا عادی بنا دیتے ہیں۔ اس

بارگراں کے اٹھانے میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

## وَرَأَى الْحِجْرَتِ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ

مجرور کے باہر سے ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں ۱۰ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ

دوسرا احسان یہ ہے کہ ان سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو ہم بخش دیتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ ہم انہیں اجر عظیم سے بہرہ ور نہیں گئے منفرت اور اجر کی تکمیل تک عظیم کے لیے ہے اور اجر کو عظیم سے موصوف کر کے اس کی عظمت میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اجر ایسا ہے جو کسی انکھنے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزارا۔ تنسکیر مغفرتہ واجبر للتعظیم حق و وصف اجبر بعظیم مبالغتہ فی عظمہ وانہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ (روح المعانی)

۱۱ اسلام سے پہلے عرب کا خطہ جہالت و ناشائستگی کا گہوارہ تھا۔ کہ جیسے مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا ساری آبادی معمولی زشت و خندانہ سے بھی تیار تھی۔ تہذیب و معاشرت کے آداب سے یہ لوگ بالکل کوہستے تھے۔ صحرا نشین بدوؤں کی حالت اور جی بگافتہ تھی۔ اس آیت کریمہ میں بھی وہ آداب سکھائے جاسے ہیں جن کا بارگاہ رسالت میں طوفان کائنات از مد ضروری ہے۔

ایک وفد بنی تمیم کا وفد جو مشرف اسی انفس پر مشتمل تھا، مدینہ طیبہ آیا۔ اس وفد میں زبیر بن ابی سفیان اور عطار بن ماجب اور قیس ابن عامر ان کے سردار بھی تھے۔ دوپہر کا وقت تھا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھوڑے مبارک میں قبول فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضور کی آمد تک انتظار کر اپنی شان کے خلاف کہا اور باہر کھڑے ہو کر صدائیں لگانے لگے۔ یہاں محمد احمد اخرج علیہنا حضور کا نام نہا لے کر کہنے لگے کہ ہمارے پاس باہر آئیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے قرآن لوگوں نے سنی گھاٹے چھنے کہا۔ یہاں محمد ان مدحتنا زین وان شتمنا شین و نحن اکرم العرب۔ یعنی ہم جن کی مدح کرتے ہیں اسے مزین کر دیتے ہیں، جس کی مذمت کرتے ہیں اس کو عرب بنا دیتے ہیں۔ ہم تمام عربوں سے اشرف ہیں۔ سچے نبی نے فرمایا اکذبتم بل مدح اللہ تعالیٰ زین و شتمہ شین و اکرم منکم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم۔

۱۲ بنی تمیم تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باعث زینت ہے اور اس کی ہی مذمت باعث تحقیر ہے اور تم سے اشرف حضرت ابراہیم ہیں۔ پھر انہوں نے کہا ہم منافرت کی غرض سے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کا خطیب عطار و ابن ماجب کھڑا ہوا اور اپنے قبیلے کی تعریف میں زین و آسمان کے قلابے ملائیے اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثابت ان قیس کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ مکتب نبوت کا یہ تمیز ارشاد جب لب کشا ہوا تو ان کے چمکے چھوٹ گئے اور وہ سہم کر رہ گئے۔

اس کے بعد ان کا شاہ عزربقان بن بدر کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ ڈالا۔ حضور نے حضرت حسان کو اشارہ فرمایا۔ حضرت حسان نے فی البیسان کے مشاعر کی دھجیاں بکھیر دیں اور اسلام کی صداقت اور حضور کی عظمت کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ ان کا سرور ناک میں مل گیا۔ اقرب کر تسلیم کرنا پڑا کہ نہ ہمارا خطیب حضور کے خطیب کا ہم پس ہے اور نہ ہمارا شاعر دربار رسالت کے شاعر سے کوئی نسبت رکھتا ہے۔

## تَخْرِجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ

آپ باہر تشریف لے جانے کے لیے بہت بہتر وقتا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اے ایمان

اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خصوصی کرم فرمایا اور ان کے دلوں کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیا۔ سارے کے سارے شرف با بیان ہوئے۔ رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انعام و اکرام سے انہیں مالا مال کر دیا۔ لفظ و راہ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ آکوسی کہتے ہیں۔

الوراء من الموارات والاستتار وما استتر عنك فهو وراءك خلفا كان او قد اما ليعني وراء موارات سے ہے۔ اس کا معنی چھپنا اور پوشیدہ ہونا ہے۔ جو چیز تیری نگہوں سے اوچھل ہوگی خواہ وہ چھپے ہو یا سامنے اس کو وراءك کہیں گے۔ یعنی اہل لغت کے نزدیک وراء اضداد سے ہے۔

شے ان کی اس غیر مشتبہ حرکت پر سزائش کے بعد اب انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ حضور کا انتظار کرتے یہاں تک کہ نبی کریم قیولہ کرنے کے بعد خود باہر تشریف لاتے۔ اس وقت وہ زیارت کی سعادت حاصل کرتے اپنے احوال بھی بیان کرتے اور اس بحسب وجود و کرم سے سیراب بھی ہوتے۔

علامہ آکوسی رقمطراز ہیں کہ ان آیات میں بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی قیامت عیاں کرنے کے ساتھ ساتھ محاسن آداب کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے۔ علامتے کرام نے ان آیات سے خوب استفادہ کیا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ جو بلند پایہ عالم تھے فرمایا کرتے ہیں کہ نبی کسی سادہ کے دروازہ پر دستک نہیں دی۔ بلکہ میں ان کا منتظر رہتا۔ جب وہ از خود تشریف لاتے تو ان سے استفادہ کرتا۔

قاسم ابن سنان کو نبی سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے۔ حضرت ابن عباسؓ معارف قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابی کے گھر جاتے تو ان کا دروازہ نہ کھٹکتا بلکہ نہ ہونٹا سے ان کا انتظار کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے معمول کے مطابق باہر آتے۔ حضرت ابیؓ کو یہ بات بڑی گراں گزری۔ کہا آپ نے دروازہ کیوں نہ کھٹکایا تاکہ میں فوراً باہر آجاتا اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔ آپ نے جواب میں کہا العالم فی قومہ کالنسجی فی امتہ۔ وقد قال اللہ تعالیٰ فی حق نبيہ عليه الصلوة والسلام ولوا انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم۔ یعنی عالم اپنی قوم میں اس طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں جوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوة والسلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ ولوا انهم صبروا الا

اس کے بعد علامہ آکوسی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ کچھ ہی میں پڑھا تھا اور عجب اس کے مطابق اپنے سادہ کے ساتھ معاملہ کرتا رہا۔ الحمد للہ علی ذالک (ذبح المعانی)

مغربی تہذیب کے بڑے اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شاگردوں کے دلوں سے اسادہ کا احترام ختم ہو گیا ہے۔ ان کے ساتھ گستاخانہ گفتگو کی جاتی ہے۔ ان پر آواز سے کہتے ہیں نقیصہ آہاری جاتی ہیں۔ پھر اس پر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کی جاتی۔ انا



أَمْوَانِ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمَهَالَةٍ

والو! اگلے آئے تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم مضر پہنچاؤ کسی قوم کو بے علمی میں

فَتَصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۗ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولًا

پھر تم اپنے کیے پہ پچھتانے لگو ۛ اور خوب جان لو تمہارے درمیان رسول اللہ تشریف فرما

فخر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بزرگوں کا احترام، اپنے ماں باپ کی تعظیم و تکریم کا جذبہ بھی دم توڑتا جاتا ہے۔ آج کل کے ترقی یافتہ لوگوں کا معاشرہ انسانی معاشرے سے زیادہ حیوانی معاشرہ کی تصویر پیش کرتا ہے۔

آئیے! اسلام کے آداب معاشرت کو اپنائیں اور حکام اخلاق سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کریں جن کی تعلیم ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے۔

حضور کا ارشاد ہے: من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا۔ یعنی جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتا، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔

ۛ اس آیت کی شان نزول کے سلسلہ میں اکثر علمائے تفسیر نے یہ روایت ذکر کی ہے۔ بنو مصطلق کا سردار عمارت ابن ابی العزراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا حضور نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو اس نے اسے ہی قبول کر لیا اور عرض کیا کہ میں واپس اپنے قبیلہ کے پاس جاتا ہوں۔ انہیں اسلام کی دعوت و دل کا جن لوگوں نے یہ دعوت قبول کی ان سے زکوٰۃ بھی وصول کروں گا۔ آپ غلام وقت اپنا کوئی آدمی بھیج دیں جو جمع شدہ زکوٰۃ وصول کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت مقررہ پر ولید بن ابی العزراہ کو بھی مصطلق کی طرف بھیجا تا کہ وہ زکوٰۃ وصول کرے۔ زمانہ جہالت میں ولید کے زہران کا ایک قتل تھا۔ اسے نہشت ہوا کہ مبادا وہ اسے قتل کر دیں۔ وہ راستے سے لوٹ آیا اور اگر خبر دی کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ مشکل سے جان بچا کر یہاں پہنچا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کی یہ بات سنی تو حضرت خالد کو ایک سو تیسے کران کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ پہلے حقیقت حال معلوم کر لینا پھر کوئی کارروائی کرنا جلد بازی سے کام نہ لینا۔ امر وہ ان یتشبت ولایعجل۔ (قرطبی)

حسب ارشاد حضرت خالدؓ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ خود ان کے علاقے سے باہر چلا گیا اور اپنے جاسوس بھیجے تاکہ ان کے احوال پر آگاہی حاصل کریں۔ انہوں نے آگ گواہی دی کہ وہ اسلام پر توجہ ہیں۔ ہم نے ان کی اذانیں سنی ہیں اور ان کو باجماعت نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ حضرت خالدؓ صبح کے وقت ان کے ہاں گئے اور اپنے جاسوسوں کی فراہم کردہ اطلاعات کو درست پایا پھر خالدؓ نے واپس آکر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حقیقت حال عرض کر دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی نبی کریمؐ اکثر فرمایا کرتے: الشأنی من اللہ والعجلۃ من الشیطان۔ سوچ بچ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کی انگیزت ہے۔

# اللَّهُ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ

ہیں نہ اگر وہ مان لیا کریں تمہاری بات اکثر معاملات میں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا دیا ہے تمہارے نزدیک

ہر سوساٹھی میں ایسے سفلیہ مزاج لوگ ہوتے ہیں جن کا محبوب مشغلہ بے پرکی اڑانا اور غلط افواہیں پھیلانا ہوتا ہے۔ ایسی افواہیں خانہ داروں، قبیلوں، بسا اوقات قوموں کی تباہی کا پیش خیر ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی سختی سے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرما رہا ہے۔ خبردار! اگر کوئی فاسق اور بدکار تمہارے پاس کوئی اہم خبر لے آئے تو اس کو فوراً قبول نہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹا کلمہ کہتا ہو اور وہ تمہارے اس کی جھوٹی خبر سے مشتعل ہو کر کوئی ایسی کارروائی کر دے جس پر خوفناک نتائج مرتب ہوں اور میرا تم ساری عمر فرط ندامت سے کف آنسوں نکلے رہو۔ اس لیے جب کوئی خبر تمہارے کانوں تک پہنچے تو اس کو بے تحقیق تسلیم کر لینا قطعاً تو قرین دانش مندی نہیں۔ پہلے اچھی طرح اس کی چھان بین کرو اور پھر مناسب قدم اٹھاؤ۔ خیال رہے کہ یہاں النبا کا لفظ مستعمل ہے اور عربی میں النبا غیر اجماع غیر مکرر نہیں کہا جاتا۔ بلکہ ایسی خبر جس سے دور رس نتائج نکل سکتے ہوں اس کو نبا کہتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ النبا خبر ذو فائدة عظيمة (مفردات) امام ابو بکر جصاص اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ومقتضى الآيه ايجاب الثبوت في خبر الفاسق والنهي عن الاقدام على قبوله الا بعد التبين۔

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ فاسق کی خبر کی تحقیق کرنا واجب ہے۔ جب تک حقیقت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا ممنوع ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں احمی لے ہمنے کہا ہے کہ جن امور کا حقوق کے ساتھ تعلق ہے فاسق کی شہادت مردود ہوگی۔ روایت حدیث میں بھی اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کسی قانون، کسی شرعی حکم اور کسی انسان کے حق کے ثبوت کے لیے بھی اس کی خبر غیر معتبر اور غیر مقبول ہوگی۔ (الحکام القرآن للبعاص)

ساد مبین: علامہ زمشری لکھتے ہیں کہ ندامت ایک خاص قسم کے غم کو کہتے ہیں۔ وہ یہ کہ تو ایسی بات پر غم زدہ ہو جس کا نتیجہ سے ارتکاب ہوا ہے اور جس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔

الندم ضرب من الغم وهو ان تفتن على ما وقع منك فتتحنى انه لم يقع۔ (کشاف) ثلثه وليد ابن عقیب نے جب بنو مطلق کے ہا سے میں من گزرت تھو آکر سنایا تو بعض سامعین مشتعل ہو گئے اور فرط جوش میں بنو مطلق کے خلاف فوجی کارروائی کا مطالبہ زور شور سے شروع کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض مصالح کے پیش نظر حضرت خالد کو ایک دستہ کے ساتھ روانہ فرمایا اور ساتھ ہی تنبیہ فرمادی کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیق کے بعد مناسب اقدام کریں جس طرح آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان لوگوں کی اصلاح اور تربیت کا اہتمام فرمادیا بلکہ جملہ اہل اسلام کو ایک واضح حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ انہیں بتادیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ رسول تمہارے درمیان موجود ہے وہ اپنے فوری ثبوت سے

الْإِيمَانَ وَزَيْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَتْ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَ

ایمان کو اور آراستہ کر دیا ہے اسے تمہارے دلوں میں سلاہ اور تمہارا بل نفرت بنا دیا ہے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور

العُصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ۖ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۗ

نافرمانی کو۔ یہی لوگ راہِ حق پر ثابت قدم ہیں سلاہ یہ سب کچھ (ممنون اللہ کا فضل اور انعام ہے سلاہ

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵۸ وَإِنْ طَآئِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ آقَتُوا

اور اللہ سب کچھ جانتے والا بڑا دانہ ہے سلاہ اور اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پھریں

ہر پچھیدہ گشتی کو ٹھہرا سکتا ہے تم سے کہیں زیادہ انجام و عواقب کا صحیح اور بروقت اندازہ لگا سکتے ہیں اور تمہیں چاہیے کہ ان

کے اشارہ ابرو پر عمل پیرا رہو جو حکم دین اس کی تعمیل کرو۔ اگر تم اپنی بات منوانے پر اصرار کرو گے تو تم شقت و ہلاکت میں پھنس جاؤ گے جو سکتا ہے کہ جہالت سے اٹھا ہوا تمہیں

کسی عینِ گڑھے میں گرا دے۔

سلاہ بنو مصلح کے خلاف ان لوگوں کا یہ غصہ اپنی ذات یا اپنے مفادات کے لیے نہ تھا بلکہ اس کی وجہ ممنون ایمانی غیرت

اور اسلامی حریت تھی بنو مصلح کے خلاف وہ اس لیے بڑا کٹھن تھے کہ اس قبیلہ نے ان کے نبی کریم کے قاصد کے ساتھ ناروا برتاؤ

کیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ آیت کے اس جملہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے پیارے رسول کے جاں نثار صحابہ کے

دلوں میں ایمان کی حرمت میں نے پیدا کی ہے۔ ان حضرات کو ایمان کے حسن ذریعہ بنا دیا ہے کہ کفر، نافرمانی اور سرکشی سے

ان کے دلوں کو نہیں متصرف کر دیا ہے۔ اس لیے شیطان کی کوئی وسوسہ، آغیزی انہیں راہِ حق سے منحرف نہیں کر سکتی۔

سلاہ علامہ قرطبی راشد و دن کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الرشید: الاستقامة علی طریق الحق مع

تصلب غیہ من الرشده وهي الصخرة . . . . . یعنی رشادِ جاہد حق پر ایسی ثابت قدمی کہ کہتے ہیں جس میں تصلب اور کٹھن ہو۔ تندہذب کا وہاں نشان تک نہ ہو۔ یہ رشاد

سے مشتق ہے جس کا معنی چٹان ہے۔

سلاہ یہ حَبَبٌ، زَيْنٌ، كَرَّةٌ کا مفعول لڑ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا۔

اس کران کی نگاہوں میں حسین و جمیل بنا دیا ان کے دلوں کو کفر اور نافرمانی سے متصرف کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل فرمایا

اور ان پر اپنی نعمت و احسان کی انتہا کر دی۔

سلاہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اور نعمت ان پر بلا وجہ نہیں بلکہ وہ ان کے دلوں کے خلوص و نیاز کو خوب جانتا ہے۔ وہ اس بات کے



فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغْت إِحْدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي

تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ صلح اور اگر زیادتی کرے ایک گروہ دوسرے پر تو پھر سب دلی کر لڑو اس سے جو زیادتی

تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا

کرتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔ پس اگر لوٹ آئے تو صلح کرا دو ان کے درمیان

مستحق ہیں کہ ان پر یہ نوازشیں کی جائے نیز وہ حکیم بھی ہے۔ اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ قدسیوں کا ایک ایسا گروہ تیار ہو جائے جو جنگی پر  
فریفتہ اور بدی سے بچا کر لڑائی اور تشغیر بڑھانے کا اس پاکیزہ گروہ سے تبلیغ اسلام کا اہم کام لیا جائے اور دنیا کے جس گوشہ میں یہ اسلام کی  
دعوت لے کر پہنچیں ان کی دعوت کی صداقت کے لیے سب سے بڑی برہان ان کی اپنی سیرت اور کردار ہو۔

جو کہ نگاہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کے ہاں سے میں طرح طرح کے شبہات اور ظنون کا شکار ہیں وہ قرآن کریم کی  
ان آیتوں میں بار بار غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

صلح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے جزیرہ عرب کی سرزمین فتنوں اور جنگ و جدال کی سرزمین تھی۔  
ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برسر پیکار تھا۔ ہر مسیئہ دوسرے مسیئہ کے درپے آزار تھا کہی کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ اشہر عوام  
رحمت والے مینے ہکے ملاوہ مسافر از حد خطرناک اور دشوار تھا حضورؐ کی آمد سے نقشہ ہی بدل گیا۔ عداوت و مخاصمت کی جگہ محبت و ایثار  
اور خلوص و مروت نے لے لی۔ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان گنت ارشادات ہیں جن میں مسلمانوں  
کو تہمت رہنے آپس میں محبت کرنے اور ایک دوسرے کا احترام اور حقوق کا پاس رکھنے کے تاکید ہی احکامات ہیں اور ایسی باتوں کو ایمان  
و اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے جن کے باعث آپس میں نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔

چند احادیث پاک ملاحظہ ہوں۔ ① المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
فرمایا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے پار و مدعا کر کسی ظالم کے حملے کر دیتا ہے۔

② واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه۔ (بخاری شریف) اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی مدد فرماتا  
ہے تاکہ جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی اعاد و اعانت میں لگا ہے۔

③ اذا دعا المسلم للاخيه من ظلم النيب قال الملك آمين ولت مثلہ۔ حضور نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کے  
لیے اس کی مدد موجودگی میں اس کے لیے دعا مانگا تاکہ توفیق شستہ اس پر آئیں کہ تپے اور کہتا ہے کہ یہی دعا تیرے حق میں بھی  
مقبول ہو۔

④ مثل المؤمنین فی توادهم و تراحمهم و تواصلهم کمثل الجسد الواحد اذا اشتكى منه عضو تداعى  
الده سائر الجسد بالحلمی والسہر کہ مسلمانوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے میں ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک

دوسرے سے صلہ رکھنے میں ایسی ہے جیسا ایک جسم ہو۔ جب اس کا کوئی عضو بیدار نہ رہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بیدار رہتا ہے۔

⑤ المؤمن المؤمن کالبنيان يشد بعضه بعضا۔ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی مانند ہے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔

ہاں ہر انسانی معاشرہ میں باہمی شکر رنجی کا پیدا ہونا لینا از قیاس نہیں۔ نفسانی خواہشات، ذوقی طبع اور لالچ اور بے ادبیاں غلط فہمیوں کے باعث جنگ و جدل کی نوبت آتی جاتی ہے۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہمارا طرز عمل کیسا ہونا چاہیے۔ اس آیت میں ان امور کو بڑے دل نشین پیرایہ میں سمودیا گیا ہے۔

آیت کا ترجمہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے کلمات میں جو لفظ تین اور زائد تین ہیں ان پر نظر ڈال لیجیے۔ اس کے بعد تفصیلات کا ذکر ہوگا۔

امام رازی کہتے ہیں: "إن إشارة إلى سدة القتال، یعنی ان کا لفظ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن و سنت نے مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کی جو تعلیم دی ہے اس کے پیش نظر ایسا شاد و نادر ہی ہو سکتا ہے کہ فرزند ان اسلام آپس میں لڑیں۔ طائفان فرمایا فرقان نہیں فرمایا کہ طائفہ، فرقہ سے بھی کم افراد کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یعنی اگر جنگ کی نوبت آتی تو ساری امت یا اس کی اکثریت غارت جنگی میں شریک نہیں ہوگی۔ ایک منظر ساز وہ ہی راہ اقتدال سے بنگ مکتبہ اور اسلام کے واضح احکامات کو پس پشت ڈالنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ ان طائفان من المؤمنین فرمایا، مستحکم نہیں فرمایا۔ اس میں بھی اس بات کی تخریب دی جا رہی ہے کہ تم جو لٹا لٹائے تمہاری بے نیام کیے ایک دوسرے پر تہمت لگنے کی تیاریاں کر رہے ہو، ذرا دیکھو تو سہی تم کون ہو تم تو مؤمن ہو اللہ کے بندے اور اس کے محبوب کے تمام ہو، جملایہ ناشائستہ حرکت تمہیں مذہب دیتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

نحو کا نام قاعدہ تو یہ ہے کہ ان اپنے فعل کے ساتھ مذکور ہو۔ یہاں ان اور اس کے فعل اقتتلوا کے درمیان طائفان من المؤمنین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ باہمی جنگ و قتال سے پہلے وہ اپنے مؤمن ہونے کی حیثیت پر غور کریں۔ اقتتلوا ماضی کا صیغہ ذکر کیا۔ یقتتلوا نہیں فرمایا۔ کیونکہ شارع میں استمرار کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اگر کبھی کبھی جنگ و جدال کی نوبت آجائے تو یہ سلسلہ جاری نہیں رہتا۔ بلکہ اہل رشد و صلاح فوراً مداخلت کر کے اس فتنہ کو فروکھ دیتے ہیں۔

اقتتلوا میں طائفان کے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور جن کی ضمیر لڑائی گئی ہے۔ سینہ سہا میں لفظ کا لٹا کر کے تھمتے تنہیہ کی ضمیر ذکر گئی ہے۔ (تفسیر کبیر)

بغت، بغتی سے ہے۔ اس کا منہ ہے طلب العلو بغیر حق یعنی کسی حق کے بغیر برتری کا خواہاں ہونا۔

اب ذرا آیت کے معانی و مطالب کی طرف توجہ فرمائیے۔

مسلمانوں میں جنگ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر بد قسمتی سے ایسا ہو تو پھر اس ناگوار صورتِ حالات سے عہدہ بردار ہونے کے لیے ہمیں اس ارشادِ وحی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اس باہمی جنگ و جدل کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر صورت کے اپنے اپنے خصوصی

ہم کام ہیں۔ سب سے پہلے جس امر پر زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر فتنہ و فساد کی آگ بجڑک اٹھے تو قطع نظر اس کے کہ لڑنے والے کثیر التعداد ہیں یا کمتر سا گروہ ہے، یہ تصادم حکومت سے ہے یا ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ سے یا ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے، ان تمام صورتوں میں دوسرے مسلمانوں کو محض تماشائی بن کر رہنے کی اجازت نہیں، بلکہ انہیں اپنے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے اس فتنہ کو فرو کرنے کی ہر امکانی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ لڑائی دو فغانداروں یا رعایا کے دو گروہوں کے درمیان ہے تو ان کے درمیان مصالحت اور اصلاح احوال کی اولین ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اثر و اختیار سے کام لے کر صورت حال پر قابو پالے اور اگر ایسا حکومت اس میں دل چسپی نہ لیں یا معاملہ ان تک پہنچا ہی نہ ہو تو پھر اہل علم یا ملائکہ کے با اثر لوگوں کا فرض ہے کہ مصالحت کی مصلحتانہ کوشش کریں۔

اگر ان کی مساعی صلح کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو فغان یا بصورت دیگر تمہیں یہ چاہیے کہ وہ کچھ دنوں میں سے غلطی پر کون سا زیادتی اور تعدی کا ارتکاب کس نے کیا ہے۔ جو مظلوم اور تم سیدہ جو اس کی امداد کرو، اپنا سارا وزن اس کے پلے میں ڈال دو۔ مظلوم کی داد دہی اور نظام کو ظلم سے باز رکھنے کے جو وسائل تمہارے پاس ہوں ان کو بروئے کار لاؤ۔ یہاں تک کہ ظالم گھٹنے ٹیک کرے اور تصدق کو اس کا حق مل جائے۔ تمہارا غیر جانبدارین کو مظلوم کو پٹھے جوئے دیکھتے رہنا ہرگز جائز نہیں۔ اگر تم غیر جانبداری کی روش اختیار کر دو گے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ تم ظلم و تم کو پھیلنے چھوٹنے کا موقع دے رہے ہو، تم اتنے سنگدل اور بے رحم ہو کہ مظلوم کی آہ و فغاں سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ اسلام اس قسم کی غیر جانبداری کا قائل نہیں اور نہ اپنے مننے والوں کو ایسی بزدلی کی اجازت دیتا ہے۔ اس وقت قرآن کا واضح ارشاد ہے: **وَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبَغُّوا** یعنی جو شر و فساد برپا کر رہا ہو اس کی راہ میں چٹان بن کر ٹکڑے ہو جاؤ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی گروہ حکومت سے تصادم ہوتا ہے، اگر یہ گروہ محض لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے ہی میدان میں آیا ہے تو یہ لوگ باقی قرار دیے جائیں گے، بلکہ ان کے ساتھ عام مجرموں کا برتاؤ کیا جائے گا اور انہیں ان کے جرائم کے مطابق سزا دی جائے گی اور اگر وہ گروہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے اور ان کے ساتھ اتنی جمعیت اور قوت ہے کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ حکومت کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کریں اور ان کا قطع قین کر دیں، لیکن ان کے ساتھ لڑائی شروع کرنے سے پہلے ان کو بھانسنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر آمادہ بغاوت ہوئے ہیں تو ان کی غلط فہمی دور کی جائے گی۔ اگر وہ کسی شبہ میں مبتلا ہیں تو ان کے ان شبہات کے ازالہ کی بڑی سعی و کوشش کی جائے گی۔ جس طرح خارجیوں سے جنگ کرنے سے پہلے امیر المؤمنین حضرت علیؑ رحمہ اللہ و جنہ نے حضرت ابن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور آپ کی مساعی جمیلہ سے بہت سے لوگ اپنی روش ترک کر کے لشکر اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ اگر انہما کو تفہیم کی کوششیں باآوردہ ہوں تو پھر ان کے ساتھ جنگ لازمی ہو جائے گی اور جب تک وہ ہتھیار نہ ڈال دیں اور اپنی باغیانہ سرگرمیوں سے دست کش نہ ہو جائیں، اس وقت تک ان کے ساتھ جنگ جاری رہے گی۔ ان سے کسی نرمی کا مظاہرہ نہیں کیا جائے گا۔ جب وہ پارمان لیں اور ہتھیار ڈال دیں تو اس کے بعد جو سلوک ان سے کیا جائے گا، وہ اس حدیث شریفین مذکورہ ہے: **جواما ابوبکر الجساس نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں نقل کی ہے۔**

روی کو مشرا ابن حکیم عن منافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بنی ام عبد کیف



حکمر اللہ فی من بقی من ہذہ الامۃ قال اللہ ورسولہ اعلم قال لا یجہز علی جبریحہما ولا یقتل اسیرہما  
ولا یطلب ہارہما۔

حضرت ابن عمرؓ سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن سوہب سے پوچھا کہ اسے ام عبد کے فرزند! اس امت میں سے اگر کوئی  
بنادت کرے تو اس کے بلے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے! انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں حضورؐ نے فرمایا اس  
باقی گروہ کے زخمی کو جان سے نہیں مارا جائے گا! ان سے جو قید ہوا ہے مکمل نہیں کیا جائے گا اور میدان جنگ سے جو ہٹا گیا ہے اس کا  
تغایب نہیں کیا جائے گا۔ باغیوں کے احکام کی تفصیل ہمیں سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ کے طریقہ کار سے ملتی ہے اور قتلنے اکثر احکام کا استنباط  
آپ ہی کے اسوہ کریم سے کیا ہے۔

جنگ جمل میں جب آپ فقیہا ہوئے اور مخالف گروہ کو شکست ہوئی تو حضرت نے فوراً اعلان فرمایا لاقتلوا  
اسیرا ولا تجہزوا علی جرحہم ومن اتقى السراح فهو آمن۔ کسی قیدی کو موت قتل کرو، کسی زخمی کو موت جان سے مارو  
جو ہتھیار چھینکے اس کو امان ہے۔

اگر حاکم فاسق و فاجر ہے احکام اسلامیہ کی مکمل کھانا فوٹائی کرتا ہے اس کے خلاف صلحا کی کوئی جماعت علم بنادت بلند کرے  
گی جن کا مقصد حکومت کے ظلم و ستم کا خاتمہ اور عدل و انصاف بحال کرنا ہے تو ان کے ہاسے میں قہقہہ کی آواز معلق ہے۔

اکثر خفا کی ریلے یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک باظہار بن جائے اور اس کی وجہ سے مکہ میں امن و امان قائم ہو جائے تو اس  
کے خلاف بنادت کرنا خواہ وہ ظالم اور فاسق ہی ہو، مباح نہیں۔ کیونکہ اس بنادت سے اصلاح کی بجائے فساد کا اندیشہ زیادہ ہے۔ اس  
بنادت سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھے گی، سارا ملک اس کی لپیٹ میں آجائے گا، قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا، صد ہا بے گناہ مائے  
جائیں گے، آبادیتیاں دیران ہو جائیں گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ لوگ اس فرمانِ روا کی امداد کریں تاکہ ملک کا وجود ہی خطرو  
میں نہ پڑ جائے۔

لیکن بہت سے حلیل القدر ملما، کایہ غوی ہے اور حضرت امام اعظمؒ اس گروہ کے رخیل ہیں کہ ظالم حکمران کے خلاف  
اگر صالحین کا کوئی گروہ اٹھ کھڑا ہو تو ان کی امداد کی جائے گی تاکہ یہ کامیاب ہو کر اس ظالم اور فاسق کو منہ اقتدار سے ہٹا سکیں اور  
ملک میں پھر از سر نو احکامِ شرعیہ کا نفاذ کر سکیں۔

باغیوں کے بارے میں چند اہم مسائل ذہن نشین کر لیں۔

ان کے قیدی اگر یقین دلا دیں کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تو نہیں رہا کر دیا جائے گا۔

اٹلے جنگ میں باغیوں نے جو جانی اور مالی نقصان کیا ہوگا، ہتھیار ڈالنے کے بعد ان سے اس کا کوئی قصاص یا تادان  
وصول نہیں کیا جائے گا۔

باغیوں نے اگر کسی ملاقہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے باشندوں سے زکوٰۃ، عشر اور دیگر محصولات کی رقوم وصول کرتے رہے

اگر وہ ملاقہ پھر اسلامی حکومت کے تسلط میں آجائے تو وہاں کے باشندوں سے زکوٰۃ وغیرہ کا دوبارہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

## بِالْعَدْلِ وَأَقْسَطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۵۹﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ

عدل (و انصاف) سے اور انصاف کرو۔ لہذا بے شک اللہ تعالیٰ بہت کریمہ انصاف کرنے والوں سے۔ بے شک اہل ایمان ایمانی جہاد

لپٹنے مقبوضہ علاقوں میں ہانیوں نے اگر عدالتیں قائم کریں اور وہاں مقدمات کے فیصلے ہوتے رہے، اگر قاضی عادل تھا اور اس نے شرعی قواعد کے مطابق فیصلے صادر کیے تو وہ برقرار رہیں گے اور اگر اس نے دھاندلی کی ہوگی اور اس کا کام شرعی کی صریح مخالفت و ردی کا مرکب ہوا ہوگا تو اسلامی عدالت میں وہ مقدمہ دوبارہ دائر کیا جاسکے گا اور پلا فیصلہ کا لدم قرآن پائے گا۔

بہا ہی جنگ و جدال سے کوئی فریق دائرۃ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ سہ ماہی شریف میں موجود ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اس وقت منبر پر حضرت حسنؓ بھی موجود تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں ان کی طرف دیکھتے اور کہیں لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ پھر فرمایا ان ابھی ہذا اسید ولعل اللہ تعالیٰ ان یصلح بہ بین فستین عظیمین من المسلمین۔

میرا یہ بیٹا سراسر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دوڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔ حضورؐ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہؓ کے ساتھ جہاد کا سلسلہ عرصے سے جاری تھا وہ ختم ہو گیا اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں صلح ہو گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کو بھی حضورؐ نے مسلمان قرار دیا۔ حضرت سیدنا علیؓ کو اللہ جہنم سے پوچھا گیا کہ بن لوگوں نے آپ سے حمل اور سفین کی جنگیں لڑی ہیں کیا وہ مشرک ہو گئے؟ آپ نے فرمایا من الشیطان خسفا۔ ہرگز نہیں! وہ تو مشرک سے جگ کر آئے تھے۔ پھر کہا گیا کیا وہ منافق ہو گئے؟ فرمایا ہرگز نہیں! منافق تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ راوی یہ لوگ تو ذکر الہی دن رات کرتے تھے، پھر پوچھا گیا اگر وہ مشرک اور منافق نہیں تو کیا ہیں؟ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اخواننا بغوا علیہ۔ ناپاکیا اسلام میں، لیکن انہوں نے پہلے خلافت بغاوت کی ہے۔

ہانیوں کا مال، مالی نیہمت مستور نہیں ہوگا۔ جنگ کے دوران میں اگر ان کے اسلحہ اور گھوڑوں کے استعمال کی ضرورت ہو تو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

یہ چند احکام ہیں جنہیں اختصار سے یہاں ذکر کیا گیا ہے تفصیل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیے۔ لہذا یہ جملہ بھی غور طلب ہے یعنی اگر صلح کرتے وقت عدل و انصاف سے کام نہیں لیا جائے گا، ظلم اور بے انصافی کی بنیاد پر صلح کرائی جائے گی تو وہ صلح پائیدار ثابت نہ ہوگی۔ مظلوم فریق مظلوم نہیں ہوگا اور اپنی حق رسی کے لیے موقع کا منتظر ہوگا۔ جب حالات اجازت دیں گے تو پھر فتنہ کی آگ بڑھائے گا۔ اس لیے اسلام کو ایسی صلح سے کوئی دل چسپی نہیں جس کی بنیاد ظلم پر ہو اور جو ناپائیدار ہو۔

## اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَيْنَ اٰخْوَانِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۴

ہر شلہ میں صلح کرو اپنے دو بھائیوں کے درمیان - اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے۔

شلہ خاندانگی، باہمی قتال و جدال اور ان کے ہاں سے میں احکام کا ذکر ہو چکا۔ اب پھر باہمی محبت و پیارا اور الفت و ایشاد کے جذبات کو بیدار کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان تو لگے بھائی ہیں۔ ان کا نفع اور نقصان ان کی خوشی اور غمی ان کی فحش اور شہمت سب ایک ہیں۔ یہ سمجھو ہی کی خوشی جو پیدا ہو گئی ہے بالکل ماضی نوعیت کی ہے۔ ان کے ہی خواہوں پر فرض ہے کہ ممانعت کر کے ان کے درمیان صلح کرو اور ان کے وہ پہلے کی طرح پھر شہید و شکر ہو جائیں۔

اخویکم کے لفظ میں کیا لطف ہے کہ یہ آپس میں لڑنے والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور تمہارے بھی بھائی ہیں۔ اہمیت اور بے گانی کا نام و نشان ہمک نہیں، اس لیے تم بے تعلق نہ بنے رہو اور ان کا تماشا نہ دیکھتے رہو۔ فوری ممانعت کرو اور ان میں صلح صفائی کرو۔

جب دو عداوت و گروہوں کے دست و گریبان ہونے کا وقت تھا اس وقت بھی حکم دیا کہ ان میں صلح کرو۔ یہاں جب دو فرادہ آپس میں جھگڑ گئے تو بھی حکم دیا کہ ان میں صلح کرو، لیکن پہلے صلح کے بعد واقفوا اللہ نہیں فرمایا گیا اور یہاں امر صلح کے بعد واقفوا اللہ کا اضافہ کیا گیا کیونکہ جب فتنہ عام ہو تو ہر شخص کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں میں بھی اس کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آجاؤں یہی خوبی کا جذبہ نہ بھی ہو تو انسان اپنی سلامتی کے لیے ہی اس آگ کو بجھانے کے واسطے ہوتا ہے، لیکن جب معاملہ صرف دو آدمیوں تک محدود ہو تو اس کو اپنے زور میں آنے کا اندیشہ نہیں ہوتا اس لیے ان حالات میں لوگ عام طور پر بے پروائی کتے ہیں اور مصالحت کے لیے کوشش نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح مسلمانوں کا اجتماعی امن و سکون اہم ہے اسی طرح چند افراد کی خوشی اور سلامتی بھی اسے از حد عزیز ہے اس لیے یہاں اصلحوا کے حکم پر واقفوا اللہ کا اضافہ بھی کر دیا یعنی خدا سے ڈرو اور ان دو بھائیوں کے درمیان صلح صفائی کرو اور تاکہ ان کو بھی امن و امان نصیب ہو اور ان کے گھمروں میں بھی آسودگی حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تم اسی وقت مستحق ہو سکتے ہو جب امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایک دوسرے سے محبت و پیار کا مظاہرہ کرے۔

ایسی دل نشینی، ایسی شیرینی، ایسی شہاس صرف اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہی پائی جا سکتی ہے۔ قرآن کا یہ وہ اعجاز ہے جس نے فصحاء عرب کو دم بخود کر دیا تھا۔ یہاں صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد و گدائی بھی سامت فرمائیے:

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الخیر کم یا فضل من درجۃ الصیام والصلوۃ والصدقۃ۔ قالوا بلی یا رسول اللہ قال اصلح ذات البین وفسد ذات البین المالحۃ۔

حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے عمل پر آگاہ نہ کروں جس کا



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا

اے ایمان والو! نہ مسخر اڑایا کرے مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا شاید وہ ان فائق اڑانے والوں سے بہتر

مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا

ہوں اور نہ عورتیں فائق اڑایا کریں دوسری عورتوں کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ ۱۷

درجہ روزے، نماز اور صدقہ سے افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ضرور میرا بی فرمایے۔ فرمایا وہ لوگوں کے ذریعہ صلح کر لینا۔ ساتھ ہی بتایا کہ دو آدمیوں کے درمیان فساد کرنا ایمان کو ٹوٹا کر رکھ دیتا ہے۔

۱۷ پہلے ان احکام کا ذکر ہوا جن کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب مسلمان ایک دوسرے کے خلاف منہیں آراستہ کر لیں اور جنگ و قتال شروع ہو جائے، لیکن اسلام اصلاح احوال کی صورت کا قائل نہیں کہ پہلے حالات کو بگڑنے دیا جائے۔ مختلف عوامل کو کشیدگی پیدا کرنے اور جذبات کو مشتعل کرنے کی کھلی ٹھنسی دی جائے جب عداوت کے شعلے بھڑکنے لگیں اور خون کی ندیاں بہنے لگیں تو آگے بڑھ کر اس آگ کو بجھانے کی کامیاب یا ناکام کوشش کی جائے۔ اسلام اس سے بھی زیادہ ان محرکات کی بیخ کنی پر توجہ دیتا ہے اور ان اسباب و علل کے سلسلے بند باندھتا ہے جو اس صورت حال کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

ان آیات میں مسلمانوں کو تمام ایسی باتوں سے سختی سے روکا جا رہا ہے جن کے باعث اسلامی معاشرہ کا امن و سکون برباد ہوتا ہے، محبت و پیار کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور خون خرابہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلا حکم دیا کہ اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑایا کرو۔ مذاق اسی کا اڑایا جاتا ہے جس کی عزت اور احترام دل میں نہ ہو جب آپ کسی کا مذاق اڑاتے ہیں تو گویا آپ اس چیز کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ اس شخص کی میرے دل میں کوئی عزت نہیں۔ جب آپ اس کی عزت نہیں کرتے تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ آپ کا احترام کرے۔ جب دونوں سے ایک دوسرے کے لیے عزت اور احترام کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان عداوت و دشمنی کی گہری کنڈ کی طرف لا کھٹا چلا جاتا ہے۔ کوئی لڑکاوٹ ایسی نہیں رہتی جو اسے اپنے انجام سے دوچار ہونے سے روک سکے۔ استناد لڑکی صورت میں ہیں۔

زبان سے مذاق کرنا نقلیں تاکہ اس کا اثر چھڑانا، اس کے لباس یا رفتار و گفتار پر ہنسنا سب ممنوع ہیں۔ یوں تو شریعت کے سلسلے احکام عوام و دوزن سب کے لیے ہوتے ہیں اور بطور تغلیب عینہ مذکر کا ہی استعمال ہوتا ہے۔ جن جو خرابی عورتوں میں نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے اس کو روکنے کے لیے عورتوں کو لنگ مخاطب بنایا جاتا ہے۔ یہاں بھی عورتیں چونکہ دوسروں کا مذاق اڑانے اور ان پر ہنسنے میں بڑی تیز رفتار ہوتی ہیں اس لیے یہاں اس ناہیا حرکت سے باز رہنے کا لنگ حکم دیا و لاس کی وجہی بتادی کہ جن کو تم حقیر سمجھتے ہو اور ان کا مذاق اڑاتے ہو ممکن ہے بارگاہ النبی میں ان کی شان تم سے کہیں زیادہ بلند ہو۔

## تَلْمِزُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاَلْتَابِزُواْ بِالْاَلْقَابِ بِسْمِ الْاِسْمِ الْفُسُوقِ

عیب لگاؤ ایک دوسرے پر لہ اور نہ بُرے القاب سے کسی کو بلاؤ نہ لہ کتنا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر ناسق

لہ دوسرا حکم یہ دیا کہ لا تلمزوا و الفسکم۔

لفظ تلمز کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ اللمز: العیب فی الوجہ والاصل الاشارة بالعين والرأس والشفة مع کلام خفی۔

کسی کے منہ پر اس کی عیب جوئی کرنے کو اللمز کہتے ہیں۔ اصل میں آنکھ، سر کے اشارے یا زیر لب آہستہ سے کسی کی عیب چینی کی جاتے تو کہتے ہیں تلمز فلان۔ لا تلمزوا فرما کر بتا دیا کہ کسی طرح بھی تمہیں یہ اجازت نہیں کہ اپنے بھائی کے عیب گنواؤ اور اس کی غایبوں اور کمزوریوں کو اُچھالتے رہو۔ علامہ راغب لکھتے ہیں اللمز تتبع المساب۔ کسی کی کمزوریوں اور عیوب کا کھوج لگتے رہنا۔ ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے۔ وہ نہیں پاتا کہ اس کا عیب ظاہر ہو۔ اگر کوئی شخص اس کی غایبوں کا برملا اظہار کرتا ہے اور اس کے عیوب کے کھوج میں لگتا ہے تو اس کا کبیدہ خاطر ہونا ایک قدرتی امر ہے اور قرآن حکیم اس کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن کا اسلوب ملاحظہ ہو۔ یہ نہیں کہا کہ تم ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو بلکہ فرمایا لا تلمزوا و الفسکم۔ یعنی تم اپنی عیب جوئی نہ کیا کرو۔ مقصد یہ ہے کہ جس کی بُرائیاں کرتے تم نہیں دیکھتے وہ کوئی عیب تو نہیں تمہارا بھائی ہے۔ اس کی بدنامی تمہاری بدنامی ہے۔ اس کی فضیلت ہوئی تو شہرہ مندہ تم ہو گے۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ جب تم کسی کی پردہ دری کرو گے تو وہ تمہارے عیوب و نقائص کو پشت از پام کرے گا۔ تم اس کی عیب جوئی نہ کرتے تو وہ تمہاری نہ کرتا۔ اب تمہیں جو خجالت ہو رہی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا ثمر ہے۔ اگر اپنی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کسی کی عزت پر ہاتھ مت ڈالو۔

نہ تمہارا حکم یہ دیا کہ لا تتنابزوا بالالقاب۔

لفظ تتنابزوا کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ التنابز: اللقب۔ التنابز:

التداعی بالالقاب وهو یکثر فیما کان ذمادلسان العرب

یعنی کسی کو کسی لقب سے ملقب کرنے کو لغت میں تنبیز کہتے ہیں لیکن مولانا اس کا استعمال اس لقب کے لیے ہوتا ہے جس میں کسی کی مذمت ہو اور جسے وہ شخص ناپسند کرے۔ کسی اندھے کو اندھا اور کلنے کو کانا کہنا بھی جائز نہیں۔ ہمیشہ ایسے اسماء اور القاب سے ایک دوسرے کو بلاؤ جس سے سُٹنے والا خوش ہوتا ہو۔



بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتَّبِعْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يٰٓأَيُّهَا

کھانا ۱۱ اور جو لوگ باز نہیں آئیں گے (اس روش سے) تو وہی بے انصاف ہیں ۱۱ اے

الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ

ایمان والو! ڈور رہا کرو بکثرت ہر گمانیوں سے ۱۲ بلاشبہ بعض ہر گمانیاں گناہ ہیں

۱۱ بڑے پیارے نماز سے اپنے بندوں کو تہیہ فرمائی جا رہی ہے کہ تم اب میرے ہو چکے ہو تمہیں اب ایسی کوئی نازیبا حرکت نہیں کرنی چاہیے جس کی وجہ سے تمہیں بدکار اور منافق کہا جائے۔ اگر تم اسلام قبول نہ کرتے، میرے محبوب رسول پر ایمان نہ لاتے اور شر بے ہمدانی میں نمایاں کرتے رہتے تو تم سے کسی کو شکایت نہ ہوتی، اب تم مشرک بن کر ہو چکے ہو، لوگ بجا طور پر تم سے توقع رکھتے ہیں کہ تم غیر مصلح کا عملی نمونہ پیش کرتے رہو گے، یہی اور پارسانی تمہارا شعار ہوگا۔ غلامانِ مصطفیٰ کہنا کہ اگر تم فسق و فجور سے اپنا دامن نہیں چکاتے تو بڑی بے حیائی اور افسوس کی بات ہے۔ حضرت علامہ نے کیا خوب کہا ہے۔

گر نہ داری از محمد رنگ و بُو از زبان خود سب لایم اُو

یعنی اگر تمہاری سیرت اور کردار اپنے محبوب کے رنگ و بو سے بہرہ ور نہیں تو تمہیں قطعاً یہ زریب نہیں دیتا کہ اپنی ناپاک زبان سے اس کا پاک نام لو۔

علامہ شفا اللہ الہیانی نے فرماتے ہیں کہ اس سبب سے کہیں کوئی نہیں بتایا ہے کہتے ہیں، وبش الاسم الفسوق بعد الایمان فلا تفعلوا شیئا تو صغوفیہ باسم الفسوق۔

اس جملہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں کہ یہاں اسم نہ تو لقب و کنیت کا نہ مقابل ہے اور نہ فعل و صرف کا، بلکہ یہاں ذکر و تفسیر کے معنی میں مستعمل ہوا ہے جیسے کہتے ہیں۔ طار اسعد فی الناس بال حکم ای ذکرہ۔ بش کا فاعل الاسم ہے۔ فسوق مخصوص بالذم ہے، یہاں مضاف مقدر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ بش الذکر ذکر الفسوق بعد الایمان ہیں کا معنی یہ ہے۔ بش الذکر للرفع للمؤمنین ان ینذروا بالفسوق بعد فحولہم الایمان۔ (رد المحتار)

۱۲ آخر میں فرمایا جو شخص ان ناشائستہ حرکات سے تائب نہیں ہوتا وہ ظالم ہے۔ آیت کے اس جملے کے ختم نے جنگِ عزت کا اسلامی قانونِ انہد کیا ہے، کوئی شخص کسی پر نہ ان کی قسمت لگائے تو نص قرآنی کے مطابق اس پر حد و قذف لگائی جائے گی، لیکن اس کے علاوہ ہی اگر کوئی شخص کسی کے حق میں بڑے الفاظ استعمال کرتا ہے تو اس کے خلاف اسلامی عدالت میں جنگِ عزت کا دعویٰ دائر کیا جاسکتا ہے اور قاضی کو حق پہنچانا ہے کہ وہ ایسے شخص پر اس کے مناسب مالی تعزیر لگائے، روح البیان میں وہ الفاظ تفصیل سے مرقوم ہیں جن کے باعث تعزیر لگ سکتی ہے۔ ان میں نبیث، منث اور طید کے الفاظ بھی ہیں جنہیں جملے ہاں بڑی بے پروائی سے استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۱ اہی سلم معاشرہ کو قہر کی شکر رنجی سے منظور کرنے کے لیے جو ہدایات دی جا رہی تھیں ان کا سلسلہ اس آیت میں بھی جاری



## وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُّوبُ أَحَدُكُمْ أَنْ

اور نہ جاسوسی کیا کرو اور ایک دوسرے کی نیابت بھی نہ کیا کرو ۱۱۷ کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی شخص کہ

فرمایا بکثرت ظن و گمان کرنے سے ابتنا ب کیا کرو۔ کیونکہ بعض ظن ایسے میں جو گناہ ہوتے ہیں۔ اگر ظن و گمان کے شدید فی ان بن جاؤ تو ہر کسے تم ایسے گمان بھی کرنے لگو جو سراسر گناہ ہیں۔ ان کلمات کو دیکھنا یعنی تو یہ چلتا ہے کہ مطاق ظن سے نہیں روکا اور نہ ہر ظن کے ظن کو گناہ کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ظن جائز ہیں۔ اس لیے علمائے کرام نے ظن کی متعدد قسمیں ذکر کی ہیں۔

واجب، مستحب، مباح اور منوع۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے تین روز پہلے فرمایا اذیموتن احدکم الا وهو یحسن الظن باللہ عز وجل۔ تم میں سے کوئی ذمہ سے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔ دوسرا ارشاد نبوی ہے۔ یقول اللہ اناعند ظن عبیدی فی فلیظن ماشاء ان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جس کا وہ مجھ سے ظن رکھتا ہے۔ اب اس کی مرضی جیسا چاہے میرے ساتھ ظن رکھے۔

مستحب کی مثال: مومن کے ساتھ جس کا ظاہری حال اچھا ہو حسن ظن کرنا مستحب ہے۔ ایسا شخص جس کے احوال مشکوک ہوں اس کے متعلق سوہ ظن کرنا مباح ہے، لیکن جب تک یقینی دلائل موجود نہ ہوں اس وقت تک محض ظن کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کرنا جائز نہیں۔ اسی کے متعلق حضورؐ کی حدیث ہے۔

اذا ظننتم فلا تحققوا یعنی اگر کسی کے بارے میں شک پیدا ہو جائے تو اس کی تحقیق میں مذگک جاؤ۔ شریعت میں نسوس کے خلاف ظن و تخمین سے کام لینا منوع ہے۔

علاء قرطبی لکھتے ہیں کہ آیت میں ظن سے مراد قسمت ہے۔ قال علماءنا فالظن فی الذیة هو التهمة۔ اور اس قول کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ بعد میں فلا تجسسوا فرمایا ہے کیونکہ جب کسی پر تہمت لگتی ہے تو طبیعت چاہتی ہے اس کا سراخ لگایا جائے اور صحیح حالات پر آگاہی حاصل کی جائے۔

۱۱۷ کسی مسلمان کے سیوں کا سراخ لگانا اور اس کے پرشیدہ حالات کو کریدنا منوع ہے۔ اس طرح اس کی پردہ دری ہوگی، مالا لکہ ہیں پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے من ستر مسلماً سترہ اللہ یوم القیامۃ۔ جو اس دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کسے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ البرزخ الاسلامی فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا معشر من امن بلساتہ ولم یدخل الیسان قلبہ لا تغتبا بوا المسلمین ولا تتبعوا عورتہم فان من اتبع عورتہم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی بیئہ۔

یعنی اے وہ گروہ جو زبان سے تو ایمان لایا ہے لیکن ایمان اس کے دل میں ابھی داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی نیابت مت کیا کرو۔ ان کی پرشیدہ باتوں کا سراخ مت لگلا کرو۔ جو مسلمانوں کی پرشیدہ باتوں کو بچا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نسی باتوں کو بچا

## يَأْكُلُ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ

اپنے مردہ بھائی کا گوشت کمانے۔ تم اسے زکوٰۃ دیتے ہو۔ اوروں سے بھاگنا اور اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے

کا ہے اور جس کی معنی باتوں کا ہیچانہ کرے تو وہ اس کو اپنے گھر میں رسوا کرتا ہے۔ اسی طرح ارباب حکومت کو بھی بلاوجہ لوگوں کے معنی رازوں پر آگاہی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

انك ان اتبعنا عورت الناس افسد تلهم اوكدت ان افسد هم۔

یعنی اگر تم لوگوں کی پریشیدہ باتیں جاننے کے درپے ہو گے تو تم انہیں خراب کر کے چھوڑ دو گے۔ انسان کی پراپیٹیٹ زندگی کا اسلام میں جس قدر احترام ہے اس کا اندازہ آپ اس مشہور تاریخی واقعہ سے آسانی لگا سکتے ہیں جو فرما علیؓ نے زور کنڈی کے واسطے سے مکہ کے انصاف میں نقل کیا ہے۔ ایک رات حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے۔ ایک گھر سے آپ کو ایک شخص کے گانے کی آواز آئی۔ دیوار چاند کر آپ اندر داخل ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے۔ اس کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے۔ قریب ہی شراب رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بے قابو ہو گئے اور فرمایا یا عدو اللہ اظننت ان اللہ یسترك و انت علی معصیۃ۔ اے اللہ کے دشمن! کیا تجھے یہ گمان تھا کہ تو ایسی نافرمانی بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ تیری پردہ پوشی بھی کرے گا۔ اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین! جملت سے کام نہیں۔ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے تین نافرمانیاں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لا تجسسوا کسی کی جاسوسی نہ کیا کرو۔ آپ نے میری جاسوسی کی ہے۔ فرمانِ خلافِ دی ہے۔ واتوا البیوت من ابوابھا گھروں میں دروازے سے داخل ہو۔ آپ دیوار چاند کر داخل ہوئے ہیں۔ ارشاد ہے۔ لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأمنوا۔ داخل ہونے سے پہلے اہل خانہ سے اجازت لو اور آپ میری اجازت کے بغیر اندر آگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں اب تم کو معاف کر دوں تو کیا تم آئندہ ان جرائم کا ارتکاب نہ کرو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ البشہ اگر کسی کی سرگرمیاں ملک و ملت کے خلاف ہوں جو دشمن سے ساز باز کر رہے ہوں یا کسی کو قتل کرنے کے مشورے کر رہے ہوں تو ایسے لوگوں کے احوال کی جانچ پڑتال کرنا سبب ہے۔

لَوْ يَفْتَبُ بَعْضُكُمْ رُفُضًا

غیبت کی تعریف خود زبانِ رسالت نے بیان فرمائی ہے۔ ایک دن حضورؐ نے دریافت کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ذکرک الاخاک بمہایکسہ۔ اپنے بھائی کا ایسا ذکر جسے وہ ناپسند کرے۔ عرض کی گئی اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے تو تم ہی اس کا ذکر غیبت ہو گے۔ فرمایا اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے اور تم اس کا ذکر کرے تو تم نے غیبت کی اور اگر ایسی بات کا ذکر ہے جو اس میں پائی جاتی تو تم نے اس پر ہتھ باندھا۔

۵۹۷ قرآن کریم نے لوگوں کو غیبت سے متفرق کرنے کے لیے ایک ایسی تشبیہ دی جس کو سن کر کوئی سلیم الطبع غیبت کی طرف

راغب نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کیا کوئی شخص انسانی گوشت کمانا پسند کرے گا اور انسان بھی وہ جو مردہ ہو اور مردہ بھی وہ جو اس کا بھائی ہو اسی چیز کو ایک ترسہ حضور نے ایک اور انداز سے بیان فرمایا کہ جب باہر نے احترام زنا کیا اور حضور نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا تو حضور نے سنا کہ دو آدمی آپس میں اس طرح کی گفتگو کر رہے ہیں کہ اس شخص کی طرف دیکھو جس کا گناہ اللہ تعالیٰ نے ڈھانپ دیا تھا مگر اس نے خود انکشاف کیا پھر اسے اس طرح سنگسار کیا گیا جس طرح نکتے کو کیا جاتا ہے۔ حضور نے یہ بات سنی اور غامض رہے پھر کچھ وقت حضور پچھتے رہے یہاں تک کہ ایک مردار گدھے کے پاس سے گزرے۔ فرمایا فلاں فلاں آدمی کہاں ہیں؟ ان دو ذل نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں۔ فرمایا اترو اور اس مردار گدھے کو کاؤ۔ وہ کھٹے گئے اے بنی اللہ اس مردار کو کون کھاتا ہے؟ حضور نے فرمایا فما نلتما من عرض اخیكما اشد من الاكل متہ والذی نفسی ہیئہ انہ الذن لعی انہار الجبۃ یتنفس فیہا یعنی تم مردہ گدھا کھانے سے تو نفرت کرتے ہو لیکن اپنے بھائی کی معرت پر جو تم نے حملہ کیا ہے وہ مردار کھانے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، وہ تو اس وقت جنت کی نروں میں نہا رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبیت کی بیعت کیے ہو گناہوں سے ہے۔ اگر کوئی شخص نبیت کریشے تو وہ تو بہ کسے۔ اگر ہو گے تو جس کی نبیت اس نے کی ہے اس سے بڑھالے۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ نبیت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی نبیت تم نے کی ہے اس کے لیے بکثرت منفرت کی دُعا مانگو۔

لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں جبکہ نبیت مباح ہو جاتی ہے۔ وہ فاسق جو امانیہ فتنہ و فحور کا رہنما ہے اس کے عیوب کا ذکر نبیت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے من التقی جلباب الحب ارفلا غیبۃ لہ۔ جو شخص حیا کی پادار تار کرے پیک نے اس کی کوئی نبیت نہیں۔ دوسرا ارشاد ہے الذکر والفسا جری ما فیہ کی یحذرہ الناس۔ فاجر کی غزایاں بیان کیا کر ڈنکر لگ اس سے بچتے رہیں۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی نبیت ممنوع ہے جو اپنی بددوشی کرتا ہے۔ اسی طرح بدعتیہ و عالم اور ظالم بادشاہ کے عیوب بیان کرنا بھی نبیت نہیں۔ اگر کوئی شخص قاضی کے پاس دعویٰ کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے خصم کے عیوب بیان کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ہندو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ ان اباسفیان رجل شحیح لا یعطینی مسا یکھنیخی انا وولدی فاخذ من غیر علی لکہ ابوسفیان خلیل آدمی ہے مجھے اتنا نہیں دیتا جس سے میرا اور میرے بچوں کا گزر ہو سکے۔ کیا میں اس کے مال سے اس کی اہانت کے بغیر لے سکتی ہوں۔ حضور نے فرمایا نعم فخذی۔ ہاں لے سکتی ہو۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے لصاحب الحق مقال۔ جس کا حق ہوا سے بات کرنے کی اہانت ہے۔ اسی طرح شتہ کے بارے میں اگر کوئی مشورہ کہے تو اسے صحیح صورتِ مال سے آگاہ کرنا جائز ہے۔

قائد نبیت تھیں کہ جب اس کے خاندان نے طلاق سے وہی تو معاویہ اور ابو بکر نے پیغامِ بیہادہ مشورہ کرنے کے لیے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور نے فرمایا۔ فاما معادیۃ فصعلون فلامال لہ واما ابوجہلم فلا یدع عصاد عن عانقہ۔



رَحِيمٌ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ

والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ اسے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف

شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰكُمْ إِنَّ

قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لنتہ تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کی بارگاہ میں جسے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

یعنی مساویہ منصف اور تلاش ہے اور ابوجہم اپنے کندھے سے عصا دوڑ نہیں کرتا یہ اس لیے تھا کہ فاطمہ بنت قیس کو دھوکا نہ ہو۔  
 لنتہ و درجہ جاہلیت کے عرب دیگر گونا گوں خراہیوں کے ساتھ ساتھ تقاضا فرکی بیماری میں بُری طرح مبتلا تھے۔ وہ اپنے آپ کو  
 سب سے برتر، اشرف اور اعلیٰ خیال کرتے۔ ان سب میں قریش کے فخر و مہاباہت کی شان ہی الگ تھی جب کہ فتح ہوا اور اس  
 کی فضائل میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو حضور نے حضرت بلالؓ کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ کعبہ کی چست پر چڑھ جاؤ اور اذان دو۔  
 تعمیل ارشاد میں بلالؓ نے کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دینی شروع کی تو شرفائے قریش پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔ ان کے دلِ عز و دلالت کا اندازہ اس  
 مکالمے سے لگائیے جو ان میں ہوا۔

عقاب ابن اسید بولا اللہ کا شکر ہے میرا باپ یہ رُود فرسا منظر دیکھنے سے پہلے فر گیا۔ عمارت ابن ہشام کہنے لگا کہ اس  
 کالے کتے کے بغیر شمس قدر فداہ آئی و انی کو اور کوئی مؤذن نہیں ملا۔ سبیل ابن عمرو نے کہا میں اللہ کی مرضی ابو سفیان نے کہا میں تو کچھ  
 نہیں کتا۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری اس گنگو پر اللہ تعالیٰ اس کو آگاہ کرے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس رسمِ باطل  
 کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

تقاضا کا یہ نظریہ فقط جاہل اور غیر متدب عربوں تک ہی محدود تھا بلکہ رُودے زمین پر جو متحدان اور شاہستہ قومیں آباد تھیں  
 وہ سب کی سب کسی نہ کسی صورت میں اس بیماری میں مبتلا تھیں۔ کہیں اپنی نسل اور قومیت پر فخر کیا جاتا تھا۔ کہیں ان کے وطن کی  
 سرزمین ان کی بڑائی اور برتری کا باعث تھی۔ کہیں زبان و رنگ و جہا افتخار بنے ہوئے تھے۔ اس فاسد نظریے نے مختلف قوموں کو متحد  
 کر دیا تھا۔ ہر قوم اپنی نسلی شرافت اور اپنے خطہ زمین کی عظمت کے باعث اپنا یہ حق سمجھتی تھی کہ وہ دوسرے ممالک  
 کو تاخت و تاراج کرے۔ ان کی دولت کو لوٹے۔ ان کے باشندوں کو اپنا غلام بنائے اور انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے۔  
 اس شرارتِ نظریہ کے باعث جنگ و جدال کا لامتناہی سلسلہ جاری رہا اور شرف انسانی کی قیامتِ ذیبت و تمدن کے علمبرداروں کے ہاتھوں  
 تار تار ہوتی رہی۔ بیگماریاں صرف اس زمانہ میں ہی موجود تھیں۔ جنہیں ازمنہ مطلقہ کہا جاتا ہے بلکہ آج بھی ان کی ہلاکت آفرینیوں سے انسانیت  
 کی تہیں شرم کے ماسے حرق آلود ہوتی رہتی ہے۔ تجارت ہے دنیا بھر میں سب سے بڑا جمہوری نکتہ ہونے کا دعویٰ ہے وہاں آج  
 بھی طبقاتی امتیازات بول کے ٹول قائم ہیں۔ تجارت کے طول و عرض میں اس بیسویں صدی میں بھی اچھوت نہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں  
 کے مندروں میں جا کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے کنوؤں سے پانی بھر سکتے ہیں۔ امریکہ میں بے شمار ایسے ہوٹل ہیں جن کے

اللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۖ قَالَتِ الْأَعْرَابُ لَمَّا قُتِلَ لَمْ تُوْمِنُوا وَلَكِنْ

جے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔ اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ فرمائیے تم ایمان تو نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ

قُولُوا اسَلَّمْنَا وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا

ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم (سچے دل سے) اطاعت کرو گے

دروازوں پر علیٰ صوف میں کھٹا ہوتا ہے: ریڈائین (رواں کے اہل باشندے) اور کٹھے داخل نہیں ہو سکتے۔ سفید فام باشندوں کے سکول اور کالج تک مخصوص ہیں جہاں سیاہ فام وحشی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اپنی قومی برتری کا یہ غرور تھا جس نے جس قوم میں ہٹلر کا رُوپ اختیار کیا اور کروڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

وطنیت، قوم، رنگ، نسل اور زبان کے بتوں کی پُر جُا آج بھی اسی زور شور سے چوری ہے۔ اس مختصری آیت میں ان تمام بنیادوں کو منہدم کر کے دکھ دیا جن پر مختلف قوموں نے اپنی اپنی برتری اور شرافت کے اعلان تعمیر کر رکھے تھے۔

فرمایا اے لوگو! تم ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہو تمہاری نسل کا سلسلہ اس ایک اصل سے جا کر ملتا ہے تمہارا خالق بھی ایک ہے تمہارا مادہ تخلیق بھی کیسا ہے۔ تمہاری پیدائش کا طریقہ بھی ایک جیسا ہے۔ اتنی بڑی کیسائیتوں کے باوجود تمہارا ایک دوسرے پر برتری کا دعویٰ سراسر کفری اور نادانی ہے۔ اولاد آدم کا مختلف شہوب و قبائل میں بٹنا اس لیے نہیں کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو حقیر سمجھے اور اپنے آپ کو شرف والی نسل کہے بلکہ اس لیے ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور باہمی معاملات میں گڑبڑ پیدا نہ ہو۔

الشعوب، رؤس القباہل مثل ربیعة، حضر، الازوس ولغز نج۔

شعوب کا واحد شعب ہے۔ وہ ایسے اصل کو کہتے ہیں جس سے کئی قبیلے نکلتے ہوں۔ ان کی ترتیب یہ ہے:

شعب، قبیلہ، نھیلہ، عمارہ، بطن اور فخذ۔

۳۷ کسی نماندن میں پیدا ہونا، کسی زمین کا باشندہ ہونا اور چہرے کی کوئی خاص رنگت اس میں انسان کی اپنی گوشش اور سی کا کوئی دخل نہ تھا اس لیے قرآن کریم نے اس کو وجہ افتخار قرار نہ دیا البتہ ایک چیز ہے جس سے انسان کا تہہ دوسرے لوگوں سے برتر اور اعلیٰ ہو جاتا ہے اور اس میں انسان کی ذاتی گوشش کا بھی دخل ہے اور وہ ہے تقویٰ۔

تقویٰ کی بنا پر جو معزز و محترم ہوگا وہ فخر و فخر و وس سے کبیر ایک ہوگا اور ایسے شخص کا وجود نہ صرف اپنے ملک اور قوم کے لیے باعث خیر و برکت ہوگا بلکہ تمام فروع انسانی اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ہرے اراکین و انداز میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ چند ارشادات نبوی سامعیت فرمائیے:

فتح مکہ کے دن حضور نے اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ مسند لوگوں سے کچھ بھیجی ہوئی تھی۔ اونٹنی کے بیٹھنے کے لیے بھی بگڑ نہ تھی حضور لوگوں کے ہاڑوں کا سہارا لے کر اونٹنی سے اترے۔ حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

## اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَا يَلِيكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْءٌ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اللہ اور اس کے رسول کی توفیق و ناکمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں شے بے شک اللہ تعالیٰ غفور

یابہا الناس ان اللہ تعالیٰ قد اذہب عنکم عیبة الجاہلیة و تعظیما بابائہما فالناس رجلا ن۔ رجل برقی  
کریم علی اللہ تعالیٰ و رجل فاجر۔ شقی عین علی اللہ تعالیٰ۔ الناس کلہم بنو آدم و خلق اللہ آدم من تراب۔ (ترجمہ) شبّیمان آرمی  
ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے تم سے عہد بہا لیت کی نامیاں دور کر دیں اور تمہیں کتبہ سے پاک کر دیا۔ اسے لوگو! انسان  
کے بس دو ہی گروہ ہیں۔ ایک نیک متقی جو اللہ کے نزدیک محترم ہے۔ دوسرا بدکار، بدبخت جو اللہ کے نزدیک حقیر ہے۔ درہ سارے انسان  
آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔  
بجۃ الوداع کے موقع پر حضور نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

یابہا الناس، الان یکسر و لحد، لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لاسود علی احمر ولا و احمر  
علی اسود الا بالتقویٰ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ الاہل بلغت؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال فلیبلغ الشاہد الغائب۔ (ترجمہ)  
ترجمہ: لے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں کہ کسی کلمے کو سُرخ پر اور نہ کسی سُرخ کو  
کلمے پر برتری حاصل ہے۔ بجز تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہوگا۔ لوگو! کیا میں نے اللہ کا حکم پہنچایا؟  
سب نے یک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ! بے شک آپ نے پہنچا دیا۔ فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ یہ حکم ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں  
موجود نہیں ہیں۔

کلکم بنو آدم و آدم خلق من ترابٍ لینیحین قوم یضخرون بابائہم لویکونن اھون علی اللہ من الجعلدان (بزار)  
ترجمہ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ لوگ اپنے باپ و ادا پر فخر کرنے سے باز آ جائیں ورنہ وہ اللہ کے  
زادیک گور کے کلمے کی طرح سے ہی حقیر و ذلیل ہوں گے۔

ان اللہ لا یشکم عن احسابکم ولا عن انسابکم یوم القیامۃ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (تفسیر ابن جریر)  
ترجمہ: اللہ تعالیٰ روزِ محشر تم سے تمہارے حسب و نسب کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں  
سے زیادہ محترم وہ ہوگا جو زیادہ متقی ہوگا۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اھوالکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔ (مسلم)  
ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔  
قرآن کریم کی اس تعلیم اور نبی کریم کے ان ارشادات کا اہم اثر کہ ایک ایسی امت معرضِ وجود میں آگئی جس کے نزدیک عظمت و بزرگی کا  
معیار فقط تقویٰ اور پارسائی تھی۔ باقی تمام جھوٹے امتیازات مٹ گئے فخر و مباہات کے جملہ اسباب کا قلع قمع ہو گیا۔  
۱۵۰۰ قبل نبی اس کے لوگ ایک سال قحط کا شکار ہوئے۔ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر زبان سے اسلام کا اقرار کیا لیکن ان



رَحِيمٌ ۱۰۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَیْرَتُوْا

رسم ہے۔ (کامل، ایماندار ترویجی ہیں جو ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسول پر پورا اس میں) کبھی شک نہیں کیا

وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جہاد کرتے ہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں ۱۰۲ یہی لوگ

الصّٰدِقُوْنَ ۱۰۲ قُلْ اَتَعْلَمُوْنَ اللّٰهُ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ بِاٰفِ السَّمٰوٰتِ

راستباز ہیں۔ آپ فرمائیے کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ کو اپنے دین سے۔ حالانکہ اللہ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو آسمانوں میں

کے دل نور ایمان سے محروم تھے۔ انہوں نے دین کے راستوں کو غفلت سے عبور کیا۔ وہ حضور کی خدمت میں آکر عرض کرتے کہ ہم اپنے بال بچے لے کر آپ کے پاس آگئے ہیں۔ دوسرے قبائل کی طرح ہم نساپ کے ساتھ جنگ نہیں کی۔ اس لیے آپ ہمیں ہمدی ضروریات مہیا فرمائیے۔ اس طرح وہ حضور پر اپنا احسان جتلاتے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی قبائل خزینہ اور خزینہ اور سلم تھے جو احسان جتلانے کے لیے ایسی باتیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ انہیں فرمائیں تمہارے دلوں نے ایمان قبول نہیں کیا۔ تم تو غفلت ذریعہ مفاد حاصل کرنے کے لیے اور قتل و اسیری سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ گے تو تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

لا تہ : فقصہ۔ کس چیز میں کمی کرنا۔

۱۰۱ اعراب یعنی اسد اپنے آپ کو زبانی اقرار کے بعد مسلمان خیال کرتے تھے۔ اس آیت میں بچے مومن کی وضاحت کر دی کہ ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے گروہ میں شامل کرنے مومن کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا دل ہر خشک اور شبے پاک ہو اور حسب اسلام کی سر بلندی کے لیے مال اور جان قربان کرنے کا موقع آئے تو وہ بلا تامل ہر چیز بخوشی قربان کرے۔ اس آیت سے بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ قرآن کی اصطلاح میں ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مومن وہ کہلاتا ہے جس کا دل نور ایمان سے نواز ہو اور مسلمان اسے کہتے ہیں جو بنیاد پر طبع اور فرائض دار ہو اگرچہ اس کا دل ایمان سے محروم ہو۔ ایسا سمجھنا کم فہمی کی دلیل ہے قرآن کریم کی بیشتر آیتیں ہیں جو اس کی ترویج کرتی ہیں۔

ارشاد ہے :

ان الدین عند اللہ الا سلام ، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے : ما کان ابراہیم یهودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً حضرت

ابراہیم نہ یهودی تھے نہ عیسائی بلکہ کیر اللہ کی طرف مائل ہونے والے مسلم تھے۔

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۶﴾ يُمْنُونَ عَلَيْكَ أَنْ

اور جو زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنی طرح جاننے والا ہے۔ وہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ اسلام

أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِلَّا سَلَامًا مَكْرَهُ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ

لے آئے۔ فرمائیے مجھ پر امت احسان جتلاؤ اپنے اسلام کا۔ بلکہ اللہ نے احسان فرمایا ہے تم پر کہ

هَذَا كُمْ لِلْإِيمَانِ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۷﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ

تمہیں ایمان کی ہدایت بخنقی نسلہ اگر تم ہلے ایمان کے دعویٰ میں آچھے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق ارشاد ہے:

قُلْ إِنِّي أَمْرٌ أَنْ أَكُونَ أَقْلَ مَنْ أَسْلَمَ

آپ فرمائیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لے آؤں۔

نسلہ عرب کے بعض باویشین قبائل اسلام قبول کرتے اور پھر اگر احسان جتلاتے کہ دیکھو ہم نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین قبول کر لیا ہے۔ ہم نے غیر مسلم قبائل سے اپنے دربریزہ تعلقات آپ کی خاطر توڑ لیے ہیں۔ ہمیں امان کی ضرورت ہے وہ دو۔ ہمارے پاس سواری کے لیے جانور نہیں ہیں وہ مینا کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ یہ جتلا احسان نہیں کہ تم نے اسلام قبول کیا بلکہ یہ تو تم پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اگر وہ تمہیں قبول حق کی توفیق نہ بخشتا تو تم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہی رہتے۔ کفر پر مرتے اور جہنم رسید ہوتے احسان نہ جتلاؤ بلکہ اپنے رب کے اس فضل و کرم پر سجدہ ہائے شکر بجالاؤ کہ آج تمہارا شمار غلامان مصطفیٰ علیہ الطیب التیہ والشانہ میں ہو رہا ہے۔

دانائے شیراز علیہ الرحمۃ نے اس کی خوب تفسیر فرمائی ہے۔

شکر خصلت کن کہ موفیق شدی بنید زانام و فضل او نہ مغل گزاشت

دشت منہ کہ نہ دست سلطان ہی کنی منت شناس ازو کہ نہ خدمت برداشت

یعنی خداوند کرم کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے نیکی کی توفیق دی ہے۔

اور اس نے تجھے اپنے انعام و احسان سے محروم نہیں رکھا۔

یہ احسان مست جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے۔

بلکہ اس کا احسان سجدہ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کا موقع دیا ہے۔

## السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِصِدْقِهِمْ أَعْلَمُ ۝

زمین کے سب چھپے ہوئے سیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے جو تم کو رب ہے جو اللہ

اللہ کے بندے ہیں اور اللہ اس خدا سے ہے جس کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے، آسماں اور زمینوں کی بیکار دستوں میں کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں جو اس سے مخفی ہو، فراز عرش سے لے کر کھجور زمین تک جب ہر چیز اس کے سامنے عیاں ہے تو تیرے دل کی لائٹسری دنیا کا کوئی گوشہ اس سے پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ ایسے علیم و بصیر کے ساتھ معاملہ کی بنیاد مگر و نفاق پر جو رکھتا ہے وہ پہلے درجہ کا احمق ہے۔ دانا اور خوش بخت وہ ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ جس کی زبان بھی اس کے ذکر میں مشغول اور اس کا دل بھی اس کی یاد سے معمور رہتا ہے جس کا بدن بھی اس کا فرمانبردار اور جس کی روح بھی اس کی بندگی پر نازاں اور شاداں رہتی ہے۔



اللهم انى عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصيتى بيدك ماض فى حكمك و عدل فى قضاؤك اسئلك بكل اسم هو لك سميت به نفسك وانزلته فى كتابك او علمته احد من خلقك او استشرت به فى علم عندك ان تجعل القرآن العظيم ربيع قلوبى ونور صدورى وجوارحى ونذابا لى ونعمى۔

اللهم مننت على عبدك البائس المسكين فوفقته لختمه كتابك المبين وقبيل منه انك انت السميع العليم۔

اللهم صل وسلم وبارك على حبيبك و صفيك و نبيك سيدى ومولدى محمد وعلى آله واصحابه من الصلوة اذ كلفها ومن التسليمات اسمها ومن البركات اوقفاها وارزقنا حبه واتباعه وشفاعته واحشرنا تحت قدميه الطيبتين يارب المشرقين والمغربين۔





# تعارف سُورَةُ ق

**نام :** اس کا نام سورہ ق ہے جو پہلی آیت کا پہلا حرف ہے۔ اس کے تین رکوع اور نینتالیس آیات ہیں۔ یہ تین سو ستاون کلمات اور ایک ہزار چار سو چورانے کے حروف پر مشتمل ہے۔

**زمانہ نزول :** اگرچہ کسی مستند روایت سے اس کا سال نزول متعین نہیں ہوتا، لیکن اس کے مضمنا میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو کئی عہد کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئیں جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکمل کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ سعادت مند رومیوں میں دعوت کو قبول کرنے لگی تھیں۔ مکہ کے کافرانہ معاشرے میں ایک ٹھیل پیدا ہو گئی تھی اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناکام بنانے کے لیے طعن و تشنیع کے تیر برس سانسے شروع کر دیے تھے۔

**مضمنا میں :** اہل عرب کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری دعوت ایسی تھی جس نے انہیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا، لیکن اس بات کو تو وہ مانتے کے لیے قطعاً تیار نہ تھے کہ مرنے کے بعد انہیں پھر زندہ کر دیا جائے گا۔ ان کے پرانندہ اجزا اور منتشر ذروں کو چھ جوڑ دیا جائے گا۔ یہ چیز ان کے نزدیک ناممکن بھی تھی اور خلاف عقل بھی اس لیے وہ بر ملا کہتے تھے کہ ہم آپ کی یہ بات مانتے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ بے شک یہ کام از حد و شوا اور اڑس مشکل ہے، پھر بے ہوشے ذرے جنہیں ہوا کے جھونکے کہاں کہاں اڑا کر پھینک آئے ان کو اکٹھا کرنا تمہارے بس کی بات نہیں، کیونکہ تمہارا علم ناقص اور قدرت محدود ہے، لیکن اُس ذات کے لیے اس میں ذرا بھی دشواری نہیں جس کا علم کائنات کے ذرے ذرے کو اور یہاں نہ پذیر ہونے والی سموی تبدیلیوں کو بھی جانتا ہے، جس نے ان کا مکمل ریکارڈ تیار کر رکھا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کو جاننا چاہتے ہو، تو عالم بالاکے بے پایاں اور وسیع پہنائیوں کو دیکھو اور اگر اس کی کمال حکمت کا اندازہ لگانا چاہتے ہو، تو اس وسیع و عریض اور بے پیمار عالم میں سمجھنے کی نظر نظم و ضبط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے اس میں غور کرو، تمہیں یقین آجائے گا کہ ایسی ہستی کے لیے انسان کو موت کی نیند سلانا اور پھر اس کو عرصہ دراز کے بعد وقت مقررہ پر زندہ کر دینا قطعاً مشکل نہیں۔

جی چاہتا ہے کہ اختصاص کے ساتھ عالم بالاکے بے کراں دستوں کا تذکرہ کر دوں تاکہ قدرت خداوندی کی عظمتوں کا قارئین کو کچھ تصور ہو جائے۔

جدید ماہرین فلکیات کی تحقیقات کے مطابق یہ نظام شمسی جس میں ہمارا گروہ زمین بھی ہے، یہ ایک کہکشاں کا (GALAXY) حصہ ہے۔ اس ایک کہکشاں میں ایک لاکھ ملین ستارے موجود ہیں۔ اس کہکشاں کا قطر دس لاکھ نوری سال ہے، اس کی موٹائی دس ہزار نوری سال ہے۔ سورج کہکشاں کے مرکز سے پچیس یا تیس ہزار نوری سال دور ہے۔ سائنس دان تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کی دستوں کا اندازہ لگانا ان کے امکان سے خارج ہے۔ ابھی تک انہوں نے کائنات کے ایک حقیرے حصہ کا مشاہدہ کیا ہے، لیکن یہ مختصر حصہ ہی اتنا ہے کہ اگر کوئی شخص روشنی کی رفتار (ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ) سے سفر کرے تو اس کی سرحد تک پہنچنے کے لیے اسے چھ ہزار ملین سال درکار ہوں گے۔

یہ کہکشاں جس سے ہمارا تعلق ہے نسبتاً چھوٹی ہے اس کے علاوہ ہزاروں ملین چھوٹی بڑی کہکشاں ہیں۔ اس چھوٹی سی دست کا اندازہ لگائیے کہ زمین سے چاند دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے، سورج زمین سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے۔ اس کا قطر آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار میل ہے اور وہ زمین سے بارہ لاکھ گنا بڑا ہے۔

آسمان اور زمین کی دستوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ كُنْٓا فِىۤ اِلٰهٰتِكُمْ شُرَكَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۗ اِنَّہٗ لَءَ اُنْتُمْ بِعِندِہٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الْعَلِیۡمُ ۗ** قرآن ہے وہ فوجوں جو غلامی مصطفیٰ کا دم بھرتے ہیں وہ اہل علم طلبہ اور اساتذہ و خواب خرگوش سے بیدار ہوں، تحقیق و محبت سے کو اپنا شمار بنائیں، اسرار قدرت کی نقاب کشائی میں ہمت مردانہ کا ثبوت دیں تو ملت اسلامیہ کا مقدر چمک اٹھے، ادبار و اضطراب کا پتھر ختم ہو جائے۔

مگر یہ قیامت کو تنبیہ فرمائی کہ جس سرکشی اور ہٹ دھرمی کا تم مظاہرہ کر رہے ہو اس سے پہلے ہی چند قوموں نے یہ طریقہ اپنایا تھا انجام کار وہ تباہ کر دی گئیں۔ کیا تم بھی اپنا یہ انجام دیکھنا چاہتے ہو؟

اس حقیقت کی وضاحت بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے دور نہیں بلکہ ان کی شہرگ سے بھی وہ زیادہ ان کے قریب ہے کسی کی کوئی حرکت نہ اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے اور نہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے قابو سے باہر ہے۔ باری ہر دو فرشتے دائیں بائیں تمہارے ساتھ مقرر کر دیے گئے ہیں جو تمہارے اقوال و اعمال کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔

سورت کے اختتام سے پہلے فرمایا اے حبیب! آپ ان لوگوں کی یادہ گونیوں اور ہرزہ سراہیوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہو کہیں بلکہ سبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ صبح و شام ہر وقت میرا ذکر اور میری تعظیم کرتے رہیں۔ یقیناً کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

۱۔ ملین : دس لاکھ کو ایک ملین کہتے ہیں۔

۲۔ نوری سال کہنے کے لیے یہ خیال فرمائیے کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل سفر طے کرتی ہے اس کو ساڑھے سے ضرب دیجیئے پھر حاصل ضرب کو ساڑھے سے پھر حاصل ضرب کو چوبیس سے۔ یہ حاصل ضرب ایک نوری دن ہو گا۔ پھر دنوں کے مینے اور مہینوں کے سال بنا لیجیے۔ اس عرصہ میں جتنی مسافت طے ہوگی اسے ایک نوری سال کہیں گے۔

۱۸۶۰۰۰ × ۶۰ × ۶۰ × ۲۴ = ۳۰۰۰۰۰۰۰۰ × ۱۶۰۰۰۰۰ یعنی سولہ ارب سات کروڑ چار لاکھ میل (ایک دن میں)

سُوْرَةُ قِيَامَتٍ وَهِيَ خَمْسٌ اَرْبَعُونَ اِيْتًا وَثَلَاثٌ وَاثْنَانِ

سورۃ قیامت مکی ہے اور اس کی پنتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ وَالْقُرْآنُ الْمَجِیْدُ ۙ بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

قَاتادہ نے تم سے قرآن مجید کی تکذیب اور رسول پاک سے اسے مگر یہ (ناواں) حیران ہیں اس بات پر کہ آیا ہے ان کے پاس مندرنے والا ان میں

سے یہ جروغہ قطعاً میں سے ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ اس سورت کا نام ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے حسنیٰ کی کئی ہے جن کی ابتدا میں ق ہے۔ مثلاً القادر، القهار وغیرہ۔

علامہ پانی پتی کہتے ہیں والمحقق انہ ورمز بین اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حق یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ایک رمز ہے جسے بعض اسمین فی العلم ہی جانتے ہیں۔

علامہ اسماعیل حنفی کہتے ہیں قال ابن عطاء اقسام اللہ بقوة قلب حبیبہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث تحمل الخطاب والمشاهدة ولم یؤثر ذلك فيه لعلو حاله (رُوح البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محرم کے دل کی قوت کی قسم کھائی ہے کہ میں حق کا شاہد ہوں اور شرف منکرم ہی حاصل ہوا لیکن کلم کی طرح ایک تجلی صفت سے شش کا گر نہیں پڑے۔

بعض کتب میں کلم ہے کہ ق سے مراد ایک پہاڑ (کوہ قاف) ہے جو ساری زمین کو گھیرے ہے۔ وہ زبرد کا بنا ہوا ہے۔ آسمان کی نیلاہٹ اسی زبرد کا مکس ہے وغیرہ وغیرہ۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ اسمائے عرفات ہیں جو مسلمانوں نے علماء اہل کتاب سے نہیں سناؤ۔

بعض تحقیق اپنی کتب میں لکھ دیں بلکہ ان میں سے بھی جو زندقہ تھے انہوں نے ایسی روایتیں گھڑیں تاکہ لوگوں کو دین حق سے بدگمان کیا جائے۔

وعندی ان ہذا اوامثالہ واشباہہ من اختلاف بعض زنادقتہم۔ اس ضمن میں حضرت ابن عباس سے جو اثر

منتقل ہے اس کے بارے میں علامہ موصوف کہتے ہیں لا یصح سندہ عن ابن عباس کہ حضرت ابن عباس سے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ (ابن کثیر)

صاحب رُوح المعانی نے بھی اس قول کی تردید کی ہے۔

سے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی قسم اٹھا رہے ہیں کہ میرا محبوب میرا سچا رسول ہے۔ صاحب اسان العرب کہتے ہیں کہ جب مجید قرآن کی صفت ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے الرفیع العالی، عالی شان، بلند مرتبہ۔ علامہ راغب کہتے ہیں کہ قرآن کریم چونکہ مکرم و نبوی اور



فَقَالَ الْكٰفِرُونَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۚ ؕ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

سے تو کہنے لگے کفار کہ یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ وہ کہتے ہیں کیا جب ہم مر جائیں گے اور پھینک دیے جائیں گے

ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۙ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۗ وَ

وہ بجز زندہ کیے جائیں گے پھر واپس تو عقل سے بعید ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں سے گھٹاتی ہے اور

عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۙ ۱۱ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ

ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ بلکہ انہوں نے جھوٹا یا دروغ بات کو جب وہ ان کے پاس آیا پس

آخر وہی کو شامل ہے اس لیے کہ ہمید کہا گیا۔ خصوصاً بند لاکھ کثرتہ ما یتضمن من المکالم الدنیویۃ والاخرویۃ المعروفات انہا  
سے چاہیے تو یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کہ اس نے ان کی طرف ایک  
راہ بھیجا ہے اور مزید کہ ہم یہ فرمایا ہے کہ وہ ان کا ہم قوم اور ہم وطن ہے اور وہ اس کی میرت و کردار سے پوری طرح آگاہ ہیں لیکن  
یہ عجیب انہی کھوپڑی کے لوگ ہیں۔ انہیں اگر امتزاج سے تو اس پر کہ ان میں سے ایک آدمی کو منصب نبوت پر کیوں فائز کر دیا گیا۔  
اگر کسی ہادی کو انہی تھا تو کسی غیر تک سے آنا بلکہ نوع انسانی کے بجائے جن یا فرشتہ ہوتا تاکہ وہ اس کی عظمت کو پہچان سکتے  
اور اس پر ایمان لاتے۔

سے کفار کہتے کہ پہلے تو یہ بات ہی بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایک انسان نبی بن کر آنے کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن اس سے بھی  
زیادہ عقل کو سراسر کر کے والی بات یہ ہے جو وہ ہیں بتا رہا ہے کہ مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ ایسی بات ہے جو بعید از  
اسکان ہے۔ اسے عقل تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ ایسی انہونی اور ناقابل فہم باتیں کرنے والا نبوت کا مدعی ہو بڑی حیرت انگیز بات  
ہے اور ہم جیسے دانشوروں سے وہیہ توقع رکھے کہ ہم اس پر ایمان لائیں گے یہ بات پہلی سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

۱۱ وقوع قیامت پر انہیں امتزاج ہی تھا کہ جب مرنے کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے تو زمین اس کے گوشت پوست اور  
پڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ پھر وہ مٹی بن کر زمین سے کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ ان منتشر ذروں کو یکجا کرنا ناممکن ہے۔ ان کے اس شب کا یوں  
تو کیا جا رہا ہے کہ زمین نیست کے جس جس جزو کو کھاتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا اصلی علم ہے۔ بلکہ اس کے پاس تو ایسی جامع کتاب ہے  
جس میں کائنات طوی و سفلی میں ہر لحظہ رو پذیر ہونے والی ساری تبدیلیوں کا ریکارڈ محفوظ ہے، تو وہ ذات جس کا علم ہر چیز کو اور اس  
میں رونا ہونے والے ہر تیز کو محیط ہے اور جو عقل حکمت شہیہ حسیہ کی صفت سے مرصوف ہے۔ اس کے لیے تو مردوں کو  
از سر نو زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی کہتے ہیں وثبت ان الانبیاء والاولیاء والشہداء اولئک اکل الارض اجسادہم

فِي أَمْرِ مَرْيَمَ ۖ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَ

اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شکاف نہیں ہے اور زمین کو مسم نے پھیلا دیا اور جمائیے اس پر

زَيِّنَاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا

اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شکاف نہیں ہے اور زمین کو مسم نے پھیلا دیا اور جمائیے اس پر

یعنی یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ انبیاء اولیاء اور شہداء کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کے جسموں کو کھائے۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ ہم نے اس سئلہ کو اپنی کتاب التذکرہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ کھلا ہے۔

سئلہ وہ نبی مکرم کی بعثت پر حیرت اور آپ کی تعلیمات کو فقط بعید از قیاس کہنے پر اکتفا نہیں کر رہے بلکہ انہوں نے تو

اس حق کو سراہر محوٹ کا پلندہ کہنے کی رٹ لگا رکھی ہے کہتے ہیں رضاعاً اللہ رایہ حیوان ہے، اس کی لائی ہوئی کتاب جموئی ہے،

اس کے پیش میں کیے ہوئے عقائد غلط ہیں۔ لیکن تکذیب حق کے بعد کیا ان کے دلوں کو تفسر راضی ہے۔ کیا ان کے

ذہنوں نے ان کی اس بات کو درست تسلیم کر لیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں! اس تکذیب کی وجہ سے تو ان کا ذہنی سکون برباد

ہو گیا ہے۔ ان کے دل مضطرب اور بے چین ہیں۔ انہیں کسی پہلو قرار نہیں۔ کسی ایک بات پر ان کے قدم نہیں جھکتے کبھی کہتے

ہیں یہ بادل گرے۔ کبھی اسے شاعر کہتے ہیں کبھی اسے دیوانہ بتاتے ہیں اور کبھی اس پر افسانہ باز ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ آسمانی ہر

حق کا انکار کرتا ہے اس سے سکون و قرار بچین لیا جاتا ہے۔ عمر بھر تعلق واضطراب کی موہیں اسے تنکوں کی طرح اٹھا کر دائیں بائیں

پھینکتی رہتی ہیں۔ آیت کے آخر میں مریج کا لفظ غور طلب ہے۔ علامہ قرطبی اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں اصل للمریج؛

الاضطراب والقلق۔

سئلہ کفار کو مرنے کے بعد جی اٹھنے کے منکر تھے اور اس انکار پر انہیں شدید اصرار تھا۔ ان چند آیات میں ان کے اس انکار

کی برج گئی کی جارہی ہے۔ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا دعویٰ اگر کسی ایسی ہستی نے کیا ہوتا جو کمزور، بے بس اور ناقواں ہے تو اس

دعویٰ کے انکار کا نہیں حق پہنچتا تھا لیکن یہ دعویٰ جس ہستی نے کیا ہے: بندیاں اور پستیاں سب اس کے زیر نگران ہیں

ذرا لکھا اٹھا کر اوپر دیکھو تمہیں کیا نظر آ رہا ہے۔ نیس گلوں بے کراں آسمان ہے جس میں مہر و ماہ اور آن گنت ستارے جگمگا

رہے ہیں۔ انہیں بنے ہوئے لاکھوں سال گزر چکے ہیں۔ کیا ان میں برسیدگی اور کھلگی کے کہیں کوئی آثار تمہیں نظر آ رہے ہیں ان

کے معمولات میں کبھی ایک لمحہ کا تقدم و تاخر مشہد ہوا ہے۔ جدید سائنسی آلات کے ذریعے سے فضا میں جو نئے اکتشافات ہوئے

ہیں ان کے مطالعہ سے عالم بالاکلی دستوں کا تصور کر کے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے سامنے تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔

رَوَّاسِيَّ وَابْتَنَّا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ

بڑے بڑے پہاڑشہ اور اگادی ہیں اس میں ہر قسم کی روئی خوش چینی ہیں۔ یہ آثار قدرت بصیرت افزا اور یاد دہانی ہیں

لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ

ہر اس بندے کے لیے جو اپنے رب کی طرف مائل ہے شہ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نسلہ پس ہم نے اگائے اس سے

جَدَّتْ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالتَّخْلُ بِسِقْتِ لَهَا طَلْعُ نَضِيدٍ ۝ زُرْقًا

بانامات اور اناج جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے۔ اور گھوڑے کے لیے بے درخت جن کے گچھے کھلے گئے ہوتے ہیں۔ بندوں کی

لِلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

روزی کے لیے اور ہم نے زندہ کر دیا اس پانی سے مردہ شہر یونسی (روزِ مشران کا) ٹھکستا ہو گا اللہ (حق کو) جھٹلایا تھا ان اہل کفر

شہ فرما اس کر زمین کی طرف شہم جوش سے دیکھو یہ کتنا وسیع اور کشادہ ہے قدرت والے نے کس طرح اس کو دور دور تک پھیلایا ہے کس شان سے اونچے اونچے پہاڑیہاں نصب کر دیے ہیں۔ زمین کی مٹی میں روئیدگی کی بے پناہ قوت کس حکمت سے ودیعت کر دی ہے ہر قسم کے درخت، پھل، پودے، پھول، اناج، جڑی بوٹیاں اپنی اپنی بہار دکھا رہی ہیں۔ اگر تم کائنات کی گنہگاروں پر نگاہ ڈالو تو تمہیں تسکیم کرا دے گا کہ جس کا دور قیوم نے یہاں بنایا اور اسے بسایا ہے اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اگر یہ قدرتی قوت ہر قسم کے بندوں میں زندہ کرنا چاہے تو کیا یہ کیا ہے؟ کیا تم نے عقل کے غلاف کو گئے؟ آیت کے چند الفاظ کی لغوی تحقیق ملاحظہ ہو۔ روئسی جین ہے۔ اس کی س کا مٹی ہے پہاڑ۔ زوج کا مٹی یہاں جڑا نہیں بکھرتا ہے۔ ای من کل نوعی عن الذنابات، بیہینج، ترقوازہ، شگفتہ، اولوں کو بھانے والی۔

شہ کائنات کی ہر چیز پکار پکار کر اپنے خالق کی عظمت و کبر بانی کی شہادت سے رہی ہے لیکن یہ آواز قطع وہی لوگ سن سکتے ہیں جو آثار قدرت میں غور و تدبر کرنے کے عوگر ہوتے ہیں۔

نسلہ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ تم وقوع قیامت کو بعد از قیاس کہتے ہو حالانکہ اس کا شاہدہ تم بار بار اپنی آنکھوں سے کہتے ہو۔ قسط سالی کے دوران میں گاس، جڑی بوٹیاں، تناور درخت شوکہ جلتے ہیں۔ ان میں نباتاتی زندگی کا شاہدہ کبک پاتی نہیں رہتا لیکن جب ہادل بکرتے ہیں اور بارش برساتے ہیں تو ہر سبز ہی سبز ہو جاتا ہے۔ روئیدگی کی فحشہ صلاستیں ایک دم بیدار ہو جاتی ہیں۔ نئی نئی کونپلیں ترقوازہ نشینیاں ان پر سکتا ہوتی نکلیاں اور نکلتے ہوئے پھول دل بھانے لگتے ہیں جس ذات نے میرٹہ برسا کر مردہ زمین سے شاہدہ مفرار اور پربہار کھیت اگایے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے۔

لے یہ فرما کر تم شوکہ و شہادت کا ازالہ فرما دیا۔ ان آیات میں جو مشکل الفاظ ہیں ان کی تشریح مٹی ہار پٹنے لگ رہی ہے۔



قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودٌ ۚ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ

سے پہلے قوم نوح، اہل رس اور ثمود نے۔ اور جمیلایا تھا، عاد، فرعون اور قوم

لوط ۚ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۗ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

لوطنے۔ نیز ایک کے باشندوں اور تبع کی قوم نے۔ ان سب نے جھٹلایا تھا رسولوں کو پس بولا ہو گیا (جہاں، عذاب

وَعِيدٌ ۚ أَفَعَيِّنَا بِإِخْلَاقِ الْأَوَّلِ ۗ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

کا دوسرا سلسلہ تو کیا ہم تمہارے ہیں پہلے مرتبہ مخلوق کو پیدا کرنے کے (ایسا نہیں) سلسلہ بکریہ (کفار) از سر نو پیدا ہونے کے بارے میں شک

جَدِيدٍ ۚ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ بِهِ نَفْسُهُ ۗ

میں ہیں سلسلہ اور بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم (خوب) جانتے ہیں اس کا نفس جو دوسرے ڈالتا ہے۔

۱۳۰ ان آیات میں جن قوموں کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کے تفصیلی حالات پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دے رہے ہیں کہ پہلے ہی انبیاء کو ان کی امتوں نے جھٹلایا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی رسالت کی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہے۔ مشکل ترین حالات میں بھی صبر کھلاں بھی نہیں چھوڑا۔ اسی لیے نبی آپ بھی ان کفار کی تکلیف سے پریشان نہ ہوئے۔ اپنا فرض ادا کرنے میں مصروف رہے۔ نیز کفار کو بھی ڈرایا جا رہا ہے کہ ان قوموں کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے تجارتی قافلے اکثر ان علاقوں سے گزرتے ہیں۔ کیا ان ویران کنڈروں کو دیکھ کر تمہیں عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ تم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ یہ خوبصورت بستیاں کیوں اجڑ گئیں، ان عالی شان مملوں میں آج آٹو کیوں بول رہے ہیں؟ ذرا غور کرو، یہ ان لوگوں کے ٹھکانے ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی۔ جب انہوں نے اپنی اپنی قوم کو قیامت کے روز جواب دہی کا خوف دلا کر فسق و فجور اور فتنہ و فساد سے باز آنے کی تلقین کی تو انہوں نے بھی قیامت کے تصور کو غلط اور محال قرار دیا اور ہر قسم کے محاسبے سے بے خوف ہو کر گناہوں کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عذاب الہی نے ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ اے اہل کفر! سوچو، بچار کے لیے جو مہلت تمہیں دی گئی ہے، اگر تم نے اسے ضائع کر دیا تو پھر ایسا عذاب آئے گا جو تمہیں نہیں کر کے دے گا۔

۱۳۱ سلسلے سے اہل کفر تمہیں کہتے ہو کہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا بڑی ہی مشکل کام ہے۔ کیا ہم آسمان وزمین کا یہ وسیع و عریض اور پیمپہ نظام پیدا کرنے کے بعد تمہارے ہیں؟ اب ہم میں یہ سکت نہیں رہی کہ تمہیں از سر نو زندہ کر سکیں؟ تم بچوں کی طرح کبھی سبکی سبکی باتیں کر رہے ہو۔

۱۳۲ سلسلے وقوع قیامت پر ناقابل تردید دلائل پیش کیے جا چکے ہیں۔ کفار میں مذکورہ سکت ہے کہ وہ ان کی تردید کر سکیں، نہ ان میں

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۖ إِذِ تَلَقَى الْمُتَلَقِينَ عَنِ

اور ہم اس سے ستر رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۷۔ جب اس کے اعمال کو لے کر پتھر پھینکے جائیں اور ان سے ایک

الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۖ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ

دائیں ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ بیٹھا ہوتا ہے ۱۸۔ وہ نہیں بھاتا اپنی زبان سے کوئی بات مگر اس کے پاس ایک نگہبان

یہ جرات ہے کہ حق کے سامنے تسلیم خم کر دیں اور قیامت پر ایمان لائیں، کیونکہ اس طرح ان کی ساری برسات و نشاط اٹھ کر رہ جائے گی اور گناہ و لذت کی جس زندگی کے وہ تو گر ہو چکے ہیں اس سے دست کش ہونا پڑے گا اور اتنے بڑے انقلاب کے لیے وہ تیار نہیں اس لیے بیچ میں نکال کر رہ گئے ہیں۔ نہ پائے رعنیں نہ جائے ماندن والا معاملہ ہے۔

لبس کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ لبس علیہ الاحمر۔ یہ کام اس پر ملتے ہو گیا اور اس کے باسے میں آدمی شک و شبہ میں مبتلا ہو گیا۔

۱۷۔ ارشاد ہے کہ انسان کو ہم نے پیدا فرمایا ہے۔ اس کی خوبیاں اور کمزوریاں ہم پر چھپا دیں۔ اس کا کوئی قول اور عمل ہم سے مخفی نہیں، سچی کہ وہ دوسرے جو اس کے نہاں خانہ دل میں پیدا ہوتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ ہاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ وہ خود اپنے بعض احوال سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ اس کے نفس کے کئی گوشے اس کی اپنی نگاہ سے اوچھل ہو سکتے ہیں لیکن ہمارا علم اس کے ظاہر اور باطن پر محیط ہے۔ صد حیف کہ اتنے قریب کے باوجود وہ ہم سے بے خبر ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

دوست نزدیک تر از من بنست      وں عجب تر کہ من از وی دؤرم  
چہ کنم با کہ تو ان گفت کہ او      در کسند من و من مجورم

یعنی دوست مجھ سے بھی زیادہ میرے نزدیک ہے۔ عجب اس پر ہے کہ میں اس سے دُور ہوں۔ میں کیا کروں اور کس ہے یہ بات کہوں کہ محبوب تو میرے آغوش میں ہے اور میں بھر کی سختیاں برداشت کر رہا ہوں۔

علمائے ظاہر نے تو اس سے قریب علمی مراد لیا ہے لیکن اولیائے کرام نے اس قریب کی حقیقت کو جس طرح بیان فرمایا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں یدرک ذلک القرب بنور الفراسة لان بالمشاعر والستدلال یعنی نور فراست ہی نے اس قریب کا ادراک کیا ہوا ہے، احساس ظاہری اور قوت عقل اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔

مزید تحقیق کے لیے اس مقام پر نظریہ منظری کا مطالعہ فرمائیے۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے عین احوال سے خود بخوبی آگاہ ہے لیکن اس نے اپنی حکمت کے پیش نظر اس انسان کے لیے دو

رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ

دکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے حالے اور آپہنچی موت کی بے ہوشی سچی سچ - (اے نادان!) یہ ہے وہ جس سے

مِنْهُ تَحِيدٌ ۝ وَنُفَخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمَ الْوَعِيدِ ۝ وَجَاءَتْ كُلُّ

تو دور بھاگا کرتا تھا حالے اور صور پھونکا جائے گا - یہی وعید کا دن ہوگا اور حاضر ہوگا ہر

فرشتے میں مقرر کر دیے ہیں۔ ان میں سے ایک اس کی بائیں جانب بیٹھا رہتا ہے اور دوسرا دائیں جانب۔ عبادت میں ذرا غور فرمائیے۔  
عن الیمین اور عن الشمال جا رہے ہیں اور قعید کے ساتھ متعلق ہیں اور قعید المتقلبین کا بدل ہے۔ اصل عبارت یوں  
تھی۔ عن الیمین قعید وعن الشمال قعید لیکن آخری قعید پر اتفاق کیا گیا اور عن الیمین کے ساتھ قعید کی مراد کی ضرورت نہ رہی۔  
حالے انسان جس وقت کوئی نظر لے لے وہ دونوں فرشتے فرشتے کو لیتے ہیں۔

رقیب: نگہداشت کرنے والا۔ عتید: الحاضر المہیا۔ یعنی جو ہر وقت حاضر اور مستعد ہو۔ اس آیت میں یہ بتا دیا گیا کہ  
انسان کی کوئی بات اور اس کی کوئی حرکت ایسی نہیں جس پر وہ فرشتے مطلع نہ ہوں۔ اس سے جس قسم کا فعل میں وقت صادر ہوتا ہے وہ  
فرشتے سے فوراً رکارڈ کر لیتے ہیں۔ قیامت کے روز جب انسان پر سب اعمال کے لیے بارگاہ الہی میں پیش کیا جائے گا تو سب کچھ جاننے  
کے باوجود اللہ تعالیٰ ملاحظہ کو حکم دیں گے کہ اس شخص کے دفاتر عمل کو بطور دستاویزی ثبوت پیش کیا جائے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی اختراع  
نے ثابت کر دیا کہ انسان کی آواز کو نہ ہو بتقدیر کرنے کے لیے قدرت نے ہر جگہ ٹیپنگ لگا دی ہے اور اس کی حرکات و سکنات کو ایسی  
م محفوظ رکھنے کے لیے قدرتی ٹیلی ویژن کیسے ہر جگہ نصب ہیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا انسان کو نہ ہو اس کی آواز اور لینے اس کی  
حرکات و سکنات کا شاہدہ کرانے گا اور اس میں انکار کی ہمت نہ ہوگی۔ یہاں تک تو علم انسانی کی رسائی ہو چکی ہے لیکن فرشتے ہماری زندگی  
کے ڈراما کو جس خوبی اور وقت سے محفوظ کر رہے ہیں اس کا اندازہ کرنا اس دنیا میں ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ البتہ سائنس کے ان  
اکتشافات کے بعد عقل حیلہ جو کواب انکار کی ہمت نہیں رہی۔

حالے موت کی سنج اور شدت کو سکرۃ الموت کہتے ہیں۔ یعنی جب انسان مرنے کے قریب ہوتا ہے اس پر جان کنی کے آثار  
نمودار ہوتے ہیں تو اس وقت حقیقت حال عیاں ہو جاتی ہے۔ جو لوگ آج تک انکار اور تافروانی کی روش پر لگا مرنے سے تھے وہ اپنی آنکھوں  
سے آنے والے جہان کا شاہدہ کرنے لگتے ہیں اور دوزخ کے پکٹے ہوئے سرخ شیطانی نہیں نظر آنے لگتے ہیں۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ  
یہ ہے وہ عالم آخرت جس سے تم منہ موڑے رہے اور جس کو تسلیم کرنے سے تم گریز کرتے رہے۔ اب یہ حق اور سچی بات کہ تمہاری آنکھوں کے  
سامنے ہے۔ اس وقت کیا تم اس کا انکار کرنے کی جرأت کر سکتے ہو۔ حق سے مراد یہاں موت ہے۔ الحق هو الموت۔ حصاد  
خیوقا و حیدة و حیدودة: مال عتہ و عدل۔

۱۹ عرصہ دراز عالم برزخ میں گزارے گا۔ پھر ضرور پھونکا جائے گا۔ اس کی آواز سے ہر شخص چونک کر اپنی قبر سے نکلے گا اور یلین حشر



نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۗ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا

شخص اس طرح کہ اس کے ہر ایک (اسے) ہاتھ والا اور ایک گواہ جو گناہ تو عمر بھر ناپل رسا اس دن سے

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۗ وَقَالَ قَرِينُهُ

پس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ سو تیری سینائی آج بڑی تیز ہے لٹے اور کئے گاس کا (عمر بھر کا)

هَذَا مَالِ دِي عَيْدٍ ۗ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۗ مِّنْآءِ

ساتھی یہ اہمال مر جو میرے پاس تھا باہل تیار ہے لٹے جنم میں جو تک دو لٹے ہر کافر سرکش کو۔ جو سختی سے روکنے والا تھا

میں کھڑا کر دیا جانے گا۔ جو لوگ قیامت کا انکار کرتے رہتے تھے۔ انہیں کہا جائے گا یہی وہ مذاہب کا دن ہے جس سے ہمارے انبیاء تیس ڈرایا کرتے تھے اور تم بے پروائی سے ان کی بات سُننے کے روادار بھی نہ تھے۔ اب تہذیب قیامت برپا ہوئی ہے یا نہیں؟ خداوند عالم نے تمہیں قبروں سے زندہ نکال کر میدانِ حشر میں لا کر آ گیا ہے یا نہیں؟ اس روز کون ہوگا جو اس جہنمی حقیقت کا انکار کرے۔

لٹے ہر شخص کے لیے دو فرشتے مقرر کر لیے جائیں گے۔ ایک اس کو پیچھے سے ہانک کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرے گا، دوسرا اس کا دفترِ عمل لیے ساتھ ہوگا تاکہ اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دے۔ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو ذیوی زندگی میں اس کے ہم نشین رہے تھے اور اس کا دفترِ عمل مرتب کرنے پر متعین کیے گئے تھے۔

لٹے اسے کہا جائے گا کیوں صاحبِ ذیوی زندگی میں تو تم ناپل بنے رہے۔ اب بتاؤ چودہ طہی روشن ہوئے ہیں یا نہیں؟ تمہاری آنکھوں پر پختے پختے ہوئے تھے وہ آج اٹھ گئے ہیں۔ آج تو تمہاری بینائی بڑی تیز ہو گئی ہے۔ ہر حقیقت تمہیں صاف نظر آنے لگی ہے۔ لٹے حضراتِ حسن، قنارہ اور صفاک کے نزدیک قسم میں سے مراد وہی فرشتے ہیں جو عمر بھر اس کے ساتھ رہا۔ وہ بارگاہِ الہی میں حزن کرے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس کی نگہداشت میرے سپرد کی گئی تھی اور یہ ہے اس کا صغیرِ عمل جو بڑی دیانت سے میں نے تیار کیا ہے جو فیصلہ مناسب ہو مقرر فرمایا جائے۔ فقال مجاہد اقول هذا الذي وكلتني به من بيني آدم قد احضرت له واحضرت ديوان عمله (قرطبي)

بعض علماء کی رائے ہے کہ قرین سے مراد شیطان ہے جو عمر بھر اس پر مسلط رہا۔

لٹے اسی فرشتے کو حکم ملے گا کہ اسے کپڑا اور جوہر سید کر دو۔

قرین واحد ہے تو یہاں اَلْقِيَا (میں نے واحد ماضی) ہونا چاہیے تھا۔ القیاء تشبیہ کا صیغہ کیوں ذکر کیا، اس کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

غلیل اور انفس کہتے ہیں کہ قصائے عرب واحد کے لیے بھی بسا اوقات مشبیہ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں۔ جس طرح ایک دوست

لِخَيْرٍ مُّعْتَدٍ مُّرِيبٍ ۗ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَالْقِيَةُ فِي

نیکی سے عدسے بڑھنے والا شک کرنے والا تھا اسلئے جس نے بنا رکھے تھے اللہ کے ساتھ کئی اور خدا پس جھوٹک دو اس دہ بخت کو

الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۗ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُ، وَلَكِنْ كَانُ فِي

عذاب شدید میں۔ اس کا ساتھی شیطان (بولے گھمکے ہائے پروردگار ہمیں نے تو اسے سرکش نہیں بنایا تھا بلکہ وہ خود ہی

کے لیے خلیفہ بنی کی بجائے خلیفہ تھی (تثنیہ) امام مرقہ ہے۔ امرؤ القیس اپنے ایک رفیق سفر کو مطالب کر کے کہتا ہے۔

قفنا نبت من ذکری حبیب و منزل

میرے دوست ذرا ٹھہرو تاکہ ہم اپنے محبوب اور اس کی منزل کو یاد کر کے کچھ آنسو بہائیں۔ قف کی بجائے قفا تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ القیہ تثنیہ کا صیغہ نہیں بلکہ اصل میں امر بانون تاکیہ خفیہ تھا (القین) اب یہ نون بدل کر الف ہو گیا۔ ایک توجیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قرین سے مراد ایک نہیں بلکہ دو ساتھی ہیں جن کا ذکر ابھی الہی گزرا ہے اور قرین کا لفظ واحد کی طرح تثنیہ اور جمع کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

۲۴ کفتار، سخت ناشکر گزار یا پرلے درجہ کانکر

العنید: المعرض عن الحق وهو یصرف۔ جو حق کو پہچانے اور اس کے بعد اسے مسترد کر دے۔ کفتار و عنید

کی مزید تشریح کی جا رہی ہے۔

منشع: مانع کا مبالغہ ہے۔ بکثرت روکنے والا اور سختی سے روکنے والا۔ غیر کامنی اگر مال ہو تو مطلب یہ ہوگا بڑا کنوس۔ خدا کے پیسے ہونے مال سے اس کی رضا کے لیے ایک متبہ "تیک" خرفی نہیں کرتا۔ نہ کسی فریب پر اسے ترس آتا ہے اور نہ کسی فاقہ کش کے لیے اس کا دل پسیمتا ہے اور اگر غیر کامنی نیک اور بھلے کام ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ خود بھی نیک کام نہیں کرتا اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنے سے سختی سے روکتا ہے اور بار بار روکتا ہے۔

معتد: عد سے تبادو کرنے والا یعنی اس نے کبھی حق و انصاف کے حدود کا لحاظ نہیں رکھا۔ بلکہ اس کی انگلیوں اس کے کردار اور اس کے احکام میں سرکشی اور سرتانی کی جھلک صاف نمایاں ہے۔

مریب: جو غم و کسی شک میں مبتلا ہو اس کو بھی مریب کہتے ہیں اور جو شخص دوسروں کی متاع یقین کو غارت کرنے کے ذریعے ہوا اور دوسرا نمازی سے اس کے غم میں ایمان میں آگ لگانے کے لیے کوشاں رہے اسے بھی مریب کہتے ہیں یہاں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

ضَلِيلٌ بَعِيدٌ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدُنِّي وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ

گواہی میں دوزخک چلا گیا تھا شہادہ راضی فرمائے گامت جھگڑو میرے زور بڑو میں تو پہلے ہی تم کو ڈیسہ سنا

بِالْوَعِيدِ ۝ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ يَوْمَ

چکا ہوں شہادہ میرے ہاں حکم بدلائیں جاتا اور نہ میں اپنے ہمسدول پر ظلم کرتا ہوں۔ (یاد کرو) وہ

نَقُولُ لِيَجْهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۝ وَأَنْزَلْنَا

دن جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بڑھ چو گئی وہ (جو اب) کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے شہادہ اور قریب کرنی چاہئے گی

الْجَنَّةِ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ

جنت پر سزا گاروں کے لیے وہ (ان سے) دوزخ میں ہوگی شہادہ یہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا یہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو اللہ کی طرف رجوع

۵۲ جب فرشتے اس کا منہ اعمال پیش کریں گے تو وہ کہے گا میرے رب! یہ سب کچھ ان فرشتوں کی کارستانی ہے انہوں نے جو چاہا میرے سر پر ڈیا میں نے تو کبھی کوئی نازیبا حرکت نہیں کی۔ وہ فرشتہ جواب میں عرض کرے گا۔ اور اگر قرین سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کو بھڑکانا ہوں پرکساتا رہتا تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ شخص کے گالشی! امیر کوئی قصور نہیں سب گناہ اس غیبت کا ہے۔ اس نے مجھے بلو راست پر کبھی پلٹنے نہیں دیا۔ میں نے اس سے چپکلا پانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس پر معاش نے میرا پھپھانا چھوڑا اس لیے سزا مجھے نہیں اسے ملنی چاہیے شیطان جواب دے گا کہ میں نے اس کو کبھی بھروسہ نہیں کیا تھا کہ یہ جن کو چھوڑ کر باطل کے ساتھ چھٹا رہے ہر وقت نافرمانی پر کمر بستہ رہے۔ میں نے تو اسے فقط اشارہ کیا اور یہ دوزخ چلا گیا اور گرا ہی اختیار کرنے میں بڑا ڈور چلا گیا۔

۵۳ ارشاد ہو گا جو اس بند کرو۔ تمہارے ہارے میں کبھی کا فیصلہ ہو چکا۔ اب اس میں رو و بدل ممکن نہیں۔  
۵۴ گفتار و فتان کو جہنم سے خوفزدہ کرنے کے لیے بتایا جا رہا ہے کہ جہنم کوئی مندو اور تنگ ہی جگہ نہیں کہ چند کروڑ نفوس سے بھر جائے گی اور اس میں تمہارے لیے کوئی گناہ بخش نہ ہوگی۔ بتا دیا کہ وہ اتنی کشادہ اور فراخ ہے کہ تم اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے جب اس میں سارے جہنمی پھینک دیے جائیں گے اُنس وقت اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا تو بھرتی تو وہ جواب میں عرض کرے گی کچھ ہیں تو لائیے، میرے تو ابھی کئی گوشے خالی پڑے ہیں۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ جہنم بھر جائے گی۔ جب اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تو بھرتی تو وہ گہرا کر کے لگ لگائی! ابھی اور مجرم باقی ہیں؟ میں تو کچھ کچھ بھرتی ہوں۔ یہاں تو تیل دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔

۵۵ جہنمیوں کے ذکر کے بعد اب اپنے دوستوں کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ جن لوگوں نے ہم سے ڈرتے ہوئے زندگی



بسر کی اور تمام عمر ہمارے احکام کی بجا آوری میں کوشاں رہے، قیامت کے دن ان کی عزت افزائی کا عجیب ہی منظر ہوگا۔ انہیں جب جنت میں داخل ہونے کا اذن ملے گا تو جنت تک کا طویل فاصلہ طے کرنے کی انہیں زحمت نہیں دی جائے گی بلکہ جنت ان کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ انہیں جنت کے نزدیک کر دیا جائے گا بلکہ فرمایا جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اطاعت و انقیاد کی راہ پر گامزن رہنے والے جنت کے طالب نہیں کہ اس کے پیچھے بھاگے بھاگے پھریں بلکہ وہ مطلوب ہیں۔ جنت کی بہاریں سمٹ کر ان کے قدموں میں حاضر ہو جائیں گی۔

جس مادی دنیا میں ہم آج آباد ہیں اس میں زمان و مکان، 'قرب و بعد اور سرعت و تاخیر کے جو مفہوم ہمارے ذہن میں راسخ ہو چکے ہیں قیامت کے دن یہ سارے تصورات بدل جائیں گے۔ وہاں ان سارے الفاظ کو نئے مفہوم بخشے جائیں گے۔ اس کا اندازہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ وہاں زمین و آسمان سے بڑی و ستی چشم زدن میں طے ہو جائیں گی۔ آواز آتی دُور سے بھی آئے یوں معلوم ہوگا یا کل نزدیک سے آ رہی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ جو لوگ اس دنیا میں رہتے ہوئے خواہشات انسانی کے زنداں سے دستگیری حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی رُوح ذکرِ الہی سے سرشار ہو جاتی ہے اور ان کی آنکھ نورِ خداوندی سے مینا ہو جاتی ہے تو ان کے لیے بھی زمان و مکان کی یہ قیود باقی نہیں رہتیں۔ وہ مریضِ طیبہ میں ہوتے ہوئے بھی نہادند کہ پہاڑوں میں لڑنے والے ساریہ کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

یہ نعمت، جس کے لیے مخصوص کی گئی ہے ان کی دو صفتیں اِقَاب اور حَفِیْظ بیان کی جا رہی ہیں۔ اِقَاب کہتے ہیں بکثرت رجوع کرنے والا۔ یعنی جب بھی اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو فوراً ندامت و خجالت سے پائی پائی ہو جاتا ہے اور اُس کو بہتے بہنے تو بہ کرنا ہے۔ یعنی باراس کا قدم جاوہ حق سے پھلے وہ فوراً توبہ کا دروازہ کھٹکھٹانے لگتا ہے۔ مذکورہ کوشی کی راہ اختیار کر کے وہ گناہ پر مُصر رہتا ہے اور نہ مایوس ہو کر ہٹھیر جاتا ہے کہ میں نے بار بار توبہ توڑی ہے۔ اب میری توبہ کیسے قبول ہوگی، بلکہ جہاں اسے اپنی لغزش پر ندامت ہے وہاں اسے اپنے ربِّ کریم کی رحمت بے پایاں پر بھی یقین ہے کہ جب بھی کوئی شرمسار ہو کر معافی مانگتا ہے تو اسے معافی ملے دی جاتی ہے۔

شبی اور مجاہد نے اِقَاب کی تحقیق کرتے ہوئے کہا ہے: *هو الذي يبذو ذنوبه في الغلوة فيستغفر الله فيها*۔ یعنی جو شخص تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور استغفار کرے۔

عبید بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم اِقَاب اور حَفِیْظ اسے کہا کرتے تھے جو اپنی مجلس سے جب اٹھے تو یہ کہے سبحان اللہ و بحمدہ اللہم انی استغفرك مما عصبت من مجلسي هذا۔ اسی اس نشست میں جو غلطی مجھ سے ہوئی ہے اس کے لیے میں مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ابو بکر البراق فرماتے ہیں *هو المتوكل على الله في الشراء والضرء*۔ اِقَاب وہ ہے جو خوشحالی اور تکلیف دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ قاسم کا قول ہے *هو الذي لا يشتغل الا بالله عز وجل*۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی اور بات میں مشغول نہ ہو۔

## حَفِظًا ۞ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۞

کرنے والا نبی تو یہ کہ حفاظت کھنے والا ہے جو روزِ قمارِ کمن سے ہن دیکھے ۱۲۹ اور ایسا دل لیے ہوئے آیا جو یا دالہ کی طرف متوجہ نہ تھائے

## بَادِخُلُوهَا سَلَامٌ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۞ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا

داخل ہو جاؤ جنّت میں سلامتی سے یہ ہمیشگی کا دن ہے ۱۳۰ انہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس تو

حفظ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت قتادہ فرماتے ہیں حفظ لعلما استودعه اللہ تعالیٰ من حقہ و نعمتہ و ائمتہ علیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اس کی گراں قدر نعمتوں کا شکر کرے اور جو تو میں اور صلاہت میں جو وسائل و امتیازات اسے بطور امانت دیے گئے ہیں ان میں خیانت نہ کرے۔

بے شک وہی لوگ اس قابل ہیں کہ جنّت ان کے قدموں میں حاضر کی جائے۔

۱۲۹ یہ جملہ یا تو اذابِ حَفِظٌ کا بدل ہے یا اس کی صفت ہے یعنی اذاب کون ہے۔ بتایا وہ جو خداوندِ رحمن سے اس وقت بھی ڈرتا ہے جب اسے کوئی آنکھ دکھ نہ رہی ہو۔ یعنی فی الخلوۃ حسین لا یراہ احد۔

یہاں رحمن کا اسم پاک ذکر کرنے میں خاص لطف ہے۔ یعنی وہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا خدا رحمن ہے اس کی رحمت کے سامنے اس کے بے شمار گناہوں کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ لیکن اپنے رب کی رحمانیت پر یقین محکم کے باوجود وہ گناہ اور نافرمانی کی راہ پر قدم چک نہیں رکھتا اسے حیا آتی ہے کہ وہ اپنے کریم مالک کی نافرمانی کرے۔ تنہائی میں بھی شیطان اسے بدی پر نہیں آکسکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مغرور ہو کر سرکش نہیں ہن جاتا۔ تخصیص الرحمن للاشعار بانہم مع علیہم بصفۃ رحمتہ لا یغترون برحمتہ۔

۱۳۰ یہ جملہ جس کی صفت ہے کہ اس کے پہلو میں جو دل ہے وہ ہر وقت اپنے رب کی طرف اُٹل رہتا ہے۔ حوادثِ دہر اسے کتنا ہی پریشان کریں، مصائب و آلام کے پہاڑ اس پر کیوں نہ ٹوٹتے رہیں اس کے دل کی کیفیت نہیں بدلتی۔ بندگی اور تسلیم و رضا کی جس لذت سے اسے نوازا گیا ہے ہر وقت وہ اسی سے سرشار رہتا ہے۔ مُنِيبٌ: مخلص، مقبل علی الطاعۃ یعنی جو اطاعت کے ساتھ اطاعت کی طرف متوجہ رہے۔

۱۳۱ اس روز ان خوش نصیبوں کو کہا جائے گا کہ جنّت میں تشریف لے جائیے، وہاں تمہیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوگا جیسی مسالین من العذاب والہجوم و زوال النعمۃ۔

مسالہ کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تم جنّت میں قدم رکھو گے تو تمہاری پیشوائی کے لیے فرشتے صاف بستہ کھڑے ہوں گے جو تمہیں السلام علیک کے دعائیہ جملے سے محوش آمدید کہیں گے، بلکہ خود رب قدوس بھی اپنے ان اچھے عشاق کو سلامت رہو، سلامت رہو کی دعا لے رہا ہوگا۔ یعنی اسے اپنی آنکھوں کو جمالِ غیر سے اور اپنے دلوں کو خیالِ غیر سے محفوظ رکھنے والا آؤ آن تمہیں اپنے محبوبِ حقیقی کے عزمِ ناز میں اذنِ باریابی بخشا جا رہا ہے۔ اس کے جلووں کو دیکھو اور خوب سیر ہو کر دیکھو اور ہمیشہ دیکھتے رہو۔

مَزِيدٌ ۞ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا

ان کے لیے اس سے بھی زیادہ ہے ۳۲۰ اور قریش مکہ سے پہلے ہم نے بڑا دکر بہت سی قوموں کو جو شوکت و قوت میں ان سے کہیں زیادہ تھیں۔

فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلُ مِنْ مَّحِيصٍ ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا

پس وہ گھومتے ہے شہروں میں کیا ضابطہ الہی سے انہیں کوئی پناہ گاہ ملے؟ ۳۲۱ بے شک اس میں نصیحت ہے اس

یہ صبح وصال ابدی ہے۔ اب ہجر کی رات نہیں آئے گی۔ اب ایسا نہیں ہوگا کہ تم پر یہ کیفیت طاری ہو۔ ۳۰  
کھٹکا لگا ہے جب رکاب کھد کو دم وصال غمِ سنناں سے تلخ ہے پیش بہا بھی  
انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔

۳۲۰ ابر رحمت کی رم جھم ملاحظہ ہو۔ اپنی کرم نوازیوں کا ذکر بہاری ہے جن سے وہ اپنے بندوں کو سرفراز فرمائے گا یعنی میری بخشش قلیل اور محدود نہیں ہوگی کہ جو کچھ وہ چاہیں گے ہم انہیں اتنا ہی دیں گے کیونکہ ان کا وہ بہن طلب بڑا دیرینا کیوں نہ ہو! اللطافِ خیرانہ کے سامنے وہ بھی تنگ ہے۔ ان کا ظرف دل بڑا ہی کشادہ کیوں نہ ہو! بھر کرم کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے۔ فرمایا ہم صرف اتنا ہی نہیں دیں گے۔ جتنا وہ مانگیں گے اور جتنا وہ چاہیں گے وہ بھی دیں گے اور اس کے علاوہ ہمارے پاس ان کے لیے اور بھی بہت کچھ موجود ہے۔ اب اس لدینا مزید کا کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔ حضرات انس و جابر سے مروی ہے المسزیدنا النظر الی وجہ اللہ بلا کیف۔ یعنی اس مزید سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے مروی ہے عن رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ یبعث یوم القیامۃ منادیاً ینادی بئادی یتسمعہ اولہم والآخرہم یا اهل الجنة ان اللہ وعدکم الحسنی وزیادۃ۔ الحسنی الجنتۃ۔ والزیادۃ، النظر الی وجہ الرحمن (مظہری) کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والا بھیجے گا جسے جہنم کے لوگ سب نہیں گئے۔ اے خلیفوا اللہ نے تم سے الحسنی اور زیادہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ الحسنی سے مراد جنت ہے اور الزیادہ سے مراد رحمن کے چہرہ کی طرف نظر کرنا ہے۔

۳۲۱ اہل کو کہ بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں۔ انہوں نے اپنی قوت اور عسکری طاقت کے بل بوتے پر دوسرے ممالک پر لشکر کشی کی اور ان کو اپنا زیرِ نگیں بنایا۔ وہاں بھی ان کا ڈنکا بجا بجا تھا اور ان کا سکر روال تھا۔ وہ اپنی سرزمین کے معاشی وسائل کے علاوہ مشرق و ممالک کے وسائل معیشت سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ ان کی آن بان اور ٹھانڈا ٹھانڈا دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیا کرتی تھی، لیکن یہ ساری قوتیں اور خوش حالیوں انہیں ہماری گرفت سے بچ سکیں۔ لے اہل کہ تم کس برتے پر یہ نخرے کر رہے ہو۔ نقیبوا کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں وفسر التنقیب فی البلاد ما لتصرف فیہا بما لکمھا و متحوھا۔ یعنی کسی ملک کا ملک و بادشاہ بن کر اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کو عربی میں تنقیب فی البلاد کہتے ہیں۔ نقبوا فی البلاد



لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۖ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

کے لیے جودل (سینا) رکھا جو یا (کلام الہی) کان لگا کر سنے متوجہ ہو کر ۱۱۳۷ اور سنے پیدا فرمایا

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَابَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَآمَسْنَا مِنْ نُغُوبٍ

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں ۱۱۳۸ اور ہمیں تمہیں نے چھو ایک نہیں ۱۱۳۹

فَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ

پس آپ صبر فرمائیے ان کی (دل دکھانے والی) باتوں پر اور پاکی بیان کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور

کابین معنی ہے۔ سیر و سیاحت کے لیے کسی ملک میں جانا کاروبار اور تجارت کے لیے کسی ملک میں جگہ جگہ آقامت کریں دنیا یہ بھی کس نفل کا مدلول ہو سکتا ہے۔

دولت مند لوگ جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے ملک کے معالین کے علاج سے فائدہ نہیں جتا تو وہ موت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے دور دراز ممالک میں جاتے ہیں۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن جب موت کا منقرہ وقت آتا ہے تو کوئی ڈاکٹر اور حکیم انہیں نہیں بچا سکتا۔ لعن کلن لہ قلب۔ قلب سے مراد دل بنیاد ہے جو حقیقت کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ جودل دیکھنے اور سمجھنے سے محروم ہوا اس کا ہونا برابر ہے اور اس کو دل کہنا صحیح نہیں۔

۱۱۳۹ یعنی جودمی اسے سانی جا رہی ہے اس کو وہ بڑے غور سے کان لگا کر سنتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں کہ جب وہ سن رہا ہوتا ہے تو اس کا دل حاضر ہوتا ہے۔ قال الزجاج ای وقلبہ حاضر فیما یسمع۔

سفیان کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا کہ جب آیات الہی کی تلاوت کی جا رہی ہو اس وقت اس کا جسم تو موجود ہو لیکن

دل غائب ہو۔

۱۱۴۰ چھ دنوں سے مراد یہ ہلکے بارہ چورہ گھنٹے کے دن ہیں بلکہ اس سے چھ مختلف ادوار مراد ہیں۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

۱۱۴۱ اس میں یہود و نصاریٰ کے اس زعم باطل کی تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں کائنات کی تخلیق کی اور ساتویں

دن آرام کیا۔ گویا کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ تنگ گیا اور اسے آرام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ موجودہ قورات میں ہے۔

”خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین، دریا اور سب کچھ جو ان میں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔“ (خروج ۳۱، ۳۲) اسی باب میں

دوسری جگہ ہے۔ ”چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔“ (خروج ۳۱، ۳۲) اسی باب میں

میں ہے۔ ”خدا نے اپنے سارے کاموں کو پورا کر کے ساتویں دن آرام کیا۔“ (مزمزین ۳، ۴)



الْأَرْضُ عَنْهُمْ سَرَاعًا ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿۱۰﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ

ان کے ادرے جلدی سے نکل پڑیں گے یہ حشر ہے بلکہ آسان ہے لگے ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكَرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدٌ ﴿۱۱﴾

اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں لگے ہیں آپ نصیحت کرتے رہیے اس قرآن سے جس شخص کو جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے لگے

۱۰ یہ ہے حشر کی کیفیت۔ یہ نہیں کہا کہ یہ آسان ہے بلکہ فرمایا یہ ہمارے لیے بالکل آسان ہے کیونکہ ہمارا علم اور ہماری قدرت ہر چیز کو اعلا میں لیے ہوئے ہیں۔

۱۱ سالہا سال سے اللہ کا مجرب انہیں خواب غفلت سے بیدار کر رہا ہے۔ انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سن رہا ہے لیکن ان کی ہرٹ دھڑکی میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے جس سے حضور کو براؤ دکھ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لے رہے ہیں کلمے حبیب اہم ان کی کارستانیوں سے خوب واقف ہیں۔ ان کی باتوں کو خوب سن رہے ہیں۔ آپ بخیر و غلط کیوں ہوتے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس لیے تو نہیں بھیجا کہ سختی اور تشدد سے کام لے کر آپ ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کے ہلکے میں آپ جواب دہ نہیں۔

۱۲ اے میرے پیارے رسول! آپ قرآن کریم کی آیات سے ان کو یاد دہانی کراتے رہیے جو ہمارے عذاب سے لڑناں و ترساں رہتے ہیں۔ وہی اس کو کان لگا کر سنیں گے وہی اس کو سمجھیں گے اور انہی خوش نصیبوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔



سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى حَبِيبِكَ الْمُخَلَّفِ وَرَبِّكَ الْمُرْتَضَى وَعَلَى آلِهِ وَاتَّحَابِهِ وَمَنْ  
 تَبِعَهُ يَوْمَ الدِّينِ. رَبَّنَا اقْتُلْ مَنَّا الْإِنَّا أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. غَاوِرَاتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ  
 وَلِيٌّ فِالْمَلْأَى وَالْآخِرَةِ تَوْفِيقِي مُسَلِّمًا وَالْحَقُّنِي يَا صَاحِبَ الْمِحْنِ.



# تعارف

## سُورَةُ الذَّارِيَاتِ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام : اس کا نام الذاریات ہے جو اس کا پہلا لکھ ہے۔ اس میں تین رکوع، ساٹھ آیتیں، تین سو ساٹھ کلمے، ایک چار  
دو سو اسیس حروف ہیں۔

نزول : باتفاق علماء اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔

مضامین : عقیدہ قیامت، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ زندگی کا جو پروگرام اسلام پیش کرتا ہے اس پر صحیح  
طور پر عمل اسی وقت ہر سکتا ہے۔ اُس کے فیوض و برکات سے انسان اسی وقت مستفیض ہو سکتا ہے جب قیامت پر اس کا  
یقین محکم ہو۔ اس لیے متعدد چیزوں کی تمسک کھا کر یہ بتایا گیا کہ قیامت کی آمد کا وعدہ سچا ہے اور وہ دن ضرور آنے کا جب تک  
کو جزا و سزا ملے گی۔ کفار جو قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے پاس اس انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے صرف قیاس آرائیاں  
ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ ان قیاس آرائیوں سے اس لیے مطمئن ہیں کہ وہ پیش و عزت کے نشہ میں مدہوش ہیں۔  
جب موت کا تلخ گھونٹ پیئیں گے اُس وقت خوفناک حقائق سے اُن کی آنکھیں چھلک جائیں گی۔ مگر اس وقت بجز حسرت و ندامت  
کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پھر بتایا ان کے برعکس کچھ اور لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اپنے رب کریم سے لرزاں ترساں رہتے ہیں۔ اس کے ہر ارشاد کی  
تعمیل کرتے ہیں۔ اُن کی راتیں اس کے ذکر میں گزرتی ہیں اور سحری کے وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر مغفرت طلب کرتے  
رہتے ہیں اور جمال انبیا اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے غریبوں اور محروموں کو دیتے رہتے ہیں۔

دوسرے رکوع میں متقیوں کے سرتاج اور مقبولین کے امام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات بیان  
فرماتے اور پیرانہ سالی میں انہیں فرزند ارجمند کی ولادت کا شہدہ سنایا۔

اس کے بعد چند ایسی قوموں کا تذکرہ کیا جو فسق و فجور کی زندگی میں سرشار رہیں۔ اپنے نبیوں کی دعوت کو ٹھکراتی رہیں۔  
اس سرکشی کی پاداش میں اُن کا جو انجام ہوا، وہ سب کے لیے باعث عبرت ہے۔

تیسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت بیان کرنے کے بعد بتایا کہ اسی کے دامن کرم میں پناہ لو۔ اُس کے ساتھ  
کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ پہلے بھی لوگوں نے اپنے انبیاء کو ساحر اور مجنوں کہا اور سرکش بنے رہے۔ اے محبوب! اگر یہ کفار آپ  
کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں کرتے ہیں تو آپ ان سے رُخ موڑ لیں اور نصیحت کرتے رہیں! اہل ایمان اس نصیحت سے

نفع حاصل کریں گے، پھر جن وائس کی تخلیق کی غایت بتادی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے احکام کی پابندی کریں۔  
 اللہ تعالیٰ کو ان کی ضرورت نہیں۔ نہ وہ ان سے رزق مانگتا ہے نہ خوراک کا طلبگار ہے بکے ساری کائنات اُس کے دستِ خوانِ کرم  
 کی ریزہ چین ہے اور جو گوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اُن کے لیے ہلاکت اور خرابی ہے۔

نیوڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۲۰۰۴-۷۷

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورہ الذاریات معنی ہے اس کی ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرماتے والا ہے۔

## وَالذَّرِیۡتِ ذُرُوۡا ۙ ۱۰۱ ۙ فَالْحٰیطِ ۙ ۱۰۲ ۙ وَقُرٰٓءِ ۙ ۱۰۳ ۙ فَالْجَبْرِیۡتِ یُسْرٰٓا ۙ ۱۰۴ ۙ فَالْمُقَسَّمٰتِ ۙ

قسم ہے ان جہازوں کی جو اُڑا کر کھیرنے والیاں ہیں، چران بادلوں کی جو دربارش کا ایوان ہیں، پھر شیشوں کی جو آہستہ چلنے والیاں ہیں، پھر شتران کی جو عجم اسی سے لے

لے عرب کہتے ہیں ذرت السرج القرباب، اطرافتہ و فترقتہ۔ جہانے مٹی کو اُڑایا اور اسے منتشر کر دیا۔ اسی سے الذاریات ہے۔ معنی ہو گا اُڑا کر کھیر دینے والیاں۔ وقس، بوجہ، الحباریات، چلنے والیاں۔ یُسْرًا، آہستہ آہستہ نرم نرینز مُقَسَّمٰتِ، تقسیم کرنے والیاں۔

اس سورت کی ابتدا بڑی پر جلال ہے۔ پے در پے پار قسمیں کھائی گئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وقوع قیامت کی اہمیت کفار کے ذہن نشین کی جائے اور اس کے بارے میں جو شکوک و شبہات ان کو پریشان کرتے رہتے ہیں ان کا تعلق قطع کیا جائے۔ یعنی جس چیز کے وقوع پذیر ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ دے رہا ہے اور قسم پر قسم کھا رہا ہے اس کے بارے میں تو کسی کو ادنیٰ سا تردد بھی نہیں ہونا چاہیے۔

ان آیات کی تفسیر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے منقول ہے۔ آپ کے ارشاد کے بعد کسی کا قول کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ امیر المومنین نے ایک روز برسر منبر یہ اعلان فرمایا کہ مجھ سے پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ ولکن کسٹ لواء بعدی مشلی۔ پھر میرے بیٹا بتانے والے ہیں کوئی نہیں ملے گا۔ اِن اکتوا نامی ایک شخص اٹھا۔ اس نے ان آیات کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ فالذاریات، السرباح کہ ذاریات سے مراد جہازیں ہیں جو چیزوں کو اُڑاتی اور کھیرتی رہتی ہیں۔ حاملات سے مراد السحاب یعنی بادل ہیں جو پانی کی عظیم مقدار بخارات کی صورت میں اٹھاتے پھرتے ہیں۔ الحباریات سے مراد الفلک یعنی کشتیاں ہیں جو بیکنوں اور میزروں سے سامان کو اٹھاتے آہستہ آہستہ سطح آب پر منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتی ہیں۔ المقسمات سے مراد الملک کہ یعنی وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رزق اور نعمتوں کی تفسیر پر مشغول ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ میں نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔

بعض علما نے ان چاروں صفات کا معروف جہازوں کو بنایا ہے۔ اس میں کیا نیت تو بے شک ہے، لیکن مقسم کے تقدسے کلام میں جو قوت اور جلال پیدا ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں اور یہاں ہی مقصود ہے۔



أَمْرًا ۝ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۝ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَاءُ

بانٹنے والے میں بے شک جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے وہ سچا ہے ۝ اور یقیناً جزا و سزا کا دن ضرور آئے گا ۝ تم سے آسمان

ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُؤَوِّفُكُ عَنْهُ مَنْ

کی جس میں راستے ہیں ۝ بے شک تم مختلف رہے رہے رہے ہو ۝ جو شے منسحب ہے اس (قرآن) ہے جس کا سزا نازل ہے

۝ تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس ذمہ داری کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی اور تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ ہم بار بار قسم کھا کر تمہیں بتا رہے ہیں کہ یہ وعدہ سچا ہے۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ ۝ اوسے بے شک جزا و سزا و قروح پذیر ہو کر رہے گی۔ قرآن کریم نے اس عقیدہ کو تسلیم کرنے پر اس لیے اتنا زور دیا ہے کہ وہ پاکیزہ انسانی معاشرہ جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے اس کے ذمہ داری نہیں۔ قانون کتنا سخت اور مشکل کیوں نہ ہو انسانی زندگی کے ایک محدود حصہ پر اپنی بالادستی قائم کر سکتا ہے۔ پھر اس قانون میں بھی تاویلات کے بے شمار امکانات ہیں۔ انسان کی عبودیت و خلقت اسی وقت نفس اور شیطان کی دست درازیوں اور ہنگامہ آرائیوں سے محفوظ رہ سکتی ہے جب اسے یقین ہو کہ قیامت کے روز اسے اس رشتے کے سامنے جواب دہ ہونا ہے جس کے ظاہر و باطن سے پوری طرح آگاہ ہے اور جس سے اس کی کوئی بات مخفی نہیں۔

عقل کا اتنا ضابطہ بھی یہ ہے کہ انسان جسے عقل و فہم کی نعمت بخشی گئی ہے جسے بے پناہ وسائل کا مالک بنا دیا گیا ہے جسے اختیار و ترک کی پوری آزادی دی گئی ہے اس سے اس کے تمام اعمال کے بارے میں باز پرس کی جائے۔ ورنہ ایک حیوان اور انسان میں کوئی تفاوت باقی نہیں رہے گا۔

۝ حَبُكُ ۝ مِمَّنْ ۝ اس کا واحد حَبَاكُ ہے۔ اس لفظ کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں؛ وہ کپڑا جس کو بٹنے والے نے بڑی نفاست اور خوبصورتی سے بنا ہو تو عرب کہتے ہیں حَبَاكُ الثَّوْبِ ۝ یَحْبُكُ ۝ حَبَاكُ ۝

حَبَاكُ: ان لہروں کو کہتی ہے جسے جو جہا کے چلنے سے ریت پر یا ساکن پانی میں پیدا ہوتی ہیں۔ حَبَاكُ کا معنی طوق، راستے بھی ہے اور حَبَاكُ کھنشاں کو بھی کہتے ہیں۔ نیز گنگھڑ ہالے بالوں میں جو سلو میں ہوتی ہیں انہیں بھی حَبَاكُ کہا جاتا ہے (قرطبی)۔ اکثر علماء نے اس سے مراد طسرافق یعنی راستے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آسمان کی قسم کھا رہے ہیں۔ وہ آسمان جس میں ستاروں کی مختلف قسم کی حرکات کے باعث ان گنت راستے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو مختلف اور متباہین سمتوں میں جا رہے ہیں۔ کھنشاں کا معنی بھی آنسب ہے۔ اس کے باعث آسمان کا سن دو بالا ہوتا ہے اور اس کے بارے میں جدید تحقیقات نے حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں جن کی کھنشاں والے آسمان کی قسم۔

۝ لے کافر! راستوں والے آسمان کی قسم تمہاری کوئی رائے قطعی نہیں۔ تمہاری کوئی بات سچی نہیں۔ حضور نبی اکرم کے بارے میں لئے زنی کہتے ہو تو کہیں کہتے ہو یہ جاؤ گے کہ جسے کبھی اسے کاہن اور جنون کہتے ہو اور کبھی اس پر شاعر ہونے کی تمہمت لگتے ہو۔ اسی طرح

## أَفْكَ ۝ قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي عَمْرَةٍ سَاهُونَ ۝

ہی پھیر دیا گیا ہے اسے ستیا ناس ہوا اکل پکڑا ہیں بنائے والوں کا کہ جو غفلت کے نشتر میں بے مدد چڑھے ہیں

قرآن کریم کے بارے میں بھی تمہاری کوئی مشفق رائے نہیں کہی اسے سحر کتے ہو اور کبھی اسے شوکتے ہو اور تم میں سے جو زیادہ منہ پوٹ ہیں وہ اس پر از حکمت کتاب کو اساطیر الازلین (جموٹے افسانے) کہنے سے بھی نہیں شرماتے۔ قیامت کے بارے میں بھی تمہاری آرا کا تضاد حیرت انگیز ہے۔ تم میں اکثر تو اسے بعد از عقل کہتے ہیں لیکن تنازع کے قائل ہیں۔ غرضیکہ جتنے منہ آتی باتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ہوش و فہم سے کام نہیں لیتے۔ دلائل و براہین سے کوئی توجیہ و تفسیر نہیں کرتے بلکہ محض غن و گنہین کی دالیوں میں بھٹکتے پھر رہے ہو اور وہم و گمان پہ اپنے مفروضات کی بنیاد رکھتے ہو۔

لے علامہ قرطبی کہتے ہیں۔ أَقْلَهُ۔ يَأْفِكُهُ۔ إِفْكًا. اِي قَلْبُهُ وَصَرَفَهُ عَنِ الشَّيْءِ كَمَنْ شَرَفَهُ عَنِ كَائِنٍ

پھیر دینا۔

صاحب قاموس کہتے ہیں رجل ما أفوك، مصروف عن الحق الى الباطل یعنی جو شخص حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف متوجہ ہو جائے اسے ما أفوك کہتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جو شخص حق قبول کرنے سے منہ موڑ لے گا اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی دستگیری نہیں کرتی اور اسے گمراہی کی ڈگر پر دوڑنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں ای بصرف عن الایمان بحمد والقرآن من صرف یعنی جو روگردانی کرتا ہے اسے اللہ کے نبی اور قرآن پر ایمان لانے سے روک دیا جاتا ہے۔

کے قتل کا معنی جان سے مار دینا ہے لیکن یہاں بد دعا کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یعنی ان پر لعنت اور پھونکا ہوا خسرو، بغیر تحقیق کے محض قیاس و گمان سے کوئی بات کہہ دینے کو عربی میں حصر کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے گھور کے درختوں اور گھوڑ کی پیلوں پر لگے ہوئے پیل کے بارے میں صرف اندازہ سے جو متناظر بتایا کرتا ہے اسے حصر اھس کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کفار حضور نبی کریم قرآن مجید اور قیامت کے بارے میں جو بہانے جہانت کی بولیاں بول رہے ہیں یہ محض ان کی قیاس آرائیاں اور ٹامک ٹوسیاں ہیں۔ جو لوگ زندگی کی ان بنیادی حقیقتوں کے بارے میں محض قیاس آرائی یا کٹاکتے ہیں انہیں بڑی جاں گسل ناکامی اور رُوح فرسا باہوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ خود سوچو جس دن ان لوگوں کو حشر کے میدان میں لاکھڑا کیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ اپنی ذمیوی زندگی کا حساب پیش کرو۔ تم نے ہماری دی ہوئی قوتوں کو کیسے استعمال کیا۔ ہماری بخشی ہوئی دولت کو کس طرح خرچ کیا۔ ہمارے احکام کی کہاں تک تعمیل کی۔ اس وقت ان لوگوں پر جو گزیرے گی اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اسی لیے قتل الخراصون کے رعب دار الفاظ سے ان کو خواہش غفلت سے بیدار کرنے کی سعی فرمائی گئی ہے۔

شہ علامہ راغب اصفہانی غمصرۃ کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اصل الغمصرۃ: ازالة اثر الشیء ومنه قلیل للماء اکثر الذی یزیل اثر مسیلہ غمصر وغامصر۔ والغمصرۃ معظم الماء الساترۃ المقصرۃ وجعل مثل اللعبدالۃ الذی تعصر صاحبہا یعنی غمرا کا اصل معنی کسی چیز کے اثر و نشان کو مٹا دینا ہے۔ کثیر لسانی کو بھی غمصر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنے بسنے کی جگہ

يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۗ يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ يُقْتَلُونَ ﴿٤٢٨﴾

وہ پوچھتے ہیں روزِ سزا کب آئے گا ۱۱۱ یہ اس دن ہوگا جب وہ آگ پر سائے جائیں گے ۱۱۱

ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٤٢٩﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ

اپنی سزا کا مزہ چکھو ۱۱۱ یہی ہے وہ جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے۔ البتہ اللہ سے ڈرنے والے

فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٌ ﴿٤٣٠﴾ أَخْذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا

اس روز بھانگتے اور چشموں میں جوں گے ۱۱۱ اور اللہ کے لیے سبے ہوں گے جو ان کا رب انہیں بخشے گا ۱۱۱ بے شک یہ لوگ

قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ﴿٤٣١﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿٤٣٢﴾ وَ

اس سے پہلے بھی نیکو کار تھے ۱۱۱ یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے ۱۱۱ اور

کو چھپا دیتا ہے۔ کیونکہ جہالت بھی جاہل کو بالکل ڈھانپ دیتی ہے اور لوگوں کی آنکھوں سے لے اور چھل کر دیتی ہے اس لیے اسے بھی غمزدہ کیا گیا ہے۔

۱۱۱ ان کا یہ سوال طلبِ علم کے لیے نہ تھا بلکہ بطور استغناء تھا۔

۱۱۱ اسے اسی قسم کا ہی انہیں جواب بھی دیا گیا عرب کہتے ہیں فتنۃ الذهب ای احرقۃ لقمۃ یومئذ یعنی جب تو سونے کو رکھنے کے لیے آگ میں

جلائے تو کہا جاتا ہے فتنۃ الذهب۔ آیت میں یفتنون ای نمی میں متعل ہے یعنی جس روز انہیں آگ میں تپایا جائے گا۔

۱۱۱ انہیں کہا جائے گا کہ اپنے کرتوتوں کا نذاب چکھو۔

۱۱۱ اختیار کے ذکر کے بعد اب احباب کا ذکر ہو رہا ہے۔ ارشاد فرمایا یہ جنت کے مدار بہار بانات میں اُلف اندوز بہتے ہوں گے ان کی شاہد

شبنیوں پر رنگ درنگ چھول کھل رہے ہوں گے۔ ان کی شاخیں لذیذ، رسیلے اور خوبصورت پھلوں سے لدی ہوں گی۔ وہاں میٹھے اور ٹھنڈے

پانی کے چشمے ٹھوٹ رہے ہوں گے اور اس ماحول کو مزہ یہ شگفتہ اور شاہد اب بنا رہے ہوں گے۔

۱۱۱ بڑا بڑا اُلف بھلے ہے۔ مولانا کریم اپنے دستِ کرم سے خود انہیں نعمتیں عطا فرما رہے ہوں گے اور یہ بعد شکر و بڑا مسرت انہیں

وصول کہتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے رہا ہوا اور بندہ ملے رہا ہوا اس میں جو مزہ اور اُلف ہے اس کا اندازہ ہمارے لیے آسان نہیں۔

۱۱۱ ان کو لڑائی کا کوئی داغ نہیں۔ جب وہ عبادت کرتے تھے اس وقت ان کی صورت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور اپنے

محبوب کے حسن ازل کے مشاہدہ میں متفرق ہو جاتے۔

۱۱۱ ان کی دوسری خوبی یہ تھی کہ ان کی راتیں قس و فجور کی نذر نہیں ہو جایا کرتی تھیں اور نہ یہ شام سے دن چڑھے تک غفلت کی



پہا اور اوسے زینہ میں است پڑے رہتے تھے بجز تھوڑی دیر سنانے کے بعد یہ اُنہ کھڑے ہوتے اور باقی رات ذکر و عبادت میں بسر کر دیتے۔ جب سحری کا وقت ہو جاتا تو اپنی کوتاہیوں اور غایبوں کے احساس سے مضطرب ہو جاتے اور باویدہ گریاں اپنی انصیرت پر منفرت طلب کرتے۔ کیونکہ وہاں دل شکستہ ہی رحمت کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

در کونے عشق شوکت شاہی نئی حسدہ اقرار بہندگی کن و دعویٰ چاکری

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو سحری کے وقت اُنہ ذکر و کراہی میں مشغول رہنے کی بڑے دلنشین انداز میں ترغیب دی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبذل اللہ الی السماء الدنیا کل لیلۃ حسین یشقی قلب اللیل و یقول اننا الملک من الذی یدعون فی فاستجیب لہ ، من الذی یدستلنی فاعطیہ ، من الذی یتفقرنی فاعفیر لہ۔

یعنی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ میں بادشاہ ہوں کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کا سوال پورا کروں کون ہے جو مجھ سے منفرت طلب کرے اور میں اس کے گناہ بخش دوں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ نامہ تہجد ادا فرمایا کرتے اور اس کے بعد جو ذکر اور دعا حضور فرمایا کرتے وہ پیش خدمت ہے۔ نداء کرے کوئی صاحب دل اس کو یاد کرے اور اسے اپنا وظیفہ بنالے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمَسْمُودُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَ لَكَ الْمَسْمُودُ  
اَنْتَ تَمْلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَ لَكَ الْمَسْمُودُ اَنْتَ الْعَقِيْقُ وَغَدَاةُ  
الْحَقِّ بَقَاةُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالتَّيْدِيُوْنَ حَقٌّ وَنَحْمَسُكَ حَقٌّ  
وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ اَمِنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ  
وَ اِلَيْكَ اَنْبَتُ وَ بِكَ حَاصَمْتُ وَ اِلَيْكَ حَاكَمْتُ اَنْتَ رَبُّنَا وَ اِلَيْكَ  
النَّصِيْرُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ وَ مَا اَنْتَ  
اَعْلَمُ بِهِ مِنْنِيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا اِلٰهَ اَعْبُدُكَ .

ترجمہ: اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے کو قائم رکھنے والا ہے۔ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے کا بادشاہ ہے۔ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیری بقا۔ حق ہے۔ تیرا فرمان حق ہے۔ آگ حق ہے۔ سلعے نبی حق ہیں اور تیرا محبوب، محمد (علیہ السلام) حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں نے اپنا سرتیرے آگے خم کر دیا ہے۔ میں تجھ پر ایمان لے آیا ہوں۔ تجھ پر ہی میرا مبروسہ ہے۔ میں تیری طرف ہی دل سے مائل ہوں۔ میں تیری مدد سے ہی دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں اور تجھے ہی اپنا حکم تسلیم کرتا ہوں۔ تو ہی سب کا رب ہے اور تیری طرف ہی ہم نے کوشا ہے۔

ولے اللہ! میرے گوشہ تیرا گناہ بھی بخش دے اور آئندہ گناہ بھی معاف کرنے جو میں نے چھپ کر کیے ہیں اور جو میں نے اعلانیہ

بِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۱۵﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿۱۶﴾

سحری کے وقت اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرتے تھے ۱۵ اور ان کے اموال میں حق تھا سائل کے لیے اور محروم کے لیے ۱۶

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۱۸﴾

اور زمین میں ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں اہل یقین کے لیے ۱۷ اور تمہارے وجود میں بھی نشانیاں ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتیں ۱۸

کے ہیں اور میری وہ خطائیں بھی بخش دے جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ تو ہی سب سے پہلے ہے تو ہی سب سے بعد ہی ہے تیرے سوا کوئی خدا نہیں تیرے سوا کوئی مہبود نہیں۔

۱۷ سحری کا وقت کس قدر بابرکت ہے اور جو لوگ اللہ کی جناب میں اس وقت حاضر ہو کر دامن طلب پھیلاتے ہیں ان پر کسی کیسی نوازشات کی جاتی ہیں اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یہ توفیق نصیب ہوئی ہو۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

ہر گنج سعادت کو حسد ادا و کجا فظ ازین دعائے شب و درو سحری بود  
اور حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا ارشاد بھی سنئے۔

حطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آؤ حسد گاہی

۱۸ اللہ ان کی تیسری خوبی یہ تھی کہ اگر کوئی سائل ان کے در پر آجاتا تو وہ اسے مایوس اور تھی دست واپس نہ کرتے۔ اگر انہیں پتہ چل جاتا کہ فلاں شخص کسب معاش سے منہ دہے، مرض یا قرض نے اس کی کارکردگی کی صلاحیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے یا مفلوج نکال دیا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں یا کسی گھر میں کوئی تیم بچہ ہے تو وہ خود وہاں دوڑے ہوئے جاتے اور حسب مقتدران کی خدمت سما لیتے اور ایسا کہنا وہ اپنا فرض سمجھتے نہ کسی پر احسان جتلاتے اور نہ کسی سے شکر گزاری کی تمنا کرتے۔

اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہے۔

۱۹ پہلے تو صرف یہ کہا گیا کہ اے کفار! تم نہیں یقین دلاتے ہیں کہ قیامت ضرور پڑے گی۔ اب ان کی توجہ تکوینی اور آفاقی دلائل کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے جو زبان حال سے شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا ہے فرمایا اس زمین، اس کی ساخت اور اس میں رونا ہونے والے عجیب و غریب تغیرات میں غور کرو، قدم قدم پر تمہیں ایسے آثار و نشانات ملیں گے جن کو اگر تم نے غور سے دیکھا تو حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

۱۹ انہیں کہا جا رہا ہے کہ اگر ان کی فطرتی دماغیں کہ وہ اپنے ارد گرد دیکھتی ہوئی کائنات کے حکیمانہ نظام کی باریکیوں اور نزاکتوں کو سمجھ سکیں تو وہ اپنی ذات میں ہی غور و فکر کریں کہ کس طرح ایک حقیر قطر سے اس کی آفرینش کا آغاز ہوتا ہے، کس طرح پتے و سہلے نازک ترین تغیر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ بے جان قطرہ ایک زندہ انسان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر وہ نشانہ اتنا بچہ کس طرح آہستہ آہستہ پڑاں چڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی خوبیاں پرورش پاکر عروج کمال تک پہنچتی ہیں حصول علم کے لیے جو ظاہری اور باطنی وسائل اسے بخشنے لگتے ہیں

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۶﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ

اور آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو چیزیں تم کو وعدہ کیا گیا ہے تمہیں پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿۲۷﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ ابْنِ هِيمٍ

حق ہے لائق (یعنی اسی طرح جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔) لئے ضیف (ابو ہیم) کی کہ آپ کو خبر لگے ابراہیم علیہ السلام کے معزز

الْمُكْرَبِينَ ﴿۲۸﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلِّمًا قَالَ سَلِّمٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿۲۹﴾

مہمانوں کی لئے جب وہ آپ کے پاس آئے تو انہوں نے سلام عرض کیا آپ نے فرمایا تم میری سلام بخور دل ہی دل میں سہا، بالکل باخفاں لوگ ہیں تمہارے

عمل اور اختیار کی جس آزادی سے اسے نوازا گیا ہے۔ اس کی روح میں فراخ عرش پر خیر مزین ہونے کی جو صلاحیتیں وہ وحیت کی گئی ہیں اگر ان تمام امور میں غور کیا جائے اور ان حقائق کو شیخ بعیرت سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا لامحدود حکمت کا اور علم مطہر پر یقین حاصل ہو جائے اور اس میں کوئی غلطی باقی نہیں رہتی کہ ایسی ہستی اگر مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا چاہے تو قطعاً کوئی مشکل نہیں۔

لئے یہاں رزق سے مراد موجود چیز ہے جس کی انسان کو اپنی بقا اور اپنی ذہنی، جسمانی اور روحانی نشوونما کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ فرمایا ہر قسم کی نعمتوں کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔ ہم سے مانگو، ہم تمہاری جمودیاں بھریں گے۔

لئے پہلے مختلف چیزوں کی قسمیں کھائیں۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی ذات والصفات کی قسم اٹھا کر فرماتا ہے میں کریم ہر اس حق سے، وہ ضرور کہے گا۔ اس روز تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا یا قرآن اللہ کی بچی کتاب ہے اسے کسی انسان نے تصنیف نہیں کیا۔ اس لئے لائق میں ضمیر کا مرتب قرآن اور آخرت دونوں ہو سکتے ہیں۔

لئے یہاں سے قانونِ مکافات کی سچائی کو ثابت کرنے کے لیے تاریخی و فاقی کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ اس رکوع میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ان متعدد قوتوں کا ذکر ہے جو راہِ راست سے جنگ لگیں۔ ان کو ہدایت دینے کے لیے انبیائے کرام تشریف لائے۔ انہوں نے بڑی دوسوزی سے انہیں بھیایا لیکن جب ان کی مخلصانہ کوششیں ہی بار آور نہ ہوئیں اور وہ لوگ گمراہی میں آگے ہی نکلتے چلے گئے تو انجام کار کائنات عمل کا قانونِ حرکت میں آیا اور انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیا گیا۔ رکوع کی ابتدا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے معزز مہمانوں اور ایک فرزندِ ارجمند کی ولادت کی بشارت کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر بات اصل مقصد کی طرف بڑھتی چلی گئی ہے۔

یہ واقعہ دوسرے مقامات پر گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ بُرُوجِ ضیاء القرآن، سورۃ مجزئیاء القرآن اور دیگر مقامات پر۔

لئے آپ کے پاس آئے والے مہمانوں کی تعداد ذرا زیادہ سے زیادہ گیا اور کم سے کم تین بتائی گئی ہے لیکن ضیوف ریح کی کہانے ضیف (دو واحد) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ ضیف مصدر ہے اور مصدر ایک دو یا زیادہ کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے۔

لئے ان کی شکل و صورت دیکھ کر دل ہی دل میں کہا یہ لوگ غریب الیادار اور انہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس علاقہ کے لوگوں سے



فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿۵۱﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا

پس چپکے سے اپنے اہل ناز کی طرف گئے اور ایک جھٹکا ہوا موٹا تازہ بچہ لائے آئے۔ لاکر ان کے قریب رکھ دیا فرمایا کہ اتنے کیوں

تَأْكُلُونَ ﴿۵۲﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشِّرُوهُ بَعْلُمْ

نہیں ۵۲۔ پس دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ وہ بولے ڈریے نہیں ۵۳۔ اور انہوں نے بشارت دی کہ پھر

عَلَيْمٍ ﴿۵۳﴾ فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ

اگر صاحب علم ہے۔ پس آئی آپ کی بیوی ہمیں نہیں جو کہ ۵۴۔ اور فریادِ حیرت سے ہلانچنے والا اپنے چہرہ پر اور بولی میں، بوڑھی (ہے)!

عَقِيمٌ ﴿۵۴﴾ قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۵۵﴾

باجھو رکھا میرے ہاں تجھ ہو گا! انہوں نے کہا ایسا ہی تیرے رب نے فرمایا ہے بے شک وہی بڑا دانہ، سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان کی وضع قطع بالکل مختلف نظر آ رہی ہے۔

۵۵۔ داغ کا منہ ہے اِسْتَسْلَ خَفِيَةً فِي سُرْعَةٍ۔ تیزی سے چپکے چپکے کسک جانا۔ یعنی اپنے مہمانوں کو آرام سے بٹھایا، خود چپکے سے اٹھے اور ان کی ضیافت کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ جلدی جلدی ایک موٹا تازہ بچہ لائے کیا اس کو بچہ اور اٹھا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

۵۶۔ کمانا دسترخوان پرچن دیا گیا ہے لیکن مہمان ہیں کہ کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ آپ نے فرمایا آپ لوگ کمانا تناول نہیں کریں گے؟ قبائلی زندگی میں ایک دستور تھا کہ اگر مہمان ضیافت قبول کر لیتا تو سمجھا جاتا کہ اس کا آنا خیر سے ہوا ہے، لیکن اگر وہ کمانا تناول کرنے سے انکار کر دیتا تو سمجھا جاتا کہ یہ کئی بُری نیت سے یہاں آیا ہے۔ جب فرشتوں نے ہاتھ آگے نہ بڑھانے تو آپ کو ان سے ایک گونڈہ خیر ساموس ہونے لگا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آپ نے دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں بڑھا رہے تو آپ سمجھ گئے کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتے لباسِ بشری میں آئے ہیں اور ان کا اس طرح لباسِ بشری میں آنا خطرو سے خالی نہیں۔ عن ابن عباس استہ عليه السلام وقع في نفسه انهم ملائكة ارسلوا للعذاب تخاف۔

۵۷۔ فرشتوں نے قتل دیتے ہوئے کہا کہ آپ ہر سال نہ ہوں۔ ہم تو آپ کو ایک فرزندِ ارجمند کی بشارت دینے حاضر ہوئے ہیں۔ ۵۸۔ حضرت سارہ قریب ہی کہیں میٹھی رنگنگوٹن رہی تھیں۔ اس وقت آپ کی عمر تیس سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال سے تجاوز تھی۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ ایک بچہ کی ولادت کا مشورہ سنایا جا رہا ہے تو اپنے جذباتِ تیز کو ضبط نہ کر سکیں اور جہاں حضرت ابراہیم فرشتوں سے مصروف گفتگو تھے وہاں آپ سنیوں اور کھنڈے گئیں کہ آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں بوڑھی اور باجھو،

# قَالَ فَاخْطَبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۵﴾ قَالُوا إِنْكَا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ

آپ نے پوچھا تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے اسے فرشتو! ۱۵ وہ بولے ہم جیسے گئے ہیں ایک قوم کی طرف جو

میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا یہ کیونکر ممکن ہے۔ آیت میں دو لفظ تحقیق طلب ہیں۔ صبرۃ اور فصکنت۔  
 ملا امر ابن منظور نے صبرۃ کی تحقیق کرتے ہوئے کئی صفحات لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ قال الزجاج الصبرۃ اشدا  
 الصیاح تکون فی الطائر والانسان وغیرہما۔ یعنی زور سے چیخنے کو صبرۃ کہتے ہیں غم اور وہ چیخ پڑنے کی ہویا انسان کی۔ یعنی جب  
 مائی صاحب نے بچہ کی ولادت کا شوق منا تو ان کے تیز کی کوئی حد نہ رہی۔ جینتی اور شور مچاتی وہاں آئیں۔ صبرۃ کا دوسرا معنی ابن منظور نے  
 جماعت کہا ہے۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب آپ نے یہ بات سنی تو جو عمر میں اس وقت ان کی خدمت میں حاضر  
 تھیں ان کو ساتھ لے کر آپ تشریف لے آئیں۔

آخر میں انہوں نے اس لفظ کا ایک اور معنی بھی لکھا ہے۔ چونکہ وہی مناسب حال ہے اس لیے میں نے اسی کو اپنایا ہے اور اسی  
 کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ الصبرۃ تقطیب الوجہ من الکل اھلہ۔ اظہار بانہ پندیدگی کے لیے چہرہ پر بل ڈالنا ہے یعنی  
 ہونا۔ جب انسان از حد تیز ہوتا ہے اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتا اور اس کا پسینہ بہ جاتا ہے ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 فصکنت، عمرزوں کی عام عادت ہوتی ہے کہ جب وہ حیرت زدہ ہوتی ہیں تو اپنے منہ پر ہاتھ پونے لگاتی ہیں۔ شوہر عمرزم کی  
 عمر سو سال اور اپنی عمر نوے سال اس پر یہ بشارت کہ تم بچہ جنگی۔ اس پر مائی صاحبہ بتنا بھی اظہار حیرت کرتیں جاتھا۔

بسن نادان لوگ فصکنت وجہ ہا کے لفظ سے اٹم گئے اور پینے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور اسے حضرت سارہ کی  
 سنت کہتے ہیں۔ وہ خود ہی فرماتیں کہ کیا انہیں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ایسی ہی حیرت اور سرت ہوتی ہے جس طرح  
 حضرت سارہ کو فرزند کی بشارت سے ہوتی تھی۔ اگر ایسا ہی ہے تو انہیں زور زور سے منہ پر ہاتھ پونے چاہئیں۔ خاندان نبوت کی پامالی پر وہ  
 جتنا حیرت اور جس طرح سرت کا اظہار کریں انہیں اس کا حق پہنچتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے امام پاک کو دھوکے سے کوفہ لیا اور پھر ان زیاد  
 کے ساتھ مل کر گستاخانہ نبوت کو ثابت و تاراج کیا۔ اگر ایسے ہمارا کہ منسوب کی کامیابی پر وہ خوش نہ ہوں گے تو اور کون خوش ہوگا لیکن وہ  
 ایمان دار جن کے دل ساتھ کر بلا سے کھڑے کھڑے ہیں جن کی آنکھیں اس حادثہ فاجح سے اشک بار رہتی ہیں وہ کس طرح خوشی کا اظہار  
 کر سکتے ہیں۔

خوشی اور حیرت کے موقع پر کسی عورت کا اپنے منہ پر ہاتھ پونے لگانا اور بے اور کسی کے غم میں اپنا منہ اور سینہ لہولہا کرنا اور بے  
 اسلام جو صبر کا سبق دیتا ہے وہ ان مردان پاک باز کا نام کہنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا جنہوں نے اپنے رب کی حکیم کا نام بلند کرنے کے لیے  
 اپنا سر گناہا ہوا اپنا گھر گناہا ہوا اور اپنے بھائی اور بچے ذبح کر لئے ہوں اسلام تو ان کو فروغ تسلیم ہی نہیں کرتا اور اپنے ملنے والوں کو بتا ہے کہ وہ زندہ  
 ہیں۔ ان کے ہائے میں یہ گمان کرنا ہی سراسر غلط ہے کہ وہ مردہ ہیں۔

۱۶ اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد ان سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کرتے ہیں۔ فرشتوں کا بشری لباس میں آنا کوئی مولیٰ

الذاریات ۱۵

تَجْرِمِينَ ۞ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ جَارَاتٍ مِّن طِينٍ ۞ مِّسْوَمَةٌ عِندَ

جہاز پیشہ ہے سٹہ تاکہ ہم برسائیں ان پر گارے کے بنے ہوئے پتھر (گسنگر) جن پر نشان گئے ہیں آپ کے رب

رَبِّكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۞ فَاخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۞

کی طرف سے جس سے بڑھنے والوں کے لیے۔ (نزول مذاب سے پہلے) ہم نے نکال لیا وہاں کے تمام ایمانداروں کو

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۞ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً

پس نہ پایا ہم نے اس (ساری) بستی میں جس کا نام مسلم گھر کے - اور ہم نے باقی رہنے دی وہاں ایک

لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۞ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ

نشان ان لوگوں کی عبرت پذیری کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ۞ اور (داستان) موسیٰ میں بھی نشانی ہے جب ہم نے انہیں بھیجا

بات نہ تھی اس لیے آپ نے پوچھا کون ہی ہم درخوش ہے جس کو نہ کرنے کے لیے آپ تشریف لائے۔ الخطب کی وضاحت کہتے تھے  
علامہ راغب کہتے ہیں: الخطب: الامر العظيم يكثر فيه التخطاب (مفردات) یعنی وہ اہم کام جس کے بارے میں بکثرت  
تبادلہ خیال کیا جاتا ہے۔ منہ میں ہے الخطب: الشان الامر، صغر او عظم۔ وغب استعماله للامر العظيم المكروه۔  
یعنی ویسے تو الخطب ہر کام کہتے ہیں بڑا ہو یا چھوٹا، لیکن اس کا غالب استعمال کسی اہم لیکن نامور شکار کام کے لیے ہوتا ہے۔

سٹہ فرشتوں نے بتایا کہ وہ قوم لوٹا کونسا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ سرکاری مسلمانانہ میں ان کے لیے ایسے پتھر تیار کیے گئے  
ہیں جن پر نام نشان لگا دیے گئے ہیں اور ہر پتھر ایک مجرم کی سرکونی کے لیے منقش کر دیا گیا ہے۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ ان نشان زدہ پتھروں  
کی ان مجرموں پر بوسلا دھا رہا کر دیں۔ مسقومۃ: جن پر نشان لگا دیا گیا ہو۔

سٹہ حضرت خلیل کے پوچھنے پر یہ فرشتوں نے از خود یہ بتا دیا کہ آپ گھر نہ کریں حضرت لوٹا اور ان کے اہل خانہ پر کوئی آنچ  
نہیں آئے گی۔ اس ساری بستی میں یہ ایک ہی خاندان ہے جس نے حق کا پرچم بلند رکھا۔ نہ باطل کو قبول کیا اور نہ اس سے مصالحت کی بلکہ  
اس کو نیچا کھانے کے لیے مقدمہ و جہد کرنا رہا۔ سو ہم نے ان کو وہاں سے نکالنے کا پوری طرح انتقام کر لیا ہے۔

آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گئے بھتیجے تھے۔

سٹہ بحر مردار (DEAD SEA) کا نعل و قوع بتا رہا ہے کہ یہاں پہلے بڑے بڑے شہر آباد تھے جو بعد میں کسی زلزلہ کی  
وجہ سے زمین میں دھنس گئے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں: ۱۹۶۵ء میں آثار قدیمہ کی تلاش کرنے والی ایک امریکی جماعت کو اللسان (اس  
بحیرہ کا جنوبی حصہ) پر بہت بڑا قبرستان ملا ہے جس میں بیس ہزار سے زیادہ قبریں ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریب میں کوئی بڑا شہر



قَرَعُونَ سُلْطٰنَ مُبِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فَتَوَلٰی بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ اَوْ جُنُوْنٌ ﴿۵۲﴾

فرعون کی طرف ایک روشن دلیل دے کر گئے ہیں اس نے زور گردانی کی اپنی قوت کے بل بوتے پر اور کہنے لگے یہ شخص ماڈو گربے یا دیوانہ لگے

فَاخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۵۱﴾ وَفِي عَادٍ اِذْ

تو ہم نے اس کو اس کے لشکر سمیت کھرا اور انہیں سمندر میں پھینک دیا اور وہ قابل ملامت بن گیا فلتے اور رقتندہ، عادیں بھی نشانِ عبرت ہے

ضرور آباد ہوگا مگر کسی ایسے شہر کے آثار اس پاس کہیں موجود نہیں ہیں جس سے متصل آنا بڑا قبرستان بن سکتا ہو۔ اس سے بھی یہ شبہ تقویت پاتا ہے کہ جس شہر کا یہ قبرستان تھا وہ مجیو میں غرق ہو چکا ہے۔ (تفہیم القرآن - سورۃ الذاریات)

مزید وضاحت کے لیے ضیاء القرآن، سورۃ اعراف آیات ۸۰ تا ۸۴ کا مطالعہ کیجیے۔

گتے اب بتایا جا رہا ہے کہ لے اہل کفر جس طرح تمہارے پاس میرا رسول کترم دلائل و دہاؤں کی روشنی لے کر آیا ہے اسی طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو سلطانِ مبین دروٹن دلیل دے کر فرعون کی طرف بھیجا تھا تاکہ اس کو قبول حق کی دعوت دے لیکن فرعون نے اپنے لشکر جبار از اپنی بے پایاں طاقت اور اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر ایک اور روشِ سفہت رسول کی کچی بات ملنے سے منہ پھیر لیا پھر اس کا جواب نام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

گتے تولى برکنہ کے الفاظ تحقیق طلب ہیں۔ رکن کا معنی ذاتی قوت بھی کیا گیا ہے اور اس سے مراد اس کا لشکر اس کی فرمانبرداری بیا بھی لی جا سکتی ہے۔ تب تمصاحبہ کی بھی ہو سکتی ہے اور تعدیہ کی بھی۔ مصاحبہ کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اس نے اپنے لشکر اپنے احوال و انصار اور اپنی قوم سمیت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو سننے سے منہ پھیر لیا اور اگر تب تعدیہ کے لیے ہو تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ اس نے اپنے لشکر جبار اپنے احوال و انصار یا اپنی ذاتی طاقت سے مغرور ہو کر موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے۔ برکنہ: ای بقوت۔ یعنی اس نے اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا یہ شخص یا تو جادو گربے اور یا اس کا دماغ چل گیا ہے۔ اسے یہ خبر بھی نہیں کہ وہ کس کے دربار میں کھڑا ہے اور کیا بات کر رہا ہے۔

گتے جب یہ واقعہ ہوا ہوگا تو آنا فنا فرعون اور اس کے لشکر جبار کی غرقانی کی خبر دگر دگر کے ملا توں میں پہنچی گئی ہوگی لیکن اس عظیم سانحہ پر کوئی آنکھ نہ ٹکا نہ ہوتی کسی نے بھی اظہارِ انوس نہ کیا، بلکہ سب کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ کس کم جہاں پاک فرعون بڑا عالم تھا اور اس کا یہی انجام ہونا تھا، وهو مسلم میں اس لہر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کو لوگ ملامت کرتے رہے اور بڑا بھلا کتے رہے۔ مسلم کی تحقیق کرتے ہوئے صاحب لسان العرب کہتے ہیں۔ الام الرجل فہو ملیم، اذا قذبتا یادم علیہ۔ جب کوئی شخص ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جو قابل ملامت ہو تو اس شخص کو ملیم کہتے ہیں۔

یسیور کہتے ہیں الام: صار ذالذمۃ۔

ارسلنا عليهم الریح العقیم ما تذر من شیء انت علیه

جب ہم نے ان پر آمدی تھی جو غیر برکت سے خالی تھی ۱۳۵ نہیں چھوڑتی تھی کسی چیز کو جس پر گزرتی

الاجعلته كالریمیم وفي ثمود اذ قيل لهم تمتعوا حتی حین

گمراہوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی۔ اور رواقعہ ثمود میں بھی نشانہ ہے جب انہیں کہہ دیا گیا کہ لطف اٹھاؤ ایک وقت تک ۱۳۶

فتمتعوا عن امر ربهم فاخذتهم الصیقة وهم یظنون فبا

پس انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے نکل کر انہیں ایک غزنیاں کوڑک نے دریاں حال کر وہ دیکھ رہے تھے۔ چھراں

استطاعوا من قیام وما كانوا متحصرین لا قوم نوح من

میں نہ اٹھنے کی طاقت رہی ۱۳۷ اور نہ وہ (مہمے) انتقام لے سکے ۱۳۸ اور قوم نوح کا اس سے

۱۳۵ قوم ماوراء النہر کا انجام بھی بڑا عبرت ناک تھا۔ ان کی سرکشی کی جب مدد ہو گئی ان کو راہ راست پر لانے کی ساری پیہر انہر مسامی ناکام ہو گئیں تو ان پر ایسی ہوا کا ہلکا مسلط کر دیا گیا جو عقیم تھی۔ عقیم بانجھ عورت کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ ہوا ہے جو غیر برکت سے کیمر ماری ہو۔ نہ بادلوں کو اڑا کر لائے نہ درختوں کو باہر اور گرنے نہ اس میں رحمت کا کوئی شاہد ہو۔ وہی اللہ تعالیٰ نے متعلقہ صحابا کو لا شجرا ولا رحمة فیہا ولا برکت ولا منفعة (قرطبی) دوسرے مقامات پر تصریح کی گئی ہے کہ یہ جگہ آئندہ دن اور سات رات تک مسلسل چلتی رہے اور جو چیز بھی اس کی زد میں آئی اس کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔

۱۳۶ قوم ثمود نے جب نافرمانی اور سرکشی کی انتہا کر دی اور اس اونٹنی کی کوچیں بھی کاٹ ڈالیں جو بطور معجزہ ظاہر کی گئی تھی تو انہیں بتا دیا گیا کہ تمہاری بربادی میں صرف تین دن کی ٹہلت رہ گئی ہے۔ جی بھر کر داؤدیش سے لو اور فرستیاں کر لو لیکن انہیں پھر بھی ہوش نہ آیا۔ تین روز بعد ایک ایسی کوڑک دار آواز پیدا ہوئی کہ اسے دہشت کے ان کے کیلچے چوٹ گئے اور ان میں اتنی سخت بھی نہ رہی کہ وہ پیٹھے جوئے اٹھ سکیں۔

۱۳۷ جن قیام کا ایک مضموم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ مذاب الہی کو برداشت نہ کر سکے۔ ای ما اطاعوا ان یستقلوا بعدذاب اللہ وان یتحملوه ویقوموا بہ۔

۱۳۸ اس کے دو معنی ہیں۔ انتصر من عدوہ ای انتقم وان تصح علی خصمہ استظہر پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ان پر اپنا مذاب مسلط کیا۔ وہ لوگ جنہیں اپنی طاقت کا بڑا گمنہ تھا ان میں سخت نہ رہی کہ وہ ہم سے انتقام لے سکیں اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ ہم پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی قوت سے ہمارے پیچھے جوئے مذاب کو نال نہ کر سکے۔

قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۱۵ وَالسَّمَاءَ بَيْنَ يَدَيْهَا يُبَدِّلُهَا وَإِنَّا

پہلے ہی تشریح کر چکے ہیں کہ وہ لوگ بھی رپڑے دہے کے انفرمان تھے منجہ اور ہم نے آسمان کو قدرت کے ہاتھوں جتایا لہذا اور ہم نے

لَمُوسِعُونَ ۱۶ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَا فَأَنعَمَ الْمَاهِدُونَ ۱۷ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ہی اس کو وسیع کر دیا لہذا اور زمین کا ہم نے فرش بچھ دیا پس ہم نے اپنے فرش بچھانے والے ہیں لہذا اور موسم نے ہر چیز کے

منجہ نوح علیہ السلام کی قوم کی داستان بھی بڑی بصیرت افزا ہے۔ انہوں نے بھی فسق و فجور کو اپنا شعار بنایا تھا پناچہ پانی کا طوفان آیا اور انہیں تنکوں کی طرح بہا لے گیا۔

لہذا اس کا عطف قوم نوح پر ہے۔ یعنی پہلے ہم نے تمہیں اپنی قدرت کے تاریخی دلائل سنائے ہیں۔ اب ذرا آفاق دلائل عمت فرمائیے پہلے بتایا آسمان کو اس کی وسعت اور فراخی کے ساتھ ہم نے خود بنایا۔ نہ تو اس کے بنانے میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے بنانے میں ہمیں کسی سے کوئی مشورہ یا کوئی امداد لینے کی ضرورت پڑی۔ ہم نے خود محض اپنی قدرت اور اپنی حکمت سے اس کی تخلیق کی ہے۔ یا بید: ای بقوۃ عن ابن عباس۔ (محر)

لہذا مُوسِعُونَ، اوسع سے ہے۔ یہ متعدی اور لازم دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ متعدی ہونے کی صورت میں اس جملہ کا یہ مفہوم ہوگا کہ ہم نے اسے بڑا وسیع اور کشادہ بنایا ہے۔ یہاں تک کہ زمین کا یہ طویل و عریض کردہ اس کے سامنے ایسا ہے جیسا دائرہ کے وسط میں ایک نقطہ اور لازمی ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم بڑی وسعت اور غناء کے مالک ہیں۔ ہماری قدرت بے کراں ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں، اوسعہ ووسعہ: صیغۃ واسعا وقلیل اوسع الرجل صار ذا اسعة و غنی وقولہ

انالموسعون ای اغنیاء قادرین۔ (لسان العرب) اسی اپنے سورۃ قی کا تعارف پڑھا ہوگا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو آسمان کی بلندی و وسعت اور زمین کی وسعت اور اس کے وسیع ہونے کا تصور آئے گا۔ اب وقوع قیامت کا انکار کرنے والے سوچیں اور انصاف سے بتائیں کہ ایسے قدرت والے پھر وہوں کو نہ دیکھ سکیں گے۔

لہذا یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ زمین جس پر تم آباد ہو اسے کس نے ایک آرام دہ فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور اس میں تمہارے رزق اور ضرورت کے تمام اسباب دیا کر دیے ہیں۔ خنجر سے یہ بتایا کہ ہم نے صرف اسے بچھا یا ہی نہیں بلکہ اس کو ہمدردی لے کر آرام دہ بنا دیا ہے۔ اس بچھانے میں جو خوبی اور حکمت ہے چشم بینا اسے دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ زرخیز ہمارا اور وسیع میدان ہیں۔ مناسب مقامات پر دریا بہ رہے ہیں۔ جگہ جگہ بہاڑا نصب کر دیے ہیں زمین کی تہ میں نیچے پیٹھے اور ٹھنڈے پانی کے سمندر رواں ہیں۔ میدانی علاقوں میں زمین کو کھود کر پانی نکالا جاتا ہے، لیکن پہاڑوں کی بلندیوں پر بغیر کسی کے کھودنے چستے بہ رہے ہیں۔ ہر قسم کی اجناس، پھل اور سبز پائے آگ رہی ہیں۔ موسم میں از خود خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ میل و نہما کی گردش کا سلسلہ جاری ہے۔ زمین کو سورج سے آتی دُوری اور اس ہیئت پر رکھ دیا گیا ہے کہ زندگی اپنی تمام تر نعمانیوں کے ساتھ محو فرام ناز ہے۔

آپ اس فرش زمین کو کسی نقطہ نظر سے دیکھیں آپ کو اس کے بنانے والے کی قدرت کا کلام اور حکمت بالغہ کا اعتراف کرنا



خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱۰﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ

جوڑے بنائے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ پس دوڑو اللہ کی طرف اور اس کی پناہ لے لو شکہ بے شک میرا نہیں اس

مُبِينٌ ﴿۱۱﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱﴾

بکے غضب سے کھلاؤ لے والہوں شکہ اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ کوئی اور مہبود شکہ بے شک میں تمہیں اس کے غضب سے کھلاؤ لے والہوں۔

پڑے گا ایسی ہستی اگر کہے کہ میں روز حشر زندہ کروں گا کون کھلا کر اس کا انکار کر سکتا ہے۔

۱۰ قدرت و حکمت کا ایک اور نشان پیش کیا جا رہا ہے کہ ہم نے جو چیز پائی ہے اسے جزا جوڑا پیا گیا ہے تاکہ ہم اختلاف سے افزائش نسل کا سلسلہ جاری ہے۔ انسان اور حیوانات میں زوج زوج کا ہونا سب کو ہمیشہ سے معلوم ہے۔ نباتات کی دنیا میں بھی زوجیت کا یہ اصول جس وقت اور خوبی سے کارفرما ہے اس کا پوری طرح اب انکشاف ہوا ہے۔ ملی تحقیقات کے قدم جب آگے بڑھیں گے تو عمارات وغیر میں بھی یہ اصولی زوجیت کارفرما نظر آئے گا۔

ان کے علاوہ بھی تضادات اور متقابلات کی ایک دنیا آباد ہے۔ رات اور دن، شقاوت و سعادت، ہاریت و ضلالت، آسمان و زمین، سیاہی و سفیدی، صمت و مرض، کفر و ایمان۔ انسان کہاں تک گننا جائے۔ قال مجاہد اشارة الى المتضادات والمتقابلات كالليل والنهار والشقاوة والسعادة والهدى والضلال والسماء والارض والسواد والبيضاء والصحة والمرض والكفر والایمان۔ انجیر المیل

۱۱ مقصد توبہ ہے کہ انہیں ایمان قبول کرنے کی دعوت دی جائے لیکن یہاں فسق و اکاحم استعمال کیا گیا ہے۔ گویا بتایا جا رہا ہے کہ شیطان تمہارے پیچھے ہے۔ یہ معلوم کس وقت آکر تمہیں دبوچ لے اس لیے جلدی کرو اور ہر گز ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اللہ کی پناہ میں آ جاؤ۔ جسے وہاں پناہ مل جائے اسے شیطان کی وسوسہ اندازیاں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں۔ علامہ پانی پتی کہتے ہیں۔ فسق و امن کل شیخہ الی اللہ بالتقو والمحبۃ والافتراق وامتن الازامس۔ یعنی ہر چیز سے امن نچوڑ کر اس کی طرف جاگو۔ اس راہ میں جو چیز مائل ہو اسے ٹھوکر سے پرے بٹھا دو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تمہاری توجہ اور محبت کا مرکز بن جائے۔ اس کے ذکر اور اس کے اذکار کے مشاہدہ میں ہی تم مجبور اور اس کے برحکم کی تمیل پڑے فوہوق و شوق سے کرو۔

۱۲ اکثر علمائے حدیث نے اس کی تفسیر کا مروج مذاہب اور غضب بتایا۔ یعنی میں تمہیں مذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ لیکن علامہ حقی نے اسے کا مروج ذات باری کو بتایا ہے۔ (زوج البیان) یعنی میں از خود تمہارے پاس نہیں آیا یا کسی اور نے مجھے تمہاری طرف نہیں بھیجا۔ بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوں۔ اس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے کہ میں تمہیں خواب غفلت سے بربقت بیدار کروں۔ مجھے یہ قول بہت پسند ہے۔

شکہ یہ آفاقی اور انفسی دلائل ہیں کہ تمہارے سامنے انبار لگا دیا گیا ہے ان سے جس طرح روز قیامت کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح یہ

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ  
 جُنُونٌ ۝۱۵۸

ای طرح نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول مگر انہوں نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہے یا

جُنُونٌ ۝۱۵۸ اتوا صوابہ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝۱۵۹ فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ فَأَمَّا أَنْتَ

دیوانہ لاشکہ کیا پہلوں نے پچھلوں کو یہی وصیت کی تھی کہ تمہیں لاشکہ بکریہ لوگ سرکش ہیں شمشہ ہیں آپ ان سے توجہ نہ فرمائیے آپ پر کوئی

مَمْلُومٌ ۝۱۶۰ وَذَكَرْ فَإِنَّ الدِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۶۱ وَكَأَخْلَقْتَ الْحَبْنَ

الزام نہیں۔ اور آپ بھلائے رہیے یقیناً بھمانا اہل ایمان کے لیے فائدہ بخش ہے لاشکہ اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن

حقیقت بھی عیاں ہو گئی ہے کہ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ جب اس میں العقول کا رنما کائنات کا خالق اور مالک وہی ہے تو پھر اور کون  
 ہے جس کو اس کا کسی جہت سے بھی ہر سبب یا جلتے یا اس کی عبادت کی جائے۔ اس لیے یہاں واضح طور پر تمہیں یہ کہہ دی کہ خبردار اللہ تعالیٰ  
 کے ساتھ کسی غیر کو خدا اور مہر و مہر بنانا اور نہ ابدی مذاب میں مبتلا کر لیے جاؤ گے نجات کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔ جسے  
 اس نے تمہاری طرف بھلا ہے کہ تمہیں بروقت خبردار کر دوں۔

۱۵۸ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب اے اہل عرب آپ کو کبھی ساجر کہتے ہیں اور کبھی دیوانہ کہتے ہیں۔ یہ کوئی زالی بات نہیں آپ  
 سے پہلے ہی جو ایسا تشریف لائے ان کی قدر ناشناس قوموں نے ایسے ہی القابات سے انہیں ڈرانے ہے۔

۱۵۹ ان الفاظ کے ساتھ بعد اور تفادات کے باوجود ان کے ٹکڑے اور قتل میں یہ کیسایت کہاں سے آگئی۔ ہر واقعہ میں کوہر زمانہ  
 میں ان الفاظ سے کیوں یاد کیا گیا ہے۔ کیا ایسا تو نہیں ہوا کہ لگنے پچھلوں کو وصیت کرتے گئے ہوں کہ ہم نے اپنے نبیوں کے ساتھ ایسا  
 سلوک کیا ہے اور ان کے ایسے نام دئے ہیں۔ یاد رکھنا اگر تمہارے پاس بھی کوئی نبی آئے تو تم بھی ہماری طرح اس کو ساجر اور مستون  
 ہی کہنا۔

۱۶۰ پہلی بات کی تردید کر دی۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی سرکش لوگ ہیں اور پہلے ہی سرکش اور  
 نافرمان لوگ تھے۔ اسی سرکش نے ان میں ٹکڑے یا کیسایت پیدا کر دی ہے۔ جب بھی کوئی غیر از میں کسی سرکش کو اس کی سرکشی سے باز کرنے  
 کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسے اپنی توہین تصور کرتا ہے اور اسے یہ نصیحت جس میں اس کی بھلائی تصور ہے۔ اسے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کرنا  
 محسوس ہوتی ہے اور وہ اپنے نام و شرف کو دیوانہ یا ساجر کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۶۱ سرکشوں کی سرکشی سے آپ کو کیا خوف ہے اے محبوب! آپ تو اس کے لیے جواب دہ نہیں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے آپ  
 اپنے محبت سے ہر مسلمان سے اپنا فرض ادا کرتے رہیے۔ کج طبع لوگ اگر اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو ان کی قسمت۔ اہل ایمان تو اس شہر فیض  
 سے اپنی کشت ایمان کو سیراب کر رہے ہیں اور تم قیامت سیراب کرتے رہیں گے۔ سورج کا کام چمکانا اور ہر نور افشانی کرنا ہے اگر اللہ سے

وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۗ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ

وانس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں ۱۲۵۔ نہ طلب کرتا ہوں میں ان سے رزق اور نہ یہ طلب کرتا ہوں کہ وہ

يُطْعَمُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۗ فَإِنَّ لِلَّذِينَ

بچے کھائیں ۱۲۶۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رزق کو روزی دینے والا قوت والا اور زور والا ہے ۱۲۷۔ پس ان ظالموں کے لیے

ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۗ قَوْلُهُ

ظالم کا ویسا ہی حصہ ہے جیسا ان کے ہم نشروں کو حصہ ملا تھا پس یہ جلد بازی نہ کریں ۱۲۸۔ پس تب ہی ہے

اس کی روشنی سے مستفیض نہیں ہو رہے تو کیا ہوا! آنکھوں والے توفیق یاب ہو رہے ہیں۔ اندھوں کی وجہ سے سورج چمکنا چھوڑے  
یکے ہو سکتے۔

۱۲۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس آیت کی تشریح یوں بیان فرمائی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون  
بالعبادة یعنی میں نے جن و انس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میں انہیں حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کو قتل و غم و اعتبار امتیاز  
کی جو نعمتیں ارزانی کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی جبین نیازی ذات کے لئے جھکے جس نے اسے پیدا فرمایا اور اپنے گناہوں احسانات  
سے اسے مال مال فرمایا۔ اب اگر وہ کسی اور کی عبادت کرنے لگے جو اس کا خالق ہے اور اس کا پروردگار ہے یا بالکل اللہ اور وہ ہریت کا  
بستہ امتیاز کر لے تو گویا وہ اپنی عظمت سے جنگ آزمابہ اور اپنی طبع سلیم کو سوخ کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔

۱۲۶۔ میں ان سے رزق کا طلب گار نہیں اور نہ اس لیے ان کو اپنی عبادت کا حکم ہے رہا ہوں کہ مجھے ان کے سجدوں اور ان کی  
طاہتوں کی حاجت ہے۔ نہیں ہرگز نہیں! اس میں انہی کا فائدہ ہے۔ میرے حضور میں جب وہ سر نہیاز جھکائیں گے تو ان کی غصہ مسلا متین  
بیدار ہو جائیں گی۔ حیوانی اور شیطانی جھکنوں سے ان کو چھٹکارا مل جائے گا۔ ان کا عقاب بہت ایسی بندریوں پر پڑے گا جو کجاہماں فرشتوں  
کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے محروم رہتے ہیں۔ ساری عمر ان کا قدم حیوانی زندگی کے دائرہ سے ہی باہر نہیں  
ملا۔ انہیں انسانی عظمتوں اور اس کی صلاحیتوں کی پیکرانیوں کا علم ہی نہیں ہوتا۔ حیوانی زندگی کی لذتوں میں ہی وہ گمن رہتے ہیں اور اپنی  
اصلاح کے زریں مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں۔

۱۲۷۔ رزق دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی قوت والا اور مشہوٹ ہے۔ وہ کسی کا دست نگر نہیں۔ ہر چیز اپنے وجود اور اپنی  
بتائیں اس کے وجود و کرم کی محتاج ہے۔

۱۲۸۔ ذنوب بڑے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کنویں سے پانی نکالا جائے۔ ڈول میں جتنا پانی آئے وہ ڈول کھینچنے والے  
اکا ہی حصہ ہوتا ہے اس لیے ذنوب کا لفظ حصہ اور نصیب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ کفار کو



## لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝۴

ان کے لیے جنہوں نے کفر کیا اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ۱۴

کے لیے بھی عذاب کا ایک حصہ مقرر ہے۔ جس طرح اپنے اپنے وقت پر پہلی قوموں کے ہاستین کو اپنا اپنا حصہ ملا۔ ان لوگوں کو بھی مل کر رہے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے پیش نظر ان پر نزولِ عذاب کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ یہ لوگ عذابِ باری سے کام لے رہے ہیں۔ سوچنے اور سمجھنے کی جو نہایت انہیں دی گئی ہے اسے بھی جھٹ نکلا رہیں ضائع کر رہے ہیں۔ آپ انہیں فرمائیے کہ نزولِ عذاب کے لیے جلدی مت مچاؤ، عذاب آئے گا اور ضرور آئے گا، لیکن اپنے مقررہ وقت پر۔ جب یہ عذاب آئے گا تو یہ ہزار مچائیں گے، لیکن وہ ان کا پھینچا نہ چھوڑے گا۔

۱۵ منکرین حق جو آفتابِ ہدایت کی ضیاء پاشیوں کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہیں اور کفر والحاد کی راہ پر جاگے چلے جائے ہیں۔ جب وہ دن طلوع ہوگا جو ان کی تباہی کے لیے متعین ہے تو اس روز ان بد بختوں کی حالتِ ناز بڑی خوفناک ہوگی۔



اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي وَأَشْهَدُ بِقَلْبِي وَأَقْرِبَلِسَانِي بِأَنَّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَكَ الْمَلِكُ  
وَلَكَ الْحَمْدُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنجَا مِنْكَ  
إِلَّا إِلَيْكَ أَيُّ عِبْدِكَ وَأَبْنِ عِبْدِكَ وَأَبْنِ أُمَّتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ وَأَشْهَدُ بِقَلْبِي وَأَقْرِبَلِسَانِي  
بِأَنَّ سَيِّدِي وَمَوْلَانِي وَوَحِيدِي وَقَرَّةَ عَيْنِي مُحَمَّدًا عَبْدَكَ وَرَسُولَكَ وَنَبِيَّكَ وَصَفِيكَ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَأُولِيَائِهِ مِنْ أُمَّتِهِ مِنَ الصَّلَاةِ أَطْيَبِهَا وَمِنَ التَّلَامِيحِ  
أَزْكَاهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ أَسْمَاهَا وَمِنَ الْمَبْرُكَاتِ أَحْمَلُهَا كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَكَ الذَّاكِرُونَ وَكَلَّمَا غَفَلَ عَنِ  
ذِكْرِكَ وَذَكَرَهُ الْغَافِلُونَ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِيقِي مُسَلِّمًا  
وَالْحَقِّنِي بِالصَّالِحِينَ. آمِينَ بِحَقِّ طَلَبِهِ وَيَسِينِ.



# تعارف

## سُورَةُ الطُّورِ

نام : اس سورت کا نام الطور ہے اور یہ اس سورت کا پہلا لفظ ہے۔ اس میں دو رکوع 'انچاس آیتیں تین سو بارہ کلمات اور ایک ہزار پانچ سو حرف ہیں۔

زمانہ نزول : اس سورہ مبارکہ کے مضامین 'لب و لحم اور نظر زراعت لال میں سابقہ سورتوں سے بہت کیسائیت کہتے ہیں جس سے آسانی یہ امانہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے زمانہ نزول میں کوئی زیادہ بعد نہیں۔

مضامین : کفار یہ سن کر بہت ہیخ پاپ ہیں کہ قیامت آئے گی اور انہیں صد ہزار سال بعد زندہ کر کے داؤدِ مشرق کے سامنے پیش کیا جائے گا جہاں ان سے ان کی ذبیحی زندگی کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ کفار اسے ناممکن اور خلاف عقل کہنے کی دہشت لگا رہے ہیں اور اعلان یہ کہ رہے ہیں کہ وہ قیامت پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ آغازِ سورت میں کئی اہم چیزوں کی تمہیں کھا کر اعلان کیا جا رہا ہے کہ قیامت آئے گی ضرور آئے گی۔ دنیا میں کوئی ایسی قوت نہیں جو قیامت کو برپا ہونے سے روک دے۔ اگر ایک حقیقت کو نہ مانا جائے تو وہ حقیقت ہٹ نہیں سکتی۔ تم اگر ایک سچائی کو تسلیم نہ کرو تو وہ سچائی بھوٹ میں تبدیل نہیں ہو جائے گی۔ تمہاری ناپسندیدگی تمہارا شکر و فضل خداوندی فیصلوں کو بدلنے کی قوت نہیں رکھتا۔ ذرا غور کرو اگر تم انکار بھی کرتے رہو اور یہاں سے مل دو۔ پھر الھی فیصلہ کے مطابق تمہیں میدانِ حشر میں لاکر کھڑا کر دیا گیا تو تباہ و تہاوار کیا حال ہوگا؟ جس چیز سے نفرت ہو اس کو شریعت صدر سے تسلیم کر لینا ہی دانا ہی ہے۔

منکرین اور مشفقین کے ساتھ قیامت کے روز جو برتاؤ ہوگا اس کی تفصیل بڑے دلنشین انداز میں بیان کی گئی ہے تاکہ انسان خود فیصلہ کر لے کہ وہ کس گروہ میں اپنا حشر پسند کرنا ہے۔

کحلِ امریٰ بجا کب رہیں (آیت ۱۷) فرما کر ایک ادبی صداقت کو آشکارا کر دیا گیا کہ عیبیا کرو گئے دلیا ہی بھرد گئے ہو جو گئے سو ہی کاٹو گئے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخِ زیبا اور سیرتِ پاکِ اسلام کی صداقت کی ایسی روشن دلیل تھی جس کا ان کے پاس کوئی توڑ نہ تھا۔ وہ اس کی اثر انگیزی اور جلال کے سامنے اپنے آپ کو بے دست و پا محسوس کرتے تھے اس لیے کسی ایک موقف پر ٹھہرے رہنا ان کے بس میں نہ تھا۔ کبھی کاہن کہتے کبھی مجنون۔ کبھی شاعر ہونے کا الزام لگاتے اور کبھی کہتے یہ کتاب خدا کا کلام نہیں بلکہ ان کے ذہن کی اختراع ہے۔ ان الزامات کا بڑی خوبی سے رد کر دیا۔

کفار کو جب اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی جاتی تو ٹیڑھ لگ جاتے۔ ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ اسس اکڑوں کی وجہ کیا ہے؟ کیا تمہارا کوئی خالق نہیں یا تم خود اپنے خالق ہو یا زمین و آسمان کی آفرینش میں تمہارا کچھ حصہ ہے؟ جب ان سوالات

کا جواب نفی میں ہے تو چہ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سر نیاز خم کرنے میں تمہیں ہرگز تامل نہیں ہونا چاہیے۔  
 آخر میں اپنے حبیب پاک کو بتایا کہ یہ لامعراج مریض ہیں۔ ان کے دل کی آنکھ اندھی ہو چکی ہے۔ اپنی صداقت کا کتنا ہی بڑا محرم آپ  
 ان کو دکھائیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں ہم آپ سے بے خبر نہیں ہیں۔ آپ کو دشمنوں کے حوالے کر کے آپ سے لاتعلق نہیں  
 ہو گئے۔ **وَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا**۔ آپ ہماری آنکھوں میں بس رہے ہیں۔ کس کی مجال ہے کہ آپ کو کوئی گزند پہنچائے۔ البتہ دو چیزیں آپ  
 اپنے اوپر لازم کر لیں ① اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ صبر سے کریں ② ہماری تسبیح و تہجد کو اپنا وظیفہ بنا  
 لیں۔ اس سے آپ کے دل کو تقویت ملے گی اور کئی قسم کا خوف و ہراس آپ کو پریشان نہ کر سکے گا۔  
 اپنے ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں دعوت و ارشاد کی راہ پر چلنے والے راہرو کا فرض ہے کہ وہ ان دو باتوں  
 کا خوب خیال رکھے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَرْمَعْنَ یٰۤاِقْرٰنِ فِیْ رِکْوَعٍ ۙ

سنتہ طور کی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ انچاس آیتیں اور دو رکعت

وَالطُّورِ ۙ وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِیْ رِقِّ مَنَشُوْرٍ ۙ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ

قسم ہے کہوہ طور کی اور کتاب کی جو بھی گئی ہے۔ کلمے ورق پر۔ اور قسم ہے بیت معمور کی۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوٰقِعٌ ۙ

اور بلند چھت کی۔ اور سمندر کی جو ہالسا ہوا ہے۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا لے

لے ابتدائی آیتوں میں جو تشریح طلب الفاظ ہیں پہلے ان کی تشریح کی جائے گی۔ اس کے بعد ان آیات کے مطالب اور معانی بیان کیے جائیں گے۔ سیدہ ازمعتہ التوفیقی۔

طور سرہانی نعمت کا لفظ ہے۔ اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہو خشک پہاڑ کو طور نہیں کہتے بعض نے اسے عربی لغت کا لفظ کہا ہے، لیکن اب طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہیکلای کے شرف سے نوازا۔ انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ یہ بیضا اور عساکے عجزات سے مزین و فخر اس وقت کی دنیا کے سب سے طاقتور اور ظالم حکمران کو دعوت حق لینے کے لیے بھیجا جو خدائی کا دعویدار تھا جس نے بنی اسرائیل کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا جس کی سلطنت چھ پرست کے سامنے کوئی شخص دم مارنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

مسطور: کھلی ہوئی مرتب کتاب۔

الرق: اس کا معنی ہے کمال، چمڑا۔ قدیم زمانہ میں جبکہ کاغذ سازی کی صنعت ابھی اپنے ابتدائی دور میں تھی۔ حسب ضرورت پائدار کاغذ نایاب تھا اس لیے دستوریہ تھا کہ کمال کو رگڑ رگڑ کر جنوب بائیک اور مصطفیٰ بنایا جاتا۔ اس میں چمک سی پیا ہر جیا کرتی اور ایسی تیار شدہ کمال پر آسانی و صفا، قیمتی دستاویزات اور شاہی فرایں کھے جاتے۔

منشور: کھلی ہوئی۔ جس کا بھی پہاڑ ہے کئے اور ظالمہ کرے۔

البيت المعمور: اس کا لغوی معنی آباد گھر ہے جس میں خوب چل پھل ہو۔ حضرت حنین بصری کے نزدیک یہاں اس سے مراد کعبہ شریف ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ہر وقت آباد رہتا ہے۔ کوئی طواف کر رہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی دعا مانگ رہا ہے، کوئی ذکر الہی میں مشغول ہے۔ رات دن میں کوئی ایسی گھڑی نہیں آتی جبکہ وہ عبادت کرنے والوں سے خالی ہو۔ لیکن علم کا قول ہے کہ جس طرح زمین میں کعبہ شریف ہے اسی طرح ہر آسمان میں وہاں کے کیوں کے لیے ایک قبلہ گاہ موجود ہے جو وہاں کے فاکرین اور مابین کامر کو توجہ ہے، لیکن صبح یہ ہے کہ ساتویں آسمان پر جو قبلہ ہے وہ کعبہ شریف کے مین اوپر ہے۔ یہاں اسی کی قسم کھائی جا رہی ہے کہ کعبہ حقیقت میں

میں اس کی کراہیت المعمور فرمایا گیا ہے۔

قال عليه الصلوة والسلام في السماء السابعة اى اذا انا بابراهيم مسند اظهروه الى البيت المعمور واذا هو يدخله كل يوم سبعون الف الف يعودون اليه۔ یعنی جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا وہاں میری ملاقات حضرت ابراہیم سے ہوئی جو بیت المعمور کے ساتھ پشت لگائے بیٹھے تھے۔ اس میں ہر روز شترنزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ دوبارہ انہیں موقع نہیں ملتا جب تک کہ تم علیہ الصلوة والسلام نے آسمان ہشتم کے قبلہ کا نام بیت المعمور فرمایا تو اس کے بعد کسی اور توحید کی ضرورت نہیں رہتی۔

السقف المرفوع : اونچی بلند بلاچھت۔ اس سے مراد آسمان ہے۔

والبحر المسجود : عربی زبان میں مسجور کے کئی معنی ہیں :

- ① المسجود الذی ذهب حادہ۔ وہ چشمہ یا تالاب جس کا پانی خشک ہو جائے یا زمین میں نہر بہ ہو جائے اسے مسجور کہتے ہیں۔
- ② وہ تندر جسے ایندھن سے جرو لگایا ہو اور وہ خوب بڑک رہا ہو اسے بھی التور المسجود کہتے ہیں۔
- ③ مسجور جو پانی سے جبراً ہوا ہو اور متحرک نہ ہو بلکہ ساکن ہو۔

④ حضرت ابن عباس سے مسجور کا معنی جسے مقبول ہے یعنی جس کا پانی ایک جگہ نہ رہے وہاں سے بہ کر کہیں چلا جائے بے خشک و قوی قیامت کے وقت سمندروں کا پانی خشک ہو جائے گا اور قیامت کے روز وہ ابلے گا، لیکن یہاں تمہارا

کی موجودہ حالت کی اٹھانی جاری ہے۔ اس لیے یہاں اس کا تیسرا معنی ملا ہو گا یعنی تم ہے اس سمندر کی جو پانی سے لبریز ہے یا جس کے پانی کو تفرقہ حدود میں بند کر دیا گیا ہے۔

دافع : دُور کرنے والا، ٹالنے والا۔

پہلے پانچ قسمیں اٹھانی گئیں۔ ان عذاب جہاب قسم ہے کہ مجھے ان پانچ عظیم الشان چیزوں کی قسم، مجھ میں دشمنی پر عذاب اگر ہے گا۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس عذاب کو ٹال سکے یا روک سکے۔

کہا کہ کو اپنی بہادری اپنی قوت اور کثرت تعداد پر نرا گمنڈ تھا۔ کبھی شریفیت کے باعث سارا جزیرہ عرب ان کا عقیدت مند تھا اور ان کا دل سے احترام کرتا تھا۔ اس بات نے ان کے نشہ پندار کو مزید تیز کر دیا تھا۔ وہ دل میں یہ بچھے بیٹھے تھے کہ پہلے تو عذاب آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ منہ کے بعد کوئی دوبارہ زندہ ہوگا، لیکن اگر ایسا ہو بھی گیا اور عذاب ابھی گیا تو ہم اپنی قوت و شوکت اور اپنے حلیف قبائل کی امانت سے لے لے باسانی روک لیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خام خیالی کا قطع قلع کر دیا کہ جو عذاب طور سے اپنے ایک بندے کو پہنچ کر فرعون جیسے حکیم فرما نروا کی سرکوبی کر سکتے ہیں جس خدا نے اپنے انبیاء و رسل پر جو کتاہیں نازل کی ہیں ان سب میں یہ کھلا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال بد کی منزل مل کر رہے گی، جس خدا کی عظمت و کبریائی کا اعتراف کرنے کے لیے اس کے حضور چہرے تباہ ہو سکتے ہیں۔ بیت المعمور میں فرشتوں کا اتنا بندھا رہتا ہے۔ جس نے آسمان کی یہ اونچی اور پانچاڑھت بنائی ہے اور وہ خدا جس کے امر کٹن سے شامیں مانتے ہوئے سمندر عرض وجود میں آگئے ہیں۔ ظالموں کہتے ہو کہ ہم ایسے جبار و قہار کے عذاب کو روک دیں گے۔ ذرا اٹل کے نہن رقم کیوں کی کی باتیں کرے جو جب اس نے تمہیں تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کی آغوش غضب سے کوئی چیز تمہیں نہیں بچا سکے گی۔

مَّالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ ط

اسے کوئی ماننے والا نہیں۔ جس روز آسمان بری طرح خمر قرار پا ہوگا سلسہ اور پہاڑ لڑائی جگہ چھوڑ کر تیزی سے چلنے لگیں گے۔

قَوْلٌ يُومِنُ لِلْبُكَدِّ بَيْنَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝ ۱۷

پس بربادی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے سلسہ جو صحن تفریح طبع کے لیے فضول باتوں میں گے رہتے ہیں۔

يَوْمَ يُدْعُونَ إِلَى نَارِجَهْتُمْ دَعَا ۝ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

اس روز انہیں دیکھنے سے کہ انہیں جنم میں پھینک دیا جائے گا سلسہ (انہیں کہا جائے گا) یہی وہ آگ ہے جسے تم

سلسہ وقوع قیامت کے وقت کائنات میں جو اضطراب اور توڑ پھوڑ کا عالم ہوگا اس کو بڑے پرجلال انما میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ لفظ تمور کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قال اهل اللغة ما را الشيبان يوم مورا اي تحرك وجاء وذهب كما استكنفا الغلاة العيدان اي الطويلات:

اہل لغت کہتے ہیں کہ کسی آگے بڑھے کبھی چھپے ہوئے اور اس طرح چھوئے جس طرح تیز چھکڑ میں لہی گھور جھومتی ہے تو اس حالت کو بیان کرنے کے لیے موار موار کے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ وسیع و عریض آسمان میں کو اپنے مقام سے کبھی بال برابر کھٹے نہیں دیکھی گئی۔ کبھی اضطرابی حرکت اس میں رونما نہیں ہوتی وہ اس روز ایک معمول اور اہل چیز کی مانند ڈول رہا ہوگا۔ مجبول رہا ہوگا۔

سلسہ پہاڑ جو بڑے گہرے زمین میں گڑھے ہوئے ہیں جنہیں آج تک اپنی جگہ سے کوئی بھی ہلا نہیں سکا وقوع قیامت کے وقت وہ ہوا میں اُٹھ چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا کہ کسی نے جڑوں سے انہیں اکٹیر پھینکا ہے اور ہوا کے جھونکے انہیں چوں کی طرح اٹا کھینچتے ہیں اس وقت جب ان دو قوی بڑھ چڑھوں کی بے یاری کا پلاہ ہوگا تو دوسری ایسا بوندیشاں سے کہیں کم ہیں ان کی حالت کا آپ آسمانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

سلسہ جہولگ آج اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں وہ دن ان کی تباہی اور بربادی کا دن ہوگا۔

سلسہ علامہ راغب نحوض کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لغوض هو الشروع في الماء والسرو فيه يستعار في الامور واكثر ما ورد في القرآن ورد فيما ينذم الشروع فيه (مفردات)

یعنی نحوض کا اصلی معنی تو پانی میں گھسنا اور اس میں سے گزنا ہے۔ بطور استعارہ کوئی کام شروع کرنے کو لکھتے ہیں لیکن قرآن کریم میں عموماً کسی ایسے کام میں شروع ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ یہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کفار نے قرآن اور اسلام کے دوسرے نظریات کے بارے میں تباہانہ خیالات کہتے ہیں لیکن حقیقت میں اللہ اور قرآن سے نہیں محض دل بہلانے کے لیے محض اپنا وقت گزارنے کے لیے۔ تحقیق میں ان کے پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ ان کا مقصد اس کا استہزاء کرنا اور پھبتیاں کہنا ہوتا ہے۔

سلسہ یعنی انہیں دیکھنے سے کہ زبردستی جنم میں پھینکا جائے گا۔ غ یذغ ذ غا۔ معناه يذغون ال جہنم بشدة وعنف۔

وقفا لہم



تُكَلِّبُونَ ۱۸ اَفْسَحُ هَذَا اَمْرًا نَتْمُ لَا تَبْصُرُونَ ۱۹ اِصْلُوها فَاَصْبِرُوا

جسٹریا کرتے تھے شے کی یاد رکھنا، بادو کا کرشمہ ہے یا تمہیں یہ نظری نہیں آ رہی شے اس میں (تشریف لے چلو) اب پاس ہے

اَوْ لَا تَصْبِرُوا سِوَاءَ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۲۰

صبر کرو یا نہ کرو دونوں برابر ہیں تمہارے لیے۔ تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے سب سے

اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعَنِيْمٍ ۲۱ فَكَاهِنٍ بِمَا اَتَهُمْ رَبُّهُمْ وَ

بے شک پرہیزگار اس روز، باغوں میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ شاد و مسروران نعمتوں پر جہان میں ان کے رب نے دی ہوں گی سب سے اور

وَقَهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۲۲ كُلُّوا وَاَشْرَبُوا هِنًا لِّمَا كُنْتُمْ

بجالیائے ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے سب سے (بچھ لے گا) کھاؤ پیو خوب مزے لے لے کر ان دنوں کے بدلے جو تم

شے اور ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں پھینکا جا رہا ہوگا اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی کہا جا رہا ہوگا کہ یہ ہے وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا اور تم اس کو جھٹلایا کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

شے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ یہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آگ دیکھ رہی ہے۔ سرخ سرخ شعلے اٹھ رہے ہیں یہ کوئی بادو کا کرشمہ نہیں کہ اس کی حقیقت تو کچھ نہ ہوسکتی دکھائی دے رہی ہو۔ ذرا آگ تشریف لے چلو خود بخود ہی حقیقت آشکارا ہو جائے گی اور ہمارے ایسا نہ اس کے بارے میں جو کچھ تمہیں بتایا تھا اس کی تصدیق تم خود کرو گے لے کفار، جہنم کے یہ چیتے چنگھاٹتے ہوئے شعلے تمہیں نظری نہیں آ رہے یا تم اسے بادو کی نظری ہی قرار دے رہے ہو۔

شے یہ صلیٰ یصلیٰ صلیٰ کا امر ہے۔ یہ دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے آگ میں کسی چیز کو ٹھونڈنا اور گرم کرنا یا آگ میں کسی چیز کو جھونک دینا۔ داخل کر دینا۔ وقیل صلی النار: فعل فیھا واصلاھا غیرہ (المفردات) آیت میں دوسرا معنی زیادہ مناسب ہے۔ سب سے اب چیزیں چٹانے ہو رہے۔ اب تو تمہیں اپنے کرتوتوں کی سزا ہر حالت میں ملگنتی ہوگی۔

سب سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پرہیزگار بندوں پر جو فضل و احسان فرمائے گا ان آیات میں اس کا بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا ہیں لوگو! تمہاری رضا کے لیے تمہیں ان خواہشات اور دنیاوی حیرت انگیز نعمتوں سے محروم کرنا کہ تمہیں انہیں سدا بہار نعمتوں میں شمار نہیں گے۔ ان پر اپنی گونا گوں نعمتوں کی برسات کریں گے اور ان کے دلوں کی دنیا میں مسرت و شادمانی کے چراغ روشن کر دیں گے۔ ہر لفظ کی معنویت توجیہ طلب ہے۔ التعمیم: النعمۃ اکثریۃ۔ بے پایاں نعمتیں۔ (المفردات)

سب سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بھی داخل فرمائے گا اور انہیں عذاب جہنم سے بھی بچائے گا۔ اس کو طبعاً ذکر کرنے کی وجہ سے

تَعْمَلُونَ ۙ مُتَّكِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿۵۲﴾

کیا کرتے تھے۔ تکمیل لگائے بیٹھیں ہوں گے ہرے پتھروں پر اور ہم انہیں بیاہ دیں گے گوری گوری آہو چشموں سے لائے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو لائے

کہ خدایا دوزخ سے بچنا مصلحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے ورنہ انسان کے اعمال تو اس قابل نہیں کہ دوزخ سے بچنے کی ضمانت بن سکیں۔ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں ان میں بھی ایسی ایسی نمایاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے قبول نہ فرمائے تو ان کی حیثیت کھوٹے سکے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہ تو صرف اس کی مہربانی ہے کہ وہ ہماری ناقص عبادتوں کو شرف قبولیت بخشے اور ہمیں جہنم سے بچائے۔

۵۲ لے اپنے انعامات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔ ان دو آیتوں کے چند کلمات کے معانی ملاحظہ فرمائیے۔ **حِثِّثًا**؛ کل ما لا یلحق فیہ مشقة ولا یعقب وغامۃ (المفردات) جس کے حصول میں تکلیف اور مشقت نہ ہو اور جس کو کمالینے کے بعد بڑھتی وغیرہ کی شکایت نہ ہو یعنی لذیذ و خوشگوار پر لطف۔ **مُتَّكِينَ**؛ تکمیل پر نیک لگا کر بیٹھا۔ اس انداز کی نشست الہیمان اور خوشی کے وقت ہوتی ہے۔ **سُرُرٍ**؛ سریر کی جمع ہے اس کا معنی ہے بگ۔ **تَمْتَمْت**۔ مصفوفہ؛ صفوں کی صورت میں بچے ہوئے خوبصورت اور کی جمع ہے جو محور کی تائید ہے۔ سفید گوری رنگت والے کو بھی کہتے ہیں اور اس کو بھی جس کی آنکھوں کا سفید حصہ خوب سفید ہو اور سیاہ حصہ خوب سیاہ ہو۔ یہ آنکھوں کی خوبصورتی کی صفت ہے۔ اسی طرح **عِین**، عینا کی جمع ہے جو عین کی تائید ہے اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں نیل لگائے کی آنکھوں کی طرح بڑی بھی ہوں اور سیاہ بھی۔

۵۲ لے ایک مزید انعام کا ذکر ہو رہا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو سرفراز فرمائے گا۔ اگر ان کی اولاد با ایمان اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے تو جنت میں وہ اپنے والدین کے ساتھ ملا دی جائے گی، اگرچہ ان کے اعمال زیادہ اچھے نہ ہوں۔ یہ مضمون اس سے پہلے سورہ الرعد آیت نمبر ۲۳ اور سورہ المؤمن آیت نمبر ۱۷ میں بھی گزر چکا ہے کہ مقبولان با رنگہ الہی کے والدین ان کی بیویاں اور ان کی اولاد کو ان کے طفیل مقامات رفیعہ پر فائز کر دیا جائے گا، لیکن وہاں ماں باپ کے نیک اور صالح ہونے کی قید ہے اور یہاں صرف ایمان کی شرط ذکر کی گئی ہے۔ نیز پہلی دو آیتوں میں جنت مدین میں داخل ہونے کا ذکر تھا، یہاں فرمایا کہ ہم ان کو ان کے حقیقی والدین کے ساتھ ملا دیں گے۔ وہ انہیں کے پاس ان کے مقامات رفیعہ میں ہمارے لطف و احسان سے محفوظ ہوتے رہیں گے۔ اپنے بچوں کو اپنے پاس یوں خوش و خرم دیکھ کر ہائے پیار سے بندوں کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہوں گے۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل ليرفع قدرة المؤمن معه في درجته في الجنة وان كان لم يبلها بعلمه لتقر بهم عينه ثم قرءه والذين آمنوا واتبعهم ذرئهم بايمان الآية (قرطبي)

وَمَا آتَتْهُمُ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿۱۶﴾

اور ہم کسی نہیں کریں گے ان کے عملوں (کی جزا) میں ذرہ بھر شلہ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں اسیر ہوگا۔

وَأَمَّا دُنُهُمْ بِفَأَلِهِمْ وَوَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۱۷﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا

اور ہم مسلسل دیتے ہیں گے انہیں (ایسے) ایسے اور گوشت جو وہ پسند کریں گے شلہ وہ چھینا چھینتی کریں گے وہاں جام شراب پر

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعہ وہاں رہنے کا مستحق نہ ہو۔ اس لیے تاکہ انہیں اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (قرطبی)

علامہ زبیریؒ کہتے ہیں فیجمع اللہ بہم انواع السور و بسعادتهم في انفسهم و بمزاوجاة المحور العين و بمواصلة الصعوان المؤمنین و باجتماع اولادهم و نسلهم بہم و کثافت یعنی اللہ تعالیٰ ان کے لیے گوناگون مستحق فرام کرے گا وہ جنت خود جنت کی نعمتوں سے سعادت آگیز ہوں گے جو مومن کے ساتھ آنکلا یا یہ ہوگا۔ اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ وہ دل بھلائیں گے۔ ان کی اولاد اور ان کی نسل کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

شلہ والدین کو اپنی کم تر بہ اولاد کے ساتھ ملانے کی ایک یہ صورت بھی تھی کہ انہیں اپنی بلند منزل سے نیچے بھیج دیا جائے۔ ان الفاظ سے اس احتمال کی تردید کر دی گئی ہے کہ ان کے درجات میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ان کے ثواب میں کوئی نقصان ہوگا۔ ان نیکو کاروں کو تو ان کے اعمال سالہ کا پورا پورا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان کے دلوں کو سرور کرنے کے لیے ان کی اولاد کو بلند درجات پر فائز فرمائے گا۔ لوت و ثلثی مجزؤ اور اللات و مزینہ و نوولہم نم منی ہیں۔ تقصدہ حقالہ و مغوات کسی کے حق میں کمی کرنا۔ علامہ جوہریؒ کہتے ہیں مالقاتہ من عملہ شیثا ای ما تقصدہ۔ (الصماح)

شلہ علامہ آلوسیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو عمل کی جو قوتیں اور عقل و فہم کی جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ بطور قرض ہیں اور ان کے بدلے میں بندے کا نفس اللہ تعالیٰ کے پاس بطور رہن ہے۔ اگر وہ قرض ادا کرے گا تو وہ رہن شدہ نفس اسے واپس دے دیا جائے گا ورنہ بھت قرض خواہ ضبط ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قرض کی ادا بھیگی کی صورت یہ ہے کہ انسان ان قوتوں اور نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ نفس اسے واپس مل جائے گا بصورت دیگر وہ گروی ہی رہے گا اور اس کو رہائی نصیب نہیں ہوگی۔

اس جملے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی جو اولاد نصیب ایمان ہی سے محروم ہوا و رہن کی صورت کفر و شرک پر چوٹی ہوا وہ دوسرے کفار کی طرح دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ مغفرت شفاعت اور اپنے پاکباز بزرگوں کے ساتھ احق کی شرط اول یہ ہے کہ انسان مومن سمجھا گیا ایمان ہی نصیب نہیں تو اس کی مغفرت ہوگی نہ شفاعت ہوگی اور نہ اس کے بزرگوں کی اطاعتیں اس کے کسی کام آئیں گی۔

شلہ اہل جنت کی خوشیوں اور لطف اندوزیوں کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ پہلے بتایا کہ ان کے دسترخوان پر ان کے



لَا لَعُوفِيهَا وَلَا تَأْتِيَهُمْ ۖ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ

(لیکن) اس میں نہ کوئی لغویت ہوگی اور نہ گناہ شملہ اور نہ خدمت بہالانے کے لیے، پھر لگاتے ہوں گے ان کے گرد ان کے غلام (پہنتے) جن کے ہاٹھ، ہاتھوں

مَکْنُونٌ ۖ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ قَالُوا إِنَّا لَكُنَّا

معلوم ہوں گے گویا وہ چھپے ہوئے ہیں شملہ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے نسلہ کہیں گے ہم بھی اس سے

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۚ فَمِنَ اللَّهِ عَلَيْنَا وَوَقْنَا عَذَابَ السَّمُورِ ۖ

پہلے اپنے اہل خانہ میں دلچسپانہ انجام کے بارے میں اسے کہتے تھے سو بڑا احسان فرمایا ہے اللہ نے ہم پر اور بجا پالیا ہے ہمیں گرم لوگ کے عذاب سے۔

پسندیدہ پھل اور مرغوب گوشت چھپنے جائیں گے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ اور وہ ختم ہوتے جائیں گے اور ساتھ ہی پھلوں سے بھری ہوئی خوشترکلاں اور لذیذ گوشت سے پرتقا ہیں آتی جائیں گی جب تک ان کی مرضی ہوگی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

شملہ جنت میں منتقل ہونے والی مجلس نشاط و سرور کی کتنی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔ اہل جنت جب اپنی مجلس نشاط سمجھیں گے، مرد و شہساقی بطوریں جاموں میں شراب انور ڈال کر پیش کریں گے اور چھپکتے ہوئے جام جب گردش میں آئیں گے تو انس و

جبت اور بے گتھی کے عالم میں وہ ایک دوسرے سے چھینا چھینتی ہی کریں گے۔ یہاں کے باقوں سے جام پھینے گا اور وہ اس سے اچکنے کی گردش کے لیے سب کچھ ازراہ ملامت و ملاحظت ہوگا، لیکن کیف و سرور کے اس عالم میں وہ بے پروہ گوئی اور ہرزہ سرانی کے قریب تک نہیں

جائیں گے۔ کوئی ناشائستہ حرکت اور گناہ اس وقت ہی ان سے صادر نہیں ہوگا، علامہ آٹوسی نے بڑے پیاسے انداز سے یقیناً سخن کی تفسیر لکھی ہے۔ اسی سے ایتجاذ بونہانی الجنة ہم و جلسا ہم تعجاذب ملا عبة كما يفضل ذلك السند احمى بينهم في الدنيا يشده سرورهم (رضع العالان)

یعنی وہ لوگ اپنے ہمراہوں سے ازراہ ملامت و ملاحظت پیلے چھینیں گے جس طرح اس دنیا میں سے خوار کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ اسماعیل حتی کہتے ہیں: المراد بالتنازع هنا التناطح والتداول على طريق التناجذب یعنی تعجاذب الملا عبة لغرض السرور

والمحبة وفيه نوع لذة (روح البیان) کما اس اس پیالہ کو کہتے ہیں جو شراب سے بھرا ہوا ہو۔ غالی پیالہ کو کاس نہیں کہتے، لغو: بیہودہ گوئی، فضرل گفتار: تاأثم ہم، جس کے ازکتاب سے گناہ لازم آئے۔

۱۹۔ دیگر آسائشوں کے علاوہ اہل جنت کو خدمت گاہر بھی بھیجے جائیں گے جو ہر وقت ان کے ارد گرد گومتے رہیں گے۔ مگر ان کے ہر اشارہ ابرو و کندھا تعمیل کر سکیں۔ وہ خدمت گزاروں کے خدام کی طرح بدوش و غلیظ اور اکھڑ مزاج نہیں ہوں گے، مگر بہت خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے۔ یوں موسم ہوگا کہ وہ آبیاری مرقی ہیں جو آب تک آفتوش صدف میں مستور رہے اور ابھی ابھی باہر نکلے ہیں۔

نسلہ جب بے تکلف و دست کسی دعوت میں شرکت کرتے ہیں تو کھا اٹا کر پیلے نہیں جاتے بلکہ اس کے بعد مل بیٹھتے ہیں اور لازمیاً از محبت و پیالہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک اپنے دل کی بات کہتا ہے اور دوسرے کی سناتا ہے۔ جنت میں بھی جتنی ہی کھانے پینے سے

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ اِنَّ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۵۲﴾ فَذَكَرْنَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ

بے شک ہم پہلے ہی اذیائیں اس سے دہا کیا کرتے تھے لہذا یقیناً وہ بہت احسان کرنے والا ہمیشہ رحم فرمائے واللہ ہے جس نے آپ کو اپنے رب

رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴿۵۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ تَرْكَبُ بِهٖ رِيْبٌ

کی مہربانی سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون لہذا کیا یہ زبان بجا کرتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں (اور ہم انتظار کر رہے ہیں ان کے متعلق

فارغ ہو کر اسی طرح بل مٹیں گے سلسلہ گفتگو شروع ہوگا طبیعی طور پر جنت اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ہوگا۔ اس وقت وہ کہیں گے ہم نے اپنی فوجی زندگی بہت فزور کر گزاری تھی مبادا کوئی تصور جو بھلے اور ہم اپنے رب کو نادانن کر بیٹھیں۔ گھر میں بھی جب اپنے اہل و عیال کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع ملتا تو اکثر و بیشتر ہماری گفتگو کا موضوع یہی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اپنی کوتاہیوں کا احساس ہمہ وقت بے چین و مضطرب رکھتا۔ دیکھو جہاں سے کریم و رحیم پروردگار نے ہم پر کتنا احسان فرمایا ہے کہ دنیا میں ہمیں شیطان کے فریب سے محفوظ رکھا اور یہاں ہمیں نعیم جنت میں پہنچا دیا اور ہمیں دوزخ کے پکتے ہوئے شعلوں اور اس کی گرم قوسے بھی بچا لیا۔

لہذا ہم دنیا میں ہمیشہ اس سے دعا مانگا کرتے تھے کہ الہی ہمیں ہمیشہ راہِ ہدایت پر شاہت قدم رکھا اور ہمیں عذاب و دوزخ سے بچا۔ دیکھو اس رحیم و کریم نے ہم عاجز بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور ہمیں اپنے انعامات و احسانات سے سرفراز فرمایا۔ بے شک وہ بہت ہی احسان کرنے والا اور ہمیشہ رحم فرمائے والا ہے۔

۵۲ اس رکوع میں گفتگو مشرکین کے اقوال ان کے اعمال اور ان کے نظریات پر اس طرح سخت تنقید کی جا رہی ہے اور ان کا محاسبہ کیا جا رہا ہے جس کے بعد انہیں اپنی لغویت اور گمراہی کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا اور ان کے تعصب اور بے حساسیت و دھڑکی کے بغیر ان کے لیے گوشہ عاقبت باقی نہ رہا۔ وہ تمام احتمالات، امکانات اور نظریات صحیح توجیہات جن کا آسرا لے کر وہ حضور کی نبوت اور حضور کی تعلیمات کا انکار کرتے تھے ان تمام کا بودا بن ان پر روز روشن کی طرح عیاں کر دیا گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے میں بیکین کفار کے ٹکری اور نظریاتی قلعوں پر پہلی بن کر گر رہے ہیں اور ان کو خاکستر بناتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ مطہم کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے ایسروں کی رہائی کے متعلق بات چیت کرنے کے لیے میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا اس وقت حضورؐ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور سورۃ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب میں نے اس سورت کو سنا تو مجھے یوں محسوس ہوا گویا میرا دل پھٹ گیا ہے۔ حکماً نہ ماصدح قلبی۔ بعد میں یہی واقعہ میرے زبان لاسنے کا باعث بنا۔ اب آپ بھی انتہائی توجہ کے ساتھ ان آیات کو پڑھیے اور ان کے مطالب کو سمجھنے کی صدقہ دل سے کوشش کیجیے۔ پہلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو دعوت حق دینے کا جو فریضہ آپ کو سونپا گیا ہے آپ اس کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہیں۔

اس کے فورا بعد کفر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو بہتان لگاتے تھے ان کی تردید کر دی اور اس کی لغویت کو فاش کر دیا۔ یہ لوگ آپ کو کہیں کاہن کہتے ہیں اور کہیں مجنون۔ ان کا یہ قول خود اپنی تردید کر رہا ہے۔ ایک ہی شخص کا بہن اور مجنون نہیں ہو سکتا۔ کاہن تو وہ

## الْمُنُونُ ﴿۱۰۰﴾ قُلْ تَرَبُّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ ﴿۱۰۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ

گردش زمانہ کا سلسلہ فرمائیے وہاں ضرور انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں سلسلہ کیا حکم دیتی ہیں انہیں ان

شخص ہے جو اپنے اندر مافوق النظرت بصیرت اور فراست کا مدعی ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا ہے اور ان کے سب سے رازوں کا انکشاف کرتا ہے۔ اس کا کلام متعجبی اور مستحج ہوتا ہے۔ اس کا اسلوب اور اس کا لہجہ عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مجنون اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے۔ جو غور و فکر کی صلاحیت سے محروم ہو جائے۔ اس کی باتیں بے ربط اور اس کے کام بے ثبوتہ ہوتے ہیں۔ تمہارے اس الزام کے ابطال کے لیے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ وہ ان خود اپنے ابطال کے لیے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محبوب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ یہ اپنی زبان سے کہتے ہیں تو جگتے رہیں۔

سلسلہ کفار جب یہ سوچتے کہ ہم کیسے بے سرو یا الزامات لگا رہے ہیں، کوئی نئے گا تو کیا کہنے گا، چنانچہ پھر پہلو بولتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شاعر ہے۔ حالانکہ ان سے بڑھ کر اس حقیقت سے اور کون واقف ہے کہ جو کلام بلاغت نظام پر پیش کرتے ہیں اس کا شاعری کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ بہر حال وہ اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا کرتے یہ شاعر ہے۔ بہت جلد اس کی زندگی کا پیمانہ لہریز ہو جائے گا اور اس کے بعد دنیا سے اور اس کے اقوال کو فراموش کر دے گی جس طرح دوسرے نامی گرامی شعرا کا حال ہوا ہے اس لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلکان مت کرو۔ بس انتظار کی چند گھنٹیاں ہیں، انہیں گزارو۔ معاملہ خود ہی رفع و نفع ہو جائے گا۔ اس آیت میں ربیب المنون کا لفظ غور طلب ہے منون زمانہ کو کہتے ہیں کیونکہ اس کے شب و روز زندگی کو کھٹتے رہتے ہیں۔ ربیب مصدر ہے۔ یہ کسی کو بے چین کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد حوادث ہیں۔

والربیب مصدر و راببہ: اذا اقلقتہ اربید بہ حوادث الدھر و صرفہ و نفضا تعلق النفوس: یعنی ربیب: رباب کا مصدر ہے۔ معنی ہے تعلق و انتظار میں مبتلا کر دینا۔ اس سے مراد زمانہ کے حوادث اور ایل و شمار کی گردش ہے جو انسان کو پریشان کرتی رہتی ہے۔

سلسلہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے نبی! ان بے سرو یا امیدیں باندھنے والوں سے کو بڑی اچھی بات ہے تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ وقت خود ہی فیصلہ کرے گا کون جن پر تھا کون گمراہ تھا۔ کیا بیاباں کس کے قدم چرتی ہیں اور نداب الہی کس پر نازل ہوتا ہے۔





أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْرُهُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۶۵۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقْوَلَهُ بَلْ

کی عقلیں ان (اصل) باتوں کا ۶۵۳ یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں لہذا کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی (قرآن) گمراہی ہے بلکہ

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۶۵۴﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۶۵۴﴾ أَمْ

اور حقیقت یہ ہے ایمان ہیں ۶۵۴ پس اگر کوئی (مذہب پرورد) بات آگروہ ہے ہیں ۶۵۴ کیا

۶۵۳ حضور کے بارے میں یہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں تھے کہی کاہن کہتے کہی بنون کہتے اور کہی شاعری کا الزام لگاتے

ان کی نفی توہینہ کر دی گئی ہے، لیکن اب ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم جو کہی کہتے ہو اور کہی کچھ یہ بتاؤ کیا تمہاری عقل اور تجربہ تمہیں ایسی متضاد

باتیں کہنے کا حکم دیتی ہے۔

۶۵۴ اس جملہ سے اس کی نفی کر دی گئی کہ ان کی عقل تو ایسی لغو باتوں کا انہیں حکم نہیں دیتی۔ بات وہ اصل یہ ہے کہ عقل کا چرچا

قرآنوں نے پہلے دن ہی گل کر دیا ہے۔ عقل و فہم سے تو انہوں نے کہی کا رشتہ توڑ لیا ہے۔ یہ سرکش لوگ ہیں اور ان کی سرکشی ان کو باطل سے

پھٹے رہنے پر مجبور کر رہی ہے اور ستر حقیقتوں کو سمجھ لینے کے باوجود وہ انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔

ان الفاظ میں ان پر کتنی زبردست چوٹ ہے۔

۶۵۴ اسی طرح قرآن کریم کے بارے میں بھی ان کی آراء مختلف تھیں۔ ان کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے

بلکہ یہ خود مسلسل کئی رات سوچتے رہتے ہیں اور خود فقرے گمراہ کر لوگوں کے سامنے آکر پڑھتے ہیں اور لوگوں کو مروجہ کہنے کے لیے کہتے ہیں کہ

یہ کلام اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ تقوٰلہ: ابتداء کذباً زائداً (اپنی طرف سے جھوٹ گمراہی)۔

۶۵۴ اس سے اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے اس قول کی صحت پر انہیں قطعاً یقین نہیں۔ وہ خود جانتے ہیں کہ وہ غلط

بات کہہ رہے ہیں، لیکن چونکہ انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے کوئی نہ کوئی مدد لینے ایمان نہ لانے کا تلاش کر لیتے

ہیں۔ اس طرح اپنے آپ کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا وہی ہے جابند پر

موقوف نہیں بلکہ ان کے پاس دلائل ہیں جن پر اسلام کے بارے میں ان کے طرز عمل کا دارو مدار ہے۔

۶۵۴ اور اگر وہ اپنے اس قول میں پختہ ہیں اور انہیں یقین ہے کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں کہ یہ کلام ان کا اپنا بنایا ہوا ہے

تو پھر ایسا کیوں نہیں کہتے کہ اس جیسا کوئی کلام پیش کر دیں اور بات ہی ختم ہو جائے۔ ان میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر اور خطیب

ہیں۔ وہ کوشش کریں، ہا ہی مشورہ کریں اور چند سطریں اس میں بنا کر پیش کر دیں۔ لیکن اگر جزیرہ عرب کے تمام فصحاء و بلغاء اپنی آہستہ آہستہ

خواہش اور کوشش کے باوجود ایسا کلام پیش کرنے سے قاصر رہیں تو پھر انہیں اپنی ہرزہ سرائی سے باز آنا چاہیے۔



خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۱۰۰﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ

وہ پیدا ہو گئے بغیر کسی (خالق) کے یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟ لے کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں

وَالْأَرْضِ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿۱۰۱﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ

اور زمین کو؟ (ہرگز نہیں) بلکہ وہ یقین سے محروم ہیں لے کیا ان کے قبضہ میں ہیں آپ کے رب کے خزانے یا انہوں نے ہر چیز

الْمُصِطَرُونَ ﴿۱۰۲﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ لِّيُصْعِقُونَ ﴿۱۰۳﴾ فَلْيَأْتِ مُسْتَوِعُهُمْ

پر تسلط ہمایا ہے لے کیا ان کے پاس کوئی بیڑی ہے (جس پر چڑھ کر وہ (غصہ ہائیں) اٹھ لیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے آتے آئے ان میں سے

۱۰۰۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تلقین فرمایا کرتے لیکن وہ ازراہ غرور اس فرمان کو بھی پس پشت ڈال دیا کرتے۔ ان کے اس طرز عمل کے ہاں سے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا وہ بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کی خود تخلیق کی ہے۔ کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے۔ اگر یہ ساری باتیں غلط ہیں اور انہیں بھی اعتراف ہے کہ نہ وہ خود بخود پیدا ہوئے ہیں نہ انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے اور نہ زمین و آسمان کی آفرینش میں ان کا کوئی دخل ہے تو پھر ان کا اپنے خالق کی عبادت نہ کرنا اور اس کے حضور میں عین نیاز نہ رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

۱۰۱۔ اس سے اس حقیقی ملت سے پردہ اٹھا دیا جس کی وجہ سے وہ عبادت نہیں کرتے۔ یعنی اگر ان سے پوچھا جائے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیتے ہیں اللہ نے۔ اس زمین اور آسمان کا خالق کون ہے تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں تو پھر اس کی عبادت سے انکار کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا یہ صرف زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ ان کا خالق ہے۔ وہی زمین و آسمان کھپیلے کہنے والے ہیں لیکن ان کے دلوں میں کوئی ایمان اور یقین نہیں ہے۔ ان کے خالق کو کس طرح آشنا کر دیا۔

۱۰۲۔ ان کی ایک اور غلط فہمی کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنا کر ضرور بھیجنا ہی تھا تو کہ اور عاف میں بڑے بڑے رئیس، دولت مند اور بااثر لوگ موجود تھے۔ ان میں سے کسی کو منتخب کیا ہوتا یہ کیا تماشہ ہے کہ نبی بنا یا تو اس کو جس کے پاس نہ زمین نہ زر نہ بھائی نہ اعوان و انصار کا کوئی جتہ، ہم کیسے ان میں کریم انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے۔

فرمایا بہت آواز اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی نعمت ہے۔ اس کی مرضی جس کو چاہے اس نعمت سے سرفراز فرمائے۔ ان کفار کو خدا کا حق پس نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کنیاں اگر ان کے پاس ہوتیں اور تقسیم کرنے کا اختیار انہیں تفویض ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ جب خزانے اس کے اپنے ہیں اور تقسیم کا کئی اختیار بھی اس کے دست قدرت میں ہے تو یہ کہاں سے آئے اللہ تعالیٰ کی عطا پر انکشت ایمانی کہنے والے مصیطرون کی تشریح کرتے ہوئے علامہ جرمی کہتے ہیں۔ المصیطرون، المصلط علی الشیخ یسرف علیہ ویتعاہد احوالہ (صحابہ) یعنی جو کسی چیز پر مسلط ہو اس کی نگہبانی کسے اور اس کے تمام حالات سے خبردار ہونا سے مصیطرون کہتے ہیں۔





اَمْ يَرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿۱۵﴾ اَمْ لَهُمْ

کیا وہ (رسولِ خدا سے) کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں تو وہ کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہو جائیں گے ۱۵۔ کیا ان کا کوئی اور خدا

اَللّٰهُ غَيْرَ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ

ہے اللہ کے سوا۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں ۱۶۔ اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان کے کسی

السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۱۷﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلْقُوا يَوْمَهُمُ

ستارے کو گرتا ہوا تو یہ (امت) کہیں گے یہ تو بادل ہے تہہ در تہہ ۱۷۔ پس انہیں ریوڑی چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس

۱۵۔ ان کی ایک اور غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے۔ وہ ڈرانے میں بیٹھے اور باہمی مشورہ کرتے کہ کوئی ایسا منصوبہ تیار کیا جائے جس سے دین کی روز افزوں مقبولیت کو پس پایا جاسکے۔ ان کی یہ فطنیں کثرت منقہ جو اکثر تین اور رات گئے تک وہ سو ہی بچا رہیں گے رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لے کفار! کان کھول کر سن لو کہ میرے دین اور میرے رسول کے خلاف تمہاری کوئی سازش کامیاب نہ ہوگی بلکہ تمہاری یہ سازشیں انجام کار تمہارے لیے ہی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوں گی۔

جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کرے اسے کوئی آندھی بجھا نہیں سکتی جس دین کو غالب کرنے کا ذمہ اس نے لیا ہو دنیا کی کوئی طاقت اسے مغلوب نہیں کر سکتی، اس لیے یہ عبث گوششیں چھوڑ دو تم کبھی کامیابی سے بھٹنا نہیں ہو گے۔ علامہ قرطبی ہم المکیہ مدون کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ای المہکور ہمام: یعنی نبی رحمت کے خلاف کرد فریب کے جو حال وہ بن رہے ہیں اس میں وہ خود بجا نہیں گئے۔ جو گڑھا وہ مسلمانوں کے لیے کھود رہے ہیں اس میں وہ خود گریں گے اور ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

۱۶۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اگر کوئی معبود برحق ہوتا تو بے شک اس کی عبادت کرتے جب اس کے بیڑا اور کئی بیڑے ہے ہی نہیں تو اب اس کے بغیر کسی کی عبادت کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ جن چیزوں کو وہ خدا کا شریک سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام سے پاک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں، کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

یہ بیان جو مسلسل کئی آیات پر مشتمل ہے اس میں کلمہ کے تمام شہادت اور احتمالات کو دلائل و شواہد سے مسترد کر دیا گیا ہے اور ہر جگہ بتایا گیا ہے کہ باطل سے ان کے چٹھے رہنے کی وجہ یہی ہے کہ سرکشی کو انہوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔ ان میں ایمان اور ایقان کا فقدان ہے۔ اپنے وقت کو مستیغ ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جسے عقل سلیم قبول کر سکے۔

۱۷۔ آخر میں ان کی ہٹ دھرمی کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر آسمان کا ٹھٹھا کٹ کر بھی ان کی ہدایت کے لیے نیچے پھینک دیا جائے تو وہ نہیں مانیں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ بادل کی ایک گٹھا ہے جو اُتر کر ان کی طرف آرہی ہے۔ مہر کوم، ریم یز کم زکما سے ماخوذ ہے۔ ریم کا معنی ہے کسی چیز کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر ڈھیر لگانا جس طرح ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے۔ ریم جمعہ وجعل بعضہ

الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۗ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۗ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۗ وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

دن کو پائیں جس میں وہ عیش کھا کر گریں گے شہہ جس روز ان کی فریب کاری ان کے کسی کام نہ آئے گی اور نہ ان کی مدد

کے لئے ہوگی۔ اور بے شک ظالموں کے لیے ایک عذاب (ہوگا) اس سے پہلے بھی ہے لگے لیکن ان میں سے اکثر

اس سے بے خبر ہیں۔ اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے لگے ہر آپ ہر شہادہ کی اطاعت میں لگے اور پاک بیان کیلئے اپنے رب کی حمد کرتے

فوق بعض حتی یصیر کما ماکر کما کام الر محل زہد ہا دل جب سخت گناہ اور تہ یک ہو تو اسے سحاب مرکوم کہتے ہیں۔

شہہ لے ہو بے ایہ متعصب لوگ جن کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ آپ ان کو نظر انداز کر دیجیے۔ جب موت کی بجلی کر کے گی پھر ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ ان کی تمام حیلہ سازیاں ان کے کسی کام نہ آئیں اور ان کے دوست اس مشکل لمحہ میں انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے۔

یصعقون؛ صعق کے دو معنی ہیں۔ غشی علیہ و ذہب عقلہ من صوت یسمعه کالہدۃ الشدیدۃ بیوش ہو جانا کسی زور دار آواز کو سُن کر عقل کا نقل ہو جانا۔ اس کا دوسرا معنی مات یعنی مر جانا۔ اکثر علماء کا یہ خیال ہے یصعقون؛ یموتون۔ لگے بتایا جا رہا ہے کہ عذاب قیامت سے پہلے منکرین کو طرح طرح کے آلام و عسائب میں گرفتار کر دیا جائے گا لیکن اس سے بھی انہیں تیبہ نہیں ہوگی بلکہ اپنی پرانی روش پر وہ گامزن رہیں گے۔ ایسے نابھ کی مثال ایک حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المناق اذا مرضت شدا عقی کان کالبعیر عقلہ اھلہ شدا

ارسلوہ فلم یبدلوا عقلوہ و لم یبدلوا رسلوہ (الہدایۃ، کتاب الجنائز) کوناق جب بیمار ہو جائے اور پھر صحت یاب ہو جاتا ہے تو اس کی مثال ایک اونٹ کی ہے جسے گھروالوں نے پہلے ہاندھا اور پھر آنا دھوڑا دیا۔ اسے اس کی خبر نہیں ہوتی کہ اسے ہاندھا کیوں گیا تھا اور اسے کھول کیوں دیا ہے۔

۱۷۱۰ جس قوم کو دعوت حق فینے کے لیے اسے بھیجا، آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے ان کے حالات سے آپ باخبر ہیں۔ وہ اکثر مزاج ہیں، عقل و دانش کے چراغ انہوں نے گل کر دیے ہیں، غور و تدبیر سے کام لینا ان کا معمول ہی نہیں۔ ہر وقت آپ کو اذیت پہنچانے اور دین حق کی شمع گل کرنے کے لیے وہ آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں۔ ہمت آپ کو بھیجا ہے تاکہ ان کے بے نور سینوں کو آپ روشن کریں۔ ان دزدہ صفت لوگوں کو فرشتہ سیرت بنا دیں۔ ان کی ہمت و حرمت کی نو کو کبیر بدل دیں اور تسلیم و رضا کا ان کو ایسا درس دیں کہ حق قبول کرنے میں انہیں پھر کبھی تامل نہ ہو۔ آتنا انہما انقلاب برپا کن آسان نہیں۔ اس کے لیے آپ کو

بڑی محنت کرنی پڑے گی، بڑے دکھ سنبھلنے پڑیں گے بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی۔ اس لیے آپ مبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیں اور اپنا فرض پوری دل سوزی سے انجام دیتے رہیں۔ ان کلمات میں آپ پر غور کیجیے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کی ازیت رسالی پر مبر کیجیے، بلکہ فرمایا کہ مبر کیجیے کیونکہ یہ آپ کے رب کا حکم ہے۔ اپنے مالک کے حکم کے باعث مبر کرنے میں جو لطف ہے اسے اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۱۳۲۰ آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ ہم خود آپ کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ کوئی دشمن آپ کو ناکام نہیں بنا سکتا۔ اہل معرفت ملامت کرتے ہیں کہ اسی قسم کا جملہ مولیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہی فرمایا گیا۔ **وَلْيَتَّخِذْ عَلٰی غَيْبِيْهِ (آیت ۳۹)** تاکہ آپ میری نگاہ کے سامنے تیار ہوں لیکن اس آیت میں عین واحد اور حرف جار علی استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے میری ایک آنکھ کے سامنے، لیکن یہاں فرمایا **يَا غَيْبِيْ** حرف جار سا اور عین جمع۔ یعنی ایک آنکھ نہیں بلکہ ہماری ساری آنکھوں میں عطا اسامیل حق کہتے ہیں۔

وَمَنْ شَرَكَ بِمَجِيْعِ عِيُوْنِ الصِّفَاتِ وَالذَّاتِ بِنِعْتِ الْمُهَبَةِ وَالْعَشْقِ نَنْظَرِيْهَا إِلَيْكَ شَوْقًا إِلَيْكَ بِحِرَاسَةِ لَيْكٍ۔ یعنی ہم آپ کو دیکھتے ہیں اپنی ذات اور اپنی صفات کی تمام آنکھوں سے بڑے محبت بھرے انداز سے، ہم شوق سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ کی نگہبانی کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی اس جملہ کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں:

وَمَنْ لَفْظٍ يَعِيْنُ بِصِيْرَتِهِ عِلْمَ مِنَ الْأَيْتِيْنَ الْفَرْقِ بَيْنَ الْحَبِيْبِ وَالْكَلِيْمِ عَلَيْهِمَا أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَاكْمَلُ التَّلِيْمِ (رُوحِ الْمَعَانِي)

یعنی جو شخص نگاہ بصیرت سے ان دو آیتوں کا مطالعہ کرے گا اسے حبیب و کلیم کے درمیان جو فرق ہے وہ معلوم ہو جائے گا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم یعنی قدس سرہ نے اپنے مریدین کو صبح اور شام کے وقت یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی۔ آپ بھی اگر ان نوزانی کلمات سے دست طلب چھلائیں گے تو خداوند کریم اسے خالی واپس نہ کرے گا۔

اللَّهُمَّ أَحْرَسْنَا بِعَيْنِكَ الْبَيْتَ الَّذِي لَا تَسْتَأْمُرُ وَانْحَتْنَا بِعُنُقِكَ عَلَيْنَا فَافْلَحَ تَهْلِكَ وَأَنْتَ تَقْتَتْنَا وَبِحَادِثَتْنَا (رُوحِ الْبَيَانِ)

ترجمہ: اے اللہ! ہماری اس آنکھ سے نگہبانی فرما جو سوتی نہیں ہے اور اس گوشہ میں ہماری حفاظت فرما جس کا کوئی ہمارے قصد نہیں کر سکتا اور اپنی اس قدرت سے ہم پر رحم فرما جو تجھے ہم ناچیز بندوں پر حاصل ہے۔ جب تک تو ہمارا مہر و سداور ہماری امید ہے ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔





## حِينَ تَقُومُ<sup>١٦</sup> وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ<sup>١٧</sup>

ہوتے جبکہ آپ اٹھتے ہیں اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور اس وقت بھی جب تم اسے ڈوب رہے ہوئے ہیں لگے

۱۶ رات میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑے بڑے پیل تن بہادر میدان سے جنگ مانتے ہیں۔ جب آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت توڑتی ہے تو بڑے بڑے جوانمردوں کے قدم اکٹھا ہاتھ ہیں، اس لیے صبر کا حکم دینے کے بعد ہدایت فرمائی کہ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں ہر وقت مشغول رہا کریں۔ ذکر الہی سے ہی ایسی قوت پیدا ہوتی ہے کہ انسان ہر صائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں اور وہ آفت تک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق ان سعادت مندوں کو بخشتا ہے جو دن رات اس کے ذکر میں محو رہتے ہیں۔ فرمایا جب بھی آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی حمد اور اس کی پاکی بیان کریں، حضور علیا الصلوٰۃ والسلام اپنے غلاموں کو بھی یہی تلقین فرمایا کرتے۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ وَكَثُرَ فِيهِ لَفْظُ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو مجلس میں بیٹھتا ہے اور خوب گویں پکھتا ہے لیکن اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کہتا ہے سبحانک اللہم الخ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں جو گناہ اس سے ہوئے ہیں بخش دیتا ہے۔

اسی طرح اگر رات کو سوئے سوئے انسان کی آنکھ کھل جائے تو اس وقت یہ تسبیح پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَكَ الْمُلْكُ وَلَهُ الْعِزَّةُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ یہ کہنے کے بعد جو دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی اور اگر مشرک سے نماز پڑھے تو اس کی وہ نماز بھی قبول ہوگی۔ (بخاری شریف)

حضور علیا الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک تھا کہ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح سے کرتے۔ وادبَارِ النُّجُومِ سے مراد نماز صبح ہے کیونکہ سورج کے طلوع ہونے کا وقت جب قریب آجاتا ہے تو ستاروں کی روشنی ماند پڑنے لگتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا رات بھر نور امتحانی کرنے کے بعد وہ یہاں سے بیٹھ پھیر کر کہیں جا رہے ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز صبح کے بعد ذکر بڑی بابرکت چیز ہے۔ اہل سنت کی مسابہ میں نماز صبح کے بعد بڑے اہتمام اور پورے شوق سے کلمہ شریف اور دُرُودِ شریف کا ذکر دراصل اسی آیت کی تفسیل ہے۔



وَبِأَوْزَعِنَا إِنْ أَشْكُرْ فَعَمَّتْ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيْنَا وَعَلَى وَالِدَيْهِ وَإِنْ أَعْمَلْ صَالِحًا تَرَضُّدًا وَأَصْلَحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنْ تَبَيْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَيْلًا وَنَهَارًا، سِرًّا وَجَهَارًا۔

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ نُوْرٍ عَرَشِكَ وَعُرْوَسِ مَمْلَكَتِكَ كَثِيرًا كَثِيرًا۔